ردِّ قادیانیت

رسائل

- حضرت مولانا محمد بشیر سہوانیؒ
- حضرت مولانا محمد اسماعیل علی گڑھیؒ
- حضرت مولانا عبدالمجید دہلویؒ
- جناب شیخ حسین بن محسن انصاری یمنیؒ
- حضرت مولانا محمد عبداللہ شاہجہانپوریؒ
- حضرت مولانا محمد سعد اللہ لدھیانویؒ
- حضرت مولانا دوست محمد خان بھوپالیؒ
- حضرت مولانا غلام رسول نقشبندی امرتسریؒ
- حضرت مولانا خلیل الرحمٰن بھوپالیؒ
- حضرت مولانا غلام مصطفٰے قاسمی امرتسریؒ

احتسابِ قادیانیت

جلد ۴۲

عالمی مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوت

حضوری باغ روڈ، ملتان - فون: 061-4783486

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

نام کتاب : احتساب قادیانیت جلد بیالیس (۴۲)

مصنفین : حضرت مولانا محمد بشیر سہسوانی ؒ

حضرت مولانا عبدالمجید دہلوی ؒ

حضرت مولانا محمد عبداللہ شاہجہانپوری ؒ

حضرت مولانا دوست محمد خان بھوپالی ؒ

حضرت مولانا خلیل الرحمن بھوپالی ؒ

حضرت مولانا محمد اسماعیل علی گڑھی ؒ

جناب شیخ حسین بن محسن انصاری یمنی ؒ

حضرت مولانا محمد سعداللہ لدھیانوی ؒ

حضرت مولانا غلام رسول نقشبندی امرتسری ؒ

حضرت مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی امرتسری ؒ

صفحات : ۷۳۶

قیمت : ۳۵۰ روپے

مطبع : ناصر زین پریس لاہور

طبع اوّل : فروری ۲۰۱۲ء

ناشر : عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

Ph: 061-4783486

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

فہرست رسائل مشمولہ......احتساب قادیانیت جلد۴۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

عرض مرتب

نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم ۰ اما بعد!

محض اللہ رب العزت کی عنایت کردہ توفیق وفضل سے احتساب قادیانیت کی جلد بیالیس (۴۲) پیش خدمت ہے۔ اس جلد کی سب سے بڑی انفرادیت یہ ہے کہ اس میں صرف وہ کتابیں شامل کی گئی ہیں جو دجال کادیان کے رد میں اس کے جیتے جی (حین حیات) میں لکھی گئیں۔ لیکن کذاب کادیان کو ان کی تردید کی توفیق نہ ہوئی۔ حالانکہ ان کتب کے شائع ہونے کے بعد وہ سالہا سال زندہ رہا۔

۱...... الحق الصریح فی اثبات حیات المسیح: ملعون کادیان مرزاغلام احمد قادیانی نے اکتوبر ۱۸۹۱ء میں دہلی جاکر مولانا سید نذیر حسین صاحبؒ سے مناظرہ کی طرح ڈالی۔ لیکن پھر خود ہی حیلے بہانوں سے کنی کترانے کا عالمی ریکارڈ قائم کیا۔ تب اس زمانہ کے ایک عالم دین مولانا محمد بشیر شہسوانیؒ جو بھوپال میں مقیم تھے، انہوں نے مرزاقادیانی کو کھلی چھٹی دے دی کہ جن شرائط پر آپ چاہیں آپ سے مناظرہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ چنانچہ بھوپال سے وہ دہلی تشریف لائے اور مرزاقادیانی کے ''گاٹے فٹ'' ہوگئے۔ ماہ اکتوبر ۱۸۹۱ء دہلی میں مناظرہ ہوا۔ مولانا محمد بشیر شہسوانیؒ نے تین پرچے لکھے۔ تین پرچے مرزاقادیانی نے لکھے۔ لیکن تیسرے پرچہ میں مرزاقادیانی نے اپنے خسر میر ناصر کی بیماری کا بہانہ کر کے قادیان جانے کے لئے دہلی چھوڑنے کا اعلان کردیا۔ مولانا محمد بشیر صاحبؒ نے بہت زور لگایا کہ اپنے تیسرے پرچہ کا جواب لے لو۔ لیکن مرزاقادیانی نہ مانا۔ ''میں نہ مانوں'' کی گردان نے مرزاقادیانی نے منہ سے جھاگ کا منظر پیش کیا۔ مولانا محمد بشیر صاحبؒ نے اس کا جواب لکھ کر مرزاقادیانی کو بھجوایا۔ مولانا محمد بشیر صاحب شہسوانیؒ نے ''الحق الصریح فی اثبات حیات المسیح'' تحریر فرمائی۔ ہم نے

اس جلد میں صرف مولانا محمد بشیر صاحبؒ کے پرچوں کو درج کیا ہے۔ مرزا قادیانی کے پرچے حذف کر دیئے ہیں۔ مرزا قادیانی کے پرچے چونکہ خود مرزا قادیانی نے ''مباحثہ الحق دہلی'' میں شائع کر دیئے تھے۔ شائقین وہاں دیکھ سکتے ہیں۔ اصل کتاب پڑھنے سے باقی تفصیلات ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ ایک سو بیس سال بعد اس کتاب کی اشاعت ڈھیروں ڈھیر کریم کے کرم کے اعتراف کے ساتھ اس سعادت کے حصول پر سجدہ شکر بجالاتا ہوں۔

۲...... بیان للناس: اکتوبر ۱۸۹۱ء میں دجال قادیانی کا دہلی میں مولانا محمد بشیر سہسوانیؒ سے تحریری مباحثہ ہوا۔ جسے وہ ناتمام چھوڑ کر ''جہاں سے آیا تھا وہاں چلا گیا۔'' اس بحث کو مولانا محمد بشیر سہسوانیؒ نے ''الحق الصریح فی اثبات حیات المسیح'' کے نام سے شائع کیا۔ اس پر کادیانی چیف گرو کے چیلے محمد احسن امروہی قادیانی نے ''اعلام الناس'' لکھی۔ جس پر مولانا عبدالمجیدؒ نے دہلی سے بھوپال جاکر مولوی احسن امروہی قادیانی سے خط وکتابت کی یہ تمام مراسلت مولانا عبدالمجید دہلویؒ نے ''بیان للناس'' کے نام پر شائع کی۔ جسے ہم اس جلد میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

۳...... شفاء للناس: مرزا کادیانی کا ایک مرید محمد احسن امروہی تھا۔ اس کذاب مرید نے اکذب پیر کے حق میں کتاب لکھی۔ جس کا نام ''اعلام الناس'' تھا۔ اسے مرزا کادیانی نے پڑھا تو خوب تعریف کے پل باندھے۔ غرض ''اعلام الناس'' مرزا کادیانی کی تصدیق شدہ بھی گئی۔ کادیانی کتاب ''اعلام الناس'' کا حضرت مولانا محمد عبداللہ شاہجہانپوریؒ نے ۱۳۰۹ھ (مطابق ۱۸۹۱ء،۱۸۹۲ء) میں جواب لکھا۔ اس کتاب کے شائع ہونے کے بعد مرزا قادیانی سولہ سال زندہ رہا۔ لیکن اس کتاب کا رد لکھنے کی دجال قادیان کو جرأت نہ ہوئی۔ چنانچہ اس عجز وبے بسی نے مرزا کادیانی کو سولہ آنے جھوٹا ثابت کردیا۔ خوشی کا باعث ہے کہ اس جلد میں یہ کتاب بھی شامل کی جارہی ہے۔

۴...... النصر المبین فی رد اقوال الجاھلین: حضرت مولانا احمد علی محدث

سہارنپوریؒ کے ایک اور ہمنام حضرت مولانا احمد علی سہارنپوریؒ مدرسہ مظاہر العلوم مدرس تھے۔ جو مدرسہ کی اعانت کے لئے ۱۹ر جولائی ۱۸۹۵ء کو ڈیرہ دون تشریف لائے۔ ان دنوں محمد احسن امروہی کادیانی بھی ڈیرہ دون آیا ہوا تھا۔ حسب عادت قادیانیاں احسن امروہی کادیانی نے مولانا احمد علی سہارنپوریؒ کو دعوت قادیانیت دی۔ جواب میں دونوں حضرات کا مباحثہ طے پا گیا۔ اس کی تفصیل اس رسالہ میں مولانا دوست محمد خانؒ نے تحریر فرمائی۔ جس کے پڑھنے سے احسن امروہی کی ذلت آمیز شکست فاش کا نقشہ آنکھوں کے سامنے گھوم جاتا ہے۔ ایک سوسترہ (۱۱۷) سال بعد اس کی اشاعت کی حق تعالیٰ نے توفیق بخشی۔ فلحمد للہ تعالیٰ!

۵...... **رقیمة الاخلاص:** مولانا احمد علی سہارنپوریؒ سے شکست فاش کے داغ کو دھونے کے لئے قادیانی احسن امروہی نے تحریری مکالمہ کے لئے ڈول ڈالا۔ مولانا خلیل الرحمٰن نے اس کے چیلنج کو قبول کر کے تحریری مکالمہ کا آغاز کر دیا۔ غرض کادیانی احسن امروہی اور مولانا خلیل الرحمٰنؒ کے درمیان جو تحریری مکالمہ ہوا وہ بتمام وبکمال مولانا دوست محمد خانؒ نے مرتب کر کے ''رقیمة الاخلاص'' کے نام پر ۲۴ر اگست ۱۸۹۵ء کو شائع فرمادیا۔ جو اس جلد میں شامل ہے۔

۶...... **نصرة الحق فی رد القول الزاهق:** احسن امروہی کادیانی جب ان تمام کاروائیوں میں رسواء ہوا تو اس نے ایک رسالہ ''سواء السبیل'' شائع کیا۔ جس کا حضرت مولانا خلیل الرحمٰن صاحبؒ نے ''نصرة الحق فی رد قول الزاهق'' تحریر فرمایا۔ اس کے آخر میں منشی سعد اللہ لدھیانویؒ کی بعض نظموں کو بھی شامل کیا گیا۔ یہ رسالہ بھی اگست ۱۸۹۵ء کا مرتب کردہ ہے جسے اس جلد میں شامل کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

۷...... **اعلاء الحق الصریح بتکذیب المسیح:** مرزا کادیانی کے نفس ناطقہ احسن امروہی کادیانی کی کتاب ''اعلام الناس'' کے جواب میں مولانا محمد اسماعیل علی گڑھیؒ نے یہ کتاب تحریر فرمائی۔ اس جلد میں اس کتاب کو شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ یہ وہ کتاب ہے جس کے متعلق کذاب کادیان نے ایک بدبودار جھوٹ تراشا تھا۔ جس کی سڑاند سے

آج تک کادیانی مناظرین منہ چھپاتے پھر رہے ہیں۔ تفصیلی تعارف ڈاکٹر بہاء الدین صاحب نے اس کا تحریر فرمایا ہے۔ جو کتاب کے ابتداء میں درج ہے۔ وہاں دیکھ لیا جائے۔

۸...... **الفتح الربانی فی الرد علی القادیانی:** فضیلت الشیخ حسین بن محسن انصاریؒ نے یہ کتاب تحریر فرمائی۔ جسے اردو ترجمہ کے ساتھ حضرت مولانا عبدالمجید دہلویؒ نے مطبع انصاری دہلی سے ۱۳۱۱ھ (مطابق ۱۸۹۳ء،۱۸۹۴ء) میں شائع فرمایا۔ حسین بن محسن انصاریؒ یمنی تھے۔ بھوپال کے حکمرانوں کی علم دوستی کے باعث وہ بھوپال میں قیام پذیر تھے۔ اس زمانہ میں بہت سے علماء نے آپ سے کسب فیض بھی کیا۔ اس جلد میں اس کتاب کو بھی شامل کرنے کی سعادت نصیب ہو رہی ہے۔ **فلحمد لله تعالیٰ!**

❁...... حضرت مولانا سعد اللہ لدھیانویؒ ان خوش نصیب لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اپنے عہد حیات میں مرزا کادیانی ملعون کو تگنی کا ناچ نچایا۔ آپ نے مرزا کادیانی کے خلاف نظم ونثر میں لکھا اور خوب لکھا۔ مرزا کادیانی ملعون آپ کے نام ”سعد“ کو جل بھن کر ”نحس“ لکھتا تھا۔ نتیجہ میں مولانا سعد اللہ بھی جو آپ آں غزل میں مرزا کادیانی کو وہ سناتے کہ ”تتے توے“ پر رقص کرنے لگ جاتا۔ مورخہ ۱۱ر رمضان المبارک ۱۳۱۴ھ مطابق ۱۳ر فروری ۱۸۹۷ء کو آپ نے سولہ صفحاتی ایک رسالہ لکھا۔

۹/۱...... **قادیانی دجال کا استیصال:** علیحدہ علیحدہ چار مضامین تھے۔ ایک ہی صفحہ پر علیحدہ علیحدہ کالم بنا کر کچھ حاشیہ پر لکھ کر سمندر کو کوزہ میں بند کیا۔ ہم اس جلد میں ان کو شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

الف...... قادیانی دجال کا استیصال (حصہ نثر)

ب...... قادیانی دجال کا استیصال (حصہ نظم) (اس میں پانچ نظمیں ہیں)

ج...... قادیانی دجال کی تازہ بے حیائی پر تبصرہ

اس رسالہ میں دو باتوں پر تبصرہ کیا ہے۔

(الف) قادیانی کی تازہ بے حیائی کہتا ہے کہ میں نے عبدالحق غزنوی کے حق میں بددعا نہیں کی۔

(صرف مباہلہ کیا تھا) اس لئے وہ سلامت رہا۔

(ب) قادیانی کی ایک اور بے حیائی کہتا ہے کہ مرزا سلطان بیگ قادیانی کی تکذیب نہیں کرتا۔ (اگر اس کی الہامی زوجہ پر قابض ہے) اب اس سے کوئی تکذیب کرا کر دکھلائے۔ ان دو امور کو اس مضمون میں زیر بحث لائے۔ اس کتابچہ کے آخر پر نظم میں ایک لطیفہ تھا وہ کاٹ دیا۔ اس لئے کہ وہ دوسرے رسالہ میں آگے آ رہا ہے۔

د...... حاشیہ پر ''قادیانی اور ایک نصرانی کی گفتگو میں ایک مسلمان کی ثالثی'' کا عنوان دے کر چند سطور تحریر کیں۔ ہم نے ان چاروں رسائل کو علیحدہ علیحدہ عنوان سے اس جلد میں شامل کیا ہے۔ ایک سو چودہ سال پہلے کی امانت آج کی نسل کے سامنے لانے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔

۲/۱۰...... دوسہ حرفیاں (چودھویں صدی کا جھوٹا مسیح): پمفلٹ کا نام تو دوسہ حرفیاں ہے۔ لیکن اس میں تین حرفیاں ہیں۔ (الف، ب) چودھویں صدی کا جھوٹا مسیح، (ج) سہ حرفی اوڑیو یو۔ اس کے علاوہ اس میں (د) اہل سنت والجماعت دے عقائد دا بیان، وصیت دے طور لوے۔ (ہ) مرزا قادیانی کے قرآن پر ایمان کی حقیقت سوال وجواب کے پیرایہ میں۔ پہلے چار نمبرات پنجابی میں ہیں۔ پانچواں نمبر اردو میں مکالمہ ہے۔ (و) اس رسالہ کے آخر میں ''سارے جہان کے مسیحوں کی تردید کا بے مثال نغمہ'' بہت ہی برجستہ اردو مزاحیہ کلام پر مشتمل ہے۔ یہ تمام مولانا محمد سعد اللہ لدھیانویؒ مدرس گورنمنٹ ہائی سکول لدھیانہ کے شحات قلم ہیں۔ جو اس جلد میں شامل شائع کئے گئے ہیں۔

۳/۱۱...... نظم حقانی مسمّی بہ سر ائر قادیانی: یہ بڑے سائز کے آٹھ صفحات کا رسالہ تھا جو مولانا محمد سعد اللہ صاحبؒ نے ۲۳ رشعبان ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۰ رفروری ۱۸۹۶ء کو تحریر فرمایا۔ یہ رسالہ مصنف مرحوم کی منظوم کلام پر مشتمل ہے۔ البتہ قادیانی کی درخواست بحضور گورنمنٹ پر مختصر ایک صفحاتی ریمارکس نثر پر مشتمل تھا۔ یہ بھی آپ نے تحریر فرمایا جو اس جلد میں شامل کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

۴/۱۲...... حملہ آسمانی در بارہ شکست قادیانی: امرتسر میں مرزا قادیانی اور عبداللہ آتھم پادری کا ۲۲ رمئی ۱۸۹۳ء سے چند روزہ تحریری مناظرہ ہوا۔ مرزا قادیانی نے اس میں بلا زوال ذلت کا مال خرید اتو

پیش گوئی جڑ دی کہ ۱۵ ماہ سے مراد پندرہ ماہ، یعنی ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تک عبداللہ آتھم ہاویہ میں گرے گا۔ یعنی مر جائے گا۔ نتیجہ میں مرزا قادیانی کی یہ پیش گوئی بھی اس کی دیگر پیش گوئی کی طرح دھوکہ کی ٹٹی ثابت ہوئی۔ مرزا قادیانی نے تقریر فتح اسلام کے نام پر ایک اشتہار شائع کیا جو مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۲۴ تا ۳۸ پر ہے۔ یہی اشتہار انوار الاسلام ص ا تا ۱۲، خزائن ج ۹ ص ا تا ۱۳ پر بھی شائع شدہ ہے۔ اس اشتہار کا مولانا محمود گنجویؒ وارد مالیر کوٹلہ نے ”حملہ آسمانی در بارہ شکست قادیانی“ کے نام سے جوابی مضمون تحریر فرمایا۔ اسی رسالہ کے اختتام پر مولانا سعد اللہ صاحبؒ کی پانچ نظمیں بھی ساتھ ہی شائع کی گئیں۔ یہ رسالہ آٹھ صفحات بڑے سائز پر مشتمل تھا۔ ۱۰ اکتوبر ۱۸۹۴ء اشاعت کی تاریخ لکھی گئی تھی۔ اس جلد میں اسے شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

۱۳/۵...... حقوق: یہ مولانا محمد سعد اللہ صاحبؒ کا پنجابی زبان میں بڑے سائز کے ۱۶ صفحات کا رسالہ ہے۔ جو تمام نظم پر مشتمل ہے۔ اس جلد میں شائع کیا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ بھی مولانا سعد اللہ صاحبؒ کے مزید رسائل، الہام قادیانی، گیدڑ نامہ وغیرہ ہیں جو میسر نہ آئے۔

۱۴...... الالهام الصحيح في اثبات حيات المسيح: یہ حضرت مولانا علامہ غلام رسول نقشبندی حنفی امرتسری کی عربی زبان میں تصنیف ہے۔ آپ نے یہ کتاب ۱۸۹۳ء میں تصنیف کی۔ آپ نے عقلی نقلی اعتبار سے حیات مسیح علیہ السلام کے مسئلہ پر اس کتاب میں دلائل کے ایسے انبار جمع کیے کہ مرزا قادیانی سمیت کسی قادیانی کو مقابلہ میں لب ہلانے یا قلم اٹھانے کی جرأت نہ ہو سکی۔ اس کتاب کی تصنیف کے بعد مرزا قادیانی پندرہ سال زندہ رہا۔ لیکن مولانا غلام رسولؒ کے دلائل کے سامنے اسے دم مارنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ مولانا غلام رسولؒ کا وصال ۱۹۰۲ء میں ہوا۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۸۹۳ء میں شائع ہوا۔ آج ۲۰۱۲ء میں گویا کہ ۱۱۹ سال بعد اس کتاب کی اشاعت ثانی ہمارے لئے ڈھیروں خوشیوں کا موجب ہے۔ فلحمد للہ!

۱۵...... آفتاب صداقت: مولانا غلام رسول حنفی نقشبندیؒ امرتسری کی تصنیف ”الالهام الصحيح في اثبات حيات المسيح“ عربی زبان میں تھی۔ جس کا آپ کے بھتیجے اور شاگرد حضرت

مولانا غلام مصطفیٰ قاسمیؒ نقشبندی امرتسری نے اردو میں ترجمہ کیا۔ اس ترجمہ کا نام ''آفتاب صداقت'' تجویز فرمایا۔ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمیؒ دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ اس وقت پاکستان کے نامور اہل قلم جناب عطاء الحق قاسمی کے جد محترم تھے۔ ''الالهام الصحيح'' کا پہلا ایڈیشن جو ۱۸۹۳ء میں شائع ہوا۔ یہ ترجمہ عربی متن کے نیچے صفحہ بصفحہ شائع ہوا۔ احتساب کی اس جلد میں متن سے ترجمہ کو علیحدہ ایک کتاب شمار کیا گیا ہے۔ احتساب کی اس جلد میں اس کتاب کی اشاعت پر اللہ رب العزت کے حضور شکرگزار ہیں۔

خلاصہ یہ کہ احتساب قادیانیت کی جلد بیالیس (۴۲) میں:

۱......	حضرت مولانا محمد بشیر سہسوانی ؒ	کی	۱	کتاب
۲......	حضرت مولانا عبدالمجید دہلوی ؒ	کی	۱	کتاب
۳......	حضرت مولانا محمد عبداللہ شاہجہانپوری ؒ	کی	۱	کتاب
۴......	حضرت مولانا دوست محمد خان بھوپالی ؒ	کی	۲	کتابیں
۵......	حضرت مولانا خلیل الرحمٰن بھوپالی ؒ	کی	۱	کتاب
۶......	حضرت مولانا محمد اسماعیل علی گڑھی ؒ	کی	۱	کتاب
۷......	حضرت مولانا حسین بن محسن انصاری ؒ	کے	۱	کتاب
۸......	حضرت مولانا سعد اللہ لدھیانوی ؒ	کے	۵	رسائل
۹......	حضرت مولانا غلام رسول نقشبندی ؒ	کی	۱	کتاب
۱۰......	حضرت مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی ؒ	کی	۱	کتاب

گویا دس حضرات کی کل پندرہ عدد کتب ورسائل شامل ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ شرف قبولیت سے سرفراز فرمائیں۔ امین بحرمة النبی الکریم!

محتاج دعاء: فقیر اللہ وسایا!

یکم ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ، بمطابق ۲۵ر فروری ۲۰۱۲ء

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

الحق الصریح

فی

اثبات حیات المسیح

حضرت مولانا محمد بشیر سہسوانی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

الحمد لله الذی امر فی محکم کتابه بالدعوة الیٰ سبیله بالحکمة والموعظة الحسنة والجدال بالتی هی احسن والصلوٰة والسلام علی رسوله الذی جاهد حق جهاده فی اماتة الکفر والفسق والفاحشة ماظهر منها وما بطن وعلیٰ اٰله واصحابه الذین بلغوا الدین کما سمعوا من العقائد والفرائض والسنن وسعوا بالایدی والالسنة والقلوب فی تغییر المنکرات والبدع والفتن ۰ اما بعد!

یہ کیفیت ہے اس مناظرہ کی جو میرے اور مرزا غلام احمد قادیانی مدعی مسیحیت کے درمیان میں بمقام دہلی واقع ہوا۔ مرزا قادیانی نے دہلی میں آ کر دو اشتہار ایک مطبوعہ دوم اکتوبر ۱۸۹۱ء۔ دوسرا مطبوعہ ششم اکتوبر ۱۸۹۱ء صدور بمقابلہ جناب مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی مداللہ ظلہم العالی کے شائع کئے اور طالب مناظرہ ہوئے۔ وہ دونوں اشتہار خاکسار کے بھی دیکھنے میں آئے۔ خاکسار نے محض بنظر نصرت دین وسنت وازالہ الحاد وبدعت قصد مناظرہ مصمم کر کے جواب اشتہار مرزا قادیانی کے پاس بوساطت جناب حاجی محمد احمد صاحب دہلوی کے بھیجا اور اس جواب میں مرزا قادیانی کے سب شروط کو تسلیم کر کے صرف شرط ثالث میں قدرے ترمیم چاہی۔ مرزا قادیانی نے بھی اس ترمیم کو قبول کیا۔ بعد ترمیم کے یہ تین شرطیں قرار پائیں۔

اوّل...... یہ کہ امن قائم رکھنے کے لئے سرکاری انتظام ہو۔

دوسرا...... یہ کہ فریقین کی بحث تحریری ہو۔ ہر ایک فریق مجلس بحث میں سوال لکھ کر اور اس پر اپنے دستخط کر کے پیش کرے اور ایسا ہی فریق ثانی لکھ کر جواب دے۔

تیسرا...... یہ کہ اوّل بحث حیات مسیح علیہ السلام میں ہو۔ اگر حیات ثابت ہو جائے تو مرزا قادیانی مسیح موعود ہونے کا دعویٰ خود چھوڑ دیں گے اور اگر وفات ثابت ہو تو مرزا قادیانی کا اصل دعویٰ یعنی عدم نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مرزا قادیانی کا مسیح موعود ہونا ثابت نہ ہوگا۔ پھر حضرت مسیح علیہ السلام کے نزول اور مرزا قادیانی کے مسیح موعود ہونے میں بحث کی جاوے گی اور جو شخص طرفین میں سے ترک بحث کرے گا اس کا گریز کرنا سمجھا جاوے گا۔ جب تصفیہ شروط کا ہو گیا تو جناب حاجی محمد احمد صاحب نے حسب ایماء مرزا قادیانی کے خاکسار کو طلب کیا۔ چنانچہ شب شانزدہم

ربیع الاوّل ۱۳۰۹ھ کو میں بھوپال سے روانہ ہو کر روز سہ شنبہ تاریخ شانز دہم ماہ مذکور قریب نواخت چہار ساعت کے دہلی میں داخل ہوا اور مرزا قادیانی کو اطلاع اپنے آنے کی دی تو مرزا قادیانی نے مختلف رقعوں کے ذریعے سے شروط میں تبدیل ذیل فرمائی کہ حیات مسیح علیہ السلام کا ثبوت آپ کو دینا ہوگا۔

بحث اس عاجز کے مکان پر ہو۔ جلسہ عام نہیں ہوگا۔ صرف دس آدمی تک جو معزز خاص ہوں۔ آپ ساتھ لا سکتے ہیں۔ مگر شیخ بٹالوی اور مولوی عبدالمجید ساتھ نہ ہوں۔ پرچوں کی تعداد پانچ سے زیادہ نہ ہو اور پہلا پرچہ آپ کا ہو۔ انتہی!

اب سب شروط کا قبول کرنا نہ تو خاکسار پر لازم تھا اور نہ میرے احباب کی رائے ان کے تسلیم کرنے کی تھی۔ مگر محض اس خیال سے کہ مرزا قادیانی کو کوئی حیلہ مناظرہ سے گریز کا نہ ملے۔ یہ سب باتیں منظور کی گئیں۔ بعد اس کے تاریخ نوزدہم ربیع الاوّل روز جمعہ بعد نماز جمعہ۔

مناظرہ شروع ہوا۔ خاکسار نے ان کے مکان پر جا کر مجلس بحث میں پانچ ادلہ حیات مسیح کے لکھ کر حاضرین کو سنا دیئے اور دستخط اپنے کر کے مرزا قادیانی کو دے دیئے۔ مرزا قادیانی نے مجلس بحث میں جواب لکھنے سے عذر کیا۔ ہر چند جناب حاجی محمد احمد صاحب وغیرہ نے ان کو الزام نقض عہد ومخالفت شروط کا دیا۔ مگر مرزا قادیانی نے نہ مانا اور یہ کہا کہ میں جواب لکھ رکھوں گا۔ آپ لوگ کل دس بجے آئیے۔ ہم لوگ دوسرے روز دس بجے گئے۔ مرزا قادیانی مکان کے اندر تھے۔ اطلاع دی گئی تو مرزا قادیانی باہر نہ آئے اور کہلا بھیجا کہ ابھی جواب تیار نہیں ہوا۔ جس وقت تیار ہوگا اس وقت آپ کو بلا لیا جاوے گا۔ پھر غالباً دو بجے کے بعد ہم لوگوں کو بلا کر جواب سنایا اور یہ کہا کہ اب مجلس بحث میں جواب لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ مکان پر لے جائیں۔ چنانچہ میں اس تحریر کو مکان پر لے آیا۔ اسی طرح چھ روز تک سلسلہ مباحثہ جاری رہا۔ چھٹے روز کہ تین پرچے میرے ہو چکے تھے اور تین پرچے مرزا قادیانی کے۔ مرزا قادیانی نے پہلے ہی بحث کو ناتمام چھوڑ کر مباحثہ قطع کیا اور یہ ظاہر کیا کہ اب مجھے زیادہ قیام کی گنجائش نہیں ہے اور زبانی فرمایا کہ میرے خسر بیمار ہیں۔ اس وقت ایک مضمون جو پہلے سے بنظر احتیاط لکھ رکھا تھا اور وہ متضمن تھا۔ اس امر پر کہ مرزا قادیانی کی جانب سے نقض عہد ومخالفت شروط ہوئی۔ مرزا قادیانی کی موجودگی میں سب حاضرین جلسہ کو سنا دیا گیا۔ حاضرین جلسہ مرزا قادیانی کو الزام دیتے تھے۔ مگر مرزا قادیانی نے ایک نہ سنی۔ اسی روز تہیہ سفر کر کے شب کو دہلی سے تشریف لے گئے۔ مرزا قادیانی

کے یہ افعال اوّل دلیل ہیں۔اس پر کہ ان کے پاس اصل مسئلہ یعنی ان کے مسیح موعود ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔اصل بحث کے لئے دو سدیں انہوں نے بنا رکھی ہیں۔ایک بحث حیات و وفات مسیح علیہ السلام۔دوسرے نزول عیسیٰ علیہ السلام۔جب دیکھا کہ ایک سد جو ان کی زعم میں بڑی راسخ تھی۔ٹوٹنے کے قریب ہے۔اس کے بعد دوسری سد کی جو ضعیف ہے۔نوبت پہنچے گی۔پھر اصل قلعہ پر حملہ ہوگا۔وہاں کچھ ہے ہی نہیں تو قلعی کھل جاوے گی۔اس لئے فرار مناسب سمجھا بعد انقطاع مباحثہ اور چلے جانے مرزا قادیانی کے احقر دو روز دہلی میں متوقف رہ کر روز شنبہ کو ڈاک گاڑی میں روانہ بھوپال ہوا۔

اب بنظر فائدہ عام یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قبل نقل ان رقعوں اور پرچوں کے جو مباحثہ کے متعلق ہیں۔ادلۂ حیات مسیح علیہ السلام جو مرزا قادیانی کے مباحثہ میں پیش کئے گئے اور نیز دیگر ادلہ واضح طور پر عام فہم عبارت میں لکھ دیئے جاویں۔تاکہ ہر خاص و عام اس کو سمجھ سکے اور مرزا قادیانی کی طرف سے جو اعتراضات ان پر ہوئے اور خاکسار کی جانب سے جو جوابات دیئے گئے وہ بھی بطور خلاصہ لکھ دیئے جاویں اور مرزا قادیانی نے جو اپنی اخیر تحریر میں دو دلیلیں وفات کی لکھیں۔وہ اور جو کچھ جواب اس کا خاکسار نے لکھا۔اس کا بھی خلاصہ لکھ دیا جاوے۔’’اللھم انت عضدی ونصیری بك احول وبك اصول‘‘

دلیل اوّل

حیات مسیح علیہ السلام کے باب میں سورۃ نساء کی یہ آیت ہے۔’’وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ ویوم القیمۃ یکون علیھم شھیدا (نساء:۱۵۹)‘‘ اس آیت کا ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس طرح پر کیا ہے۔ونباشد ہیچ کس از اہل کتاب الا البتہ ایمان آورد بہ عیسیٰ علیہ السلام پیش از مردن عیسیٰ علیہ السلام وروز قیامت باشد عیسیٰ علیہ السلام گواہ برایشان فائدہ میں یہ لکھا ہے۔مترجم گوید یعنی یہودی کہ حاضر شوند نزول عیسیٰ علیہ السلام را البتہ ایمان آرند شاہ رفیع الدین صاحب نے ترجمہ اس طرح پر کیا ہے اور نہیں کوئی اہل کتاب سے۔مگر البتہ ایمان لاوے گا۔ساتھ اس کے پہلے موت اس کی کے اور دن قیامت کے ہوگا۔اوپر ان کے گواہ۔

شاہ عبدالقادر صاحب نے اس طرح ترجمہ کیا ہے اور جو فرقہ ہے۔کتاب والوں میں سے سو اس پر یقین لاویں گے۔اس کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن ہوگا۔ان کا بتانے والا۔

فائدہ میں یہ لکھا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں۔ جب یہود میں دجال پیدا ہوگا۔ تب اس جہان میں آ کر اس کو ماریں گے اور یہود و نصاریٰ سب ان پر ایمان لا دیں گے کہ یہ مرے نہ تھے۔ انتھی!

یہ آیت قطعیۃ الادلالۃ حیات مسیح علیہ السلام پر ہے۔ بیان اس کا یہ ہے کہ موتہ کی ضمیر میں مفسرین کے دو ہی قول ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھرتی ہے۔ دوسرا یہ کہ اہل کتاب کی طرف پھرتی ہے۔ پہلی صورت میں تو قطعاً مطلب حاصل ہے۔ کیونکہ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی مرے نہیں۔ لیؤمنن کو خواہ خالص مستقبل کے لئے لیجئے اور یہی صحیح ہے اور اسی پر اتفاق ہے۔ سب نحویوں کا اور خواہ حال یا استمرار کے لئے لیجئے۔ جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کہتے ہیں۔ اگرچہ اس تقدیر پر معنی فاسد ہوتے ہیں۔ مگر ہمارا مطلب فوت نہیں ہوتا ہے اور ماضی کے معنی میں لینا بالبداہت باطل ہے۔ کیونکہ ایسا مضارع کہ جس کے اوّل میں لام تاکید اور آخر میں نون تاکید ہو۔ بمعنی ماضی نہیں آتا ہے۔ **ومن یدعی خلافه فعلیه البیان** اور ایسا ہی بہ کی ضمیر کو خواہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف عائد کیجئے یا اللہ کی طرف یا آنحضرت ﷺ کی طرف اگرچہ اوّل ہی صحیح ہے۔ مگر ہمارا مطلب ہر صورت میں حاصل ہے۔

مفسرین کا اختلاف اس ضمیر میں ہمارے مطلوب میں کچھ خلل نہیں ڈالتا ہے۔ دوسرے قول پر یعنی اگر ضمیر موتہ کی اہل کتاب کی طرف پھیری جاوے بھی۔ ہمارا مطلب حاصل ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اس وقت ہم پوچھتے ہیں کہ بہ کی ضمیر کس کی طرف پھیرو گے۔ اگر آنحضرت ﷺ یا اللہ تعالیٰ کی طرف پھیرتے ہو تو یہ باطل ہے۔ تین وجوہ سے:

اوّل..... یہ ہے کہ سب ضمیریں واحد کی جو اس کے قبل و بعد میں آئی ہیں۔ بالاجماع حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھرتی ہیں۔ پس ظاہر نص یہی ہے کہ ضمیر بہ کی بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہو۔ ”**فان النصوص تحمل علی ظواهر ها وصرف النصوص عن ظواهرها بغیر صارف قطعی الحاد**“ اور یہاں کوئی صارف قطعی پایا نہیں جاتا ہے۔ ”**ومن یدعی فعلیه البیان**“

دوم..... ظاہر ضمیر غائب میں یہ ہے کہ غائب کی طرف پھرے اور آنحضرت ﷺ مخاطب ہیں۔ اسی لئے اس رکوع میں اس آیت کے قبل و بعد جتنی ضمیریں آنحضرت ﷺ کی طرف پھرتی ہیں وہ سب ضمیریں مخاطب کی ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ ”**یسئلك، ان تنزل، الیك، من قبلك**“ اگر

یہ ضمیر آنحضرت ﷺ کی طرف راجع ہوتی تو یوں کہنا مناسب تھا۔ لیؤمنن بک علاوہ اس کے اس مقام پر آنحضرت ﷺ کے لئے کوئی اسم ظاہر نہیں آیا ہے کہ وہ مرجع اس ضمیر کا قرار دیا جاوے اور اللہ تعالیٰ متکلم ہے۔ اسی لئے اس رکوع میں اس آیت کے قبل وبعد جتنی ضمیریں اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہیں۔ وہ سب ضمیریں متکلم کی ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ ''فعفونا، آتینا، رفعنا، قلنا، قلنا

دوم اخذنا، حرمنا اعتدنا سنوتیهم ''اگر یہ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہوتی تو یوں کہنا مناسب تھا۔ لیؤمنن بی یا لیؤمنن بنا اور صرف عن الظاہر بغیر صارف قطعی غیر جائز ہے اور یہاں کوئی صارف قطعی نہیں ہے۔ ''ومن یدعی فعلیه البیان۔''

سوم..... اس تقدیر پر اس آیت میں کچھ ذکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نہ ہوگا اور حالانکہ قبل وبعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ مذکور ہے اور اجنبی محض کا بلا فائدہ درمیان میں لانا خلاف بلاغت ہے اور اس اجنبی کا یہاں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ ''ومن یدعی فعلیه البیان ''پس ثابت ہوا کہ یہ کی ضمیر قطعاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف عائد ہے۔ بعد اس تمہید کے میں کہتا ہوں کہ اس تقدیر پر سب ضمیریں واحد غائب کی موتہ کے پہلے کی اور بعد کی راجع ہوئیں۔ طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے۔ پس ظاہر نص قرآنیہ یہی ہے کہ ضمیر موتہ بھی راجع ہو۔ طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اور صرف نص کا ظاہر سے بغیر صارف قطعی جائز نہیں اور یہاں کوئی صارف قطعی موجود نہیں۔ ''ومن یدعی فعلیه البیان ''پس جس تقدیر پر ضمیر کا عائد ہونا کتابی کی طرف فرض کیا گیا تھا۔ اس تقدیر پر بھی ضمیر کا عائد ہونا طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لازم آیا۔ ہفت یہ محذور اس سے ناشی ہوا کہ ضمیر موتہ کی کتابی کی طرف پھیری گئی۔ پس ثابت ہوا کہ ارجاع ضمیر موتہ کا طرف کتابی کے باطل ہے۔ پس متعین ہوا کہ ضمیر موتہ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ وهو المطلوب!

دوسری وجہ اس بات کی کہ موتہ کی ضمیر کتابی کی طرف عائد کرنا باطل ہے کہ اس تقدیر پر ایمان سے جو لیؤمنن میں ہے۔ کیا مراد ہے۔ آیا وہ ایمان جو زہوق روح کے وقت ہوتا ہے اور جو شرعاً غیر معتد بہ وغیر نافع ہے۔ جیسا کہ مفسرین نے اس تقدیر پر اس کے ارادہ کی تصریح کی ہے تو یہ باطل ہے۔ اس لئے کہ استقراء آیات قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں سب جگہ لفظ ایمان سے وہ ایمان مراد ہے جو قبل زہوق روح کے ہوتا ہے اور جو شرعاً معتد بہ اور نافع ہے۔ مگر جہاں قرینہ صارفہ قطعیہ ہے۔ چند مقامات بطور نظیر لکھے جاتے ہیں۔

”یؤمنون بالغیب، یؤمنون بما انزل الیك، لا یؤمنون، آمنا بالله، وماھم بمؤمنین، یخادعون الله والذین آمنوا، واذا قیل لھم آمنوا كما آمن الناس قالواء نؤمن كما آمن السفھاء، واذا لقوا الذین آمنوا قالوا آمنا، فاما الذین آمنوا فیعلمون انه الحق من ربھم، وامنوا بما انزلت، ان الذین آمنوا والذین ھادو اوالنصارىٰ والصابئین من آمن باللہ، واذ القوا الذین آمنوا قالوا آمنا، والذین آمنوا وعملوا الصالحات، واذا قیل لھم آمنوا بما انزل الله قالوا نؤمن بما انزل علینا، ان كنتم مؤمنین، قل بئسما یامركم به ایمانكم ان كنتم مؤمنین، ولوانھم آمنوا واتقوا، یاایھا الذین آمنوا لاتقولوا راعنا، ومن یتبدل الكفر بالایمان، لویردّونكم من بعد ایمانكم، اولئك یؤمنون به، وارزق اھله من الثمرات من آمن بالله، قولوا آمنا بالله، فان آمنوا بمثل ماآنتم به، وماكان الله لیضیع ایمانكم، یاایھاالذین آمنوا استعینوا بالصبر والصلوٰة، والذین آمنوا اشد حبّا لله، یاایھا الذین آمنوا كلوا من طیبات مارزقنكم، ولكن البر من آمن بالله، یا ایھا الذین آمنوا كتب علیكم الصیام، ولیؤ منوا بی، یا ایھا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم، ویسخرون من الذین آمنوا، والذین آمنوا معه، ان الذین آمنوا والذین ھاجروا، ولا تنكحوا المشركین حتیٰ یومنوا ولعبد مؤمن، وبشر المؤمنین، من كان منكم یؤمن بالله، ان كنتم مؤمنین، فمنھم من آمن، ویؤمن بالله، الله ولی الذین آمنوا، قال اولم تومن، یا ایھاالذین آمنوا لا تبطلوا، ولا یؤمن بالله، یاایھا الذین آمنوا انفقوا، ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات، یاایھا الذین آمنوا اتقوالله وذروا ما بقی من الربوا ان كنتم مؤمنین، آمن الرسول بما انزل الیه من ربه والمؤمنون كل آمن بالله (بقرہ:٣، ٤، ٦، ٨، ٨، ٩، ١٣، ١٤، ٢٦، ٤١، ٦٢، ٧٢، ٨٢، ٩١، ٩١، ٩٣، ١٠٣، ١٠٤، ١٠٨، ١٠٩، ١٢١، ١٢٦، ١٣٦، ١٣٧، ١٤٣، ١٥٣، ١٦٥، ١٧٢، ١٧٧، ١٨٣، ١٨٦، ٢٠٨، ٢١٢، ٢١٤، ٢١٨، ٢٢١، ٢٢٣، ٢٣٢، ٢٤٨، ٢٥٣، ٢٥٦، ٢٥٧، ٢٦٠، ٢٦٤، ٢٦٤، ٢٦٧، ٢٧٧، ٢٧٨، ٢٨٥)“

پس ظاہر ایمان سے وہ ایمان ہے جو قبل زہوق روح کے ہوتا ہے اور صرف نص کا ظاہر سے بغیر صارف قطعی جائز نہیں ہے اور یہاں کوئی صارف قطعی موجود نہیں ہے۔ ’’ومن یدعی فعلیہ البیان‘‘ علاوہ اس کے اس وقت لفظ قبل کو ظاہر معنی سے صرف کر کے بمعنی عند یا وقت کے لینا پڑے گا اور کوئی صارف قطعی یہاں موجود نہیں ہے۔ ’’ومن یدعی فعلیہ البیلن‘‘ اس وقت بجائے ’’قبل موتہ‘‘ کے ’’عند موتہ‘‘ یا ’’حین موتہ‘‘ یا ’’وقت موتہ‘‘ کہنا مقتضائے حال تھا۔ اس سے عدول کرنے کی کیا وجہ ہے یا مراد لیؤمنن میں ایمان ہے وہ ہے جو قبل زہوق روح کے ہوتا ہے۔ پس اس صورت میں یا یہ حکم عام ہے۔ ہر کتابی کے لئے تو کذب صریح حق تعالیٰ کے کلام میں لازم آتا ہے۔ کیونکہ ہم بالبداہت دیکھتے ہیں کہ صدہا ہزار ہا اہل کتاب مرتے ہیں اور اپنے مرنے سے پہلے یعنی قبل زہوق روح کے وہ ایمان شرعی جو معتد بہ اور نافع ہے نہیں لاتے۔ ’’تعالیٰ اللہ عن ذلک علوا کبیرا‘‘ اور اگر کسی خاص زمانہ کے اہل کتاب کے لئے یہ حکم ہے تو قید ’’قبل موتہ‘‘ کی لاطائل ہوتی ہے۔ یہ کلام تو بعینہ ایسا ہوا کہ کوئی کہے کہ آج میں نے اپنی موت سے پہلے سبق پڑھ لیا۔ آج میں اپنی موت سے پہلے کچہری گیا۔ ظاہر ہے کہ یہ کلام مجنونانہ ہے۔ ایسا ہی اللہ تعالیٰ کے کلام کا کلام مجنونانہ ہونا لازم آتا ہے۔ ’’تعالیٰ اللہ عما یقولہ الظالمون‘‘ مرزا قادیانی خود بھی اپنے کتاب توضیح المرام اور ازالۃ الاوہام کے چند مواضع میں ضمیر موتہ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھیرنا تسلیم کر چکے ہیں۔ اب اگر تسلیم کرتے ہیں تو مدعا ہمارا حاصل ہے اور اگر نہیں تسلیم کرتے تو اس کی وجہ بیان کریں کہ توضیح المرام وازالۃ الاوہام میں کیوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھیری۔ اب بدلیل تحقیقی والزامی ثابت ہوگیا کہ مرجع ضمیر موتہ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور اس تقدیر پر ہمارا مدعا یعنی حیات مسیح علیہ السلام قطعاً ثابت ہوا۔ فتح البیان میں ہے کہ سلف میں ایک جماعت کا یہی قول ہے اور یہی ظاہر ہے اور بہت سے تابعین وغیرہم اسی طرف گئے ہیں۔ فتح الباری میں ہے۔ ابن جریر نے اس قول کو اکثر اہل علم سے نقل کیا ہے اور ابن جریر وغیرہ نے اس کو ترجیح دی ہے۔ حدیث بخاری ومسلم سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوہریرہؓ کا یہی قول ہے۔ ابن عباسؓ سے بھی بسند صحیح یہی منقول ہے اور اس کے خلاف جو روایت ان سے ہے۔ وہ ضعیف ہے۔ جیسا کہ فتح الباری وغیرہ میں مرقوم ہے۔ ابن کثیر میں ہے کہ ابو مالک وحسن بصری وقتادہ وعبدالرحمٰن بن زید بن اسلم وغیر واحد کا بھی قول ہے اور یہی حق ہے۔ مرزا قادیانی کی طرف سے اس دلیل پر دو اعتراض ہوئے۔ ایک یہ کہ یہ آیت ذوالوجوہ ہے۔ چند احتمالات مفسرین نے اس کی معنی میں لکھے ہیں۔

پس یہ آیت کیسی قطعیۃ الدلالۃ ہو سکتی ہے۔ اس کا جواب خاکسار کی طرف سے دیا گیا کہ آیت کا ذوالوجوہ ہونا اور اس کی معنی میں چند احتمالات کا ہونا منافی قطعیہ نہیں ہے۔ کیونکہ ہم نے سب وجوہ واحتمالات مخالفہ کو دلیل الزامی وقطعی سے باطل کر دکھایا۔ دوسرا اعتراض یہ ہوا کہ اثر ابن عباسؓ وقرأت ابی بن کعب اس پر دال ہے کہ مرجع موتہ کا کتابی ہے۔ نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کا جواب خاکسار کی طرف سے یہ ہوا کہ اثر وقرأت مجروح ہیں۔ احتجاج کے لائق نہیں ہیں۔ چہ جائیکہ صارف قطعی ہوں۔ ایک طریق اثر مذکور میں ایک راوی ابوحذیفہ ہے۔ یہ ابوحذیفہ یا موسیٰ بن مسعود ہے۔ یا یحییٰ بن ہانی بن عروہ کا شیخ ہے۔ پہلا سیئ الحفظ ہے۔ دوسرا مجہول ہے اور اس طریق میں عبداللہ بن ابی نجیح یسار المکی ہے۔ وہ مدلس ہے اور عنعنہ مدلس کا مقبول نہیں ہے۔ دوسرے طریق میں محمد بن حمید رازی ہے۔ وہ ضعیف ہے۔ تیسرے طریق میں عتاب بن بشیر وخصیف واقع ہیں۔ روایات عتاب کے خصیف سے مناکیر ہیں اور خصیف میں بہت جرح ہے۔ چوتھے طریق میں سلیمان بن داؤد طیالسی ہے۔ وہ کثیر الغلط ہے۔ ہزار احادیث کی روایت میں اس نے خطا کی ہے۔ قرأت ابی بن کعب کی روایت میں بھی عتاب وخصیف واقع ہیں۔ عبارات ان راویوں کے متعلق تحریر چہارم میں منقول ہیں۔ من شاء فلیر اجع الیه!

دلیل دوم میں سورہ نساء کی یہ آیت ہے۔ ''وما قتلوه یقینا بل رفعه الله الیه وكان الله عزیزاً حکیما (نساء:۱۵۷،۱۵۸)''

شاہ ولی اللہ صاحب اس کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔ ویقین نہ کشتہ اند اورا بلکہ برداشت اورا خدا تعالیٰ بسوئے خود وہست خدا غالب استوار کار۔

شاہ رفیع الدین صاحب لکھتے ہیں اور نہ مارا اس کو یقین بلکہ اٹھالیا اس کو اللہ نے طرف اپنے اور ہے اللہ غالب حکمت والا۔

شاہ عبدالقادر صاحب لکھتے ہیں اور اس کو مارا نہیں بے شک بلکہ اس کو اٹھالیا اللہ نے طرف اپنے اور ہے اللہ زبردست حکمت والا۔

فائدہ میں لکھتے ہیں۔ فرمایا کہ اس کو ہرگز نہیں مارا حق تعالیٰ نے۔ اس کی ایک صورت ان کو بنادی۔ اس صورت کو سولی پر چڑھایا۔ انتہی ملخصاً!

وجہ استدلال یہ ہے کہ مرجع رفعہ کی ضمیر کا مسیح بن مریم رسول اللہ ہے اور مراد مرجع سے قطعاً روح مع الجسد ہے۔ کیونکہ مورد قتل روح مع الجسد ہے۔ نہ صرف روح اور ایسا ہی ضمائر وما قتلوہ

وما صلبوہ وما قتلوہ یقیناً سے بھی مراد قطعاً روح مع الجسد ہے اور جس کی قتل کا یہود دعویٰ کرتے تھے۔ اس کے قتل وصلب کی نفی اور رفع کا ثبوت حق تعالیٰ کو منظور ہے۔ پس ظاہر نص قرآنی یہی ہے کہ رفعہ سے مراد رفع روح مع الجسد ہے۔ رفعہ کی ضمیر صرف روح کی طرف عائد کرنا یا مضاف مقدر ماننا یعنی تقدیر عبارت یوں کرنا بل رفع روحہ صرف نص کا ظاہر سے ہے اور صرف النص عن الظاہر بغیر صارف قطعی کے جائز نہیں اور صارف قطعی یہاں غیر محقق ہے۔ "ومن یدعی فعلیه البیان" اور مؤید اس کی یہ بات ہے کہ "بل رفعه" میں بل اضراب کا ہے۔ پس وہ رفع مراد ہونا چاہئے۔ جو مقابل ہو قتل کا یعنی قتل کے ساتھ جمع نہ ہو سکے اور رفع روحانی قتل کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے۔ عموماً اہل اسلام جانتے ہیں کہ شہداء جو اللہ کی راہ میں قتل ہوتے ہیں ان کے لئے بھی رفع روحانی ہوتا ہے۔ پس متعین ہوا کہ مراد رفع سے رفع روح مع الجسد ہے۔ وہو المطلوب!

اور یہ بات بھی اس کی مؤید ہے کہ رفع کا لفظ صرف دو نبیوں کے لئے آیا ہے۔ ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ دوسرے حضرت ادریس علیہ السلام۔ اس تخصیص کی کیا وجہ ہے۔ رفع روحانی کی تو کچھ ان دو نبیوں کے ساتھ خصوصیت نہیں ہے۔ یہ رفع تو سب نبیوں بلکہ عامہ صالحین کے لئے بھی ہوتا ہے۔ اثر صحیح ابن عباس جس کے رجال رجال صحیح ہیں اور حکماً وہ مرفوع ہے۔ رفع الروح مع الجسد پر قطعی طور پر دلالت کرتا ہے۔ اس کی عبارت آئندہ نقل کی جاوے گی۔ فانتظر!

مرزا قادیانی نے اس دلیل کے جواب میں یہ لکھا کہ اس آیت میں اس وعدہ کے ایفا کی طرف اشارہ ہے۔ جو دوسری آیت میں ہو چکا ہے اور وہ آیت یہ ہے۔ "یٰعیسیٰ انی متوفیك ورافعك الیّ (آل عمران:۵۵)" گویا مرزا قادیانی نے آیت "یٰعیسیٰ انی متوفیك ورافعك الیّ" کو صارف ٹھہرایا۔ ظاہر معنی "وما قتلوہ یقیناً بل رفعه الله الیه (نساء:۱۵۷،۱۵۸)" سے۔ لیکن اس آیت کا صارف ہونا اس وقت ہو سکتا ہے کہ توفی سے مراد قطعاً موت ہو اور یہ متوقف اس پر ہے کہ حقیقی معنی توفی کے موت کے ہوں۔ بلا قرینہ یہ معنی متبادر ہوتے ہوں۔ حالانکہ ہم نے تحریر چہارم میں ثابت کر دیا کہ توفی کا استعمال جس جگہ بمعنی موت قرآن مجید میں آیا ہے۔ وہاں قرینہ قائم ہے اور یہ بھی ثابت کر دیا کہ حقیقی معنی توفی کے اخذ الشیٔ وافیاً کے ہیں۔ یعنی کسی چیز کا پورا لینا اس آیت کو اگرچہ خاکسار نے تحریر اول میں غیر قطعیۃ الدلالۃ لکھا ہے۔ مگر اب میری رائے یہ ہے کہ یہ آیت بھی قطعیۃ الدلالۃ ہے۔ حیات مسیح علیہ السلام پر۔ تیسری دلیل سورۂ آل عمران کی یہ آیت ہے۔ "ومکروا ومکر الله والله خیر

الماكرين ۰ اذ قال الله یعیسیٰ انی متوفیك ورافعك الیّ ومطهرك من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامة (آل عمران:۵۴،۵۵)''

ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ: ''وبدسگالیدند کافران وبدسگالید خدا وخدا قوی ترست از ہمہ بدسگالان آنگاہ کہ گفت خدا اے عیسیٰ ہر آئینہ من برگیرندۂ توام وبردارندۂ توام بسوئے خود وپاک کنندہ توام از صحبت کسانیکہ کافر شدند وگردانندۂ تابعان توام بالائے کافران تاروز قیامت۔''

شاہ رفیع الدین صاحبؒ: ''اور مکر کیا انہوں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ بہتر ہے مکر کرنے والوں کا جس وقت کہا اللہ نے اے عیسیٰ تحقیق میں لینے والا ہوں۔ تجھ کو اور اٹھانے والا ہوں۔ تجھ کو طرف اپنے اور پاک کرنے والا ہوں تجھ کو ان لوگوں سے کہ کافر ہوئے اور کرنے والا ہوں ان لوگوں کو کہ پیروی کریں گے تیری اوپر ان لوگوں کے کہ کافر ہوئے قیامت کے دن تک۔''

ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحبؒ: ''اور فریب کیا ان کافروں نے اور فریب کیا اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے۔ جس وقت کہا اللہ نے اے عیسیٰ میں تجھ کو بھر لوں گا اور اٹھالوں گا اپنی طرف اور پاک کردوں گا کافروں سے اور رکھوں گا تیرے تابعوں کو منکروں سے اوپر قیامت کے دن تک ''فائدہ'' یہود کے عالموں نے اس وقت کے بادشاہ کو بہکایا کہ یہ شخص ملحد ہے۔ توریت کے حکم سے خلاف بتاتا ہے۔ اس نے لوگ بھیجے کہ ان کو پکڑ لاویں۔ جب وہ پہنچے حضرت عیسیٰ کے یار سرک گئے اس شتابی میں حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو آسمان پر اٹھالیا اور ایک صورت ان کی رہ گئی اسی کو پکڑ لائے۔ پھر سولی پر چڑھایا۔''

وجہ استدلال کی یہ ہے کہ توفی کے اصلی وحقیقی معنی اخذ الشئ وافیا کے ہیں۔ جیسا کہ بیضاوی وقسطلانی وفخر رازی وغیرہم نے لکھا ہے۔ عبارات ان کی تحریر چہارم میں منقول ہیں۔ من شاء فلیرجع الیہ اور موت توفی کے معنی مجازی ہیں نہ حقیقی۔ اس واسطے بغیر قیام قرینہ کے موت میں استعمال نہیں ہوتا ہے۔ تحقیق اس کی تحریر چہارم میں کی گئی اور یہاں کوئی قرینہ موت کا قائم نہیں ہے۔ ومن یدعی فعلیہ البیان اس لئے اصل وحقیقی معنی یعنی اخذ الشئ وافیا مراد لئے جاویں گے اور انسان کا وافیا لینا یہی ہے کہ مع روح وجسم کے لیا جاوے۔ وهو المطلوب!

یہ آیت بھی قطعیۃ الدلالۃ ہے۔ حیات مسیح علیہ السلام پر مرزا قادیانی اور ان کے اتباع اس آیت کو قطعیۃ الدلالۃ وفات مسیح علیہ السلام پر سمجھتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اس کا قطعیۃ الدلالۃ ہونا حیات مسیح پر اس عاجز سے ثابت کرادیا۔ ولله الحمد علیٰ ذلك!

اگر کہا جاوے کہ توفی اس وقت بعین رفع ہوئی تو قول اللہ تعالیٰ کا ورافعک تکرار ہوگا تو جواب اس کا یہ ہے کہ توفی کا لفظ چونکہ بمعنی موت ونوم بھی آتا ہے۔ اس لئے لفظ رافعک سے تعیین مراد مقصود ہے۔ اب تکرار نہ ہوئی۔ جیسا کہ آیت ”ثم بعثنٰکم من بعد موتکم “میں بعث کو موت کے ساتھ مقید کیا ہے۔ اس لئے کہ بعث اغماء ونوم سے بھی ہوتا ہے اور جیسا کہ ”حتّٰی یتوفٰھن الموت (نساء:۱۰) “میں موت کا لفظ تعیین مراد کے لئے چوتھی دلیل سورۂ مائدہ کی یہ آیت ہے۔ ”وکنت علیهم شهیداً مادمت فیهم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم (مائدہ:۱۱۷) “

ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب: ”وبودم برایشان نگاہبان مادامیکہ درمیان ایشان بودم پس وقتیکہ برگرفتی مراتو بودی نگہبان برایشان۔“

فائدہ میں لکھتے ہیں: ”یعنی برآسمان بردی۔“

ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحب: ”اور تھا میں اوپر ان کے شاہد جب تک رہا میں بیچ ان کے۔ پس جب قبض کیا تو نے مجھ کو تھا تو ہی نگہبان اوپر ان کے۔“

ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب: ”اور میں ان سے خبردار تھا۔ جب تک ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے بھر لیا تو تو ہی تھا خبر رکھتا ان کی۔“

وجہ استدلال وہی ہے جو اوپر کی آیت میں گزری۔ یعنی معنی حقیقی توفی کے اخذ الشئ وافیا ہیں اور صرف حقیقت سے مجاز کی طرف بغیر صارف کے جائز نہیں اور صارف یہاں موجود نہیں ہے۔ بلکہ ایک لفظ تعیین مراد کرنے والا۔ یعنی رافعک آیت سابقہ میں موجود ہے۔ مخفی نہ رہے کہ حق تعالیٰ نے آیت ”انی متوفیك ورافعك الیّ “میں توفی ورفع کو جمع کیا ہے اور ”بل رفعه الله الیه “میں رفع پر قصر کیا ہے اور ”فلما توفیتنی “میں توفی پر قصر کیا ہے۔ اس میں اشارہ ہے۔ اس طرف کہ توفی ورفع ایک چیز ہے۔ مقصود زیادت لفظ رفع سے صرف تعیین مراد ہے۔ یہ آیت بھی قطعیۃ الدلالۃ ہے۔ حیات مسیح علیہ السلام پر مرزا قادیانی اور ان کے اتباع اس آیت کو بھی قطعیۃ الدلالۃ وفات پر سمجھتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے محض اپنی رحمت سے اس آیت کا قطعیۃ الدلالۃ حیات پر ہونا اس ہیچمدان پر ظاہر فرمایا۔ الحمد الله علیٰ ذالك!

پانچویں دلیل: سورۂ آل عمران کی یہ آیت ہے۔ ”ویکلم الناس فی المهد وکهلا ومن الصالحین (آل عمران:۴۶) “

ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ: ''وسخن گوید با مردمان در گہوارہ ووقت کہتری وباشد از شائستگان۔''

ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحبؒ: ''اور باتیں کرے گا لوگوں سے بیچ جھولے کے اور ادھیڑ اور صالحون سے ہے۔''

ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحبؒ: ''اور باتیں کرے گا لوگوں سے جب ماں کی گود میں ہوگا اور جب پوری عمر کا ہوگا اور نیک بختوں میں سے۔''

وجہ استدلال یہ ہے کہ اصل سن کہولت میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک تیس ہے اور بعض کے نزدیک بتیس اور بعض کے نزدیک تینتیس اور بعض کے نزدیک چالیس قسطلانی نے شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے: ''وقال فی اللباب الکهل من بلغ من الکهولة واولها ثلثون او اثنتان وثلثون او ثلث وثلثون اواربعون وآخرها خمسون اوستون ثم یدخل فی سن الشیخوخة''

شیخ زادہ حاشیہ بیضاوی میں لکھتا ہے: ''واوّل اسن الکهولة ثلثون وقیل اثنان وثلثون وقیل اربعون وآخر سنها خمسون وقیل ستون ثم یدخل الانسان فی سن الشیوخة'' اور ہم مامور ہیں۔ اس بات کے ساتھ کہ جب اختلاف ہو تو اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف رد کریں۔ قال اللہ تعالیٰ ''فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول'' موافق اس کے اب ہم رجوع حدیث کی طرف کرتے ہیں تو حدیث ابوہریرہؓ میں اہل جنت کے حق میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ''لا یفنی شبابه'' رواہ مسلم اور حدیث ابوسعید ابوہریرہؓ میں ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا۔ ''ان لکم ان تشبوا فلا تهرموا ابدا'' رواہ مسلم اور اس باب میں احادیث بکثرت ہیں۔ یہاں سے ثابت ہوا کہ اہل جنت کا شباب کبھی زائل نہ ہوگا اور حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ تینتیس برس کی عمر کے ہوں گے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تینتیس برس کی عمر میں اٹھائے گئے۔ اس کے ثبوت کے لئے تفسیر ابن کثیر کی یہ عبارت کافی ہے۔ ''فانه رفع وله ثلث وثلثون سنة فی الصحیح وقدورد فی حدیث فی صفة اهل الجنة انهم علی صورة آدم ومیلاد عیسیٰ ثلث وثلثین سنة''

اور نیز تفسیر ابن کثیر میں سورۂ واقعہ کی تفسیر میں تحت آیت کریمہ ''اترابا لاصحب

الیمین " کے مرقوم ہے۔"وروی الطبرانی واللفظ له من حدیث حماد بن سلمة عن علی بن زید بن جدعان عن سعید ابن المسیب عن ابی هریرة قال قال رسول اللهﷺ یدخل اهل الجنة الجنة جرد امردا بیضا جعادامکحلین ابناء ثلث وثلاثین وهم علی خلق آدم ستون ذراعا فی عرض سبعة اذرع وروی الترمذی من حدیث ابی داؤد الطیالسی عن عمران القطان عن قتادة عن وشهر بن حوشب عن عبدالرحمن بن غنم عن معاذ بن جبل ان رسول اللهﷺ یدخل اهل الجنة الجنة جردا مردا کمحلین بنی ثلث وثلثین سنة ثم قال حسن غریب وقال ابن وهب اخبرنا عمر وبن الحارث ان دارجا اباالسمح حدثه عن ابی الهیثم عن ابی سعید قال قال رسول اللهﷺ من مات من اهل الجنة من صغیرا وکبیر یردون بنی ثلاث وثلاثین فی الجنة لایزیدون علیها ابداً وکذلك اهل النار ورواه الترمذی عن سوید بن نصر عن ابن المبارك عن رشدین بن سعد عن عمر وبن الحارث به وقال ابوبکر بن ابی الدنیا حدثنا القاسم بن هاشم حدثنا صفوان بن صالح حدثنا رواد بن الجراح العسقلانی حدثنا الاوزاعی عن هرون بن ذهاب عن انس قال قال رسول اللهﷺ یدخل اهل الجنة الجنة علیٰ طول آدم ستین ذراعا بذراع الملك علی حسن یوسف وعلی میلاد عیسیٰ ثلث وثلاثین سنة وعلی لسان محمد جرد مرد مکحلون وقال ابوبکر بن ابی داؤد حدثنا محمد بن خالد وعباس بن الولید قالا حدثنا عمر عن الاذراعی عن هرون بن ذهاب عن انس بن مالك قال قال رسول اللهﷺ یبعث اهل الجنة الجنة علیٰ صورة آدم فی میلاد ثلث وثلثین جردا مردا مکحلین ثم یذهب بهم الیٰ شجرة فی الجنة فیکسون منها لا تبلی ثیابهم ولایفنی شبابهم (تفسیر ابن کثیر ج۸ ص۲٤)"

اورحافظ عبدالعظیم منذری ترغیب وترہیب میں لکھتے ہیں:"وعن المقدامؓ ان رسول اللهﷺ قال مامن احد یموت سقطا ولاهرما وانما الناس فیما بین ذلك الابعث ابن ثلاث وثلثین سنة فانکان من اهل الجنة کان علیٰ مسحة

آدم وصورة يوسف وقلب ايوب ومن كان من اهل النار عظموا وفخموا كالجبال رواه البيهقي باسناد حسن (الترغيب والترهيب ص۴۰۱)"

پس اس سے صاف ثابت ہوا کہ تینتیس برس کا سن سن شباب ہے۔ نہ سن کہولت۔ ورنہ فناء شباب اہل جنت لازم آتا ہے۔"وهو خلاف ماثبت بالاحاديث الصحيحة"

پس ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سن شباب میں اٹھائے گئے۔ نہ سن کہولت میں۔ علاوہ اس کے اصل معنی کہل کے"من وخطه الشيب ورايت له بجالة "ہیں۔ جیسا کہ قاموس وصحاح وغیرہا میں لکھا ہے۔ یعنی کہل وہ شخص ہے جس کے بالوں میں سپیدی مخلوط ہو جائے اور دیکھی جائے۔ اس کے لئے بزرگی اور اقوال مختلفہ جو اوّل سن کہولت میں منقول ہیں۔ وہ فی الواقع مختلف نہیں ہیں۔ بلکہ یہ اختلاف مبنی ہے۔ اختلاف قویٰ اشخاص پر جو اعلیٰ درجہ کی قوت رکھتا ہے۔ اس کا اوّل سن کہولت چالیس یا قریب چالیس کے ہوتا ہے اور جو اوسط درجہ کی قوت رکھتا ہے۔ اس کا اوّل کہولت بتیس یا تینتیس ہوتا ہے اور جو ادنیٰ درجہ کی قوت رکھتا ہے۔ اس کا اوّل کہولت بعد تیس کے ہوتا ہے۔ اختلاف زمانہ کو اختلاف قویٰ میں بہت دخل ہے۔ جس قدر زمانہ کو خلق آدم سے بعد ہوتا جاتا ہے۔ اسی قدر قویٰ ضعیف ہوتے جاتے ہیں۔ اس پر مشاہدہ ونصوص قرآنیہ وحدیثیہ ناطق ہیں۔ ان میں سے ہے۔ حدیث ابی ہریرہؓ جو مرفوع اور متفق علیہ ہے۔"فلم يزل الخلق ينقص بعده حتى الآن "یہ عمدہ صورت اقوال مختلفہ میں توفیق کی بعد اس تمہید کے میں کہتا ہوں کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک ساٹھ سے تجاوز کر گئی تھی۔ لیکن آپ کی سر مبارک اور ریش شریف میں گنتی کے بیس بال سے کم سفید تھے۔ بخاری ومسلم میں انسؓ سے روایت ہے۔"وتوفاه الله على راس ستين سنة وليس فى راسه ولحيته عشرون شعره بيضاء وعن ثابت قال سئل انس عن خضاب رسول الله ﷺ فقال انه لم يبلغ مايخضب لوشئت ان اعد شمطاته فى لحيته وفى رواية لوشئت ان اعد شمطات كن فى راسه فعلت متفق عليه وفى رواية المسلم قال انما كان البياض فى عنفقته وفى الصدغين وفى الراس نبذ "مخفی نہ رہے کہ حدیث اوّل میں جو ستین کا لفظ آیا ہے۔ دوسری احادیث میں اس کے خلاف آیا ہے۔ بعض میں ثلث ستین اور بعض میں خمس وستین ہے۔"قال العلماء الجمع بين الروايات ان من روى خمسا وستين عدسنتي المولد والوفاة من روى

ثلث وستین لم یعدھما ومن روی ستین لم یعد الکسور کذافی تھذیب الاسماء ''اور آنحضرت ﷺ کے اس قدر بالوں کا اس عمر میں سپید ہو جانا اصحاب رسول اللہ ﷺ خلاف عادت سمجھتے تھے۔ چنانچہ اس پر یہ حدیث دال ہے۔''عن ابی جحیفة قال قالوا یا رسول اللہ قد شبت قال شیبتنی ھود اخواتھا رواہ الترمذی ''اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت ﷺ سے چھ سو برس پہلے تھے اور ظاہر ہے کہ اس زمانہ کے قویٰ بہ نسبت آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے ضرور قوی تر ہوں گے۔ پس ہرگز یہ بات عقل میں نہیں آتی ہے کہ تینتیس برس کی عمر میں جو صحیح روایت رفع کی باب میں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بالوں میں سپیدی مخلوط ہوگئی ہو۔ بلکہ ظاہر یہی ہے کہ اس وقت بال ان کے بالکل سیاہ ہوں گے تو تعریف کہل کے ان پر صادق آئی اور موید اس کا ہے وہ لفظ جو اثر صحیح ابن عباس میں کہ حکماء مرفوع ہے۔ وارد ہے۔''فقام شباب من احدثھم سناً ''ماسوا اس کی عبارت فتح الباری سے معلوم ہوتا ہے کہ قریب اربعین کا قول راجح وقوی ہے اور دیگر اقوال ضعیف ہیں۔ عبارت فتح الباری کے یہ ہے۔''قال ابوجعفر النحاس ان ھذا لا یعرف فی اللغة وانما الکھل عندھم من ناھز الاربعین اوقاربھا وقیل من جاوز الثلثین وقیل ابن ثلث وثلثین انتھی ''پس موافق اس قول راجح کے کہل ہونا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قبل رفع ثابت نہیں ہوتا ہے۔ یہ آیت اگرچہ قطعیۃ الدلالۃ حیات مسیح علیہ السلام پر نہیں۔ لیکن ادلہ ظنیہ میں سے ایک قوی دلیل ہے اور یہ قول بعض مفسرین کا کہ یہ استدلال ضعیف ہے۔ خطاء میں ہے۔ کیونکہ ہم نے اوپر حدیث صحیح سے ثابت کر دیا کہ جس سن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اٹھائے گئے ہیں وہ سن شباب تھا۔ نہ سن کہولت۔ مرزا قادیانی نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ آپ کہل کے لفظ سے درمیان عمر کا آدمی مراد لیتے ہیں۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ صحیح بخاری اور قاموس وتفسیر کشاف وغیرہ میں کہل کے معنی جوان مضبوط کے لکھے ہیں۔ اس کا جواب خاکسار کی طرف سے یہ ہوا کہ صحیح بخاری میں تو یہ ہے۔ ''وقال مجاھد الکھل الحلیم ''جوان مضبوط اس سے کس طرح سمجھا جاتا ہے۔ اس کا جواب مرزا قادیانی نے یہ دیا کہ حلیم وہ ہے جو بلغ الحلم کا مصداق ہو اور جو حلم کے زمانہ تک پہنچے۔ وہ جوان مضبوط ہی ہوتا ہے۔ اس کا جواب خاکسار کی طرف سے یہ ہوا کہ یہ حصر غیر مسلم ہے۔ کیونکہ حلیم قرآن مجید میں صفت غلام کی آئی ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔''فبشرناہ بغلام حلیم '' اور غلام کے معنی کودک صغیر کے ہیں۔ کمافی الصراح۔ پس محتمل ہے کہ حلیم اس جگہ پر ماخوذ ہو حلم

سے جو آہستگی اور بردباری کے معنی میں ہے۔اس کا جواب مرزا قادیانی نے کچھ نہیں دیا۔

اب میں یہ کہتا ہوں کہ حافظ نے فتح الباری میں لکھا ہے:"وقد قال ابو جعفر النحاس ان هذا لايعرف في اللغة وانما الكهل عندهم من ناهزالاربعين او قاربها وقيل من جاوز الثلثين وقيل ابن ثلث وثلثين انتهى. والذين يظهر ان مجاهد افسره بلازمه الغالب لان الكهل يكون غالباً فيه وقار وسكينة انتهى"

قسطلانی لکھتا ہے:"فلعل مجاهد افسره بلازمه الغالب لان الكهل غالباً يكون فيه وقار وسكينة انتهى"

قاموس میں ہے۔"الكهل من وحظ الشيب وأيت له بجالة اومن جاوز الثلثين اواربعاوثلثين الى احدى وخمسين انتهى"

کشاف میں ہے:"ومعناه ان يكلم الناس في هاتين الحالين كلام الانبياء من غير تفاوت بين حال الطفولة وحال الكهولة التي يستحكم فيها العقل ويستنبأه فيها الانبياء انتهى"

ان عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ کہل کے معنی جوان مضبوط کے نہ صحیح بخاری میں ہیں اور نہ قاموس میں نہ کشاف میں اور کہل کے معنی جوان کے۔کیونکر ہو سکتے ہیں۔حالانکہ شباب اور کہولت میں تضاد ہی مصباح المنیر میں ہے۔"شب الصبي يشب من باب ضرب شباباً شبيبة وهو شاب وذلك قبل سن الكهولة "اور ہر عاقل جانتا ہے کہ اجتماع الضدین محال ہے۔

چھٹی دلیل سورہ زخرف کی یہ آیت ہے۔"وانه لعلم للساعة فلاتمترن بها واتبعون هذا صراط مستقيم"

ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ: "وہر آئینہ عیسیٰ نشانہ است قیامت راپس شبہ مکنید در قیامت وبگو یا محمد پیروی من کنید این ست راہ راست۔"

ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحبؒ:"اور تحقیق وہ البتہ علامت قیامت کی ہے۔پس مت شک کرو ساتھ اس کے اور پیروی کرو میری یہ ہے راہ سیدھی۔"

ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحبؒ:"اور وہ نشان ہے اس گھڑی کا سو اس میں دھوکا نہ کرو اور میرا کہا مانو۔یہ ایک سیدھی راہ ہے۔فائدہ حضرت عیسیٰ کا آنا نشان ہی قیامت کا۔انتہی!"

(تفسیر ابن کثیر ج۷ ص۴۰۸) میں ہے: "وقوله سبحانه وتعالىٰ وانه لعلم للساعة تقدم تفسير ابن اسحق ان المراد من ذلك مابعث به عيسىٰ عليه الصلوٰة والسلام من احياء الموتى وابراء الاكمه والابرص وغير ذلك من الاسقام وفى هذا نظر وابعد منه ماحكاه قتادة عن عن الحسن البصرى وسعيد بن جبير ان الضمير فى وانه عائد على القرآن بل الصحيح انه عائد علىٰ عيسىٰ عليه الصلوٰة والسلام فان السياق فى ذكره، ثم المراد بذلك نزوله قبل يوم القيامة كما قال تبارك وتعالىٰ وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته قبل موت عيسىٰ عليه الصلوٰة والسلام ثميوم القيامة يكون عليهم شهيداً ويؤيدهذا المعنى القرأة الاخرى وانه لعلم للساعة اى امارة ودليل على وقوع الساعة قال مجاهد وانه لعلم للساعة اى آية للساعة خروج عيسىٰ بن مريم عليه السلام قبل يوم القيمة وهكذا روى عن ابى هريرة وابن عباس وابى العالية وابى مالك وعكرمة والحسن وقتادة وضحاك وغيرهم وقد تواترت الاحاديث عن رسول اللهﷺ انه اخبر بنزول عيسىٰ عليه السلام قبل يوم القيامة اماماً عادلا وحكماً مقسطاً انتهى"

اور بھی اس میں ہے: "وقال الامام احمد حدثنا هاشم بن القاسم حدثنا شيبان عن عاصم بن ابى النجود عن ابى رزين عن ابى يحيىٰ مولىٰ ابن عقيل الانصارى قال قال ابن عباسؓ لقد علمت آية من القرآن ماسالنى عنها رجل ولا ادرى اعلمها الناس فلم يسألوا عنها ام لم يفطنوا لها فيسألوا عنها فى حديث طويل فى آخره قال فانزل الله عزوجل ولما ضرب ابن مريم مثلاً اذا قومك منه يصدون قال يضحكون وانه لعلم للساعة قال هو خروج عيسى ابن مريم عليه الصلوٰة والسلام قبل يوم القيمة انتهى"

معالم میں ہے: "وانه يعنى عيسىٰ عليه السلام لعلم للساعة يعنى نزوله من اشراط الساعة يعلم به قربها وقرأ ابن عباس وابوهريرة وقتادة وانه لعلم للساعة بفتح اللام والعين اى امارة وعلامة وروينا عن النبىﷺ ليوشكن ان ينزل فيكم ابن مريم حكماً عدلاً يكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويهلك فى زمانه الملل كلها الاالاسلام انتهى"

فتح البیان میں ہے: ”وانہ لعلم للساعۃ قال مجاھد والضحاک والسدی وقتادۃ ان المراد المسیح وان خروجہ ای نزولہ مما یعلم بہ قیام الساعۃ ای قربھا لکونہ شرطا من اشراطھا لان اللّٰہ سبحانہ ینزلہ من السماء قبل قیام الساعۃ کما ان خروج الدجال من اعلام الساعۃ وقال الحسن وسعید بن جبیر المراد القرآن لانہ یدل علی قرب مجیئ الساعۃ وبہ یعلم وقتھاو اھوالھا واحوالھا وقیل المعنی ان حدوث المسیح من غیر اب واحیاء ہ للموتی دلیل علی صحۃ البعث وقیل الضمیر لمحمد ﷺ والاول اولیٰ قال ابن عباس ای خروج عیسیٰ بن مریم علیہ السلام قبل یوم القیامۃ واخرجہ الحاکم وابن مردویہ عنہ مرفوعاً وعن ابی ھریرۃ نحوہ اخرجہ عبدبن حمید انتھی“

سیوطی اکلیل میں لکھتے ہیں: ”فیہ نزول عیسیٰ قربھا روی الحاکم عن ابن عباس فی قولہ وانہ لعلم للساعۃ قال خروج عیسیٰ انتھی“

کشاف میں ہے: ”وانہ وان عیسیٰ علیہ السلام لعلم للساعۃ ای شرط من اشراطھا تعلم بہ فسمی الشرط علما لحصول العلم بہ وقرأ ابن عباس لعلم وھو العلامۃ وقرئ للعلم وقرأ ابی لذکر علی تسمیۃ مایذکر بہ ذکرا کماسمی مایعلم بہ علما وفی الحدیث ان عیسیٰ علیہ السلام ینزل علی ثنیۃ بالارض المقدسۃ یقال لھا افیق وعلیہ ممصرتان وشعر رأسہ دھن وبیدہ حربۃ وبھا یقتل الدجال فیاتی بیت المقدس والناس فی صلوٰۃ الصبح والامام یؤم بھم فیتأخر الامام فیقدمہ عیسیٰ ویصلی علیٰ شریعۃ محمد علیہ السلام ثم یقتل الخنازیر ویکسر الصلیب ویخرب البیع والکنائس ویقتل النصاریٰ الامن آمن بہ“

بیضاوی میں ہے۔ ”وانہ وان عیسیٰ لعلم للساعۃ لان حدوثہ اونزولہ من اشراط الساعۃ یعلم بہ دنوھا اولان احیاء ہ الموتیٰ یدل علی قدرۃ اللّٰہ علیہ قرئ لعلم ای علامۃ ولذکر علی تسمیۃ مایذکر بہ ذکرا وفی الحدیث ینزل عیسیٰ علیٰ ثنیۃ بالارض المقدسۃ اہ“

تفسیر ابوالسعود میں ہے: "وانه وان عیسیٰ لعلم للساعة ای انه بنزوله شرط من اشراطها وتسمیة علما لحصوله به اوبحدوثه بغیر اب اوباء حیاء الموتیٰ ودلیل علی صحته البعث الذی هو معظم ماینکره الکفرة من الامور الواقعة فی الساعة"

جلالین میں ہے: "وانه ای عیسیٰ لعلم للساعة تعلم بنزوله"

جمل میں ہے: "والمعنی وان نزوله علامة علی قرب الساعة مدارک" میں ہے: "ای وان نزوله علم الساعة انتهی" جامع البیان میں ہے: "وانه عیسیٰ لعلم للساعة ای علامتها فان نزوله من اشراطها انتهی"

وجہ استدلال کی یہ ہے کہ انہ کی ضمیر میں مفسرین نے تین احتمالات لکھے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ عائد ہے طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے۔ دوسرا یہ کہ وہ عائد ہے طرف قرآن مجید کے۔ تیسرا یہ کہ وہ عائد ہے طرف آنحضرت ﷺ کے احتمالین اخرین بالبداہت باطل ہیں۔ کیونکہ قرآن مجید وآنحضرت ﷺ کا اوپر کہیں ذکر نہیں ہے۔ بخلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہ ان کا ذکر قبل بعد موجود ہے۔ پس یہ بات متعین ہوئی کہ مرجع انہ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اب یہاں تین احتمالات ہیں یا نزول مقدر مانا جاوے یا معجزات یا حدوث احتمالین اخرین صحیح نہیں ہیں اور ان کی عدم صحت کی وجہ تحریر اوّل خاکسار میں مرقوم ہے اور مرزا قادیانی نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا۔ من شاء فلیرجع الیه!

علاوہ اس کے یہ دونوں احتمال غیر ناشی عن الدلیل ہیں اور نزول کی مقدر ماننے پر دلیل موجود ہے۔

اوّل حدیث ابن عباس جس کو امام احمد نے موقوفاً اور حاکم اور ابن مردویہ نے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ دوسری حدیث حذیفہ بن الاسید غفاری "قال اطلع النبی ﷺ علینا ونحن نتذاکر فقال ماتذکرون قالوا نذکر الساعة قال انها لن تقوم حتیٰ تروا قبلها عشر آیت فذکر الدخان والدجال والدابة وطلوع الشمس من مغربها ونزول عیسیٰ بن مریم الحدیث ورواه مسلم ج۲ ص۳۹۳"

ودیگر احادیث صحیحہ بخاری ومسلم وغیرہما کہ جو بکثرت نزول عیسیٰ علیہ السلام میں وارد ہوئی ہیں اور یہی قول ابن عباسؓ وابو ہریرہؓ ومجاہد وابوالعالیہ وابو مالک وعکرمہ وحسن وقتادہ وضحاک

وسدی وغیرہم کا ہے اور سب مفسرین نے اس احتمال کو ترجیح دی ہے۔ یہ دلیل اگر قطعی نہیں ہے تو قریب قطعی کے تو ضرور ہے۔ مرزا قادیانی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس آیت کو حضرت مسیح کے دوبارہ نزول سے شکی طور پر بھی کچھ تعلق نہیں اور اگر خواہ نخواہ تحکم کے طور پر اس جگہ نزول مسیح مراد لیا جاوے اور وہی نزول ان لوگوں کے لئے جو آنحضرت ﷺ کے عہد میں تھے۔ نشان قیامت ٹھہرایا جاوے تو یہ استدلال وجود قیامت تک ہنسی کے لائق ہوگا اور جن کو یہ خطاب کیا گیا کہ مسیح آخری زمانہ میں نزول کر کے قیامت کا نشان ٹھہرے گا۔ اب تم باوجود اتنے بڑے نشان کے قیامت سے کیوں انکاری ہوتے ہو۔ وہ عذر پیش کر سکتے ہیں کہ دلیل تو ابھی موجود نہیں۔ پھر یہ کہنا کس قدر عبث ہے کہ اب قیامت کے وجود پر ایمان لے آؤ۔ شک مت کرو۔ ہم نے پختہ دلیل قیامت کے آنے کی بیان کردی۔ انتہی!

میں کہتا ہوں کہ مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ اس آیت کو حضرت مسیح کے دوبارہ نزول سے شکی طور پر بھی کچھ تعلق نہیں۔ آنحضرت ﷺ وابن عباسؓ وابوہریرہؓ مجاہد وابوالعالیہ وابومالکؒ وعکرمہ وحسن وقتادہ وضحاک وسدی وسائر مفسرین پر جنہوں نے اس آیت سے نزول عیسیٰ علیہ السلام سمجھا ہے۔ جہالت کا الزام لگاتا ہے۔ اعاذنا اللہ منہ اور مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ اگر نزول مسیح مراد لیا جاوے تو یہ استدلال وجود قیامت تک ہنسنے کے لائق ہوگا۔ الیٰ آخر ما قال! نہایت ہنسی کے لائق ہے۔

مرزا قادیانی آیت کا مطلب ہی نہیں سمجھے اور منشاء غلط یہ معلوم ہوتا ہے کہ ''فلا تمترن بها'' میں جو فاء سببیہ آئی ہے وہ چاہتی ہے اس امر کو کہ اس کا ماقبل سبب ہو اور مابعد مسبوب پس نزول عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت کی نشانی ہونا سبب ہوا۔ قیامت میں نہ شک کرنے کا اور نزول ابھی متحقق ہی نہیں ہے۔ پس کیسے کہا جاسکتا ہے کہ پس قیامت میں شک نہ کرو۔ جواب اس کا یہ ہے کہ نفس تحقق نزول عیسیٰ علیہ السلام قطع نظر اس سے کہ حق تعالیٰ نے اس کے علم ساعۃ ہونے کی خبر دی ہے۔ کسی طرح پر قیامت یا قرب قیامت پر دلالت نہیں کرتا ہے۔ ہاں حق تعالیٰ کا یہ خبر دینا کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام علم ساعۃ ہے۔ البتہ قطعاً وقوع قیامت پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ اگر قیامت کا وقوع ہی نہ ہو تو نزول عیسیٰ علیہ السلام کا علم ساعۃ ہونا باطل ہوا جاتا ہے۔ پس عیسیٰ کا علم ساعۃ ہونا اس جہت سے کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس کی خبر دی ہے۔ بے شک سبب ہے عدم امتراء بالقیامۃ کا اور اس کے نظائر قرآن مجید میں بکثرت ہیں کہ ماقبل فاء سببیت کا بنظر نفس ذات

اپنی کے سبب نہیں ہے۔ مابعد کا لیکن اس اعتبار سے کہ حق تعالیٰ نے اس ماقبل کی خبر دی ہے۔ وہ سبب ہے مابعد کا سورہ بقرہ میں ہے۔"الحق من ربك فلاتكونن من الممترين (بقره:۱٤۷) "یہاں مراد استقبال کعبہ کا حق ہونا ہے اور یہ بغیر حق تعالیٰ کے اخبار کے سبب عدم امتراء کا نہیں ہو سکتا۔ سورہ آل عمران میں ہے۔"الحق من ربك فلاتكن من الممترين"

سورہ نساء میں ہے:"انما المسيح عيسىٰ بن مريم رسول الله وكلمته القها الىٰ مريم وروح منه فامنوا بالله ورسله ولا تقولوا ثلثة انتهوا خيرا لكم (نساء:۱۷۱)"

سورۂ شعراء میں ہے:"انى لكم رسول امين فاتقوا الله واطيعون (شعراء:۱۰۷،۱۰۸)"

سورۂ فاطر میں ہے:"ان الشيطان لكم عدو فاتخذوه عدوا (فاطر:٦)"

سورہ حم سجدہ میں ہے:"قل انما انا بشر مثلكم يوحى الىّ انما الهكم آله واحد فاستقيموا اليه واستغفروه (حم سجدہ:٦)"

سورۂ تغابن میں ہے:"زعم الذين كفروا ان لن يبعثوا قل بلىٰ وربى لتبعثن ثم لتنبئن بما عملتم وذلك على الله يسير فآمنوا بالله ورسوله والنور الذى انزلنا (تغابن:۱،۲)"

سورۂ کوثر میں ہے:"اعطينٰك الكوثر فصل لربك وانحر"

ساتویں دلیل۔ سورہ حشر کی آیت ہے۔"وماآتكم الرسول فخذوه ومانهاكم عنه فانتهوا"

شاہ ولی اللہ صاحبؒ: وہرچہ بدہد شمارا پیغامبر بگیرید وہرچہ منع کند شمارا ازاں باز ایستید۔

شاہ رفیع الدین صاحبؒ:"اور جو کہ دیوے تم کو رسول پس لے لو اس کو اور جو کچھ منع کرے تم کو اس سے پس باز رہو۔"

شاہ عبدالقادر صاحبؒ:"اور جو دیوے تم کو رسول سو لے لو اور جس سے منع کرے سو چھوڑ دو۔"

موافق اس آیت کے جو احادیث صحیحہ کی طرف رجوع کی گئی تو بکثرت اس بات میں

احادیث صحیحہ موجود ہیں۔ جن کا تواتر مرزا قادیانی نے (ازالۃ الاوہام کے ص۵۵۷، خزائن ج۳ ص۴۰۰) میں تسلیم کیا ہے۔ ان میں سے ہے حدیث متفق علیہ ابوہریرہؓ کی: ''قال قال رسول اللہ ﷺ والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویفیض المال حتی لایقبله احد حتی تکون السجدة الواحدة خیرا من الدنیا ومافیها ثم یقول ابوهریرةؓ فاقروا ان شئتم وان من اهل الکتاب الالیؤمنن به قبل موته '' کہا ابوہریرہؓ نے کہ فرمایا رسول مقبول ﷺ نے قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ البتہ بیشک قریب ہے یہ کہ اترے گا تم میں بیٹا مریم کا حاکم منصف ہو کر پھر توڑے گا۔ صلیب کو اور قتل کرے گا سور کو اور موقوف کرے گا۔ جزیہ اور بہہ نکلے گا مال یہاں تک کہ نہ قبول کرے گا۔ اس کو کوئی یہاں تک کہ ہوگا۔ ایک سجدہ بہتر دنیا ومافیہا سے پھر کہتے تھے۔ ابوہریرہؓ پس پڑھو تم اگر چاہو تم یہ آیت ''وان من اهل الکتاب الالیؤمنن به قبل موته (نساء:۱۵۹) ''یعنی اور نہیں ہوگا اہل کتاب میں سے کوئی مگر البتہ تحقیق وہ ایمان لاوے گا۔ عیسیٰ پر قبل مرنے ان کے سے۔ وجہ تقریر استدلال کی یہ ہے کہ معنی حقیقی ابن مریم کے خود عیسیٰ بن مریم ہیں۔ قرآن مجید واحادیث صحیحہ میں بکثرت یہ لفظ وارد ہوا ہے اور سب جگہ حضرت عیسیٰ ہی مراد ہیں۔ مثیل ایک جگہ بھی مراد نہیں ہے۔ والنصوص تحمل علی ظواہرہا وصرف النصوص عن ظواہرہا۔ بغیر صارف قطعی الحاد اور یہاں کوئی صارف قطعی موجود نہیں ہے۔'' ومن یدعی فعلیه البیان '' پس ان احادیث سے نزول خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قطعاً ثابت ہوتا ہے۔ مرزا قادیانی نے اس دلیل کا اپنی کسی تحریر میں جواب نہیں دیا۔ اگر کہا جاوے کہ اخیر کی تین دلیلوں سے نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ثابت ہوتا ہے اور مقصود ثبوت حیات تھا۔ پس تقریب تمام نہ ہوئی تو جواب یہ ہے کہ مقصود بالذات اثبات نزول ہے اور حیات مقصود۔ بالعرض ہے۔ پس اگر نزول موقوف حیات پر ہے اور مستلزم ہے۔ حیات کو تو ملزوم کے ثابت ہونے سے لازم خود ثابت ہوگیا۔ پس حیات ثابت ہوئی۔'' وهو المطلوب فی هذا المقام '' اور اگر نزول حیات کو مستلزم نہیں ہے تو اگرچہ حیات ثابت نہ ہوئی۔ لیکن جو مقصود بالذات تھا۔ یعنی نزول خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہی ثابت ہوگیا۔ جس کے لئے حیات عیسیٰ علیہ السلام ثابت کی جاتی تھی۔ پس اثبات حیات کی کچھ حاجت نہ رہی۔

آٹھویں دلیل صحیح بخاری کی یہ حدیث ہے۔'' عن ابن عباسؓ قال خطب

رسول اللہ ﷺ فقال یا ایھا الناس انکم محشورون الیٰ اللہ حفاۃ عراۃ غرلاثم قال کما بدأنا اوّل خلق نعیدہ وعدا علینا اناکنا فاعلین الخ! ثم قال الاوان اوّل الخلائق یکسیٰ یوم القیامۃ ابراھیم الاوانہ یجاء برجال من امتی فیوخذ بھم ذات الشمال فاقول یا رب اصیحابی فیقال انک لاتدری مااحدثوابعدک فاقول کما قال العبد الصالح وکنت علیھم شھیدا مادمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم فیقال ان ھؤلاء لم یزالوا مرتدین علی اعقابھم منذ فارقتھم ''روایت ہے۔ابن عباسؓ سے کہا کہ خطبہ پڑھا رسول اللہ ﷺ نے پس فرمایا اے لوگو! بے شک تم جمع کئے جاؤ گے اللہ کی طرف ننگے پاؤں ننگے بدن بغیر ختنہ کئے۔ پھر پڑھی یہ آیت ''کما بدأنا اوّل خلق نعیدہ وعدا علینا انا کنا فاعلین الیٰ آخر الآیہ ''پھر فرمایا کہ آگاہ ہو جاؤ کہ سب مخلوق سے پہلے قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جاویں گے۔آگاہ ہو جاؤ اور بیشک لائے جاویں گے۔چند مرد میری امت میں سے پھر لے جاویں گے۔ان کو بائیں طرف پھر کہوں گا میں۔اے رب میرے یہ میرے چھوٹے ساتھی ہیں۔پس کہا جاوے گا بیشک تو نہیں جانتا ہے کہ کیا نئی چیزیں نکالیں۔ انہوں نے بعد تیرے پس کہوں گا میں مانند اس کی کہ کہا بندہ صالح یعنی ''عیسیٰ نے وکنت علیھم شھیداً مادمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیبؑ علیھم (مائدۃ:۱۱۷) ''پس کہا جاوے گا کہ بیشک یہ لوگ پھر گئے اپنی ایڑیوں پر جب سے کہ چھوڑا تو نے ان کو۔وجہ استدلال یہ ہے کہ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے اپنے قول کو تشبیہ دی۔ ساتھ قول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اور یہ نہیں فرمایا کہ ''فاقول ماقال العبد الصالح ''یعنی پس کہوں گا میں جو کہا بندۂ صالح نے اور مشبہ اور مشبہ بہ میں مغائرت ہوتی ہے۔نہ عینیت۔پس معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے توفی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے توفی میں مغائرت ہے۔نہ عینیت اور آنحضرت ﷺ کے توفی تو قطعاً بذریعہ موت کے ہوئی۔پس ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توفی بذریعہ موت کے نہیں ہوئی۔بلکہ بذریعہ رفع واصعاد کے ہوئی جو مشابہ وہمشکل موت کا ہے اور یہی مدعا تھا۔

نویں دلیل اثر ابن عباس ہے جو حکماً مرفوع ہے۔فتح البیان میں ہے۔''اخرج سعید بن مصور والنسائی وابن ابی حاتم وابن مردویہ عن ابن عباسؓ قال

لما اراد الله ان يرفع عيسىٰ الىٰ السماء خرج الىٰ اصحابه وفي البيت اثنا عشر رجلاً من الحواريين فخرج عليهم من عين في البيت وراسه يقطر ماء فقال ان منكم من يكفربي اثنى عشرمرة بعد ان آمن بي ثم قال ايكم يلقى عليه شبهي فيقتل مكاني فيكون معي في درجتي فقام شاب من احدثهم سناً فقال له اجلس ثم اعاد عليهم ثم قام الشاب فقال اجلس ثم اعاد عليهم فقام الشاب فقال انا فقال انت ذاك فالقى عليه شبه عيسىٰ ورفع عيسىٰ من روزنةٍ في البيت الىٰ السماء قال وجاء الطلب من يهود فاخذوا الشبه فقتلوه ثم صلبوه فكفر به بعضهم اثنى عشرمرة بعد ان آمن به وافترقوا ثلاث فرق فقالت طائفة كان الله فينا ماشاء ثم صعد الىٰ السماء فهؤلا اليعقوبية وقالت فرقة كان فينا ابن الله ماشاء ثم رفعه الله اليه وهؤلاء النسطورية وقالت فرقه كان فينا عبدالله رسوله وهولاء المسلمون فتظاهرت الكافرتان على المسلمة فقتلوها فلم يزل الاسلام طامساً حتي بعث الله محمداً صلے الله عليه وسلم فانزل الله عليه فآمنت طائفة من بني اسرائيل يعني الطائفة التي آمنت في زمن عيسىٰ وكفرت طائفة يعني التي كفرت في زمن عيسىٰ فايدنا الذين آمنوا في زمن عيسىٰ باظهار محمد دينهم على دين الكافرين قال ابن كثير بعد ان ساقه بهذا اللفظ عند ابن ابي حاتم قال ثنا احمد بن سنان ثناابومعاوية عن الاعمش عن المنهال بن عمرو عن سعيد بن جبير عن ابن عباس فذكره وهذا اسناد صحيح الىٰ ابن عباس وصدق ابن كثير فهؤلاء كلهم من رجال الصحيح واخرجه النسائي من حديث ابي كريب عن ابي معاوية بنحوه ''روایت کیا سعد بن منصور ونسائی وابن ابی حاتم وابن مردویہ نے ابن عباسؓ سے کہا انہوں نے جب ارادہ کیا اللہ نے یہ کہ اٹھادے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو آسمان کی طرف نکلے۔ حضرت عیسٰی اپنے یاروں کی طرف اور گھر میں بارہ مرد تھے۔ حاریوں میں سے پس نکلے ان پر ایک چشمہ سے جو گھر میں تھا اور سر سے ان کے پانی ٹپکتا تھا۔ پس فرمایا کہ تحقیق بعض تم میں سے وہ ہے کہ کفر کرے گا میرے ساتھ بارہ بار بعد اس کے کہ ایمان لایا مجھ پر۔ پھر فرمایا کہ کون تم میں ہے کہ ڈالی جاوے اس پر شبیہ میری پھر قتل کیا جاوے۔ وہ میری جگہ اور میرے ساتھ

میرے درجہ میں پس کھڑا ہوا ایک جوان تو عمروں میں سے۔ پس فرمایا واسطے اس کے بیٹھ جا پھر اعادہ کیا ان پر اس بات کا پھر کھڑا ہوا وہی جوان پھر فرمایا کہ بیٹھ جا پھر اعادہ کیا۔ ان پر اس بات کا پھر کھڑا ہوا وہی جوان پس کہا اس نے میں پس فرمایا کہ تو وہی ہے۔ پس ڈالی گئی اس پر شبہ عیسیٰ کی اور اٹھائے گئے عیسیٰ روشندان سے جو گھر میں تھا آسمان کیطرف کہا اور آئے تلاش کرنے والے یہود کی طرف سے پس پکڑ لیا انہوں نے شبہ کو پس قتل کیا اس کو پھر سولی پر چڑھایا اس کو پس کفر کیا ساتھ ان کے بعض ان کے نے بارہ بار بعد اس کے کہ ایمان لایا ان پر اور متفرق ہو گئے تین فرقے۔ پس کہا ایک فرقہ نے رہا اللہ ہم میں جب تک کہ چاہا اس نے پھر چڑھ گیا آسمان کی طرف۔ پس یہ یعقوبیہ ہیں اور کہا ایک فرقہ نے تھا ہم میں بیٹا اللہ کا جب تک کہ چاہا اس نے پھر اٹھا لیا اس کو اللہ نے اپنی طرف اور یہ نسطوریہ ہے اور کہا ایک فرقہ نے تھا ہم میں بندہ اللہ کا اور رسول اس کا یہ مسلمان تھے۔ پھر چڑھائی کی کافروں نے مسلمانوں پر۔ پس قتل کیا ان کو پس ہمیشہ رہا اسلام مٹا ہوا۔ یہاں تک کہ بھیجا اللہ نے محمد ﷺ کو پس اوتاری اللہ نے ان پر یہ آیت فآمنت طائفۃ من بنی اسرائیل۔ یعنی پس ایمان لایا ایک گروہ بنی اسرائیل میں سے یعنی وہ گروہ جو ایمان لایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اور کفر کیا ایک گروہ نے یعنی اس نے کہ کافر ہوا۔ حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں پس تائید کی ہم نے ان لوگوں کے کہ ایمان لائے۔ زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس طرح پر کہ محمد ﷺ نے ان کے دین کو کافروں کے دین پر غالب کیا۔ کہا ابن کثیر نے بعد اس کے کہ چلایا اس حدیث کو اس لفظ سے نزدیک ابن ابی حاتم کے کہا حدیث کی ہم کو احمد بن سنان نے حدیث کی ہم کو ابو معاویہ نے اعمش سے انہوں نے منہال بن عمرو سے انہوں نے سعید بن جبیر سے انہوں نے ابن عباس سے پس ذکر کیا اس کو اور یہ سند صحیح ہے ابن عباس تک اور سچ کہا ابن کثیر نے۔ پس یہ کل رجال رجال صحیح میں سے ہیں اور روایت کیا اس کو نسائی نے حدیث ابی کریب سے انہوں نے معاویہ سے مثل اس کے انتہی کہتا ہوں میں کہ اس ناچیز نے سب رجال کو دیکھا تو سب رجال اس کے رجال بخاری و مسلم کے ہیں۔ سوائے منہال بن عمرو کے کہ وہ صرف رجال بخاری سے ہے اور اس اثر کی حکما مرفوع ہونے پر یہ عبارت سخاوی کی دال ہے۔'' قال شیخنا فیه ان اباهریرة لم یکن یاخذ عن اهل الکتاب وان الصحابی الذی یکون کذلك اذا اخبر بما لامجال للرای والاجتهاد فیه یکون للحدیث حکم الرفع انتهی وهذا یقتضی تقیید الحکم بالرفع بصدوره عن من لم یاخذ

عن اهل الكتاب انتهى "اور بھی اس میں ہے۔" واصرح منه منع ابن عباس له اى للكعب ولو وافق كتابنا وقال انه لا حاجة وكذانهى عن مثله ابن مسعود وغيره من الصحابة انتهى"

ساتویں دلیل حدیث مرسل حسن کی ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے۔" وقال ابن ابى حاتم حدثنا ابى حدثنا احمد بن عبدالرحمن حدثنا عبدالله بى ابى جعفر عن ابيه حدثنا الربيع بن انس عن الحسن انه قال فى قوله تعالىٰ انى متوفيك يعنى وفاة المنام رفعه الله فى منامه قال الحسن قال رسول اللهﷺ لليهود ان عيسىٰ لم يمت وانه راجع اليكم قبل يوم القيامة (تفسير ابن كثير ج۲ ص ۴۰)" کہا حسن نے فرمایا رسول اللہﷺ نے یہود سے کہ تحقیق عیسیٰ نہیں مرے اور بے شک وہ رجوع کرنے والے ہیں۔ تمہاری طرف دن قیامت سے پہلے اگر کہا جاوے کہ یہ حدیث مرسل ہے تو جواب یہ ہے کہ اس مرسل کی تقویت چند طرح پر ہوگئی ہے۔

اول...... یہ کہ حسن بصریؒ نے قسم کھا کر یہ بات کہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے:" وقال ابن جرير حدثنى يعقوب حدثنا ابن علية حدثنا ابورجاء عن الحسن وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موت عيسىٰ والله انه لحى الآن عند الله ولكن اذا نزل آمنوا به اجمعون انتهى "پس معلوم ہوا کہ یہ مرسل حسن کے نزدیک قوی ہے۔ ورنہ قسم نہ کھاتے۔

دوم...... تہذیب میں ہے:" وقال يونس بن عبيد سالت الحسن قلت يا ابا سعيد انك تقول قال رسول اللهﷺ وانك لم تدركه قال ياابن اخى لقد سالتنى عن شئ ماسالنى عنه احد قبلك ولولا منزلتك منى ما اخبرتك انى فى زمان كماترى وكان فى عمل الحجاج كل شئ سمعتنى اقول قال رسول اللهﷺ فهو عن على بن ابى طالب غيرانى فى زمان لااستطيع ان انكر علياً انتهى يهى تهذيب ميں هے۔ قال محمد بن احمد بن محمد بن ابى بكر المقدمى سمعت على بن المدينى يقول مرسلات يحيى بن ابى كثير شبه الريح ومرسلات الحسن البصرى التى رواها عنه الثقات صحاح اقل مايسقط منها انتهى"

خلاصہ میں ہے:"قال ابوزرعة کل شئ قال الحسن قال رسول اللہﷺ وجدت له اصلا خلا اربعة احادیث انتھی"

جامع ترمذی کی کتاب العلل میں ہے:"حدثنا سوار بن عبداللہ العنبری قال سمعت یحیی بن سعید القطان یقول ما قال الحسن فی حدیثه قال رسول اللہﷺ الا وجدنا له اصلا الا حدیثا اوحدیثین انتھی"

سیوم یہ مرسل معتضد ہے۔ ساتھ تین آثار ابن عباس کے ایک بیان میں کیفیت رفع عیسیٰ علیہ السلام کی دوسرا تفسیر آیت کریمہ"وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته"میں تیسرا تفسیر آیہ کریمہ"وانه لعلم للساعة"میں"کما تقدم"اوران آثار میں سے دو کے رجال رجال صحیح ہیں اور ایک حکما مرفوع ہے اور ایک کو بعض تخرجین نے مرفوع کیا ہے اور معتضد ہے۔ ساتھ اثر ابوہریرہؓ کے جس سند کے ساتھ صحیح بخاری میں مذکور ہے اور معتضد ہے۔ ساتھ حدیث مرفوع ابن عباس کے جو مسنداً صحیح بخاری میں مروی ہے اور معتضد ہے۔ ساتھ آیات کریمہ"وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته (نساء:۱۵۹)"اور دیگر آیات شریفہ کے جو اثبات حیات کے لئے بیان کی گئیں ہیں اور مرسل اس سے کم میں قابل احتجاج ہو جاتا ہے۔

الفیہ میں ہے۔"لکن اذا صح لنا مخرجه بمسند اومرسل یخرجه من لیس یروی عن رجال الاوّل نقبله"

سخاوی فتح المغیث میں لکھتے ہیں:"وکذا یعتضد بماذکر مع مذھب الشافعی کما سیأتی من موافقة قول بعض الصحابی اوفتوی عوام اھل العلم انتھی"

پس اس مرسل کے قوی وقابل احتجاج ہونے میں کیا شک باقی رہا۔ تلک عشرۃ کاملۃ یہ پوری دس دلیلیں ہوئیں حیات مسیح علیہ السلام پر۔

مخفی نہ رہے کہ جو عبارات مفسرین کی تحریر چہارم میں نقل کی گئیں ہیں۔ ان سے صاف واضح ہے کہ سب اہل اسلام آنحضرتﷺ کے وقت سے لے کر اس زمانہ تک صحابہ وتابعین وتبع تابعین وفقہاء وال[illegible] وعامہ مفسرین سب کا اعتقاد یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ مع ا[illegible] کوئی نہیں کہتا ہے کہ وہ مردہ ہیں۔ اگرچہ اہل اسلام کا اس میں

اختلاف ہے کہ اٹھائے جانے سے پہلے ان پر موت طاری ہوئی یا نہیں۔ جمہور اہل اسلام کا یہ مذہب ہے کہ موت طاری نہیں ہوئی اور یہی صحیح ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ موت طاری ہوئی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے پھر زندہ کر کے مع الجسد اٹھالیا۔ یہ کوئی بھی نہیں کہتا ہے کہ اب وہ مردہ ہیں۔ پس جو مذہب مرزا قادیانی نے احداث کیا ہے یہ قول کسی کا اہل اسلام میں سے نہیں ہے۔ اب یہاں سے شروع کی جاتی ہے نقل ان رقعوں و پرچوں کی جو مباحثہ دہلی کے متعلق طرفین سے لکھی گئی۔

نقل جواب اشتہارات مرزا قادیانی از جانب راقم

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

حامداً ومصلیاً ومسلماً

ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذهديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب. اما بعد!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے اتباع پر مخفی نہ رہے کہ آپ کے اشتہارات مورخہ ۴؍اکتوبر ۱۸۹۱ء ومورخہ ۶؍اکتوبر سنہ مذکور جو بمقابلہ جناب مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب دہلوی کے شائع ہوئے ہیں۔ دیکھنے میں آئے معلوم نہیں کہ جناب میاں صاحب نے کیا جواب دیا۔ لیکن خاکسار محض بنظر احقاق حق وابطال باطل صرف حق تعالیٰ کی نصرت پر اعتماد کر کے آپ کے ساتھ مناظرے کے لئے تیار ہے اور شروط مسلمہ مندرجہ اشتہار ۶؍اکتوبر کو تسلیم کرتا ہے۔ لیکن شرط ثالث میں تھوڑی ترمیم چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ تو آپ خود ہی حلفاً اقرار کرتے ہیں کہ اگر میں اس بحث وفات عیسیٰ میں غلطی پر نکلا تو دوسرا دعویٰ خود چھوڑ دوں گا۔ اس قدر اس میں اور زیادہ کر دیجئے کہ اگر میں اس بحث وفات عیسیٰ میں صواب پر نکلا تو صرف اتنی بات سے میرا اصل دعویٰ یعنی عدم نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور میرا مسیح موعود ہونا ثابت نہ ہوگا۔ بعد اختتام بحث وفات عیسیٰ علیہ السلام کے ان دونوں امور میں بھی بلاعذر بحث ضرور کی جاوے گی اور جو کوئی طرفین میں سے عذر کرے گا تو گریز پر حمل کیا جائے گا اور نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف ثبوت وفات عیسیٰ علیہ السلام سے باطل متصور نہ ہوگا۔ آپ کا دعویٰ جو تمام اہل اسلام کے مخالف سمجھا جاتا ہے۔ وہ تو یہی دعویٰ عدم نزول عیسیٰ علیہ السلام اور دعویٰ آپ کے مسیح موعود ہونے کا ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ!

المعلن خاکسار محمد بشیر عفی عنہ   از بھوپال محلہ گوجر پورہ ۹؍ربیع الاوّل ۱۳۰۹ھ

جواب مرزا قادیانی

مجھے یہ منظور ہے کہ اوّل حضرت مسیح ابن مریم کی وفات حیات کے بارے میں بحث ہو۔اس بحث کے تصفیہ کے بعد پھر ان کے نزول اور اس عاجز کے مسیح موعود ہونے کے بارے میں مباحثہ کیا جائے اور جو شخص طرفین میں سے ترک بحث کرے گا اس کا گریز کرنا سمجھا جائے گا۔

رقعہ مرزا قادیانی موسومہ حاجی محمد احمد صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

نحمدہ ونصلی

مکری اخویم مولوی محمد احمد صاحب سلمہ۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ! حسب استفسار آپ کے عرض کیا جاتا ہے کہ مجھے حضرت مولوی محمد بشیر صاحب سے مسئلہ حیات وفات مسیح ابن مریم علیہ السلام میں بحث کرنا بدل وجان منظور ہے۔ پہلی بہرحال یہی بحث ہوگی۔ بعد اس کی حضرت مولوی صاحب ان کے نزول کے بارے میں بھی بحث کرلیں۔ بحث تحریری ہوگی۔ ہر ایک فریق سوال یا جواب لکھ کر حاضرین کو سنادے گا۔ والسلام! خاکسار غلام احمد عفی عنہ

۱۵/اکتوبر ۱۸۹۱ء

رقعہ اوّل از جانب راقم جو دہلی پہنچ کر لکھا گیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

حامداً مصلیاً مسلماً

جناب مرزا غلام احمد صاحب وام مجدکم! بعد السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ خاکسار حسب طلب جناب آگیا ہے اور جناب کی سب شروط کو پہلے ہی تسلیم کر چکا ہے اور آپ بھی میری ترمیم کو قبول فرما چکے ہیں۔ آپ تاریخ ووقت واسطے مناظرہ کے تجویز فرما کر خاکسار کو مطلع کیجئے۔ تاکہ واسطے مناظرہ کے حاضر ہو۔ والسلام! محمد بشیر عفی عنہ

۱۷/ربیع الاوّل ۱۳۰۹ھ

جواب رقعہ اوّل

حضرت مولوی محمد بشیر صاحب سلمہ! السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

مجھے آپ کی تشریف آوری سے بہت خوشی ہوئی اور محبا آمدہ اخویم مولوی سید محمد احسن صاحب سے آپ کے اخلاق اور متانت اور تہذیب کا حال معلوم ہو کر دل پہلے سے ہی مشتاق

ہو رہا تھا کہ اس مسئلہ میں آپ سے اظہاراً للحق بحث ہو۔ سو الحمد للہ! آپ تشریف لے آئے۔ آج مجھے بوجہ ضروریات فرصت نہیں کل انشاء اللہ القدیر کوئی تاریخ مقرر کر کے اطلاع دوں گا۔ لیکن بحث تحریری ہوگی۔ تا ہر ایک فریق کا بیان محفوظ رہے اور دور دوست کے لوگوں کو بھی رائے لگانے کا موقع مل سکے۔ سب سے اوّل مسئلہ حیات و وفات مسیح میں بحث ہوگی۔ حیات مسیح علیہ السلام کا آپ کو ثبوت دینا ہوگا۔ اس ثبوت کے بعد آپ دوسری بحث کر سکتے ہیں۔ آپ کی خدمت میں ایک اشتہار بھی بھیجا جاتا ہے۔ جس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ حیات وفات مسیح میں کن شرائط کی پابندی سے آپ کو بحث کرنا ہوگا۔

والسلام!

خاکسار عبداللہ الصمد غلام احمد عفی عنہ

۲۱ر اکتوبر ۱۸۹۱ء

رقعہ دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

حامداً مصلیاً مسلماً

جناب مرزا غلام احمد صاحب دام مجدکم! السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

دیروز آپ کا رقعہ مورخہ ۲۱ر اکتوبر ۱۸۹۱ء وصول ہوا۔ آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ کل انشاء اللہ القدیر کوئی تاریخ مقرر کر کے اطلاع دوں گا۔ اب تک آپ کے ایفاء وعدہ کا انتظار رہا۔ اب گزارش ہے کہ آج اس وعدہ کا ایفا ضرور فرمائیے۔ آپ کی یہ بات کہ بحث تحریری ہوگی۔ خاکسار پہلے سے تسلیم کر چکا ہے اور یہ بھی کہ سب سے اوّل مسئلہ حیات ووفات مسیح میں بحث ہوگی۔ اب آپ کا یہ ارشاد ہے کہ حیات مسیح علیہ السلام کا آپ کو ثبوت دینا ہوگا۔ یہ بھی بسر وچشم قبول کرتا ہوں۔ اس کے بعد نزول حضرت مسیح علیہ السلام کا آپ کو ثبوت دینا ہوگا۔ یہ بھی بسر وچشم قبول کرتا ہوں۔ اس کے بعد نزول حضرت مسیح علیہ السلام میں بحث کی جائے گی۔ من بعد آپ کے مسیح موعود ہونے میں اور آپ بھی پہلے سے اس کو تسلیم فرما چکے ہیں۔ والسلام خیر الختام!

خاکسار محمد بشیر عفی عنہ

۱۸ر ربیع الاوّل ۱۳۰۹ھ

جواب رقعہ دوم

مکرمی اخویم مولوی صاحب! السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

کل دس بجے کے بعد بحث ہو یا اگر ایک ضروری کام سے فرصت ہوئی تو پہلے ہی اطلاع دے دوں گا۔ ورنہ انشاء اللہ القدیر دس بجے کے بعد تو ضرور بحث شروع ہوگی۔ صرف اس بات کا التزام ضروری ہوگا کہ بحث اس عاجز کے مکان پر ہو۔ اس کی ضرورت خاص وجہ سے ہے۔ جو زبانی بیان کر سکتا ہوں۔ جلسۂ عام نہیں ہوگا۔ صرف دس آدمی تک جو معزز خاص ہوں۔ آپ ساتھ لا سکتے ہیں۔ مگر شیخ بٹالوی اور مولوی عبدالمجید ساتھ نہ ہوں اور نہ آپ کو ان بزرگوں کی کچھ ضرورت ہے۔ والسلام!

مرزا غلام احمد عفی عنہ

۲۲/اکتوبر۱۸۹۱ء

جواب رقعہ سوم جو گم ہو گیا

جناب مولوی صاحب مکرم بندہ! السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

میں امید کرتا ہوں کہ آپ ان تمام شرطوں کو جو میں اپنے کل کے پرچے میں لکھ چکا ہوں قبول کرنے سے کسی قسم کا انحراف یا میلان انحراف ظاہر نہ کریں گے۔ میں نے جن لوگوں کو آنے سے روکا ہے تحریراً اور مصلحتاً روکا ہے اور میں خوب جانتا ہوں کہ خیر و برکت اسی میں ہے۔ بہت مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعد از فراغ نماز جمعہ بحث شروع ہو اور شام تک یا جس وقت تک ممکن ہو سکے سلسلۂ بحث جاری ہو اور دس آدمیوں سے زیادہ ہرگز ہرگز کسی حال میں آپ کے ساتھ نہ ہوں اور اس لحاظ سے کہ بحث کو بیفائدہ طول نہ ہو۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پرچوں کی تعداد پانچ سے زیادہ نہ ہو اور پہلا پرچہ آپ کا ہو۔

محمد بشیر سہسوانی کا پہلا پرچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد!

ارباب علم و دین پر مخفی نہ رہے کہ اصل دعویٰ مرزا قادیانی کا، مسیح موعود ہونے کا ہے۔ لیکن جناب ممدوح کے محض اصرار بلیغ سے مباحثہ حیات و وفات مسیح میں منظور کیا گیا ہے اور اس مسئلہ میں بھی اصل منصب مرزا قادیانی کا مدعی کا ہے۔ لیکن صرف جناب ممدوح کے اصرار سے ہی

یہ بھی قبول کیا گیا کہ پہلے یہ عاجز ادلہ حیات مسیح تحریر کرے اور اس میں بحث صعود و نزول وغیرہ کا غلط نہ کیا جائے۔" فاقول بحول الله وقوته وما توفيقي الا به عليه توكلت واليه انيب " جاننا چاہئے کہ دلیلیں حیات مسیح کی پانچ آیتیں ہیں۔ دلیل اوّل یہ ہے:" وان من اهل الكتاب الّا ليؤمنن به قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهيدا (نساء:۱۵۹) " وجہ استدلال کی یہ ہے کہ لیؤمنن میں نون تاکید کا آیا ہے اور نون تاکید مضارع کو خالص استقبال کے لئے کر دیتا ہے۔ ماضی اور حال کی تاکید کے لئے نون نہیں آتا ہے۔

ازہری تصریح میں لکھتا ہے:" ولا يؤكدبهما الماضي لفظا و معنى مطلقاً لانهما يخلصان مدخولهما للاستقبال وذلك ينافي المعنى "

اور دوسری جگہ لکھتا ہے: ولا يجوز تاكيده بهما اذا كان منفياً اوكان المضارع حالاً كقرأة ابن كثير. لاقسم بيوم القيامة. وقول الشاعر ؎

يمينا لا بغض كل امرء

يزخرف قولاً ولا يفعل

فالقسم في الآية والبغض في البيت، معناهما الحال الدخول اللام عليهما وانما يوكدا بالنون لكونها تخلص الفعل للاستقبال وذلك ينافي الحال "

فوائد ضیائیہ میں ہے:" تختص اى نون بالفعل المستقبل في الامر والنهي والاستفهام والتمني والعرض والقسم وانما اختصت هذه النون بهذه المذكورات الدالة على الطلب دون الماضي والحال لانه لايوكد الا مايكون مطلوبا "

عبدالحکیم، تکملہ میں لکھتے ہیں:" لان النون تخلص المضارع للاستقبال فكرهوا الجمع بين حرفين لمعنى واحد في كلمة واحدة "

مغنی میں ہے:" ولا يؤكد بهما الماضي مطلقاً واما المضارع فان كان حالاً لم يؤكدبهما وان كان مستقبلا اكدبهما وجوباً في نحو والله لا كيدن اصنامكم "

شیخ زادہ، حاشیہ بیضاوی میں لکھتے ہیں:" واعلم الاصل في نون التاكيد ان تلحق بآخر فعل مستقبل فيه معنى الطلب كالامر والنهي والاستفهام والتمني والعرض نحو اضربن زيداً ولاتضربن وهل تضربنه وليتك تضربن مثقلة ومخففة واختص بما فيه معنى المطلب من حيث للتاكيد

والتاكيد انما يليق بما يطلب حتى يولد ويحصل فيغتنم هو بوجد ان المطلوب ولا يليق بالخبر المحض لانه قد وجد وحصل فلا يناسبه التاكيد واختص بالمستقبل لان الطلب انما يتعلق بما لم يحصل بعد ليحصل وهو المستقبل بخلاف الحال والماضي لحصولهما والمستقبل الذى هو خبر محض لا تلحق نون التاكيد بآخره الا بعد ان يدخل على اوّل الفعل مايدل على التاكيد كلام القسم وان لم يكن فيه معنى الطلب لان الغالب ان المتكلم يقسم على مطلوبه''

اور ایسا ہی بلاخلاف تمام کتب نحو میں مرقوم ہے۔

قرآن مجید اور سنت مطہرہ میں بھی نون بہت مواضع میں خاص مستقبل کے لئے آیا ہے اور ماضی اور حال کے لئے ایک جگہ بھی پایا نہیں جاتا۔ اس مقام پر چند آیات نقل کی جاتی ہیں۔

سورہ بقرہ میں ہے۔

''فاما يأتينكم مني هدىً فمن تبع هداى فلا خوف عليهم ولاهم يحزنون (بقره:۳۸)''

اور''فلنولينك قبلة ترضاها (بقره:۱۴۴)''

اور''ولنبلونكم بشئ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات (بقره:۱۵۵)''

سورہ آل عمران میں ہے:''واذ اخذ الله ميثاق النبيين لما آتيتكم من كتاب وحكمة ثم جاءكم رسول مصدق لما معكم لتؤمنن به ولتنصرنه (آل عمران:۸۱)''

اور''لتبلون في اموالكم وانفسكم ولتسمعن من الذين اوتو الكتاب من قبلكم ومن الذين اشركوا اذى كثيراً (آل عمران:۱۸۶)''

اور''واذ اخذ الله ميثاق الذين اوتو الكتاب لتبيننه للناس ولا تكتمونه (آل عمران:۱۸۷)''

اور''فالذين هاجروا واخرجوا من ديارهم واوذوا في سبيلي وقاتلوا وقتلوا لاكفرن عنهم سيآتهم ولادخلنهم جنت تجري من تحتها الانهار (آل عمران:۱۹۵)''

سورۃ نساء میں ہے:"ولاضلنهم ولامنينهم ولامرنهم فليبتكن آذان الانعام ولآمرنهم فليغيرن خلق الله (نساء:۱۱۹)"

سورہ مائدہ کے رکوع گیارہ میں ہے:"لتجدن اشد الناس عداوة للذين آمنوا اليهود والذين اشركوا ولتجدن اقربهم مودة للذين آمنوا الذين قالوا انا نصارىٰ (مائده:۸۲)"

سورہ مائدہ کے تیرھویں رکوع میں ہے:"يا ايها الذين آمنوا ليبلونكم الله بشئ من الصيدتناله ايديكم ورماحكم (مائده:۹٤)"

سورہ انعام کے دوسرے رکوع میں ہے:"ليجمعنكم الىٰ يوم القيامة لاريب فيه (انعام:۱۲)"

سورہ اعراف کے پہلے رکوع میں ہے:"فلنسئلن الذين ارسل اليهم ولنسئلن المرسلين. فلنقصن عليهم بعلم وماكنا غائبين (اعراف:۶،۷)"

سورہ اعراف کے رکوع ۱۳ میں ہے:"لاقطعن ايديكم وارجلكم من خلاف ثم لاصلبنكم اجمعين (اعراف:۱۲٤)"

سورہ اعراف کے رجوع ۲۱ میں ہے:"واذ تاذن ربك ليبعثن عليهم الىٰ يوم القيامة من يسومهم سوء العذاب (اعراف:۱۶۷)"

سورۃ ابراہیم کے دوسرے رکوع میں ہے:"ولنصبرن علىٰ ماآذيتمونا (ابراهيم:۱۲)"

سورہ ابراہیم کے تیسرے رکوع میں ہے:"وقال الذين كفروا لرسلهم لنخرجنكم من ارضنا اولتعودن فى ملتنا فاوحى اليهم ربهم لنهلكن الظالمين. ولنسكننكم الارض من بعدهم (ابراهيم:۱۳،۱٤)"

سورہ نحل کے رکوع ۱۳ میں ہے:"وليبينن لكم يوم القيامة ماكنتم فيه تختلفون (النحل:۹۲)"

اور اسی میں ہے:"ولتسئلن عما كنتم تعملون (النحل:۹۳)"

اسی میں ہے:"من عمل صالحاً من ذكر او انثىٰ وهو مؤمن فلنحيينه حيوة الطيبة ولنجزينهم (النحل:۹۷)"

بنی اسرائیل کے پہلے رکوع میں ہے:''وقضینا الیٰ بنی اسرائیل فی الکتاب لتفسدن فی الارض مرتین ولتعلن علوا کبیراً (الاسراء:٤)''

سورۂ حج کے چھٹے رکوع میں ہے:''ولینصرن اللّٰہ من ینصرہ ان اللّٰہ لقوی عزیز (الحج:٤٠)''

سورہ نور کے ساتویں رکوع میں ہے:''وعداللّٰہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم ولیمکنن لهم دینهم الذی ارتضی لهم ولیبدلنهم من بعد خوفهم امنا (النور:٥٥)''

سورہ نمل کے دوسرے رکوع میں ہے:''لاعذبنه عذابا شدیداً او لاذبحنه اولیاتینی بسلطان مبین (النمل:٢١)''

سورۂ عنکبوت کے ساتویں رکوع میں ہے:''والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا (عنکبوت:٦٩)''

سورہ محمد کے ۴ رکوع میں ہے:''ولتعرفنهم فی لحن القول (محمد:٣٠)''

سورہ تغابن کے پہلے رکوع میں ہے:''قل بلیٰ وربی لتبعثن ثم لتنبئون بما عملتم (تغابن:٧)''

سورہ انشقاق میں ہے:''لترکبن طبقاً عن طبق (شقاق:١٩)''

اگر مرزا قادیانی ایک آیت یا ایک حدیث یا کوئی کلام عرب عرباء کا ایسا پیش کریں کہ اس میں نون تاکید حال یا ماضی کے لئے یقینی طور پر آیا ہو تو کوئی عبارت کتاب نحو کی جس میں تصریح اس امر مذکور کی ہو، تو میں اپنے اس مقدمہ کو غیر صحیح تسلیم کرلوں گا۔

بعد اس کے تمہید کے میں کہتا ہوں کہ لفظی ترجمہ اس آیت کا یہ ہوا۔

اور نہیں ہوگا اہل کتاب میں سے کوئی۔ مگر البتہ ایمان لاوے گا ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پہلے مرنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے۔

اور حاصل ترجمہ یہ ہے کہ آئندہ زمانے میں ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ سب اہل کتاب اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مرنے سے پہلے ایمان لاویں گے۔ یہی ایک معنی اس آیت کے موافق محاورہ عرب وقواعد نحو اور محاورہ کتاب وسنت کے صحیح ہیں اور اس کے ماعدا جتنے معنی ہیں سب غلط اور باطل ہیں۔ کیونکہ کسی معنی کی بناء پر لیؤمنن کا لفظ خالص استقبال کے لئے نہیں باقی رہتا۔ وہ چار معنی ہیں۔

اوّل وہ جو عامہ تفاسیر میں منقول ہے کہ موتہ کی ضمیر کتابی کی طرف عائد ہے اور معنی یہ ہیں کہ نہیں کوئی اہل کتاب میں سے۔ مگر البتہ ایمان لاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنے مرنے سے پہلے یعنی نزع روح کے وقت اس تقدیر پر لیؤمنن کا خالص استقبال کے لئے نہ ہونا ظاہر ہے۔اس لئے یہ معنی باطل ہیں۔

دوسرے معنی وہ ہیں جو مرزاقادیانی نے کشفی طور پر (ازالہ اوہام ص۳۷۲، خزائن ج۳ ص۲۹۱) میں لکھتے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ:

ہر اہل کتاب ہمارے اس بیان مذکور بالا پر جو ہم نے اہل کتاب کے خیالات کی نسبت ظاہر کیا ہے۔ایمان رکھتا ہے۔قبل اس کے کہ وہ ایمان لاوے کہ مسیح اپنی موت سے مرگیا۔فقط:

یہ معنی بھی، بسبب اس کے کہ اس تقدیر لیؤمنن خالص استقبال کے لئے نہیں رہتا ہے۔ باطل ہیں اور اس معنی کشفی کے بطلان کے اور بھی وجوہ ہیں۔ مگر ان کو اس بحث سے علاقہ نہیں ہے۔اس لئے ہم ان کو یہاں بیان نہیں کرتے۔ انشاءاللہ تعالیٰ ان وجوہ کا ذکر ازالہ اوہام کے رد میں بہ بسط بسیط کیا جائے گا۔

تیسرے وہ معنی ہیں جو مرزاقادیانی نے (ازالہ اوہام ص۳۸۵، خزائن ج۳ ص۲۹۸) میں لکھے ہیں۔وہ یہ ہیں کہ:

مسیح تو ابھی مرا بھی نہیں تھا کہ جب سے یہ خیالات شک وشبہ کے یہود ونصاریٰ کے دلوں میں چلے آتے ہیں۔فقط:

یہ معنی بھی اسی وجہ سے باطل ہیں کہ لیؤمنن اس تقدیر پر خالص استقبال کے لئے نہیں رہتا۔ بلکہ ماضی کے لئے ہو جاتا ہے۔

چوتھے وہ ہیں جو مولوی ابو یوسف محمد مبارک علی سیالکوٹی۔ مرید مخلص مرزاقادیانی نے (القول الجمیل ص۲۸) میں لکھے ہیں۔وہ یہ ہیں:

اور ان اہل کتاب میں سے ہر ایک شخص کے لئے ضروری ہے کہ اس بات کو اپنے مرجانے سے پیشتر ہی تسلیم کرے۔

اس عبارت کا مطلب اگر یہ ہے کہ ان اہل کتاب میں سے ہر ایک شخص کو چاہئے کہ اس بات کو اپنے مرنے سے پہلے ہی تسلیم کرے۔یعنی یہ جملہ انشائیہ ہے۔جیسا کہ بعض عبارات القول الجمیل اس پر قرینہ ہے تو اس معنی کے غلط ہونے کی یہ وجہ ہے کہ صاحب القول الجمیل اس

مقام پر غلط فاحش کا مصدر ہوا۔ کیونکہ لیؤمنن میں لام مکسورہ لام الامر سمجھا ہے۔ حالانکہ قرآن خواں اطفال بھی جانتے ہیں کہ قرآن مجید میں لام مفتوحہ لام تاکید ہے اور اگر یہ معنی ہیں کہ ان اہل کتاب میں سے ہر ایک شخص اس بات کو اپنے مرنے سے پہلے تسلیم کر لیتا ہے۔ یعنی یہ جملہ خبر یہ ہے تو اس وقت لیؤمنن خالص استقبال کے لئے نہیں رہتا ہے۔ اس لئے یہ معنی غلط ہوئے اور وہ معنی اس آیت کے جو خاکسار نے اوّل بیان کئے۔ سلف میں سے ایک جماعت کثیر اسی طرف گئی ہے۔ ان میں سے ہیں۔ ابوہریرہؓ اور ابن عباسؓ اور ابومالکؒ اور حسن بصریؒ وقتادہ وعبدالرحمٰن بن زید بن اسلم۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے: ”حدثنا ابن بشار حدثنا عبدالرحمن عن سفيان عن ابی حصين عن سعيد بن جبير عن ابن عباس وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته. قال قبل موت عيسىٰ بن مريم قال العوفى عن ابن عباس مثل ذلك قال ابومالك فى قوله الا ليؤمنن به قبل موته قال ذلك عند نزول عيسىٰ وقبل موت عيسىٰ بن مريم عليه السلام لايبقى احد من اهل الكتاب الا امن به وقال الضحاك عن ابن عباس وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته يعنى اليهود خاصة وقال الحسن البصرى يعنى النجاشى واصحابه رواهما ابن ابى حاتم وقال ابن جبير حدثنى يعقوب حدثنا ابورجاء عن الحسن وان من اهل الكتاب الاليؤمنن به قبل موته قال قبل موت عيسىٰ والله انه لحى عند الله ولكن اذا نزل آمنوا به اجمعون وقال ابن ابى حاتم حدثنا ابى حدثنا على بن عثمان اللاحقى حدثنا جويرية بن بشير قال سمعت رجلاً قال للحسن يا ابا سعيد قول الله عزوجل وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته قال قبل موت عيسىٰ ان الله رفع اليه عيسىٰ وهو باعثه قبل يوم القيامة مقاماً يؤمن به البر والفاجر وكذا قال قتاده عبدالرحمن بن زيد بن اسلم وغير واحد وهذا القول هو الحق كما سنبينه بعد بالدليل القاطع انشاء الله وبه الثقة وعليه التكلان (تفسير ابن كثير ج۲ ص۴۰۱)“

اور ابوہریرہؓ کا اس طرف جانا حدیث صحیحین سے ظاہر ہے۔ مخفی نہ رہے کہ مرزا قادیانی

نے اس معنی پر جس کو ہم نے صحیح اور حق لکھا ہے۔ (ازالہ اوہام ص ۳۶۸، ۳۶۹، خزائن ج ۳ ص ۲۸۹)
میں چار اعتراض کئے ہیں۔ ان سب کا مسکت جواب بفضلہ تعالیٰ ہمارے پاس موجود ہے۔
اعتراض اوّل: آیت موصوفہ بالا صاف طور پر فائدہ تعمیم کا دے رہی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب کے لفظ سے تمام وہ اہل کتاب مراد ہیں۔ جو مسیح کے وقت میں یا مسیح کے بعد برابر ہوتے رہیں گے اور آیت میں ایک بھی ایسا لفظ نہیں جو آیت کو کسی خاص محدود زمانے سے متعلق اور وابستہ کرتا ہو۔ فقط:

جواب اس کا بدو وجہ ہے۔
اوّل..... یہ کہ آیت میں نون تاکید ثقلیہ موجود ہے۔ جو آیت کو خاص زمانہ مستقبل سے وابستہ کرتا ہے۔
دوم..... یہ کہ اس تعمیم کے موافق آپ کے معنی اوّل جو ازالہ اوہام میں لکھے گئے ہیں، بھی باطل ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ آپ کے نزدیک لفظ اہل کتاب کا آیت موصوفہ میں ان سب اہل کتاب کو بھی شامل ہے جو مسیح کے وقت میں ان کو صلیب پر چڑھانے سے پہلے موجود تھے۔ حالانکہ ان کا بیان مذکورہ بالا پر ایمان رکھنا قبل اس کے کہ وہ اس پر ایمان لاویں کہ مسیح اپنی طبعی موت سے مر گیا۔ غیر متصور ہے اور ایسا ہی آپ کے دوسرے معنی بھی باطل ہوئے جاتے ہیں۔ ”وھذا غیر خفی علی من له ادنی تامل“

اعتراض دوم
احادیث صحیحہ بآواز بلند پکار رہی ہیں کہ مسیح کے دم سے اس کے منکر خواہ اہل کتاب یا غیر اہل کتاب کفر کی حالت میں مریں گے۔

جواب اس کا بدوجہ ہے:
اوّل..... یہ کہ آیت میں کہیں تصریح اس امر کی نہیں ہے کہ مسیح کے آتے ہی سب اہل کتاب مسیح پر ایمان لے آویں گے۔ بلکہ آیت میں تو صرف اسی قدر ہے کہ مسیح کی موت سے پہلے ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس زمانہ کے سب اہل کتاب ان پر ایمان لے آویں گے۔ پس ہوسکتا ہے کہ جن کفار کا علم الٰہی میں مسیح کے دم سے کفر کی حالت میں مرنا مقدر ہو۔ ان کے مرنے کے بعد سب اہل کتاب ایمان لے آویں۔
دوم..... ہوسکتا ہے کہ مراد ایمان سے یقین ہو نہ ایمان شرعی۔ جیسا کہ آپ کے دونوں معنی کے موافق ایمان سے مراد ایمان شرعی نہیں ہے بلکہ یقین مراد ہے۔

اعتراض سوم

مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ دجال بھی اہل کتاب میں سے ہوگا اور یہ بھی مانتے ہیں کہ وہ مسیح پر ایمان نہیں لائے گا۔

اس کا جواب بھی انہی دو وجوں سے ہے۔ جو اعتراض دوم کے جواب میں لکھی گئیں۔ اعادہ کی حاجت نہیں۔

اعتراض چہارم

مسلم میں موجود ہے کہ مسیح کے بعد شریر رہ جائیں گے۔ جن پر قیامت آئے گی۔ اگر کوئی کافر نہیں رہے گا تو وہ کہاں سے آجائیں گے۔

جواب..... یہ اعتراض مرزا قادیانی کی شان سے نہایت مستبعد ہے۔ کیا مرزا قادیانی یہ نہیں خیال فرماتے کہ یقیناً دنیا میں ابتداء ایک ایسا زمانہ بھی گذر چکا ہے کہ کوئی کافر نہ تھا۔ پھر یہ کفار جواب تک موجود ہیں۔ کہاں سے آگئے۔ جیسے یہ کفار ہو گئے ایسا ہی بعد عیسیٰ علیہ السلام کے بھی ہو جائیں گے۔

دوسری دلیل: یہ آیت سورۃ آل عمران کی ہے۔ ”ویکلم الناس فی المهد وکهلا ومن الصالحین (آل عمران:٤٦)“

اس آیت سے علماء نے استدلال حیات مسیح پر کیا ہے۔ تفسیر ابوالسعود میں ہے۔ ”وبه استدل علی انه علیه السلام سینزل من السماء لما انه علیه السلام رفع قبل التکهل قال ابن عباس ارسله الله تعالیٰ وهو ابن ثلاثین سنة ومکث فی رسالته ثلاثین شهراً ثم رفع الله تعالیٰ الیه“

تفسیر کبیر میں ہے: ”قال الحسین بن الفضل وفی هذه الآیة نص فی انه علیه الصلوٰة والسلام سینزل فی الارض“

بیضاوی میں ہے: ”وبه استدل علی انه سینزل فانه رفع قبل ان اکتهل“

جلالین میں ہے: ”یفید نزوله قبل الساعة لانه رفع قبل الکهولة“

معالم میں ہے: ”وقیل للحسین بن الفضل هل تجد نزول عیسیٰ فی القرآن قال نعم قوله وکهلاً وهو یکتهل فی الدنیا وانما معناه وکهلاً بعد نزول من السماء“

یہ آیت اگرچہ فی نفسہا قطعیۃ الدلالہ حیات مسیح پر نہیں ہے۔ مگر بانضمام آیت ''وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ (نساء:۱۵۹)'' کے قطعی الدلالۃ ہو جاتی ہے اور اس بناء پر ایک حسن اس آیت میں یہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ ''کلام فی المھد'' ایک آیت اور معجزہ ہے۔ ایسا ہی ''کلام فی الکھولۃ'' معجزہ ٹھہرتا ہے۔ کیونکہ اس زمان دراز تک جسم کا بغیر طعام وشراب کے زندہ رہنا اور اس میں کچھ تغیر نہ آنا خارق عادت ہے۔ ورنہ ''کلام فی الکھولۃ'' تو سب ہی کیا کرتے ہیں۔ حضرت مسیح کا اس میں کیا کمال ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے فہرست نعم جلیلہ میں ذکر فرمایا ہے۔

دلیل سوم

سورۃ نساء میں ہے۔ ''وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزاً حکیما (نساء:۱۵۸،۱۵۹)''

یہ آیت بھی ''فی نفسہا'' اگرچہ قطعی الدلالۃ حیات مسیح پر نہیں ہے۔ مگر ظاہر اس سے ''رفع الروح مع الجسد'' ہے۔ کیونکہ ''وما قتلوہ'' اوّل وثانی اور ''ماصلبوہ'' کے ضمیر منصوب کا مرجع تو قطعاً روح مع الجسد ہے۔ پس یہ امر دال ہے۔ اس پر کہ مرجع رفع کے ضمیر منسوب کا بھی روح مع الجسد ہے۔ علی الخصوص جب آیت ''وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ'' اس کے ساتھ ضم کی جاوے تو یہ بھی قطعی الدلالت ہو جاتی ہے۔

دلیل چہارم

سورۃ زخرف میں ''وانہ لعلم للساعۃ فلا تمترن بھا واتبعون ھذا صراط مستقیم (زخرف:۶۱)''

یہ آیت بھی ''فی نفسہا'' اگرچہ قطعی الدلالۃ حیات مسیح پر نہیں ہے۔ مگر ظاہر یہی ہے۔ کیونکہ ارجاع ضمیر ''انہ'' کا طرف قرآن مجید کے بالکل خلاف سیاق وسباق ہے۔ پس ضرور مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوئے۔ اب یہاں تین احتمال ہیں۔ یا حدوث مقدر مانا جاوے یا ارادہ معجزات یا نزول۔ اوّل باطل ہے۔ اس لئے کہ ہمارے آنحضرت ﷺ کا حدوث علامت قریبہ قیامت کے ہے۔ جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہے۔

''بعثت انا والساعۃ کھاتین (بخاری ج۲ ص۹۶۳، مسلم ج۲ ص۴۰۶)''

پس حضرت عیسیٰ کی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں اور ایسا ہی احتمال دوم بھی باطل ہے۔ کیونکہ

معجزات سب دلالت علی قدرۃ اللہ تعالیٰ میں برابر ہیں۔ تخصیص معجزات عیسویہ کی کیا ہے۔ پس متعین ہوا کہ مراد نزول ہے۔ خاص کر جب کہ آیت ”وان من اھل الکتاب “ جو قطعی الدلالۃ ہے اور احادیث صحیحہ بخاری و مسلم اس کی تفسیر میں واقع ہوگئی ہیں تو اس حیثیت میں یہ آیت بھی قطعی الدلالۃ حیات مسیح پر ہوگی۔

دلیل پنجم

آیت ”وما آتاکم الرسول فخذوہ ومانھاکم عنہ فانتھوا (حشر:۷)“ ہے۔ جو موافق اس آیت کے جو احادیث صحیحہ کی طرف رجوع کی گئی تو بکثرت اس باب میں احادیث صحیحہ موجود ہیں۔ جن کا تواتر تو مرزا قادیانی نے ازالہ اوہام ص ۵۵۷، خزائن ج ۳ ص ۴۰۰) میں تسلیم فرمایا ہے۔ ان میں سے حدیث متفق علیہ ابوہریرہؓ کی ہے: ”قال قال رسول اللہ ﷺ والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویفیض المال حتیٰ لا یقبلہ احد حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیراً من الدنیا وما فیھا ثم یقول ابوھریرۃؓ فاقرأو ان شئتم وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ (بخاری ج۱ ص ۴۹۰، مسلم ج۱ ص ۸۷)“

معنی حقیقی ابن مریم کے عیسیٰ بن مریم ہیں اور صارف یہاں کوئی موجود نہیں۔ بلکہ آیت ”وان من اھل الکتاب “ اس معنی کی تعیین کر رہی ہے۔ پس نزول عیسیٰ متعین ہوگیا۔ اس سے ظاہر یہی ہے کہ وہ زندہ ہیں۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے: ”وقال ابن ابی حاتم حدثنا ابی حدثنا احمد بن عبدالرحمن حدثنا عبداللہ بن جعفر عن ابیہ حدثنا الربیع بن انس عن الحسن انہ قال فی قولہ تعالیٰ انی متوفیک یعنی وفاۃ المنام رفعہ اللہ فی منامہ قال الحسن قال رسول اللہ ﷺ للیھود ان عیسیٰ لم یمت وانہ ارجع الیکم قبل یوم القیامۃ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۰)“

یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے۔ لیکن ”وان من اھل الکتاب “ اس کی صحت کی عاضد ہے۔ یہ اخیر چار آیات اگرچہ ہر واحد، ان میں سے بنفسہا دلیل قطعی حیات مسیح علیہ السلام پر نہیں۔ مگر تاہم بہ نسبت ان تیس آیات کے جو مرزا قادیانی نے ازالہ اوہام میں واسطے اثبات وفات

حضرت مسیح کے لکھی ہیں۔ یہ آیات قوی الدلالت حیات مسیح پر ہیں۔ باقی رہا یہ امر کہ مرزا قادیانی نے تیس آیات واسطے اثبات وفات مسیح علیہ السلام کے لکھی ہیں۔ سو ان کا جواب اجمالی یہ ہے کہ یہ آیات تین قسم کی ہیں۔

اوّل..... وہ جن میں لفظ "توفی" بالتخصیص حضرت مسیح کی نسبت واقع ہوا ہے۔

دوم..... وہ آیات جو عموماً سب انبیاء گذشتہ کی وفات پر دلالت کرتی ہیں۔

سوم..... وہ آیات کہ نہ ان میں حضرت مسیح کی وفات کا خصوصاً ذکر ہے نہ عموماً صرف مرزا قادیانی نے ان سے محض اجتہاداً استنباط وفات کیا ہے۔

قسم اوّل کا جواب یہ ہے کہ بعد فرض وتسلیم اس کے کہ لفظ توفی کے معنی حقیقی موت وقبض روح کے ہیں اور دوسرے معنی مجازی ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ آیت "وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته" سے جو قطعی الثبوت وقطعی الدلالۃ ہے۔ حیات عیسیٰ علیہ السلام ثابت ہوگئی تو اب یہ آیت صاف ہوگئی۔ آیات مذکورہ کے معنی حقیقی سے اس لئے آیات "توفی" معنی مجازی پر محمول کی جاویں گی اور وہ معنی مجازی جو یہاں مراد ہو سکتے ہیں وہ اخذ تام وقبض ہے۔ جس کو اردو میں پورا لینا کہتے ہیں اور توفی کا استعمال بمعنی اخذ تام وقبض لغت سے ثابت ہے۔

قاموس میں ہے: "واوفى عليه اشرف وفلانا حقه اعطاه وافيا توفله واوفله فاستوفله وتوفله"

اور صحاح میں ہے: "اوفله حقه ووفاه بمعنى اى اعطاه حقه وافيا واستوفى حقه وتوفاه"

مصباح المنیر میں ہے: "وتوفيته واستوفيته بمعنى"

مجمع البحار میں ہے: "واستوفيت حقى اى اخذته تاما"

صراح میں ہے: "ایفاء گزار دن حق کسی بتمام وقال منه اوفاه حقه ووفاه استيفاء توفى تمام گرفتن حق"

قسطلانی میں ہے: "التوفى اخذ الشئ وافيا والموت نوع منه"

اور دوسرے معنی مجازی "انامت" ہیں۔ جن کو اردو میں سلانا کہتے ہیں اور "توفی" بمعنی انامت قرآن مجید سے ثابت ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورۂ زمر میں: "الله يتوفى الانفس حين موتها والتى لم تمت فى منامها فيمسك التى قضى عليها الموت ويرسل الاخرى (الزمر:۴۲)"

اور فرمایا سورہ انعام میں:"وھو الذی یتوفاکم باللیل ویعلم ماجرحتم بالنھار ثم یبعثکم فیه لیقضی اجل مسمی (انعام:٦٠)"

اور قسم دوم کا جواب بعد تسلیم عمومات کے یہ ہے کہ آیت:"وان من اھل الکتاب" جو قطعی الدلالۃ ہے۔ان آیات کی مخصص واقع ہوئی ہے۔

اور قسم سوم کا جواب یہ ہے کہ اگر بالفرض تسلیم کیا جاوے کہ الفاظ"فی نفسھا" ان معانی کے محتمل ہیں جو مرزا قادیانی نے بیان کئے ہیں۔لیکن آیت"وان من اھل الکتاب" جو قطعی الثبوت وقطعی الدلالۃ ہے۔ان احتمالات کو رد کرتی ہے۔لہٰذا وہ معنی باطل ہوئے۔صحیح معنی ان آیات کے وہ ہیں جو تفاسیر معتبرہ میں مذکور ہیں اور وہ موافق ہیں آیت "وان من اھل الکتاب"کے اور جواب تفصیلی ان آیات کا جن کو مرزا قادیانی نے واسطے ثبوت وفات پیش کیا ہے۔ ازالہ اوہام کے جواب میں انشاء اللہ بہ بسط لکھا جاوے گا۔

"وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلوٰة والسلام علیٰ خیر خلقه محمد وآله وصحبه اجمعین"

محمد بشیر سہسوانی کا دوسرا پرچہ

بسم الله الرحمن الرحیم. اللهم انصر من نصر الحق وخذل الباطل واجعلنا منهم واخذل من خذل الحق ونصر الباطل ولاتجعلنا منهم. اما بعد!

واضح ہو کہ مرزا قادیانی نے بہت امور کا جواب اپنی تحریر میں نہیں دیا ہے۔ناظرین کو مطالعہ سے معلوم ہو جائے گا اور اصل اور عمدہ بحث خاکسار کی تحریر میں نون تاکید کی ہے۔ مرزا قادیانی نے اس کے جواب میں نہ کوئی عبارت کسی کتاب نحو کی نقل کی اور نہ ان عبارات میں جو خاکسار نے نقل کی تھیں۔کچھ جرح کی۔

اور یہ امر بھی مخفی نہ رہے کہ میری اصل دلیل حیات مسیح علیہ السلام پر آیت اولیٰ ہے۔ میرے نزدیک یہ آیت اس مطلوب پر دلالت کرنے میں قطعی ہے۔دوسری آیات محض تائید کے لئے لکھی گئی ہیں۔مرزا قادیانی کو چاہئے کہ اصل بحث، آیت اولیٰ کی رکھیں۔دوسری ابحاث کو بھی واسطراوی تصور فرمائیں۔

قولہ...... (قادیانی) یہ بات صحیح نہیں ہے کہ مسئلہ وفات حیات مسیح میں بار ثبوت اس عاجز کے ذمہ ہو۔

اقول...... (محمد بشیر) اس میں کلام ہے۔بچند وجوہ۔

اوّل...... یہ کہ جب حسب ارشاد آپ کے بارثبوت حیات خود خاکسار نے اپنے ذمہ لے لیا ہے تو اب یہ بحث بے فائدہ ہے۔

دوم...... بارثبوت وفات کا آپ کے ذمہ نہ ہونا خاکسار کی سمجھ میں نہیں آتا ہے۔ کیونکہ آپ نے توضیح مرام میں دعویٰ کیا ہے کہ مسیح علیہ السلام دنیا میں نہ آویں گے اور جو دلیل اس پر پیش کی ہے۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ مسیح وفات پاچکے اور جو کوئی وفات پاچکتا ہے وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے اور جو جنت میں جاتا ہے وہ جنت سے نکالا نہیں جاتا۔ پس یہ دلیل متضمن تین مقدموں کو ہے اور دلیل کے ہر مقدمہ کا بارثبوت مدعی کے ذمہ ہوتا ہے۔

سوم...... آپ نے اپنے خط موسومہ مولوی محمد حسین صاحب نمبر۱۲ میں لکھا ہے۔

جناب آپ خوب جانتے ہیں کہ اصل امر اس بحث میں جناب مسیح ابن مریم کی وفات ہے اور میرے الہام میں بھی یہی اصل قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ الہام یہ ہے کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو (اے مرزا قادیانی) آیا ہے۔ سو پہلا اور اصل امر الہام میں بھی یہی ٹھہرایا گیا ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے۔

پس وفات مسیح ابن مریم آپ کا مستقل دعویٰ ہے۔ اس لئے بارثبوت وفات آپ کے ذمہ ہے۔ بالجملہ بارثبوت وفات دو حیثیت سے آپ کے ذمہ ہے۔ ایک اس حیثیت سے کہ یہ اصل دعویٰ آپ کا ہے۔ دوسرے اس حیثیت سے کہ مسیح موعود ہونے کے دعویٰ کی دلیل کا یہ ایک مقدمہ ہے۔

چہارم...... اگر بارثبوت آپ کے ذمہ نہیں ہے تو یہ کام عبث آپ نے کیوں کیا کہ آپ نے ادلہ وفات مسیح توضیح مرام و ازالہ اوہام میں بہ بسط تمام بیان کئے۔

قول...... (قادیانی) مولوی صاحب نے اس کامیابی کی امید پر کہ کسی طرح آیت موصوفہ بالاقطعیۃ الدلالت ہو جاوے۔ یہ ایک جدید قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ آیت کے لفظ ''لیؤمنن'' میں نون تاکید ہے اور نون تاکید مضارع کو خالص استقبال کے لئے کر دیتا ہے۔

اقول...... (محمد بشیر) اس قاعدہ کو جدید کہنا نہایت محل استبعاد ہے۔ اگر مرزا قادیانی میری ہی تحریر کو غور سے پڑھ لیتے تو معلوم ہو جاتا کہ ازہری اور ملا جامی اور عبدالحکیم اور صاحب مغنی اور شیخ زادہ نے اس قاعدہ کی تصریح کی ہے اور سب کتب نحو میں یہ قاعدہ مرقوم ہے۔ کسی نے اس میں خلاف نہیں کیا۔ یہاں تک کہ میزان خواں اطفال بھی جانتے ہیں کہ نون تاکید مضارع کو بہ معنی استقبال کر دیتا ہے۔

قولہ...... (قادیانی) چنانچہ انہوں نے اپنے خیال میں اس مدعا کے اثبات کے لئے قرآن کریم سے نظیر کے طور پر ایسے الفاظ نقل کئے ہیں۔ جن کی وجہ سے ان کے زعم میں مضارع استقبال ہوگیا ہے۔

اقول...... (محمد بشیر) خاکسار کی اصل دلیل اتفاق آئمہ نحات کا ہے۔ اس قاعدہ پر اس کا جواب مرزا قادیانی نے مطلق نہیں دیا۔ ہاں آیات اس قاعدہ کی تائید کے لئے البتہ لکھی گئی ہیں۔ مرزا قادیانی پر واجب ہے کہ اس قاعدہ کو توڑنے کے لئے کوئی عبارت کسی کتاب معتبر نحو کی پیش کریں۔

قولہ...... (قادیانی) کیا استقبال کے طور پر یہ دوسرے معنی بھی نہیں ہو سکتے کہ کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں جو اپنی موت سے پہلے مسیح پر ایمان نہیں لائے گا۔

اقول...... (محمد بشیر) نقل ضد ہے کہ اس معنی کا مناط اس پر ہے کہ احتضار کے وقت ہر شخص پر وہ حق کھل جاتا ہے جس کو وہ نہ جانتا تھا۔ جیسا کہ تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے اور یہ امر نفس الامر میں تینوں زمانوں کو شامل ہے۔ یعنی نزول آیت کے قبل کا زمانہ اور وقت نزول کا زمانہ اور بعد کا زمانہ۔ اب آیت اگر خالص استقبال کے لئے کہتے کا تو یہ شبہ ہوگا کہ یہ امر زمانہ حال کو شامل نہیں ہے اور یہ خلاف نفس الامر ہے۔ پس اس کلام میں یہ عیب ہوا کہ خلاف نفس الامر کا موہم ہے اور فائدہ کوئی نہیں ہے۔ اگر کہا جاوے کہ اس آیت میں وعید ہے اہل کتاب کے لئے اور تحریض ہے ان کو ایمان لانے پر قبل اس کے کہ مضطر ہوں اس کی طرف، جیسا کہ بیضاوی وغیرہ میں لکھا ہے اور اس وعید وتحریض سے وہی اہل کتاب منتفع ہو سکتے ہیں جو بعد نزول آیت کے مرنے والے ہیں۔ نہ وہ جو پہلے مر چکے اور نہ وہ جو وقت نزول کے زہوق روح کی حالت میں تھے۔ اس فائدہ کے لئے تخصیص استقبال کی گئی تو جواب یہ ہے کہ اگر ایسا لفظ اختیار کیا جاتا جو تینوں زمانوں کو شامل ہوتا تو بھی وعید وتحریض ان اہل کتاب کی حاصل ہوتی جو بعد نزول آیت کے مرنے والے ہیں اور خلاف نفس الامر کا بھی موہم نہ ہوتا۔ یعنی بجائے ''لیؤمنن'' کے لفظ ''یؤمن'' اختیار کیا جاتا۔ یعنی یوں کہا جاتا: ''وان من اهل الکتٰب الا لیؤمنن به قبل موته''

یہ عبارت ایسی عمدہ ہوتی ہے کہ اس میں وعید وتحریض جو مطلوب ہے۔ وہ بھی حاصل ہے اور موہم خلاف نفس الامر بھی نہیں ہے اور اختصار بھی حاصل ہے۔ یعنی لام ونون نہیں۔ پس قرآن مجید کی بلاغت جو حد اعجاز کو پہنچ گئی ہے۔ خلاف ہے کہ ایسی عبارت کو چھوڑ کر بجائے اس کے

لیؤمنن اختیار کیا جاوے کہ جس میں ایہام خلاف نفس الامر ہے اور اطناب بلا فائدہ اور یہ سب محذور خالص معنی استقبال پر عمل کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔

محصل کلام اس مقام پر یہ ہے کہ معنی دوم آیت کے بہر تقدیر باطل ہے۔ اگر خالص استقبال پر محمول کیجئے تو کلام حق تعالیٰ جو بلاغت میں حد اعجاز کو پہنچ چکا ہے۔ بلاغت سے گرایا جاتا ہے اور اگر خالص استقبال پر محمول نہ کیجئے تو مخالف ہوتا ہے۔ قاعدہ مجمع علیہا نحاۃ کے۔

قول...... (قادیانی) بلکہ ان معنوں پر آیت کی دلالت صریحہ ہے۔ اس واسطے کہ دوسری قرأت میں یوں آیا ہے۔ جو بیضاوی وغیرہ میں لکھا ہے۔ ''الا لیؤمنن به قبل موتهم''

اقول...... (محمد بشیر) اس میں کلام ہے چند وجوہ۔

اوّل...... یہ کہ اس قرأت کی بناء پر بھی معنی دوم صحیح نہیں ہوتے ہیں۔ کیونکہ لیؤمنن کو یا تو خالص استقبال پر محمول کیا جائے گا تو کلام حق تعالیٰ جو بلاغت میں حد اعجاز کو پہنچ گیا ہے۔ بلاغت سے نازل ہو جاتا ہے اور اگر خالص استقبال پر محمول نہ کیجئے تو مخالف ہوتا ہے۔ قاعدہ مجمع علیہا نحاۃ کے۔

دوم...... یہ کہ یہ قرأت ہماری معنی کے مخالف نہیں ہے۔ کیونکہ اس قرأت پر یہ معنی ہیں کہ ہر اہل کتاب اپنے مرنے سے پہلے زمانہ آئندہ میں مسیح پر ایمان لاوے گا اور یہ معنی، معنی اوّل کے ساتھ جمع ہو سکتے ہیں۔ اس طرح پر کہ زمانہ آئندہ سے زمانہ نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد لیا جاوے۔

سوم...... یہ کہ یہ قرأۃ غیر متواترہ ہے اور قرأت غیر متواترہ عموماً قابل احتجاج نہیں ہے۔ بلکہ جب بسند صحیح متصل منقول ہو اور یہاں سند متصل صحیح اس کی مرزا قادیانی نے تحریر نہیں فرمائی۔ مرزا قادیانی پر واجب ہے کہ اس کی سند بیان فرمادیں اور اس کے سب رجال کی توثیق کریں۔

ودونه خرط القتاد!

چہارم...... یہ کہ مرزا قادیانی نے قبل موتہ کی ضمیر توضیح المرام اور ازالۃ الاوہام میں جو الہامی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع کی ہے اور یہ قرأت اس خیال کو بکلی باطل ٹھہراتی ہے۔ مرزا قادیانی یہ تو خیال فرماویں کہ وہ معنی کہ جس کی تصحیح وتقویت کے وہ آپ درپے ہیں اور یہ محض بغرض توڑنے دعویٰ اس خاکسار کے ہے وہ خود نفس الامر میں ان کے نزدیک غیر صحیح ہیں۔ کیونکہ اس تقدیر پر استدلال ان کا موت مسیح پر آیت وان من اهل الكتاب سے مطلق غیر صحیح ٹھہرتا ہے۔

پس کیا یہی مقتضائے دیانت وانصاف ہے کہ جس چیز کو وہ خود نفس الامر میں غیر صحیح جانتے ہیں۔ اس کو بمقابلہ خصم صحیح بنادیں تو یہ مناظرہ نہ ہوا۔ محض مجادلہ ٹھہرا۔

قول..... (قادیانی) پہلی آیات کی نظیر یہ کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ ”ولنولینک قبلة ترضاها فول وجهك شطر المسجد الحرام (بقره:۱۴۴)“ اب ظاہر ہے کہ اس جگہ حال مراد ہے۔

اقول..... (محمد بشیر) قرآن مجید میں ”فلنولینك“ ہے نہ ”ولنولینك“ جیسا کہ مرزا قادیانی لکھتے ہیں۔ یہاں ارادہ حال محض غلط ہے۔ بلکہ یہاں خالص مستقبل مراد ہے۔ بچند وجوہ:

اوّل..... یہ کہ بیضاوی میں مرقوم ہے۔ ”فول وجهك واصرف وجهك شطر المسجد الحرام“ وتحوہ عبدالحکیم ”واصرف وجهك“ کے تحت میں لکھتے ہیں: ”ولم يجعله من المتعدى الى المفولين بان يكون شطر مفعوله الثانى لان تربته بالفاء وكونه انجاز اللوعد بان الله تعالىٰ يجعل النبى متقبلا القبلة او قريباً من سمتها بان يأمر بالصلوة اليها يناسبه ان يكون النبى ماموراً بصرف الوجه اليها لا بان يجعل نفسه مستقبلاً اياها اوقريباً من جهتها“

اس عبارت میں صاف ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے قول ”فلنولينك“ میں وعدہ فرمایا اور ”فول وجهك“ کے ساتھ اس کا انجاز کیا۔

دوم..... یہ کہ اگر یہاں حال مراد لیا جائے تو ”فلنولينك“ کے یہ معنی ہوں گے۔ پس البتہ پھیرتے ہیں ہم تجھ کو اور پھیرنے سے یہ تو مراد ہی نہیں کہ ہم تجھ کو ہاتھ پکڑ کے قبلہ کی طرف پھیرتے ہیں۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ ہم تجھ کو قبلہ کی طرف پھرنے کا حکم کرتے ہیں۔ اس تقدیر پر قول اللہ تعالیٰ کا ”فول وجهك“ زائد ولا طائل ہوگا۔

سوم..... یہ کہ شاہ ولی اللہ، وشاہ رفیع الدین، وشاہ عبدالقادر نے ترجمہ اس لفظ کا بمعنی مستقبل کیا ہے۔ عبارت شاہ ولی اللہ کی یہ ہے۔ پس متوجہ گردانیم ترا بآں قبلہ کہ خوشنود شوی۔

لفظ شاہ رفیع الدین کا یہ ہے۔ پس البتہ پھیریں گے ہم تجھ کو اس قبلہ کو کہ پسند کرے اس کو شاہ عبدالقادر کا ترجمہ یہ ہے۔ سو البتہ پھیریں گے تجھ کو جس قبلہ کی طرف تو راضی ہے۔

قول..... (قادیانی) اور ایسا ہی یہ آیت ”وانظر الى الهك الذى ظلت عليه عاكفا لنحرقنه (طه:۹۷)“

اقول...... (محمد بشیر) ارادہ حال اس آیت میں غلط ہے۔ بدو وجہ:

اوّل...... یہ کہ آیت میں وعید ہے اور جس چیز کی وعید کی جاتی ہے وہ اس کے بعد متحقق ہوتی ہے۔ پس استقبال یہاں متعین ہوا۔

دوم...... یہ کہ تراجم ثلاثہ سے معنی استقبال واضح ہیں۔ عبارت شاہ ولی اللہ کی یہ ہے: ''البتہ بسوزانیم آنرا پس پراگندہ سازیم آنرا۔''

لفظ شاہ رفیع الدینؒ کا یہ ہے: ''ابھی جلا دیں گے ہم اس کو پھر اڑا دیں گے ہم اس کو۔''

لفظ شاہ عبدالقادرؒ کا یہ ہے: ''ہم اس کو جلا دیں گے پھر بکھیر دیں گے۔''

ان دونوں آیتوں میں جو مرزا قادیانی نے حال کے معنی سمجھے تو منشاء غلط یہ معلوم ہوتا ہے کہ استقبال دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک استقبال قریب دوسرا استقبال بعید۔ مرزا قادیانی استقبال قریب کو قرب کی وجہ سے حال سمجھ گئے ہیں۔

قولہ...... (قادیانی) اور دوسری آیات جو حال اور استقبال کے سلسلہ متصلہ ممتدہ پر استمرار کے طور پر مشتمل ہیں۔ ان کی نظیر ذیل میں پیش کرتا ہوں۔ پہلی یہ آیت: ''والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا (عنکبوت:۶۹)''

اقول...... (محمد بشیر) اس میں کلام ہے بدو وجہ:

اوّل...... یہ کہ یہ امر مسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ عادت مستمرہ ہے کہ مجاہدہ کرنے والوں کو اپنی راہیں دکھلایا کرتا ہے۔ لیکن یہاں اس عادت کا بیان مقصود نہیں۔ مقصود بالذات صرف وعدہ ہے اور امر موعود وعدہ کے بعد متحقق ہوتا ہے۔ جیسا کہ خود مرزا قادیانی نے آیت ''وان من اھل الکتاب'' کے معنی دوم کی تائید میں بیان فرمایا ہے اور تصحیح خالص استقبال کی، کی ہے۔ حالانکہ اہل کتاب کا زہوق روح کے وقت ایمان لانا امر مستمر ہے۔ خصوصیت کسی زمانہ کی اس میں نہیں۔

دوم...... یہ کہ تراجم ثلاثہ تعیین استقبال کرتے ہیں۔ لفظ شاہ ولی اللہ کا یہ ہے: ''وآنانکہ جھاد کردند در راہ ماالبتہ دلالت کنیم ایشاں را براہ ھائے خود''

عبارت شاہ رفیع الدینؒ یہ ہے: ''اور جن لوگوں نے محنت کی بیچ راہ ہمارے کے البتہ دکھا دیں گے ہم ان کو راہیں اپنی۔''

عبارت شاہ عبدالقادرؒ کی یہ ہے: ''اور جنہوں نے محنت کی ہمارے واسطے ہم سجھا دیں گے ان کو اپنی راہیں۔''

قول...... (قادیانی) دوسری یہ آیت "کتب اللہ لا غلبن انا ورسلی"

اقول...... (محمد بشیر) یہاں ارادہ استمرار قطعاً باطل ہے اور ارادہ استقبال متعین بدو وجہ:

اول...... یہ کہ بیضاوی میں لکھا ہے: "کتب اللہ فی اللوح لاغلبن انا ورسلی بالحجۃ" ظاہر ہے کہ لوح محفوظ میں جب لکھا ہے۔ اس وقت اور اس سے پہلے غلبہ متصور نہیں ہے۔ کیونکہ غلبہ کے لئے غالب ومغلوب ضروری ہے۔ اس وقت نہ رسل تھے نہ ان کی امت تھی۔ یہ سب بعد ان کے ہوئے ہیں۔

دوم...... تراجم ثلاثہ استقبال پر دلالت کرتے ہیں۔ لفظ شاہ ولی اللہ کا یہ ہے: "حکم کرد خدا البتہ غالب شوم من وغالب شوند پیغمبران من۔"

لفظ شاہ رفیع الدین کا یہ ہے: "لکھ رکھا ہے خدا نے البتہ غالب آؤں گا میں اور پیغمبر میرے۔"

لفظ شاہ عبدالقادر کا یہ ہے: "اللہ لکھ چکا کہ میں زبر ہوں گا اور میرے رسول۔"

قول...... (قادیانی) تیسری آیت یہ ہے: "من عمل صالحاً من ذکر او انثی وھو مؤمن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ ولنجزینھم اجرھم باحسن ماکانوا یعملون (نحل:۹۷)"

اقول...... (محمد بشیر) اس آیت میں بھی استقبال مراد ہے۔ بچند وجوہ:

اول...... یہ کہ یہ وعدہ ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں مرقوم ہے: "ھذا وعد من اللہ تعالیٰ فمن عمل صالحاً وھو العمل المتابع لکتاب اللہ وسنۃ نبیہ ﷺ من ذکر او انثی من بنی آدم وقلبہ مؤمن باللہ ورسولہ وان ھذا العمل المامور بہ مشروع من عند اللہ بان یحی اللہ حیوۃ طیبۃ فی الدنیا وان یجزیہ باحسن ماعملہ فی الدار الآخرۃ (تفسیر ابن کثیر ج۴ ص۵۱۶)"

اور جس کا وعدہ ہوتا ہے وہ چیز وعدہ کے بعد پائی جاتی ہے۔

دوم...... تراجم ثلاثہ سے استقبال معلوم ہوتا ہے۔ لفظ شاہ ولی اللہ کا یہ ہے: "ہر کہ عمل نیک کرد مرد باشد یا زن واو مسلمان است ہر آئینہ زندہ کنیمش بزندگانی پاک۔"

لفظ شاہ رفیع الدین کا یہ ہے: "جو کوئی کرے اچھا مردوں سے یا عورتوں سے اور وہ ہو ایمان والا۔ پس البتہ زندہ کریں گے ہم اس کو زندگی پاکیزہ۔"

عبارت شاہ عبدالقادرؒ کی یہ ہے: ''جس نے کیا نیک کام، مرد ہو یا عورت ہو اور وہ یقین پر ہے تو اس کو ہم جلادیں گے ایک اچھی زندگی۔''

قولہ...... (قادیانی) چوتھی آیت یہ ہے: ''ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز (حج:۴۰)''

اقول...... (محمد بشیر) یہاں استقبال مراد ہے۔ بچند وجوہ:

اوّل...... یہ کہ یہ وعدہ مہاجرین وانصار سے ہے۔ ''قال البیضاوی وقد انجز وعدہ بان سلط المہاجرین والانصار علی صنادید العرب واکاسرۃ العجم وقیاصرتہم واورثہم ارضہم ودیارہم'' اور جس کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ چیز بعد زمانہ وعدہ کے پائی جاتی ہے۔

دوم...... یہ کہ تراجم ثلاثہ میں استقبال مصرح ہے۔ عبارت شاہ ولی اللہؒ کی یہ ہے: ''والبتہ نصرت خواہد داد خدا کسے را کہ قصد نصرت دین وے کند۔''

لفظ شاہ رفیع الدینؒ کا یہ ہے: ''اور البتہ مدد دیوے گا اللہ اس کی کہ مدد دیتا ہے اس کو۔''

لفظ شاہ عبدالقادرؒ کا یہ ہے: ''اور اللہ مقرر مدد دے گا اس کی جو مدد کرے گا اس کی۔''

قولہ...... (قادیانی) پانچویں آیت یہ ہے: ''والذین آمنوا وعملوا الصالحات لندخلنہم فی الصالحین (عنکبوت:۹)''

اقول...... (محمد بشیر) یہاں بھی مستقبل مراد ہے۔ بدو وجہ:

اوّل...... یہ کہ یہ وعدہ ہے اور جس چیز کا وعدہ دیا جاتا ہے وہ وقت وعدہ کی متحقق نہیں ہوتی ہے۔ بعد کو پائی جاتی ہے۔

دوم...... تراجم ثلاثہ اس پر دال ہیں۔ عبارت شاہ ولی اللہؒ کی یہ ہے: ''وآنانکہ ایمان آوردند کارہائے شائستہ کردند البتہ درآریم ایشاں را در زمرہ شائستگان۔''

لفظ شاہ رفیع الدینؒ کا یہ ہے: ''اور وہ لوگ کہ ایمان لائے اور کام کئے اچھے البتہ داخل کریں گے ہم ان کو بیچ صالحوں کے۔''

لفظ شاہ عبدالقادرؒ کا یہ ہے: ''اور جو لوگ ایمان لائے اور بھلے کام کئے ہم ان کو داخل کریں گے نیک لوگوں میں۔''

آپ کا محذور جب لازم آوے کہ یہ بیان ہو عادت کا، بلکہ یہ تو وعدہ ہے۔

قولہ...... (قادیانی) اب میں آپ کے اس قاعدہ کو توڑ چکا کہ نون ثقیلہ کے داخل ہونے سے خواہ مخواہ اور ہر ایک جگہ خاص طور پر استقبال کے معنی ہی ہوا کرتے ہیں۔

اقول...... (محمد بشیر) بالا معلوم ہوا کہ آپ نے جتنی آیتیں ذکر کی ہیں۔ سب میں مراد معنی مستقبل ہے۔ نہ حال اور نہ استمرار۔

قولہ...... (قادیانی) اور آپ کو معلوم ہے کہ تمام مفسرین قدیم وجدید جن میں عرب کے رہنے والے بھی داخل ہیں۔ لیؤمنن کے لفظ کے حال کے معنی بھی کرتے ہیں۔

اقول...... (محمد بشیر) ان لوگوں کے کلام میں کہیں تصریح حال کی نہیں ہے۔ محتمل ہے کہ ان کی مراد استقبال ہو۔ جیسا کہ آپ خود اوپر لکھ چکے ہیں۔ کیا استقبال کے طور پر دوسرے معنی بھی نہیں ہوسکتے کہ کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں جو اپنی موت سے پہلے مسیح پر ایمان نہیں لائے۔ دیکھو یہ بھی تو خالص استقبال ہی ہے۔ اگر کوئی شبہ کرے کہ پھر اس دوسرے معنی کا رد قاعدہ مقررہ نحاۃ کے موافق کیسے ہوگا۔ تو جواب یہ ہے کہ بے شک اس صورت میں قاعدہ مقررہ کی بناء پر البتہ رد نہ ہوسکے گا۔ بلکہ اس کا رد منوط ہوا۔ امر آخر پر جس کا ذکر اوپر ہو چکا۔ یعنی یہ کہ اس صورت میں کلام الٰہی اعلیٰ درجہ بلاغت سے نازل ہوا جاتا ہے۔ ”فلیتأمل فانہ احری بالتأمل“

قولہ...... (قادیانی) اور آپ نے تفسیر ابن کثیر کے حوالہ سے جو لکھا ہے کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام ہوگا اور کوئی اہل کتاب میں سے نہیں ہوگا جو اس کے نزول کے بعد اس پر ایمان نہیں لائے گا۔ یہ بیان آپ کے لئے کچھ مفید نہیں۔ (الیٰ قولہ) اور پھر اس قول کو ما نحن فیہ سے تعلق کیا ہے۔

اقول...... (محمد بشیر) اس مقام پر آپ نے میرے کلام کو غور سے ملاحظہ نہیں فرمایا۔ میرا مطلب وہ نہیں جو آپ سمجھے ہیں۔ میرا مطلب تو عبارت ابن کثیر کی نقل سے صرف اس قدر ہے کہ یہ معنی جو میں نے اختیار کئے ہیں۔ اس طرف ایک جماعت سلف میں سے گئی ہے اور یہ امر میری تحریر میں مصرح ہے۔ چنداں غور کا بھی محتاج نہیں ہے۔

قولہ...... (قادیانی) واضح رہے کہ آپ اس عاجز کے اعتراضات کو جو ازالہ اوہام میں آیت موصوفہ بالا کے ان معنوں پر وارد ہوتے ہیں جو آپ کرتے ہیں۔ اٹھا نہیں سکے۔ بلکہ رکیک عذرات سے میرے اعتراضات کو اور بھی ثابت کر دیا۔

اقول...... (محمد بشیر) میرے ادلہ کا قوی ہونا ابھی ثابت ہو چکا۔ پس یہ آپ کا فرمانا بجائے خود نہیں ہے۔

قولہ...... (قادیانی) آپ کے نون ثقیلہ کا حال تو معلوم ہو چکا۔
اقول...... (محمد بشیر) آپ نے نون ثقیلہ کے بارہ میں جو کچھ تحریر فرمایا وہ سب ''هبلء منبثا'' ہو گیا۔
قولہ...... (قادیانی) اور ''لیؤ منن'' کے لفظ کی تعمیم بدستور قائم رہی۔
اقول...... (محمد بشیر) جب یہ امر ثابت ہو گیا کہ نون مضارع کو خالص استقبال کے لئے کر دیتا ہے تو اب تعمیم کہاں قائم رہی۔
قولہ...... (قادیانی) اب فرض کے طور پر اگر آیت کے یہ معنی لئے جاویں کہ حضرت عیسیٰ کے نزول کے وقت جس قدر اہل کتاب ہوں گے۔ سب مسلمان ہو جائیں گے۔ جیسا کہ ابو مالکؒ سے آپ نے روایت کیا ہے تو مجھے مہربانی فرما کر سمجھا دیں کہ یہ معنی کیونکر درست ٹھہر سکتے ہیں۔
اقول...... (محمد بشیر) آپ نے اس معنی کی تقریر میں جو میرے نزدیک متعین ہیں۔ تھوڑی سی خطا کی ہے۔ آیت کا مطلب یہ نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت جس قدر اہل کتاب ہوں گے سب مسلمان ہو جائیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد اور ان کی موت سے پہلے ایک زمانہ ایسا ضرور ہوگا کہ اس وقت کے اہل کتاب سب مسلمان ہو جائیں گے اور ابو مالکؒ کے کلام کا بھی یہی مطلب ہے۔ ذرا غور سے ملاحظہ فرمائیے۔
قولہ...... (قادیانی) آپ تسلیم کر چکے ہیں۔ (الی قولہ) پھر اس لفظ کے لانے سے فائدہ کیا ہے۔
اقول...... (محمد بشیر) حضرت من! اس مقام پر بھی آپ نے میرے مطلب پر مطلق غور نہیں کیا۔ اس لئے میں پھر اس تقریر کا اعادہ کرتا ہوں۔ امید ہے کہ اگر آپ توجہ فرمائیں گے تو سمجھ میں آجائے گا اور تسلیم بھی کر لیجئے گا۔

حاصل میری کلام کا یہ ہے کہ آپ کے اعتراض کا جواب بدو طور ہے:
اوّل...... یہ کہ آیت سے یہ نہیں ثابت ہوتا ہے کہ مسیح کے نزول کے فوراً بعد سب اہل کتاب ایمان لے آویں گے۔ بلکہ یہ کہ بعد نزول مسیح اور قبل موت مسیح ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس زمانہ میں سب اہل کتاب ایمان لے آویں گے۔ پس احادیث صحیحہ اس کے منافی نہ ہوئیں۔ کیونکہ جو کفار مسیح کے دم سے مرنے والے ہوں گے وہ پہلے مریں گے۔ باقی ماندہ سب ایمان لے آویں گے۔
دوم...... یہ کہ مراد ایمان سے یقین ہونا ایمان شرعی۔ اس تقدیر پر بھی احادیث صحیحہ آیت کے اس معنی کے معارض نہیں ٹھہرتی ہیں۔ الحاصل مقصود دفع تعارض ہے جو آپ نے آیت کے معنی اور

احادیث صحیحہ میں بیان فرمایا ہے۔آپ معلوم نہیں کہ کہاں سے کہاں چلے گئے۔غور کر کے جواب لکھا کیجئے۔اب انصاف سے غور فرمایئے کہ آپ کا یہ فرمانا کہ ان کا لفظ تو ایسا کامل حصر کے لئے استعمال کیا جاتا ہے کہ اگر ایک فرد بھی باہر رہ جائے تو یہ لفظ بے کار اور غیر مؤثر ٹھہرتا ہے۔کیسا بے محل ہے۔کیونکہ جس زمانہ کے لئے یہ حصر کیا گیا ہے۔اس کی نسبت پورا حصر ہے اور ایسا ہی یہ فرمانا کہ اوّل تو آپ نے ان کے لفظ سے زمانہ قبل از نزول کو باہر کیا۔پھر اب زمانہ بعد از نزول میں بھی اس کا پورا پورا اثر ہونے سے انکار کیا تو پھر اس لفظ کے لانے سے فائدہ ہی کیا تھا۔محض بے موقع ہے۔کیونکہ خاکسار نے از خود زمانہ قبل از نزول کو باہر نہیں رکھا اور نہ زمانہ بعد از نزول میں پورا پورا اثر ہونے سے انکار کیا۔بلکہ یہ تو مقتضی نون ثقیلہ ولفظ قبل موتہ کا ہے جو کلام الٰہی میں واقع ہوا ہے اور ایسا ہی آپ کا یہ فرمانا کہ اب اگر ان کفار کو جو کفر پر مر گئے مؤمن ٹھہراتے ہیں یا اس جگہ ایمان سے مراد یقین رکھتے ہیں تو اس دعویٰ پر آپ کے پاس کیا دلیل ہے۔محض بے ربط ہے۔کیونکہ خاکسار اس مقام پر نہ مدعی ان کے ایمان کا ہے اور نہ مدعی اس امر کا ہے کہ مراد ایمان سے یقین ہے۔مقصود اس مقام پر صرف رفع تناقض ہے جو آپ نے درمیان آیت واحادیث کے سمجھا ہے۔اس امر کے فیصلہ کے لئے خاکسار آپ کے دو معتقد خاص حکیم نورالدین اور مولوی سید محمد احسن امروہی کو حکم تسلیم کرتا ہے کہ آپ میری اس کلام کا مطلب بالکل نہیں سمجھے۔

قول..... (قادیانی) یا حضرت آپ ان آیتوں پر متوجہ ہوں۔(الیٰ قولہ) اب دیکھئے کہ قرآن مجید میں اللہ جل شانہ کا صاف وعدہ ہے کہ قیامت کے دن تک دونوں فرقے متبعین اور کفار باقی رہیں گے۔

اقول..... (محمد بشیر) اس میں کلام ہے۔بدو وجہ:

اوّل..... یہ کہ آیت ’’وان من اهل الکتاب (نساء:۱۵۹)‘‘ میں صاف وعدہ ہے کہ قبل موت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سب اہل کتاب مؤمن ہو جائیں گے۔پس یہ آیت مخصص ہے۔آیت ’’وجاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامة (آل عمران:۵۵)‘‘ کی۔

دوم..... احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ قبل قیامت سب شریر رہ جائیں گے۔جن پر قیامت قائم ہوگی۔پس معلوم ہوا کہ آیت عام مخصوص البعض ہے۔

قول..... (قادیانی) پھر اللہ جل شانہ فرماتا ہے ’’فاغرینا بینهم العداوة والبغضاء

الی یوم القیامۃ (مائدہ:۱۴)''اب ظاہر ہے کہ اگر قیامت کے پہلے ہی ایک فرقہ ان دونوں میں سے نابود ہو جاوے تو پھر عداوت کیونکر باقی رہے گی۔

اقول...... (محمد بشیر) یہ ایت بھی عام مخصوص البعض ہے۔ مخصص اس کی آیت ''وان من اھل الکتاب'' ہے۔

قولہ...... (قادیانی) دوسری آیت آپ نے پیش کی ہے:''یکلم الناس فی المھد وکھلاً (آل عمران:۴٦)''

اقول...... (محمد بشیر) کہل کے معنی میں فی الواقع اہل لغت نے اختلاف کیا ہے۔ اسی واسطے اس آیت کو''قطعیۃ الدلالۃ لذاتھا'' نہیں کہا گیا۔ بلکہ''قطعیۃ الدلالۃ لغیرھا'' کہا گیا۔ یعنی بانضمام آیت''وان من أھل الکتاب'' جو قطعیۃ الدلالت ہے۔ یہ بھی قطعی ہو جاتی ہے اور آپ نے جو شبہ''وان من اھل الکتاب'' کے قطعیۃ الدلالت ہونے میں کیا ہے وہ بالکل مرتفع ہو گیا۔

قولہ...... (قادیانی) صحیح بخاری میں دیکھئے جو بعد کتاب اللہ اصح الکتب ہے۔ اس میں کہل کے معنی جوان مضبوط کے لکھے ہیں۔

اقول...... (محمد بشیر) عبارت بخاری کی یہ ہے:''وقال مجاھد الکھل الحلیم'' آپ پر واجب ہے کہ یہ امر ثابت کیجئے کہ اس سے جوان مضبوط کس طرح سمجھا جاتا ہے۔

قولہ...... (قادیانی) حضرت اس''رافعك الیّ'' میں جو''رفع'' کا وعدہ دیا گیا ہے۔ یہ وہی وعدہ تھا جو آیت''بل رفعه الله'' میں پورا کیا گیا۔

اقول...... (محمد بشیر) مسلم ہے کہ آیت''انی متوفیك ورافعك'' میں جو وعدہ تھا وہ آیت ''بل رفعه الله'' میں پورا کیا گیا۔ لیکن''انی متوفیك'' میں موت مراد ہونا غیر مسلم ہے۔ جیسا کہ اس کی تقریر تحریر اوّل میں لکھ چکا ہوں۔ اور آپ نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا۔

قولہ...... (قادیانی) نزول مسیح موعود سے کس کو انکار ہے۔

اقول...... (محمد بشیر) آپ کو نزول عیسیٰ بن مریم سے انکار ہے اور حالانکہ تحریر اوّل میں لکھا گیا ہے کہ حدیث میں لفظ ابن مریم جس کے معنی حقیقی عین ابن مریم ہے موجود ہے اور صارف یہاں کوئی پایا نہیں جاتا ہے۔ آپ نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔

قولہ...... (قادیانی) اور فہم ابوہریرہؓ حجت کے لائق نہیں۔

اقول...... (محمد بشیر) فہم ابوہریرہؓ کو میں حجت نہیں کہتا۔ استدلال تو لفظ ابن مریم سے ہے جو حدیث میں واقع ہے۔

قولہ...... (قادیانی) یہ حدیث مرسل ہے۔ پھر کیونکر قطعیۃ الدلالت ہوگی۔

اقول...... (محمد بشیر) اس حدیث کو قطعیۃ الدلالت نہیں کہا گیا۔ صرف تائید کے لئے لائی گئی ہے۔

قولہ...... (قادیانی) یہ بخاری کی حدیث مرفوع متصل سے جو حضرت مسیح کی وفات پر دلالت کرتی ہے اور نیز قرآن کی تعلیم سے مخالف ہے۔

اقول...... (محمد بشیر) آپ وہ حدیث صحیح مرفوع متصل بیان فرمائیے۔ تاکہ اس میں نظر کی جاوے اور مخالفت تعلیم قرآن غیر مسلم ہے۔ "ومن یدعی فعلیه البیان"

محمد بشیر عفی عنہ

۲۵/اکتوبر ۱۸۹۱ء

محمد بشیر بھوپالی کا تیسرا پرچہ

بسم الله الرحمن الرحیم. حامداً مصلیاً مسلماً. ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذهدیتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب!

قولہ...... (قادیانی) میں کہتا ہوں کہ اس بات کو ادنیٰ استعداد کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ بار ثبوت کسی امر متنازع فیہ کی نسبت اس فریق پر ہوا کرتا ہے کہ جو ایک امر کا کسی طور پر ایک مقام میں اقرار کر کے پھر کسی دوسری صورت اور دوسرے مقام میں اسی امر قبول کردہ کا انکار کر دیتا ہے۔

اقول...... (محمد بشیر) یہاں کلام ہے۔ بچند وجوہ:

اوّل...... یہ کہ آپ قبل ادعاء مسیحیت براہین احمدیہ میں اقرار حیات مسیح کا کر چکے ہیں اور اب آپ حیات کا انکار کرتے ہیں تو موافق اپنی تعریف کے آپ مدعی ٹھہرے۔

دوم...... خاکسار آپ سے سوال کرتا ہے۔ ایماناً اس کا جواب دیجئے۔ وہ یہ ہے کہ آپ کا یہ خیال کہ مسیح علیہ السلام وفات پا چکے۔ بعد آپ کے اس الہام کے پیدا ہوا ہے کہ مسیح فوت ہوگیا یا قبل اس کے اگر بعد پیدا ہوا ہے تو گویا یہ کہنا ہوا کہ الہام سے پہلے میرا اس خیال سے کچھ واسطہ نہ تھا اور یہ میرا دعویٰ نیا ہے۔ جو وقت الہام کے پیدا ہوا۔ اس وجہ سے آپ مدعی ہوئے اور ثبوت آپ کے ذمہ ہوا کہ آپ بعد اس اقرار کے کہ الہام سے پہلے مجھ کو اس خیال سے کچھ واسطہ نہ تھا۔ پھر مخالف اپنے اس پہلے بیان کے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وقت الہام سے مجھ کو یہ خیال ہے کہ

مسیح فوت ہوگیا۔ پس اس وجہ سے آپ سے ثبوت مانگا جاتا ہے کہ آپ اپنے پہلے بیان کے مخالف دوسرا بیان کرتے ہیں اور اس دعوئی میں ایک جدت ہے۔ جس کے آپ خود قائل ہیں اور اگر قبل سے یہ خیال تھا تو اس خیال کا یقین قانون قدرت یعنی سنت اللہ و آیات قرآن سے آپ کو حاصل ہوگیا تھا یا نہیں؟

برتقدیر اوّل آپ نے قبل الہام مذکور براہین وغیرہ میں اس کو کیوں نہیں ظاہر فرمایا اور اپنے پرانے باطل خیال پر باوجود یقین بطلان کے کیوں اڑے رہے؟

اور تقدیر ثانی بعد الہام کے اس خیال کا یقین آپ کو حاصل ہوا یا نہیں؟ اگر نہیں ہوا تو صرف ایک ظنی یا شکی یا وہمی بات پر اصرار خلاف دیانت ہے اور اگر بعد الہام کے یقین اس خیالی وفات کا آپ کو حاصل ہوا تو ظاہر ہے کہ مفید یقین اس وقت آپ کا الہام ہوا نہ سنت اللہ و آیات قرآن کریم اور آپ کا ملہم ہونا ابھی تک پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچا۔ اس تقدیر پر آپ پر واجب ہے کہ پہلے اپنا ملہم ہونا ثابت کیجئے۔ پھر ہر الہام کا حجت ہونا، ملہم وغیر ملہم پر ثابت کیجئے۔ بعد اثبات ان دونوں امر کے دعوئی وفات مسیح اور اپنے مسیح موعود ہونے کا پیش کیجئے۔ بغیر اس کے آپ کا دعوئی وفات مسیح و مسیح موعود ہونے کا عندالعقلاء ہرگز لائق سماعت نہیں ہے۔

سوم..... اس مقام پر نصوص قرآنیہ قطعی طور پر وفات مسیح پر دلالت کرتی ہیں یا نہیں؟ برتقدیر ثانی آپ کا ان کو صریحہ بینہ قطعیہ کہنا باطل ہے اور برتقدیر اوّل لازم آتا ہے کہ آپ کے نزدیک وہ سب صحابہ و تابعین و تبع تابعین اور تمام مسلمین الی یومنا حیات مسیح کے قائل ہیں۔ ''اعاذنا اللہ منہ'' کافر ہوں اور آپ خود بھی جس زمانہ میں اعتقاد حیات مسیح کا رکھتے تھے کافر ہوں۔ کیونکہ منکر نصوص صریحہ بینہ قطعیہ کا کافر ہوتا ہے۔

چہارم..... آپ نے جو تعریف مدعی کی بیان کی ہے۔ یہ محض اپنی رائے سے بیان کی ہے یا کوئی دلیل کتاب اللہ و سنت رسول اللہ اس کے لئے ہے۔ یہ نہ سہی کوئی قول کسی صحابی یا تابعی یا کسی مجتہد یا محدث یا کسی فقیہ کا اس کے ثبوت کے لئے پیش کیجئے۔

پنجم..... یہ تعریف مدعی کی، مخالف ہے اس کے جس کو علماء مناظرہ نے لکھا ہے۔ رشیدیہ میں ہے:''والمدعی من نصب نفسہ لاثبات الحکم ای تصدی لان یثبت الحکم الجزی الذی تکلم بہ من حیث انہ اثبات بالدلیل او التنبیہ''

مولانا عصام الملۃ والدین نے شرح رسالہ عضدیہ میں لکھا ہے:''المدعی من یفید مطابقۃ النسبۃ الواقع''

اور یہ دونوں تعریفیں آپ پر صادق آتی ہیں اور آپ کی تعریف مخالف ہے۔ ان دونوں تعریفوں کے۔

قولہ ..... (قادیانی) معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ مولوی صاحب نے یہ دعویٰ تو کر دیا کہ ہم حیات جسمانی مسیح ابن مریم آیات قطعیۃ الدلالت سے پیش کریں گے۔ لیکن بحث کے وقت اس دعویٰ سے ناامیدی پیدا ہوگئی۔ اس لئے اب اس طرف رخ کرنا چاہتے کہ دراصل مسیح ابن مریم کی حیات جسمانی ثابت کرنا ہمارے ذمہ نہیں۔

اقول ..... (محمد بشیر) یہ آپ کا سوء ظن ہے اور ہر مسلم مامور ہے۔ اپنے بھائی کے ساتھ حسن ظن کرنے کے لئے چہ جائیکہ آپ سا شخص مدعی الہام و مجددیت و مسیحیت۔ آپ کو بالاولی حسن ظن چاہئے۔ میں نے صرف ایک امر نفس الامری کا اظہار کر دیا۔ ورنہ میں تو بار ثبوت حیات اپنے ذمہ لے چکا ہوں اور اس کا ثبوت ایک قاعدہ نحویہ اجماعیہ کی بناء پر آپ کے روبرو پیش کیا گیا۔ مگر افسوس کہ آپ نے اس قاعدہ اجماعیہ کے انکار میں کچھ حیا کو کام نہ فرمایا۔

اب میں اس قاعدہ سے قطع نظر کر کے عرض کرتا ہوں۔ بفضلہ تعالیٰ میرا دعویٰ حیات مسیح آپ کے اقرار سے قطعی طور پر ثابت ہے۔ بیان اس کا یہ ہے کہ آپ نے توضیح المرام و ازالہ اوہام میں اس امر کا اقرار کیا ہے کہ ضمیر موتہ کی طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے راجع ہے۔ اب آپ چاہے قاعدہ نحویہ اجماعیہ کو مانئے یا نہ مانئے۔ ہر طرح میرا مدعا ثابت ہے۔ کیونکہ یا تو آپ لیؤمن کو بمعنی استقبال لیجئے گا یا بمعنی حال یا بمعنی استمرار یا بمعنی ماضی۔

شق اوّل میں تو میرے مطلوب کا حاصل ہونا محتاج بیان نہیں ہے۔

شق ثانی، اوّل تو بدیہی البطلان ہے۔ سوا اس کے مطلوب اس سے بھی حاصل ہے۔ کیونکہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ نزول آیت میں سب اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر قبل ان کی موت کے ایمان لاتے تھے۔ پس معلوم ہوا کہ زمان نزول آیت تک زندہ تھے اور رفع یقیناً اس سے پہلے ہوا تو معلوم ہوا کہ زندہ اٹھائے گئے۔ وھو المطلوب!

شق ثالث، اوّل تو بدیہی البطلان ہے۔ سوا اس کے اس شق پر شق اوّل سے بھی زیادہ حصول مدعیٰ ظاہر ہے۔ کیونکہ اس تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ سب اہل کتاب زمانہ گذشتہ و حال و استقبال میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ان کے مرنے سے پہلے ایمان لاتے ہیں۔ پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ زمانہ ماضی و حال میں زندہ تھے اور استقبال میں بھی ایک زمانہ تک زندہ رہیں گے۔ رفع کے وقت زندہ تھے۔

شق رابع باطل ہے۔ اس لئے کہ ایسا مضارع کہ اس کے اوّل میں لام تاکید اور آخر میں نون تاکید ہو۔ بمعنی ماضی کہیں نہیں آیا۔ آپ قواعد نحو کو مانتے ہی نہیں۔ ایسے مضارع کا بمعنی ماضی آنا قرآن یا صحیح حدیث سے ثابت کیجئے۔ ودونہ خرط القتاد!

افسوس کہ آپ کو جب الزام موافق قواعد نحو یہ اجماعیہ کے دیا جاتا ہے تو اس کو آپ تسلیم نہیں کرتے اور اگر آپ کے مسلمات سے آپ کو الزام دیا جاتا ہے تو بھی آپ قبول نہیں کرتے۔ یہ امر اوّل دلیل ہے۔ اس بات پر کہ آپ کو احقاق حق اور اظہار صواب ملحوظ نظر نہیں ہے۔

قولہ..... (قادیانی) پھر اس کے بعد آپ نے نصوص صریحہ بینہ قرآن وحدیث سے ناامید ہو کر دوبارہ آیت ”لیؤمنن“ کے نون ثقیلہ پر زور دیا ہے۔

اقول..... (محمد بشیر) ”ان من اھل الکتاب“ صریح ومبین ہے اور نون ثقیلہ کا بمعنی استقبال کر دینا اس کے قطعیہ میں مخل نہیں ہے۔

قولہ..... (قادیانی) اور جمہور مفسرین صحابہ اور تابعین سے تفرد اختیار کر کے محض اپنے خیال خام کی وجہ سے اس بات پر زور دیا ہے کہ آیت بوجہ نون ثقیلہ کے خالص استقبال کے لئے ہوگئی ہے۔

اقول..... (محمد بشیر) یہ قول غلط محض ہے۔ جمہور مفسرین صحابہ اور تابعین نے اس آیت کا ہرگز بمعنی حال یا استمرار نہیں لیا ہے۔ اگر سچے ہو تو ثابت کرو۔ رہی یہ بات کہ بعض مفسرین نے ضمیر کتابی کی طرف راجع کی ہے۔ اس سے معنی حال یا استمرار لینا کسی طرح لازم نہیں آتا۔ سوائے آپ کے کوئی اہل علم ایسی بات منہ سے نہیں نکال سکتا۔ علاوہ ازیں اس تقدیر پر بھی استقبال ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ آپ پہلی تحریر میں اقرار کر چکے ہیں۔

قولہ..... (قادیانی) ان معنوں پر زور دینے کے وقت آپ نے اس شرط کا کچھ خیال نہیں رکھا۔ جو پہلے ہم دونوں کے درمیان قرار پا چکی تھی کہ ”قال اللہ وقال الرسول“ سے باہر نہیں جائیں گے۔

اقول..... (محمد بشیر) ایک قاعدہ نحو یہ اجماعیہ کو ”قال اللہ“ میں جاری کرنا ”قال اللہ“ سے کسی کے نزدیک خارج ہونا نہیں۔ یہ صرف آپ کا اجتہاد ہے۔ جس کا ثبوت آپ نہیں دے سکتے۔ بلکہ یہ خروج بقول آپ کے آپ پر لازم آگیا۔ کیونکہ آپ خود (ازالہ اوہام ص۶۰۲، خزائن ج۳ ص۴۲۵) میں اس کے مرتکب ہوئے ہیں۔ عبارت آپ کی یہ ہے۔

وہ نہیں سوچتے کہ آیت ”فلما توفیتنی“ سے پہلے یہ آیت ہے: ”واذ قال اللہ

یا عیسیٰ ابن مریم أنت قلت للناس (مائدہ:۱۱۶)'' ظاہر ہے کہ قال کا صیغہ ماضی کا ہے اور اس کے اوّل اذ موجود ہے جو خاص واسطے ماضی کے آتا ہے۔

''اتأمرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتاب افلا تعقلون (بقرہ:۴۴)''

قولہ..... (قادیانی) اور نہ ان بزرگوں کی عزت ومرتبت کا کچھ پاس کیا جو اہل زبان اور صرف اور نحو کو آپ سے بہتر جاننے والے تھے۔

اقول..... (محمد بشیر) آپ ایسی باتیں کرنے سے لوگوں کو مغالطہ دینا چاہتے ہیں۔ بھلا صاحب اس قاعدہ کے جاری کرنے سے ان بزرگوں کی عزت ومرتبت میں معاذ اللہ کس طرح نقصان آسکتا ہے۔ ان کے کلام میں تصریح حال یا استمرار کی کہاں ہے؟ یہ تو صرف آپ کا اجتہاد ہے۔ آپ اپنے ساتھ ان بزرگوں کو ناحق شریک کرتے ہیں۔

قولہ..... (قادیانی) ہمارے اوپر اللہ ورسول نے یہ فرض نہیں کیا کہ ہم انسانوں کے خود تراشیدہ قواعد صرف ونحو کو اپنے لئے ایسا رہبر قرار دیں کہ باوجودیکہ ہم پر کافی وکامل طور پر کسی آیت کے معنی کھل جائیں اور اس پر اکابر مؤمنین اہل زبان کی شہادت بھی مل جائے تو پھر بھی ہم اس قاعدہ صرف ونحو کو ترک نہ کریں۔

اقول..... (محمد بشیر) یہ بھی آپ کی سراسر مغالطہ دہی پر مبنی ہے۔ کافی وکامل طور پر آیت کے معنی کا کھل جانا اور اس پر اکابر مؤمنین اہل زبان کی شہادت کا ملنا غیر مسلم ہے۔'' وجهه مر انفاً فتذکر '' علاوہ اس کے آپ نے جو باوجود نہ کھلنے معنی آیت کے اور عدم شہادت اکابر مؤمنین اہل زبان کے ایک قاعدہ نحویہ اجماعیہ کا محض اپنی بات بنانے کی غرض سے انکار کیا ہے۔ اس سے یہ احتمال قوی پیدا ہوتا ہے کہ جب آپ کو الزام علوم لغت ونحو ومعانی اصول فقہ واصول حدیث سے جو کہ خادم کتاب وسنت ہیں، دیا جاوے گا تو آپ فوراً اس قاعدہ کا انکار کر جائیں گے اور یہ بات آپ کے علم ودیانت کے خلاف ہے۔ کیونکہ اہل علم کو ان علوم سے چارہ نہیں ہے اور ہم کو الفاظ قرآن وحدیث کے موافق لغت ومحاورہ عرب کے سمجھنا ضروری امر ہے۔ ورنہ کسی مسئلہ پر استدلال نہیں ہوسکتا ہے اور یہ امر ''فی زماننا'' غیر ممکن ہے کہ خود عرب جا کر ہر لغت ومحاورہ اور جمیع قواعد صرف ونحو ومعانی وغیرہ کی تحقیق کی جاوے۔ پس اگر آپ کو کسی اہل اسلام سے مباحثہ کرنا منظور ہے تو پہلے ان دو کاموں سے ایک کام کیجئے اور اگر ایک بھی آپ قبول نہ کریں گے تو یہ امر آپ کی گریز پر محمول ہوگا۔

یا تو لغت صرف ونحو ومعانی واصول فقہ واصول حدیث کی اجماعی باتوں کو تسلیم کرنے کا اقرار کیجئے۔ یا بالفعل مناظرہ سب اہل اسلام سے موقوف کر کے ایک الگ کتاب علوم مذکورہ میں تصنیف فرمایئے اور جو کچھ ان علوم میں آپ کو ترمیم کرنا ہو وہ کر لیجئے۔ اس کے بعد مباحثہ کیجئے تا کہ آپ کی مسلمات سے آپ کو الزام دیا جاوے۔ ورنہ موافق اس طریق کے جو آپ نے اختیار کیا ہے کوئی عاقل کسی عاقل کو الزام نہیں دے سکتا۔

قول..... (قادیانی) آپ جانتے ہیں کہ قرآن کریم میں "ان ھذان لساحران" آیت موجود ہے۔

اقول..... (محمد بشیر) اس کا جواب عامہ تفاسیر میں موجود ہے۔ عبارت بیضاوی کی اس مقام پر نقل کی جاتی ہے: "وھذان اسم ان علی لغة بلحارث ابن کعب فانھم جعلوا الالف للتثنية واعربوا المثنی تقدیراً وقیل اسمھا ضمیر الشان المحذوف وھذان لساحران خبرھا وقیل ان بمعنی نعم وما بعدھا مبتداء وخبر فیھما ان اللام لا یدخل خبر المبتداہ وقیل اصله انه ھذان لھما ساحران فحذف الضمیر وفیه ان المؤکد باللام لا یلیق به الحذف"

قول..... (قادیانی) جس میں بجائے ان ہذان کے ان ہذین لکھا ہو۔

اقول..... (محمد بشیر) یہ خطائے فاحش ہے۔ صواب یہ ہے کہ جس میں بجائے ان ہذین کے ان ہذان لکھا ہو۔

قول..... (قادیانی) آپ کو یاد ہوگا کہ میرا یہ مذہب نہیں ہے کہ قواعد موجودہ صرف ونحو غلطی سے پاک ہیں۔ یا بہمہ وجوہ متمم ومکمل ہیں۔

اقول..... (محمد بشیر) یہ بات اگر قواعد اختلافیہ کی نسبت کہی جائے تو مسلم ہے۔ لیکن قواعد اجماعیہ کی نسبت ایسا کہنا گویا دروازہ الحاد کا کھولنا اور سب احکام شرعیہ کا باطل کرنا ہے۔ کیونکہ قواعد جب غلط ٹھہرے خود عرب میں جا کر فی زمانا تحقیق لغت قواعد صرف ونحو غیر ممکن۔ پس پابندی قواعد کی باقی نہ رہے گی۔ ہر شخص اپنی ہوا کے موافق قرآن وحدیث کے معنی کرے گا۔ آپ کو چاہئے کہ قواعد اجماعیہ کے تسلیم کا جلد اشتہار دے دیجئے یا کوئی کتاب لغت وقواعد صرف ونحو موافق قرآن وحدیث کے اپنے اجتہاد سے بنا کر جلد شائع کیجئے۔ تا کہ انہی قواعد کے بنا پر آپ سے بحث کی جاوے۔

قولہ ..... (قادیانی) قرآن کریم ان کی غلطی ظاہر کرتا ہے اور اکابر صحابہ اس پر شہادت دے رہے ہیں۔

اقول..... (محمد بشیر) ’’سبحانك هذا بهتان عظيم (النور:۱۶)‘‘

قولہ..... (قادیانی) اوراس خیال خام کی نحوست سے آپ کوتمام اکابر کی نسبت بدظنی کرنی پڑی۔

اقول..... (محمد بشیر) آپ ان اکابر کا مطلب نہیں سمجھے۔ فافہم!

قولہ..... (قادیانی) ابھی میں انشاء اللہ تعالیٰ! یہ آپ پر ثابت کردوں گا کہ آیت ’’لیؤمنن بہ‘‘ آپ کے معنوں پر اس صورت میں قطعیۃ الدلالۃ ٹھہر سکتی ہے۔ جب ان سب بزرگوں کے قطعی الجہالت ہونے پر فتویٰ لکھا جائے اور نعوذ باللہ نبی معصوم کو بھی اس میں داخل کردیا جائے۔

اقول..... (محمد بشیر) توضیح مرام سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت ’’وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته‘‘ بتصریح وفات مسیح پر دلالت کرتی ہے۔

(ازالہ اوہام ص۸، خزائن ج۳ ص۵۲) میں مرقوم ہے: ’’اور قرآن شریف میں اگرچہ حضرت مسیح کے بہشت میں داخل ہونے کا بتصریح کہیں ذکر نہیں۔ لیکن ان کے وفات پاجانے کا تین جگہ ذکر ہے۔‘‘

حاشیہ میں وہ تین آیتیں آپ نے لکھی ہیں۔ ان میں سے آیت ’’وان من اهل الكتاب‘‘ بھی ہے۔

(ازالہ اوہام ص۳۸۵، خزائن ج۳ ص۲۹۸) میں ہے: ’’غرض قرآن شریف میں تین جگہ مسیح کا فوت ہوجانا بیان کیا گیا ہے۔‘‘

(ازالہ اوہام ص۶۰۳، خزائن ج۳ ص۴۲۵) میں ہے: ’’چوتھی آیت جو مسیح کی موت پر دلالت کرتی ہے وہ یہ آیت ہے کہ ان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته‘‘

جاننا چاہئے کہ آپ کی یہ تقریر بادنیٰ تغیر آپ پر منعکس ہوجاتی ہے۔ تقریر اس کی یہ ہے کہ آیت ’’لیؤمنن‘‘ کے وفات مسیح پر اس وقت صریحۃ الدلالۃ ٹھہر سکتی ہے کہ ان سب بزرگوں کی جہالت پر فتویٰ لکھا جاوے۔ ’’نعوذ باللہ‘‘ نبی معصوم کو بھی ان میں داخل کیا جاوے۔ ورنہ آپ بھی اور کسی صورت میں دلالت کا فائدہ حاصل نہیں کرسکتے۔

قولہ..... (قادیانی) اب میں آپ پر واضح کرتا ہوں کہ کیا اکابر مفسرین نے اس آیت کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے لئے قطعیۃ الدلالۃ قرار دیا ہے یا کچھ اور بھی معنی لکھے ہیں۔

اقول..... (محمد بشیر) یہ طعن ثانی تغیر آپ پر بھی وارد ہوتے ہیں۔ بلکہ جو آپ نے طعن کی ہے اس سے اشد ہے۔ یعنی آپ نے فرمایا ہے کہ آیت ’’وان من اهل الکتاب ‘‘موت مسیح پر دلالت کرتی ہے اور آپ کی بعض عبارات سے مستنبط ہوتا ہے کہ یہ دلالت صریحی ہے۔ پس کیا اکابر مفسرین نے اس آیت کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر دلیل ٹھہرایا ہے۔ ایک نے بھی نہیں۔

قولہ..... (قادیانی) کشاف ص۱۹۹ میں ’’لیؤمنن به ‘‘کی آیت کے نیچے یہ تفسیر ہے۔

اقول..... (محمد بشیر) اس عبارت سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ مرجع موتہ میں اختلاف ہے۔ مفسرین نے قطعیۃ الدلالۃ ہونے کی تصریح نہیں کی۔ کئی معنی لکھے ہیں۔ لیکن مفسرین کا قطعی الدلالۃ تصریح نہ کرنا قطعیۃ کو باطل نہیں کرتا۔ آپؑ کے نزدیک ’’انی متوفیك ‘‘اور ’’فلما توفیتنی ‘‘قطعیۃ الدلالۃ ہے۔ موت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر حالانکہ مفسرین نے اس آیت کو حضرت عیسیٰ کی موت کے لئے قطعی الدلالۃ نہیں قرار دیا ہے۔ کچھ اور بھی معنی لکھے ہیں۔

قولہ..... (قادیانی) پھر نووی میں یہ عبارت لکھی ہے۔

اقول..... (محمد بشیر) نووی کی عبارت سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ اکثروں نے ضمیر موتہ کی کتابی کی طرف راجع کی ہے۔ اس سے آپ کے نزدیک بھی قطعیۃ الدلالۃ میں فرق نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ آپؑ کے نزدیک آیت ’’وانی متوفیك ‘‘و آیت ’’فلما توفیتنی ‘‘قطعیۃ الدلالۃ ہے۔ وفات مسیح پر حالانکہ تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے: ’’وقال الاکثرون المراد بالوفاة ههنا النوم ‘‘اور ایسا ہی آپ کے نزدیک آیت: ’’وان من اهل الکتاب ‘‘دلیل صریح ہے۔ وفات مسیح پر اور حالانکہ وفات مسیح کا اس میں رائحہ بھی نہیں ہے۔ نہ برتقدیر اس قول کے جس کو نووی نے اکثرین کا قول قرار دیا ہے اور نہ برتقدیر قول آخر کے جو اس کا مقابلہ ہے۔ اس کے بعد آپ نے عبارت مدارک اور بیضاوی وتفسیر مظہری کی نقل کی ہے اور ہر ایک کا ترجمہ کر کے اوراق کو بڑھایا ہے اور حالانکہ ان سب سے اور کسی امر جدید کا فائدہ نہیں ہوا۔ سوائے اس کے ضمیر موتہ میں اختلاف ہے اور اوپر ثابت ہوا کہ مجرد اختلاف منافی قطعیت دلالت صریحہ کے نہیں۔ ورنہ چاہئے کہ آپ سے ادلہ وفات آیت ’’انی متوفیك ‘‘اور آیت ’’فلما توفیتنی ‘‘اور آیت ’’وان من اهل الکتاب ‘‘ادلہ قطعیہ اور دلیل صریح نہ ہوں۔ ’’وهو خلاف ما ادعیتم‘‘

اور تفسیر مظہری والے کا یہ قول: ’’وکیف یصح هذا التاویل ما ان کلمة ان من اهل الکتاب شامل للموجودین فی زمن النبی ﷺ البة سواء کان هذا الحکم خاصا بهم اولا فان حقیقة الکلام المحال ولا وجه لان یراد به فریق من اهل الکتاب یوجدون حین نزول عیسیٰ علیه السلام‘‘

مخدوش ہے اور مخالف ہے۔ عامہ تفاسیر کے، کیونکہ کلام کا حال کے لئے حقیقت ہونا اس تقدیر پر ہے کہ کوئی صارف نہ پایا جائے اور یہاں نون تاکید صارف موجود ہے اور یہی وجہ ہے۔ اس امر کی کہ اہل کتاب سے ایک فریق خاص مرادلیا جاوے۔ پس صاحب تفسیر مظہری کا یہ قول لاوجہ کوئی وجہ نہیں رکھتا۔

اور یہ جو تفسیر مظہری میں ہے: ’’اخرج ابن المنذر عن ابی هاشم وعروة قال فی مصحف ابی بن کعب وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موتهم‘‘

مخدوش ہے کہ تفسیر مظہری میں اس قرأت کی پوری سند مذکور نہیں۔ ابن کثیر نے اس قرأت کو اس طرح پر روایت کیا ہے: ’’حدثنی اسحاق بن ابراهیم ابن حبیب الشهید حدثنا عتاب بن بشیر عن خصیف عن سعید بن جبیر عن ابن عباس وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موتهم‘‘

اس میں دوراوی مجروح ہیں۔ اوّل خصیف، دوم عتاب ابن بشیر۔

خصیف کے ترجمہ میں تقریب میں لکھا ہے: ’’صدوق سیٔ الحفظ خلط بآخره رمی بالارجاء‘‘

میزان میں ہے: ’’ضعفه احمد وقال ابوحاتم تکلم فی سوء حفظه وقال احمد ایضاً تکلم فی الارجاء وقال عثمان بن عبدالرحمان رأیت علی خصیف ثیاباً سواداً کان علی بیت المال. انتهی ملخصاً‘‘

عتاب کے ترجمہ میں میزان میں مرقوم ہے: ’’قال احمد اتا عن خصیف بمنا کیر اراها من قبل خصیف قال النسائی لیس هذا لك فی الحدیث وقال ابن المدینی کان اصحابنا یضعفونه وقال علی ضربنا علی حدیثه. انتهی ملخصاً‘‘

قول ... (قادیانی) اور بلاشبہ قرأت شاذہ حکم صحیح حدیث کا رکھتی ہے۔

اقول..... (محمد بشیر) عموماً یہ بات غلط ہے۔ہاں قرأت شاذہ جو بسند صحیح متصل کہ شذوذ دیگر علل خفیفہ غامضہ قادحہ سے خالی ہو۔البتہ حکم حدیث صحیح کا رکھتی ہے اور ابھی واضح ہوا کہ اس کی سند میں دو رجال مجروح ہیں۔

قولہ..... (قادیانی) اب فرض کے طور پر اگر قبول کرلیں کہ اگر ابن عباسؓ اور علی ابن طلحہؒ اور عکرمہؒ وغیرہ صحابہ ان معنوں کی سمجھ میں خطا پر تھے اور قرأت ابیؓ بن کعب بھی یعنی ''قبل موتهم'' کامل درجہ پر ثابت نہیں تو کیا آپ کے دعویٰ قطعیۃ الدلالت ہونے آیت ''لیؤمنن به'' پر اس کا کچھ بھی اثر نہ پڑا۔ کیا وہ دعویٰ جس کے مخالف صحابہ کرام بلند آواز سے شہادت دے رہے ہیں اور دنیا کی تمام مبسوط تفسیریں باتفاق اس پر شہادت دے رہی ہیں۔اب قطعیۃ الدلالۃ ہے۔

اقول..... (محمد بشیر) نہ صحابہ کا اتفاق خلاف پر ہے اور نہ تمام تفسیروں کا۔ ہاں دو قول مرجع ضمیر قبل موتہ میں البتہ منقول ہیں۔اس سے البتہ قطعیۃ الدلالۃ اور صریح الدلالۃ ہونے میں فرق نہیں آتا ہے۔اس کے نظائر کتاب وسنت میں بکثرت موجود ہیں۔''من شاء فلیرجع الیها'' علاوہ اس کے اس بناء پر آپ کے ادلہ وفات میں سے آیت ''انی متوفیك'' آیت ''فلما توفیتنی'' و آیت ''وان من اهل الكتاب'' بھی نہ قطعیۃ الدلالت ٹھہرتی ہے۔نہ صریحۃ الدلالۃ کیونکہ ان آیات میں چند اقوال منقول ہیں۔''فما هو جوابكم فهو جوابنا''

قولہ..... (قادیانی) مگر آپ جانتے ہیں کہ اکابر صحابہ اور تابعین سے کسی گروہ نے آپ کے معنی قبول نہیں کئے ہیں۔

اقول..... (محمد بشیر) یہ کذب صریح ہے۔تحریر اوّل میں عبارت ابن کثیر نقل کی گئی ہے۔اس سے ابن عباسؓ وابو مالکؒ وحسن بصری وقتادہ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم وغیر واحد کا اس معنی کو قبول کرنا ثابت ہے اور ابو ہریرہؓ کا اس معنی کا قبول کرنا صحیحین میں مصرح ہے۔ابن کثیر نے کہا ہے کہ یہ معنی بدلیل قاطع ثابت ہیں اور بھی ابن کثیر میں ہے:''واولی هذه الاقوال بالصحة القول الاوّل وهو انه لا یبقی احد من اهل الكتاب بعد نزول عیسیٰ علیه السلام الا آمن به قبل موت عیسیٰ ولاشك ان هذا الذی قاله ابن جریر هو الصحیح المقصود من سیاق الآی فی تقریر بطلان ما ادعته الیهود من قتل عیسیٰ وصلبه وتسلیم من سلم لهم من النصاریٰ الجهلة ذلك. انتهی (تفسیر ابن کثیر ج ص۲ ۴۰)''

قولہ...... (قادیانی) اور میں نے جو آپ کے قاعدہ نون ثقیلہ کا نام جدید رکھا تو اس کی یہ وجہ ہے کہ اگر آپ کا یہ قاعدہ تسلیم کر لیا جاوے۔''نعوذ باللہ ''بقول آپ کے ابن عباسؓ جیسے صحابی کو جاہل و نادان قرار دینا پڑے گا۔

اقول...... (محمد بشیر) میں نے تو وہی معنی جو تمام صحابی و تابعین وغیرہم سے منقول ہیں اور وہی قاعدہ جو عامہ مسلمین کا معمول رہا ہے۔ لکھے ہیں البتہ آپ کے مسائل مخترعہ کی بناء پر سارے صحابہ کو جاہل ماننا پڑتا ہے۔ فما هو جوابكم فهو جوابي! علاوہ اس کے اوّل صحابہ کے کلام میں کہیں تصریح معنی حال کی نہیں ہے۔ ان کا کلام معنی مستقبل پر بھی محمول ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ آپ تحریر اوّل میں اس امر کا اعتراف کر چکے ہیں۔ باقی رہا یہ امر کہ جن لوگوں نے ضمیر کتابی کی طرف پھیری ہے۔ وہ اس امر میں خطا پر ہیں۔ یہ کوئی مقام استبعاد نہیں۔ آپ بہت سے صحابہ کو اکثر مسائل میں خطا پر جانتے ہیں۔

قولہ...... (قادیانی) اور قرأت قبل موتہم کو خواہ نخواہ افتراء قرار دینا پڑے گا۔

اقول...... (محمد بشیر) خواہ نخواہ چہ معنی دارد! قرأت مذکور فی الواقع ضعیف ہے۔ لائق احتجاج نہیں۔''كما مر بيانه آنفا''

قولہ...... (قادیانی) کیا آپ کا یہ نحوی قاعدہ ان اکابر کو جاہل قرار دے سکتا ہے اور کیا صدہا مفسرین کو بلکہ ہزارہا جواب تک یہ معنی کرتے آئے۔ وہ جاہل مطلق اور آپ کے نحو سے غافل تھے۔

اقول...... (محمد بشیر) یہ قول سراسر مبنی سوء فہم پر ہے۔ معنی مذکور کا فساد اس وجہ سے نہیں کہ وہ مخالف ہے۔ قاعدہ نحو کے بلکہ یہ معنی تو سراسر موافق ہیں۔ قاعدہ نحو کے کیونکہ اس معنی پر تو مضارع صریح بمعنی استقبال کیا گیا ہے۔ ذرا سوچ کر جواب دیجئے۔

قولہ...... (قادیانی) کوئی مبسوط تفسیر تو پیش کرو۔ جو ان معنوں سے خالی ہے۔ جس نے ان معنوں کو سب سے مقدم نہ رکھا۔ (الیٰ قولہ) بلکہ سب کے سب آپ ہی کے معنوں کو ضعیف ٹھہراتے ہیں۔

اقول...... (محمد بشیر) دو بڑی تفسیریں معتبر پرانی پیش کرتا ہوں۔ ایک تفسیر ابن کثیر دوسری تفسیر ابن جریر کہ ان دونوں نے معنی مذکور کو مقدم نہیں رکھا اور نہ میرے معنی کو ضعیف کیا۔ بلکہ صحت کی تصریح کی ہے۔ پس اس مقام پر کذب اس قول کا ''كالشمس في نصف النهار'' ظاہر ہو گیا۔

قولہ..... (قادیانی) حضرت اس قرأت سے حضرت مسیح ابن مریم کی زندگی کیونکر اور کہاں ثابت ہوئی۔ (آپ نے) تو قبل موتہ کے ضمیر سے مسیح کی زندگی ثابت کرنی تھی۔

اقول..... (محمد بشیر) یہ قول بھی سوءِ فہم پر مبنی ہے۔ میں نے یہ نہیں کہا ہے کہ قرأت مذکورہ سے مسیح بن مریم کی زندگی ثابت ہے۔ میں نے صرف یہ کہا ہے کہ قرأت مذکورہ مخالف ہمارے معنی کے نہیں۔ بالجملہ مقصود رفع مخالفت ہے۔ نہ اثبات دعویٰ۔ وبینهما فرق جلی!

قولہ..... (قادیانی) ہم نے تفاسیر معتبرہ کے ذریعہ سے اس کی اسناد پیش کر دی ہیں۔

اقول..... (محمد بشیر) سند میں جو جرح ہے وہ میں نے اوپر بیان کر دی۔ فتذکر!

قولہ..... (قادیانی) بھلا اگر آپ حق پر ہیں تو تیرہ سو برس کی تفسیروں میں سے کوئی ایسی تفسیر تو پیش کیجئے جو ان معنوں کی صحت پر معترض ہو۔

اقول..... (محمد بشیر) تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن کثیر اور تفسیر فتح القدیر اور تفسیر فتح البیان اس معنی کی صحت پر معترض ہیں۔

قولہ..... (قادیانی) الہامی معنی جو میں نے کئے ہیں وہ درحقیقت ان معنوں کے معارف نہیں۔

اقول..... (محمد بشیر) یہ محض غلط ہے۔ کیونکہ الہامی معنی کا مدار اس پر ہے کہ ضمیر موتہ کی راجع طرف عیسیٰ کے ہے اور معنی مذکور کا مدار اس پر ہے کہ ضمیر موتہ کی راجع طرف کتابی کے ہے۔ پس سخت تعارض بین تخالف موجود ہے۔ مجھ کو سخت تعجب ہے۔ آپ کی دیانت سے کہ آپ باوجودیکہ ضمیر موتہ کا مرجع عیسیٰ ہونا اپنی کتب میں تسلیم کر چکے ہیں اور آیت ''وان من اهل الكتاب'' کو صریحۃ الدلالۃ وفات عیسیٰ پر کہتے ہیں۔ پھر اس اقراری حق سے کیوں اعراض کرتے ہیں اور ''جحدوا بها واستيقنتها انفسهم'' کی وعید سے نہیں ڈرتے۔

قولہ..... (قادیانی) کیونکہ ہمارے نزدیک حال کسی ٹھہرنے والے زمانہ کا نام نہیں ہے۔

اقول..... (محمد بشیر) یہ امر مسلم ہے۔ بے شک زمانہ، نام مقدار غیر قار کا ہے اور حال ایک فرد ہے۔ زمانہ کا اور حد حقیقی حال کی باعتبار عرف کی یہی ہے کہ تکلم فعل کے پہلے زمانہ کا تو ماضی ہے اور تکلم فعل کے بعد کا زمانہ مستقبل ہے اور تکلم فعل کے مبداء سے منتہی تک زمانہ حال ہے۔ اس بناء پر ظاہر ہے کہ استقبال قریب ہرگز حال نہیں ہو سکتا ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ قول کے تکلم کا زمانہ بعد ہے۔ زمانہ تکلم ''فلنولينك'' سے۔ پس اس کے استقبال ہونے میں کیا شک ہے۔

قولہ..... (قادیانی) جب آپ خود مستقبل قریب کے قائل ہو گئے۔ اسی طرح وہ بھی قائل ہیں۔

اقول..... (محمد بشیر) فرق نہ کرنا درمیان مستقبل قریب وحال کے محصلین سے بعید ہے۔ جیسا کہ ماہر علم نحو پر بلکہ قاصر پر بھی مخفی نہیں ہے۔

قولہ..... (قادیانی) یہ تو ہم نے تسلیم کیا کہ وعدہ ہے۔ مگر یہ کہاں سے ثابت ہے کہ وعدہ آنے والے لوگوں کے لئے خاص ہے۔

اقول..... (محمد بشیر) یہ کس نے کہا کہ یہ وعدہ آنے والے لوگوں کے لئے خاص ہے۔ بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ اس کا ایفاء زمانہ آئندہ ہی میں ہوسکتا ہے۔ نہ حال میں اور اس بات میں جو آپ نے طول کیا۔ ہے۔ اس کو اصل مطلب سے کچھ علاقہ نہیں اور ہم کو اس سنت اللہ سے ہرگز انکار نہیں کہ مجاہدہ کرنے پر ضرور ہدایت مرتب ہوتی ہے۔ صرف بحث اس میں ہے کہ یہ سنت اللہ ان آیات وعدو وعید سے ثابت نہیں ہے۔ بلکہ اس کے لئے دوسری آیات دلیل ہیں۔

قولہ..... (قادیانی) اب دیکھئے کہ ان آیات سے بھی آپ کا دعویٰ قطعیۃ الدلالت ہونا آیت لیؤمنن بہ کا کس قدر باطل ثابت ہوتا ہے۔

اقول..... (محمد بشیر) آیات منافی قطعیۃ الدلالت ہونے آیت لیؤمنن کے نہیں۔ بلکہ آیت لیؤمنن آیات مذکورہ کی مخصص واقع ہوئی ہے۔

قولہ..... (قادیانی) حلیم وہ ہے جو بلغ الحلم کا مصداق ہو۔

اقول..... (محمد بشیر) یہ حصر غیر مسلم ہے۔ کیونکہ حلیم قرآن مجید میں صفت غلام کی آئی ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فبشرناہ بغلام حلیم اور غلام کے معنی کودک صغیر کے ہیں۔ ''کما فی الصراح'' پس محتمل ہے کہ حلیم اس مقام پر ماخوذ حلم سے ہو جو آہستگی وبربادی کے معنی میں ہے۔ ''کما فی الصراح''

قاموس میں ہے۔ ''والحلم بالکسر الاناثۃ والعقل جمعہ احلام وحلوم ومنہ ام تامرھم احلامھم وھو حلیم جمع حلماً واحلاما''

قولہ..... (قادیانی) جب کہ عیسیٰ بن مریم کی حیات ہی ثابت نہیں ہوتی اور موت ثابت ہورہی ہے تو عیسیٰ کے حقیقی معنی کیونکر مراد ہوسکتے ہیں؟

اقول..... (محمد بشیر) اس کلام میں بدو وجہ شک ہے۔

اوّل..... یہ کہ آیت ''وان من اھل الکتاب'' سے آپ کے اقرار سے صراحتاً موت ثابت ہے۔ کیونکہ آپ نے توضیح المرام وازالہ اوہام میں اقرار کیا ہے کہ ضمیر موتہ عیسیٰ کی طرف راجع ہے

اور بعد اقرار اس امر کے حیات کا اقرار لازم آتا ہے۔ ''کما مر تقریرہ بحیث لا یحوم حوله شك''

دوم..... برتقدیر موت بھی نزول خود حضرت عیسیٰ کا نہ محال ہے اور نہ محال عادی اور جو چیز محال عادی و عقلی نہ ہو اور مخبر صادق اس کی خبر دے تو اس سے انحراف جائز نہیں اور احادیث صحیحہ میں نزول عیسیٰ کی خبر متواتر موجود ہے۔

قول..... (قادیانی) جب آپ حیات مسیح کو ثابت کر دکھائیں گے تو پھر ان کا نزول بھی مانا جائے گا۔

اقول..... (محمد بشیر) اس میں کچھ ملازمت نہیں۔ برتقدیر دفات بھی نزول کے نہ ماننے کی کوئی وجہ معقول نہیں ہے۔

قول..... (قادیانی) ورنہ بخاری میں وہ حدیثیں بھی ہیں۔ جن میں ابن مریم کا ذکر کر کے ان سے مراد کوئی مثیل لیا گیا ہے۔

اقول..... (محمد بشیر) ظاہر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائے احادیث نزول کے دیگر احادیث بھی بخاری میں ایسی ہیں۔ جن میں ابن مریم کا ذکر کر کے اس سے مراد اس کا کوئی مثیل لیا گیا ہے۔ پس آپ کو چاہئے کہ براہ عنایت ان احادیث کو نقل فرمائیے تاکہ اس میں نظر کی جاوے کہ وہاں مثیل مراد لیا گیا ہے یا نہیں۔

قول..... (قادیانی) افسوس کہ اب تک آپ کچھ پیش نہ کر سکے۔

اقول..... (محمد بشیر) افسوس کہ باوجود اس کے کہ آپ کے اقرار سے حیات مسیح آیت ''وان من اهل الكتاب'' سے صراحۃً ثابت ہوگئی۔ پھر بھی آپ ایسا فرماتے ہیں۔ ''انا للّٰه وانا اليه راجعون. والى اللّٰه المشتكى''

اب سنئے یہ تو آپ کی تحریر کا جواب ترکی بترکی ہوا۔ اب ایک نہایت منصفانہ اور فیصلہ کرنے والا جواب دیا جاتا ہے۔ آپ اگر انصاف کے مدعی اور حق کے طالب ہیں تو اسی کا جواب دیں اور جواب ترکی بترکی سے تعارض نہ کریں۔ ایسا کریں گے تو یقیناً سمجھا جائے گا کہ آپ فیصلہ کرنا نہیں چاہتے اور احقاق حق سے آپ کو غرض نہیں ہے۔ وہ جواب یہ ہے کہ میں نے کمال نیک نیتی سے احقاق حق کی غرض سے اپنے ان جملہ دلائل کو جن کو میں اس وقت پیش کرنا چاہتا ہوں۔ یک بارگی قلم بند کر کے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا اور اس کے ساتھ یہ بھی کہہ دیا تھا کہ میرا

اصل متمسک اور مستقل دلیل پہلی آیت ہے اور اس کے قطعیۃ الدلالت کے ثبوت میں قواعد نحویہ اجماعیہ کو پیش کیا۔ آپ بھی نیک نیت اور طالب حق ہوتے تو اس کے جواب میں دو صورتوں میں سے ایک صورت اختیار کرتے یا تو میرے جملہ دلائل و جوابات سے تعرض کرتے اور ان میں سے ایک بات کا جواب بھی باقی نہ چھوڑتے۔ یا صرف میری اصل دلیل سے تعرض فرماتے۔ اس کے سوا کسی بات کے جواب سے معترض نہ ہوتے۔ آپ نے پہلی صورت اختیار کی نہ دوسری۔ بلکہ میری اصلی دلیل کے علاوہ اور باتوں سے بھی تعرض کیا۔ مگر ان کو بھی ادھورا چھوڑا اور بہت سی باتوں کا جواب حوالہ آئندہ پر چھوڑا اور ان کے مقابلہ میں اپنے دلائل احادیث بخاری وغیرہ کے بیان کو بھی آپ نے آئندہ پرچہ پر ملتوی کیا اور جو کچھ بیان کیا ایسے انداز سے بیان کیا کہ اصل دلیل سے بہت دور چلے گئے اور اپنے بیان کو ایسے پیرایہ میں ادا کیا کہ اس سے عوام دھوکہ کھائیں اور خواص ناخوش ہوں۔ اس کی مثال آپ کی یہ بحث ہے کہ آپ مدعی نہیں ہیں۔ صاحب من! جس حالت میں میں خود مدعی ہو کر دلائل پیش کر چکا تھا تو آپ کو اس بحث کی کیا ضرورت تھی۔

دوسری مثال یہ ہے کہ حضرت شیخنا و شیخ الکل کی رائے کا ذکر بے موقع کر کے لوگوں کو پھر جتانا چاہا کہ حضرت شیخ الکل بھی اس بحث میں آپ کے مخاطب ہیں۔ حالانکہ شیخ الکل کی بحث سے فرار اختیار کر کے آپ نے مجھے مخاطب بحث بنایا تھا۔ لہٰذا شیخ الکل کا ذکر میرے خطاب میں محض اجنبی و نامناسب تھا۔

تیسری مثال یہ ہے کہ آپ نے چند تفاسیر کی عبارات و اقوال بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم نقل کر کے عوام الناس کو یہ جتانا چاہا ہے کہ تمام مفسرین اور عامہ صحابہ و تابعین مسئلہ حیات وفات مسیح میں آپ کے موافق اور ہمارے مخالف ہیں اور یہ محض مغالطہ ہے۔ کوئی صحابی کوئی تابعی کوئی مفسر اس بات کا قائل نہیں ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام اس وقت زندہ نہیں ہیں۔

چوتھی مثال آپ کا عوام الناس کو یہ جتانا ہے کہ نون یؤمنن کو استقبال کے لئے ٹھہرانا تمام صحابہ و مفسرین کو جاہل قرار دیتا ہے۔ جو سراسر آپ کا دھوکا و مغالطہ ہے۔

آپ کی اس قسم کی باتوں کا میں تین دفعہ تو جواب ترکی بترکی دے چکا۔ آئندہ بھی یہی طریقہ جاری رہا تو اس سے آپ کو یہ فائدہ ہوگا کہ اصل بات ٹل جائے گی اور آپ کے اتباع میں آپ کی جواب نویسی ثابت ہو جائے گی۔ مگر اس میں مسلمانوں کا یہ حرج ہوگا کہ ان پر نتیجہ بحث ظاہر نہ ہوگا اور آپ کا اصل حال نہ کھلے گا کہ آپ لاجواب ہو چکے ہیں اور اعتقاد وفات مسیح میں خطا

پر ہیں اور بات کو ادھر ادھر لے جا کر ٹلا رہے ہیں۔ لہٰذا آئندہ آپ کو اس پر مجبور کیا جاتا ہے کہ اگر آپ کو بحث منظور اور الزام فرار سے احتراز مدنظر ہو تو زائد باتوں کو چھوڑ کر میری اصل دلیل پر کلام و بحث کو محدود و محصور کریں۔

اور جو میں بہ شہادت قواعد نحویہ اجماعیہ مضمون آیت کا زمانہ استقبال سے مخصوص ہونا اور بصورت صحت تخصیص اس مضمون کا وقت نزول مسیح سے مخصوص ہونا ثابت کیا ہے۔ اس کا جواب درصورت تسلیم قواعد نحویہ اجماعیہ دو حرفی دیں کہ تمام قواعد نحوی بے کار و بے اعتبار ہیں یا خاص کر یہ قاعدہ غلط ہے اور اس کو فلاں شخص نے غلط قرار دیا ہے اور اس کی غلطی پر قرآن یا حدیث صحیح یا اقوال عرب عرباء سے یہ دلیل ہے اور بجائے اس کے قاعدہ صحیحہ فلاں ہے۔

یا یہ کہ فہم معنی قرآن کے لئے کوئی قاعدہ مقرر نہیں ہے۔ جس طرح کوئی چاہے قرآن کے معنی گھڑ سکتا ہے اور درصورت تسلیم قاعدہ اور تسلیم تخصیص مضمون آیت بزمانہ استقبال اس مضمون کے تخصیص زمانہ نزول مسیح سے فلاں دلیل کی شہادت سے باطل ہے یا اس تخصیص سے جو فائدہ بیان کیا گیا ہے وہ اور صورتوں اور معنی سے بھی جو بیان کیے گئے ہیں۔ حاصل ہو سکتا ہے۔

اور اگر مجرد اختلاف مفسرین تفسیر آیت میں اسی تخصیص کا مبطل ہو سکتا ہے اور مجرد اقوال مفسرین آپ کے نزدیک لائق استدلال و استناد ہیں تو آپ مفسرین صحابہ و تابعین کے ان اقوال کو جو درباب حیات مسیح وارد ہیں۔ قبول کریں یا ان کے ایسے معنی بتا دیں جن سے وفات مسیح ثابت ہو۔

ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ جہاں کے مفسرین اور جملہ صحابہ و تابعین ہمارے ساتھ ہیں۔ ان میں کوئی اس کا قائل نہیں کہ مسیح ابن مریم اب زندہ نہیں ہیں۔ آپ ایک صحابی یا ایک تابعی یا ایک امام مفسر سے بہ سند صحیح اگر یہ ثابت کر دیں کہ حضرت مسیح اب زندہ نہیں ہیں تو ہم دعویٰ حیات مسیح سے دست بردار ہو جائیں گے۔ لیجئے ایک ہی بات میں بات طے ہوتی ہے اور فتح ہاتھ آتی ہے۔ اب اگر آپ یہ ثابت نہ کر سکے تو ہم سے جملہ مفسرین و صحابہ و تابعین کے اقوال سنیں۔ جن کو ہم آئندہ پرچہ میں نقل کریں گے۔ آپ مانیں یا نہ مانیں۔ عام ناظرین تو اس سے فائدہ اٹھائیں گے اور اس سے نتیجہ بحث نکالیں گے۔ آپ سے ہم کو امید نہیں رہی کہ آپ اصل مدعا کی طرف آئیں گے اور زائد باتوں کو چھوڑ کر صرف دو حرفی جواب دیں جو اس منصفانہ جواب میں آپ سے طلب کیا گیا ہے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین! محمد بشیر عفی عنہ، ۲۷ر اکتوبر ۱۸۹۱ء

مضمون جووقت قطع مباحثہ کے سنایا گیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الھادین وعلیٰ آلہ واصحابہ الراشدین المھدیین۔ اما بعد!

بڑے افسوس کی بات ہے کہ میں نے سب شرطیں اورضدیں مرزا قادیانی کی منظور کیں اور مرزا قادیانی نے پھر بھی اپنے تحریر وتقریر کی خلاف کیا۔ حضرات سامعین وناظرین آپ کو یاد رہے کہ مجھ کو مرزا قادیانی نے بوساطت حاجی محمد احمد صاحب طلب کیا۔ میں آیا مرزا قادیانی نے تحریری بحث کی شرط کی۔ میں نے منظور کی مرزا قادیانی نے پہلے مجمع عام میں بحث کا وعدہ کر کے پھر اپنے مکان پر تخلیہ کی قید لگائی۔ وہ بھی میں نے منظور کی پھر اس تخلیہ میں بھی۔ یہ شرط کی کہ مولوی محمد حسین صاحب اور مولوی عبدالمجید صاحب نہ ہوں۔ میں نے اتماماً للحجہ یہ بھی قبول کیا۔ حالانکہ یہ امر نہ مجھ کو زیبا تھا اور نہ مرزا قادیانی کے لے قابل اظہار تھا۔ مرزا قادیانی نے گفتگو تحریری بالمواجہہ کرنی ٹھہرائی تھی۔ مگر جس وقت میں نے اپنا دعویٰ ان کے مکان پر لکھ کر پیش کیا تو کہا اس کو چھوڑ جاؤ۔ کل دس بجے جواب دوں گا۔ میں نے یہ بھی منظور کیا اور دوسرے دن دس بجے مرزا قادیانی کے مکان پر گیا اور تھوڑی دیر بیٹھا رہا۔ مرزا قادیانی کو اطلاع کرائی گئی تو خود نہ آئے اور کہلا بھیجا کہ ابھی پورا لکھا نہیں گیا۔ سہ پہر کو آنا۔ مرزا قادیانی نے خود اپنی تحریر میں لکھا تھا کہ جانبین کی پانچ پانچ تحریریں ہوں۔ تاکہ بحث میں طول نہ ہو۔ میں نے یہ بھی منظور کیا۔ مگر ہنوز میری اور مرزا قادیانی کی تیسری تحریر ہے اور آپ بحث ختم کرتے ہیں۔ مرزا قادیانی کے ذمہ بارثبوت تھا باوجود ادعا۔ ہائے چناں وچنیں میرے ذمہ رکھا میں نے یہ بھی منظور کیا اور ثبوت حیات حضرت مسیح علیہ السلام قرآن وحدیث سے پیش کیا۔ مرزا قادیانی نے نہ اس کو قبول کیا اور نہ اس کا جواب حسب قاعدہ مناظرہ دیا۔ بلکہ فضول باتوں میں اپنا وقت ضائع کیا۔ جس سے عموماً ناظرین اور سامعین نتیجہ بحث سمجھ سکتے ہیں۔ آخر میں یہ بھی کہنا نامناسب نہیں سمجھتا کہ قطع بحث باوجود ان تمام امور مذکورہ کے مرزا قادیانی ہی کرتے ہیں اور اپنے ان تمام رقعات کو ردی کرتے ہیں۔ جن میں یہ وعدہ لکھ چکے ہیں کہ اوّل بحث وفات وحیات مسیح میں ہوگی اور پھر نزول مسیح میں اور تیسری بحث میرے مسیح موعود ہونے میں جو کوئی ان میں انکار کرے اس کی گریز متصور ہوگی۔ پس سب صاحب ایماناً اور انصافاً کہہ دیں کہ فی الواقع مرزا قادیانی اپنے خیالات اور مقالات اور ایفاء وعدہ میں کس قدر سچے اور پکے اور مضبوط وقائم ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار!

تحریر چہارم راقم مولانا بشیر کہسوانی جو بعد انقطاع مناظرہ لکھی گئی ہے

الحمد لله الذی هدانا للاسلام وما کنا لنهتدی لولا ان هدانا الله والصلوٰة والسلام علیٰ سیدنا محمد سید کل صدیق اواب اواه وعلیٰ آله وصحبه واتباعه الرادین علی کل دجال کذاب تیاه. اما بعد!

قولہ...... اے ناظرین! آپ صاحبوں پر واضح ہے کہ حضرت مولوی محمد بشیر صاحب نے مجھ سے تحریری مباحثہ شروع کر کے اس بات کا ثابت کرنا اپنے ذمہ لیا تھا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم زندہ اپنی خاکی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے اور آسمان پر اس خاکی جسم کے ساتھ زندہ موجود ہیں۔

اقول...... حضرت مسیح بن مریم کا زندہ اپنی خاکی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھایا جانا اور آسمان پر اسی خاکی جسم کے ساتھ موجود ہونا اگرچہ میرے نزدیک حق ہے۔ مگر ابھی تک مرزا قادیانی کے مقابلہ میں یہ دعویٰ میں نے نہیں کیا ہے۔ بالفعل جو دعویٰ مرزا قادیانی کے مقابلہ میں کیا گیا ہے۔ وہ صرف یہی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام خاکی جسم کے ساتھ زندہ موجود ہیں۔ مرزا قادیانی نے یہ تدلیس دعویٰ کی شاید اس غرض سے کی ہے کہ آیت ''وان من اهل الکتاب'' سے تو صرف حیات ثابت ہوتی ہے نہ خاکی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھایا جانا اور نہ آسمان پر اس خاکی جسم کے ساتھ زندہ موجود ہونا'' وهذا البعید من التقوىٰ والدیانة''

قولہ...... پھر چار آیتوں کو تو خود اس اقرار کے ساتھ چھوڑ دیا کہ ان سے حضرت مسیح علیہ السلام کا جسم خاکی کے ساتھ زندہ ہونا قطعی طور پر ثابت نہیں ہوتا۔ یعنی کئی احتمال رکھتے ہیں اور قطعیۃ الدلالۃ نہیں ہیں۔

اقول...... مخفی نہ رہے۔ قطعیۃ الدلالۃ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قطعیۃ الدلالۃ لذاتہا اور دوسری قطعیۃ الدلالۃ لغیر ہا پہلی آیت قطعیۃ الدلالۃ لذاتہا ہے اور دوسری آیات قطعیۃ الدلالۃ لغیر ہا ہیں۔ یعنی بضم آیت وان من اہل الکتاب اور اس امر کی تصریح پہلی ہی تحریر میں خاکسار کر چکا ہے۔ پس مرزا قادیانی کا عموماً اور مطلقاً یہ قول کہ پھر چار آیتوں کو تو خود اس اقرار کے ساتھ چھوڑ دیا کہ ان سے حضرت مسیح کا جسم خاکی کے ساتھ زندہ ہونا قطعی طور پر ثابت نہیں ہوتا۔ محض افتراء وبہتان ہے۔ کیونکہ جس اعتبار اور حیثیت سے ان کو میں نے قطعی کہا ہے اس اعتبار سے میں نے ان کو ہرگز نہیں چھوڑا۔ میں ان کو اب بھی قطعی کہتا ہوں۔

قولہ...... اور فرماتے ہیں کہ جو حضرت ابن عباس وغیرہ صحابی نے اس کے مخالف معنی کیے ہیں۔
اقول...... اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ میں سے سوائے ابن عباسؓ کے دوسروں نے بھی اس کے مخالف معنی کیے ہیں۔ حالانکہ تفاسیر معتبرہ میں سوائے ابن عباسؓ کے دوسرے کا قول منقول نہیں۔ "ومن یدعی فعلیہ البیان" اگر کہا جائے کہ ابی بن کعب کی قرأت میں قبل موتہم ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابی بن کعب کے نزدیک بھی معنی آیت کے وہی ہیں جو ابن عباس کے نزدیک ہیں تو جواب یہ ہے کہ اس قرأت سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ معنی کے ابی بن کعب کے نزدیک بھی وہی ہوں جو ابن عباس سے منقول ہیں۔ بلکہ ہوسکتا ہے کہ مراد یہ ہو کہ اہل کتاب موجودہ زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنی موت سے پہلے ایمان لاویں گے نہ یہ کہ نزع روح کے وقت ہر ایک اہل کتاب ان پر ایمان لاتا ہے اور مجرد موتہ کی ضمیر کتابی کی طرف عائد کرنے سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ اس کے قائل کے نزدیک یہ معنی ہوں کہ ہر کتابی اپنے مرنے سے پہلے نزع روح کے وقت حضرت عیسیٰ پر ایمان لاتا ہے۔ بلکہ محتمل ہے کہ ان قائلین کی یہ مراد ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد ہر کتابی ان پر اپنے مرنے سے پہلے ایمان لائے گا۔ سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے تصریح اس کے خلاف کی کردی ہے۔

قولہ...... مولوی صاحب کی اس تقریر کا حاصل کلام یہ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ ابن عباس اور عکرمہ اور ابی بن کعب وغیرہ صحابہ نحو نہیں پڑھے ہوئے ہیں۔

اقول...... ظاہر اس کلام کا یہ ہے کہ عکرمہ صحابہ میں سے ہیں۔ حالانکہ یہ غلط محض ہے۔ عکرمہ تو تابعین میں داخل ہے۔ علاوہ اس کے یہ قول دلالت کرتا ہے۔ اس پر کہ سوائے ابن عباس اور ابی بن کعب کے اور صحابہ نے بھی یہ معنی کیے ہیں۔ حالانکہ یہ بھی غلط محض ہے۔ ومن یدعی فعلیہ الاثبات!

قولہ...... اور اگر مولوی صاحب نحوی غلطی کا ابن عباس پر الزام قائم نہیں کرتے تو پھر کیا کوئی اور بھی وجہ ہے۔ جس کے رو سے مولوی صاحب کے خیال میں ابن عباس کے وہ معنی اس آیت متنازع فیہ میں رد کے لائق ہیں۔ جن کی تائید میں ایک قرأت شاذہ بھی موجود ہے۔

اقول...... مخفی نہ رہے کہ ابن عباس سے جو معنی منقول ہیں اس سے ابن عباسؓ پر الزام نحوی غلطی کا نہیں لگایا جاتا ہے۔ بلکہ اس معنی کی اور وجوہ میں حاصل یہ ہے کہ جو معنی ابن عباسؓ سے منقول ہیں اس میں دو احتمال ہیں۔

اوّل..... یہ کہ نہیں کوئی اہل کتاب میں سے خواہ زمانہ ماضی میں ہو یا حال میں یا استقبال میں۔ مگر وہ ایمان لاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنے مرنے سے پہلے زہوق روح کے وقت۔

دوم..... یہ کہ نہیں ہے کوئی اہل کتاب میں سے جو زمانہ نزول آیت میں زندہ موجود تھے۔ مگر وہ ایمان لاوے گا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنے مرنے سے پہلے زہوق روح کے وقت۔ پہلے معنی کے موافق الزام نحوی غلطی کا آتا ہے۔ نہ دوسرے معنی کے موافق۔ پس محتمل ہے کہ ابن عباس نے دوسرے معنی مراد لئے ہوں۔ پس الزام نحوی غلطی کا ان کی طرف عائد نہ ہوگا۔ ہاں جو لوگ کلام ابن عباسؓ سے پہلے معنی سمجھے ہیں۔ جیسے نووی وصاحب تفسیر مظہری وغیرہما ان پر البتہ الزام نحوی غلطی کا عائد ہوگا۔ رہی یہ بات کہ کوئی اور بھی وجہ ہے کہ جس کی رو سے ابن عباسؓ کے یہ معنی رد کے لائق ہیں تو میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ ابن عباسؓ کے یہ معنی علاوہ ضعف روایت کے قابل تسلیم نہیں۔ بچند وجوہ:

اوّل..... وہ وجہ جو تحریر دوم میں خاکسار نے بیان کی ہے اور مرزا قادیانی نے اپنی تحریر دوم وسوم میں اس کا جواب نہیں دیا۔ پس بمقتضائے السکوت فی معرض البیان بیان کے ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی نے اس کو تسلیم کر لیا۔ محصل اس کا یہ ہے کہ اس معنی کا مناط اس پر ہے کہ احتضار کے وقت ہر شخص پر وہ حق کھل جاتا ہے جس کو وہ نہ جانتا تھا اور یہ امر نفس الامر میں تینوں زمانوں کو شامل ہے۔ اب آیت کو اگر خالص استقبال کے لئے لیجئے گا تو یہ شبہ پیدا ہوگا کہ یہ امر زمانہ ماضی وحال کو شامل نہیں ہے اور یہ خلاف نفس الامر ہے۔ پس اس کلام میں یہ عیب ہوا کہ خلاف نفس الامر کا موہم ہے اور فائدہ کوئی نہیں۔ اگر بجائے لیؤمنن لفظ یؤمن یا آمنون اختیار کیا جاتا تو وعید اور تعریض جو مطلوب ہے وہ بھی حاصل ہوتی اور اختصار بھی پس قرآن مجید کی بلاغت جو حد اعجاز کو پہنچ گئی ہے۔ اس کے خلاف ہے کہ ایسی عمدہ عبارت چھوڑ کر بجائے اس کے لیؤمنن اختیار کیا جاوے کہ جس میں ایہام خلاف نفس الامر ہے اور اطناب بلا فائدہ۔

دوم..... وہ وجہ ہے کہ جس سے سب معانی کا بطلان جو ہمارے مدعا کے مثبت نہیں ہیں ثابت ہوتا ہے۔ خواہ وہ معانی ہوں جو اگلے مفسرین نے آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے اب تک لکھے ہیں خواہ وہ جو اس زمانہ میں مرزا قادیانی اور ان کے اتباع نے اختراع کئے ہیں یا آئندہ قیامت تک کوئی اختراع کرے اور یہ وجہ میرے نزدیک اقوی الوجوہ ہے۔ اخیر تحریر کے لئے میں نے اس کو کہہ چھوڑا تھا اگر مرزا قادیانی خلاف معاہدہ کے مباحثہ کو ناتمام چھوڑ کر دہلی سے نہ چلے جاتے تو

انشاء اللہ تعالیٰ چوتھی یا پانچویں تحریر میں ذکر اس کا ضرور کرتا۔ اب میں اس کو لکھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ضمیر قبل موتہ کی دو حال سے خالی نہیں یا تو راجع ہے طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تو مطلوب حاصل ہے۔ یعنی ثبوت حیات مسیح علیہ السلام خواہ لیؤمنن کو استقبال کے لئے خاص کیجئے یا نہیں۔ بر تقدیر استقبال تو ثبوت مدعا ظاہر ہے اور بر تقدیر حال قطع نظر اس احتمال کے صحت وفساد سے اس قدر ضرور ثابت ہوتا ہے کہ زمانہ نزول آیت تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ تھے جو زمانہ رفع عیسیٰ علیہ السلام سے چھ سو برس سے زائد کے بعد آیا ہے اور اس زمانہ کے بعد وفات پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ پس حیات ثابت ہوئی اور بر تقدیر استمرار قطع نظر اس احتمال کے صحت وفساد سے ثبوت مدعا اظہر من الشمس ہے اور لیؤمنن کو ماضی کے لئے لینا قطع نظر اس احتمال کے صحت وفساد سے صریح البطلان ہے۔ کیونکہ ایسا فعل مضارع جس کے اوّل میں لام تاکید اور آخر میں نون تاکید ہو۔ کہیں بمعنی ماضی نہیں آیا ہے۔ ''ومن یدعی فعلیه البیان'' اور یا ضمیر قبل موتہ کی راجع طرف کتابی کے ہے۔ پھر یہاں تین احتمالات ہیں یا تو ضمیر بہ کی راجع ہے۔ طرف عیسیٰ علیہ السلام کے پس ضمائر ماقبل یعنی ضمائر وما قتلوہ وما صلبوہ وفیہ ومنہ وبہ وما قتلوہ وبل رفعہ وبہ یہ سب آٹھ ضمائر راجع ہوئے۔ طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اور ضمیر مابعد یعنی ضمیر یکون بھی راجع ہے۔ طرف عیسیٰ علیہ السلام کے۔ پس اس سے ہر منصف سمجھ سکتا ہے کہ ظاہر نص قرآنی یہی ہے کہ ضمیر قبل موتہ کی بھی راجع ہے طرف عیسیٰ علیہ السلام کے اور صرف نص کا ظاہر سے بلا صارف قطعی جائز نہیں۔ کما تقرر فی الاصول والکلام اور یہاں کوئی صارف قطعی موجود نہیں ہے۔ اثر ابن عباسؓ صارف قطعی ہو نہیں سکتا ہے۔ کیونکہ:

اوّل...... تو حدیث موقوف حجت ہی نہیں ہے۔ چہ جائیکہ قطعی ہو۔

دوم...... اس اثر کا معارض دوسرا اثر ابن عباسؓ کا صحیح موجود ہے۔

''قال ابن کثیر فی تفسیره ذکر من قال ذلك حدثنا ابن بشار حدثنا عبدالرحمن عن سفیان عن ابی حصین عن سعید بن جبیر عن ابن عباس وان من اهل الکتاب الالیؤمنن به قبل موته قال قبل موت عیسیٰ ابن مریم علیه السلام وقال العوفی عن ابن عباس مثل ذلك (تفسیر ابن کثیر ج۲ ص۴۰۱)'' اس اثر کے سب رجال رجال صحیحین ہیں۔

سوم...... اثر مذکور کی رواۃ مجروح ہیں۔ بیان اس کا یہ ہے کہ یہ اثر چند طرق سے منقول ہے۔

پہلا طریق یہ ہے۔ "حدثنا ابوحذیفة حدثنا سهیل عن ابن ابی نجیح عن مجاهد فی قوله الا لیؤمنن به قبل موته کل صاحب کتاب لیؤمنن بعیسیٰ قبل موته قبل موت صاحب الکتاب وقال ابن عباس لوضربت عنقه لم تخرج نفسه حتی یومن بعیسیٰ کذافی تفسیر ابن کثیر راوی"
اوّل...... ابوحذیفہ ہے۔ یہ ابوحذیفہ یا موسیٰ بن مسعود ہے یا شیخ ہے یحییٰ بن ہانی بن عروہ کا موسیٰ ابن مسعود کا حال یہ ہے۔ تقریب میں ہے۔ "صدوق سیٔ الحفظ وکان یصحف من صغار التاسعة مات سنة عشرین اوبعدها وقد جاوز التسعین وحدیثه عند البخاری فی المتابعات "میزان الاعتدال میں ہے:" تکلم فیه احمد وضعفه الترمذی وقال ابن خزیمة لا یتحج به وقال عمر وبن علی لا یحدث عنه من ینصر الحدیث وقال ابواحمد الحاکم لیس بالقوی عندهم وقال ابراهیم بن یعقوب سمعت احمد یقول کان سفیان الذی یحدث عنه ابوحذیفة لیس هوسفیان الذی یحدث عنه الناس وقال ابوحاتم صدوق معروف بالثوری کان سفیان لمانزل البصرة ینفذه فی حوائجه ولکن کان لصحف "اور یحییٰ بن ہانی بن عروہ کا شیخ مجہول ہے۔ تقریب میں ہے۔ ابوحذیفہ غیر منسوب شیخ یحییٰ بن ہانی بن عروة مجهول من السادسة اور اس طریق میں عبداللہ بن ابی نجیح یسار المکی ابویسار الثقفی واقع ہے۔ وہ مدلس ہے۔ تقریب میں ہے۔ "وربما دلس من السادسة "میزان میں ہے۔" قال یحییٰ القطان لم یسمع التفسیر کله من مجاهد بل کله عن القاسم بن ابی بزة "اور عنعنہ مدلس کا مقبول نہیں ہے۔ دوسرا طریق یہ ہے۔" حدثنا ابن حمید حدثنا ابوتمیله یحییٰ بن واضح حدثنا حسین بن واقدعن یزید النحوی عن عکرمة عن ابن عباس قال لایموت الیهودی حتیٰ یشهد ان عیسیٰ عبدالله ورسوله ولو عجل علیه مابسلاح کذافی تفسیر ابن کثیر"
پہلا راوی اس کا محمد بن حمید رازی ہے۔ وہ ضعیف ہے تقریب میں ہے۔ "محمد بن حمید بن حیان الرازی حافظ ضعیف انتهی "کاشف میں ہے۔" محمد بن حمید الرازی الحافظ عن یعقوب بن بشیر کثیر المنلکیر وقال البخاری فیه نظر وقال س لیس ثقة "خلاصہ میں ہے۔" وکذبه الکوسج وابوزرعة وصالح بن محمد وابن فراش"

میزان الاعتدال میں ہے۔"محمد ابن حمید الرازی الحافظ عن یعقوب القمی وابن المبارک من بحور العلم وهو ضعیف قال یعقوب بن بشیر کثیر المناکیر وقال البخاری فیه نظر وکذبه ابوزرعة وقال فضلك الرازی عند ابن حمید خمسون الف حدیث ولااحدث عنه بحرف وروی محمد بن شاذان عن اسحق الکوسج قال قرأعلینا ابن حمید کتاب البخاری عن سلمة فقلت اقرأه علیه ابن حمید یعنی عن سلمة فتعجب علی وقال سمعه محمد بن حمید منی وعن الکوسج قال اشهد انه کذاب وقال صالح جزرة کنانتهم ابن حمید فی کل شئ یحدثنا ما رأیت اجره علی الله منه کان یا خذ احادیث الناس فیقلب بعضه علی بعض وقال ابن فراش ثنا ابن حمید وکان والله یکذب وجاه عن غیر واحد ان ابن حمید کان یسرق الحدیث وقال النسائی لیس بثقة وقال صالح الجزری ما رأیت احذق بالکذب من ابن حمید ومن ابن الشاذکوفی وقال ابوعلی النیشاپوری قلت لابن خزیمة لوحدث الاسناد عن ابن حمید فان احمد بن حنبل قد احسن الثناء علیه قال انه لم یعرفه ولوعرفه کما عرفناه لما اثنی علیه اصلا وقال ابو احمد الغسال سمعت فضلك الرازی یقول دخلت علیٰ محمد بن حمید وهو یرکب الاسانید علی المتون "

تیسرا طریق یہ ہے:"حدثنی اسحق بن ابراهیم بن حبیب بن الشهید حدثنا عتاب بن بشیر عن خصیف عن سعید بن جبیر عن ابن عباسؓ وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته قال هی فی قرأت ابی قبل موتهم لیس یهودی یموت ابداً حتی یومن بعیسیٰ الحدیث "اس میں راوی عتاب بن بشیر ضعیف ہے اور وہ خصیف سے روایت کرتا ہے اور روایات اس کی خصیف سے منکر ہیں۔

کاشف میں ہے۔"قال احمد احادیثه عن خصیف منکرة "ایسا ہی خلاصہ میں ہے۔میزان میں ہے۔"قال احمد ارجوان لایکون به باس الیٰ من خصیف بمناکیر اراها من قبل خصیف وقال النسائی لیس بذاك فی الحدیث وقال ابن المدینی کان اصحابنا یضعفونه وقال علی ضربنا علی حدیثه ملخصاً"

اوراس طریق میں راوی خصیف ہے اور وہ بہت مجروح ہے۔ تقریب میں ہے۔ ”الخصیف بالحاء المهملة مصغرا ابن عبدالرحمن الجزری ابوعون صدوق سئی الحفظ خلط بآخره ورمی بالارجاء من الخامسة“

کاشف میں ہے۔ ”خصیف بن عبدالرحمن الجزری ابوعون مولی بنی امة عن سعید بن جبیر ومجاهد وعنه سفیان وابن فضیل صدوق سئ الحفظ ضعفه احمد“

میزان میں ہے۔ ”ضعفه احمد وقال مرة لیس بقوی وقال ابوحاتم لکم فی سوء حفظه وقال احمد ایضا تکلم فی الارجاء“ چوتھا طریق یہ ہے۔ ”روی ابوداؤد الطیالسی عن شعبة عن ابی هرون الغنوی عن عکرمة عن ابن عباسؓ “اس میں راوی سلیمان بن داؤد الطیالسی ہے۔ اس نے بہت احادیث کی روایت میں خطا کی ہے۔ تقریب میں ہے۔ ”سلیمان بن داؤد بن الجارود ابوداؤد الطیالسی البصری ثقة حافظ غلط فی احادیث من التاسعه“ میزان میں ہے۔ ”قال ابراهیم بن سعید الجوهری الحافظ اخطا ابوداؤد فی الف حدیث وقال ابوحاتم ابوداؤد محدث صدوق کثیر الخطاء وقال محمد بن المنهال الضریر کنت اتهم اباداؤد وقال لی لم اسمع من ابن عون ثم سألته بعد سنة اسمعت من ابن عون قال نعم نحو عشرین حدیثا“

پانچویں طریق میں علی بن ابی طلحہ راوی ہے۔ اس نے ابن عباسؓ سے تفسیر نہیں سنی ہے اور یہ راوی ضعیف بھی ہے اور قرأۃ شاذہ ابی بن کعب بھی صارف قطعی نہیں ہوسکتی ہے۔ کیونکہ اس میں دو راوی ضعیف میں ایک عتاب بن بشیر۔

دوم:..... خصیف اگر کہا جاوے کہ آیت ”انی متوفیك ورافعك الیّ (آل عمران:۵۵) وآیت فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم (مائده:۱۱۷)“ اس کی صارف قطعی ہے تو جواب یہ ہے کہ ان دونوں آیتوں کی بحث تحریر ہذا کے آخر میں انشاء اللہ تعالیٰ بیان کی جاوے گی اور اگر ضمیر بہ کی عائد کی جاوے طرف اللہ تعالیٰ یا محمد رسول اللہ ﷺ کے تو ان دونوں تقدیروں پر آیت ”وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته (نساء:۱۵۹)“ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصہ سے کچھ تعلق نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ اجنبیت محضہ ہے اور حالانکہ ماقبل ومابعد

میں بیان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہے اور اجنبی کلام کا وسط قصہ میں بغیر کسی فائدہ کے لانا نظم قرآن کو بلاغت سے گراتا ہے۔ علاوہ اس کے ان دونوں تقدیروں کے ابطال کے اور وجوہ بھی ہیں۔ جن کو انشاء اللہ تعالیٰ مقدمہ میں بیان کیا جائے گا۔ پس کتابی کی طرف ضمیر کے راجع کرنے میں تین احتمالات تھے۔ وہ تینوں باطل ہوگئے۔ پس متعین ہوا کہ ضمیر قبل موتہ کی عائد طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہے اور اس پر اور بھی دلیل ہے جو مقدمہ میں انشاء اللہ تعالیٰ لکھی جاوے گی اور یہ امر مبطل ہے اور ابن عباس کے معنی مذکور کا۔ وھو المطلوب!

وجہ سوم لیؤمنن میں ایمان کا لفظ واقع ہے اور یہ لفظ سارے قرآن مجید واحادیث میں اس ایمان کے لئے استعمال کیا گیا ہے جو شرعاً نافع ومعتد بہ ہے۔ یعنی ایمان قبل زہوق روح کسی ایک جگہ بھی قرآن وحدیث میں بغیر قرینہ صارفہ کے ایمان یاس کے لئے نہیں آیا ہے۔ پس ظاہر ایمان سے ایمان قبل الیاس ہے اور صرف آیت کا ظاہر سے بغیر صارف قطعی کے جائز نہیں ہے اور یہاں کوئی صارف قطعی پایا نہیں جاتا اور بالا ظاہر ہوا کہ اثر ابن عباس اور قرأت شاذہ ابی بن کعب مطلق صارف ہونے کی ہی صلاحیت نہیں رکھتی ہے۔ چہ جائیکہ صارف قطعی ہو اور ابن عباس کے معنی مذکور کے موافق ایمان سے ایمان یاس مراد ہے۔

چہارم...... ابن عباسؓ کے معنی مذکور کے موافق قبل موتہ کی قید لغو ہوتی ہے۔ کیونکہ اس تقدیر پر موتہ کی ضمیر کتابی کی طرف عائد ہوگی اور ظاہر ہے کہ ہر ایمان لانے والا اپنی موت سے پہلے ایمان لاتا ہے۔ بعد الموت تو متصور ہی نہیں۔ یہ قید اس تقدیر پر کلام الٰہی کو ایسا لغو کئے دیتی ہے۔ جیسا فارسی کا یہ شعر۔

دندان تو جملہ در دہان ست
چشمان تو زیر ابروان ست

پنجم...... ابن عباسؓ کے اس معنی کے موافق صرف لفظ قبل کا ظاہر معنی سے لازم آتا ہے۔ کیونکر ظاہر قبل موتہ کا عام ہے۔ اس سب زمانہ کو شامل ہے جو موت سے پہلے ہے اور مقصود زمانہ زہوق روح کا ہے۔ اس تقدیر پر بجائے قبل موتہ کے عند موتہ یا وقت موتہ یا حین موتہ مناسب تھا۔

ششم...... یہ معنی ابن عباسؓ کے نہیں ہیں۔ روایت مذکورہ پر اور روایت مذکورہ کے سب طریق ضعیف ہیں۔ کما مر آنفاً!

قولہ...... فرض کرو کہ وہ قرأت بقول حضرت مولوی صاحب کے ایک ضعیف حدیث ہے۔ مگر

حدیث تو ہے یہ ثابت نہیں ہوا کہ وہ کسی مفتری کا افتراء ہے۔ پس کیا وہ ابن عباس کے معنوں کو ترجیح دینے کے لئے کچھ بھی اثر نہیں ڈالتی۔

اقول..... اگرچہ حدیث ضعیف تائید کے لئے کافی ہے۔ لیکن ظاہر نص قرآنی یہ ہے کہ ضمیر بہ وموتہ کی عائد طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہے اور صارف نص کا ظاہر سے قطعی چاہئے اور روایت اس قرأت کی قطعی نہیں ہے۔

قول..... ابن عباسؓ اور عکرمہ پر یہ الزام دینا کہ وہ نحوی قاعدہ سے بے خبر تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔

اقول..... میں نے ابن عباسؓ اور عکرمہ پر ہرگز یہ الزام نہیں دیا ہے۔ یہ تو عوام کے فریب دینے کے لئے آپ کی چالاکی ہے۔ خدا سے ڈریئے اور ایسے افتراء سے پرہیز کیجئے۔ میں نے تو صرف ابن عباسؓ کی ایک روایت کو ضعیف وغیر معتبر کہا ہے اور اسی کے ایک معنی پر اعتراض کیا ہے کہ اس معنی کی بناء پر مخالفت قاعدہ نحویہ اجماعیہ کی لازم آتی ہے۔ پس کیا ضرور ہے کہ بر تقدیر ثبوت اس روایت کے ابن عباسؓ کی وہی مراد ہو۔ ہوسکتا ہے کہ ابن عباسؓ کی مراد دوسرے معنی ہوں جو اوپر مذکور ہوئے۔ ہاں دوسرے معنی کو بھی ادلہ سے میں نے رد کیا ہے۔ مگر اس کو الزام مخالفت قاعدہ نحویہ سے کچھ علاقہ نہیں ہے۔ بالجملہ میں نے ابن عباسؓ اور عکرمہؓ پر ہرگز الزام نحوی قاعدہ سے بیخبری کا نہیں دیا ہے۔ میں نے صرف تین کام کئے ہیں۔ ایک تکلم کیا ہے اس روایت کے رواۃ میں دوسرے اس روایت کے ایک معنی پر الزام دیا ہے۔ مخالفت قاعدہ نحویہ کا تیسرے اس روایت کے دوسرے معنی کو باطل کیا ہے۔ بادلہ قاطعہ صریحہ اور ان امور میں سے کوئی امر سبب طعن نہیں ہوسکتا ہے۔

قول..... اگر وہ اپنے معنوں کو قطعیۃ الدلالۃ بنانا چاہتے ہیں تو ان پر فرض ہے کہ ان دونوں باتوں کا قطعی طور پر پہلے فیصلہ کرلیں۔ کیونکہ جب تک ابن عباسؓ اور عکرمہ کے مخالف معنوں میں احتمال صحت باقی ہے اور ایسا ہی گو قرأت شاذہ بقول مولوی صاحب کے ضعیف ہے۔ مگر احتمال صحت رکھتی ہے۔ تب تک مولوی صاحب کے معنی باوجود قائم ہونے ان تمام احتمالات کے کیونکر قطعی ٹھہر سکتے ہیں۔

ناظرین! آپ لوگ خود سوچ لیں کہ قطعی معنی تو ان ہی معنوں کو کہا جاتا ہے۔ جن کی دوسری وجوہ سرے سے پیدا نہ ہوں یا پیدا تو ہوں۔ لیکن قطعیۃ کا مدعی دلائل شافیہ سے ان تمام مخالف معنوں کو توڑ دے۔

اقول..... مخفی نہ رہے کہ اس ناچیز نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے وہ تمام معانی جو مخالف میرے مدعا کے مباحثہ ہذا کے زمانہ تک ظاہر ہوئے تھے۔ دلائل شافیہ سے توڑ دیئے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے اب تک مفسرین نے اس آیت کے دو ہی معنی لکھے ہیں۔ دلائل ثالث لہما ایک یہ کہ ضمیر قبل موتہ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف عائد کی جاوے۔ اعم اس سے کہ بہ کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف عائد ہو یا اللہ تعالیٰ کی طرف یا آنحضرت ﷺ کی طرف سب کا مآل ایک ہے۔ یعنی آئندہ زمانہ میں ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس زمانہ کے سب اہل کتاب اللہ تعالیٰ اور آنحضرت ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مرنے سے پہلے ایمان لاویں گے۔ یہ معنی میں نے اختیار کئے ہیں اور یہی مثبت حیات مسیح علیہ السلام ہیں۔ دوسرے یہ کہ ضمیر قبل موتہ کی کتابی کی طرف عائد ہو۔ اعم اس سے کہ بہ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف پھرے یا محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف پھرے یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف مآل ایک ہے۔ یعنی ہر اہل کتاب اپنے مرنے سے پہلے زہوق روح کے وقت اللہ تعالیٰ و آنحضرت ﷺ و حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لاتا ہے۔ اس معنی کو مع دونوں احتمالوں کے خاکسار نے باطل کر دیا اور مرزا قادیانی سے اس کا کچھ جواب نہ ہو سکا اور وہ تین معانی جو مرزا قادیانی اور ان کے اتباع کے مخترعات سے تھے۔ وہ بھی باطل کر دیئے کہ جن کا کچھ جواب مرزا قادیانی کی طرف سے نہ ہو سکا۔ پھر ایک تقریر آپ کی مسلمات کی بناء پر ایسی لکھی گئی ہے۔ جس سے سارے معنی جو مخالف میرے دعوے کے ہیں۔ اعم اس سے کہ حضرت ﷺ کے زمانہ سے اب تک کسی مفسر نے لکھے ہوں یا حال کے زمانہ میں کسی نے ایجاد کئے ہوں یا آئندہ قیامت تک کوئی ایجاد کرے باطل ہو گئے اور آپ سے اس کا کچھ جواب نہ ہو سکا۔ اب تحریر ہذا میں ایک دلیل تحقیقی طور پر ایسی لکھی گئی ہے۔ جس سے معانی ماضیہ و موجودہ و آتیہ و تمام احتمالات عقلیہ جو مخالف میرے دعویٰ کے ہیں۔ قطعاً باطل ہو جاتی ہیں۔ اس دلیل کا تحریر چہارم یا پنجم میں لکھنے کا ارادہ تھا۔ مگر چونکہ مرزا قادیانی مباحثہ کو نا تمام چھوڑ کر فرار کر گئے۔ لہٰذا نوبت لکھنے کی نہ آئی۔ اس لئے تحریر ہذا میں لکھی گئی۔ الحمدللّٰہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیه علیٰ ما احق الحق وابطل الباطل فماذا بعد الحق الا الضلال!

اب ناظرین بانصاف انصاف سے فرمادیں کہ احتمالات معانی مخالفہ کا توڑنا مافوق اس کے متصور ہے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اس عاجز کے واسطے توڑ کر ظاہر کر دیا۔

قولہ...... مجرد ضعیف حدیث کا بیان کرنا اس کو بکلی اثر سے روک نہیں سکتا۔

اقول...... مسلم ہے کہ بکلی اثر سے روک نہیں سکتا۔ مگر صارف قطعی ہونے سے روکتا ہے اور بغیر صارف قطعی صرف نصوص عن الظواہر جائز نہیں ہے۔

قولہ...... امام بزرگ حضرت ابوحنیفہ فخر الائمہ سے مروی ہے کہ میں ایک ضعیف حدیث کے ساتھ بھی قیاس کو چھوڑ دیتا ہوں۔

اقول...... امام بزرگ نے تو صرف یہی کہا ہے کہ ضعیف حدیث کے ساتھ میں قیاس کو چھوڑ دیتا ہوں۔ یہ تو نہیں کہا کہ ضعیف حدیث کے ساتھ ظاہر نص قرآنی کو چھوڑ دیتا ہوں۔ فاین هذا من ذاك!

قولہ...... اب کیا جس قدر حدیثیں صحاح ستہ میں بہ باعث ضعف راویوں کے قابل جرح یا مرسل یا منقطع الاسناد ہیں۔ وہ بالکل پایۂ اعتبار سے خالی اور بے اعتبار محض ہیں اور کیا وہ محدثین کے نزدیک موضوعات کے برابر سمجھی جاتی ہیں۔

اقول...... سب سے بے اعتبار محض اور موضوعات تو نہیں ہیں۔ لیکن صارف قطعی بھی نہیں ہوسکتی ہیں۔

قولہ...... از انجملہ ایک یہ کہ اہل کتاب کا لفظ اکثر قرآن کریم میں موجودہ اہل کتاب کے لئے جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں موجود تھے بیان فرمایا گیا ہے۔ الیٰ قولہ! پھر مولوی صاحب کے پاس باوجود اس دوسرے معنی ابن عباسؓ اور عکرمہ کے کون سی قطعی دلیل اس بات پر ہے کہ اس ذکر اہل کتاب سے وہ لوگ قطعاً باہر رکھے گئے ہیں۔

اقول...... دلیل اس پر یہی ہے کہ ظاہر نص قرآنی یہی ہے کہ دونوں ضمیریں بہ دموتہ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ہی عائد ہیں اور کوئی یہاں صارف قطعی پایا نہیں جاتا اور اصول وکلام میں ثابت ہے کہ ”النصوص تحمل علیٰ ظواهرها وصرف النصوص عن ظواهرها الحاد“

قولہ...... از انجملہ ایک یہ کہ مولوی صاحب نے تعیین مرجع لیؤمنن بہ میں کوئی قطعی ثبوت پیش نہیں کیا۔

اقول...... قطعی ثبوت یہی ہے کہ ظاہر نص قرآنی یہی ہے کہ ضمیر بہ کی عائد ہے۔ طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اور کوئی صارف یہاں متحقق نہیں ہے۔ وقد مر تفصيله فتذكر!

قولہ...... کیونکہ تفسیر معالم التنزیل وغیرہ تفاسیر معتبرہ میں حضرت عکرمہ وغیرہ صحابہؓ سے یہ بھی روایت ہے کہ ضمیر بہ کی جناب خاتم الانبیاء ﷺ کی طرف پھرتی ہے۔

اقول...... ظاہراس کلام کا یہ ہے کہ عکرمہ صحابہ میں داخل ہیں۔ حالانکہ یہ غلط محض ہے۔ اس روایت کی سند اگرچہ عکرمہ تک نہایت صحیح ہے۔ مگر یہ قول تابعی ہے۔ مخالف ظاہر نص قرآنی کے اور قول تابعی صارف نص کا ظاہر سے ہو نہیں سکتا ہے۔ علاوہ اس کے اس تقدیر پر آیۃ ''وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته (نساء:۱۵۹)'' کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصہ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ اجنبیت محضہ ہے۔ حالانکہ ماقبل ومابعد میں ذکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہے اور اجنبی کے ساتھ بلا فائدہ فصل خلاف بلاغت ہے۔ بالجملہ اس معنی کے رد کے لئے بھی وہ دلیل تحقیق جو ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ جو سارے معانی واحتمالات مخالفہ کو رد کرتی ہے، کافی ہے۔

قولہ...... اور یہ روایت قوی ہے۔ کیونکہ مجرد مسیح ابن مریم پر ایمان لانا موجب نجات نہیں ٹھہر سکتا۔

اقول...... بعد نزول مسیح ابن مریم کے مجرد مسیح ابن مریم پر ایمان لانا موجب نجات ہے۔ اس لئے کہ بعد نزول کے حضرت مسیح ابن مریم شریعت محمدیہ ﷺ کے متبع ہوکر رہیں گے۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ پس مسیح پر ایمان لانا مستلزم ہے۔ خاتم الانبیاء ﷺ پر ایمان لانے کو اور خاتم الانبیاء ﷺ پر ایمان لانا بلاشبہ موجب نجات ہے۔ کیونکہ وہ ایمان تمام نبیوں پر ایمان لانے کو مستلزم ہے۔

قولہ...... اور بموجب روایت عکرمہ برعایت آپ کے نحوی قاعدہ کے یہ معنی ٹھہریں گے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس زمانہ کے موجودہ اہل کتاب سب کے سب نبی ﷺ پر اپنی موت سے ایمان لے آئیں گے۔ جس ایمان کے طفیل مسیح ابن مریم پر بھی ایمان لانا انہیں نصیب ہو جائے گا۔

اقول...... یہ معنی باطل ہیں۔ بچند وجوہ:

اوّل...... یہ کہ ظاہر قرآن یہ ہے کہ ضمیر بہ موتہ کی راجع طرف حضرت مسیح کے ہے اور صارف قطعی یہاں کوئی موجود نہیں ہے اور بغیر صارف قطعی صرف النص عن الظاہر غیر جائز ہے۔

دوم...... قبل موتہ کی قید اس وقت لغو ہوتی ہے۔ کیونکہ ہر ایمان لانے والا اپنی موت سے پہلے ایمان لاتا ہے۔ ایمان بعد الموت متصور نہیں۔ اس وقت اسی قدر کہنا کافی تھا۔ ''وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن به''

سوم...... یہ کہ آیت ''ویوم القیمة یکون علیھم شھیداً (نساء:۱۵۹)'' میں ضمیر یکون

فقط حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے اور ضمیر علیہم کا مرجع یقیناً وہ اہل کتاب ہیں۔ جن کے ایمان لانے کا اس آیت میں ذکر ہے اور گواہ ہونا جب ہی ہوسکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے ایمان لانے کے زمانہ میں ان میں زندہ موجود ہوں۔

چہارم..... اگر ضمیر بہ کی آنحضرت ﷺ کی طرف ہوتی تو واجب تھا کہ بجائے بہ کے بک ہوتا۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کے لئے ماقبل اس آیت کی ضمیر خطاب کی ہے۔ ''قال اللہ تعالیٰ یسئلك اهل الكتاب ان تنزل عليهم كتاباً (نساء:۱۵۳)'' اور مابعد بھی ضمیر خطاب کی ہے۔ ''قال اللہ تعالیٰ لكن الراسخون في العلم منهم والمؤمنون يؤمنون بما انزل اليك وما انزل من قبلك (النساء:۱۶۲)''

''قال تعالیٰ انا اوحینا الیك (النساء:۱۶۴)''

''وقال تعالیٰ ورسلاً قد قصصنهم عليك من قبل ورسلاً لم نقصصهم عليك (النساء:۱۶۴)''

''وقال تعالیٰ لكن الله يشهد بما انزل اليك (النساء:۱۶۶)''

پس درمیان میں جو ضمیر غائب کے لائی گئی۔ اس کے تصریح کی کوئی وجہ سوائے قاعدۂ التفات کے نہیں معلوم ہوتی ہے۔ پس یہاں قائدہ التفات موافق علم معانی کے بیان کرنا چاہئے۔

پنجم..... جب ضمیر بہ وموتہ کی غیر عیسیٰ عم کی طرف راجع ہوئی تو اس کو کچھ علاقہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصہ سے نہ ہوا اور حالانکہ ماقبل ومابعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے۔ پس درمیان میں بلا فائدہ کلام اجنبی کا لانا خلاف بلاغت ہے۔

ششم..... روایت عکرمہ کی یہ معنی جو آپ نے کہے ہیں۔ اس کے لئے کوئی سلف نہیں ہے۔ خود عکرمہ کا لفظ بھی صراحۃً اس کے خلاف پر دلالت کرتا ہے۔ ابن کثیر میں اسی روایت میں ہے۔ ''قال عكرمة لايموت النصرانى ولا اليهودى حتى يؤمن بمحمد ﷺ'' اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ ہر اہل کتاب اپنے مرنے کے وقت آنحضرت ﷺ پر ایمان لاتا ہے۔ یعنی زہوق روح کے وقت پس وہ معنی جو آپ نے بیان کئے ہرگز صحیح نہیں ہوسکتے ہیں۔ بالجملہ اس معنی کے رد کے لئے وہی دلیل تحقیقی جو اوپر لکھی گئی کافی ہے۔

قولہ..... اور اگر آپ اپنی ضد نہ چھوڑیں اور ضمیر لیؤمنن بہ کو خواہ نخواہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ہی پھیرنا چاہیں تو باوجود اس فساد کے جس کا نقصان آپ کی طرف عائد ہے۔ ہماری طرز

بیان کا کچھ بھی حرج نہیں۔ کیونکہ ہمارے طور پر برعایت خالص استقبال کے پھر اس کے یہ معنی ہوں گے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس زمانہ کے سب اہل کتاب اپنی موت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں گے۔ الیٰ قولہ! اب اگر ہماری اس تاویل میں آپ کوئی جرح کریں گے تو وہی جرح آپ کی تاویل میں ہوگی۔

اقول...... یہ معنی بھی آپ کے باطل ہیں۔ بچند وجوہ:

اوّل...... یہ کہ اس معنی پر صرف نص کا ظاہر سے لازم آتا ہے۔ بغیر صارف قطعی کے کیونکہ ظاہر نص یہی ہے کہ ضمیر قبل موتہ کی راجع ہے۔ طرف عیسیٰ علیہ السلام کے اور صارف قطعی کوئی یہاں پایا نہیں جاتا ہے۔

دوم...... قبل موتہ کی قید اس وقت لغو ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ ایمان لانے والا اپنے مرنے سے پہلے ہی ایمان لاتا ہے۔ ایمان بعد الموت تو متصور ہی نہیں۔ اس وقت یہ کلام مجانین کا سا کلام ہوا جاتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ آج میں نے مرنے سے پہلے نماز پڑھ لی اور مرنے سے پہلے کھانا کھالیا اور مرنے سے پہلے کچہری گیا اور مرنے سے پہلے سبق پڑھا وقس علیٰ ہذا تو کیا اس کو کوئی شخص عاقل سمجھے گا۔ ہرگز نہیں۔

قولہ...... پس گو ابن جریر یا ابن کثیر کا اپنا مذہب کچھ ہو یہ شہادت تو انہوں نے بڑے بسط سے بیان کر دی ہے کہ اس آیت کے معنی اہل تاویل میں مختلف فیہ ہیں اور ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں کہ مسیح ابن مریم کے نزول اور حیات پر قطعی دلالت اس آیت کی ہرگز نہیں اور یہی ثابت کرنا تھا۔

اقول...... اگرچہ اس آیت کی تاویل میں اختلاف ہے۔ مگر مجرد اختلاف قطعیہ کو رد نہیں کر سکتا ہے۔ ہم نے اوپر ثابت کر دیا کہ ظاہر نص قرآنی یہی ہے کہ ضمیر بہ وموتہ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف عائد ہے اور اس ظاہر سے کوئی صارف قطعی پایا نہیں جاتا ہے اور صرف نص کا ظاہر سے بغیر صارف قطعی جائز نہیں بلکہ الحاد ہے اور بقیہ احتمالات ومعانی کو تحقیقی والزامی دونوں طور پر بفضلہ تعالیٰ باطل کر کے ہم نے دکھلا دیا۔ ”الحمد لله علی ذلك حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه كما يحب ويرضی“

قولہ...... واضح ہو کہ قرآن میں ”یا عیسیٰ انی متوفیك ورافعك الیّ (نساء:۵۵)“ موجود ہے۔ قرآن کریم کے عموم محاورہ پر نظر ڈالنے سے قطعی ویقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ تمام قرآن میں توفی کا لفظ قبض روح کے معنوں میں مستعمل ہوا ہے۔ یعنی اس قبض روح میں جو موت

کے وقت ہوتا ہے دو جگہ قرآن مجید میں وہ قبض روح بھی مراد لیا ہے۔ جو نیند کی حالت میں ہوتا ہے۔ لیکن اس جگہ قرینہ قائم کر دیا ہے۔ جس سے سمجھا گیا ہے کہ حقیقی معنی توفی کے موت ہی ہیں۔

اوّل...... یہ کلام دو امر پر دال ہے۔

اوّل...... یہ کہ توفی کے معنی حقیقی موت ہی ہیں اور دیگر معنی مجازی ہیں۔

دوم...... یہ کہ موت کے ارادہ کے لئے قرینہ قائم نہیں کیا جاتا ہے اور دیگر معانی کے لئے قرینہ قائم کیا جاتا ہے اور یہ دونوں امر منظور فیہ ہیں۔ بیان اس کا یہ ہے کہ توفی کے اصل معنی نہ موت کے ہیں نہ اس قبض روح کے جو موت کے وقت ہوتا ہے۔ بلکہ اصل معنی اس لفظ کے قبض بتمامہ کے ہیں۔

بیضاوی میں ہے:''والتوفی اخذ الشیٔ وافیا والموت نوع منه''

اور بیضاوی میں ہے:''فان اصله قبض الشیٔ بتمامه''

تفسیر ابوالسعود میں ہے:''التوفی اخذ الشیٔ وافیاً والموت نوع منه''

تفسیر کبیر میں ہے:''التوفی اخذ الشیٔ وافیاً والموت نوع منه''

اور بھی اس میں ہے:''التوفی جنس تحة انواع بعضها بالموت وبعضها بالاصعاد الیٰ السماء''

تفسیر ابوالسعود میں ہے:''واصله قبض الشیٔ بتمامه''

تفسیر کبیر میں ہے:''فثبت ان الموت والنوم یشترکان فی کون کل واحد منهما توفیا للنفس''

قسطلانی میں ہے:''والتوفی اخذ الشیٔ وافیاً والموت نوع منه''

اور موت ونوم کو توفی اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں اخذ الشیٔ پایا جاتا ہے۔ پس معنی حقیقی واصل موضوع لہ توفی کا یہ معنی کلی ہیں اور موت ونوم وغیرہا معنی حقیقی ومعنی موضوع لہ کے افراد ہیں اور علم اصول وبلاغت میں ثابت ہوا ہے کہ وہ لفظ جو ایک معنی کلی کے لئے وضع کیا گیا ہے جب بعض افراد میں استعمال کیا جائے گا تو یہ استعمال مجازی ہوگا اور وہ بعض افراد معنی مجازی قرار پائیں گے۔ بلاقرینہ صارفہ وہ معنی کلی ہی سمجھے جائیں گے اور بعض بعض افراد کے لئے قرینہ کی ضرورت ہوگی۔ اسی لئے قرآن مجید میں جہاں توفی کا لفظ بمعنی موت آیا ہے وہاں قرینہ قائم کیا گیا ہے۔ جیسا کہ نوم کے لئے قرینہ قائم کیا گیا ہے۔ مرزاقادیانی نے جو خود (ازالہ اوہام ص۳۳۰تا۳۳۲، خزائن

ج ۳ ص ۲۶۸) تک تئیس مقامات قرآن مجید کے لکھے ہیں۔ جن میں لفظ توفی بمعنی موت آیا ہے انہی کو ہم نے بہت غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ سب جگہ قرینہ قائم ہے۔ وہ مقامات حسب تفصیل ذیل ہیں۔ مقام اوّل سورہ نساء میں ہے۔ ''حتیٰ یتوفھن الموت (النساء:۱۵)'' اس کو مرزا قادیانی نے یوں نقل کیا ہے۔ ''ثم یتوفھن الموت'' یہاں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ توفی سے مراد ''اخذ الشئ وافیا'' ہے۔ نہ موت ورنہ لفظ موت بیکار ہے اور اگر لفظ موت قرینہ تعیین معنی موت کا ٹھہرایا جاوے تو معلوم ہوا کہ توفی سے موت سمجھنا محتاج قرینہ ہے۔ مقام دوسرا سورہ آل عمران میں ہے: ''وتوفنا مع الابرار (نساء:۹۳)'' یہاں مع الابرار قرینہ ہے ارادہ موت کے لئے۔ وہذا ظاہر!

مقام تیسرا سورہ سجدہ میں ہے: ''قل یتوفکم ملك الموت الذی وکل بکم (سجدہ:۱۱)'' یہاں لفظ ملک الموت قرینہ ہے۔ ارادہ موت کے لئے۔

مقام چوتھا سورہ نساء میں ہے: ''ان الذین توفھم الملائکة ظالمی انفسهم (نساء:۹۷)'' یہاں لفظ ملائکہ قرینہ موجود ہے۔

مقام پانچواں سورہ مؤمن میں ہے: ''فاما نرینك بعض الذی نعدهم اونتوفینك فالینا یرجعون (مؤمن:۷۷)'' یہاں لفظ اما اور او جو کلمہ حصر ہے۔ قرینہ ہے ارادہ موت پر۔

مقام چھٹا سورہ نحل میں ہے: ''الذی تتوفھم الملائکة ظالمی انفسهم (النحل:۲۸)''

مقام ساتوں بھی اسی میں ہے: ''الذی تتوفھم الملائکة طیبین (نحل:۳۲)'' مرزا قادیانی نے توفھم کی جگہ توفیہم لکھا ہے۔ یہاں لفظ ملائکہ بلکہ سارا قصہ قرینہ ہے۔ ارادہ موت کا۔

مقام آٹھواں حسب تحریر مرزا قادیانی سورۂ بقرا میں ہے: ''یتوفون منکم (بقرہ:۲۴۰)'' یہ مقام خاکسار کو نہیں ملا۔

مقام نواں سورۂ بقرا میں ہے: ''والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسهن اربعة اشهر وعشرا (بقرہ:۲۳۴)'' یہاں لفظ ویذرون ازواجا یتربصن بلکہ سارے احکام جو اس مقام پر مذکور ہیں قرینہ ہیں۔ ارادہ موت پر اسی سورہ و پارہ میں

دوسری جگہ لکھا ہے: ''الذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیة لازواجهم متاعاً الیٰ الحول غیر اخراج (بقره: ۲۴۰)'' یہاں بھی لفظ ویذرون اور سارے احکام قرینہ ہیں۔ ارادۂ موت پر مخفی نہ رہے کہ آٹھویں مقام میں شاید سہو کاتب سے ازالہ اوہام میں بجا ہے کہ لکھا گیا ہے۔

مقام دسواں سورۂ انعام میں ہے: ''حتیٰ اذاجاء احدکم الموت توفته رسلنا وهم لا یفرطون (انعام: ۶۱)'' یہاں لفظ موت ورسل قرینہ ہے۔ ارادۂ موت پر۔

مقام گیارھوں سورۂ اعراف میں ہے: ''حتیٰ اذاجاء تهم رسولنا یتوفونهم (اعراف: ۳۷)'' یہاں لفظ رسل بلکہ سارا قصہ قرینہ ہے۔ ارادۂ موت پر۔

مقام بارھواں سورۂ اعراف میں ہے: ''توفنا مسلمین (اعراف: ۱۲۶)'' یہاں سارا قصہ قرینہ ہے ارادۂ موت پر۔

مقام تیرھواں سورۃ الانفال ''یتوفی الذین کفروا الملائکة یضربون وجوههم وادبارهم (انفال: ۵۰)'' باوجود تلاش کے خاکسار نے نہیں پایا۔

مقام چودھواں سورہ محمد میں ہے: ''فکیف اذا توفتهم الملائکة یضربون وجوههم وادبارهم (محمد: ۲۷)'' یہاں لفظ ملائکہ ویضربون وجوہہم وادبارہم قرینہ ہے۔ ارادہ موت پر۔

مقام پندرھواں سورۂ یونس میں ہے: ''واما نرینك بعض الذی نعدهم اونتوفینك فالینا مرجعهم (یونس: ۴۶)'' یہاں کلمہ حصر قرینہ ہے ارادۂ موت پر۔

مقام سولھواں یوسف میں ہے: ''توفنی مسلماً والحقنی بالصلحین (یوسف: ۱۰۱)'' یہاں حالت دعا ولفظ مسلما والحقنی بالصالحین قرینہ ہے ارادہ موت پر۔

مقام سترھواں سورۂ رعد میں ہے: ''واما نرینك بعض الذی نعدهم اونتوفینك (رعد: ۴۰)'' یہاں کلمہ حصر دلیل ہے ارادۂ موت پر۔

مقام اٹھارواں مؤمن میں ہے: ''ومنکم من یتوف من قبل (مؤمن: ۶۷)'' یہاں ماقبل اس کا یعنی ''ثم لتبلغوا اشدکم ثم لتکونوا شیوخا'' قرینہ ہے ارادہ موت پر۔ ازالہ اوہام میں غلطی سے بجائے ۶۷، ۶۴ لکھا گیا۔

مقام انیسواں سورۂ مؤمن میں ہے: ''او نتوفینك'' ازالہ اوہام میں یہاں دو غلطیاں ہیں۔ اوّل بجائے ۷۷، ۲۴ لکھا ہے۔ دوم یہ آیت پہلی ہو چکی ہے۔ یہاں مکرر لکھی گئی ہے۔

مقام بیسواں نحل: ''واللّٰه خلقکم ثم یتوفکم ومنکم من یرد الیٰ ارذل العمر (نحل:۷۰)'' یہاں ومنکم من یرد الی ارذل العمر قرینہ ہے ارادۂ موت پر۔

مقام اکیسواں حج: ''ومنکم من یتوفی ومنکم من یرد الیٰ ارذل العمر (الحج:۵)'' یہاں ومنکم من یرد قرینہ ہے ارادہ موت پر۔

مقام بائیسواں سورۃ الزمر میں ہے: ''اللّٰه یتوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها (زمر:۴۲)'' یہ آیت اوّل دلیل ہے۔ مرزا قادیانی کے خلاف مطلوب پر یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ توفی کا لفظ موت ونوم دونوں کے لئے آتا ہے اور دونوں استعمالوں میں قرینہ کی حاجت ہے۔ موت کے لئے یہاں قرینہ لفظ حین موتہا اور نوم کے لئے والتی لم تمت فی منامہا موجود ہے۔

مقام تیئیسواں الانعام: ''هو الذی یتوفکم باللیل (انعام:۶۰)'' یہاں توفی سے نوم مراد ہے اور قرینہ لفظ باللیل ہے۔ یہاں سے بخوبی ثابت ہوا کہ لفظ توفی کا موضوع لہ معنی کلی یعنی اخذ الشئ وافیاً ہے اور موت اور نوم کے معنی کے لئے قرینہ کی حاجت ہے۔ پس جب تک کوئی قرینہ قطعیہ قائم نہ ہوگا تو اس معنی کلی سے صرف نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ النصوص تحمل علیٰ ظواهرها وصرف النصوص عن ظواهرها الحاد قاعدہ مقررہ ہے اور یہ بھی اپنی جگہ ثابت ہوا ہے کہ اللفظ یحمل علیٰ الحقیقة مالم یصرف عنها صارف۔

قولہ...... بہر حال جب کہ تمام قرآن میں لفظ توفی کا قبض روح کے معنوں میں آیا ہے اور احادیث میں ان تمام مواضع میں جو خدا تعالیٰ کو فاعل ٹھہرا کر اس لفظ کو انسان کی نسبت استعمال کیا ہے۔ جا بجا موت ہی کے معنی لئے ہیں تو بلاشبہ یہ لفظ قبض روح اور موت کے لئے قطعیہ الدلالۃ ہوگیا۔

اقول...... اس میں کلام ہے بدو وجہ:

اوّل...... یہ کہ اگرچہ لفظ توفی قرآن واحادیث میں بہت جگہ موت کے معنی ہیں۔ آیا ہے مگر کوئی ایک جگہ بھی ایسی نہیں کہ قرینہ وہاں قائم نہ کیا گیا ہو اور معنی حقیقی ہونا موت کا جب ثابت ہو کہ کوئی ایسی جگہ قرآن وحدیث میں آپ بتایئے کہ بلا قیام قرینہ یقینی طور پر وہاں موت مراد ہو۔

دوم...... یہ کہ یہ آیت ''ذوالوجوہ'' ہے اور مفسرین قدیماً وحدیثاً اس کے معنی میں چند تاویلات لکھتے چلے آتے ہیں اور جو معنی آپ نے کیے وہ کسی نے نہیں کیے ہیں اور جب آپ نے آیت ''وان من اهل الكتاب '' کا اس وجہ سے کہ وہ ذوالوجوہ ہے۔قطعیۃ الدلالۃ ہونا تسلیم نہیں کیا۔حالانکہ وہ معنی بھی تفسیروں میں موجود ہیں جو حضرت نے بیان کئے۔پس آیت ''انی متوفيك '' کو جو ذوالوجوہ ہے اور آپ کے مخترع معنی ایک تفسیر میں بھی نہیں لکھے ہیں۔معنی مخترع کو قطعیۃ الدلالۃ کہنا بڑی جسارت وجرأت ہے۔حدیث ''اذا لم تستحي فاصنع ماشئت '' کو یاد کر لیجئے اور ''وعيد من فسر القرآن برايه فليتبؤ مقعده من النار '' کا بھی لحاظ رکھئے۔اب ہم اس آیت کے ذوالوجوہ ہونے کے لئے چند تفاسیر کی عبارت نقل کرتے ہیں۔

معالم میں ہے:''واختلفوا في معنى التوفي منها قال الحسن والكلبي وابن جريج اني قابضك ورافعك من الدنيا الىٰ من غير موت بدنك يدل عليه قوله تعالىٰ فلما توفيتني اي قبضتني الىٰ السماء وانا حي لان قومه انما تنصروا بعد رفعه لا بعد موته فعلى هذا للتوفي تاويلان احدهما اني رافعك اليّ وافياً لم ينالوا منك شيئاً من قولهم توفيت منه كذا وكذا واستوفيته اذا اخذته تاماً والآخراني متسلمك من قولهم توفيت منه كذا اي تسلمته وقال الربيع بن انس المراد بالتوفي النوم وكان عيسىٰ قد نام فرفعه الله نائما الىٰ السماء معناها اني منيمك ورافعك اليّ كما قال الله تعالىٰ وهو الذي يتوفكم بالليل اي ينيمكم وقال بعضهم المراد بالتوفي الموت وروى علي بن طلحة عن ابن عباسؓ ان معناه اني مميتك يدل عليه قوله تعالىٰ قل يتوفكم ملك الموت فعلى هذا له تاويلان احدهما ما قاله وهب توفى الله عيسىٰ ثلث ساعات من النهار ثم احياه ورفعه الله اليه وقال محمد بن اسحق ان النصارىٰ يزعمون ان الله تعالىٰ توفاه سبع ساعات من النهار ثم احياه ورفعه اليه والآخر ماقاله الضحاك وجماعة ان في هذه الآية تقديما وتاخيرا معناه اني رافعك اليّ ومطهرك من الذين كفروا ومتوفيك بعد انزالك من السماء انتهى''

تفسیر ابن کثیر میں ہے:"اختلاف المفسرون فی قوله تعالیٰ انی متوفیك ورافعك الیّ فقال قتادة وغیره هذا من المقدم والمؤخر تقدیره انی رافعك الیّ ومتوفیك یعنی بعدذلك وقال علیٰ بن ابی طلحة عن ابن عباس انی متوفیك ای ممیتك وقال محمد اسحق عمن لایتهم عن وهب بن منبه قال توفاه الله ثلث ساعات من اوّل النهار حین رفعه الله قال ابن اسحق والنصاری یزعمون ان الله توفاه سبع ساعات ثم احیاه قال اسحق بن بشیر عن ادریس عن وهب اماته الله ثلثة ایام ثم بعثه ثم رفعه قال مطر الوراق انی متوفیك فی الدنیا لیس بوفات موت وکذا قال ابن جریر توفیه هو رفعه وقال الاکثرون المراد بالوفاة هنا النوم کما قال الله تعالیٰ وهو الذی یتوفکم باللیل الآیة وقال الله یتوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها الآیة وکان رسول الله ﷺ یقول اذا قام من النوم الحمد لله الذی احیانا بعد ما اماتنا الحدیث انتهی"

تفسیر بیضاوی میں ہے:"یاعیسیٰ انی متوفیك ای مستوفی اجلك ومؤخرك الیٰ اجلك المسمی عاصما ایاك من قتلهم اوقابضك من الارض من توفیت مالی اومتوفیك نائما اذروی انه رفع نائما اوممیتك عن الشهوات العائقة عن العروج الیٰ عالم الملکوت وقیل اماته الله سبع ساعات ثم رفعه الیٰ السماء والیه ذهب النصاری انتهی"

کشاف میں ہے:"انی متوفیك ای مستوفی اجلك ومعناه انی عاصمك من ان یقتلك الکفار ومؤخرك الیٰ اجل کتبته لك وممیتك حتف انفك لاقتلا بایدیهم ورافعك الیّ الیٰ سمائی ومقر ملائکتی ومطهرك من الذین کفروا من سوء جوارهم وخبث صحبتهم وقیل متوفیك قابضك من الارض من توفیت مالی علی فلان اذا استوفیته وقیل ممیتك فی وقتك بعد النزول من السماء ورافعك الآن وقیل متوفی نفسك بالنوم من قوله والتی لم تمت فی منامها ورافعك وانت نائم حتی لایلحقك خوف وتستیقظ وانت فی السماء من مقرب انتهی"

تفسیر کبیر میں ہے:" الصفة الاولیٰ انی متوفیک ونظیره قوله تعالی حکایة عنه فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم واختلف اهل التاویل فی هاتین الآیتین علی طریقین احدهما اجراء الآیة علی ظاهرها من غیر تقدیم ولاتاخیر فیها والثانی فرض التقدیم والتاخیر فیها اما الطریق الاولیٰ فبیانه من وجوه الاوّل معنی قوله انی متوفیک ای انی متمم عمرک فحینئذ اتوفک فلا اترکهم حتی یقتلوک بل انارافعک الیٰ سمائی ومقربک بملائکتی واصونك عن ان یتمکنوا من قتلك وهذا تاویل حسن والثانی متوفیک ای ممیتك وهومروی عن ابن عباس ومحمد بن اسحق قالوا والمقصود ان لایصل اعداهٔ من الیهود الیٰ قتله ثم انه بعد ذلك اکرمه بان رفعه الیٰ السماء ثم اختلفوا علی ثلثة اوجه احدها قال وهب توفی ثلث ساعات ثم رفع ثاینها قال محمد بن اسحق توفی سبع ساعات ثم احیاه الله ورفعه الثالث قال الربیع بن انس انه تعالیٰ توفاه حین رفعه الیٰ السماء قال تعالیٰ الله یتوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها الوجه الرابع فی تاویل الآیة ان الواوفی قوله متوفیك ورافعك لایفید الترتیب فالآیة تدل علی انه تعالیٰ یفعل به هذه الافعال فاماکیف یفعل ومتی یفعل فالامرفیه موقوف علی الدلیل وقد ثبت بالدلیل علی انه حی وورد الخبر عن النبیﷺ انه سینزل ویقتل الدجال ثم انه تعالیٰ یتوفاه بعد ذلك الوجه الخامس فی التاویل ماقاله ابوبکر الواسطی وهوان المراد انی متوفیك عن شهواتك وحظوظ نفسك ثم قال ورافعك الیّ وذلك لان من لم یصر فاینا عما سوی الله لایکون له وصول الیٰ مقام معرفة الله وایضا فعیسیٰ لمارفع الیٰ السماء صارحا له کحال الملائکة فی زوال الشهوة والغضب والاخلاق الذمیمة والوجه السادس ان التوفی اخذ الشئ وافیاً ولما علم ان من الناس من یحظر بباله ان الذی رفعه الله هو روحه لاجسده ذکر هذا الکلام لیدل علی انه علیه الصلوٰة والسلام رفع بتمامه الیٰ السماء بروحه وبجسده ویدل علی صحة هذا التاویل قوله تعالیٰ وما یضرونك من شئ والوجه السابع انی متوفیك

اى اجعلك كالمتوفى لانه اذا رفع الىٰ السماء وانقطع خبره واثره عن الارض كان كالمتوفى واطلاق اسم الشئ على مايشابهه فى اكثر خواصه وصفاته جائز حسن الوجه الثامن ان التوفى هوالقبض يقال وفانى فلان دراهمى واوفالى وتوفينا منه كما يقال سلم فلان دراهمى الىّ وتسلمنامنه وقد يكون ايضا توفى بمعنى استوفى وعلىٰ كلا الوجهين كان اخراجه من الارض واصعاده الىٰ السماء توفياله فان قيل فعلى هذا الوجه كان التوفى عين الرفع اليه فيصير قوله ورافعك الىّ تكرار قلنا قوله انى متوفيك يدل على حصول التوفى وهو جنس تحة انواع بعضها بالموت وبعضها بالاصعاد الىٰ السماء فلما قال بعده ورافعك الىّ كان هذا تعيينا للنوع ولم يكن تكراراً الوجه التاسع ان يقدر فيه حذف المضاف والتقدير متوفى عملك بمعنى مستوفى عملك وارافعك الىّ اى رافع عملك الىّ وهو كقوله اليه يصعد الكلم الطيب والمراد من هذه الآية انه تعالىٰ بشره بقبول طاعة واعماله وعرفه ان مايصل اليه من المتاعب والمشاق فى تمشيته دينه واظهار الشريعة من الاعداء فهولا يضيع اجره ولايهدم ثوابه فهذه جملة الوجوه المذكورة على قول من يجرى الآية علىٰ ظاهرها الطريق الثانى وهو قول من قال لابد فى الآية من تقديم وتاخير من غيران يحتاج فيها الىٰ تقديم اوتاخير قالوا ان قوله ورافعك الىّ ليقتضى انه رفعه حيا والو اولا يقتضى الترتيب فلم يبق الا ان يقول فيها تقديم وتاخير والمعنى انى رافعك ومطهرك من الذين كفروا ومتوفيك بعد انزالى اياك فى الدنيا ومثله من التقديم والتاخير كثير فى القرآن واعلم ان الوجوه الكثيرة التى قدمناها تغنى عن التزام مخالفة الظاهر والله اعلم انتهى"

فتح البيان میں ہے:"قال الفراء ان فى الكلام تقديما وتاخيراً تقديره الىّ رافعك ومطهرك ومتوفيك بعد انزالك من السماء قال ابوزيد متوفيك قابضك وقيل الكلام علىٰ حاله من غير ادعاء تقديم وتاخير فيه والمعنى كما قال فى الكشاف مستوفى اجلك ومعناه انى عاصمك من ان يقتلك الكفار

ومؤخر اجلك الیٰ اجل کتبته لك وممیتك حتف انفك لاقتلا بایدیهم عن مطر الوراق قال متوفیك من الدنیا ولیس بوفاة موت وانما احتاج المفسرون الیٰ تاویل الوفاة بما ذکر لان الصحیح ان الله تعالیٰ رفعه الیٰ السماء من غیر وفاة کما رجحه کثیر من المفسرین واختاره ابن جریر الطبری ووجه ذلك انه قد صح فی الاخبار عن النبی ﷺ نزوله وقتله الدجال وقیل ان الله سبحانه توفاه ثلاث ساعات من نهار ثم رفعه الیٰ السماء وفیه ضعف وقیل المراد بالوفاة هنا النوم ومثله هو الذی یتوفاکم باللیل ای ینیمکم وبه قال کثیرون وقیل الواوفی قوله ورافعك لاتفید الترتیب لانها لمطلق الجمع فلا فرق بین التقدیم والتاخیر قاله ابوالبقاء قال ابوبکر الواسطی المعنی انی متوفیك عن شهواتك وحظوظ نفسك وهذا بالتحریف اشبه منه بالتفسیر انتهی'' یہاں سے ذوالوجوہ ہونا اس آیت کا ثابت ہوا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ جو معنی مرزا قادیانی نے کہے وہ کسی مفسر نے نہیں لکھے۔ مفسرین کے دو ہی مذہب اس بات میں ہیں یا تو یہ کہ زندہ اٹھا لئے گئے یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مار کر پھر زندہ کیا اور زندہ اپنی طرف اٹھا لیا۔ یہ کسی کا مذہب نہیں ہے کہ وہ اب بھی مردہ ہیں۔ اگر کہا جاوے کہ ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ ابن عباس نے تفسیر انی متوفیک کے انی ممیتک کے ساتھ کی ہے تو جواب یہ ہے کہ اہل تفسیر نے ابن عباس کے اس قول کی تاویل کی ہے اور تاویل ضروری ہے۔ اس لئے کہ دو اثر ابن عباسؓ کے جو بسند صحیح مروی ہیں۔ اس اثر کے معارض ومخالف ہیں۔

اوّل..... وہ جو ابن کثیر وغیرہ میں مرقوم ہے:''عن ابن عباسؓ وان من اهل الکتاب الالیؤمنن به قبل موته قال قبل موت عیسیٰ ابن مریم علیه السلام'' اور اس کی سند اوپر مرقوم ہوئی ہے۔

دوم..... وہ جو فتح البیان وغیرہ میں مرقوم ہے:''اخرج سعید ابن منصور والنسائی وابن ابی حاتم وابن مردویه عن ابن عباسؓ قال لما اراد الله ان یرفع عیسیٰ الیٰ السماء خرج الیٰ اصحابه وفی البیت اثنا عشر رجلا من الحواریین فخرج علیهم من عین فی البیت وراسه یقطر ماء فقال ان منکم من یکفربی اثنی عشر مرة بعد ان آمن بی ثم قال ایکم یلقی علیه شبهی فیقتل مکانی

ویکون معی فی درجتی فقام شاب من احدثهم سنا فقال له اجلس ثم اعاد علیهم فقام الشاب فقال اجلس ثم اعاده علیهم فقام الشاب فقال انا فقال انت ذاك فالقی علیه شبه عیسیٰ ورفع عیسیٰ من روزنة فی البیت الیٰ السماء قال وجاء الطلب من الیهود فاخذوا الشبه فقتلوه ثم صلبوه فکفربه بعضهم اثنی عشر مرة بعد ان آمن به وافترقوا ثلث فرق فقالت طائفة کان الله فینا ماشاء ثم صعد الیٰ السماء فهولاء الیعقوبیة وقالت فرقة کان فینا ابن الله ماشاء ثم رفعه الله الیه وهو لاء النسطوریة وقالت فرقة کان فینا عبدالله ورسوله وهولاء المسلمون فتظاهرت الکافرتان علی المسلمة فقتلوها فلم یزل الاسلام طامساً حتی بعث الله محمداًﷺ فانزل الله علیه فآمنت طائفة من بنی اسرائل یعنی طائفة التی آمنت فی زمن عیسیٰ وکفرت طائفة التی کفرت فی زمن عیسیٰ فایدنا الذین آمنوا فی زمن عیسیٰ باظهار محمد دینهم علےٰ دین الکافرین قال ابن کثیر بعد ان ساقه بهذا للفظ عند ابن ابی حاتم قال حدثنا احمد بن سنان حدثنا ابومعاویة عن الاعمش عن المنهال بن عمرو عن سعید بن جبیر عن ابن عباس فذکره وهذا اسناد صحیح الیٰ ابن عباسؓ وصدق ابن کثیر فهٰولاء کلهم رجال الصحیح واخرجه النسائی من حدیث ابی کریب عن ابی معاویة بنحوه وقدرویت قصة علیه السلام من طرق بالفاظ مختلفة وساقها عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر علی صفة قریبة مما فی الانجیل انتهی ’’یہاں سے تاویل کی ضرورت ثابت ہوئی۔ اب اگر کوئی کہے کہ اگرچہ یہ آیت ذوالوجوہ ہے۔ مگر مرزا قادیانی نے سب وجوہ واحتمالات باطل کر دیے۔ اس طرح پر کہ معنی حقیقی توفی کے موت کے ہیں تو جواب یہ ہے کہ اوپر معلوم ہوا کہ توفی معنی حقیقی موت کے ہرگز نہیں۔ بلکہ معنی حقیقی اخذ الشئی وافیا ہیں اور موت معنی مجازی توفی کے ہیں اس واسطے جس جگہ قرآن مجید وحدیث میں توفی بمعنی موت آیا ہے تو وہاں قرینہ قائم ہے۔ علاوہ اس کے آیۃ وان من اہل الکتاب میں بھی جتنے احتمالات ہمارے مخالف تھے۔ سب ہم نے بفضلہ تعالیٰ الزامی وتحقیقی طور پر باطل کر دیئے۔ خواہ وہ احتمالات ہوں کہ زمان نزول آیت سے آج تک مفسرین لکھتے چلے آتے ہیں۔ خواہ وہ جو مرزا قادیانی اور ان کے اتباع

نے فی زمانا تراشے ہیں۔ خواہ وہ جو قیامت تک آئندہ نکالے جاویں۔ پس اس آیت کا قطعیۃ الدلالۃ ہونا بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔

قولہ...... اور بخاری جو اصح الکتب ہے۔ اس میں بھی تفسیر آیت فلما توفیتنی کی تقریب میں متوفیک کے معنی ممیتک لکھا ہے۔

اقول...... جواب اس کا بدو وجہ ہے۔

اوّل...... یہ روایت مخالف و معارض ہے ان دو روایتوں صحیح کے جن کا ذکر اوپر ہوا۔ اسی ضرورت سے علماء نے اس روایت کو ماؤل کیا ہے۔

دوم...... راوی اس کا علی بن طلحہ ہے۔ قسطلانی میں ہے: ''وقال ابن عباسؓ فیما رواہ ابن ابی حاتم من طریق علی بن طلحة عنه فی قوله تعالیٰ یا عیسیٰ انی متوفیك معناه ممیتك'' اور علی بن ابی طلحہ کو ابن عباسؓ سے ملاقات نہیں ہے اور ضعیف ہے۔ تقریب میں ہے: ''علی بن ابی طلحة سالم مولیٰ بنی العباس سکن حمص ارسل عن ابن عباسؓ ولم یره من السادسة صدوق قد یخطی''

خلاصہ میں ہے: ''عن ابن عباسؓ مرسلاً وعن مجاهد والقاسم وعنه ثور بن یزید ومعمر والثوری قال احمد له اشیاء منکرات وقال القسوی ضعیف''

کاشف میں ہے: ''قال احمد له اشیاء منکرات''

میزان میں ہے: ''قال احمد بن حنبل له اشیاء منکرات وقال دحیم لم یسمع علی بن ابی طلحة التفسیر عن ابن عباسؓ انتهی ملخصاً''

اور بخاری جو اصح الکتب ہے۔ اس سے مراد بخاری کی وہ احادیث مرفوعہ میں جو سند کے ساتھ بخاری اپنی صحیح میں لاتا ہے نہ تعالیق سخاوی فتح المغیث میں لکھتے ہیں کہ: ''وبما تقدم تایید حمل قول البخاری ما ادخلت فی کتابی الاماصح علی مقصوده به وهو الاحادیث الصحیحة المسندة دون التعالیق والآثار الموقوفة علی الصحابة فمن بعدهم والاحادیث المترجم بها ونحو ذلك انتهی''

قولہ...... اور اگر کوئی کہے کہ رافعک مقدم اور متوفیک مؤخر ہے۔ یعنی رافعک آیت کے سر پر اور ''متوفیك فقره جاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا (آل عمران:۵۵)'' کے بعد اور بیچ میں یہ فقرہ محذوف ہے۔ ''ثم منزلك الی الارض'' سو یہاں یہودیوں کے طرح

تحریف ہے۔جن پر بوجہ تحریف کے لعنت ہو چکی ہے۔ کیونکہ اس صورت میں آیت کو اس طرح پر زیروزبر کرنا پڑے گا۔''یا عیسیٰ انی رافعك الیٰ السماء ومطهرك من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوك فوك الذین کفروا الیٰ یوم القیمة ثم منزلك الیٰ الارض ومتوفیك (آل عمران:۵۵)''

اقول..... ایک جماعت سلف میں سے اس تقدیم وتاخیر کی قائل ہوئی ہے۔ان میں سے ہیں۔ ابن عباسؓ وضحاک وقتادہ وفراء وغیرہم ضحاک وقتادہ وفراء کا قائل تقدیم وتاخیر ہونا تو مصرح ہے اور ابن عباسؓ کا اس لئے کہ ابن عباس سے تفسیر متوفیک ممیتک مروی ہے اور حالانکہ موت قبل الرفع معارض ہے۔اثر ین صحیحین کے جو ابن عباس سے منقول ہوئے تو وجہ توفیق نہیں ہے۔مگر یہی قول بالتقدیم والتاخیر۔پس اب یہ کہنا کہ یہودیوں کی طرح تحریف ہے۔ان سب سلف پر تحریف کا الزام لگاتا ہے۔

ناظرین! برائے خدا غور فرماویں کہ کیا مرزا قادیانی اس بات کے مجاز ٹھہر سکتے ہیں کہ ابن عباس وقتادہ وضحاک وفراء وغیرہم جلیل الشان اکابر کو یہودیوں کی سی تحریف کا الزام دیویں ان اکابر پر یہودیوں کی سی تحریف کا الزام دینا میری سمجھ میں نہیں آتا۔آپ نے کچھ ان بزرگوں کی عزت ومرتبت کا پاس نہ کیا جو تفسیر قرآن کو آپ سے بہتر جاننے والے تھے۔علاوہ اس کے مجرد تقدیم وتاخیر موجب تحریف نہیں ہے۔موجب تحریف وہ تقدیم وتاخیر ہے جو خلاف قواعد اس زبان کے ہو جس میں وہ کتاب نازل ہوئی ہے اور اس کے نظائر کتاب اللہ میں نہ پائے جاتے ہوں اور کوئی دلیل اس پر نہ ہو اور اس تقدیم وتاخیر میں کوئی قاعدہ موافق علم بلاغت کے نہ ہو اور یہاں چاروں امور غیر متحقق ہیں۔خلاف قاعدہ تو اس لئے نہیں کہ (واو) لغت عرب میں ترتیب کے لئے نہیں آتا ہے۔مطلق جمع پر دلالت کرتا ہے نظائر اس تقدیم وتاخیر کے بکثرت قرآن مجید میں موجود ہیں۔

تفسیر کبیر میں ہے۔''مثله فی التقدیم والتاخیر کثیر فی القرآن ''دلیل اس پر آیت''وان من اهل الکتاب الالیؤمنن به قبل موته واثر '' صحیح ابن عباسؓ جو حکماً مرفوع ہے موجود ہے۔اس تقدیم وتاخیر میں فائدہ موافق علم بلاغت کے یہ ہے کہ چونکہ کفار درپے قتل وصلیب تھے۔اس لئے توفی جو واقع میں بعد رفع ہونے والی تھی۔اس کا ذکر اہم تھا۔مقصود یہ کہ ہم تم کو تمہاری اجل معلوم کے وقت ماریں گے۔کفار تم کو قتل نہ کرسکیں گے۔ان کے قتل سے ہم

تم کو بچائیں گے اور بالفرض اگر یہ معنی آپ کے نزدیک خطا تھے تو تخطیہ کافی تھا۔ الزام تحریف ابن عباسؓ سے جلیل القدر صحابی کو اور دیگر بزرگوں کو کمال سوءادب ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔

چون خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکان برد

قولہ..... اگر جسمانی طور پر رفع مراد لیا جائے تو سخت اشکال پیش آتا ہے۔ الیٰ قولہ تو کیا خدا تعالیٰ دوسرے آسمان میں بیٹھا ہوا ہے تو دوسرے آسمان میں ہونا رافعک الی کا مصداق ہو جائے۔

اقول..... اس اشکال کو خصوصیت رفع جسمانی کے ساتھ نہیں ہے۔ یہ اشکال تو رفع روحانی پر بھی وارد ہوتا ہے اور تقریر اس کی بعینہ یہی ہے جو آپ نے کی یقینی احادیث صحیح بخاری سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح معہ اپنے خالہ زاد بھائی کے دوسرے آسمان پر ہیں۔ تو کیا خدا تعالیٰ دوسرے آسمان میں بیٹھا ہوا ہے تا دوسرے آسمان میں ہونا رافعک الی کا مصداق ہو جائے اور حل اس اشکال کا یہ ہے کہ فوقیت واستواعلیٰ العرش کی صفت اللہ تعالیٰ کے لئے تا دلہ کتاب وسنت ثابت ہے اور کیفیت اس کی مجہول ہے۔ پس فوق السموات وعرش کی طرف اٹھانا اللہ تعالیٰ کی طرف اٹھانا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کا دوسرے آسمان میں بیٹھا ہونا کہاں لازم آتا ہے۔ یہ جواب تو موافق مذہب سلف کے ہے جو آیات صفات میں تاویل نہیں کرتے ہیں اور موافق خلف کے وہ تاویل ہے جو بیضاوی وغیرہ میں لکھی ہے۔ لفظ بیضاوی یہ ہے: ”الی محل کرامتی ومقر ملائکتی“ شیخ زادہ اس کے تحت میں لکھتا ہے: ”لما کان ظاہر الایۃ مشعر بکونہ تعالیٰ متمکناً فی مکان یستعلیٰ علیہ بین ان المراد برفعہ رفعہ الیٰ مکان رفیع الاانہ عبر عن رفعہ اللہ برفعہ الی نفسہ تشریفا لذلک المکان وتعظیما کما قال ابراھیم علیہ السلام انی ذاھب الیٰ ربی وانما ذھب علیہ السلام من العراق الیٰ الشام ویسمی الحجاج زوار اللہ والمجاورون جیران اللہ کل ذلک لتعظیم الاماکن وتفخیماً فکذا ھذا“

قولہ..... بلکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ خدا تعالیٰ کے فاعل ہونے اور انسان کے مفعول ہونے کی حالت میں بجز قبض روح کے اور کوئی معنی نہیں ہو سکتا۔ اس بناء پر میں نے ہزار روپیہ کا اشتہار بھی دیا ہے۔

اقول..... اوپر ہم نے ثابت کر دیا کہ جس مقام پر توفی کے معنی موت کے آئے ہیں وہاں قرینہ موجود ہے جو علامت مجاز کی ہے۔ پس مجھے جھوٹا اشتہار دینا تو منظور نہیں۔ لیکن میں یہ سچا اشتہار دیتا

ہوں کہ اگر آپ قرآن مجید میں توفی بمعنی موت کے بغیر قرینہ مقالیہ یا حالیہ کے ایک جگہ بھی ثابت کر دیں تو میں آپ کو اس دعویٰ میں کہ یہ آیت قطعیۃ الدلالۃ ہے۔ حیات مسیح علیہ السلام پر صادق مان لوں گا۔ پھر اس میں بحث رہے گی کہ کوئی دوسری آیت قطعیۃ الدلالۃ اس کے معارض ہے یا نہیں۔

قولہ...... اب اگر یہ آیت مسیح ابن مریم کی وفات پر قطعیۃ الدلالۃ نہیں تو دلائل مذکورۂ بالا اور نیز دلائل مفصلہ مبسوط ازالہ اوہام کا جواب دینا چاہئے۔

اقول...... دلائل مذکورہ بالا کا تو جواب بفضلہ تعالیٰ ہوگیا۔ رہی دلائل مفصلہ مبسوط ازالہ اوہام ان کا جواب بھی انشاء اللہ تعالیٰ جلد ہونے والا ہے۔ فانتظر!

قولہ...... تو کہ آپ کو ہزار روپیہ بھی مل جائے اور اپنے بھائیوں میں علمی شہرت بھی حاصل ہو جائے۔

اقول...... تعجب کہ آپ باوجود ادعائے مسیحیت خاکسار کو طمع روپیہ شہرت کا دیتے ہیں۔ خاکسار کی تو یہ دعا ہے کہ حق تعالیٰ مجھے اور آپ کو اور سب اہل اسلام کو طمع روپیہ و شہرت سے بچاوے۔

قولہ...... دوسری دلیل مسیح ابن مریم کی وفات پر خود جناب رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے۔ جس کو امام بخاری اپنی کتاب التفسیر میں اس غرض سے لایا ہے کہ تا ظاہر کرے کہ لما توفیتنی کے لما اتنی ہے۔ الیٰ قولہ! اس میں تو کچھ شبہ نہیں کہ ہمارے نبی ﷺ فوت ہو گئے ہیں اور مدینہ منورہ میں آپ کا مزار ہے۔ پھر جب کہ آنحضرت ﷺ نے وہی لفظ فلما توفیتنی کا حدیث بخاری میں اپنے لئے اختیار کیا ہے اور اپنے حق میں ویسا ہی استعمال کیا ہے۔ جیسا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں مستعمل تھا تو کیا اس بات کے سمجھنے میں کچھ کسر رہ گئی کہ جیسا کہ آنحضرت ﷺ وفات پاگئے۔ ایسا ہی حضرت مسیح ابن مریم بھی وفات پا گئے۔

اقول...... اس مقام پر یا تو آپ نے بڑا مغالطہ کھایا ہے یا دیا ہے۔ بیان اس کا یہ ہے کہ لفظ صحیح بخاری کا یہ ہے: ''فاقول کما قال العبد الصالح وکنت علیہم شہیدا مادمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم'' یہاں کاف تشبیہ ہے۔ جو مغایرت پر دلالت کرتا ہے۔ اگر حضرت یوں فرماتے۔ ''فاقول ماقال العبد الصالح'' تو استدلال آپ کا درست ہوتا جب حضرت نے کاف تشبیہ اس پر داخل کیا تو یہ دلیل مغایرت ہوئی۔ معلوم ہوا کہ حضرت کے توفی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے توفی میں ایک مشابہت تو ہے۔ مگر عین نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توفی تو بطور اصعاد ہوئی اور حضرت ﷺ کی توفی بطور موت سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے حضرت کی زبان سے کیسا لفظ نکلوایا کہ جس سے حیات مسیح میں شبہ کرنے والوں کے شبہ کا استیصال کلی ہوگیا۔ الحمدللہ علی ذالک حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ!

دیکھو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول سورۂ مائدہ میں یوں حکایت کی ہے۔ ''ماقلت لهم الا ما امرتنی به ان اعبدوا الله ربی وربكم (مائده:۱۱۷)'' یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ''کما امرتنی '' نہیں کہا۔ پس معلوم ہوا کہ ما امرتنی اور کما امرتنی میں فرق ہے۔ ایسا ہی ما قال العبد الصالح اور کما قال العبد الصالح میں فرق ہے۔ ''ومن لم یفرق بینهما فقد اخطا خطاء فاحشا'' پس یہ استدلال آپ کا اوہن من نسج العنکبوت نکلا۔ الحمد لله علیٰ ذالك!

قولہ...... کیا قطعیۃ الدلالۃ اسی کو کہتے ہیں کہ کوئی اس کے ضمیر خدا کی طرف پھیرے اور کوئی ہمارے سید ومولیٰ نبی عربی خاتم الانبیاء کی طرف اور کوئی حضرت عیسیٰ کی طرف اور کوئی قبل موتہ کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھیرے اور کوئی کتاب کی طرف۔

اقول...... اوپر ثابت ہوا کہ کتابی کی طرف قبل موتہ کی ضمیر پھیرنا باطل ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھیرنا متعین ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ارجاع ضمیر قبل موتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اثبات مدعیٰ کے لئے کافی ہے۔ ضمیر بہ کی خواہ حق تعالیٰ کی طرف پھیری جاوے یا آنحضرت ﷺ کی طرف یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اختلاف ضمیر بہ قطعیۃ میں کچھ مخل نہیں ہے۔

قولہ...... اور پھر اہل کتاب کے لفظ میں بھی تفرقہ اور اختلاف ہے کہ وہ کس زمانہ کے اہل کتاب ہیں۔

اقول...... جتنے احتمالات مخالف مطلوب میں ان سب کا ابطال اوپر ہو چکا۔ فتذکرہ!

قولہ...... پھر بقول آپ کے ایمان لانے والوں کا زمانہ بھی ایک نشان دہی کے ساتھ مقرر اور معین نہیں۔

اقول...... منتہٰی اس زمانہ کا تو لفظ قبل موتہ سے سمجھا جاتا ہے اور مبدء قرینہ حالیہ سے یعنی بعد نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام بالجملہ وہ زمانہ بعد نزول وقبل الموت کے درمیان میں ہوگا۔ اس سے بڑھ کر اور کیا تعیین ہوگی۔ علاوہ اس کے زمانہ کا عدم تعیین قطعیۃ الدلالۃ ہونے میں مخل نہیں ہو سکتا ہے۔ دیکھو قیامت کا زمانہ کوئی معین نہیں ہے۔ حالانکہ نصوص دالہ علی القیامۃ قطعی ہیں۔

قولہ...... قرآن کریم کے کتنے مقامات سے ثابت ہوا ہے کہ اس دنیا کے زوال تک کفار اہل کتاب باقی رہیں گے۔

اقول...... آپ نے اس باب میں تحریر اوّل میں دو آیتیں لکھی ہیں۔ ایک ''وجاعل الذین

اتبعوك فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیمة (آل عمران:۵۵) ''دوسرے'' واغرینا بینهم العداوة البغضاء الیٰ یوم القیمة '' پہلی آیت کا خاکسار نے اپنی تحریر دوم میں دو طرح پر جواب دیا۔ اوّل یہ کہ آیت ''وان من اهل الکتاب الالیؤمنن به قبل موته (نساء:۱۵۹) '' اس کی تخصیص ہے۔ دوم احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ قبل قیامت سب شریر رہ جاویں گے۔ جن پر قیامت قائم ہوگی۔ پس معلوم ہوا کہ آیت عام مخصوص البعض ہے اور دوسری آیت کا یہ جواب دیا کہ یہ آیت بھی عام مخصوص البعض ہے۔ آپ نے اپنی تحریر دوم وسوم میں اس جواب پر کچھ اعتراض نہیں کیا اور پھر بار باران ہی آیات کو جن کا جواب ہو چکا ہے۔ لکھے جاتے ہیں یہ امر آداب مناظرہ کے خلاف ہے۔ اگر آپ کے نزدیک جواب میرا صحیح تھا تو استدلال ان آیات کے ساتھ ترک کرنا واجب تھا اور اگر غیر صحیح تھا تو اس کے عدم صحت کے وجہ لکھنا واجب تھی اور اگر صرف یہی وجہ ہے کہ آیت ''وان من اهل الکتاب '' ذوالوجوہ ہے۔ قطعیۃ الدلالۃ نہیں ہے۔ اس لئے مخصص نہیں ہوسکتی ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ اوپر ہم نے آیت کا قطعیۃ الدلالۃ ہونا دلیل الزامی وتحقیقی سے ثابت کر دیا۔ فتذکرا

علاوہ اس کے ان دونوں آیتوں کی دلالت اس معنی پر کہ اس دنیا کے زوال تک کفار اہل کتاب باقی رہیں گے۔ صرف آپ کا فہم ہے یا سلف وخلف میں سے کسی نے یہ معنی بھی لکھے ہیں۔ اگر کسی نے لکھے ہیں تو سند لائیے اور اگر صرف آپ کا فہم عالی ہے تو ہرگز قابل اعتبار نہیں۔ آپ تو فہم معانی آیات میں بہت خطا کیا کرتے ہیں۔ دیکھئے اسی آیت ''اغرینا بینهم العداوة والبغضاء الیٰ یوم القیمة (مائدة:۱۴) '' بینہم کا مرجع آپ نے یہود ونصاریٰ کو تحریر اوّل میں ٹھہرایا ہے۔ حالانکہ جمہور مفسرین کے نزدیک یہ قول ضعیف ہے۔ مفسرین نے اس کو قیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اصل مرجع اس کا فرق نصاریٰ میں سیاق قرآن مجید بھی اسی پر دال ہے۔ کیونکہ اس سے قبل یہ آیت ہے۔ ''ان الذین قالوا انا نصاریٰ اخذنا میثاقهم فنسوا حظا مما ذکروا به (مائدة:۱۴) '' مطلب پہلی آیت کا یہ ہے کہ میں تیرے تابعداروں کو کافروں پر قیامت تک غالب رکھوں گا۔ یعنی وقت وعدہ سے لے کر قیامت تک جس زمانہ میں یہ دونوں پائے جائیں گے۔ تیرے تابعدار غالب رہیں گے نہ یہ کہ ان دونوں کا قیامت تک پایا جانا بھی ضرور ہے اور مطلب دوسری آیت کا یہ ہے کہ ہم نے نصاریٰ کے فرقوں میں عداوت ودشمنی لازم کر دی ہے۔ قیامت تک یعنی جس زمانہ میں یہ فرق پائے جائیں گے تو ان

میں عداوت بھی رہے گی۔ نہ یہ کہ ان سب فرقوں کا قیامت تک پایا جانا بھی ضرور ہے۔ اس معنی کے مؤید وہ حدیث ابوہریرہؓ ہے۔ جس کو باسناد صحیح امام احمد وابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ ’’قال الحافظ فی الفتح وروی احمد وابوداؤد وباسناد صحیح من طریق عبدالرحمن بن آدم عن ابی هریرة مثله مرفوعاً وفی هذا الحدیث ینزل عیسیٰ علیه السلام ثوبان ممصران فیدق الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویدعو الناس الیٰ الاسلام ویهلك الله فی زمانه عم الملل کلها الا الاسلام وتقع الامنة فی الارض حتیٰ ترتع الاسود مع الابل وتلعب الصبیان بالحیات وقال فی آخره ثم یتوفی ویصلی علیه المسلمون‘‘

قولہ..... پھر وہب اور محمد بن اسحٰق اور ابن عباسؓ واقعہ موت کے قائل ہیں۔

اقول..... وہب ومحمد بن اسحٰق اگرچہ واقعہ موت کے قائل ہیں۔ مگر اس امر کے بھی قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پھر زندہ کر کے مع الجسد ان کو آسمان پر اٹھالیا۔ اس سے بھی حیات ثابت ہوئی اور ابن عباسؓ کا واقعہ موت کا قائل ہونا کہیں مصرح نہیں ہے۔ ہاں تفسیر متوفیک کی ممیتک البتہ ان سے منقول ہے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ واقعہ موت کے وہ قائل ہیں۔ محتمل ہے کہ وہ آیت میں مانند قتادہ وضحاک وغیرہ کے تقدیم وتاخیر کے قائل ہوں۔ بلکہ راجح یہی ہے بدلیل اثر ین صحیحین کے جن کا اوپر ذکر ہوا۔ علاوہ اس کے آپ کے نزدیک لفظ ممیتک کا دلیل موت حقیقی پر نہیں۔ جیسا کہ ازالۃ الاوہام میں مصرح ہے اور ابن عباسؓ کے اس روایت میں جو جرح ہے وہ اوپر بیان کی گئی۔ فتذکر!

قولہ..... اور رسول اللہ ﷺ موت مسیح پر صریح شہادت دیتے ہیں۔

اقول..... یہ غلط محض ہے۔ کیونکہ حدیث صحیح البخاری میں صرف یہی ہے۔ ’’اقول کما قال العبد الصالح ‘‘پس کاف تشبیہ دلالت تغایر مقولین پر کرتا ہے نہ عینیت پر اور تغایر میں دو احتمال ہیں یا تو لفظی یا معنوی لفظی کی یہ صورت ہے کہ مثلاً آنحضرت ﷺ لفظ توفیتنی نہ فرمادیں بلکہ بجائے اس کے لفظ اتنی فرمادیں اور معنوی کی یہ صورت کہ آنحضرت ﷺ لفظ توفیتنی ہی فرمادیں۔ مگر لفظ توفیتنی سے اتنی مراد لیں۔ دونوں تقدیر پر موت مسیح پر شہادت مفقود ہے۔

قولہ..... اور امام بخاری خود اپنا مذہب بھی یہی ظاہر کرتے ہیں۔

اقول..... امام بخاری نے ہرگز اپنا یہ مذہب ظاہر نہیں کیا۔ سبحانک ہذا بہتان عظیم! البتہ امام

بخاری نے سورۂ مائدہ کی تفسیر میں یہ لکھا ہے: "وقال ابن عباسؓ متوفیك ممیتك "اور اسی سورۂ کی تفسیر میں باب "وکنت علیهم شهیدا مادمت فیهم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم وانت علی کل شئ شهید (مائدہ:۱۱۷)" میں حدیث ابن عباسؓ لایا ہے۔ جس میں یہ لفظ ہے: "فاقول کما قال العبد الصالح وکنت علیهم شهیدا مادمت فیهم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم "اس سے یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہوتی ہے کہ امام بخاری کا یہ مذہب ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام وفات پاچکے ہیں۔ بلکہ بخاری کا مذہب یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ ہیں۔ دلیل اس پر یہ ہے کہ بخاری نے کتاب احادیث الانبیاءؑ میں اپنا قول نزول عیسیٰ ابن مریم لکھا ہے۔ ابوذر کی روایت میں بغیر لفظ باب کے ہے اور غیر ابوذر کی روایت میں باب ہے۔ اس باب میں بخاری نے دو حدیثیں لکھی ہیں۔ ان میں سے پہلی حدیث ابوہریرہؓ کی ہے۔ "والذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم "جس میں یہ لفظ موجود ہے۔ "ثم یقول ابوهریرة واقرؤا ان شئتم وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته ویوم القیامة یکون علیهم شهیدا"

بخاری کا اس حدیث کو لانا دلالت کرتا ہے۔ اس پر کہ حضرت مسیح علیہ السلام بخاری کے نزدیک زندہ ہیں۔

قول..... تو پھر باوجود ان مخالفانہ ثبوتوں کے قبل موتہ کی ضمیر کیونکر قطعی طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کی طرف پھر سکتی ہے۔

اقول..... اوپر ہم نے دلیل الزامی وتحقیقی سے ثابت کردیا کہ ضمیر قبل موتہ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کی طرف پھرتی ہے۔ نہ کتابی کی طرف اگر ضمیر قبل موتہ کی کتابی کی طرف ہو تو مراد ایمان سے یا وہ ایمان ہے جو زہوق روح کی وقت ہوتا ہے تو لفظ قبل کا محض بے محل ہے۔ بجائے اس کے حین یا عند یا وقت چاہئے یا وہ ایمان جو اس سے پہلے ہوتا ہے۔ یعنی ایمان نافع معتدبہ تو اس وقت قبل موتہ کے قید لاطائل ہوتی ہے۔ کلام الٰہی کو معاذ اللہ سبحانہ کا سا کلام بنائے دیتی ہے۔

قول..... اور میں نے آپ کے خالص مستقبل کا بھی پورا پورا فیصلہ کردیا۔

اقول..... مخفی نہ رہے کہ ہم نے اوپر ثابت کردیا کہ ہمارے مدعی کے اثبات کے لئے صرف یہ ہی امر کافی ہے کہ ضمیر قبل موتہ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہو۔ لیؤمنن کو خالص مستقبل

کے لئے لیجئے یا نہ لیجئے۔ خالص مستقبل کی بحث تو صرف اس لئے کی گئی تھی کہ بغیر مستقبل کے معنی فاسد ہوتے ہیں اور فساد معنی در صورت حال واستمرار ظاہر ہے اور احتمال ماضی تو صریح البطلان ہے۔

قولہ...... اگر آپ کے ساتھ کوئی عامی اور بے خبر مفسر ہوگا۔ ہمارے ساتھ اللہ جل شانہ اور اس کا پیارا اور برگزیدہ رسول ہے۔

اقول...... سب مفسرین کو جن میں صحابہ میں سے ابن عباسؓ وابو ہریرہؓ اور من بعد الصحابہ میں سے حسن بصری وضحاک وابن جریج وربیع بن انس وقتادہ ومطر وراق وابو مالک وعبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ووہب بن منبہ ومحمد بن اسحٰق وابن جریر وابن کثیر اور صاحب تفسیر درمنثور وکشاف ومعالم التنزیل وبیضاوی ومدارک وغیرہم سب داخل ہیں۔ ان سب کو عامی و بے خبر کہنا نہایت گستاخی و بے ادبی ہے۔

چون خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکان برد

اور ہم نے اوپر ثابت کر دیا کہ نہ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہے اور نہ اس کا رسول۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ ہیں۔

قولہ...... کیا اس حدیث کے موافق جو کتاب التفسیر میں امام بخاری نے لکھی ہے الیٰ قولہ لیکن ایسا نہ کریں کہ آیت لیؤمنن کی طرح کوئی ذوالوجوہ اور محجوب المفہوم حدیث پیش کر دیں۔

اقول...... ان سب امور کے جواب سے بفضلہ تعالیٰ ہم فارغ ہوگئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک! اب ہم اس مقام پر اپنی دلیل کا آپ کی دلیل سے موازنہ کرتے ہیں تاکہ سب اہل انصاف پر ظاہر ہو جائے کہ آپ کی دلیل کی ترجیح کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اگر آپ کی دلیل کی ترجیح کی یہ وجہ ہے کہ توفی سے ظاہر موت ہے تو ہم بھی اوپر ثابت کر آئے کہ ظاہر آیت ”وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته“ سے حیات ہے اور اگر یہ وجہ ہے کہ ”انى متوفيك“ کی تفسیر جناب رسول اللہ ﷺ نے حدیث بخاری میں اس طرح فرمائی ہے کہ ”فاقول كما قال العبد الصالح“ تو میں کہتا ہوں کہ حدیث بخاری میں تفسیر اس آیت ”وان من اهل الكتاب“ کے جناب رسول اللہ ﷺ نے اس طرح فرمائی ہے۔ ”والذى نفسى بيده ليوشكن ان ينزل فيكم ابن مريم حكما عدلا فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويفيض المال حتى لا يقبله احد حتى تكون السجدة الواحدة خيرا من

الدنیا ومافیھا '' کیونکہ اس حدیث سے صاف خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول جسمانی ثابت ہوتا ہے اور نزول فرع صعود کی ہے تو ثابت ہوا کہ صعود بھی جسمانی ہوا۔

پس یہ حدیث صعود جسمانی کے اثبات کے لئے کم نہیں ہے۔ حدیث ''فاقول کما قال العبد الصالح '' سے اثبات وفات کے لئے اگر کہا جائے کہ حدیث نزول بسبب معارضہ آیت انی متوفیک کے مصروف عن الظاہر ہے تو ہم کہیں گے کہ حدیث ''فاقول کما قال العبد الصالح '' بھی بسبب معارضہ آیت ''وان من اھل الکتاب '' کے مصروف عن الظاہر ہے۔ اگر وجہ ترجیح یہ ہے کہ بخاری میں ہے کہ ابن عباسؓ نے متوفیک کی تفسیر ممیتک کی ہے تو بخاری میں ہے کہ ابوہریرہؓ نے ''وان من اھل الکتاب '' کی ایسی تفسیر کی ہے کہ جس سے قطعی حیات ثابت ہوتی ہے۔ اب ہماری دلیل کے وجہ ترجیح سنئے۔ ہم نے قطعی طور پر ثابت کردیا کہ ضمیر قبل موتہ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ہے۔ جس سے قطعاً حیات ثابت ہے اور آپ سے لفظ توفی کا بمعنی موت حقیقی ہونا ثابت نہ ہوسکا۔ کیونکہ مدار اس کا اس امر پر ہے کہ آپ کوئی ایسی آیت یا حدیث پیش کریں کہ وہاں بلا قیام قرینہ موت مراد ہو۔ ''وانی لکم ھذا حدیث والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم ''صاف نزول جسمانی پر دلالت کرتی ہے اور آیت انی متوفیک اس کے معارض نہیں ہے۔ بخلاف ''فاقول کما قال العبد الصالح '' کے کہ یہ وفات پر مطلق دلالت ہی نہیں کرتی۔ کیونکہ اس میں لفظ تشبیہ موجود ہے اور بفرض دلالت آیت ''وان من اھل الکتاب '' اس کی معارض وصارف عن الظاہر ہے اور تفسیر ابن عباس پر تفسیر ابوہریرہؓ کو دو طرح ترجیح ہے۔

اوّل…… تو تفسیر ابن عباسؓ کو بخاری تعلیقاً لایا ہے اور تفسیر ابوہریرہؓ کو مسنداً

دوم…… یہ کہ راوی تفسیر ابن عباسؓ کا علی ابن ابی طلحہ ہے اور وہ مجروح ہے۔ بالجملہ ہماری دلیل کو آپ کی دلیل پر تین وجوں سے ترجیح ہے۔

قولہ…… آپ جانتے ہیں کہ آیت لیؤمنن کے متعلق چند روز کس قدر ہم دونوں کا وقت ضائع ہوا اور آخر آپ کا دعویٰ قطعیۃ الدلالۃ صریح باطل نکلا۔

اقول…… آیت کے متعلق بحث میں بنظر احقاق حق جو وقت صرف ہوا اس کو ضائع کہنا آپ ہی کا کام ہے۔ میں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید اجر کی رکھتا ہوں۔ آپ کو نہ ہو تو نہ سہی اور ظاہر بھی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آیت کا قطعیۃ الدلالۃ ہونا ثابت ہوگیا اور حجت آپ پر اور آپ کے اتباع پر تمام

ہوگئی۔ حجت الزامی تو آپ پر عین مناظرہ ہی میں تمام ہوگئی تھی اور قریب تھا کہ تحریر چہارم یا پنجم میں حجت تحقیقی بھی جو تحریر ہذا میں لکھی گئی ہے لکھی جاتی۔ مگر آپ اس کے خوف سے پہلے ہی خلاف معاہدہ وشرط مباحثہ ناتمام چھوڑ کر تشریف لے گئے۔

قولہ...... اور آپ نے جن پانچ دلیلوں پر حصر کیا تھا وہ ہباءً منثوراً کی طرح نابود ہوگئیں۔

اقول...... سبحانک ہذا بہتان عظیم! وہ کون کلمہ حصر کا ہے اگر آپ سچے ہیں تو ارشاد فرمایئے۔ میرے پاس بفضلہٖ تعالیٰ اور بھی ادلہ سوائے ان پانچ کے موجود ہیں جن کو انشاء اللہ میں مقدمہ میں لکھوں گا۔ فانتظر! ان پانچ میں سے ایک کی قطعیہ تو میں نے ثابت کر دی۔ جس کی قطعیہ کا دعویٰ کیا گیا تھا اور باقی ادلہ کو قطعی نہ سہی۔ مگر ادلہ ظنیہ تو ہیں ظنی طور پر اثبات مدعی کے لئے کافی ہیں۔ دلیل ظنی کا منکر اگرچہ کافر نہیں۔ مگر مبتدع تو ہے۔

قولہ...... حضرت آپ ناراض نہ ہوں۔ اگر پہلے سے آپ سوچ لیتے تو میرا عزیز وقت ناحق آپ کے ساتھ ضائع نہ ہوتا۔

اقول...... آپ اپنے وقت کو اس مباحثہ میں ضائع سمجھتے ہیں تو آپ کا وقت ضائع ہوا ہوگا۔ لیکن حضرت من اس کا سبب میں نہیں ہوا۔ بلکہ اس کا سبب آپ کا پہلے سے باطل پر ہونا اور بعد تبیین وظہور حق کے اس کا نہ تسلیم کرنا ہے۔ آپ اگر پہلے سے سوچ لیتے یا بعد ظہور حق کے تسلیم کر لیتے تو یہ وقت آپ کا ضائع نہ ہوتا۔ میں بھی آپ کے اس قول کے ساتھ اتفاق کرتا ہوں کہ فی الواقع آپ کا وقت ضائع ہوا۔ عند اللہ اس لئے کہ بعد ظہور حق کے باطل پر آپ اڑے رہے اور عند الناس اس لئے کہ آپ کو شکست فاحش اس مباحثہ میں ہوئی کہ زبانی عذر بارد مرض خسر صاحب خود کا کر کے پہلے ہی بحث کا ناتمام چھوڑ کر چل دیئے۔ ذالک ہو الخسران المبین! اور میرا وقت تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ضائع نہیں ہوا۔ بلکہ میرے مخالف پر حجت تمام ہوگئی اور مجھ کو ناصر حقیقی نے فتح نمایاں نصیب کی۔ الحمدلله علی ذالك! اور چونکہ احقر نے حتی الوسع اس مناظرہ کو محض احقاق حق کے لئے کیا۔ ریا وسمعہ یا کسی اور غرض دنیوی ونفسانی کے ساتھ منسوب ہونے سے اس کو بقدر استطاعت بچایا۔ "والله علی مانقول وکیل" اس لئے مجھ کو اپنے رب سے امید قوی ہے کہ اس کا اجر آخرت میں انشاء اللہ تعالیٰ مجھے ملے گا۔ "وماتوفیقی الا بالله ولاحول ولا قوة الا بالله"

قولہ...... اب جب کہ آپ کے ان اوّل درجہ کے دلائل کی جن کو آپ نے تمام ذخیرہ سے چن کر پیش کیا تھا۔ آخر میں یہ کیفیت تھی تو میں کیونکر اعتبار کروں کہ آپ کے دوسرے دلائل میں جان ہوگی۔

اقول...... یہاں سے آپ نے تمہید گریز کی شروع کی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب وہ پانچ اولہ جو سرسری طور سے جلسہ واحدہ میں بالمشافہ لکھ کر آپ کو دیئے گئے اور اس جلسہ میں ان کا جواب آپ سے نہ ہوسکا اور مہلت آپ نے طلب کی اور شرط بالمشافہ تحریر کو آپ نے حذف کر دیا اور غائبانہ جو جواب آپ نے لکھا وہ سراسر باطل اور ہیچ اور لغو محض اس لئے آپ کو یہ دھڑکہ پیدا ہوا کہ ان اولہ سرسری کے جواب میں تو یہ حال ہے۔ پس اگر دوسرے اولہ جو اطمینان سے لکھے جاویں گے اس کا جواب وہ میں کیونکر ہوسکوں گا اور جب بحث حیات ووفات میں جس کو میں اپنی دلیل قوی سمجھتا تھا یہ حال ہے تو بحث نزول بحث مسیح موعود میں کیا حالت گزرے گی۔ اس لئے آپ نے ذلت فرار کو اختیار فرمایا۔ یہ خیال نہ کیا کہ یہاں تو فرار کر کے اپنی جان بچالی۔ لیکن رب السموات والارض سے جان بچا کر کہاں جائے گا۔ اگر آپ کو کچھ حیا وغیرت یا خوف حق تعالیٰ کا ہے تو پھر آپ دہلی میں تشریف لائیے اور مباحثہ حیات ووفات کو حسب معاہدہ وشرط تمام کیجئے اور اس کے بعد نزول مسیح میں موافق عہد وشرط کے مباحثہ کیجئے اور پھر موافق وعدہ کے مباحثہ اپنے مسیح موعود ہونے میں۔ اگر آپ سچے مسیح موعود ہیں تو ضرور یہ ابحاث آپ کو پورے کرنے چاہئے۔ ورنہ یہی علامت آپ کی مسیح کاذب ہونے کے لئے کافی سمجھی جاوے گی۔ ”فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودها الناس والحجارة اعدت للکافرین (بقرہ:۲٤)“

مخفی نہ رہے کہ آپ نے اوپر یہ ظاہر کیا کہ خاکسار نے پانچ دلیلوں پر حصر کیا تھا۔ مگر یہاں آپ کے اقرار سے ثابت ہوا کہ آپ کے گمان میں میرے پاس دوسرے دلائل بھی موجود ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ قصداً بھی جھوٹ بولا کرتے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ میں نے خلاف اپنی عادت کے کچھ کلمات سخت یہاں آپ کو لکھے ہیں۔ مگر وہ کلمات آپ کے کلمات طیبہ کے مقابلہ وموازنہ میں کچھ سخت نہیں ہیں۔ اگر آپ فرمائیے گا تو موازنہ کر کے دکھا دیا جاوے گا۔ بایں ہمہ! اس قدر سختی بھی میں اپنی جبلت کے خلاف سمجھتا ہوں۔ میں گمان کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ نے مجھ سے اس حکمت ومصلحت سے یہ لکھوائے ہیں کہ آپ غیرت میں آکر پھر تینوں ابحاث کے لئے تیار ہو جاویں گے تو آپ کا دجل وتمویہ کھل جاوے گی۔

قولہ...... اور آج جیسا کہ آپ کی طرف سے تین پرچے لکھے جاچکے ہیں۔ میری طرف سے بھی تین پرچے ہوگئے۔ اب یہ چھ پرچے ہم دونوں کی طرف سے بجنسہ چھپ جانے چاہئے۔ پبلک خود فیصلہ کرلے گی۔

اقول...... جب مباحثہ ابھی ناتمام ہے تو پبلک کیسے فیصلہ کر سکتی ہے۔

قولہ...... چونکہ مساوی طور پر ہم دونوں کے پرچے تحریر ہو چکے ہیں۔ تین آپ کی طرف سے اور تین میری طرف سے اس لئے یہی پرچے بلا کم وبیش چھپ جائیں گے اور ہم دونوں میں سے کسی کو اختیار نہ ہوگا کہ غائبانہ طول پر کچھ اور زیادہ یا کم کرے۔

اقول...... یہ عجیب آپ کا انصاف ہے۔ آپ اپنے رقعے مورخہ ۲۳؍اکتوبر میں لکھ چکے ہیں اور ''اس لحاظ سے کہ بحث کو بے فائدہ طور نہ ہو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پرچوں کی تعداد پانچ سے زیادہ نہ ہو اور پہلا پرچہ آپ کا ہو۔''

اس کلام سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے پانچ پرچوں تک کی احقر کو اجازت دی تھی اور مدعی بھی احقر کو بنایا تھا اور طبعی طور پر یہ امر ثابت ہے کہ مدعا علیہ کا پرچہ ایک کم ہونا چاہئے۔ مرزا قادیانی نے خط موسومہ مولوی محمد حسین صاحب مورخہ ۶؍جون ۱۸۹۱ء میں خود لکھا ہے:
''پرچے پانچ ہونے چاہئیں جو صاحب اوّل لکھیں۔ ایک پرچہ زائد ان کا حق ہے۔''

اس خاکسار نے اوّل لکھا ہے۔ اس لئے ایک پرچہ زائد میرا حق ہے اور مرزا قادیانی کا ایک پرچہ کم ہونا چاہئے۔ پس جب احقر کو پانچ کی اجازت ہوئی تو آپ کو چار کی۔ اب اگر اس سے کم پر مقرر کرنا منظور تھا تو اس کی تین صورتیں تھیں یا تو ہر واحد کو مستقل کم کرنے کا اختیار دیا جاتا تو اس صورت میں تو مناظرہ ہی متصور نہیں۔ کیونکہ احد المناظرین مثلاً اگر دو تحریروں پر قصداً کرنا چاہتا ہے اور دوسرا تین پر یا احد المناظرین تین پر اور دوسرا چار پر احد المناظرین چار پر اور دوسرا پانچ پر تو مناظرہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ اجتماع اضداد محال ہے اور اگر احد المناظرین کو اختیار دیا جاوے نہ دوسرے کو ترجیح بلا مرجح خلاف عدل ہے یا دونوں کو باتفاق رائے کم پر قصر کرنے کا اختیار ہے۔ یہی شق متعین ہے اور یہ آپ نے اختیار نہیں کی۔ اگر آپ کو میری تین تحریروں پر قصر کرنا تھا تو آپ پر دو امر واجب تھے۔

اوّل...... یہ کہ قبل قطع مباحثہ تراضی طرفین حاصل کر لیتے۔

دوم...... جس تقدیر پر احقر تین پرچوں پر راضی ہو جاتا تو آپ اپنے دو ہی پرچے رکھتے۔ تیسرا نہ لکھتے۔ جب آپ نے دو واجبوں کا ترک کیا تو اب نقض معاہدہ ومخالفت آپ سے صادر ہوئی۔ اس لئے اب مجھے عقلاً وشرعاً وقانوناً آپ کی اخیر تحریر کے جواب لکھنے کا اختیار باقی ہے۔ ہاں جو تحریرات مباحثہ میں ہوئی ہیں۔ وہ انشاء اللہ تعالیٰ بجنسہ محفوظ رہیں گے۔ اس میں کچھ کم وبیش نہ کیا جاوے گا۔ علاوہ اس کے وفات کی دلیل آپ نے اخیر پرچے میں لکھی اور وہ لکھ کر آپ چل دیئے

اور احقر کو مطلق موقع جواب کا نہ دیا۔ کیا یہی انصاف ہے۔ اگر آپ کو تیسرے پرچہ پر قطع بحث منظور تھی تو دلیل وفات دوسرے ہی میں لکھ دی ہوتی۔ کیا مسیح موعود کی ایسی دیانت ہونی چاہئے۔ ہاں مسیح کاذب کے لئے یہی زیبا ہے۔ سوائے اس کے آپ تحریر اخیر میں چند امور کا مطالبہ فرماتے ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں: ''بلکہ اگر وہ اپنے معنوں کو قطعیۃ الدلالۃ بنانا چاہتے ہیں تو ان پر فرض ہے کہ ان دونوں باتوں کا قطعی طور پر فیصلہ کرلیں۔''

دوسری جگہ لکھتے ہیں: ''پھر مولوی صاحب کے پاس باوجود اس دوسرے معنی ابن عباسؓ اور عکرمہ کے کون سی قطعی دلیل اس بات پر ہے کہ اس ذکر اہل کتاب سے وہ لوگ قطعاً باہر رکھے گئے ہیں اور کون سی حجت شرعی یقینی قطعیۃ الدلالۃ اس بات پر ہے کہ اہل کتاب سے مراد اس زمانہ نامعلوم کی اہل کتاب ہیں۔ جس میں تمام وہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں گے۔''

تیسری جگہ لکھتے ہیں: ''اب فرمائیے کیا اس تحریف پر کوئی حدیث صحیح مرفوع متصل مل سکتی ہے۔''

چوتھی جگہ ہے: ''اگر کسی حدیث صحیح میں ایسی تحریف کی اجازت ہے تو بسم اللہ دکھلائیے۔''

پانچویں جگہ ہے: ''آپ اگر سچے ہیں تو اس کتاب اصح الکتب سے کوئی حدیث اس پایہ کی پیش کریں۔''

وغیرہ وغیرہ مقامات میں چند امور کا آپ مطالبہ کر رہے ہیں اور یہاں یہ ارشاد ہے کہ یہی پرچے بلاکم وبیش چھپ جائیں گے اور ہم دونوں میں سے کسی کو اختیار نہ ہوگا کہ غائبانہ طور پر کچھ اور زیادہ یا کم کریں۔ یہ اجتماع المتناقضین کیسا ہے۔

قولہ...... یہ بھی یاد رہے کہ تین پرچوں پر طبعی طور پر فریقین کے بیانات ختم ہوگئے ہیں۔

اقول...... یہ غلط محض ہے اور دعویٰ بلادلیل اور کذب صریح ہے۔ عقل ونقل کے مخالف کیونکہ میرے بیانات کا ختم ہونا آپ کو کیسے معلوم ہوا۔ علاوہ اس کے ابھی تک اس خیال سے کہ یہ مقدمہ آپ کے مسلمات سے ہے کہ قبل موتہ کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ دلیل تحقیقی اس پر قائم نہیں کی گئی تھی۔ آپ کے مسلمات پر بنا رکھی گئی تھی اور یہ ارادہ تھا کہ اگر آپ مطالبہ دلیل تحقیقی کریں گے تو دلیل تحقیقی بیان کی جاوے گی۔ سو آپ نے ص۲ تحریر اخیر میں مطالبہ تو کیا اور جواب کا انتظار آپ نہیں کرتے ہیں۔ کیا یہی قطعی طور پر فریقین کے بیان پر ختم ہوتا ہے تو یہ ظلم صریح ہے۔

''وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون''

علاوہ اس کے باوجود مطالبہ آپ نے کسی پرچہ میں دلیل وفات مسیح علیہ السلام تحریر نہیں فرمائی۔ ہاں پرچہ اخیر میں دو دلیلیں لکھی ہیں تو اب مہلت آپ جواب کی نہیں دیتے ہیں۔ کیا یہی طبعی طور پر فریقین کے بیانات کا ختم ہونا ہے۔ اس سے صریح آپ کی چالاکی معلوم ہوتی ہے۔ آپ کو کتمان حق و دجل وتمویہ مقصود ہے۔ اظہار صواب واحقاق حق ہرگز مطلوب نہیں۔ اگر احقاق حق منظور ہوتا تو ایسے امور کا ارتکاب آپ ہرگز نہ کرتے۔ آپ اگر سچے ہیں تو پھر دہلی میں آ کر مباحثہ حیات ووفات کو ختم کیجئے۔ اس کے بعد نزول مسیح علیہ السلام میں پھر اپنے مسیح موعود ہونے میں بحث کیجئے۔ ورنہ آپ مسیح کاذب تصور کئے جاویں گے۔

قولہ..... اس مضمون کے شائع ہونے کے بعد جب پبلک کی طرف سے منصفانہ رائیں شائع ہوں گی اور ثالثوں کے ذریعہ سے صحیح رائے جو حق کی مؤید ہو پیدا ہو جائے گی تو اس تصفیہ کے بعد آپ تحریری طور پر دوسرے امور میں بحث کر سکتے ہیں۔

اقول..... یہ امر معاہدہ وشرط کے خلاف ہے۔ کیونکہ آپ تین رقعوں میں تحریر فرما چکے ہیں کہ: ”پہلے مسئلہ حیات ووفات مسیح ابن مریم میں بحث ہوگی۔ اس کے بعد نزول مسیح ابن مریم میں اور عاجز کی مسیح موعود ہونے میں یہ قید جواب آپ نے زیادہ کی ہے۔ یعنی اس مضمون کے شائع ہونے کے بعد جب پبلک کی طرف سے منصفانہ رائیں شائع ہوں گی اور ثالثوں کے ذریعہ سے صحیح رائے جو حق کی مؤید ہو پیدا ہو جائے گی۔“

کسی رقعہ میں نہیں تحریر فرمائی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو دفع الوقتی مقصود ہے۔ احقاق حق سے کچھ کام نہیں بھلا یہ تو فرمایئے کہ وہ پبلک کون ہوگی اور وہ ثالث کون ہوں گے۔ اگر میری جماعت نے فیصلہ کیا تو آپ اس کو تسلیم نہ کریں گے اور آپ کی جماعت نے فیصلہ کیا تو میں اس کو تسلیم نہ کروں گا۔ پھر وہ فیصلہ کرنے والی جماعت کون ہوگی۔ میرے نزدیک اگر جماعت پر ہی فیصلہ کرنا رکھا جاوے تو یہ شکل عمدہ معلوم ہوتی ہے کہ میری چاروں تحریریں اور آپ کی تین تحریریں ایک جماعت کے سامنے پیش ہوں کہ ان میں دو آدمی میرے مذہب کے میری پسند کی موافق ہوں اور دو آدمی آپ کے مذہب کے آپ کی پسند کے مطابق اور ایک وہ شخص ہو کہ نہ میری جماعت میں داخل ہو اور نہ آپ کی جماعت میں جیسے کوئی عیسائی عالم یا کوئی آریہ سماج عالم یا کوئی نیچری عالم مانند سید احمد خان صاحب وغیرہ کے اور اس کا منتخب کرنا بھی ہم دونوں کے اتفاق سے ہو۔ پھر فیصلہ کثرت رائے پر کیا جاوے اس کے سوا اور کسی طرح پر کسی جماعت کا فیصلہ قابل قبول نہیں معلوم ہوتا۔

قول...... لیکن اس تحریری بحث کے لئے میرا اور آپ کا دہلی میں مقیم رہنا ضروری نہیں۔ جب کہ تحریری بحث ہے تو دور رہ کر بھی ہو سکتی ہے۔

اقول...... یہ امر بھی معاہدہ و شرط کے خلاف ہے۔ کیونکہ معاہدہ و شرط یہ ہے کہ تحریری بحث بالمشافہ ہو ورنہ آپ کا دہلی میں آنا عبث تھا اور مجھ کو دہلی میں طلب فرمانا بھی عبث۔ اگر آپ پہلے سے یہ سوچ لیتے تو مجھے اور آپ دونوں کو دہلی کے جانے کی تکلیف کیوں کرنی پڑتی۔ پس آپ کی اس تحریر سے ہر منصف مزاج بخوبی آپ کی گریز تسلیم کر لے گا اور غالباً آپ کو بھی اس تحریر کے بعد جس سے صریح گریز ٹپک رہی ہے۔ پشیمانی ہوئی ہوگی اور آئندہ آپ کسی سے مناظرہ کا نام نہ لیں گے اور نہ کوئی اور اہل علم آپ کو بایں پریشان خیالی مناظر بنانا چاہے گا۔ جب تک کہ آپ کے حیلہ جوئیوں کا پورا بندوبست نہ کرے۔ والحمد اللہ اوّلاً و آخراً وظاهراً وباطناً وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين وصلى الله على خير خلقه محمد وعلىٰ آله واصحابه اجمعين!

نظم دلپذیر ریختہ طبع وقاد وذہن نقاد گلشن آرائی شیوا بیانے
منشی سید شکیل احمد صاحب سہسوانے سلمہ اللہ تعالیٰ

دین احمد کا زمانہ سے مٹا جاتا ہے
قہر ہے اے مرے اللہ یہ ہوتا کیا ہے

عافیت تنگ ہے بے دینوں سے دینداروں کی
قائم اب تک ہے یہ دنیا سبب اس کا کیا ہے

نفخ میں صور کے یارب ہے تامل کیسا
اب قیامت کے بپا ہونے میں وقفہ کیا ہے

ٹوٹ پڑتا نہیں کس واسطے یا رب یہ فلک
کیوں زمین شق نہیں ہوتی یہ تماشا کیا ہے

کس لئے مہدیٔ برحق نہیں ظاہر ہوتے
دیر عیسیٰ کے اترنے میں خدایا کیا ہے

عالم الغیب ہے آئینہ ہے تجھ پر سب حال
کیا کہوں ملت اسلام کا نقشہ کیا ہے

رات دن فتنوں کی بوچھاڑ ہے بارش کی طرح
گر نہ ہو تیری صیانت تو ٹھکانا کیا ہے

مضمحل ملت بیضا ہے مسلمان ضعیف
ملحدوں کی جو بن آئے تو اچنبا کیا ہے

فکر بے دینوں کو بس یہ ہے کہ ہر پہلو سے
مال دنیا کا ملے دولت عقبےٰ کیا ہے

حائل منزل مقصود ہیں قطاع طریق
نقد ایمان کے تحفظ کا طریقہ کیا ہے

مشغلہ یاروں کا ہے تحریف کتاب وسنت
دین جاتا ہے تو جائے انہیں پروا کیا ہے

یارب اس دور پرآشوب میں ایمان قائم
تو ہی رکھے تو رہے ورنہ بھروسا کیا ہے

قادیانی نے نیا فتنہ کیا ہے برپا — میں مسیحا ہوں وہ کہتا ہے مسیحا کیا ہے
یک قلم زندگی ورفع ونزول عیسیٰ — سب کا منکر ہے اس آفت کا ٹھکانا کیا ہے
صاف کہتا ہے کہ نجار کے بیٹے تھے مسیح — ہوئے بے باپ کے پیدا یہ عقیدہ کیا ہے
کی ہے وہ ہرزہ درائی کہ عیاذاً باللہ — ٹکڑے ٹکڑے ہو دل سن کے کلیجا کیا ہے
پہلے ملا تھا پھر الہامی بنا پھر عیسیٰ — قابل دید تماشا ہے یہ مرزا کیا ہے
کی ہے کیا جلد ترقی پہ ترقی حاصل — وہ اسے ہمت عالی ترا کہنا کیا ہے
حوصلہ اس کا بمعنی یہی کہتا ہے ابھی — دیکھتے جائیں ابھی آپ نے دیکھا کیا ہے
دیکھتے ہیں جو دکھاتا ہے تو ہم کو یارب — سنتے ہیں تو جو سناتا ہے بس اپنا کیا ہے
صرف تحصیل زرومال ووجاہت ہے غرض — اور اس دعویٰ باطل کا نتیجہ کیا ہے
مومنو ابلہ فریبی میں نہ آنا اس کے — ایک ہی فتنہ ہے تم نے اسے سمجھا کیا ہے
نہ سمجھ بیٹھنا اس کو کہیں عیسیٰ کا مثیل — دیکھو قرآن واحادیث کا منشاء کیا ہے
جائے وہنگام وعلامات نزول عیسیٰ — سب احادیث میں موجود ہیں چھوٹا کیا ہے
کوئی انصاف سے دیکھے اگر اس نامہ کو — ابھی کھل جائے وہ سچا ہے کہ جھوٹا کیا ہے
موجزن اس میں ہیں حقیقت حق کی مضمون — یہ رسالہ ہے خدا جانے کہ دریا کیا ہے
ہوا قرآن سے اثبات حیات عیسیٰ — یہ کرامت ہے کہ اعجاز مسیحا کیا ہے
رہنما ہے یہ کتاب اہل سعادت کے لئے — جو ازل کے ہیں شقی تذکرہ ان کا کیا ہے
کٹ گئے دشمن دین دیکھ کے اس کے مضمون — سیف مسلول کہوں اس کو تو بیجا کیا ہے
آخری وقت کے فتنوں سے بچانا یارب — ہے یہی دل کی مراد اور تمنا کیا ہے

قطعہ تاریخ طبع کتاب منہ سلمہ اللہ تعالیٰ

ایک اک دعویٰ بے اصل مسیح کاذب — خوب آیات واحادیث سے مردود ہوا
پڑھ کے اس نامہ کو دیندار یہی کہتا ہے — نکلا ارمان مرا حاصل مرا مقصود ہوا
خدع مرزا کا کھلا لوگ ضلالت سے بچے — تیری تائید سے یہ اے مرے معبود ہوا
طبع کے سال کا اس نامہ کے القاء مجھ کو
مثبت زندگی عیسیٰ موعود ہوا

۱۳۰۹ھ

حاشیہ جات

۱ مقصود اس مقام پر ابطال ہے۔ اوّل جمیع احتمالات کا جو مفسرین لکھتے ہیں۔ سوائے معنی مختار راقم کے باعتبار ان کے ظاہر معنی کے اور نیز ابطال معنی کا جن کو مرزا قادیانی اور ان کے اتباع زمانہ تحریر ہذا تک لکھ چکے ہیں۔ پس جاننا چاہئے کہ وہ احتمالات جو مفسرین نے لکھے ہیں وہ تین ہیں۔ ایک یہ کہ ضمیر موتہ کی کتابی کی طرف عائد ہے اور ضمیر بہ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف دوسرا یہ کہ ضمیر موتہ کی کتابی کی طرف عائد ہے اور ضمیر بہ کی آنحضرت ﷺ کی طرف تیسرا یہ کہ ضمیر موتہ کی کتابی کی طرف عائد ہے اور ضمیر بہ کی اللہ تعالیٰ کی طرف اور ان تینوں احتمالات کا مرجع ایک ہے۔ جیسا کہ تفسیر مظہری وغیرہ میں مرقوم ہے اور ظاہر معنی اس کے یہ ہیں کہ نہیں کوئی اہل کتاب میں سے۔ مگر البتہ ایمان لاتا ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا آنحضرت ﷺ یا اللہ تعالیٰ پر اپنے مرنے سے پہلے یعنی وقت زہوق روح کے اور اس معنی کا یہی مطلب علماء سمجھے ہیں۔ حافظ فتح الباری میں نقلاً عن النووی لکھتے ہیں۔ ”وھذا المذھب اظھر لان الاوّل یخص الکتابی الذی یدرک نزول عیسیٰ وظاھر القرآن عمومه فی کل کتابی فی زمن نزول عیسیٰ وقبله انتھی “ اور ایسا ہی قسطلانی نے لکھا ہے۔ فتح البیان میں ہے۔ ”وقال الزجاج ھذا القول بعید لعموم قوله تعالیٰ وان من اھل الکتاب والذین یبقون یومئذ یعنی عند نزوله شرذمة قلیلة منھم تفسیر مظھری میں ھے۔ وکیف یصح ھذا التاویل مع ان کلمة ان من اھل الکتاب شامل للموجودین فی زمن النبی ﷺ سواء کان ھذا الحکم خاصابھم اولاً فان حقیقة الکلام للحال ولا وجه لان یرادبه فریق من اھل الکتاب یوجدون حین نزول عیسیٰ عمر فالتاویل الصحیح ھوا الاوّل انتھی “ اور قاعدہ مذکورہ بے شک ان معانی کے ابطال کے لئے کافی ہے۔ رہا ابطال اس معنی کا باعتبار دوسرے مطلب کے جو غیر ظاہر ہے اور اس احتمال کا جو مرزا قادیانی نے بعد کو پیدا کیا۔ سو وہ اس تقریر سے ہوتا ہے جو مقدمہ اور تحریر چہارم میں مذکور ہے۔ بلکہ وہ تقریر سب احتمالات عقلیہ کے ابطال کے لئے کافی ہے۔

۲ فتح البیان میں ہے۔ ”وقد اختار کون الضمیرین لعیسیٰ ابن جریر وبه قال جماعة من السلف وھو الظاھر لانه تقدم ذکر عیسیٰ وذھب کثیر من التابعین فمن بعدھم الی ان المراد قبل موت عیسیٰ کماروی عن ابن عباس قبل ھذا انتھی ملخصاً “ فتح الباری میں ہے۔ ”ونقله عن اکثر اھل العلم درجحه

ابن جریر وغیرہ انتهی ''جمل حاشیہ جلالین میں ہے۔''قال عطاء اذا نزل عیسیٰ الی الارض لایبقی یهودی ولا نصرانی ولااحد یعبد غیر الله الا آمن بعیسیٰ وانه عبدالله وكلمته انتهت جامع البیان میں هے۔ ای قبل موت عیسیٰ بعد نزول عند قیام الساعة فیصیر الملل واحدة وهی ملة الاسلام ''الحسینیہ اکلیل میں ہے۔''قوله تعالیٰ وان من اهل الکتاب الالیؤمنن به قبل موته فیه نزول عیسیٰ اخرجه الحاکم عن ابن عباس انتهی''

۳۔ مرزا قادیانی نے وجہ چہارم کا کچھ جواب نہیں دیا۔ اس خیال سے کہ اگر موتہ کی ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تسلیم کرتے ہیں تو حیات ثابت ہوتی ہے اور اگر نہیں تسلیم کرتے تو توضیح المرام اور ازالۃ الاوہام کی خطا ثابت ہوتی ہے۔ مگر یہ دیانت کے خلاف ہے۔ مرزا قادیانی پر احدالامرین واجب ہے یا توضیح المرام اور ازالۃ الاوہام کی خطا کا اقرار کریں یا حیات کو تسلیم کریں اور اگر دونوں میں سے ایک بھی نہ کریں گے تو یہ علامت ہے ان کے مسیح کاذب ہونے کی۔

۴۔ ان وجوہ کا جواب مرزا قادیانی نے کچھ نہیں دیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ اپنا مدعی وفات ہونا تسلیم کرلیا۔ مرزا قادیانی نے ان وجوہ کے جواب سے خاص کر وجہ دوم کے جواب سے اس لئے گریز کی ہے کہ اس میں پہلے ملہم ہونا ثابت کرنا پڑتا ہے اور اس کے اثبات کے لئے مرزا قادیانی کے پاس کچھ نہیں ہے۔ مرزا قادیانی اس وجہ میں ایسے بند کئے گئے ہیں کہ کوئی شق اختیار نہیں کرسکتے ہیں۔ ہر شق پر ان پر سخت الزام آتا ہے۔ مرزا قادیانی کے پاس اگر کچھ جواب ہے تو تحریر فرمادیں۔ ورنہ مسیح کاذب تصور کئے جائیں گے۔ اگر کچھ جواب نہیں تو ابھی دروازہ توبہ کا کھلا ہے۔ زہوق روح سے پہلے توبہ کرلیں اور دعویٰ مسیح موعود والہامات کاذبہ سے دست بردار ہو جاویں۔'' وما علینا الا البلاغ والا راه فاعلا '' خود مرزا قادیانی سے اگر اس کا جواب نہ ہوسکے تو یہ بھی ان کو اختیار ہے کہ اپنے شہداء وانصار کو جمع کرلیں۔ میرے نزدیک یہی ایک وجہ مرزا قادیانی کی پردہ دری وکشف حقیقت کے لئے کافی ہے۔

۵۔ اس تقریر پر ایک قباحت یہ بھی ہے کہ جب خود آپ کو مسیح کے فوت ہونے کا یقین قانون قدرت وآیات قرآن کریم سے حاصل نہیں ہوا تھا تو دوسروں کو آپ صرف قانون قدرت وآیات قرآن کریم کی بناء پر اس یقین پر کیوں مجبور کرتے ہیں۔

۶۔ اس دندان شکن تقریر کا جواب مرزا قادیانی سے کچھ نہ ہوسکا۔ پس حجت ان پر تمام ہوگئی۔ الحمدللہ علیٰ ذلک! سخت بے غیرتی وبے حیائی کی بات ہے کہ ایسے سخت الزام کا کچھ جواب نہ

دیا جاوے۔ اگر مرزا قادیانی اور ان کے اتباع کے پاس کچھ جواب ہے تو دیں۔ ورنہ اپنے دعاوی باطلہ سے رجوع کریں۔ ابھی باب توبہ مفتوح ہے۔ ولا اراھم فاعلین!

۷ یہ جواب تو الزامی ہے اور تحقیقی جواب یہ ہے کہ جس قدر آثار صحابہ و اقوال تابعین ہمارے معنی کے مخالف ہیں اور قرأت ابی بن کعب یہ سب ضعیف و بلا سند ہیں۔ اس لئے ان کی بناء پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوسکتا ہے۔ علاوہ اس کے خالص استقبال بھی وہاں ہوسکتا ہے۔

۸ یہ جواب تو الزامی ہے اور جواب تحقیقی یہ ہے کہ دیگر معانی کا لکھنا منافی قطعیۃ نہیں۔ کیونکہ دیگر معانی تو ہم نے دلیل سے باطل کر دیئے۔

۹ یہ جواب تو الزامی ہے اور تحقیقی یہ ہے کہ جب ہم نے سب احتمالات مخالفہ کو باطل کر دیا تو اب اس آیت کے قطعیۃ الدلالۃ ہونے میں کیا شک رہا۔

۱۰ یہ جواب الزامی ہے۔ تحقیقی جواب یہ ہے کہ ہم نے احتمالات مخالفہ کو بدلیل باطل کر دیا تو اب آیت کے قطعیۃ الدلالۃ ہونے میں کیا شک رہا۔

۱۱ یہ جواب الزامی ہے اور تحقیقی یہ ہے کہ جب ہم نے سب احتمالات مخالفہ کو دلیل سے باطل کر کے دکھلا دیا تو اب آیت کے قطعیۃ الدلالۃ ہونے میں کیا شبہ رہا۔

۱۲ اور تفسیر فتح القدیر اور تفسیر فتح البیان اور تفسیر جامع البیان سے بھی کذب اس قول کا ظاہر ہوتا ہے۔

۱۳ یہ تو دلیل الزامی ہے اور تحقیقی دلیل یہ ہے کہ ہم نے بدلیل قطعی ثابت کر دیا کہ مرجع موتہ کا عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ فتذکر!

۱۴ مرزا قادیانی سے اس کا جواب کچھ نہ ہوسکا اور اقرار حق تو ان کے جبلت میں ہی نہیں ہے۔

۱۵ مرزا قادیانی سے اس کا جواب کچھ نہ ہوسکا۔ یہ اوّل دلیل ہے۔ مرزا قادیانی کے کذب پر میں، آپ اور آپ کے سب اتباع کے لئے اشتہار دیتا ہوں کہ اگر قرآن مجید یا حدیث صحیح میں سوائے احادیث نزول عیسیٰ ابن مریم کے ابن مریم کا لفظ ایسا نکال دیں کہ وہاں عیسیٰ بن مریم مراد نہ ہوسکے اور یقیناً مثیل عیسیٰ مراد ہو تو میں آپ کے دعویٰ مسیح موعود ہونے کو تسلیم کرلوں گا۔ ورنہ آپ کو اس دعویٰ سے توبہ کرنی لازم ہوگی۔

۱۶ یہ تو دلیل الزامی ہوئی اور دلیل تحقیقی مقدمہ وتحریر رابع میں مذکور ہے۔ فلیراجع الیھما!

بیان للناس

حضرت مولانا عبدالمجید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اعوذ باللہ السمیع العلیم من وسوسۃ الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

الحمد للہ الذی شرّفنا بالعلم الراسخ وانزل فی محکم کتابہ والراسخون فی العلم یقولون اٰمنا بہ کل من عند ربنا وما یذکر الا اولو الالباب وامرنا بقولہ المجید ما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا واتقو اللہ ان اللہ شدید العقاب وان تنازعتم فی شئ فردوہ الیٰ اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاٰخر ذلک خیر واحسن تاویلا وعرفنا بالدین الناسخ وعلمنا حقائق الاخبار ودقائق الاحکام وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امراً ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضلّ ضللا مبینا ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شئ علیما۔ وافازنا من طبقۃ الانام بفضلہ التام نعمہ الکاملۃ التی ذکرھا فی کتابہ المبین الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر عبادہ وسید البشر الذی ارسل الیٰ الناس کافۃ بشیراً ونذیرا۔ ونضرہ ببشریٰ قولہ انا فتحنا لک فتحاً مبینا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر ویتم نعمتہ علیک ویھدیک صراطاً مستقیما۔ وینصرک اللہ نصراً عزیزاً وعلیٰ الہ الاطھار الذین یؤفون بالنذر ویخافون یوماً کان شرّہ مستطیراً ویطعمون الطعام علیٰ حبہ مسکیناً ویتیما واسیراً واصحابہ الذین اٰمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم اعظم درجۃ عنداللہ واولئک ھم الفائزون یبشرھم ربھم برحمۃ منہ ورضوان وجنۃ لھم فیھا نعیم مقیم خالدین فیھا ابدا!

یعنی سب تعریف اس ذات پاک کی ہے جس نے ہم کو علم راسخ بخشا اور اپنی کتاب محکم میں نازل فرمایا کہ جو علم میں راسخ ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم اس کے ساتھ ایمان لائے۔ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے اس سے عقلمند ہی نصیحت پکڑتے ہیں اور اپنے کلام بزرگ میں ہم کو اس بات کی ہدایت کی کہ جو کچھ رسول تم کو دے اس کو لے لو اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو

اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ کا عذاب سخت ہے اور اگر تم میں کسی امر میں جھگڑا واقع ہو تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو۔ اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو بہتر اور ٹھیک کام یہی ہے اور ہم کو دین ناسخ کی معرفت دی اور اس کے حقائق و دقائق سے آگاہ فرمایا۔ کسی مؤمن مرد اور عورت کو لائق نہیں کہ جب اللہ اور رسول کوئی حکم فرمادے تو کسی طرح کی چون و چرا کریں اور جس نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی وہ صریح گمراہ ہوا۔ محمد ﷺ تم مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں۔ لیکن رسول ہے اللہ کا اور ختم کرنے والا نبیوں کا اور اللہ ہر چیز جانتا ہے اور ہم کو اپنے پورے فضل اور کامل نعمت سے مشرف فرمایا۔ چنانچہ کتاب مبارک میں ارشاد ہوتا ہے کہ آج کے دن میں نے تمہارا دین کامل اور اپنی نعمت کو پورا اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا اور اللہ تعالیٰ، سب کے سردار اور ساری مخلوق سے بہتر پر رحمت کرے۔ جس کو تمام جہان پر رسول کر کے بھیجا۔ بشارت سنانے والا اور ڈرانے والا اور جس کو اس بشارت سے خود سند فرمایا کہ ہم نے تم کو فتح ظاہر دی اور تمہارے اگلے پچھلے گناہ بخشے اور اپنی نعمت تم پر پوری کی اور سیدھا راستہ بتایا اور پوری مدد کی اور اس کی آل پاک پر جو نذروں کو پورا کرتے اور قیامت کے دن سے ڈرتے تھے اور اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے تھے اور اس کے اصحاب پر جو ایمان لاتے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا وہ لوگ اللہ کے نزدیک بڑے درجے والے ہیں اور وہی مراد کو پہنچے، اللہ ان کو اپنی رحمت اور رضامندی اور بہشتوں کی بشارت دیتا ہے۔ جس میں ان کے لئے نعمت ہے ہمیشہ کی۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

امابعد! اگرچہ انسان کی ابتداء ایک نطفۂ ناپاک ہے اور آخر ایک مشت خاک، مگر صانع حقیقی نے اس نطفۂ ذلیل کو اپنی صنعت کاملہ سے ایسا بنایا ہے کہ یہ اس کا نمونہ کہلایا۔ ’’ان اللہ خلق آدم علیٰ صورۃ الرحمن ‘‘ اور اس بے ارادہ اور بے حس مشت خاک کو اپنی قدرت تامہ سے وہ عزم اور ارادہ عنایت فرمایا کہ اس نے اپنی ترقی کی حد سے بھی کہیں بڑھ کے خیال جمایا۔ لیکن اس میں چونکہ کوئی ذاتی قوت نہیں ہے۔ صرف عنایت ہی عنایت ہے۔ لہٰذا جب تک اپنی حقیقت اور صانع حقیقی کی قدرت کاملہ اور منعم کے انعام عام پر نظر رکھتا ہے اور محض اس کی عنایت پر بھروسہ کر کے کسی میدان میں قدم بڑھاتا ہے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ ’’لئن شکرتم لا زیدنکم ‘‘ اور جب چلتے چلتے کچھ گھمنڈ آ گیا تو خودی کا پردہ چھا گیا۔ وہیں سے اوندھے منہ آتا ہے، گرایا جاتا ہے۔ کیا کرایا سب گنواتا ہے۔ ’’ولئن کفرتم ان عذابی لشدید ‘‘ اسی واسطے

ایک مقام اس کا اعلیٰ علیین ہے اور دوسرا اسفل السافلین۔ ''ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب'' چونکہ مجھے اس بیان میں اختصار مدنظر ہے۔ اس لئے نظائر وامثال سے تو حذر ہے۔ زمانہ کی تاریخ پر جس کی نظر غائر ہے۔ اس پر بخوبی ظاہر ہے کہ ہر وقت اور ہر زمانہ میں اس کی بے شمار مثالیں مل سکتی ہیں۔ انسان کی حالت ہی کچھ اس ڈھب کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت وتوفیق صبر وقناعت میں اس کی رفیق نہ ہو تو کسی ترقی پر اس کو بس نہیں ہوتی اور اپنے آپے میں نہیں سماتا۔ بادشاہوں پر خروج کرنے اور بادشاہ بننے کا خیال تو عام لوگوں میں رہا ہے اور رہتا ہے۔ ولی، غوث، قطب، ابدال ہزاروں بنے۔ نبوت پر بھی بہت ہی لوگوں نے ہاتھ مارے، خدائی کے دعویٰ کیے، عیسیٰ اور محمد بننے کی حرص تو اس قدر لوگوں نے کی جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔

اسی کے قریب قریب مرزا غلام احمد قادیانی کا حال ہے کہ اوّل جناب ولایت کے مدعی ہوئے۔ پھر حضرت غوث الاعظمؒ کی برابری کا خیال سمایا۔ پھر ان سے بلکہ تمام اولیاء اللہ سے جو اس وقت تک گذرے ہیں تفوق اور بڑائی کا اشتہار دیا کہ میں سب اعلیٰ اور اولیٰ ہوں۔ پھر کبھی مثیل آدم اور کبھی مثیل نوح، کبھی مثیل ابراہیم ویوسف اور کبھی مثیل موسیٰ وداؤد علیہم الصلوٰۃ والسلام ہوئے۔ یہاں تک کہ درجہ بدرجہ مدت تک مثیل عیسیٰ علیہ السلام رہے۔ اب حضرت کے خیال نے اور ترقی کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مار کر ان کے عہدہ پر ہاتھ بڑھایا اور مسیح موعود بن بیٹھے۔ لیکن یہ نہ سمجھے جس کو خدا نہ بنائے وہ کیا بن سکتا ہے۔

رباعی

دوں ہمت اگر بال زرے پیدا کرد
چوں مور برائے خود پرے پیدا کرد
کی مرتبہ سفلہ فزاید اسباب
عیسیٰ نشود ہر کہ خرے پیدا کرد

یہ سب دعویٰ مرزا قادیانی کے اشتہارات ورسائل سے ظاہر ہیں۔ دیکھو (ازالہ اوہام ص ۲۵۳، خزائن ج ۳ ص ۲۲۷، توضیح مرام ص ۱۸، ۱۹، خزائن ج ۳ ص ۵۹، ۶۰ ملخص، فتح الاسلام ص ۱۵ تا ۱۹، خزائن ج ۳ ص ۱۱ تا ۱۲ ملخص) چونکہ مرزا قادیانی ترکیب اور تدریج سے چلے ہیں۔ اس لئے فرماتے ہیں کہ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ میرا نیا نہیں ہے۔ براہین احمدیہ میں اس کی تمہید میں کر چکا تھا۔ لوگ نہیں سمجھے

رتھے اب ازالہ میں ایک اور دعویٰ کی تمہید آپ نے ڈالی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ”بار بار یا احمد کے خطاب سے مخاطب کر کے ظلی طور پر (اللہ تعالیٰ نے مرزا قادیانی کو) مثیل سید الانبیاء وامام الاصفیاء حضرت مقدس ﷺ قرار دیا۔“

دیکھو (ازالہ اوہام ص ۲۵، خزائن ج ۳ ص ۴۲۸) میں فرماتے ہیں: ”اور اس آنے والے (یعنی مرزا قادیانی) کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ محمد جلالی نام ہے اور احمد جمالی اور احمد اور عیسیٰ اپنے جمالی معنوں کی راہ سے ایک ہی ہیں۔ اسی کی طرف یہ اشارہ ہے۔“

”مبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد“ (یعنی اس آیت میں مرزا قادیانی ہی کا ذکر ہے)

دیکھو (ازالہ اوہام ص ۶۷۳، ۶۷۵، خزائن ج ۳ ص ۴۶۳، ۴۶۴) میں فرماتے ہیں کہ یہ آیت ”ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ“ اسی مسیح ابن مریم کے زمانہ سے متعلق ہے۔ یعنی مرزا قادیانی ہی کے حق میں ہے تو مرزا قادیانی کی یہ ایک اور نئی تمہید ہے اور اس کے متعلق یہ کشف کہ ”تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن مجید میں لیا گیا ہے۔ مکہ اور مدینہ اور قادیان۔“ (ازالہ اوہام حصہ اوّل ص ۷۷، خزائن ج ۳ ص ۱۴۰ حاشیہ)

اور اسی کے متعلق یہ الہام اور اس قسم کے دیگر الہام ہیں۔ جیسے ”انا انزلناہ قریباً من القادیان“ (ازالہ اوہام ص ۷۵ حاشیہ، خزائن ج ۳ ص ۱۳۹)

مرزا قادیانی نے ایک کمال اور کیا ہے کہ صرف اپنے ہی حق میں ان مراتب کو تمام نہیں کیا۔ بلکہ اپنی اولاد کو بھی اس میں شریک کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں۔ ”خدائے تعالیٰ نے ایک قطعی اور یقینی پیش گوئی میں میرے پر ظاہر کیا ہے کہ میری ذریت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا۔ جس کو کئی باتوں میں مسیح سے مشابہت ہوگی۔ وہ آسمان سے اترے گا اور زمین والوں کی راہ سیدھی کر دے گا۔ وہ اسیروں کو رستگاری بخشے گا اور ان کو جو شبہات کی زنجیروں میں مقید ہیں رہائی دے گا۔“ فرزند دل بند گرامی ارجمند مظھر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء ”لیکن یہ عاجز (یعنی مرزا قادیانی) ایک خاص پیش گوئی کے مطابق جو خدائے تعالیٰ کی مقدس کتابوں میں پائی جاتی ہے مسیح موعود کے نام پر آیا ہے۔“

(ازالہ اوہام ص ۱۵۵، ۱۵۶، خزائن ج ۳ ص ۱۸۰)

مرزا قادیانی نے دعوؤں کو بذریعہ رسائل و اشتہارات بارہ سال کے عرصہ میں بہت کچھ شائع کیا۔ مگر ان کا ذکر خیر ملک پنجاب سے بہت ہی کم باہر نکلا۔ جب اس طرح کام نہ چلا تو مرزا قادیانی خود نکلے اور پنجاب کے بڑے بڑے شہروں میں دورہ کرنے لگے۔ گو پنجاب میں مرزا قادیانی کے کچھ لوگ معتقد ہیں۔ مگر باوجود کوشش بسیار اپنے مقصد کے حاصل کرنے میں مرزا قادیانی کا نمبر ناکامیابی کے بہت ہی قریب رہا اور ہے۔ ''وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ'' شہر دہلی جس طرح ایک مدت بادشاہان سلف کا دارالخلافہ رہا ہے۔ اسی طرح بیت العلوم بھی اس کا نام ہے اور واقعی یہ وہ مقام ہے کہ بڑے بڑے دور دراز سفر طے کر کے لوگ صرف اس کو دیکھنے آتے ہیں اور جن علماء کی لیاقت علوم کی چار دانگ ہندوستان میں دھاک اور کمال ہنر وفنون کے تمام عالم میں دھوم ہے۔ وہ اسی خاک میں سوتے ہیں۔ مبارک یہ زمین جس میں رنگ برنگ کے گل پھول ہیں جو اپنے رنگ و بو سے عالم کو معطر کر گئے۔ حقیقت میں یہ وہ جگہ ہے جس کے درودیوار سے یہ صدا آتی ہے۔ ''فاعتبروا یا اولی الابصار'' اور جس کے ہر ہر برگ شجر پر یہ نظر آتا ہے۔ ''فانظروا یااھل الانظار'' ہندوستان میں جس قدر علوم کی خاص کر علم دین کی ندیاں جاری ہیں۔ اگر چشم غور سے دیکھو گے ان کا چشمہ ضرور دہلی کو پاؤ گے۔ مرزا قادیانی نے جس قدر اور جتنا پڑھا ہے۔ گل علی شاہ سے اور وہ بھی ایک مدت دہلی میں رہے اور جو کچھ پڑھا یہیں پڑھا۔ انہیں وجوہ سے مرزا قادیانی کو یہ خیال ہوا کہ اس نامور شہر میں چل کر چند روز ''ھل من مناظر'' کا ڈنکا ترکیب بجایئے۔ اگر وہاں کچھ بھی کامیابی ہوگئی تو گویا مدینۃ المقصود کا فتح الاباب ہے۔

یہ خیال مرزا قادیانی کو دہلی لے گیا۔ مگر افسوس کہ اس ارادہ میں وہ بالکل کامیاب نہ ہوئے اور گو انہوں نے دہلی میں پہلا اشتہار ۲؍اکتوبر ۱۸۹۱ء کو بہت ہی سوچ سمجھ کر بنام شیخ الکل جناب مولانا مولوی سید نذیر حسین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے دیا۔ جس کی عمر قریب سو برس کی ہے اور بسبب پیرانہ سالی کس طرح مرزا قادیانی کو یہ امید نہ تھی کہ وہ مناظرہ کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ مگر خلاف امید وہ بڑی مستعدی سے اپنی جوان ہمت کے ساتھ تیار ہوگئے۔ چنانچہ ان کے مطبوعہ خطوط سے ظاہر ہے۔

دوسری غلطی مرزا قادیانی سے یہ ہوئی جس کا ان کو ۶؍اکتوبر ۱۸۹۱ء کے اشتہار میں خود اقرار کرنا پڑا کہ ۲؍اکتوبر کے اشتہار میں مولوی ابو محمد عبدالحق صاحب کو بھی شریک کر دیا۔ جس کے

عوض مرزا قادیانی کو ان کے مکان پر جا کے بیحد خوشامد کرنی پڑی۔ پھر بھی مولوی صاحب نے مرزا قادیانی کا پیچھا نہ چھوڑا۔ خوشامد کی ندامت رو کن میں پلے بندھی بات یہ ہے۔ بگڑنے والی بات جس قدر بناؤ بگڑتی ہی چلی جاتی ہے۔ کسی طرح بناؤ نہیں بنتی۔ نہیں بنتی۔ اب مرزا قادیانی نے چند حواریوں کو بھی بلالیا اور کسی کے مشورہ یا اپنی رائے سے کل اہل دہلی خاص کر مولانا صاحب پر بے حد سب وشتم کرنا شروع کیا۔ ۱۷ اکتوبر ۱۸۹۱ء کے اشتہار میں ایسے ۸۲ لفظ ہیں۔ جو کوئی شریف کسی کو نہیں کہہ سکتا مگر واہ جناب مولانا صاحب آپ کا تحمل کہ ان سب گالیوں کے جواب میں یہ ایک شعر لکھ دیا۔

دشنام خلق راند دہم جز دعا جواب
ابرم کہ تلخ گیرم و شیریں عوض دہم

مرزا قادیانی اور ان کے اتباع نے یہ پالیسی کہ اہل دہلی پر سب وشتم کیا جاوے۔ اس واسطے شاید اختیار کی تھی اور اب تک اس کو نباہ رہے ہیں کہ ان کے فرقے کی نظر میں اہل دہلی کی وقعت کم ہو جاوے اور مرزا قادیانی کی ناکامی بڑی چیز نہ دکھائی دے اور جہاں تک غور کرو یہ پہلو اچھا سوجھا۔ مگر واقعی یہ ناکامی اتنی بڑی چیز ہے کہ مرزا قادیانی کی ہر تحریر سے اس کا افسوس ٹپک رہا ہے اور ہر فقرہ سے حسرت برس رہی ہے اور عاجز کے خیال میں مرزا قادیانی اور ان کے اتباع کا عام اہل دہلی پر اور خاص کر مولانا ممدوح پر تبرا کرنا ایک حکمت الٰہی کا تقاضا تھا۔ جس نے ان کو اس درجہ سب وشتم پر لا ڈالا۔

اور وہ یہ ہے۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکان برد

مرزا قادیانی نے بہت سے مسائل کو الٹ پلٹ کیا ہے۔ مگر ان میں سے دو پر بہت زور دیا ہے۔ ایک وفات حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام، دوسرے مرزا قادیانی کا مسیح موعود ہونا، مسئلہ اوّل کی نسبت رسالہ الحق الصریح فی اثبات حیات المسیح جس کا اوّل حصہ مولانا محمد بشیر صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے بہت کافی ثبوت کے ساتھ لکھا ہے۔ جو مطبع انصاری میں چھپ کر تیار ہو گیا (یہ رسالہ بھی احتساب کی اسی جلد میں شامل اشاعت ہے۔ فالحمدللہ) اور دوسرا حصہ مؤلفہ مولوی جمیل احمد زیر طبع ہے اور مسیح موعود ہونے کی بحث مجمل طور سے عاجز کے خط نمبر ۲ کے جواب الجواب

نمبر ۸ میں ملاحظہ ہو اور مفصل شفاء للناس (یہ کتاب بھی احتساب کی اسی جلد میں موجود ہے)
جواب اعلام الناس میں ہے۔ جو عنقریب شائع ہونے والا ہے اور عاجز کی اس تحریر کا یہ باعث ہوا کہ جب مرزا قادیانی دہلی تشریف لائے تو عاجز ان کی خدمت میں گیا اور کمال عجز سے دوستانہ طور پر یہ خواہش ظاہر کی کہ اگر جناب کو صرف تحقیق مسائل منظور ہے تو یہ عاجز حاضر ہے اور اگر مولانا ممدوح سے گفتگو کی خواہش ہے تو یہ امر بھی بہت آسان ہے۔ اشتہار وغیرہ دینے اور دھوم مچانے کی حاجت نہیں۔ مگر مرزا قادیانی کی اصل غرض چونکہ سوائے شہرت کچھ نہ تھی۔ اس وجہ سے عاجز کی رائے منظور نہ ہوئی۔ کوئی بات نہ مانی اشتہار پر اشتہار دینے شروع کر دیئے اور اہل دہلی کی طرف سے اس کے جواب چھپے۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ مرزا قادیانی کے ایک معتقد نے مثنوی دعوت دہلی لکھی جس کا جواب کسی نے ''صداقت دہلی'' لکھا ہے۔ یہ سب تحریریں مطبع انصاری دہلی میں ملتی ہیں۔ جس سے مفصل حال معلوم ہو سکتا ہے۔ اسی اثناء میں خاکسار نے نوٹس نمبر ا لکھا اور اس میں مولوی محمد احسن صاحب (قادیانی) اور مولوی حکیم نور الدین صاحب (قادیانی) کو اس لئے مخاطب کیا کہ مرزا قادیانی کے مشن کے یہ دونوں صاحب اعلیٰ درجہ کے ممبر ہیں۔ مرزا قادیانی نے عاجز کے نوٹس کا کچھ جواب نہیں دیا۔ اسی خیال سے یہ عاجز بھوپال گیا اور احسن المناظرین صاحب سے جو تحریر ہوئی وہ آپ دیکھ ہی لوگے۔ بھوپال سے آ کر عاجز بہ تقریب جلسہ انجمن حمایت الاسلام لاہور گیا اور وہاں نوٹس نمبر ۲ شائع کیا۔ اتفاقاً جناب مولوی حکیم نور الدین صاحب بھی لاہور میں آ گئے اور نوٹس نمبر ۲ عاجز کا ان کو پہنچ گیا اور عاجز خود بھی ان کی خدمت میں کئی مرتبہ حاضر ہوا۔ مگر خوبی اتفاق سے ان کو فرصت بالکل نہ ہوئی جو گفتگو ہوتی۔ چنانچہ ایک روز زبدۃ الحکما جناب حکیم غلام نبی صاحب (قادیانی) کے مکان پر حکیم صاحب کی دعوت تھی۔ عاجز بھی بعد وقت اکل طعام وہاں حاضر ہوا۔ کرنیل عطاء اللہ خان صاحب (قادیانی) نے عاجز سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مولوی صاحب کا تقدی گھوڑے تو آپ نے بہت دوڑائے۔ ہم نے آپ کے نوٹس بھی دیکھے۔ اس وقت اتفاق سے آپ دونوں صاحب یہاں موجود ہیں۔ حکیم صاحب (قادیانی) سے کچھ گفتگو کیجئے۔

میں نے عرض کیا کہ جس بات کو میں حق جانتا ہوں اس کے بیان کرنے اور اس میں کلام کرنے سے مجھے کب تامل ہے۔ مگر حکیم صاحب کی اجازت ضرور ہے۔ آپ حکیم صاحب کو راضی کریں۔ مجھے کچھ عذر نہیں حکیم صاحب نے فرمایا کہ میں بھی مرزا قادیانی کے کلام کو حق جانتا

ہوں اور میرا یہ اعتقاد ہے کہ ان کا کوئی ارشاد غلط نہیں ہے۔ مگر مولوی صاحب (عبدالمجید دہلوی) کو فرصت ہے مجھے (نور الدین) فرصت نہیں اور نہ میں تقریر کو پسند کرتا ہوں۔ جانبین سے تحریریں ہو رہی ہیں۔ آپ لوگ تامل کریں اور طرفین کی تحریروں کو ملاحظہ فرمائیں۔ عاجز کو اس امر کے اظہار میں بھی تامل نہیں ہے کہ حکیم صاحب نہایت درجہ وسیع الاخلاق اور لائق آدمی ہیں۔ جس طرح مرزا قادیانی ومولوی محمد احسن کی کج اخلاقی اور درشتی کا میں شاکی ہوں اسی طرح حکیم صاحب کے اخلاق کی شکر گزاری بھی میرا ذمہ ہے۔ حکیم صاحب عاجز سے اچھی طرح خندہ پیشانی سے ملے اور کمال مہربانی سے پیش آئے۔ جیسا کہ شرافت کا مقتضاء ہے اور ان کی مجلس کا رنگ بھی ایسا نہ تھا۔ جیسا کہ دہلی میں مرزا قادیانی کی مجلس کا رنگ دیکھا کہ جب کوئی ان کے پاس گیا ادھر ادھر سے حواریوں نے آوازے کسنے شروع کئے اور تمسخر اڑانے لگے۔ جو شریف گیا، افسردہ ہی ہوکر آیا اور جو ذرا کوئی بولا، مجلس سے نکلوادیا۔ چنانچہ مولوی محمد مصحح مطبع انصاری کے ساتھ جو بے تہذیبی برتی گئی وہ مرزا قادیانی کی مجلس کا ایک ادنیٰ نمونہ ہے۔ مرزا قادیانی کی مجلس میں کئی شخص تو ایسے تھے جن کی زبان قابو سے باہر تھی۔ جہاں کوئی شریف گیا اور تاک لی، وہ اپنی شرافت سے چپ ہوا اور انہوں نے قہقہہ اڑایا کہ ہم نے شرمندہ کر دیا۔ آخر کار اس کا نتیجہ کسی قدر اپنے ہم پلہ لوگوں سے ان کو مل گیا۔

مجھے یاد آیا کہ بھوپال سے نواب ممتاز الدولہ مولوی سید عبدالحئی خان صاحب انہیں ایام میں تشریف لائے تھے۔ انہوں نے مرزا قادیانی سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ میں ان کو لے گیا۔ ان کے ہمراہ جناب حکیم حاتم علی صاحب رئیس آگرہ اور جناب منشی عبدالعزیز رئیس دھولپور بھی تھے۔ جس وقت یہ صاحبان مرزا قادیانی کے مکان پر پہنچے حواریوں نے اپنی عادت کے موافق آوازے کسنے اور تمسخر کرنے شروع کئے اور ان کے سامنے ایسے نالائم اور بے جا الفاظ کہے کہ وہ حیرت سے منہ دیکھ کر رہ گئے اور مجھے مفت شرمندہ ہونا پڑا۔ آخر میں نے مرزا قادیانی سے عرض کیا کہ حضرت مورد عتاب تو اہل دہلی ہیں۔ یہ لوگ تو مسافر آپ کی زیارت کو آئے ہیں۔ ان سے تو براہ مہربانی دو باتیں کر لیجئے۔ اس وقت جناب کو ہوش آیا اور فرمایا کہ کون ہیں۔ کہاں سے آئے ہیں؟ مگر حواری اس وقت بھی خاموش نہ ہوئے۔ میں کئی بار حکیم صاحب (نورالدین) کی مجلس میں گیا۔ کبھی کوئی لفظ کسی سے ایسا نہ سنا جو باعث ملال ہوتا۔ یا طبیعت کو ناگوار گذرتا۔ حکیم صاحب کی مجلس میں کبھی کوئی گفتگو کسی کی زبان پر ایسی نہیں آئی جس سے بوئے ملال آتی۔ عاجز کی رائے

ناقص ہیں مرزا قادیانی کے مشن میں اگر کوئی آدمی ہے تو حکیم نورالدین صاحب ہیں اور اگر کوئی لائق گفتگو ہے تو حکیم صاحب۔ افسوس کہ ان کو فرصت نہ ملی۔ ورنہ گفتگو کا لطف آتا۔

چونکہ حکیم صاحب سے بھی بالفعل گفتگو کی امید قطع ہوئی۔ لہٰذا اس عاجز نے اپنے خطوں کو طبع کر دینا مناسب سمجھا۔ یا اللہ تیرا یہ عاجز بندہ نہایت عاجزی سے تیرے حضور میں بکمال ادب اس دل سے عرض کر رہا ہے جس کو تو دیکھ رہا ہے کہ میرے قلم وزبان سے وہ الفاظ نہ نکلیں جن سے مجھے تیرے سامنے شرمندہ ہونا پڑے۔ الٰہی مجھ کو تو اور تیری رضا مطلوب ہے۔ تو میری اس تحریر میں مدد کر۔ آمین واللہ المستعان وعلیه التکلان، علی کل امر به استعین هو المستعان فنعم المعین!

نوٹس اتمام حجت نمبر:۱

مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے معتقد مولوی حکیم نورالدین بھیروی اور مولوی محمد احسن امروہی وغیرہم کے نام خاکسار محمد عبدالمجید مالک مطبع انصاری دہلی کا نوٹس

مرزا قادیانی کے یہ دعوے ہیں:

۱...... میں مسیح موعود ہوں۔

۲...... عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا نزول یعنی دوبارہ دنیا میں آنے کا خیال غلط ہے۔

۳...... عیسیٰ ابن مریم مر کر جنت میں داخل ہو گئے۔

۴...... مر کر کوئی زندہ نہیں ہوتا۔

۵...... جنت میں داخل ہو کر پھر کوئی باہر نہیں آسکتا۔ باوجود ان دعوؤں کے مرزا قادیانی اقرار کرتے کہ میں مسلمان اہل سنت والجماعت ہوں اور اہل سنت کی سب کتابوں کو مانتا ہوں۔

اور (۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء، مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۲۰۳) تحریر فرماتے ہیں کہ: ''میرے مسیح موعود ہونے کا سارا قرآن مجید مصدق اور تمام احادیث صحیحہ اس کی صحت کی شاہد ہیں۔''

لہٰذا یہ عاجز بذریعہ نوٹس ہذا مرزا قادیانی اور ان کے اتباع کو اطلاع دیتا ہے کہ اگر مرزا قادیانی کو اپنے دعوؤں کی صداقت پر کامل اطمینان ہے اور وہ جانتے ہیں کہ میں سچ کہتا ہوں تو بسم اللہ در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست۔ آپ تو فرماتے ہیں کہ: ''سارا قرآن میرے دعوؤں کا مصدق اور تمام احادیث صحیحہ شاہد ہیں۔'' میں عرض کرتا ہوں کہ اگر ایک آیت صریح الدلالت اور تائید اس کے حدیث صحیح سے اپنے دعوؤں کو مجمع علماء میں بطریق اہل سنت والجماعت ثابت کر دیں

گے تو میں مبلغ ایک ہزار روپیہ نقد ان کی خدمت میں پیش کروں گا اور ایک سال تک ہر روز بشرط صحت وحیات مرزا قادیانی کی صداقت کا اپنے وعظ میں اظہار کیا کروں گا اور جس ادب وعزت کے ساتھ مرزا قادیانی فرمائیں گے ان کے ساتھ گفتگو کی جائے گی۔ مرزا قادیانی اس ثبوت کے لئے مناظرہ کرنے کو تیار ہو جائیں۔ مکان اور پولیس کے انتظام اور اس کے آپ خود ذمہ دار ہو چکے ہیں اور اگر مرزا قادیانی ایک ہفتہ میں اس مناظرہ کے لئے تیار نہ ہوئے تو ضرور یقین کر لیا جائے گا کہ مرزا قادیانی خود اپنے دعوؤں کی صداقت پر مطمئن نہیں ہیں اور ان کا دل ان کی تکذیب کرتا ہے۔ فقط! انعام بحالت پوری کرنے شرط کے مرزا غلام احمد قادیانی کو مبلغ ایک ہزار روپیہ نقد دیا جائے گا اور ایک سال ان کی خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ اطلاع آپ کو اختیار دیا جاتا ہے کہ ایک ہفتہ کی میعاد میں کوئی تاریخ مقرر کر کے دو روز پہلے مجھے اطلاع نہ دی اور ثبوت کے لئے تیار نہ ہوئے تو آپ کے دعوے کی تکذیب کے لئے یہ کافی ثبوت ہے۔

۱۳ ربیع الاوّل ۱۳۰۹ھ، ۱۷ راکتوبر ۱۸۹۱ء

راقم محمد عبداللہ المجید عفی عنہ
مالک مطبع انصاری دہلی

خط نمبر:۱

از حقیر فقیر عبدالمجید بخدمت جناب مولوی محمد احسن صاحب زادعنایۃ

بعد سلام کہ سنت الاسلام ہے۔ واضح رائے ہو کہ یہ نوٹس جو اس خط کی پشت پر ہے۔ آپ کے مرزا قادیانی نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا جو ان کے سرمایہ علم وحجت کی ایک کافی وافی دلیل ہے۔ چونکہ اس میں احقر کا خطاب آپ سے بھی ہے۔ لہٰذا بذریعہ اسی دستی تحریر کے آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ یہ مسافر دور دراز سفر طے کر کے آپ کے پاس بارادہ طلب دلیل حاضر ہوا ہے۔ تم کو قسم ہے اس خدا بزرگ و برتر کی جس نے تم کو پیدا کیا ہے کہ اگر تمہارے علم میں تمہارے مسیحا کی صداقت پر کوئی دلیل شرعی ہے تو اسے میرے سامنے مجمع اہل اسلام میں بیان کر دیجئے۔ ہرگز نہ چھپایئے۔ ”ومن یکتمها فانه اثم قلبه“ اور ”الساکت عن الحق شیطان اخرس“ کی وعید کو خیال فرمایئے اور اگر آپ بغیر دلیل ان پر ایمان لائے ہیں تو یہ امر آخر ہے پھر عذر اور حیلہ کیا ضرور، صاف صاف فرما دیجئے۔ والسلام علیٰ من اتبع الهدیٰ!

یکم جمادی الاوّل ۱۳۰۹ھ، ۳۰ رنومبر ۱۸۹۱ء

جواب

از ہیچمدان احقر الزمن سید محمد احسن

بخدمت محب مکرم حضرت مولوی عبدالمجید صاحب

بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آنکہ ہیچمدان کو جو جناب نے اس نوٹس میں مخاطب فرمایا ہے۔ اس سے مجھ کو نہایت درجہ کا تعجب لاحق ہوا۔ کیونکہ احقر نے تو کسی تحریر میں اپنی جناب کو مخاطب نہیں کیا اور نہ احقر کسی امر کا مدعی، البتہ یہ اپنا شعار ہے کہ اپنے مؤمن بھائی کو غیبت وغیرہ سے یاد نہیں کرتا اور جملہ اپنے مؤمنین اخوان کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے۔ ”لولا ظن المؤمنون والمؤمنٰت بانفسهم خیراً والغیبة اشد من الزنا“ ہاں البتہ مرزا قادیانی کو جو ہمہ تن تائید اسلام میں اپنے اوقات کو صرف کر رہے ہیں اور بعض صاحب جو ان کی تکفیر و تضلیل کرتے ہیں۔ احقر نے اپنے رسائل میں ان کی طرف سے ذب ودفع کیا ہے۔ اگر وہ ذب ودفع آپ کے نزدیک ایک اپنے مؤمن بھائی سے صحیح نہیں ہے تو آپ کو اختیار ہے اور طلب دلیل تو مدعی سے ہوا کرتی ہے۔ نہ حسن ظن رکھنے والے سے اگر آپ کو طلب دلیل منظور ہے تو خود مرزا قادیانی سے طلب فرمایئے۔ خاکسار کو مخاطب نہ کیجئے اور نہ میں آپ کا مخاطب ہوں۔

والسلام! خیر ختام یکم رجمادی الاوّل ۱۳۰۹ھ

مکرر اور نہ ہیچمدان کو جناب سے مباحثہ منظور ہے۔ فقط!

جواب الجواب

خط نمبر:۲...... از مولانا عبدالمجید دہلوی، بنام محمد احسن قادیانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم!

زائل بہار حسن ہوئی خط یار سے

اس باغ میں خزاں نظر آئی بہار سے

از حقیر فقیر عبدالمجید! بخدمت جناب مولوی محمد احسن صاحب احسن المناظرین نزیل بھوپال زاد عنایۃ!

بعد سلام کہ سنت الاسلام ہے۔ واضح رائے ہو کہ نامہ گرامی آں سامی وصول ہو کر باعث استعجاب ہوا، اور یہ استعجاب شاید اسی نہایت درجہ تعجب کا اثر ہے جو جناب کو لاحق ہوا اور

زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ جناب نے انکار مناظرہ کا اوّل سبب یہی تعجب فرمایا باقی اس کے دلائل۔ لہٰذا بعد رد دلائل تعجب مجھے امید ہے کہ آپ اپنے دعویٰ کے موافق مناظرہ کو ضرور تیار ہوں گے۔

قولہ...... ''ہیچمدان کو جو جناب نے اس نوٹس میں مخاطب فرمایا ہے۔ اس سے مجھ کو نہایت درجہ کا تعجب لاحق ہوا۔ کیونکہ احقر نے تو کسی تحریر میں اپنے آپ کو مخاطب نہیں کیا اور نہ احقر کسی امر کا مدعی۔''

جواب...... حضرت مولوی صاحب آپ نے دعویٰ بھی کیا ہے اور خطاب بھی۔ شاید آپ کو یاد نہیں رہا۔ لہٰذا یہ فقیر آپ کو یاد دلا کر امید کرتا ہے کہ آپ حسب وعدہ اس عاجز مسافر کے حال پر توجہ فرمائیں گے۔

نزیل بھوپال مولوی محمد احسن صاحب احسن المناظرین کے وہ اقوال جن سے ان کا دعویٰ وخطاب عام ثابت ہے۔

۱...... آپ کی کتاب کا نام اعلام الناس ہے۔

۲...... ''یہ بندہ سید محمد احسن امروہی نزیل بھوپال بخدمت فیض درجت علماء ذوالباب عرض کرتا ہے۔'' (اعلام الناس حصہ اوّل ص۲)

۳...... ''اشتہار بخدمت علماء امصار و دیار المشتہر خاکسار محمد احسن امروہی نزیل بھوپال۔'' (ایضاً حصہ دوم ص۹۲)

۴...... ''میں اظہار حق میں مجبور ہوں۔

سری آہ وفغان سے نعرہ نہ ہو تو اے گلرو
نمک پڑ جاتا ہے اک حسن گل میں شور بلبل سے''

(ایضاً ص۷۱)

۵...... ''اگر مرزا قادیانی ایسی بحث کی طرف توجہ نہ فرمائیں گے تو یہ خاکسار (احسن المناظرین) آموجود ہوگا۔'' (ایضاً ص۱۳)

اے جناب احسن المناظرین صاحب اگر آپ یہ ارشاد فرمائیں کہ یہ خطاب میرا علماء سے ہے اور تو ایک جنوا فقیر حقیر تجھے اس سے کیا، تو علم سے دور، سلسلہ علماء سے مہجور، تو میں عرض کروں گا خیر مگر الحمدللہ کہ میں مسلمان ہوں اور اہل اسلام کے سلسلہ میں شامل اور آپ کا خطاب عام اہل اسلام سے ہے۔

۶...... "سب اہل اسلام کولازم ہے کہ اس نعمت کی ناشکری نہ کریں۔" اعلام الناس حصہ اوّل ص۲ اور اگر جناب اس سے بھی انکار کریں[1] تو نوع انسان میں تو سب ہی انسان شامل ہیں اور آپ کا خطاب بایں الفاظ ہے۔

۷...... "ایہا الناس" دیکھو (اعلام الناس حصہ اوّل ص۱۵)

۸...... تو بشرطیکہ نہ مکدر ہونے کے یہ عاجز حاضر وموجود ہے۔

تو مکدر نہ ہو تو عشق میں ہم
ایک آندھی ہیں خاک اڑانے کو

(ایضاً حصہ دوم ص۱۷)

۹......

جوئے شیر بھی میں ہی لایا تھا
میں ہی دشت میں تھا برہنہ پا
میں ہی کوہکن میں ہی قیس تھا
تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

(ایضاً ص۲۱)

ہاں! جناب احسن المناظرین صاحب مجھے بھی خوب یاد ہے۔ آپ سے بہت پہلے میری مرزا قادیانی سے ملاقات ہے۔ ان کی حقیقت تو میں خوب جانتا ہوں وہ تو کچھ بھی نہیں۔ واقعی جو کچھ ہیں وہ آپ ہی ہیں۔ پیران نے پرند مریدان می پرانند پرانا مقولہ ہے۔ آپ سچ فرماتے ہیں۔ "جوئے شیر بھی میں ہی لایا تھا"

اور اسی واسطے یہ خاکسار بھی آپ ہی کے پاس حاضر ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ سے امید کامیابی ہے۔ "علیه توکلت وهو حسبی"

۱۰...... "یہ ہیچمدان آپ کو گفتگو اور مناظرہ میں سب طرح کی آزادی دیتا ہے۔ یعنی تقریر وتحریر جس طرح پر آپ چاہیں اور جس مسئلہ میں منظور ہو آپ مجھ سے گفتگو ومناظرہ کریں۔"

(اعلام الناس حصہ دوم ص۹۹)

---

[1] کیونکہ آپ کے مرزا قادیانی نے تو یہ غضب ڈھایا ہے کہ کل اہل اسلام کو مشرک اور خارج از اسلام بتلادیا اور آپ کا یہ حسن ظن کہ وہ جو کچھ فرمائیں سب ٹھیک درست ہے۔

(ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۲۹۰، خزائن ج۳ ص۲۵۲)

کیوں جناب احسن المناظرین صاحب یہ آزادی انہیں کے واسطے ہے جو آپ تک نہ آسکیں؟ یا جو آپ کے اشتہاروں کو دیکھ کر طالب وجویا ہو کر دور دراز سفر طے کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہو۔ اس میں اس کا بھی حصہ ہے؟ پیٹ بھرون کی دعوت کا اشتہار دیا اور گھر پر آئے بھوکے کو کھدیڑنا یہ کیا انصاف ہے؟ افسوس کہ میں اس قدر دور دراز سفر طے کر کے آپ کے دروازہ پر آؤں اور آپ گھر سے باہر نکلنے کی بھی تکلیف نہ فرمائیں اور اگر آپ یہ ارشاد فرمائیں کہ میرے ان اقوال میں کہیں دعویٰ کا لفظ نہیں ہے تو میرا ہی قول صحیح ہے کہ نہ احقر کسی امر کا مدعی تو جواب اس کا یہ ہے کہ آپ کی تحریر میں دعویٰ کا لفظ بھی موجود ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

ا...... ''یہ دعویٰ میرا بلا بینہ نہیں...... اگر کسی کی آنکھوں میں کچھ فتور ہو تو کحل الجواہر بھی حاضر ہے۔''حضرت احسن المناظرین صاحب میدان مناظرہ میں حسب اقرار خود تشریف لایئے اور وہ بینہ بیان فرمایئے اور کحل الجواہر کی ڈبیہ بھی کھولیئے۔ یہ فقیر انہیں بینہ کا طالب اور اسی کحل الجواہر کا مشتاق ہو کر آیا ہے۔ دل آرزومند کو ان بینہ سے اور دیدۂ مشتاق کو اس کحل الجواہر سے محروم رکھنا ناانصافی نہیں تو کیا ہے؟ اب رہی یہ بات کہ آپ کا شعار کسی مؤمن بھائی کی غیبت کرنا نہیں ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔

قول...... ''البتہ یہ اپنا شعار ہے کہ کسی اپنے مؤمن بھائی کو غیبت وغیرہ سے یاد نہیں کرتا اور جملہ اپنے مؤمنین اخوان کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے۔''

جواب...... کیا جملہ اخوان میں مولوی عبدالحق صاحب نہیں ہیں۔ جن کے الہام پر آپ تحریر فرماتے ہیں کہ: ''اگر ایک ہزار الہام کا دعویٰ کریں گے تو بلا بینہ و برہان اس کی تصدیق نہیں ہوسکتی۔'' (اعلام الناس حصہ اوّل ص ۵۱)

اور اگر یہی حسن ظن ہے تو سرسید بھی تو مسلمان ہے۔ اس کے ساتھ بدظنی کا کیا سبب۔ اب میں آپ کے مسیح کے چند اقوال پیش کر کے آپ سے جواب کا طالب ہوں کہ یہ کس کا شعار ہے۔

اقوال مرزا غلام احمد قادیانی مسیح احسن المناظرین مولوی محمد احسن امروہی

ا...... ''اے نفسانی مولویو اور خشک زاہدو تم پر افسوس...... تم ان فقیہوں اور فریسیوں سے کچھ کم ہو جو حضرت مسیح کے وقت میں دن رات نفس پرستی میں لگے ہوئے تھے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایک کافر کا مؤمن ہو جانا تمہارے ایمان لانے سے زیادہ تر آسان ہے۔''

(ازالہ اوہام حصہ اوّل ص ۵،۶، خزائن ج ۳ ص ۱۰۵ ملخص)

۲...... ''اس جگہ حضرت مسیح کی تہذیب اور اخلاقی حالت پر ایک سخت اعتراض وارد ہوتا ہے۔ کیونکہ مسیح نے یہودیوں کے ان معزز بزرگوں کے حق میں جو قیصر کے دربار میں بڑی عزت کے ساتھ خاص رئیسوں میں بٹھائے جاتے تھے۔ نہایت غیر مہذب الفاظ استعمال کئے۔''

(ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۹،۱۰، خزائن ج۳ ص۱۰۷ حاشیہ)

۳...... ''تو پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے پر ہے۔''

(ازالہ اوہام ص۱۳،۱۴، خزائن ج۳ ص۱۰۹)

افسوس اب غیر قومیں کیا کہیں گی؟

۴...... ''قرآن شریف جس آواز بلند سے سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے۔ ایک غایت درجہ کا غبی اور سخت درجہ کا نادان بھی اس سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔''

(ازالہ اوہام ص۲۵، خزائن ج۳ ص۱۱۵ حاشیہ)

پھر اس آیت کا بیان کر کے کہ ''اذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیراً باذنی وتبراء الاکمہ والابرص باذنی واذ تخرج الموتیٰ باذنی۔ الخ!'' احسن المناظرین صاحب آپ کے مسیح فرماتے ہیں۔

۵...... ''یہ اعتقاد مشرکانہ خیال ہے اور ایسا خیال رکھنے والا بلاشبہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ یہ سراسر مشرکانہ باتیں ہیں اور کفر سے بدتر۔

(ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۲۹۷،۲۹۸، خزائن ج۳ ص۲۵۲ ملخص حاشیہ)

۶...... ''حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایسا کام ہے جس میں کلوں کی ایجاد کرنے اور طرح طرح کی صنعتوں کے بنانے میں عقل تیز ہو جاتی ہے۔''

(ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۳۰۳ حاشیہ، خزائن ج۳ ص۲۵۴،۲۵۵)

(اسی کا نام حسن ظن ہے) پھر مسیح کے معجزات کی نسبت ایک نیا حسن ظن ہے اور وہ یہ ہے۔

۷...... ''بہرحال مسیح کی یہ تربی (شعبدہ) کاروائیاں زمانہ کے مناسب حال بطور خاص مصلحت کے تھی۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں۔ جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ کے فضل وتوفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ تھا۔''

(ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۳۰۹، خزائن ج۳ ص۲۵۷،۲۵۸)

جواب...... کیوں حضرت احسن المناظرین صاحب؟ اس آیت کے وقت نزول سے لے کر اس وقت تک کہ ۱۳۰۹ھ ہیں۔ ہر طبقہ میں دس دس بیس بیس نہیں تو دو دو چار چار تو ایسے مسلمان گنوا دیجئے۔ جن کا معاذ اللہ یہ عقیدہ ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام معاذ اللہ شعبدہ باز تھے اور آیت تخلق لکم کا یہ مطلب ہے کہ مسیح نجاری کی قوت سے چڑیاں بناتے تھے اور ان کا باپ یوسف تھا اور اگر آپ نہ گنوا سکے تو پھر ان سب مسلمانوں کو بلاشبہ خارج از دائرہ اسلام کہنا اور اس آیت پر اعتقاد رکھنے والوں کو کافر اور مشرک سے بدتر سمجھنا کیسا شعار ہے اور اسی کا نام حسن ظن ہے؟ یہی اپنے بھائی مؤمن کی غیبت نہ کرنا ہے اور ایمان سے فرمایئے کہ قبل از ایمان لانے ان مسیح قادیانی کے کیا آپ کا بھی اعتقاد تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام یوسف نجار کے بیٹے تھے اور وہ شعبدہ باز اور ان کے یہ معجزے جن کا قرآن کی آیت مذکورہ بالا میں ذکر ہے۔ مکروہ اور قابل نفرت ہیں۔ معاذ اللہ! ''کبرت کلمة تخرج من افواههم ''حضرت مولوی صاحب آپ تو آپ، آپ کے قادیانی مسیح اپنے ایک اظہار میں جو ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا دستخط شدہ میرے پاس موجود ہے۔ اپنے ہاتھ سے تحریر فرماتے ہیں کہ دس بارہ برس قبل میرا بھی یہی اعتقاد اور خیال تھا جو سب مسلمانوں کا ہے۔ دس بارہ سال سے میں نے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ مگر اعلان کئے ہوئے دو چار برس ہوئے اور پھر بجواب اس سوال کے کہ تم مقلد ہو یا غیر مقلد!

مرزا قادیانی تحریر فرماتے ہیں۔''میرا مذہب بین بین ہے۔'' اب فرمایئے یہ کیا ہوا اور کیسا شعار ہوا۔ اے جناب احسن المناظرین! آپ تو احسن المناظرین بن گئے۔ ذرا حسن خاتمہ کا بھی فکر کیجئے اور بھولیئے مت۔ دیکھئے حضرت عیسیٰ کون ہیں۔''وجیهاً فی الدنیا والاٰخرة ومن المقربین ''اور ایسے مقرب کے حق میں آپ اپنے مسیح کے اقوال ملاحظہ فرمایئے۔ حوالہ کے طور پر بھی ان الفاظ کے لکھنے سے میرا قلب کانپتا ہے۔ لکھا نہیں جاتا جو زیادہ لکھوں آپ نے تمام ازالہ ملاحظہ فرمایا ہوگا۔ کیوں حضرت اس بزرگ پیغمبر کے مقابلہ میں جس کو اللہ تعالیٰ وجیہ فرماتا ہے۔ آپ کے مسیح کا یہ فرمانا بے ادبی نہیں ہے۔

۸...... ب

ایک منم کہ حسب بشارات آمدم
عیسیٰ کجاست تا بہ نہد پابہ منبرم

(قصیدہ الہامیہ، ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۱۵۸، خزائن ج۳ ص۱۸۰)

قولہ..... "اور طلب دلیل تو مدعی سے ہوا کرتی ہے۔ نہ حسن ظن رکھنے والے سے۔ اگر آپ کو طلب دلیل منظور ہے تو خود مرزا قادیانی سے طلب فرمائیے۔ خاکسار کو مخاطب نہ کیجئے۔"

جواب..... اب تو آپ کو بھی یاد آ گیا ہوگا کہ آپ نے لکھا ہے کہ میرا دعویٰ بلا دلیل نہیں ہے اور آپ احسن المناظرین بھی ہیں۔ لہٰذا اب کوئی عذر آپ کو انعقاد جلسہ مناظرہ میں باقی نہیں رہا۔ مرزا قادیانی سے بھی دلیل طلب کی تھی۔ چنانچہ اس کا شاہد میرا ابھی نوٹس ہے جو آپ کو بھیجا تھا اور میرے خطوط مطبوعہ ۱۳، ۱۸/اکتوبر ۱۸۹۱ء جن کے جواب میں مرزا قادیانی کا حال مطابق اس شعر کے ہے جو آپ نے اعلام الناس حصہ دوم ص ۲۸ میں لکھا ہے۔

تیرا بیمار نہ سنبھلا جو سنبھالا لے کر
چپکے ہی بیٹھ رہے دم کو مسیحا لے کر

اب آپ بموجب اپنے وعدے کے جس کو مکرر میں یاد دلاتا ہوں۔ مناظرہ کے لئے میدان میں آیئے اور کوئی عذر وحیلہ نہ فرمائیے۔

قولہ..... "اگر مرزا قادیانی ایسی بحث کی طرف توجہ نہ فرمادیں گے تو یہ خاکسار احسن المناظرین آموجود ہوگا۔" (اعلام الناس حصہ دوم ص ۱۳)

اب آپ تشریف لائیے مہربانی فرمائیے۔ یہ عاجز شکر گزار ہوگا۔

جاؤ تم تنہا کہیں ایسا تو ہو سکتا نہیں
اور نہ میں پہنچوں وہیں ایسا تو ہو سکتا نہیں

یاد کر لیجئے! والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ!

خط نمبر:۳۰..... بہ طلب مناظرہ وبتاکید جواب خط نمبر:۲۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

اللہ تعالیٰ جل شانہ کی قسم دے کر احسن المناظرین مولوی محمد احسن صاحب امروہی نزیل بھوپال اور حکیم نورالدین صاحب بھیروی و مرزا غلام احمد قادیانی مصنوعی مسیح کی خدمات میں بحث کی درخواست۔

ندارد کسے باتو ناگفتہ کار
ولیکن چو گفتی دلیلش بیار

اے حضرات! آپ لوگوں نے دنیا میں شور ڈال دیا ہے کہ مرزا قادیانی مسیح موعود اور

نبی ہیں کسی درجہ کے اور اہل اسلام کو دھوکہ میں ڈالنے کی غرض سے بڑے بڑے لمبے چوڑے اشتہارات اور رسائل طبع کر کے ایک آفت برپا کر دی ہے اور شور مچا رکھا ہے کہ ہمارے دعوے پر قرآن وحدیث گواہ ہے اور جس کا جی چاہے ہم سے بحث ومناظرہ کر لے۔ جس کی وجہ سے ہزارہا مسلمانوں میں فتنہ برپا ہو گیا ہے۔ لہٰذا آپ پر فرض ہے کہ اس فقیر سے اس بات کا تصفیہ کر لیں۔ میں نے بار بار آپ کے مرزا قادیانی کو بھی لکھا اور کئی مرتبہ ان کی خدمت میں حاضر بھی ہوا اور آپ تینوں صاحبوں کے نام نوٹس بھی دیا اور اب اس قدر سفر دور دراز طے کر کے آپ کے پاس بھوپال میں حاضر ہوں اور آپ کو دو خط بھی لکھے۔ ایک ماہ کامل مجھے انتظار جواب میں یہاں بیٹھے ہوئے گزرا۔ مگر آپ نے جواب نہیں دیا۔ آپ کو چاہئے کہ اپنے دعوے اور تحریر کا خیال اور "لم تقولون مالا تفعلون" پر غور کر کے بحث کو تیار ہو جائیے۔ میں آپ کو اس ذات وحدہ لاشریک تعالیٰ وتقدس کی قسم دیتا ہوں۔ جس نے آپ کو پیدا کر کے اپنی بے حد و بے شمار نعمتوں سے سرفراز کیا ہے کہ اگر آپ کا بھی مذہب ہے کہ قرآن مجید کی آیت صریحہ بینہ قطعیۃ الدلالت مرزا قادیانی کے مسیح موعود ہونے پر اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کا عہدۂ رسالت مرزا قادیانی کو مل جانے پر موجود ہیں اور اس کی تائید میں احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلاً اپنے منطوق سے شہادت دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے آپ کو اپنے مؤمنانہ عقیدہ کو الوداع کہہ کر طریق اسلام سلف صالح سے سخت انکار کرنا پڑا ہے تو اسی خداوند کریم سے ڈر کر جس کی میں نے ابھی آپ کو قسم دی ہے۔ میرے ساتھ اظہار الحق بحث کیجئے۔ آپ کو اس بحث میں انشاء اللہ تعالیٰ کچھ بھی تکلیف نہ ہوگی۔ اگر آج کوئی عدالت کسی دنیوی مقدمہ میں آپ سے اظہار لینا چاہے تو آپ جس قدر وہ چاہے مبسوط بیان لکھوا سکتے ہیں۔ بلکہ ایک اطلاع سے بلاتوقف تاریخ مقررہ پر عدالت میں حاضر ہو جاؤ گے اور بڑی شدومد سے اظہار دو گے۔

اے حضرات! اپنے دنیوی کام آپ سب کرتے ہو نوکری پر ہر روز حاضر ہوتے ہو۔ آواز بلند ہے ظریف ہو، احسن المناظرین ہو، طاقتیں سب قائم ہیں۔ بقول مرزا قادیانی آپ فرشتہ ہو اور مرزا قادیانی کی مدد کو بقول ان کے ہزاروں فرشتے حاضر رہتے ہیں۔ ہر وقت الہام ہوتا ہے اور ماشاء اللہ آپ لوگوں کو اپنے علم اور اپنے قرآن وحدیث دانی کا بھی بڑا دعویٰ ہے اور جو کہ آپ اور آپ کے معنوی مسیح کئی رسالے بھی اس باب میں لکھ چکے ہیں تو اس بحث میں کچھ فکر وسوچ کا کام بھی نہیں ہے تو پھر خدا تعالیٰ کی حقیقی عدالت سے کیوں نہیں ڈرتے اور سچی شہادت کو

عام جلسہ میں کیوں نہیں ظاہر کرتے اور کیوں کچے عذر و بہانے اور غلط حیلے کر رہے ہو اور خاص آپ کا یہ عذر کہ بھوپال میں سرکار عالیہ دام اقبالہا کے بے جا تعصب کا خوف ہے۔ بالکل ہیچ ہے۔

حضرت! مجھے آپ کا وہ خط دیکھ کر کہ میں بحث کرنا نہیں چاہتا۔ مرزا قادیانی سے ان کے دعوے کی دلیل طلب کرو۔ بہت خوف آیا کہ آپ لوگوں کا کیا خیال ہے۔ آپ احسن المناظرین بن گئے۔ آدمی سے فرشتہ ہو گئے۔ غلام احمد کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عہدۂ رسالت دلوا دیا۔ امتی سے نبی بنا دیا۔ افسوس فتنہ ڈالنے کے لئے تو آگے اور اصلاح کے کاموں میں پیچھے ہٹتے ہو۔ جن کا نمک کھاتے ہو ان پر بے جا تعصب کا الزام لگاتے ہو۔ آپ ایمان سے تو کہو سرکار عالیہ دام شوکتہا نے (اللہ تعالیٰ ان کے سایۂ عاطفت کو ہمیشہ ہمارے سر پر قائم رکھے) کبھی کسی اہل مذہب سے کوئی بے جا تعصب کیا ہے۔ جو آپ ہر ایک کے سامنے یہ غلط عذر کرتے ہو۔ حضور سرکار عالیہ دام سلطنتہا کی رعایا میں تو نصرانی اور ہنود سب آباد ہیں اور نوکر بھی ہیں۔ افسوس کہ وہ سرکار عالیہ کو متعصب نہ سمجھیں اور آپ مولوی کہلا کر بلکہ فرشتہ بن کر ناحق ان کی نسبت بے جا تعصب کے گمان فاسد کو اپنے دل میں رکھیں۔ آپ کے اس گمان پر افسوس۔ خدا سے ڈرو۔ اس منعمہ کی ناشکری نہ کرو جس کے الطاف خسروانہ اور کرم مادرانہ نے ایک عالم کو شکر گزار بنا رکھا ہے۔ ڈرو کہیں اس کفران نعمت کا عوض اسی عالم ہی میں نہ ہو جائے۔ ”من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ“

اے حضرات مولوی صاحب! یہ سرکار وہ عادلہ دوران اور حاتمہ زمان ہے جس کے حق میں حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ چھ سو برس پہلے یہ پیش گوئی فرما گئے ہیں گو حاسد کی سمجھ میں نہ آئے۔

سر سرفرازان و تاج مہان
بہ دوران عدلش بنازاے جہان
اگر از فتنہ آید کسے در پناہ
ندارد جز ایں کشور آرام گاہ
ندیدم چنیں گنج و ملک و سریر
کہ وقفست بر طفل و درویش و پیر
طلب گار خیر است امیدوار
خدایا امیدے کہ دارد برآر

اے حضرات! آپ لوگوں کا دعویٰ کچھ چھوٹا سا دعویٰ نہیں ہے۔ گویا آپ سارے جہاں پر سبقت لے گئے۔ کوئی آپ میں سے نبی و مسیح وابن اللہ بنا۔ کوئی فرشتہ کسی نے اپنا خطاب احسن المناظرین رکھا۔ کیا خوب تمام دنیا کے عہدے آپ ہی بانٹ لئے اور مرزا قادیانی نے تو کمال یہ کیا کہ پہلے ہی سے اپنے بعد اپنے بیٹے کو اپنا نائب بھی بنا دیا اور اس کے حق میں پیشین گوئیاں بھی گھڑ دیں۔ نعوذ باللہ!

شاید یہ سمجھے کہ میرے بعد نہیں معلوم خدا اس کو کیا بنائے۔ خود ہی جو کچھ چاہا بنا دیا۔ ''اعوذ باللہ السمیع العلیم من وسوسۃ الشیطان الرجیم ''لیکن اپنے ان عہدوں پر اگر آپ لوگوں کو خود بھی اطمینان ہے تو اپنی اس قوت اور وسیع معلومات سے جلسۂ عام میں مناظرہ کر کے تمام خلق خدا کو فائدہ کیوں نہیں پہنچاتے۔ کیا یہ معلومات اور قوت صرف عوام ہی کے دھمکانے اور دھوکہ دینے کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ مسلمان جس نازک حالت میں آج کل مبتلا ہیں۔ اہل علم کو اس سے خوف اور عبرت اور مسلمانوں پر رحم کرنا چاہئے۔ ان کی سچی خیر خواہی کرنی اور ان کو سنبھالنا چاہئے نہ کہ ان کے حمقاء کے حمق سے فائدہ اٹھانا اور ان کو مغالطہ اور دھوکے میں ڈالنا۔ میں نے اچھی طرح تحقیق کیا۔ مرزا قادیانی نے مسلمانوں کی یہ ابتر حالت دیکھ کر اور یہ سمجھ کر کہ ان میں بعض حمقاء بھی ہیں۔ ان کے حمق سے فائدہ اٹھانا چاہا ہے۔ کیا یہ آپ لوگوں کا صاف اور صریح دھوکہ نہیں ہے کہ بڑے بڑے اشتہار اور رسائل طبع اور مشتہر کر دیئے کہ ہم گفتگو میں ہر طرح کی آزادی دیتے ہیں۔ تقریراً و تحریراً جس مسئلہ میں منظور ہو ہم سے گفتگو اور مناظرہ کر لو۔ کیونکہ مناظرہ اور مباحثہ تو ایک بہت بڑا آلہ تحقیق علوم اور تعلیم مسائل غیر علوم کا ہے۔ اس سے ترقی علوم ہوتی ہے۔ مثل مشہور ہے کہ ملک بے سیاست اور مال بے تجارت اور علم بے بحث بالکل ہیچکارہ ہے اور اشتہاروں میں انعام بھی مقرر کر دیئے۔ مگر جب کوئی آپ کو بحث و مناظرہ کے لئے طلب کرتا ہے تو گھر میں مہندی لگا کر مائیوں بیٹھ جاتے ہو۔ کیوں جناب احسن المناظرین صاحب۔ یہ اشتہار صرف عوام ہی کے دیکھنے اور دکھانے اور سنانے کے لئے ہیں کہ بیوقوف لوگ سمجھیں کہ حضرت سے کوئی مناظرہ نہیں کر سکتا۔ یا کچھ خدا کا خوف کر کے اس پر عمل بھی کرنا چاہئے۔ آپ لوگوں کے دل میں کچھ اظہار حق کا خیال ہوتا تو ضرور مناظرہ کرنے کو تیار ہو جاتے اور مرزا قادیانی نے تو غضب یہ کیا کہ دہلی کے واقعہ کو جس کے ہزارہا مسلمان گواہ ہیں بالکل عکس خلاف واقع صریح صریح کذب و بہتان کے ساتھ اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کیا ہے۔ ''لا حول

ولا قوۃ الا باللہ "ذرا اپنے پیر بھائی محمد اسلم کا الحق مرملاحظہ فرمایئے۔ یہ اچھا آپ کا حسن ظن ہے کہ ہزارہا مسلمانوں کے سامنے جو واقعہ گزرا ہو اس کو ایک شخص خلاف اور بالکل غلط لکھے اور ایک عالم سید محدث پر بہتان باندھے اور اس کو سینکڑوں گندی گالیاں دے۔ مگر آپ اپنے حسن ظن سے اس کو الہام سمجھے جائیں۔ اگرچہ مرزا قادیانی کی حقیقت بالکل کھل چکی ہے۔ مگر عاجز کو چونکہ تحقیق حق اور اظہار باطل منظور ہے۔ اس لئے بہ نظر اتمام حجت آپ کو بحث کے لئے بلاتا ہوں۔ جب ہر طرح کی حجت تمام ہو جائے گی تو آپ کے اعلام کا جواب اور آپ کے مصنوعی مسیح کے ازالہ کا ازالہ بفضلہ تعالیٰ تیار ہے وہ طبع کیا جائے گا۔ مگر بہتر ہے کہ آپ سے اوّل تصفیہ کرالیا جائے۔ واللہ باللہ مجھ کو اظہار حق کے سوا کوئی اور خیال نہیں ہے۔ مگر آپ اس طرف توجہ فرماتے ہی نہیں۔ ناحق مسلمانوں کا وہ وقت عزیز اور روپیہ اس ناکارہ جھگڑے میں صرف کراتے ہو۔ جو غیر قوموں کے رد میں صرف ہوتا۔ "انا للہ وانا الیہ راجعون"

خیر اللہ تعالیٰ کافی ہے اور مسلمانوں کا وہی حامی و والی ہے۔ جو چاہیں آپ طبع کریں اور جو چاہیں بنیں اور مرزا قادیانی کو بنائیں۔ پہلے بھی بہت لوگ بہت کچھ بن چکے ہیں اور جو کچھ ان کا انجام ہوا اس سے بھی آپ بے خبر نہیں ہیں۔ مرزا قادیانی نے وقت اور موقع اور مسلمانوں کی ابتری کا حال دیکھ کر یہ ڈھنگ سوچا اور یہ رنگ جمایا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ جو اسلام اور اہل اسلام کا حافظ و ناصر ہے وہ اب بھی ویسا ہی قدرت والا ہے۔ جیسا ہمیشہ سے تھا اور ہمیشہ رہے گا۔ "الآن کما کان" مگر حضرات! آپ خوب سمجھ لو کہ اگر آپ نے اس بارہ میں مناظرہ و مباحثہ نہ کیا تو ضرور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اگر آپ اپنے خیال میں ٹھیک بھی کہتے ہو تو پوچھے جاؤ گے یا حضرت لب بام کی حالت ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ سفر آخرت نزدیک ہے۔ اگر حق جان کر اس کو چھپاؤ گے تو اب منتقم حقیقی کے اخذ شدید سے ہرگز نہ بچو گے۔ بھلا یہ کیسی ایمانداری ہے کہ مصنوعی طور پر مشتہر کر دیا اور اپنے ہم طریق لوگوں کو خبریں پہنچادیں کہ مولوی محمد حسین مناظرہ نہ کر سکے۔ مولوی سلامت اللہ کو میں نے ساکت کر دیا۔ مولوی محمد بشیر کسی قدر میرے ہم خیال ہو گئے۔ میں نے تمام امصار و دیار کے علماء کو اشتہار دیا کوئی مقابل نہ آیا۔ حضرت حیا شعبۂ ایمان ہے۔ اگر دیانت و راست بازی کا کچھ خیال ہوتا تو ایسے فرضی و مصنوعی دعوے آپ لوگ مطبوع و مشہور نہ کرتے اور اگر کئے بھی تھے تو ضرور مناظرہ کے لئے تیار ہو جاتے اور اظہار حق میں کوئی عذر و حیانہ کرتے۔ پہلے صفائی اور راست بازی سے مناظرہ و بحث کر لیتے۔ اگر کامیاب ہو جاتے تو شہرت

دیتے۔ حضرت احسن المناظرین صاحب یہ عاجز اس قدر سفر کی دقت اٹھا کر صرف اسی غرض سے آیا ہے اور آپ کے مکان پر بھی حاضر ہوا اور آپ کے مرزا قادیانی اور دیگر آپ کے ہم طریق لوگوں کی گالیوں اور لعن طعن کی برداشت کر کے محض آپ سے بحث کرنے کے لئے تیار بیٹھا ہوا ہے اور جب آپ سے حجت تمام کر چکے گا تو پنجاب میں آپ کے ہم مشرب جناب حکیم نور الدین صاحب کی خدمت میں جائے گا۔ اگر ان کا حال بھی ایسا ہی ہوگا جیسا کہ آپ کا اور مرزا قادیانی کا ہے تو پھر انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے رسائل کے رد کا طبع کرنا شروع کرے گا۔

اے حضرات! اگر آپ لوگ حق پر ہیں اور آپ کو اس بات کا واقعی طور پر یقین ہے کہ درحقیقت آپ کے مرزا قادیانی مسیح موعود ہیں اور آپ لوگوں کا دعویٰ قرآن مجید کے آیات صریحہ قطعیۃ الدلالت اور احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ کے منطوق سے محقق اور ثابت شدہ امر ہے تو پھر ایسے رکیک عذر اور بہانے کر کے مناظرہ سے گریز کرنا کیسے بزدلی کی بات ہے۔ بسم اللہ! آیئے اور اپنا وہ عجیب ثبوت دکھلایئے۔ اگر آپ اس صورت میں کہ میں آپ کے مصنوعی مسیح اور ان کے حواریوں یا بقول مرزا قادیانی ان کے فرشتوں کو نوٹس دے کر ایک عالم میں مشتہر کر چکا ہوں۔ جس سے اچھی طرح یہ بات اشاعت پا چکی ہے کہ درحقیقت آپ کے مرزا قادیانی کا دعویٰ قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ سراسر قرآن وحدیث کے خلاف ہے اور جو شخص مرزا قادیانی کے مسیح موعود ہونے کا مدعی ہے وہ بالکل مفتری علی اللہ والرسول ہے۔ میدان میں آ کر مصنوعی مسیح کا کچھ ثبوت نہیں دیں گے۔ تو پھر آپ کس مرض کی دوا ہیں اور اپنا خطاب احسن المناظرین کیوں رکھا ہے۔ حضرت بحث کرنے کے لئے تشریف لایئے کہ میں بحث کے لئے تیار بیٹھا ہوں۔ آپ کیوں باوجود احسن المناظرین ہونے کے بحث کرنے سے کنارہ کرتے ہیں اور حق الامر کو چھپاتے ہیں اور حق کو اس کے ظہور سے روکتے ہیں اور نہیں چاہتے کہ حق کھل جائے۔ آپ لوگوں کو ڈرنا چاہئے کہ آپ یصدون عن سبیل اللہ کے مصداق نہ ہو جائیں۔ کیونکہ جس حالت میں آپ کے مقابل آنے سے حق کھلتا ہے اور آپ مائیوں کوٹھری میں چھپے بیٹھے ہیں تو پھر آپ یصدون عن سبیل اللہ کے مصداق ہوئے یا کچھ اور ہوئے۔ بتایئے! آپ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور بحث کے میدان میں آ کر یہ کوشش کریں کہ حق کھل جائے اور گریز وفرار اختیار نہ کریں اور یصدون عن سبیل اللہ کے مصداق نہ بنیں اور میں تو اے حضرات! اس عظیم الشان بحث کے لئے ہر وقت حاضر ہوں اور ہرگز آپ لوگوں کی طرح تخلف نہ کروں گا۔'' لعنۃ اللہ علیٰ من تخلف وصد عن سبیل

اللہ ’’اب میں پھر آپ کو اور آپ کے معنوی مسیح یا نبی کو یا جو کچھ وہ بنے ہیں اور آپ کے تمام ہم مذہب اور ہم مشرب لوگوں کو بحث کے لئے بلاتا ہوں۔‘‘ هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين وادعوا شهداء كم من دون الله ان كنتم صادقين فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا ’’ کا ڈنکا بجاتا ہوں۔ آپ جب تیار ہوں میں حاضر ہوں۔ دہلی، لاہور، بمبئی، کلکتہ جہاں بلاؤ آ جاؤں۔ آپ لوگ یقیناً یاد رکھیں کہ یہ آپ کا غلط اور سراسر غلط اور واقعی غلط خیال ہے کہ مرزا قادیانی مسیح موعود یا کسی درجہ کے نبی ہیں۔ جس دن آپ یا آپ میں سے کوئی بحث کے لئے میرے سامنے آئے گا۔ اس دن انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے خیالات سب مبدل ہو جائیں گے اور سخت افسوس وندامت کے ساتھ آپ کو اپنے اس خیال سے رجوع کرنا پڑے گا۔ اگرچہ آپ کے مرزا قادیانی اور آپ ایک عرصہ سے اس وہم کو پکار رہے ہیں مگر سامنے آنے کے بعد آپ پر اپنے وہم کی حقیقت کھل جائے گی اور پھر آپ کو اپنا یہ خیال اور وہم سخت مذموم اور باعث رسوائی معلوم ہوگا۔ آپ کو شرم کرنی چاہئے کہ احسن المناظرین ہونے کا دعویٰ اور مناظرہ سے اس قدر اور اس درجہ گریز اور فرار۔ ’’لا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم ‘‘ اگر آپ کو اور آپ کے مرزا قادیانی کو کچھ شرم ہے تو اب بلا توقف بحث کے لئے میدان میں آ جائیے۔

تا سیہ روشود ہر کہ دروغش باشد

اگر آپ بحث کرنے کے لئے نہ آئے اور کوٹھری میں چھپے مائیوں بیٹھے رہے تو یاد رکھو کہ تمام ہندوستان وپنجاب میں بدنامی کے ساتھ آپ مشہور ہو جائیں گے اور آپ کے مرزا قادیانی کے مسیحائی اور آپ کے احسن المناظرین ہونے کی تمام رونق جاتی رہے گی۔ میں متعجب ہوں کہ آپ کیسے احسن المناظرین ہیں اور آپ کے مرزا قادیانی کیسے مسیح نبی ہیں۔ جن کو شرم نہیں۔ قرائن سے اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ آپ ہی نے مرزا قادیانی کو اس غلط وہم میں دلیر کر دیا ہے اور پھر آپ ہی پیچھے ہٹے جاتے ہو اور آپ پر واضح رہے کہ کسی قدر درشت الفاظ جو اس خط میں تحریر ہوئے ہیں۔ یہ اندکے از بسیار آپ کے مرزا قادیانی کے الہامی الفاظ کا چربہ ہے اور جو جو گندے اور درشت الفاظ مرزا قادیانی نے استعمال کئے ہیں وہ تو پورے پورے نہ میری زبان سے نکل سکیں نہ قلم سے۔ کیونکہ سفہاء کی طرح سب وشتم میری فطرت کے مخالف ہے۔ یہ شیوہ تو آپ کے مرزا قادیانی اور ان کے معتقدوں ہی کے لئے موزوں ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور رحمت وسیع سے جوش نفسی سے محفوظ ہوں اور اس کی تصدیق میرے وہ مناظرے ہیں جو ہمیشہ

دہلی، لاہور، بمبئی، مدراس، لکھنو وغیرہ بڑے بڑے شہروں میں ہوئے ہیں اور بفضلہ تعالیٰ میرے پاس اس امر میں مخالفین کی شہادتیں موجود ہیں اور اس تحریر میں بھی میری ہر ایک لفظ کی صحت نیت پر بنا ہے۔ آپ کے جگانے کے لئے کسی قدر بلند آواز کی ضرورت پڑے۔ ورنہ مجھے مرزا قادیانی اور ان کی امت کی گالیوں پر نظر نہیں۔ ”کل یعمل علی شاکلته“

مجھے اس کا بھی اظہار کرنا ضرور ہے کہ اگر آپ کو مرزا قادیانی کی درشت کلامی اور سخت زبانی اور گالیوں کی بوچھاڑ کا یقین نہ ہو تو مرزا قادیانی کا اشتہار ۱۷/اکتوبر ۱۸۹۱ء مندرجہ مجموعہ اشتہارات ج۱ص۲۳۱ تا ۲۴۹ اور تقریر واجب الاعلان جلسہ بحث ۲۰/اکتوبر ۱۸۹۱ء مندرجہ مجموعہ اشتہارات ج۱ص۲۵۰ تا ۲۶۴ کو ملاحظہ فرمالیں۔ بعد ملاحظہ آپ خود جان لیں گے کہ کس قدر مکروہ اور قابل نفرت الفاظ کا مرزا قادیانی نے استعمال کیا ہے اور یہ بھی روشن ہو جائے گا کہ مرزا قادیانی کا یہ الہام بھی ان کے بھائی صاحب کی طرح لال بیگی الہام ہے۔ ”اعوذ برب الناس ۰ ملك الناس ۰ اله الناس ۰ من شر الوسواس الخناس ۰ الذی یوسوس فی صدور الناس ۰ من الجنة والناس ۰ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هدیتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب“ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو بھی توبہ کی ہدایت نصیب کرے اور اپنے اور اپنے رسول کے خلاف سے بچائے۔ واللہ باللہ مجھے مرزا قادیانی کے حال پر افسوس اور بہت افسوس ہے۔

وہم باطل نے نکما کر دیا
ورنہ مرزا آدمی تھے کام کے

چونکہ آپ کو نظم سے ایک تعلق ہے۔ اس لئے آپ کی ایک بھائی کا تحفہ آپ کے مذاق کے موافق اس قت بعد تھوڑی سی اصلاح کے پیش کرتا ہوں۔ گر قبول افتد۔

مرزا صاحب کج ادائے آپ کی ۔۔۔ اور یوں بے اعتنائی آپ کی
خلق کو دھوکہ میں ڈالا سربسر ۔۔۔ واہ طرز راہنمائی آپ کی
افتراء پہ افتراء کرتے رہے ۔۔۔ بڑھ گئی ہرزہ سرائی آپ کی
سینہ صافوں کو مکدر کر دیا ۔۔۔ ہو چکی حق سے صفائی آپ کی
ہو سکے کب ابن مریم کے مثیل ۔۔۔ دیکھ لی ہم نے بڑائی آپ کی
آیت قرآن نہ لائے تم دلیل ۔۔۔ کھل گئی بس بے نوائی آپ کی
لاؤ گے جب تک نہ آیت یا حدیث ۔۔۔ کس طرح ہو گی رہائی آپ کی

کر کے تاویلیں لکھو گے گر جواب — خوب ہو گی جگ ہنسائی آپ کی
بحث میں بنتے ہو مغضوب الغضب — بحث ہے گویا لڑائی آپ کی
مرزا صاحب لنگوٹا باندھئے — دیکھیں پھر زور آزمائی آپ کی
یوں الجھنا میرزا جی اچھا نہیں — کیا کرے گی ہاتھا پائی آپ کی
آپ سے ظاہر ہوا بغض وفساد — کوئی کیا مانے گواہی آپ کی
حامی دین شیخ کل کے سامنے — حق نے یوں عزت گھٹائی آپ کی
دلی والوں کے نہ آگے چل سکے — عیسویت اور خدائی آپ کی

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ!

فہرست کاغذات...... جو اس خط کے ساتھ خدمت عالی میں مرسل ہیں

مطبوعہ مطبع انصاری دہلی

۱......	جواب اشتہار ۲/ اکتوبر ۱۸۹۱ء	۲......	اعلام عام اہل اسلام
۳......	اشتہار صدق آثار	۴......	اشتہار ۱۲/ اکتوبر ۱۸۹۱ء
۵......	کیفیت مناظرہ ۲۰/ اکتوبر ۱۸۹۱ء	۶......	مسیح موعود دہلوی کا تیسرا اشتہار
۷......	نوٹس اتمام حجت	۸......	اعلام منجانب جمیع اہل اسلام
۹......	اطلاع برائے عام اہل اسلام	۱۰......	اعلان محمد علی خان صاحب
۱۱......	اشتہار مولوی عبدالمجید	۱۲......	اشتہار قربان علی لکھنوی

اگر مہربانی کر کے اپنے اعلام الناس کے تینوں حصے بھیج دیں بقیمت یا بے قیمت تو بعید از عنایت نہ ہوگا۔ آپ کا خادم عبدالمجید عفی عنہ۔ ۵/ جمادی الاخری ۱۳۰۹ھ، ۷/ جنوری ۱۸۹۲ء

از احقر الزمن: بخدمت فیض درجت حضرت مکرم بندہ محمد سردار حسین خان صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آنکہ جس قدر اشتہارات جناب والا نے سوائے خط قلمی اس احقر کو عطاء فرمائے ہیں۔ وہ سب اس خاکسار کے پاس موجود ہیں۔ مگر بہ تعمیل امر جناب، ان کو لے کر رسید پیش کرتا ہوں۔ مورخہ ہفتم / جمادی الثانی ۱۳۰۹ھ — محمد احسن مہتمم مصارف!

خط نمبر: ۴...... جواب الجواب خط نمبر: ۲:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم!

ایک مدت سے جس کا انتظار دل کو تڑپا رہا تھا اور بے اختیار زبان پر یہ آ رہا تھا۔

دل تڑپتا ہے صبح وشام پڑا
یا الٰہی یہ کس سے کام پڑا

شکر اور صد ہزار شکر کہ وہ تمنا بر آئی۔ شاہد مقصود نے صورت دکھائی۔ اخی جناب مولوی محمد احسن صاحب احسن المناظرین کا وہ مضمون جو جناب موصوف نے اس عاجز مسافر کے جواب میں لکھا ہے جناب سردار حسین خان صاحب بہادر کپتان ملکی کی معرفت احقر تک آیا۔ دل سے پڑھا۔ آنکھوں سے لگایا۔

ہزار شکر کہ خط صبح یار کا پہنچا
دل فسردہ کو مژدہ بہار کا پہنچا

میں مشکور ہوں کہ مولوی صاحب نے اس جواب سے خاکسار کی عزت بڑھادی۔ مگر ساتھ ہی نامہ بر نے یہ افسوس ناک خبر بھی سنادی کہ جناب موصوف تجھ سے ملنا نہیں چاہتے۔ گو میں نے بہت سمجھایا۔ مگر وہ کسی طرح ڈھب پر نہیں آتے۔ مناظرہ کی طرف توجہ نہیں فرماتے۔ یہ ظاہر ہے کہ اس عاجز مسافر نے اس سفر کا بار اسی لئے اٹھایا تھا اور یہاں تک آیا تھا مگر مولوی صاحب کو رحم نہ آیا۔ خیر یا قسمت یا نصیب۔

یہ کہاں قسمت کہ کانوں سے سنوں وہ گفتگو
ہاں مگر قاصد ہو پیدا بعد بے حد جستجو
ہائے ناکامی رہے دل کی ہی دل میں آرزو
برنگرد قاصد از شرم جواب تلخ او
چوں پیام من بر شیریں کلام من برد

اور نہ صرف نامہ بر ہی نے یہ پیام سنایا بلکہ مولوی صاحب کے تمام مضمون کا حاصل بھی یہی ہے۔ کیوں جناب مولوی صاحب باوجود دعوت کوئی کسی کو یوں صاف جواب دیتا ہے۔ کیا یہ اس عاجز مسافر پر صریح ظلم نہیں ہے۔

رحم ہرگز نہیں آتا تجھے ہم پر ظالم
دل ٹھہرتا نہیں ٹھہرتے کوئی کیونکر ظالم
تیری محفل سے چلے سخت مکدر ظالم
اے دل آزار جفا کیش ستمگر ظالم
لطف کن لطف کہ ایں بلد چو رفتم رفتم

ہر چند کہ مجھے اس کے جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ میں نے تو احسن المناظرین صاحب کو مناظرہ کے لئے طلب کیا تھا۔ جس کے وہ داعی تھے۔ انہوں نے اس سے صاف انکار کیا۔ دوسری بات قابل جواب یہ تھی کہ وہ اپنے معنوی مسیح کے مسیح موعود ہونے کا کچھ ثبوت دیتے۔ یہ بھی نہ کر سکے۔ تیسری بات یہ تھی کہ وہ ہر طبقہ میں دس دس بیس بیس نہیں تو دو دو چار چار تو ایسے مسلمان بتا اور گنوا دیتے جن کے خیالات اور اعتقادات ایسے ہی ہوتے جو مرزا قادیانی اور ان کے اتباع کے ہیں۔ مگر ان باتوں کا جواب (قادیانی) مولوی صاحب دے ہی نہیں سکتے۔ دیتے کیا ان کے پاس جواب کے سوا جواب ہی کیا ہے۔

مدت سے اس کے ہم سخنی کی تھی آرزو
اب عین وصل ہے تو نہیں تاب گفتگو
اے جوش گریہ بس یہ ہی تھی آرزو
او میکند سوال ومرا درجواب او
از اضطراب دل نتواند سخن کند

اب رہی جناب احسن المناظرین صاحب کی بیجا تعلّی اور لاف زنی۔ اس سے مجھے کیا۔

ابن مریم تو ہو نہیں سکتا
یوں مسیحا بنا کرے کوئی

لیکن مجھ سے چند احباب نے ذکر کیا کہ (احسن قادیانی) مولوی صاحب نے اس مضمون کو طبع کروایا ہے یا کروانا چاہتے ہیں۔ اس لئے ناظرین کو جواب کا انتظار ہوگا۔ بپاس خاطر انتظار ناظرین جواب الجواب لکھے دیتا ہوں اور ایک اس وجہ سے بھی کہ۔

گفتگو ہائے یار بھی دیدار سے کچھ کم نہیں
آرزوئے وصل وصل یار سے کچھ کم نہیں

مگر اس سے پہلے مجھے ناظرین کی خدمت میں اتنا عرض کر دینا ضرور ہے کہ مجھ سے مولوی صاحب کے ایک دوست نے فرمایا کہ مولوی محمد احسن صاحب امروہی بے مثل فاضل جامع جمیع علوم عقلیہ ونقلیہ ہیں۔ احسن المناظرین ان کا خطاب ہے۔ مولانا مولوی محمد بشیر صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے مقابل انہوں نے اپنے کس قدر علوم کا اظہار وافتخار کیا ہے۔ ایسا لائق وفائق بے عدیل وبے نظیر فاضل تجھ جیسے بے علم آدمی سے خطاب کرے۔ یہ کب ہو سکتا ہے؟

جواب...... یہ فخر وتعلی عند اللہ وعند الرسول ناپسند ہے۔ان اللہ لا یحب کل مختال فخور اور اہل علم وعقل کے نزدیک مذموم اور مولوی صاحب فرضی میحوں میں بے مثل ہیں۔ نہ تمام اہل اسلام میں اور ان کا خطاب بھی شاید الہامی ہو۔کسی نے ان کو یہ خطاب دیا نہیں۔اپنے منہ آپ میاں مٹھو کی مثل صادق ہے اور عاجز تو سائل ہے۔" واما السائل فلا تنهر "حکم خالق ہے اور مخاطب تو مولوی صاحب عاجز کو اپنا بنا چکے۔مثل مشہور ہے۔ساتھ کھا کے ذات پوچھنا فعل عبث ہے،اور یہ سچ ہے کہ عاجز کو جناب مولوی صاحب کا سا علم نہیں ہے۔مگر مولوی صاحب کو بھی مولانا محمد بشیر صاحب کی ہمسری کا خیال غلط ہے۔اس لئے کہ مدتوں مولانا موصوف سے استفادہ کرتے رہے ہیں۔جس سے اگر سچ بولیں تو انکار نہیں کرسکتے۔پس جن سے برسوں استفادہ کیا ہو آج ان کے مقابل ہمسری کیسی بلکہ تمردی کرنی کہ مجھ سے مولانا صاحب مناظرہ کی درخواست کرتے ہیں۔کیسی شرم کی بات ہے۔سچ فرمایا سعدیؒ نے۔

کس نیا موخت علم تیراز من
کہ مراعاقبت نشانہ نکرد

اور احسن المناظرین کی لیاقت کا حال تو بطور نمونہ یہ ہیچمدان ظاہر کئے دیتا ہے۔کچھ مولانا صاحب کو تکلیف فرمانے کی ضرورت نہیں۔

گوکہ ہم صفحہ ہستی پہ تھے ایک حرف غلط
لیکن اٹھے بھی تو ایک نقش بٹھا کے اٹھے

مرزاغلام احمد قادیانی مصنوعی مسیح اور فرضی مسیحوں کے افضل الفضلاء جناب مولوی محمد احسن صاحب احسن المناظرین امروہی کی لیاقت علوم اور کمال فنون کے چند نمونے

از رسالہ الحق جلد اوّل نمبر۵،۵، پنجاب پریس سیالکوٹ

ہر چند جناب احسن المناظرین صاحب کی تحریر اس درجہ لیاقت سے بھری ہوئی ہے کہ اگر قرآن مجید کی کوئی آیت بھی آپ نے نقل کی ہے تو خوبی قسمت سے سہو کاتب اس میں بھی ہوگیا ہے ورنہ دوسری عبارتوں کا تو کیا ذکر اور فہم معانی اور مطالب میں ماشاء اللہ جو خدام والا کی ذہن کو رسائی ہے۔اس کا حال تو بطریق مشتے نمونہ از خروارے واند کے از بسیارے ملاحظہ ہی فرمالیجئے۔

نقد ایمان سے ضد اس غارت گر دین کو پڑی
تجھ سے اے احسن خدا سمجھے یہ تو نے کیا کیا

اوّل نمونہ اصول فقہ میں احسن المناظرین صاحب کی لیاقت کا کمال

(ص۱۰۶) میں آپ نہایت فخر اور بے حد تعلّی کے ساتھ فرماتے ہیں کہ: ''مولوی صاحب نے اس علم کی طرف بالکل توجہ نہیں فرمائی۔ اگرچہ احقر کا منصب مدّعی کا نہیں ہے۔ لیکن اس غرض سے کہ مولوی صاحب اس طرف توجہ فرمائیں۔ کچھ عرض کرتا ہے کہ وفات عیسیٰ ابن مریم آیت ''انی متوفیك '' سے بروایت صحیح بخاری ابن عباس ''انی ممیتك '' کے بطور عبارت النص کے ثابت ہے۔''

پھر (ص۱۰۷) میں فرماتے ہیں کہ: ''آیت ''انی متوفیك ''حسب روایت صحیح بخاری کی وفات عیسیٰ ابن مریم میں محکم ہے۔'' اس سے جناب احسن المناظرین کی لیاقت اور فن اصول فقہ میں یہ کمال ظاہر ہوا کہ آپ نے اس جگہ نص اور محکم کو جمع کر دیا ہے۔ حالانکہ علم اصول فقہ میں یہ دونوں قسمیں جدا جدا اور متباین ہیں۔ دیکھو مسلم الثبوت عبارت مسلم ''النظم ان ظهر معناه فان لم یسق لـه فهو الظـاهر وان سیق له فان احتمل التخصیص والتاویل فهو الـنـص ویـقـال ایضاً لکل سمعی فان لم یحتمل فان احتمل النسخ فهو المفسر فهومـمـا لا شبهة فیه ولهذا یحرم التفسیر وبالرأی دون التاویل ویقال ایضاً لکل مبین بقطع ولمبین بظنی ماؤل وما لا یحتمل النسخ فهو المحکم ''

اصول فقہ میں احسن المناظرین کی کمال لیاقت کا دوسرا نمونہ

(ص۱۰۶) میں نہایت زور کے ساتھ آپ کی تحریر ہے کہ آیت: ''وان من اهل الکتٰب کی دلالت اگر حیات مسیح بن مریم پر تسلیم کی جاوے تو یہ دلالت بطور اشارۃ النص کے ہے۔''

اور (ص۱۰۷) میں لکھتے ہیں: ''اور بغرض تسلیم قبل موتہ حیات پر دلالت بھی کرے تو یہ دلالت واضح نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں ضمائر وغیر ذوالوجوہ ہیں اور روایتاً ودرایتاً مفسرین کا ان میں بہت سا کچھ اختلاف ہے اور اس کو متشابہ کہتے ہیں۔'' واہ جناب احسن المناظرین صاحب یہ تو اصول فقہ میں خدام والا کی عجیب لیاقت اور نیا کمال ظاہر ہوا کہ اشارۃ النص اور متشابہ کو آپ نے جمع کر دیا۔ حالانکہ اتباع اشارۃ النص کا حرام نہیں ہے اور متشابہ کا اتباع مطلقاً حرام ہے۔ لقولہ سبحانہ وتعالیٰ ''فاما الذین فی قلوبهم زیغ فیتبعون ماتشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تـاویله '' اور اس لیاقت پر یہ افتخار کہ جناب تحریر فرماتے ہیں کہ: ''اگر دیگر قواعد علم اصول کی طرف رجوع کی جائے تو مباحثہ چار پانچ سطروں میں ختم ہو سکتا ہے۔'' اے جناب ہو کیا سکتا ہے حضور کی طرف سے تو خاتمہ ہو گیا۔ بلکہ ساتھ ہی ساتھ خدام والا کی لیاقت بھی ختم ہو گئی۔

فہم عالی کے کمال کا تیسرا نمونہ

آپ کے نزدیک جب آیت "وان من اهل الکتاب" حیات مسیح علیہ السلام پر دلالت کرنے میں متشابہ ہے تو نہ صرف مولانا محمد بشیر صاحب بلکہ وہ سب اکابر جنہوں نے اس آیت سے حیات عیسیٰ علیہ السلام سمجھی ہے۔ جیسے ابوہریرۃؓ ابن عباسؓ وابو مالکؒ وحسن بصریؒ وقتادہؒ وعبدالرحمٰن بن زید بن اسلم اور ابن جریر وابن کثیر وغیرہم یہ سب متشابہ کا اتباع کرنے والے ہوئے اور معاذ اللہ سب آپ کے نزدیک مرتکب حرام ٹھہرے۔ کیونکہ اتباع متشابہ کا بنص قطعی حرام ہے۔

"لا حول ولا قوة الا بالله كبرت كلمة تخرج من افواههم ان يقولون الا كذبا"

زدی آتش پئے یک شیر ظالم نیستانے را
غرض دل بود بیجا سوختے ہر استخوانے را

اور جوش تعلی میں جناب احسن المناظرین صاحب یہ بھی بھول گئے کہ ان کے مصنوعی مسیح نے بھی وفات عیسیٰ علیہ السلام پر اس آیت سے استدلال کیا ہے تو وہ ضرور ہی مرتکب حرام کے ٹھہر گئے۔ اس لئے کہ جو کچھ آپ نے فرمایا وہ ان کا مسلم ہے۔

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

چوتھا نمونہ علم منطق میں احسن المناظرین کی لیاقت کا کمال

(ص۱۰۳) میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ: "اجتماع الضدین یا ارتفاع الضدین تو محالات سے ہے۔" (واضح ہو کہ مطبوعہ میں لفظ ارتفاع الضدین کا سہو کاتب سے رہ گیا ہے۔ مگر مولوی صاحب کے دستی خط میں موجود ہے اور وہ خط مولانا صاحب کے پاس ہے اور عبارت مطبوعہ بھی کہہ رہی ہے) اس سے علم منطق میں آپ کی لیاقت کا اندازہ اور کمال کا اظہار ہو گیا۔ اس لئے کہ اجتماع الضدین تو سب کے نزدیک محال ہے۔ مگر ارتفاع الضدین کسی کے نزدیک محال نہیں؟ دیکھو سواد و بیاض دونوں ضدین ہیں۔ مگر ارتفاع ان کا ممکن ہے۔ اس طرح پر کہ سواد ہو نہ بیاض بلکہ مثلاً حمرت ہو۔ البتہ ارتفاع النقیضین محال ہے۔ لیکن ارتفاع النقیضین اور ارتفاع الضدین میں فرق بیّن ہے۔ دونوں کو متحد ماننا آپ کے کمال تبحر کی دلیل ہے۔

پانچواں نمونہ

(ص۱۰۷) میں آپ فرماتے ہیں کہ: "مولوی صاحب نے اس مباحثہ میں علم منطق سے بھی کام نہیں لیا۔ ورنہ شکل اوّل بدیہ الانتاج سے ایک دو سطر میں فیصلہ ہو جاتا۔ مگر یاد رہے کہ

میں مدعی نہیں ہوں (ڈرتے کیوں ہو) بطور نمونہ کے تقریر اس کی یہ ہے۔ "عیسیٰ ابن مریم کان نبیا من الناس ومات الناس حتیٰ الانبیاء یعنی کلهم ماتوا فعیسیٰ ابن مریم ایضامات "مقدمہ صغریٰ تو مسلم ہی ہے اور مقدمہ کبریٰ ایسا مشہور ہے کہ اطفال مکتب لفظ حتیٰ کہ مثال میں پڑھا کرتے ہیں۔ اس سے اور کوئی فیصلہ ہو یا نہ ہو۔ مگر آپ کی لیاقت کا تو فیصلہ ہو گیا اور آپ کا کمال منطقی خوب معلوم ہو گیا۔ کیونکہ صغریٰ کبریٰ پڑھنے والا بھی جانتا ہے کہ شکل اوّل کے انتاج کی شرط کلیہ کبریٰ ہے اور "ومات الناس کلهم "عموماً کسی زمانہ میں اور خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت سے اب تک بھی صادق نہیں آیا۔ کیونکہ حاصل اس کا یہ ہے۔

كل انسان قدمات في الزمان الماضي

اور یہ قضیہ کاذب ہے اور اجتماع النقیضین بالبداہت باطل ہاں یہ کلیہ نفخ صور کے بعد جب سب انسان مرجائیں گے البتہ صادق آجائے گا۔

چھٹا نمونہ علم بلاغت میں احسن المناظرین کی لیاقت کا کمال

(ص ۱۰۸) میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ: "اس علم کی طرف بھی مولوی صاحب نے رخ تک نہیں کیا۔ ورنہ بہت آسانی سے فیصلہ ہو سکتا تھا۔ مطول اور اس کے حواشی میں لکھا ہے۔" بعد اس کے آپ نے مطول کی عبارات نقل کی ہیں۔ جن میں یہ ذکر ہے کہ مضارع سے کبھی دوام تجددی مراد ہوتا ہے اور دو مثالیں ان میں مذکور ہیں۔ اوّل الزاهد ليشرب ويصر اب!

دوسری مثال "الله يستهزئ بهم ويمدهم "پھر آپ فرماتے ہیں کہ اگر مرزا قادیانی نے حسب مقتضائے مقامات قرآن مجید میں مستقبل کے معنی دوام تجدد کے مراد لئے تو کون سا محذور لازم آیا۔ اس سے احسن المناظرین صاحب کی کمال لیاقت علم بلاغت میں ثابت ہو گئی کہ آپ کو یہ بھی خیال نہیں آیا کہ ان دونوں مثالوں میں جو دوام تجددی مراد لیا گیا ہے۔ ان میں نون ثقلیہ کہاں ہے؟ اور مرزا قادیانی قرآن مجید میں جہاں دوام تجددی مراد لیتے ہیں۔ وہاں نون ثقیلہ موجود ہے۔ "فقياس احدهما على الأخر قياس مع الفارق "علاوہ اس کے دوام تجددی کا مضارع کے لئے معنی حقیقی ہونا عبارات مذکورہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا ہے۔ غایت مافی الباب یہ ہے کہ یہ معنی مجازی ہوں۔ جیسا کہ لفظ قد اس پر صاف دلالت کرتا ہے اور مجاز پر حمل جائز نہیں ہے۔ جب تک کہ قرینہ صارفہ حقیقت سے پایا جاوے۔ ومن يدعى فعليه البيان!

ساتواں نمونہ زبان اردو میں احسن المناظرین کی لیاقت کا کمال

(ص ۱۱۲) میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ: ''اردو میں لفظ ابھی کا جو خالص حال کے واسطے آتا ہے۔ مولوی صاحب نے اس کو ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحب میں ''یعنی ابھی جلادیں گے۔'' ہم اس کو خالص استقبال کے واسطے مقرر فرمایا ہے۔ جب اردو میں خدام والا کی لیاقت اس درجہ کمال پر پہنچی ہوئی ہے۔'' تو فارسی اور عربی میں جو کچھ ارشاد ہو سب درست ہے۔ جناب من آپ کو یہ خیال نہیں رہا کہ گا اور گے اردو میں استقبال کی علامت ہے۔ اگر کبر سنی کی وجہ سے خیال نہیں رہا تو مصدر فیوض میں بحث فعل مستقبل ملاحظہ فرمالیجئے۔ رہا لفظ ''ابھی'' وہ حال اور استقبال قریب دونوں کے لئے آتا ہے۔ یہاں چونکہ علامت استقبال کی موجود ہے۔ اس لئے استقبال کے واسطے معین ہوا۔

آٹھواں نمونہ علم نحو میں احسن المناظرین کی لیاقت کا کمال

(ص ۱۱۴) میں آپ ارشاد فرماتے ہیں: ''اگر فقہ حدیث کی طرف مولوی صاحب توجہ فرماتے تو فیصلہ اس مباحثہ کا بہت آسان تھا۔ بیان اس کا یہ ہے کہ صاحب صحیح مسلم نے روایۃً و درایۃً اس امر کا فیصلہ کر دیا ہے۔'' وامامکم منکم ''جو صحیحین کی حدیث میں واقع ہے۔ اس سے کوئی دوسرا امام سوائے ابن مریم کے مراد نہیں ہے۔ مگر یہ جملہ تو بطور صفت کے اسی ابن مریم کا وصف واقع ہوا ہے۔''

اس سے احسن للناظرین صاحب کی لیاقت کا کمال علم نحو میں ثابت ہوتا ہے۔ نحو میر پڑھنے والا بھی جانتا ہے کہ موصوف اور صفت کے درمیان میں واو عاطفہ نہیں آتا ہے اور یہاں ابن مریم اور'' امامکم منکم '' کے درمیان میں واو عاطفہ موجود ہے۔ شاید جناب کو شرح جامی کی اس عبارت سے دھوکہ ہوا۔ جہاں قیل کے لفظ سے لکھا ہے کہ واو کا آنا درمیان صفت و موصوف کے زمخشری نے تجویز کیا ہے۔ اگر واقعی آپ کی اس غلطی کا یہی سبب ہے تو آپ جس وقت اس بات کو پیش کریں گے اس کا جواب بھی انشاء اللہ تعالیٰ اس وقت سن لیں گے اور اگر'' وامامکم منکم '' کے جملے کو صفت ابن مریم کے قرار دیں تو اس پر علاوہ اعتراض مذکور ایک یہ بھی اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ابن مریم معرفہ ہے اور جملہ حکم میں نکرہ کے ہوتا ہے۔ پس مطابقت درمیان صفت و موصوف کے نہ پائی گئی۔

نواں نمونہ علم قرأت میں احسن المناظرین کی لیاقت کا کمال

(ص ۱۱۰) میں آپ تحریر فرماتے ہیں: ''اس علم کی طرف مولوی صاحب نے بالکل توجہ نہیں فرمائی۔ ورنہ چند سطور میں فیصلہ ہو جاتا۔ اگر تسلیم کیا جاوے کہ قرأت مندرجہ مصحف ابی بن کعب بالکل قراۃ شاذہ ہے تو قرأت مشہورہ کے لئے اس کے مبین اور مفسر ہونے میں کیا کلام ہے۔ یہ مسئلہ بھی قراء وغیرہ کے نزدیک مسلم ہے۔ اتقان وغیرہ میں لکھا ہے۔'' وقال ابو عبیدۃ فی فضائل القرآن ''سبحان اللہ! جناب احسن المناظرین صاحب کیا کہتے ہیں۔

چہ خوش گفت ست سعدی در زلیخا

الا یا ایہا الساقی ادرکا ساو ناولہا

حضرت اتقان میں قراء نے فضائل القرآن میں لکھا ہوگا۔ مگر اتقان کوئی قرأت کی کتاب نہیں ہے۔ بلکہ علم تفسیر کی کتاب ہے اور اس مسئلہ کو کہ قراۃ شاذہ قرأت مشہور کے مبین ومفسر ہوتے ہے۔ علم قرأت کا مسئلہ قرار دینا محل نظر ہے۔ ہاں اگر مسئلہ علم تفسیر یا اصول فقہ کہا جائے تو مستبعد نہیں۔ مگر اس مسئلہ میں تو یہ بات عموماً غیر مسلم ہے کہ ہر قرأت شاذہ مبین ومفسر ہو سکے۔ کیونکہ اصول فقہ میں حکم قرأت شاذہ کا حکم خبر آحاد کا ہے۔ جن شروط سے خبر آحاد مبین ومفسر ہو سکتے ہے۔ انہیں شروط سے قرأت شاذہ بھی مبین ومفسر ہو سکتی ہے اور یہاں ان سب شروط کا تحقق غیر مسلم ہے اور ایک جماعت اہل تحقیق کی خلاف حنفیہ وغیرہ کے اس طرف گئی ہے کہ روایت شاذہ اگر بسند صحیح بھی ثابت ہو تو بھی مبین ومفسر نہیں ہو سکتی ہے۔

دسواں نمونہ علم نحو وعلم تفسیر میں احسن المناظرین کی لیاقت کا کمال

(ص ۱۱۶) میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ: ''انہیں کتابوں میں لکھا ہے کہ ''نون التاکید لا یؤکد الا مطلوبا والمطلوب لا یکون ماضیا ولا حالا ولا خبرا مستقبلاً'' اس سے ثابت ہوا کہ ''لیؤمنن قبل موتہ'' جملہ خبریہ نہیں ہے۔ بلکہ جملہ قسمیہ انشائیہ ہے۔ چنانچہ تفسیر بیضاوی وغیرہ میں واللہ کو پہلے لیؤمنن کے مقدر مانا ہے اور جملہ قسمیہ انشائیہ ہی قرار دیا ہے اور جب کہ جملہ قسمیہ انشائیہ ہوا تو پیشین گوئی یعنی خبر مستقبل کیونکر ہو سکتا ہے۔ کجا جملہ خبریہ اور کجا جملہ انشائیہ۔'' اس سے آپ کا کمال اور لیاقت علم نحو اور علم تفسیر میں ظاہر ہوگئی۔

اما علم نحو

پس بیان اس کا یہ ہے کہ اس فن کی کتابوں میں جو یہ لکھا ہے کہ: ''نون التاکید لا

یؤکد الا مطلوبا والمطلوب لا یکون ماضیا ولا حالا ولا خبرا مستقبلاً "اس سے یہ غرض نہیں ہے کہ نون تاکید غیر مطلوب کی تاکید کے لئے نہیں آتا۔ صرف مطلوب کی تاکید کے لئے آتا ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ وضع تو نون التاکید کی مطلوب کی تاکید کے لئے ہے اور غیر مطلوب کے تاکید کے لئے بھی بسبب دیگر وجوہ کے آجاتا ہے۔ تکملہ میں ہے۔"ای لا یؤکد النون الا مطلوبا لان وضعه لتلکید طلب حصول شئ اما فی الخارج اوفی الذهن والمطلوب لا یکون ماضیا ولا حالا ولا خبراً مستقبلاً" اور بھی تکملہ میں ہے۔"واما فی دلالة القسم علیٰ الطلب وفیه تأمل لان الانسان قد یقسم علیٰ ما یعمله مما هو لیس مطلوبه کقول من انی بکبیرة والله لا عاقبن الا ان یقال الغالب ان یقسم المتکلم علیٰ ماهو مطلوب وحمل بقیة الباب علیه" شیخ زادہ حاشیہ بیضاوی میں لکھتا ہے۔"والمستقبل الذی هو خبر محض لا تلحق نون التاکید بأخره الا بعد ان یدخل علیٰ اوّل الفعل ما یدل علیٰ التاکید کلام القسم وان لم یکن فیه معنی الطلب لان الغالب ان المتکلم یقسم علیٰ مطلوب" تمام کتب نحو میں غیر مطلوب کی تاکید کی تین صورتیں لکھی ہیں۔ عبارت کافیہ کی یہ ہے۔
"وقلت فی النفی والزمت فی مثبت القسم وکثرت فی مثل اما تفعلن"

اما علم تفسیر

پس بیان اس کا یہ ہے کہ اہل تفسیر نے جس جملہ کو انشائیہ کہا ہے۔ اس کو مولانا صاحب پیشین گوئی نہیں فرماتے اور جس کو مولانا صاحب پیشین گوئی فرماتے ہیں اس کو اہل تفسیر نے انشائیہ نہیں کہا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ اہل تفسیر نے "لیؤمنن به قبل موته" کو جو جملہ قسمیہ انشائیہ قرار دیا ہے مراد اس سے "والله لیؤمنن به قبل موته" ہے اور پیشین گوئی صرف "لیؤمنن قبل موته" ہے جو جواب قسم ہے اور وہ جملہ خبریہ ہے اور قسم کا جواب جملہ خبریہ ہونا تمام کتب نحو سے ثابت ہے اور قرآن مجید اور سنت مطہرہ میں بہت واقع ہوا ہے۔ جیسے "لتدخلن المسجد الحرام" اور "لیستخلفنهم فی الارض" وغیرہ وغیرہ اور علاوہ اس کے یہ اعتراض اس تقریر پر بھی وارد ہوسکتا ہے کہ ضمیر قبل موتہ کی طرف کتابی کے عائد کی جاوے۔ جیسا کہ مرزا قادیانی بھی لکھتے ہیں۔ کیونکہ اس تقریر پر بھی اہل تفسیر نے اس جملہ کو جملہ خبریہ انشائیہ ہی لکھا ہے اور سب سے بڑی قباحت اس اعتراض سے یہ پیش آئی کہ شیخ چلی کی طرح مرزا قادیانی کا تو

بنا بنایا گھر ہی بگڑ گیا۔ واہ حضرت احسن المناظرین آپ نے اچھی مرزا قادیانی کی تائید کی۔ اس طرح آنکھیں بند کر کے منہ کھولا اور اعتراض کا گولہ اندھا دھند پھینکا کہ غریب مرزا قادیانی کی تمام بنی بنائی عمارت اڑ گئی۔ حضرت آپ کو کچھ خبر بھی ہے۔ یہ گولہ کہاں جا کے لگا، کیا ہوا ذرا آنکھیں کھولیے۔ ملاحظہ فرمایئے۔ جس قدر پیشین گوئیاں قرآن مجید واحادیث شریف کے مؤکد بقسم ہیں۔ ان سب ہی پر آپ کا یہ اعتراض وارد ہوتا ہے اور آپ کے مسیح کے مسیحائی کی جو بنیاد ہے یعنی جس حدیث سے مرزا قادیانی نے اپنے مسیح موعود ہونے کا استدلال کیا ہے وہ یہ حدیث ہے۔ ''عن ابی هریرةؓ قال قال رسول اللهﷺ والذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم ''پس اور تو جو کچھ ہوگا وہ ہوتا رہے گا۔ آپ مرزا قادیانی کا گھر تو سنبھالیے۔ ''فما هو جوابکم فهو جوابنا''

گیارھواں نمونہ

(ص۱۱۹) میں احسن المناظرین صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ: ''یہ جو بعض کتب نحو میں لکھا گیا ہے کہ زمانہ حال کا ایسا نہیں ہے کہ اس میں کوئی فعل واقع ہوسکے اور اس بناء پر مولوی صاحب نے زمانہ استقبال کی دو قسمیں کی ہیں۔ اوّل استقبال قریب دوم استقبال بعید۔'' یہاں سے بھی احسن المناظرین صاحب کی لیاقت کا کمال علم نحو میں ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ زمانہ استقبال کی تقسیم جو استقبال قریب اور استقبال بعید کی طرف کی گئی ہے۔ اس سے حضرت یہ سمجھ گئے ہیں کہ زمانہ حال کا ایسا نہیں ہے کہ اس میں کوئی فعل واقع ہوسکے۔ حالانکہ تقسیم مذکور اس پر مبنی نہیں ہے۔ دیکھو عامہ نجات استقبال کی دو قسمیں کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ اس امر کے قائل نہیں ہیں کہ زمانہ حال کا ایسا نہیں ہے کہ اس میں کوئی فعل واقع ہوسکے۔ شرح جامی میں ہے۔ ''ودخول السین وسوف لدلالتها الاوّل علیٰ الاستقبال القریب دالتا علیٰ الا ستقبال البعید'' اور تمام بصیریوں کا بھی مذہب ہے۔

بارھواں نمونہ لیاقت فہم وکمال علم احسن المناظرین

(ص۱۲۱) میں آپ لکھتے ہیں کہ: ''ازہری وغیرہ نے تصریح میں تصریح کی ہے کہ لام تاکید کا حال کے واسطے آتا ہے۔ اب تسلیم کیا کہ فقط نون تاکید صرف استقبال کے واسطے ہے۔ لیکن جب کہ کسی صیغہ میں لام تاکید بھی ہو جو حال کے واسطے آتا ہے اور نون تاکید بھی ہو چنانچہ ''ما نحن فیه'' میں ہے تو وہاں پر خالص استقبال بالضرور ہونے کی کیا وجہ مانا کہ صرف نون

تاکید استقبال کے واسطے نحو میں لکھا ہے۔ امر نہی استفہام تمنی عرض وغیرہ ان میں صرف نون تاکید ہوتا ہے۔ بغیر لام تاکید کے پس ان صیغوں میں صرف استقبال ضرور مراد ہو سکتا ہے۔ لیکن جس صیغہ میں لام تاکید بھی ہو اور نون تاکید بھی اس میں خالص ہونے استقبال کے کیا دلیل ہے۔'' یہاں تو حضرت احسن المناظرین صاحب نے کمال ہی لیاقت خرچ کر دی اور بالکل آپ نے قلعی کھول دی۔ اے حضرت! ذرا سمجھ کے بات کیا کیجئے۔ یہ تو فرمایئے کہ آپ نے کچھ اپنے استاد کی خدمت بھی کی تھی یا نہیں۔ چونکہ اس وقت جناب کو وطن کے جانب زیادہ خیال ہے اور شاید ادھر سے کچھ شیخ صاحب کی توجہ کا بھی اثر ہو۔ اس لئے یہ حال ہے۔ ورنہ جس کے ہاتھ میں کتاب ہو اور وہ ایسے بے تکے ہانکے یہ عقل سے بعید ہے۔ مولوی صاحب ''انتم تتلون الکتاب افلا تعقلون'' سچ کہو دیکھا سمجھا ہی نہیں۔ یا تجاہل عارفانہ کرتے ہو۔ کچھ ہی ہو اپنے گروہ میں احسن المناظرین تو بن گئے۔ اے مولوی صاحب ذرا خدا سے ڈرو۔ مسلمانوں کو دھوکہ مت دو۔

وعظ گوئی خود نیاری در عمل
چشم پوشی ہمچو شیطان دغل
دام اندازی برائی مردوزن
خویش را گوئی منم شیخ زمن

جناب مولوی صاحب جہاں یہ لکھا ہے کہ وہ نون تاکید جو امر نہی استفہام، تمنی، عرض میں آتا ہے وہ خالص استقبال کے لئے ہوتا ہے۔ وہیں تو یہ بھی لکھا ہے کہ جس صیغہ میں نون تاکید لام تاکید کے ساتھ جمع ہوتا ہے۔ وہ بھی خالص استقبال کے لئے ہوتا ہے۔ شرح جامی آپ کے پاس موجود ہے۔ ذرا تکلیف فرما کے ہاتھ میں لیجئے اور ملاحظہ فرمایئے غور سے نظر بھر کر دیکھئے۔ شاید حضور کی عینک پرانی ہوگئی ہے۔ عبارت شرح جامی ''تختص بالفعل المستقبل فی الامر والنهی واستفهام والتمنی والعرض والقسم نحو والله لا فعلن'' کیوں جناب مولوی صاحب والعرض تک تو جناب نے ملاحظہ فرمایا اور لفظ ''والقسم نحو والله لا فعلن'' پر دشمنوں کے نگاہ خطا کر گئی۔ یا یوں کہوں کہ دشمن مدعیوں کی آنکھوں پر اندھری چھا گئی۔ اب تو تارے دکھائی دینے لگے۔ کیوں حضرت یہی تقویٰ اور دیانت اور اظہار حق وصواب ہے۔ اے مولوی صاحب اتق اللہ کیوں حضرات ناظرین! آپ نے احسن المناظرین صاحب کی حسن دیانت کو ملاحظہ فرمایا کیا اس جگہ میں صاف نہیں لکھا ہوا ہے کہ جیسا نون تاکید امر نہی استفہام عرض

تمنی میں خاص مستقبل کے ساتھ ہے۔ ویسا ہی قسم میں بھی خاص مستقبل کے لئے ہے اور قسم کے بھی۔ وہی مثال لکھی ہے۔ جس میں نون تاکید لام تاکید کے ساتھ آیا ہے۔ کیا احسن المناظرین صاحب کا یہ ارشاد لاتقربوا الصلوٰۃ سے کچھ آگے بڑھا ہوا نہیں ہے اور یہاں فعل مستقبل سے مراد یقیناً وہ فعل ہے جو مقابلہ میں ماضی وحال کے آتا ہے۔ نہ فعل مضارع اور دلیل اس کی یہ ہے کہ حضرت احسن المناظرین صاحب خود اقرار کرتے ہیں کہ وہ نون تاکید جو امر نہی استفہام تمنی عرض میں ہوتا ہے۔ وہ صرف مستقبل کے لئے ہوتا ہے اور مراد مستقبل سے آپ نے بھی یہاں مقابل ماضی وحال کا لیا ہے۔ نہ مضارع اور انہیں چیزوں کے ساتھ قسم کا بھی ذکر ہے اور اس کے مثال میں نون ولام دونوں موجود ہیں۔ پس یہاں بھی مراد مستقبل سے مقابل ماضی وحال کا لینا چاہئے۔ نہ مضارع۔ علاوہ اس کے شرح جامی میں اس مقابلہ کی تصریح بھی موجود ہے۔ عبارت اس کی یہ ہے۔ ''وانما اختصت هذه النون بهذه المذكورات الدالة على الطلب دون الماضى والحال آه'' اور ایسا ہی ازہری نے بھی لکھا ہے۔ اس کی عبارت یہ ہے۔ ''لانهما تخلصان مدخولهما للاستقبال'' اور خوب سمجھ لیجئے اور سمجھے ہوئے تو ہو مگر چند راتے ہو کہ استقبال سے وہی استقبال مراد ہے۔ جو مقابلہ میں ماضی اور حال کے بولا جاتا ہے اور آپ کا یہ قول کس قدر محل افسوس ہے اور تعجب خیز ہے کہ باوجود مطالعہ ان کتب کے آپ یہ فرماتے ہیں کہ اگر مراد ازہری کی خالص زمانہ استقبال ہوتی تو کہتا'' وذلك يننا فى المضى والحال ''مولوی صاحب آپ کا یہ فرمانا سخت حیرت اور نہایت عبرت کا مقام ہے۔ اگر واقعی آپ سمجھے اسی طرح ہیں تو حیرت ہے کہ آپ نے یہ کیا سمجھا اور کہاں پڑھا اور کس سے پڑھا اور عبرت اس لئے ہے کہ مصنوعی مسیح صاحب کا یہ کیسا اثر آپ پر پڑا کہ جو پڑھا لکھا تھا۔ اس کے سمجھنے میں بھی آپ کا فہم اس درجہ قاصر ہو گیا۔ ''انا لله وانا اليه راجعون''

وہ باتیں ہیں کہ جن کو دس دس گیارہ گیارہ برس کے بچے بھی بخوبی سمجھتے ہیں۔ مجھے شرم آتی ہے کہ یہ کہوں کہ یہ قول ہمارے قوم کے ایک مولوی صاحب کا ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ احسن المناظرین کا ہے۔ مولوی صاحب آپ ضرور استغفار کا ورد زیادہ کیجئے اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگئے اور ''حبك لا الشئ يعمى ويصم '' کے ورود سے سنبھلئے اور اپنے پر طلبہ کو نہ ہنسوایئے۔

اے حضرت! کیا آپ واقعی اس قدر بھی نہیں سمجھتے کہ اس جگہ ازہری کا مقصود صرف اثبات اس امر کا ہے کہ یہ دونوں نون ماضی کی تاکید کے لئے نہیں آتے ہیں اور یہ مطلب صرف

اس کہنے سے" وذلك ينا في المضي " حاصل ہو جاتا ہے۔" والحال " کے لفظ کو اس جگہ بڑھانے کی کچھ ضرورت نہیں۔ ہاں اگر اس کو یہ خبر ہوتی کہ چودھویں صدی میں ایک ایسے مصنوعی مسیح اور ان کی امت میں ایسے عالی فہم احسن المناظرین پیدا ہوں گے تو گویا بے ضرورت بلکہ زائد اور محض بے فائدہ بات تھی۔ شاید اس طرف توجہ کرتا اگر اپنے کلام میں زوائد کے عیب سے اس کو مضائقہ نہ ہوتا اور صورت ہذا میں تو ادنیٰ استعداد والا بھی سمجھتا ہے کہ زیادۃ والحال محض لغو ہے۔ واسطے ملاحظہ طلباء کے پوری عبارت ازہری کی نقل کی جاتی ہے۔ جناب احسن المناظرین صاحب ذرا مہربانی فرما کر اپنے عینک لگا لیجئے۔ عبارت ازہری" ولا يؤكد بهما الماضي لفظا ومعنيي مطلقا الانهما يخلصان مدخولهما للاستقبال وذلك لاينا في المضي " اگر اس سے بھی اطمینان جنہیں نہیں ہوا تو دوسری عبارت ازہری کی اور ملاحظہ ہو۔ لیکن ذرا روشنی کے رخ پر تشریف لے آیئے اور غور فرمایئے۔ عبارت ازہری" اوكان المضارع حالا كقراة ابن كثير لاقسم بيوم القيامة وقول الشاعر ؎

يمينا لا بغض كل امرئي
يزخرف قولا ولا يفعل

فاقسم في الأية وابغض في البيت معناهما الحال لدخول الام عليهما وانما لم يؤكدا بالنون لكونها تخلص الفعل اللاستقبال ذلك دينا في الحال " چونکہ اس جگہ مقصود صرف اثبات اس امر کا تھا کہ نون تاکید حال کی تاکید کے لئے نہیں آتا ہے۔ اس لئے" وذالك ينافي الحال " کہا۔ ماضی کا ذکر نہیں کیا۔ اب دونوں عبارتوں کے لانے سے آفتاب نیمروز کی طرح روشن وظاہر ہو گیا کہ مراد مستقبل سے وہ مستقبل ہے جو مقابل ماضی وحال کا ہے۔ نہ مضارع۔ جیسا کہ جناب احسن المناظرین صاحب کا خیال محال ہے۔ اگر واقعی احسن المناظرین سمجھے ہی نہیں تھے تو افسوس۔ ذرا اگر سمجھ کر محض اپنے ہم مذہب اور ہم طریق لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے یوں چندراتی ہیں تو افسوس پر افسوس۔ بلکہ صد افسوس۔

فان كنت لا تدري فتلك مصيبة
وان كنت تدري فالمصيبة اعظم

اور جناب نے عبدالحکیم کے تکملہ کا ذکر تو اپنی تحریر میں فرمایا ہے اور یہ عبارت بھی ملاحظہ کی ہوگی۔ شاید بسبب تقاضائے سن نگاہ چوک گئی ہو تو مکرر اس طرف نظر لڑایئے۔ اے جناب حکیم

نورالدین صاحب ذرا آپ بھی ملاحظہ فرمائیے گا۔ عبارت تکملہ ''لان النون تخلص المضارع للاستقبال فکرهوا الجمع بین حرفین لمعنی واحد فی کلمة واحدة '' کیوں حضرات! ناظرین خاص کر جناب حکیم نورالدین کیا یہ عبارت صاف صاف اس پر دلالت نہیں کرتے کہ مراد استقبال سے مضارع نہیں ہے۔ ورنہ یہ عبارت ہی لغو ہوتی ہے۔ ضرور دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ جناب حکیم صاحب مولوی صاحب کا مطلب اگر صحیح ہو تو اس تقدیر پر اس عبارت کے یہ معنی ہوں گے۔ ''لان النون تخلص المضارع للمضارع وهذا الغوای لغو '' جناب احسن الناظرین صاحب آپ جاتے کہاں ہیں اور لیجئے یہ معنی کی عبارت بھی ملاحظہ فرمائیے۔ جناب حکیم صاحب براہ مہربانی آپ بھی ادھر توجہ فرمائیں۔ عبارت '' ولا یؤکد بهما الماضی مطلقا واما المضارع فان کان حالالم یؤکد بهما وان کان مستقبلا اکدبهما وجوبا فی نحو تالله لا کیدن اصنامکم '' ملاحظہ فرمایا یہ عبارت کیسی صاف دلالت کرتی ہے۔ اس پر کہ مراد مستقبل سے مضارع نہیں ہے۔ اس لئے کہ مقابل حال کا واقع ہوا ہے۔ اگر اس پر بھی تسلی نہ ہو تو شیخ زادہ کی عبارت بغور اور ملاحظہ فرمائیے کہ شیخ زادہ نے تو آپ کی ساری شیخی جو خلاف سیادت آپ سے عمل میں آئی تھی کرکری کردی۔ ہاں آپ نے اسی وجہ سے شاید شیخ جی کی طرف عنان عزیمت کرم فرمائی ہے۔ مگر جناب مولوی صاحب جب آپ کے مصنوعی مسیح کی توجہ کچھ کام نہ آئی تو شیخ جی غریب کیا کریں گے۔ میرے نزدیک تو آپ امروہہ نہ جائیے تو یہ کیجئے اور بیت اللہ شریف کو چلئے۔ ''ففروا الی الله انی لکم منه نذیر مبین '' اگر یہ ارادہ ہو جائے تو خرچ راہ کا ذمہ دار عاجز ہے۔ انشاءاللہ تعالیٰ بشرط خلوص ارادت بہت بہتر ہے اور اس وقت تو یہ ملاحظہ فرمائیے کہ شیخ زادہ کیا کہتا ہے۔ عبارت شیخ زادہ: ''واختص بالمستقبل لان الطلب انما یتعلق بمالم یحصل وهو المستقبل بخلاف الحال والماضی لحصو لهما '' افسوس کہ یہ سب عبارتیں مناظرہ میں نقل ہو چکی ہیں۔ مگر اس فہم کا کیا کیجئے۔

آپ جناب حکیم نورالدین سے مشورہ لے لیتے اور انہیں یہ مضمون دکھا دیتے تو ایسی ناسمجھی میرے خیال ناقص میں ان کے فہم سے دور ہے۔ آپ مرزا قادیانی و مولوی عبدالکریم صاحب و ٹوکی صاحب و شیخ صاحب وغیرہم کے بھروسہ پر مگن ہو گئے۔ حکیم صاحب کو یہ مضمون نہیں دکھایا اور اگر یہ سچ ہے تو اصل بات یہ ہے کہ مولوی عبدالکریم صاحب کی نگاہ پر کوئی عبارت یا

کوئی لفظ نہ چڑھا تو وہ معذور ہیں۔ ان کا کیا قصور۔ شیخ صاحب و مرزا قادیانی بھی بے قصور ہیں۔ ان کی یہاں دال گلنی مشکل ہے۔ ہاں حضرت ٹونکی صاحب نے جان بوجھ کر آپ سب کو اپنے ساتھ گرالیا اور آپ کے مضمون کو اپنا سا بنالیا۔ خیر حضرت مضیٰ ما مضیٰ آئندہ احتیاط چاہئے۔ لو جناب یہ دو خطائیں تو اس مسئلہ میں آپ کی ثابت ہو چکیں۔ اب تیسری خطاء سنئے۔ تا کہ امرو ہی کی وہ مثل پوری ہو جائے کہ ایک خطا دو خطا تیسری خطا اور اس تیسری خطاء میں تو احسن المناظرین نے اپنی لیاقت کا پورا ہی کمال ظاہر فرمادیا۔ بیان اس کا مختصر یہ ہے کہ شرح جامی کی عبارت منقولہ سے یہ بات عموماً ثابت ہو چکی ہے کہ نون جو قسم میں آتا ہے تو وہ نون استقبال کے لئے خاص ہوتا ہے۔ جیسا کہ وہ نون جو امرونہی واستفہام وتمنی وعرض میں آتا ہے استقبال کے لئے خاص ہوتا ہے اور مغنی کی عبارت سے خصوصاً یہ بات ثابت ہوگئی کہ قسم کے جواب مثبت میں استقبال شرط ہے اور اگر اس پر بھی تشفی خاطر نہ ہو تو مغنی کی ایک عبارت اور سن لیجئے۔ عبارت مغنی ”وتارة يجيئان وذلك فيما بقي نحو تالله لا كيدن اصنامكم “اور اس کے تحت میں لکھتا ہے:”اى بان كان مضارع مصيبت ولم يفصل بينه وبين اللام فاصل ولم يردفيه الحال بل الاستقبال ففي هذه الحالة تجب النون واللام عند الجمهور “اب تصریح کی بھی ملاحظہ فرمایئے۔”واما المضارع فله حالات احدها ان يكون توكيده بهما اى لا بدمنه وذلك اذا كان مثبتاً مستقبلا جوابا لقسم غير مفصول من لامه اى لام القسم بفاصل نحو تالله لاكيدن اصنامكم “اس طرح ابن عقیل بھی شرح الفیہ میں لکھتے ہیں:”اى تلحق نون التاكيد الفعل المضارع الواقع جواب قسم مثبتاً مستقبلاً ونحو والله لتضربن زيد فان لم يكن مثبتاً لم يؤكد باالنون نحو والله لا تفعل كذا وكذا ان كان مالا نحو والله ليقوم زيد الان “ کیوں جناب احسن المناظرین صاحب آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ان سب علمائے نحات نے قسم کے جواب مثبت میں شرط استقبال کی لگائی ہے۔ اب آپ خلاف اس کے ان آئمہ کبار نحو میں سے کسی ایک سے بھی اس کا خلاف ثابت کر دکھایئے۔ جن کے نام نامی لے کر آپ نے بے حد تعلّی کر لی ہے اور سب سے بڑا انتہاء شیخی بگھاری ہے کہ اوّل تو مولوی صاحب نے اس مسئلہ کو ایسی کتابوں سے نقل فرمایا ہے کہ ان سے ہر ایک طالب علم نقل کر سکتا ہے۔ مولوی صاحب کو اس میں کوئی مابہ الامتیاز خصوصیت جیسا کہ ان کی شان عالی ہے۔ حاصل نہیں ہوئی۔ کاش اگر ائمہ کبار نحو میں مثل

زجاج جوہری سیرانی ابوعلی فارسی خلیل ابن احمد اخفش ثلثہ اصمعی کسائی سیبویہ مبرد زمخشری وغیرہ ہے۔ کچھ اقوال اس بارہ میں نقل فرماتے تو یہ مباحثہ نحوی مولوی صاحب کا کسی قدر مابہ الامتیاز ہو جاتا۔ اگرچہ بمقابل مرزا قادیانی جیسے مؤید من اللہ کے ان ائمہ کے نقول اقوال بھی کچھ وقعت نہیں رکھتے۔ ملاحظہ فرماؤ۔ کتب قراء اگر میسر نہ ہوں تو مطالعہ کرو۔ کتب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب اگر وہ بھی بالفعل نہ ملیں تو دیکھو فوز الکبیر۔

اب اگر آپ ان ائمہ کے اقوال سے خلاف ثابت نہ کر سکے اور ضرور نہ کر سکو گے اور آپ کیا، آپ کا تمام گروہ اور آپ کے مصنوعی مسیح جو ملہم وسوس من الجنۃ والناس ہیں۔ سب مل کر بھی اس کا خلاف ثابت نہ کر سکو گے۔ تو پھر اس بے جا تعلی کر لینے اور شیخی بگھارنے سے کیا حاصل ہوا۔ اے احسن المناظرین اگر فقط نام گنوا دینے سے کچھ فخر ہو تو ایک بچہ آپ سے دو چار نام زیادہ گنوا دے گا۔ پھر اس سے فائدہ اس کے خلاف ان ائمہ کے اقوال سے ثابت کر کے دکھاؤ۔ کوئی ایک قول تو ان ائمہ کا نقل کر دو ورنہ خدا سے ڈرو اور اس تعلی سے توبہ کرو۔

ناظرین! اب یہ ناچیز آپ کو جناب احسن المناظرین کی ایک عجیب لیاقت اور کمال فہم اور غایت تبحر کا حال بتاتا ہے۔ چونکہ آپ علاوہ فہم عالی کے مؤید بالہام بھی ہیں۔ اس وجہ سے حضرت شرح جامی کی اس عبارت سے دھوکا کھا بیٹھے ہیں۔ جواب میں نقل کرتا ہوں۔ عبارت شرح جامی "ولزمت ای نون التاکید فی مثبت القسم ای فی جوابه المثبت لان القسم محل التاکید" مگر جناب احسن المناظرین حضور کے خیال میں یہ نہیں آیا کہ شرح جامی والے کو اس شرط کے لگانے سے اس وجہ سے غنا ہو گیا کہ وہ پہلے ہی کہہ چکا ہے کہ نون تاکید جو امر نہی استفہام تمنی عرض قسم میں آتا ہے وہ مستقبل کے ساتھ خاص ہے۔ اب فرمایئے کہ بعد اس تصریح کے شرط لگانے کی کیا ضرورت تھی۔ مگر جناب مصنوعی مسیح صاحب کی توجہ سے کچھ ایسے محو ہیں کہ جناب کو پیچھے کی کچھ خبر نہ آگے کی، پھر خدام والا کے فہم میں آئے تو کیونکر اور جناب نے جو عبارت تکملہ کی پیش کی ہے۔ اس سے بھی یہ شرط ثابت ہوتی ہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ مرزا قادیانی کی توجہ سے فرصت ہو تو ادھر توجہ ہو اور کچھ سمجھ میں آئے اے حضرات! اب آپ لوگوں کو علمی بحث ومباحثہ کو ترک کرنا چاہئے۔ ایک ہی کہے جاؤ کہ یوں ہی الہام ہوا ہے۔ کوئی مانو یا نہ مانو۔ اس کا جواب کوئی بھی نہ دے سکے گا۔ عبارت تکملہ "وان کان مضارعاً استقبالیاً یلزمها اللام مع النون التاکید ان دخلت اللام علی نفس المضارع الا نادر او لا یکتفی عن

اللام بالنون الا فی ضرورة الشعر واذا لم یدخل اللام علے نفس المضارع یکتفیٰ باللام نحو لئن متم او قتلتم لالی اللہ تحشرون وان کان مضارعا حالیا یکون باللام من غیر النون "اب تو خدام والا کو خود بھی اپنے فہم کی رسائی اور لیاقت علمی اور کمال تدبر کا علم ہو گیا ہوگا۔ لہٰذا عاجز نہایت عجز سے عرض کرتا ہے کہ کچھ جواب عنایت ہو۔ مگر ایسا نہیں کہ مصرعہ

غوطہ ڈقالی کھاتا پھرے جیسے تال میں

جناب مولوی صاحب یہ عاجز ہرگز حضور کے علم و تبحر کو نہیں پہنچ سکتا۔ مگر اللہ تعالیٰ چاہے تو کوئی بات سمجھا دے۔

دیکھ چھوٹوں کو ہے خدا بڑائی دیتا
آسمان آنکھ کے تل میں ہے دکھائی دیتا

خیر جناب آپ کو تو علم و فہم تبحر تدبر کے علاوہ الہام پر بھی بہت بڑا گھمنڈ ہے۔ مگر یہ عاجز تو سوائے فضل و رحمت اپنے رب کریم کے اور کوئی پونجی اپنے پاس نہیں رکھتا اور خاص اس ذات تعالیٰ و تقدس کی تائید پر عاجزانہ طور پر یہ عرض کرتا ہے۔ اگر حضور کے خیال عالی میں آجائے۔

ناصحا دل میں تو اتنا تو سمجھ اپنے کہ ہم
لاکھ نادان ہوئے کیا تجھ سے بھی نادان ہوں گے

آمدم برسر مطلب

اب (قادیانی) مولوی (احسن امروہی) صاحب کے خط کا جواب شروع ہوتا ہے۔ بحول اللہ تعالیٰ وقوتہ!

قولہ...... "عذر تاخیر جواب عنایت نامہ"

اقول...... اگرچہ عذر بدتر از گناہ مشہور ہے۔ مگر آپ کے ارشاد کو دیکھ کر کروں۔ قول ہے۔

اب تو یہ حال ہے کیا ہووے گا آگے آگے
دل میں یہ خوف سمایا ہے خدا خیر کرے

قولہ...... "آپ نے تمام شہر میں۔"

اقول...... حضرت نہ میں نے جناب کی اہانت کی، نہ آبروریزی کی، نہ اتہام لگایا، نہ افتراء باندھا۔ مگر آپ کے سامنے کسی آپ کے ہم خیال نے یہ افتراء پردازی کی ہو تو عجب نہیں اس کا علاج

میرے پاس کچھ نہیں جو لوگ مفتری علی اللہ والرسول ہیں۔ اگر عاجز پر افتراء کریں کیا عجب ہے۔

قیل ان الالہ ذو ولد
قیل ان الرسول قد کھنا
ما نجا اللہ والرسول معاً
من لسان الوری فکیف انا

ہاں اگر جناب کو تحقیق منظور ہے جامع مسجد میں جمعہ پڑھ کے بعد نماز دریافت فرمایئے۔ اگر ہزاروں میں سے دو چار معتبر آدمی بھی آپ کے ارشاد کو درست کہہ دیں گے تو میں ملزم۔ آپ کو تشریف لانے میں کچھ عذر ہو تو اپنے کسی معتمد کو بھیج دیجئے وہ تحقیق کر لے۔ میں نے ایک لفظ بھی آپ کی نسبت اہانت کا نہیں کہا۔ ہاں اگر آپ کا ہر بات میں یہی طریق ہے کہ بلا تحقیق جو جس نے کہا مان لیا تو میری عرض جس کو میں بعد تحقیق منوانا چاہتا ہوں۔ آپ کب مانیں گے۔ مولوی صاحب! تحقیق کرو اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

کس سے بگڑے ہو کس پہ غصہ ہے
کس پہ ہوتے ہو تم خفا صاحب
کس نے دیں تم کو گالیاں حضرت
کون کہتا ہے ناروا صاحب

بلا تحقیق یہ افتراء آپ کرتے ہیں یا میں؟ ہاں یہ بات بنا کر عاجز کو بدنام کرنا حضور کو منظور ہو تو کیجئے۔ "واللہ المستعان علی ما تصفون" "قیامت قریب ہے اور قاضی خبیر وبصیر" وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد "میں آپ کو کچھ نہیں کہتا اور اس کا جواب کچھ نہیں دیتا۔

ہوں آپ کے کتنے ہی ستم اف نہ کریں گے
چپ بیٹھ کے ہم کھائیں گے غم اف نہ کریں گے
سر تک بھی اگر کاٹ کے پھینکو گے ہمارا
سچ کہتے ہیں واللہ کہ ہم اف نہ کریں گے

قولہ..... "تنبیہ! مولوی صاحب نے جس قدر اشعار اردو لکھے ہیں وہ سب (میرے) اعلام الناس میں مندرج ہو چکے ہیں۔ احقر کو اس کے ساتھ کچھ فخر نہیں۔ یہاں پر مولوی صاحب کی ہمہ دانی جتانی منظور تھی۔ پس:"

اقول...... خیر ہوگئی حضرت کے وہ اشعار جن کو میں نے اپنے خط میں لکھا ہے آپ کے طبع زاد نہ تھے ورنہ سخت نالائق سمجھا جاتا اور شاید مجھ پر حق تلفی کا دعویٰ ہو جاتا اور ہمہ دانی تو عاجز کی اس پر کھل گئی کہ آپ کے اعلام الناس میں وہ اشعار مندرج تھے گو کسی کے تھے اور جناب کو بھی کوئی خاص حق ان کے مندرج کرنے کا ایسا حاصل نہ تھا جو اس عاجز کو نہیں اور یہ تو ماشاء اللہ اگر آپ سمجھ بھی گئے ہوں گے تو کیوں فرمانے لگے کہ اس میں رمز کیا تھی۔ جو وہی اشعار عاجز نے نقل کیے اور بعد نقل اکثر جگہ نشان بھی بتا دیا کہ اعلام الناس صفحہ فلاں اور پھر اس پر یہ فخریہ اظہار کہ احقر کو اس کے ساتھ فخر نہیں۔ اگر فخر نہ ہوتا تو اس کا ذکر ہی کیا ضرور؟ اور اس پر طرہ یہ کہ تنبیہ کے ساتھ۔ مولوی صاحب یہ فخر و تعلّی حضور کو مبارک۔

مولوی صاحب فرشتہ ہو تو ہو

آدمی ہونا بہت دشوار ہے

کیوں جناب مولوی صاحب اگر یہ قصور ہے تو جناب نے تاریخ قوم برامکہ کا نام ''اعلام الناس'' کیوں غصب کر لیا اور آپ کے مرزا قادیانی نے مولوی رحمت اللہ کی کتاب ''ازالہ اوہام'' کا نام کیوں چھین لیا اور آپ نے جو اشعار مناجات عربی لکھے ہیں وہ تو فرمایئے کس کے ہیں؟ اے جناب مولوی صاحب اس کا مجھے جواب تو دو کہ یہ کیا لکھا اور کیوں اپنے اور میرے وقت کا اس تحریر میں ناحق خون کیا۔ مولوی صاحب بات یہ ہے مصرعہ

آدمیت اور شئے ہے علم ہے کچھ اور چیز

قولہ...... ''نامۂ نامی ہمدست چند صاحبان اہل علم مع بعض صاحبان اہل قلم صادر ہوا۔''

اقول...... جناب مولوی صاحب عاجز نے اہل علم کو جناب کی خدمت میں بھیجا اور نہ کسی اہل قلم کو اور نہ عاجز خود صاحب چشم جو اس کے پاس اہل علم و اہل قلم ہوں۔ جناب مولوی نواب سید علی حسن خان صاحب زید مجدہم کے ایک خادم کو خط دے کر آپ کے پاس بھیجا تھا۔ جس کو آپ نے کسی حیثیت سے شاید اہل علم بنا دیا اور کسی حیثیت سے اہل قلم، نہ وہ غریب اہل قلم، نہ صاحب علم، ایسی باتوں میں وقت ضائع کرنا نہیں معلوم جناب کو کیوں پسند خاطر ہے؟ وہ بات بنا کر چند الزام عاجز پر گھڑ دیئے یہ بات کہہ کر چند طعن کر دیئے نہ اس سے کچھ فائدہ نہ اس سے کچھ حاصل۔ جناب کو چونکہ گھر میں زیادہ تشریف رکھنے کی عادت ہے۔ یہی علت اس طعنے دینے کی معلوم ہوتی ہے۔ مگر عاجز اس کا جواب جناب کو کیا دے کہ جناب بزرگ اور عاجز خرد اور اصل بات یہ ہے کہ طبیعت ہی اس کے مناسب نہیں۔

ہم کہے دیتے ہیں زحمت خردہ ہے
دل تو حاضر ہے وہے افسردہ ہے

رہا یہ ارشاد جناب کا کہ: ''پھر اگر خلوت سے کام نہ چلے تو جلسۂ جلوت بھی کیا جاتا۔
اس کے جواب میں عاجز پھر (اعلام الناس حصہ ۲ ص ۹۹، ۱۰۰) کو پیش کرتا ہے اور بجواب شرط ضمانت
پچاس روپے کی المضاعف جناب مولانا صاحب کے پاس نقد رکھوا رہا ہے۔

میرے کہنے کا نہ باور ہو نوشتہ لے لو
ضامن انسان کی عوض چاہو فرشتہ لے لو

قول...... ''مثل مشہور ہے۔ اوّل پند بعدہ بند۔''

اقول...... حضرت کو اگر واقعی یہ منظور ہے کہ عاجز تنہا حاضر ہو کر کچھ عرض کرے تو اب کیا گیا ہے۔
جب اور جس وقت ارشاد ہو اور یہ دریافت بھی اس لئے ہے کہ عاجز نے بھی ملنا چاہا تو حضور نے
وقت ٹال دیا اور تحریر بھی فرمایا ہے کہ مجھے فرصت کم ہے۔ ورنہ بے تامل حاضر ہوتا۔

بگڑتے ہو کیوں اب بھی کہتا ہوں میں
عیاں صلح پھر کس کی چتون سے ہے

قول...... ''تو جناب والا ان رسائل کا جواب شافی وکافی مشتہر فرماتے۔''

اقول...... بہتر جناب اعلیٰ جواب تیار ہے۔ اب طبع بھی ہوا جاتا ہے۔ مگر عاجز نے یہ سنا ہوا تھا کہ
''تصنیف را مصنف نیکو کند بیان'' اسی شوق میں یہاں چلا آیا اور اب تو آ گیا۔ اگر آپ مہربانی
فرمائیں اور نامہربانی کو دل سے اٹھائیں عاجز نے پہلے بھی عرض کیا تھا اور اب مکرر عرض کرتا ہوں
کہ کسی روز آپ تشریف لے آئیں یا عاجز کو بلالیں۔ مگر جناب نے توجہ نہ فرمائی۔ یہ تو عاجز پر کمال
نامہربانی ہے۔ جیسے ہر طرح کی آزادی عطاء فرمانا کمال مہربانی تھی۔ افسوس یا وہ عنایت یا یہ عتاب۔

اس قدر تھا یا کرم یا ظلم رانی اس قدر
مہربانی اس قدر نامہربانی اس قدر

یا وہ عنایت اوروں ہی کے ساتھ مخصوص ہے اور عاجز اس سے محروم جناب مولوی
صاحب ایسا نہ چاہیے جناب تو مسیح صاحب کے پیرو ہیں۔ جناب کو تو سب کو ایک آنکھ دیکھنا چاہیے
نہ یہ کسی سے کچھ برتاؤ اور کسی سے کچھ۔

غیر سے نے باتیں جو کچھ کہیں تو نے وہ سب مانیاں
اور ہم سے تیری اے لالہ یہ نافرمانیاں

قولہ...... ''جیسا کہ داب مناظرین دین کا ہے۔''

اقول...... ہاں جناب مولوی صاحب دینداری اس کا نام ہے کہ اپنی طرف سے بہتان گھڑ کے خلق میں اپنے ایک مومن بھائی کو بدنام کرے۔ بلا تحقیق بدظن ہو جائے۔ گھر میں بیٹھا باتیں بنائے۔ دل کے بخار نکالے ہرگز تحقیق نہ کرے۔ سبحان اللہ۔ یہی تو داب مناظرین دین اور اس پر عمل کرنا بھی جناب کا حصہ ہے۔ واقعی بات گھڑنے میں تو مرزا قادیانی کا اور آپ کا جوڑ خوب ملا۔

کیا لاجواب جوڑ خدا نے ملائے ہیں
جیسی ہے روح ویسے فرشتے بھی پائے ہیں

قولہ...... ''لہٰذا اس عاجز نے اپنے دل نیاز منزل کو بہت سا صبر کر کر سنبھالا اور تھاما۔''

اقول...... مولوی صاحب میں نہیں جانتا وہ کون سے جناب کے دشمنوں کے بیری تھے۔ جنہوں نے محض بے اصل خبریں سنا کر جناب کو اس قدر رنج میں ڈالا کہ حضور کے دماغ میں حواس تحقیق ہی باقی نہ رہے۔ اے جناب مولوی صاحب میں نے جس وعظ میں ازالہ اوہام اور اعلام الناس کے چند مقام سنائے ہیں۔ خوب جتلا جتلا کر اوّل یہ کہہ دیا کہ میں اپنی طرف سے ایک لفظ نہ کہوں گا اور ایسا ہی کیا اور میں شرعی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ میں نے نہ جناب کو نہ جناب کے مسیح مرزا قادیانی کو کسی خلوت وجلوت میں کبھی لفظ کافر یا مشرک یا کوئی لفظ گندہ نہیں کہا اور نہ کہتا ہوں۔ ہاں اگر نقل عبارت بھی گناہ ہے تو اس میں اوّل مرزا قادیانی کا حصہ ہے۔ پھر جناب کا، بعد عاجز کا بہر صورت عاجز تو پیچھے پیچھے ہے۔ مولوی صاحب غضب تو یہ ہے کہ نہ مجھے بلاتے ہو نہ آپ تشریف لاتے ہو۔ جس طرح بے دیکھے، بے ملے، بغیر تحقیق مرزا قادیانی کے معتقد ہو گئے۔ اسی طرح عاجز سے ناراض ہو گئے۔ میں اس قدر سفر طے کر کے آیا خدا کے واسطے دو چار قدم کی تکلیف تو آپ بھی گوارا فرمائیں۔ اپنی کہیں میری سنیں۔

میرے قاصد سے ذرا میری کہانی سن تو لو
طیع کرنا پیچھے خط پہلے زبانی سن تو لو
داد میری جانفشانی کی نہیں دیتے نہ دو
پر کروں جو کچھ بیاں میں جانفشانی سن تو لو
جانتا ہوں میں کہ ہو خبروں کے تم بھی رازدار
پر کہوں میں بھی جو کچھ راز نہانی سن تو لو

اور اگر بغیر ملے بے سنے بلا تحقیق خفا ہوتا ہے ہو لیجئے۔

گر تجھے قتل ہے منظور چل آ بسم اللہ
تیغ موجود ہے حاضر ہے گلا بسم اللہ
ہم تو حاضر ہیں نہ کرتے ہیں ترا حکم عدول
خون دل تو جو پلاتا ہے پلا بسم اللہ

سر نمی تابم زشمشیر حبیب
ہرچہ آید بر سر من یا نصیب

قولہ..... "جو دلائل جناب والا نے اس عاجز کے مدعی ہونے کے ایک اور ایک گیارہ تحریر فرمائے ہیں ان کو دیکھ کر معلوم ہوا کہ خدام جناب کو فن مناظرہ میں بڑا دخل ہے۔"

اقول..... جناب مولوی صاحب حضور احسن المناظرین ہیں۔ عاجز کی کیا لیاقت کہ جناب کے سامنے مناظرہ کا نام لے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ اوّل تو فرط تعلّی اور افراط فخر سے درگاہ والا میں عاجز کے کلام کو وقعت ہی کہاں جو توجہ ہو ہاں کس بشنود یا نشنود من گفتگوئے میکنم کے طور پر محض بہ نیت اظہار حق عرض کئے دیتا ہوں۔ آپ سنیں یا نہ سنیں۔

بات میری نہیں سنتے جو اکیلے مل کے
ایسے ہی ڈھب کی سناؤں کہ سنو اور سنو

دوسرے یہ کہ افراط محبت اور فرط غضب ایسی بلا ہے جس سے آدمی بدحواس بے بہرہ بلکہ گونگا اور بہرا ہو جاتا ہے۔ "حبك الشيء يعمى ويصم" اور جناب میں اس وقت یہ دونوں صفتیں موجود ہیں۔ جیسے مرزا قادیانی پر افراط محبت کی نظر ہے۔ ویسے ہی عاجز پر فرط غضب، ایسی حالت میں اگر خدام والا میری تحریر کو نہ سمجھے یا اپنے لکھے کو بھول گئے تو نہ مقام شکایت نہ محل استعجاب۔ جناب کا مقام ہی یہ ٹھہرا۔ لہٰذا جناب کی اور اپنی تحریر کو دوبارہ نقل کر کے نہایت ہی عاجزی سے عرض کرتا ہوں کہ حواسوں کو درست کر کے دوبارہ ملاحظہ فرمائیے۔ اگر طبیعت درست ہوئی تو جناب کو خود ہی ارشاد فرمانا ہوگا کہ میں اپنے جوابوں کو واپس لیتا ہوں اور ضرور مکرر جواب کی تکلیف کرنی ہوگی۔ مگر معاف فرمائیے کہ اس مکرر تکلیف دہی میں عاجز کی کوئی خطا نہیں۔ حضور کے حافظہ کی خطاء اور حواس کا قصور ہے۔

یہ سراپا شوخئ وزد حنا تھی میں نہ تھا

نمبر:۱...... احسن الناظرین صاحب کے خط کی اوّل عبارت۔

''کیونکہ احقر نے تو کسی تحریر میں آپ کو مخاطب نہیں کیا اور نہ احقر کسی امر کا مدعی۔''

نمبر:۲...... عاجز کے دوسرے خط کی وہ سرخی جس کے تحت میں احسن الناظرین صاحب کے گیارہ قول نقل کئے ہیں اور جناب موصوف نے خطاب عام کے لفظ کو قصداً یا سہواً نظر انداز کر کے دعویٰ کا لفظ پکڑ لیا ہے۔

نزیل بھوپال مولوی محمد احسن صاحب احسن الناظرین کے وہ اقوال جن سے ان کا دعویٰ اور خطاب عام ثابت ہے۔

جناب مولوی صاحب اب حضور سمجھے اور یاد آیا کہ یہ ایک اور ایک گیارہ دلائل حضور کے مدعی ہونے کے نہ تھے۔ بلکہ ان سے جناب کا خطاب عام یاد دلایا تھا اور ثبوت دعویٰ میں تو لفظ دعویٰ کا موجود ہے۔ جس کا جناب کو بھی اقرار کرنا پڑا۔ شاید حضور دوبارہ بھی بھول گئے اور ابھی تو اور بھولیں گے اور ضرور بھولتے گا۔ کیونکہ دشمنوں کا حافظہ ہی صحیح نہیں رہا۔ جناب عالی باوام کا حریرہ پیجئے یا توبہ کیجئے اور توبہ کا لفظ عاجز نے بے ادبی کی راہ سے عرض نہیں کیا ہے۔ سوء حافظہ کا یہ بھی ایک علاج ہے۔ عاجز اپنے حق میں بھی کثرت استغفار کو بہتر جانتا ہے۔

شکوت الیٰ وکیع سوء حفظی
فاوصانی الیٰ ترک المعاصی
لان العلم فضل من الله
وفضل الله لا یعطی العاص

قولہ...... ''لہٰذا وہ سب دلائل اس عاجز کے قلب وجگر میں مثل زخم کاری کے اثر کر گئے۔ اب ان زخموں کو اخفا کرتا رہتا ہوں اور کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔ کیوں ظاہر نہیں کرتا۔ اس لئے۔

نظر لگے نہ کہیں ان کے دست وبازو کو
یہ لوگ کیوں مرے زخم جگر کو دیکھتے ہیں''

اقول...... ناظرین! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مولوی صاحب کس قدر مطلب سے الگ الگ عبث اور بے سود باتوں میں طول دیتے چلے جاتے ہیں اور چونکہ خدام والا کی یہ فطرت ہے۔ اسی لئے کچھ سوچ سمجھ کر عام جلسہ میں گفتگو سے انکار فرمادیا کہ مواجہہ میں یہ بیکار طعن وطنزیہ اشارے یہ فضول جناب کیونکر کرسکتے تھے۔

ہر بات ان کی طعنہ وہر اک سخن ہے رمز
ہر آن ہے کنایہ وہر دم ٹھٹھولیاں

اور جناب کے احسن المناظرین ہونے کی حقیقت تو پہلے ہی کھل چکی ہے۔ اب مرد میدان بنا اور مواجہ میں گفتگو کے لئے آنا معلوم کیوں اس واسطے ۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
وہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

قولہ...... ''سب سے اوّل کوئی رسالہ صغیریا کبیرفن مناظرہ کا ہیچمدان کو پڑھادیا جاوے۔''

اقول...... اگرچہ مسافر اور کثیر الاشتغال ہوں۔ مگر آپ کی درخواست منظور جناب مولوی صاحب کسی طرح ہو مجھے تو آپ سے ایک مرتبہ ملنا ہے۔ استاذی سے، شاگردی سے، دوستی سے، مہربانی سے، عنایت سے، اخلاق سے، کج اخلاقی سے ایک مرتبہ ملئے۔ اگر جناب کا یہ خیال ہے۔ اسی طرح جب اور جس وقت جی چاہے بے تأمل اور بے تکلف تشریف لائے۔

اس قدر آہ کیا عشق نے رنجور ہمیں
دیکھنا ایک نظر تم کو ہے منظور ہمیں

اس واسطے کہ۔

خط جادہ ہوں یا میں نقش پا ہوں
غرض افتادگان کا رہ نما ہوں

مگر میں خوب سمجھے ہوئے ہوں۔ یہ سب آپ کی باتیں ہیں۔ آپ کب تشریف لاتے ہیں۔

نہ پہچانو مجھے گر آپ تو کیا
مگر میں آپ کو پہچانتا ہوں

قولہ...... ''مگر شرط یہ ہے کہ شب کو مکان احقر پر آپ تشریف لایا کیجئے اور سب نہ کو لایا کیجئے۔ یعنی آپ تنہا ءآ دیں بہ تن ہا نہ آ دیں۔''

اقول...... مجھے ڈر ہے۔

کہیں میری زبان نہ کھل جائے
اب وہ باتیں بہتے بنانے لگے

حضرت مولوی صاحب ذرا سنبھل اور سمجھ کر فرمائیے اور کوئی اور ہوتا تو یوں کہتا۔

حوصلہ تنگ ہے یہاں بیہودہ گوئی تا چند
بس زبان کیجئے کوتاہ مجھے تاب نہیں

جناب من! اگر یہ درخواست محض بوجہ امتحان علم یا تعلم ہے تو یہ شرط خلاف ہے اور اگر بلانے میں جناب کو خلاف اس کے کوئی اور علت ہے۔ جس کے لئے شب اور تنہائی کی شرط ضروری ہے تو اس عاجز کو معاف فرمایا جائے۔ ''لا حول ولا قوۃ الا باللہ'' مولوی صاحب اس بحث میں یہ خباثت بے محل اور بے موقع ہے۔

کچھ مناسب نہیں ہے کیا کہئے
جی میں جو کچھ کہ اپنے آتی ہے

لیکن یہ عاجز کمال ادب اور نہایت عجز سے عرض کرتا ہے کہ آپ اس سے باز رہیں اور اگر جناب نے اب بھی بے محل اپنی جبو کھولی تو یاد رہے کہ پاس ولحاظ خردی و بزرگی ایک طرف پھر کمی نہ ہوگی۔

ہم رونے پہ آجاویں تو دریا ہی بہا دیں
شبنم کی طرح سے ہمیں رونا نہیں آتا

مکرر عرض کرتا ہوں کہ آپ کی اس سفید ریش پر یہ خباثت بےزیب ہے۔

تو پیر شدی حافظ از میکدہ بیرون آ
رندی وخراباتی درعہد شباب اولیٰ

قولہ..... ''کیونکہ اگر اس جماعت فوج اور گروہ موج کے ساتھ ورود ہوگا تو اس ناچیز پر اس قدر ہر غالب ہو جاوے گا کہ ان کی اوج موج کو دیکھ کر مجھ سے پڑھا بھی نہ جاوے گا۔''

اقول..... کیوں جناب مولوی صاحب ایک عاجز مسافر پر یہ باتیں بناتے ہو اور خدا سے نہیں ڈرتے۔ ڈرو اس خدا سے جس کا پیارشاد ہے''مایلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید'' میں نہیں سمجھتا کہ اس گفتار سے کیا فائدہ۔ آپ کے سمجھ میں آیا ہے اور آپ کے جی میں کیا سمایا ہے۔

وہ چال چلو جس سے کہ دنیا رہے قائم
کچھ فرض یہی ہے کہ قیامت ہی بپا ہو

اور اگر واقعی جناب پر کوئی خوف غالب ہوگیا ہے تو یہ منجانب اللہ ہے۔'' وقذف فی

قلوبهم الرعب " ہیبت حق است ایں صاحب دلق نیست اور اگر کوئی فوج بھی میرے ساتھ آپ کو دکھائی دیتی ہے اور آپ اس بیان میں سچے ہیں تو وہ ملائکہ منزلین ہوں گے۔ جن کا واللہ عاجز کو علم نہیں ہے اور یہ عاجز ایک حقیر فقیر مسافر ہے نہ یہ مسکین صاحب اوج، نہ اس کے پاس فوج ظفر موج، ہاں سیف لسانی اور فوج حق بیانی نعمت خداداد ہے۔ واللہ الحمد۔

دیکھ کر سیف زبانی میری
معترض دل میں کٹا کرتے ہیں

قولہ...... "تقریری مباحثہ ہیچمدان کو اب کسی سے منظور نہیں۔"

اقول...... حضور میں کب اور کس دن یہ جرأت ہوئی تھی کہ کسی سے زبانی گفتگو کی ہو جواب ارشاد ہوا کہ منظور نہیں یہ نامنظوری تو حضور کے حق میں ازلی ابدی اور امر فطری ہے۔

قولہ...... "کیونکہ بسبب شیوع تعصبات نفسانیہ کی تہذیب بھی قائم نہیں رہ سکتی۔ بلکہ منجر بتباغض وتحاسد ہو جاتا ہے۔ الیٰ من جرب المجرب فقد حلت به الندامة!"

اقول...... ذرا اس وقت سچ بولئے گا حضور کو کب اور کہاں تقریری مباحثہ کا اتفاق ہوا؟ جو تجربہ کار ہو گئے۔ خاص کر اس اشتہار کے بعد جو (اعلام الناس حصہ ۲ ص ۹۹، ۱۰۰) میں ہے۔ کبھی کسی مجمع میں گفتگو کا اتفاق ہوا ہو تو اس سے عاجز کو بھی مطلع فرما دیجئے کہ کہاں ایسا مجمع ہوا، اور کس سے جناب کی گفتگو ہوئی اور کیا خرابی اس میں پیش آئی؟ اور اس عاجز کو تو بارہا یہ موقع پیش آیا ہے اور سال گزشتہ میں بھی چار ماہ تک ہفتہ وار پادری جی اے نصرانی صاحب سے گفتگو ہوتی رہی جو اپنے مذہب کا ایک جلیل القدر فاضل ہے اور ہر جلسہ میں تخمیناً تین چار ہزار آدمی ہوتے تھے اور اگرچہ یورپین افسر بھی دوستانہ طور پر گفتگو سننے کو کوئی ایک آ جاتے تھے۔ مگر پولیس وغیرہ کا کوئی انتظام نہ تھا اور کبھی کسی جلسے میں باہم مناظرہ کی بدمزگی تک نہ ہوئی۔ جھگڑا اور فساد تو کیسا؟ اور اسی طرح بمبئی اور مدراس وغیرہ بڑے بڑے شہروں بڑے بڑے مجمعوں میں عاجز کو گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا ہے۔ کبھی درشتی تک کی نوبت نہیں آئی اور فساد تو کیسا؟ ہاں آپ اپنی حالت کے موافق جو کچھ چاہیں خیال فرمالیں۔ مگر عاجز کا تجربہ تو اس کے خلاف ہے۔ جناب مولوی صاحب یہ تو باتیں ہیں صاف یہ ہے کہ کبھی جناب کو ایسا اتفاق ہی نہیں ہوا۔ ہمیشہ گھر میں بیٹھے باتیں بنایا کرتے ہو اس وقت یہ حیلے گھڑنے اور بہانے کرنے لگے۔

کیسے گلے رقیب کے کیا طعن اقربا
تیرا ہی دل نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں

ناظرین! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ احسن المناظرین صاحب کی تحریر کا بڑا حصہ صرف بے جا اور خلاف واقع اور غلط شکایت یا ظرافت میں اور بہت ہی کم نادرست اور مہمل مطلب میں ضائع ہوا ہے۔ اگر مجھ کو یہ خیال نہ ہوتا کہ اکثر احباب کو اس کے جواب کا انتظار ہوگا تو ہرگز اپنی اوقات عزیز کو اس بیکار اور بے سود تقریر کے جواب میں ضائع نہ کرتا۔ بات یہ ہے کہ لمبے چوڑے اشتہار دے کر عوام کو دام میں لانے کے لئے مرزا قادیانی کی یہ ایک چال ہے اور یہی طریقہ حضرت (احسن امروہی قادیانی) نے بھی اختیار کیا ہے۔ ورنہ کیسا مباحثہ تقریری اور کیسا تحریری تقریری کا تو حوصلہ ہی مشکل ہے اور تحریر کا حال بھی ظاہر ہے۔

اٹھ جا کہاں تلک کوئی باتیں اٹھائے گا
تا صبح تو خود غلط تری گفتار ہے غلط

قول..... ''آگے رہا تحریری مباحثہ سو وہ بھی ہیچمدان جناب سے کرنا نہیں چاہتا مولوی محمد حسین صاحب لاہوری احقر کے پورے مخاطب ہیں اور نیز مولانا محمد بشیر صاحب درخواست مکرر فرما رہے ہیں۔ لیکن یہ ہیچمدان پورے طور پر راضی نہیں ہوا کچھ نیم راضی سا ہو گیا۔''

اقول..... مولوی صاحب عاجز تو آپ کے اشتہار کے موافق تقریر مع تحریر کے لئے حاضر ہوا تھا یہ علم نہ ہوا کہ آپ کے اشتہار بھی مثل اشتہارات مرزا صاحب کے محض کاغذی گھوڑے ہیں۔ جو ہوا باندھنے کی غرض سے ہوا پر اڑا دیئے جاتے ہیں ورنہ مباحثہ سے آپ صاحبوں کو کیا کام۔ مگر یہ یاد رہے کہ آپ کا خطاب عام ثابت ہے اور یہ فرمانا آپ کا کہ پورے مخاطب اس کے مولوی محمد حسین صاحب ہیں۔ کون جان سکتا ہے آپ کی نیت کی کس کو خبر ہے؟ ہاں اس قدر عرض خدمت عالی میں ہے۔ اگر قبول ہو جائے کہ مولوی محمد حسین صاحب پر اس وجہ سے کہ وہ یہاں نہیں ہیں اور ان کا آنا بھی مشکل ہے پوری عنایت ہے، تو عاجز چونکہ حضور کے پاس حاضر و موجود ہے۔ ادھوری تو اس پر بھی عنایت ہونی چاہیے۔

گل پھینکے ہے اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی
اے خانہ برانداز چمن کچھ تو ادھر بھی

اور چونکہ مولانا محمد بشیر صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بھی یہاں تشریف رکھتے ہیں۔ اس لئے باوجود مکرر درخواست کے وہ بھی ناکام ہی رہتے معلوم ہوتے ہیں۔

نہ پہچانو مجھے گر آپ تو کیا
مگر میں آپ کو پہچانتا ہوں

اور مولوی محمد حسین صاحب پر بھی آپ کی عنایت تو ہے مگر ایسی۔

اب انہیں لکھتے ہو تم خط میں سراسر دشمن
جن کو لکھتے تھے سدا یار سراپا اخلاص

قول...... ''بحکم آنکہ مان نہ مان میں تیرا مہمان۔ آپ اصرار ہی فرماتے ہیں۔''

اقول...... مولوی صاحب مہمان بلایا ہوا پیچھے لگایا ہوا ہے اب آپ انکار کریں یا نہ مانیں تو یہ امر دیگر ہے۔ کیا آپ کا اشتہار نسبت علماء امصار و دیار نہیں ہے اور کیا آپ کے اعلام میں خطاب عام نہیں ہے۔ مصرع

انصاف کیجئے پوچھتے ہیں آپ ہی سے ہم

قول...... ''کیا جنگ وجدل سب وشتم ہمز ولمز قتل ناحق کا نام مباحثہ ہے۔''

اقول...... ؎

خیر ہے کس نے کہا شور قیامت تم کو
نالہ ہائے سحری دھوم مچاتے کیوں

مولوی صاحب! آپ کو اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں ہے۔ آپ میری طرف ایسے جرم کی نسبت کرتے ہوئے خدا سے نہیں ڈرتے۔ جس کا واللہ میں مکتسب ومرتکب نہیں ہوں۔ ''ان الذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ماکتسبوا فقد احتملوا بهتاناً واثماً مبینا'' کی وعید آپ کے دل سے بالکل نکل گئی ہے۔ اگر کسی نے آپ سے کہا ہے وہ آپ کا اور میرا دشمن جھوٹا ہے۔ آپ کو بھی بغیر تحقیق کے اس قدر خلاف واقع بیان کرنا بالکل نازیبا ہے۔

کہے جو عدو سچ نہ جانا کرو
عبث اب نہ مجھ سے بہانہ کرو

قول...... ''جس امر سے احقر کو فراغت ہو چکی ہے پھر دوبارہ اس امر کے واسطے کیوں طلب کیا جاتا ہوں۔''

اقول...... فراغت ہو چکی تھی تو آخر میں اشتہار کیوں دیئے۔ اس وقت سمجھے نہ تھے یا اس وقت بھول گئے۔ دوسری وجہ آپ کے بلانے کی یہ بھی ہے کہ تصنیف را مصنف نیکو کند بیان مولوی صاحب خود کردہ را علاجے نیست اگر جناب کی ایسی ہلکی طبیعت تھی۔ تو ہرگز اشتہار دینا نہ چاہئے تھا۔

ہم تو کہتے تھے نہ ہم راہ کسی کے لگ چل
اب بھلا ہم ہوئے رسوا سر بازار کہ تو

قولہ...... ''اگر آپ اعلام الناس کا جواب کسی سے تحریر کرائیں گے۔''

اقول...... یہ عادت تو آپ کے مرزا قادیانی کی ہے کہ وہ آپ سے اور اپنے مریدوں سے بھی تحریر کروایا کرتے ہیں اور عاجز کو تو جو کچھ آتا ہے خود ہی تحریر کر دیتا ہے۔ مگر آپ نے ناواقفیت کی وجہ سے ایسا فرمادیا تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

جب نہ ہوئے آشنا کوئی حقیقت آشنا
فی الحقیقت بے حقیقت ہم نہوں تو کون ہو

قولہ...... ''جس بحث میں اس ہیچمدان کی خطا ہوگی بعد تصفیہ ایسے ثالثوں کے جن کو علوم رسمیہ میں پورا دخل ہو دو اس طرف کے ہوں اور دو اس طرف کے۔ میں ضرور بالضرور اس خطا سے رجوع کروں گا۔ اللہ تعالیٰ کو اس پر گواہ کرتا ہوں۔ ''کفیٰ باللہ شھیدا''

اقول...... الحمدللہ! کہ آپ اس طرف آئے خدا کرے جو زبان سے کہا آپ کے دل میں بھی ہو اور اگر واقعی یہ بات آپ نے سچ کہی ہے اور آپ کے دل میں بھی ہے تو اپنے طرف کے دونوں ثالثوں کا نام بیان فرمایئے۔ اگر وہ ثالث باتمیز ہوں گے تو میں بھی انہیں پر حصر کر دوں گا۔

اس حال کو پہنچے ترے قصہ سے کہ اب ہم
راضی ہیں گر اعداء بھی کریں فیصلہ اپنا

لیجئے اب بات بڑھانی کچھ ضرور نہیں۔ آپ ثالثوں کے نام بتادیجئے۔ مجھے منظور ہے۔

کیجئے اقرار کچھ ایسا کہ پھر انکار نہ ہو
یعنی آپس میں کسی ڈول کی تکرار نہ ہو

قولہ...... ''حضرت مولوی صاحب اعلام الناس کا جواب دو اور ضرور جواب دو۔ یہی تو مباحثہ ہوجاوے گا اور پھر دوبارہ عرض کرتا ہوں کہ یہی تو مباحثہ ہے۔ وگر ہیچ!''

اقول...... حضرت احسن المناظرین صاحب آپ تو یہیں سے چوکڑی بھولے اعلام الناس کا جواب تو تیار ہے۔ اگر وہ کافی نہ ہوا تو میں بھی حاضر ہوں۔ مگر آپ کو تو اب ثالثوں ہی پر قائم رہنا چاہئے۔ ثالثوں کے نام بتایئے اور ضرور بتایئے تاکہ صورت تصفیہ کی ہوجائے اور تحریرات تو اب جانبین سے تاحیات جاری رہیں گے۔ اس سے کیا ہوتا ہے کوئی سوال بے جواب اور کوئی جواب بے جواب الجواب نہیں رہ سکتا۔ تصفیہ کی وہی صورت ہے جو جناب نے اوّل بیان فرمائی ہے اور یہ صورت عاجز کو بدل منظور ہے۔

ایک دم عمر طبیعی ہے یہاں مثل حباب
رکھ مکدر بس اے یار نہ اتنا ہم کو

قولہ...... "منبروں پر بیٹھ کر مجالس وعظ میں غیبت سب وشتم آبروریزی مومن مسلمان کی کرنے سے کچھ کامیابی نہ ہوگی۔"

اقول...... یہ بات تو در حقیقت ٹھیک ہے۔لیکن اس کی نسبت عاجز کی طرف غلط ہے۔اگر ذرا بھی غور کیجئے گا تو جناب کو معلوم ہو جائے گا کہ اس کا مصداق کون ہے، عاجز یا جناب؟ کیونکہ میں بحلف عرض کر چکا ہوں مگر آپ بار بار یہ بیجا شکایت جو محض بہتان ہے کئے جاتے ہیں۔اب اس کا فیصلہ انشاءاللہ تعالیٰ فیصلے کے دن ہو جائے گا۔"ترکت حسابی لیوم الحساب" مگر بہتر ہے کہ آپ غصہ سے درگزر کر کے کچھ عاجز کی بھی سنیں۔

پند گو اب تو ہی فرما کس کو سودا ہے یہ کون
اور کی سنتا نہیں اپنی ہی کہتا جائے ہے

قولہ...... "اب چند گزارش در بارہ اولہ یازدہ گانہ جناب کے مختصر مختصر عرض کرتا ہوں۔"

اقول...... بہتر ہے عاجز بھی اسی کو پسند کرتا ہے۔

قولہ...... "نمبر ۱،۴ الفاظ اعلام اور دعوے میں مجملہ نسبت اربعہ کے کون سی نسبت ہے۔"

اقول...... نمبر ۱،۴ بریں عقل ودانش بباید گریست۔جناب مولوی صاحب اگر حضور گرہ کی نہیں رکھتے تو جواب کے وقت تھوڑی دیر کے لئے کسی سے ادھار ہی لے لیا کیجئے کہ دوسرے کی بات تو سمجھ میں آ جائے۔عاجز نے اعلام اور دعوے میں کب نسبت مساوات ولفظ اعلام سے آپ کا دعویٰ ثابت کیا ہے۔بلکہ نمبر ۱،۴ تک ثبوت خطاب عام میں نقل ہوئے ہیں اور وہ اظہر من الشمس ہے۔نہ ثبوت دعویٰ میں۔لہٰذا گزارش ہے کہ نمبر ۱،۲،۳،۴ واپس لے کر اپنے اوّل اور عاجز کے دوسرے خط کو دوبارہ ملاحظہ فرمائیے اور اب سوچ سمجھ کر جواب عنایت فرمائیے۔

قولہ...... "یہ خطاب کس سے ہے آپ سے یا مولوی محمد حسین صاحب سے پھر اس میں دعویٰ کہاں ہے۔"

اقول...... جب خطاب عام کا آپ اقرار کر چکے تو اس باب میں اب زیادہ گفتگو کی ضرورت نہیں۔علاوہ اس کے احسن المناظرین ہونے کا تو آپ کا اقرار ہی ہے تو مولوی محمد حسین صاحب کی کیا خصوصیت ہے؟ جو جویائے حق آپ کے پاس آئے، آپ کو اس کی طمانیت لازم ہے اور

مدعی بنانے میں مجھے اور کسی قاعدے کے بتانے کی ضرورت نہیں۔مرزا قادیانی کا الہام آپ کے واسطے کافی ہے۔دیکھو اشتہار مورخہ ۱۷/۱اکتوبر ۱۸۹۱ء کو۔پس جس قاعدہ سے مرزا قادیانی نے شیخ الکل سید نذیر حسین محدث کو مدعی بیان فرمایا ہے وہ جناب ملاحظہ کرلیں۔یہی جواب کافی ہے۔

قولہ...... ''نمبر ۶ تا ۹۔''

اقول...... اس کو بھی تامل کے ساتھ ملاحظہ فرمایئے اور عاجز کے خطوط غور سے دیکھیے۔خاص کر اس خط کا جواب الجواب نمبر ۵ اچھی طرح ملاحظہ ہو۔بعد ملاحظہ کے آپ خود دوبارہ جواب کی تکلیف فرمائیں گے اس میں عاجز کو زیادہ گزارش کی ضرورت نہیں۔

قولہ...... ''مولوی محمد حسین کے خطاب میں عرض کیا تھا۔نہ کہ جناب کے۔''

اقول...... ناظرین!اب میرے خط نمبر ۲ میں مولوی صاحب کے فقرہ نمبر ۱۰ کو اور میری اس جگہ کی گزارش کو اور مولوی صاحب کے اس جواب کو مکرر ملاحظہ فرما کر ذرا انصاف فرمائیں کہ مولوی صاحب کے جواب کو اس عاجز کی گزارش سے کچھ بھی تعلق ہے۔عاجز کیا گذارش کرتا ہے مولوی صاحب کیا ارشاد فرماتے ہیں؟

قولہ...... ''لیکن بسبب اصرار بار بار کے جناب کو بھی پوری آزادی دی جاتی ہے کہ جواب اعلام الناس کا تحریر کرائیں اور ضرور تحریر کرائیں۔''

اقول...... حضرات ناظرین اب مولوی صاحب سے تو انصاف کی امید معلوم؟ آپ ہی انصاف کریں اور عنقریب جواب اعلام الناس بھی شائع ہوا جاتا ہے۔پھر دیکھیں مولوی صاحب کیا فرماتے ہیں؟

قولہ...... ''لیکن جو کوئی صاحب بھوپال میں تشریف لاکر اس فقیر کی آبروریزی کریں۔''

اقول...... مولوی صاحب نے پھر ڈیڑھ صفحہ اس شکایت بے جا سے بھر دیا۔مگر میں اس کے جواب میں سوا اس کے اور کچھ نہیں عرض کرتا۔''واللّٰہ المستعان علی ماتصفون ''مولوی صاحب جو لوگ آپ کی باتوں کو بلا تحقیق باور کرلیں گے۔ان کے سامنے تو آپ نے انکار مناظرہ کی ایک صورت دکھادی۔مگر جب یہ معاملہ علیم وخبیر کے سامنے پیش ہوگا۔وہاں کے واسطے بھی کوئی جواب سوچ لیجئے۔وہاں کیا جواب دو گے۔

برائی میں ہماری وہ اگر اپنا بھلا سمجھے
برا سمجھے برا سمجھے برا سمجھے

قولہ...... "باوجود ممانعت اپنی سرکار دامت اقبالہا کیونکر قدم رکھ سکتا ہوں۔"

اقول...... مولوی صاحب جس سرکار عالیہ دامت حشمتہا کا نمک کھاتے ہو اس پر یہ تعصب کی بے جا تہمت لگاتے ہوئے آپ کو خدا کا خوف نہیں آتا اور دروغ گویم برروئے تو لاحول ولاقوۃ الا باللہ سرکار عالیہ بھوپال دامت اقبالہا نے کب مجھ کو یا آپ کو ممانعت کی ہے اور کب ایسا ہو سکتا ہے کہ میں اس ریاست میں آزاد ہوں اور آپ نہیں؟ جس طرح تمام رعایا برٹش گورنمنٹ مذہبی معاملات میں آزاد ہے۔ اسی طرح تمام رعایا گورنمنٹ بھوپال لازال شمس العزو الاقبال بھی آزاد ہے۔ درباب آزادی مذہب رعایا ملکۂ انگلستان اور رعایا ملکۂ بھوپال میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ آپ کا صاف اور صریح بہتان ہے۔ اپنی معظمہ دامت ملکہا پر اگر سچے ہو تو تصدیق کراؤ۔ یہ ایک بے جا اور سراسر غلط الزام ہے۔ اس رحم دل منصف مزاج گورنمنٹ بھوپال پر جس کا ایک عالم شکر گزار ہے اور یہ فقیر عاجز بھی اس سرکار سراپا عدل وداد کا ہر دم شکر گزار اور دعا گو ہے۔

پس از صلوٰۃ وظائف بصد خشوع خضوع دعا جناب الٰہی میں ہے یہ صبح و مسا
یہ مہر طے کرے جب تک منازل فلکی یہ ماہ اس سے کرے جب تلک کہ کسب ضیا
نماز تا کہ جماعت سے ہووے مسجد میں زبانوں پر ہو رواں جب تلک کہ نام خدا
یہ سایہ قد پاک کا تا قیامت ہو بفرق جملہ رعایا خصوص برسرما

قولہ...... "جناب کن میں آپ سے ہارا اور پھر ہارا۔"

اقول...... اے حضرت مولوی صاحب یہ تو ہی مذاکرہ ہے یا رندوں کا جھگڑا یا کلب گر اس گفتگو میں ہار جیت کا کیا کام؟ مگر جناب کی عادت کہاں جائے جو بات دل میں بسی ہوئی ہے۔ زبان پر بھی آئے اور آئے۔

جو دل قمار خانہ میں بت سے لگا چکے
وہ کعبتین چھوڑ کے کعبہ کو جا چکے

قولہ...... "میدان اور اکھاڑوں کی یاد و تذکار جناب کے ہی خیال میں بسی ہوئی ہے۔"

اقول...... پانچوں مہندی کی بیروں مہندی اپنے بچپن اور وں دیندی جناب عالی! جادو وہ جو سر پہ بولے جس کے خیال میں بسی ہوئی ہے۔ اس کی زبان پر بھی آئے۔

قولہ...... "دہلی میں ایسے میدان اور اکھاڑے بہت کثرت سے ہو چکے ہیں۔"

اقول...... حضرت مولوی صاحب دہلی کو امر دے ہے سے کیا نسبت وہاں کی پنہادیوں کی نقل اور تجر

کی مثل مشہور عالم ہے۔آپ کا وہی وطن شریف ہے یا قادیان زیادہ نیک نام ہے۔دہلی امروہے اور قادیان کے مقابل کیونکر نیک نام ہو کہ آج تک نہ کوئی دہلی کا جاہل نبی بنا، نہ کوئی عالم اس کا فرشتہ بنا۔(گوفرشتہ سیرت بہت ہوئے) نہ دہلی کے حق میں مثل قادیان کوئی آیت قرآن مجید میں نازل ہوئی (دیکھو ازالہ اوہام حاشیہ ص ۷۷، خزائن ج ۳ ص ۱۳۹ حاشیہ) واقع میں نیک نام تو اوّل قادیان ہے۔اس کے بعد امروہہ۔کیونکہ وہاں شیخ سدو صاحب کا مقام ہے۔مگر جناب من سزاوار عتاب تو عاجز ہے۔دہلی نے کیا قصور کیا جو اس پر عتاب ہو رہا ہے۔

بے وجہ عداوت کا سزا دار تو میں ہوں
اوروں پہ ہے کیوں ظلم گنہگار تو میں ہوں

قوله...... ’’اس دعوے کے لئے دو بیٹوں کا پیدا ونشان دے دیا گیا ہے۔‘‘

اقول...... چونکہ جناب نے آگے تجارت کا ذکر کیا ہے۔عاجز کو دو بیٹوں کا شبہ ہوا خیر ہوئی کہ فوراً خیال میں آ گیا۔بیٹوا ہے۔حضرت اگر اس بیان میں سچے ہو تو قربان علی صاحب لکھنوی کے ایک ہزار روپے تو مرزا قادیانی سے دلوا دیجئے کہ مجھے بھی دس ہزار کی امید ہو۔اگر پوری نہ دلوا سکو آدھے پونوں ہی پر معاملہ کرا دیجئے۔انکا اشتہار میں نے آپ کو بھیج دیا ہے۔ورنہ اس بیجا تعلّی سے کیوں خلق کی نظر میں سبک ہوتے ہو۔غیر قومیں تم پر ٹھٹھے مارتی ہیں اور تمہیں شرم نہیں آتی۔

قوله...... ’’یہ دس ہزار پانچ سو روپیہ ہو گیا۔آپ کی تجارت کی بھی بڑی ترقی ہو جائے گی اور اگر اطمینان نہ ہو تو حضرت اقدس مرزا قادیانی تمسک لکھنے کو بھی کہتے ہیں۔تمسک لکھوا لیجئے وہ ایک رئیس اور تعلقہ دار اور حارث آدمی ہیں۔کسی اپنی جائیداد کو مکفول کر دیں گے۔‘‘

اقول...... معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی کو ایک رئیس اور مالدار آدمی سمجھ کر آپ ان پر ایمان لائے ہیں اور اپنی طبیعت کے موافق عاجز کو بھی بیلا بیچ دلاتے ہیں۔’’اعوذ باللہ السمیع العلیم من وسوسۃ الشیطان الرجیم‘‘ جناب من میں آپ کو مطلع کرتا ہوں کہ یہ سب مرزا قادیانی کے ڈھونگ اور ڈھکوسلے ہیں۔اگر آپ سے مرزا قادیانی نے کوئی وعدہ کیا ہے تو آپ اپنا اطمینان کر لیجئے۔ورنہ پچھتائے گا وہاں سوائے چکنی چپڑی باتوں کے کچھ نہیں اللہ تعالیٰ حکیم نورالدین کی عمر اور روزگار میں برکت دے کہ مبلغ تیں روپے ماہوار کے علاوہ سیکڑوں روپے سے مرزا قادیانی کی مدد کرتے ہیں۔کیسا تعلقہ، کیسی جاگیر، کہاں کے رئیس، کیسے حارث یہ سب حارث ہی کی سی باتیں ہیں۔ذرا (ازالہ اوہام) کو ملاحظہ فرمایئے مرزا قادیانی کیا لکھتے ہیں:’’حبی

فی اللہ ''مولوی حکیم نورالدین بھیروی، مولوی صاحب ممدوح کا حال کسی قدر رسالہ فتح الاسلام میں لکھ آیا ہوں۔ لیکن ان کے مال سے جس قدر مجھے مدد پہنچی ہے میں کوئی ایسی نظیر نہیں دیکھتا جو اس کے مقابل پر بیان کرسکوں۔ (ازالہ اوہام ص ۷۷۸، خزائن ج ۳ ص ۵۲۰)'' لیکن پھر بھی انہوں نے بارہ سوروپے نقد متفرق حاجتوں کے وقت اس سلسلہ کی تائید میں دیا اور اب بیس روپے ماہواری دینا اپنے اوپر واجب کرلیا اور اس کے سوا اور بھی ان کی مالی خدمات ہیں جو طرح طرح کے رنگوں میں ان کا سلسلہ جاری ہے۔''

(ازالہ اوہام ص ۹۴۳، خزائن ج ۳ ص ۶۲۳) ''عالی ہمت دوستوں کی خدمت میں گذارش۔ چونکہ طبع کتاب (ازالہ اوہام) میں معمول سے زیادہ مصارف ہوگئے ہیں اور مالک مطبع اور کاتب کا حساب بے باق کرنے کے لئے روپے کی ضرورت ہے۔ لہٰذا بخدمت جمیع مخلص دوستوں کے التماس ہے کہ حتی الوسع اس کتاب کی خریداری سے بہت جلد مدد دیں جو صاحب چند نسخے خرید سکتے ہیں۔ وہ بجائے ایک کے اس قدر نسخے خرید لیں۔ جس قدر ان کو خریدنے کی خداداد مقدرت حاصل ہے اور اس جگہ اخویم مکرم مولوی حکیم نورالدین صاحب معالج ریاست جموں کی نئی امداد جو انہوں نے کئی نوٹ اس وقت بھیجے قابل اظہار ہے۔ خداتعالیٰ ان کو جزاء خیر بخشے۔ ایسا ہی اخویم مکرم فضل دین صاحب بھیروی نے علاوہ اس تین سوروپے کے جو پہلے بھیجا تھا اب ایک سوروپے اور بھیج دیا۔''

مجھے اس امر پر اعتراض نہیں ہے کہ یہ لوگ مرزاقادیانی کو دیتے ہیں یا مرزاقادیانی ان سے کیوں لیتے ہیں۔ اس کا دینا ان کے اعتقاد کے موافق سعادت ہے۔ مگر مولوی صاحب کی تعلّی اور لالچ دہی کا جواب ہے۔ دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ ازالہ اوہام کی کل لاگت تخمیناً چار سو کی ہے اور چار سو فضل دین سے آچکے اور حکیم نارالدین کے نوٹ علاوہ رہے اور فی جلد تین روپے اس کی قیمت رکھی ہے۔ جس کے حساب سے اکیس سو ہوئے۔ اب فرمائیے کہ یہ لالچی کون ہے؟ اور یہ کیسے رئیس اور تعلقہ دار مالدار ہیں؟ اگر اس ریاست پر یہ حال ہے تو اور تو میں کچھ نہیں کہتا۔ مگر آپ کے حال پر ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھتا ہوں۔

قولہ..... ''پھر گزارش یہ ہے کہ احقر نے کون سے الہام کو بلا بینہ تسلیم کرلیا ہے۔''

اقول..... گزارش یہ ہے کہ جناب نے مرزاقادیانی کے الہام کو جن بینہ سے تسلیم کیا ہے۔ مہربانی فرماکر ان کو بیان کردیجئے اور براہین احمدیہ کے الہاموں کا حال اکثر تو ظاہر ہوگیا اور ظاہر

ہوتا ہے اور عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ ظاہر ہو جائے گا اور تاویل بعیدہ تو ہر شخص اپنے کلام کی کر لیتا ہے۔اس میں مرزا قادیانی کی کیا خصوصیت ہے؟

قولہ...... ’’حسن ظن کی تعریف سے ہیچمدان کو آگاہ کیا جاوے۔‘‘

اقول...... مرزا قادیانی کو جو الہام ہو وہ صحیح اگرچہ قرآن وحدیث کے خلاف ہو۔ مرزا قادیانی کے مقابل خدا کا کلام ہو یا رسول کا اس کی تحریف کرنی، اس کا نام تاویل رکھنا، تمام مسلمانوں کو خلف سے سلف تک غلطی پر، بلکہ گمراہ جاننا مرزا قادیانی کی حمایت میں مسلمانوں کو جھوٹا سمجھنا یہی تعریف حسن ظن کی ہوگی۔

قولہ...... ’’چند اقوال مولانا اسماعیل شہید علیہ الرحمۃ المغفران کے تقویۃ الایمان سے نقل کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ جناب ان اقوال کی نسبت کیا فرماتے ہیں۔نمبر۱تا۶۔الی قولہ یہ چند اقوال لکھے گئے اور بھی بہت ایسے اقوال تقویۃ الایمان میں ہیں۔‘‘

اقول...... آپ کے بہت سے برادر وہ سب اقوال بھی، جو آپ نے چھوڑ دیئے ہیں۔لکھ کر طبع کر چکے ہیں اور اس کے جواب بھی چھپ چکے ہیں. دیکھو اور عاجز کو ان اقوال ودیگر آپ کے برادران کے اقوال کے باب میں جو کچھ عرض کرنا تھا۔وہ رسالہ ہدایت المؤمنین میں عرض کر چکا ہے۔آپ اس کا جواب دیجئے اور ضرور دیجئے عاجز بھی جواب الجواب لکھے گا۔انشاء اللہ تعالیٰ!

دوسری عرض اس بات میں یہ ہے کہ مولانا اسماعیل شہید علیہ الرحمۃ کو میں کسی درجہ کا بھی نبی نہیں جانتا اور نہ ان کے کلام کو انبیاء کی وحی کی طرح دخل شیطان سے منزہ مانتا ہوں اور آپ کا اعتقاد مرزا قادیانی کی نسبت یہی ہے۔کیونکہ مرزا قادیانی ارشاد فرماتے ہیں:’’عاجز اس امت پر محدث بامر اللہ ہے اور محدث بھی ایک نبی ہی ہوتا ہے اور اس کی وحی بھی انبیاء کی وحی کی طرح دخل شیطان سے منزہ ہوتی ہے۔‘‘ (توضیح المرام ص۱۸،۱۹، خزائن ج۳ ص۶۰ ملخص)

لہٰذا اس صورت میں مرزا قادیانی کا کلام آپ پر حجت ہے اور مولانا صاحبؒ کا کلام عاجز پر حجت نہیں میں ان کے کلام کو مثل وحی اور وہ بھی مثل وحی انبیاء کے دخل شیطان سے منزہ ہرگز ہرگز نہیں مانتا بلکہ میرے اعتقاد میں مولانا غیر معصوم تھے اور ان کے کلام میں بھی غلطی کا امکان ہے۔

قولہ...... ’’اور صراط مستقیم میں لکھا ہے۔‘‘

اقول...... مرزا آغا اور جو اقوال صوفیہ کے آپ نے نقل فرمائے ہیں وہ اور ان کے علاوہ اور بہت سے اقوال پادری فنڈر صاحب نے مفتاح الاسرار میں نقل کئے ہیں۔آپ جواب مفتاح الاسرار کو

ملاحظہ فرمالیجئے اور اگر حوصلہ ہو تو اس کا جواب لکھئے۔ عاجز جواب الجواب لکھے گا ان شاء اللہ تعالیٰ!

قول...... ''جو اقوال ثمانیہ جناب نے مرزا قادیانی کے ازالہ سے نقل فرمائے ہیں۔ وہ یا تو جناب کی خوش فہمی ہے یا محض خلاف نفس الامر۔''

اقول...... ناظرین مولوی صاحب کے اس قول کو ضرور یاد رکھیں (یا محض خلاف نفس الامر) اب اگر مولوی صاحب قصداً جھوٹ نہیں بولتے تو ان اقوال ثمانیہ میں سے ایک تو خلاف نفس الامر بتلا دیں گے اور اگر ان میں سے ایک کو بھی مولوی صاحب خلاف نفس الامر نہ فرمائیں گے تو تمہید میں محض خلاف نفس الامر کہہ دینے سے مولوی صاحب کو اپنا جھوٹ بولنا خود قبول کرنا پڑے گا۔

قول...... ''یہ خطاب نفسانی مولویوں اور خشک زاہدوں سے ہے جو آسمانی دروازوں کو بند کرنا چاہتے ہیں۔''

اقول...... یہ اوّل ارشاد ہو کہ یہ عرض میری محض خلاف نفس الامر تو نہیں ہے۔ جب واقعی ہے تو مجھے کچھ جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ ہاں آپ جیسے خوش فہم لوگوں کے لئے کسی قدر تشریح کی ضرورت ہے۔ کیوں جناب مولوی صاحب وہ کون سے مولوی صاحبان ہیں۔ جن کی نسبت مرزا قادیانی ایسا فرماتے ہیں۔ وہی جو مرزا قادیانی کو کسی درجہ کا بھی نبی نہیں جانتے۔ وہی جو مرزا قادیانی کی وحی کو انبیاء علیہم السلام کی وحی کی طرح دخل شیطان سے منزہ نہیں مانتے۔ وہی جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی جسمی معراج کے غلط خیال میں پڑے ہوئے ہیں۔ وہی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزوں کو شعبدہ نہیں کہتے۔ وہی جو مرزا قادیانی کو استعارہ کے طور پر تثلیث میں شریک نہیں سمجھتے اور نہ مرزا قادیانی کو ابن اللہ کہتے ہیں۔ وہی جو حضرت جبرائیل علیہ السلام کا حضور پاک ﷺ کے پاس آنا بموجب حدیث متفق علیہ بروایت عمر بن الخطابؓ مانتے ہیں اور ملائکہ کو ارواح کواکب نہیں جانتے۔ وہی جو لیلۃ القدر کو درحقیقت ایک رات مانتے ہیں اور آیت متضمن ذکر سجدہ آدم کو حضرت آدم ہی کے حق میں جانتے ہیں۔ وہی جو قادیان کی عزت مثل مکہ شریف اور مدینہ منورہ کے قبول نہیں کرتے۔ وہی جو مرزا قادیانی کو مسیح موعود نہیں کہتے۔ بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے ابھی تک منتظر ہیں۔ وہی جو انگریزوں کو دجال نہیں کہتے بلکہ دجال کے حال کو بموجب احادیث صحیحہ کے مانتے ہیں اور ریل کو بموجب ارشاد مرزا قادیانی دجال کا گدھا نہیں کہتے۔ جس پر مرزا قادیانی اقدس سفر کیا کرتے ہیں۔ شاید انہیں عقائد کی وجہ سے مرزا قادیانی ان علماء کے حق میں فرماتے ہیں کہ: ''میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایک کافر مومن ہو جانا تمہارے ایمان لانے سے زیادہ تر آسان ہے۔'' (ازالہ اوہام ص۶، خزائن ج۳ ص۱۰۵)

اور آیت ’’واذ تخلق من الطین ‘‘ کے ماننے والوں کوتھوڑا سا ہیر پھیر کرتے کے مرزا قادیانی نے صاف فرما ہی دیا کہ: ’’ایسے خیال رکھنے والے بلاشبہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۲۹۷،۲۹۸، خزائن ج۳ ص۲۵۲ حاشیہ) اسی واسطے تو عاجز نے عرض کیا تھا کہ ہر طبقہ میں دس دس بیس بیس نہیں تو دو دو چار چار تو ایسے مسلمان گنوا دیجئے جو مرزا قادیانی کے ہم اعتقاد اور ہم خیال ہوں تو ماسوا کو پھر دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جائے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ جناب تو دو چار نام بھی ایسے نہیں بتا سکے اور نہ بتا سکتے ہو۔ کیونکہ ایسے اعتقاد کا ایک مسلمان بھی اس تیرہ سو برس میں نہیں گزرا تو اس صورت میں مرزا قادیانی اور ان کے دو چار مخلصوں کے علاوہ سبھی کو کافر سمجھنا پڑے گا۔ نعوذ باللہ منہا! اور پھر باوجود اس کے کیسی سادگی سے مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ: ’’مرزا قادیانی نے تو کسی مسلمان کو کافر یا مشرک نہیں کہا اور ایک لفظ بھی دشنام کا استعمال نہیں کیا۔ مولوی اسماعیل شہیدؒ نے مسلمانوں کو مشرک لکھا ہے۔ تقویۃ الایمان کو دیکھو۔‘‘

آفرین بادتری ہمت کو تراب شیدا
عشق کافر کا کیا آپ مسلمان رہا

قولہ...... ’’آپ کے وعظ میں تو کہیں اس سے زیادہ ترسخت الفاظ ہوتے ہیں۔‘‘

اقول...... اگر سچے ہو تو تحقیق کراؤ۔ ورنہ اس قدر جواب میری طرف سے کافی ہے۔ ’’لعنۃ اللہ علی الکاذبین‘‘

قولہ...... ’’پھر اس پر طرہ یہ کہ خاص خاص اشخاص کا نام لے کر۔‘‘

اقول...... اگر سچے ہوتے تو خود آ کر یا کسی معتبر کو بھیج کر جامع مسجد میں کسی معتبر کی گواہی سے اس کی تصدیق کروا دیتے اور اب سہی مگر مرزا قادیانی کا خاص خاص اشخاص کو نام لے کر برا کہنا تو میں ثابت کئے دیتا ہوں۔ اگر ایمان ہے تو شرماؤ گے۔ کیونکہ حیاء شعبہ ایمان ہے۔ دیکھو (اشتہار ۱۷؍اکتوبر ۱۸۹۱ء) جس میں حضرت شیخ الکل کی نسبت لاف وگزاف بکا ہے اور دیکھو تقریر واجب اعلان (۲۳؍اکتوبر ۱۸۹۱ء) جس میں علاوہ درشتی کوئی دقیقہ کذب بھی اٹھا نہیں رکھا اور کتاب ’’سجلناہ من عندنا ‘‘ کو بھی ملاحظہ فرمالیجئے اور مولوی اسماعیل صاحب علی گڑھی کی نسبت رسالہ فتح الاسلام میں دیکھو کیا کیا لکھا ہے اور مولوی عبدالرحمن لکھو کے والے اور مولوی عبدالحق وغیرہم کی نسبت جو جو کچھ لکھا ہے اس سب حال سے آپ خبردار ہیں۔ کیوں جناب مولوی صاحب یہی انصاف ہے۔ یہی حسن ظن ہے۔ یہی داب مناظرین دین ہے۔ اسی کا نام تقویٰ ہے؟ ’’کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون‘‘

قولہ..... ''بعض صاحبوں نے اس کے استغاثہ کا مجھ کو مشورہ دیا۔''

اقول..... اگر اللہ تعالیٰ کے مواخذہ پر چھوڑتے تو اس قدر اس بے جا اور غلط شکایت میں اوراق سیاہ نہ کرتے۔ کیونکہ عند اللہ اگر وہ اقوال قابل مواخذہ ہیں تو بغیر آپ کی طول بیانی کے بھی اللہ تعالیٰ مواخذہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص کے بیان اور نیت سے واقف ہے۔ ہماری شکایت سے کچھ نہیں ہوتا اور وہ ارحم الرحمین مجھ پر اور آپ پر رحم فرمائے ورنہ ہر بات ہماری قابل مواخذہ ہے۔''وما ابری نفسی ان النفس لا مارة بالسوء الا ما رحم ربی ان ربی لغفور رحیم ''مولوی صاحب اگر یہ ارشاد آپ کا سچ ہے تو بے شک مواخذہ کے قابل ہے اور اگر آپ نے گریز مناظرہ کے حیلہ کے لئے عاجز پر تہمت لگائی ہے تو میری حمایت کو اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ آپ ضرور استغاثہ کریں۔ خرچ مجھ سے منگالیں ان شاء اللہ تعالیٰ بے حجت و تکرار پیش کروں گا اور عاجز تو کچھ عرض نہیں کر سکتا۔ جو کچھ آپ فرماتے ہیں اگرچہ یہ بالکل غلط ہے۔ مگر نہ اس کا استغاثہ کرنے کو دل چاہتا ہے نہ یہ منظور ہے کہ میری وجہ سے آپ اللہ تعالیٰ کے مواخذہ میں گرفتار ہوں یا کوئی کلمہ گو جو مجھ کو کچھ کہتا ہے یا کوئی بدسلوکی کرتا ہے میری یہ خواہش نہیں کہ یوم حساب میں اس سے مواخذہ ہو۔ اللہ تعالیٰ سب پر رحم فرمائے اور مجھ پر بھی اور اللہ کی حکمت ''لا ملئن جھنم ''پر میرا ایمان ضرور ہے۔ مگر دل نہیں چاہتا کہ ایک شخص بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب میں گرفتار ہو۔''ان تعذبھم فانھم عبادك وان تغفرلھم فانك انت العزیز الحکیم ''اور کسی کے برا کہنے کا برا ماننا واقعی لونڈا پن ہے۔

گر از دشنام رنجی وشوی از مدح خوش طفلے
دلے مرد آنزمان گردی کہ ہر دو گرددت یکساں

قولہ نمبر:۲ ''مولوی صاحب ذرا اللہ تعالیٰ سے بھی خوف کرنا چاہئے یہ تقریر تو کسی معترض کے اعتراض کی ہے۔ جو مرزا قادیانی نے واسطے جواب دینے کے ازالہ میں نقل کی ہے۔ نہ اس واسطے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک حضرت عیسیٰ بن مریم فی الحقیقت اس اعتراض کے مورد ہیں۔''

اقول..... مولوی صاحب یہ نصیحت تو آپ کی بہت ہی پسندیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو توفیق عنایت کرے۔ مگر یہ ارشاد آپ کا بالکل غلط ہے۔ یہ تقریر کسی معترض کے اعتراض کی نہیں ہے۔ اگر آپ کو کچھ بھی حمیت اسلام باقی ہے تو مرزا قادیانی سے دریافت کر کے اس کتاب اور معترض کا نام تحریر فرمائیے۔''فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا''

قولہ...... ''اے مولوی صاحب اتق اللّٰہ''

اقول...... اے جناب احسن المناظرین صاحب اگر واقعی آپ کو قیامت پر ایمان ہے اور اللہ اور رسول سے شرم۔ تو اوّل اس معترض اور کتاب کا نام بحوالہ سنہ طبع وصفحہ بتا دیجئے۔ جس میں بقول جناب کے کسی معترض نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پر یہ اعتراض کیا ہے۔ بعد تصحیح نقل کے جو کچھ لام کاف جناب نے عاجز کے حق میں تحریر فرمایا ہے اور دل کے پھپولے پھوڑے ہیں اور بخار نکالا ہے سب بجا اور درست ہے۔ ورنہ میرے طرف سے بھی یہی جواب ہے کہ ''اتق اللّٰہ''

قولہ...... ''حضرت میں آپ سے ہارا اور پھر ہارا۔''

اقول...... واہ جناب صدقے جایئے آپ کے معلم کے کہ اس سفید ریش پر کیا مناسب الفاظ منہ سے نکلتے ہیں۔ گویا پھول جھڑتے ہیں۔ میں سچ عرض کرتا ہوں۔ جناب کے یہ جاؤ بے جا طعن، طنز یہ تمسخر وظرافت عاجز کو کچھ نہ ابھارتی ہے۔ نہ اشتعال کا سبب ہوتی ہے۔ پھر اس سے کیا فائدہ اور یہ جو کہیں کہیں عاجز کے قلم سے کوئی بات نکل گئی ہے۔ یہ جناب ہی کی تقریر کا اعجاز ہے۔ ورنہ عاجز کو اس سے پہلے کبھی اس شکایت وظرافت لکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔

مردے کو جلاتی ہے تری تازگی تقریر
اعجاز کا اعجاز ہے تقریر کی تقریر

قولہ نمبر:۳ یہ اعتراض بھی ''لا تقربوا الصلوٰۃ'' سے آگے بڑھا ہوا ہے۔

اقول...... اے حضرات ناظرین با تمکین! اللہ تعالیٰ مجھ کو اور آپ کو اپنی رحمت عام سے اپنی رضا جوئی کی توفیق دے اور میرے بھائی فرضی مسیحیوں کو بھی قلب سلیم اور دماغ روشن عنایت فرمائے کہ وہ حق و باطل میں تمیز کریں۔ بات یہ ہے کہ میرے مخاطب چونکہ ایک مولوی صاحب ہیں اور وہ بھی فرضی مسیحیوں میں احسن المناظرین اور اپنے مسیح کی تمام تصنیف دیکھے بھالے اس وجہ سے میرے فہم نے تصور کیا کہ تفصیل کی ضرورت نہ سمجھا۔ مولوی صاحب اب میں حضور کے ذہن کے موافق تفصیل کئے دیتا ہوں اچھی طرح سن لیں۔ اے ناظرین! اس گروہ کا یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی پر اعتراض کرنا یا کسی کو برا کہنا یا اس پر سب وشتم کرنا چاہتے ہیں تو اپنے دل کے بخار نکالنے کے لئے یہ ذریعہ گھڑ لیتے ہیں کہ اوّل کوئی اعتراض اس کی طرف سے اپنے اوپر گھڑتے ہیں۔ پھر دل کھول کر اس پر سب وشتم کرتے ہیں اور غرض اس سے یہ ہوتی ہے کہ سامعین کے دل میں اس شخص یا اس کے کلام کی وقعت مرزا قادیانی سے یا مرزا قادیانی کے کلام سے زیادہ نہ دکھائی دے یا بالکل جاتی رہے۔ چنانچہ مرزا قادیانی ۱۷؍اکتوبر ۱۸۹۱ء کو ایک اشتہار حضرت شیخ الکل جناب مولانا سید محمد

نذیر حسین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی نسبت لکھا۔ مولانا صاحب نے ایک لفظ بھی سخت مرزا قادیانی کو اپنے کسی خط میں نہیں لکھا تھا۔ جن کی نقل آپ نے ملاحظہ کی ہوگی۔ خواہ مخواہ مولانا صاحب کی طرف سے اپنی نسبت چند بے جا باتیں تراش کر جناب موصوف پر سب وشتم سے اپنا اشتہار بھر دیا۔ پھر اس پر بھی صبر نہ کیا۔ ۲۳ر اکتوبر ۱۸۹۱ء کو ایک اور تقریر ان کی نسبت چھاپ دی جس سے مرزا قادیانی نے ان کی وقعت کو اپنے زعم باطل اور خیال فاسد میں خلق کے دل سے بالکل اٹھا دینا چاہا تا کہ مرزا قادیانی کے مقابل میں مولانا صاحب کی کسی تقریر یا تحریر یا کسی فتوے کا اثر نہ رہے۔ ایسا ہی جناب احسن المناظرین صاحب نے عاجز کے مقابل اس بہتان بندی اور افتراء پردازی سے خیال کر لیا ہے کہ نصف سے زائد مضمون حضرت کا رنگ برنگ سے اسی میں رنگا ہوا ہے۔

افسوس یہ بھول گئے۔ ’’فللّٰہ العزۃ جمیعا‘‘ اور ’’وتعز من تشاء وتذل من تشاء‘‘ اور ’’فللّٰہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین‘‘ چونکہ مرزا قادیانی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور اپنے کلام والہام کو مثل وحی انبیاء کے دخل شیطان سے منزہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس وجہ سے مرزا قادیانی نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ آپ مسیح موعود ہیں تو مثل مسیح کوئی معجزہ دکھلایئے۔ اس بناء پر چند اعتراض اپنے طرف سے تراش کر اپنے بیان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کی ایسی صورت دکھائی ہے کہ وہ بالکل بے کار و بے وقعت معلوم ہوں۔ چنانچہ نتیجہ اپنی لمبی چوڑی تقریر کا یہی نکالا ہے کہ: ’’یہ عاجز اگر مسیح کے اس فعل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو ان اعجوبہ نمائیوں میں ابن مریم سے کم نہ رہتا اور یہ کام مسیح کے ایسے قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام خیال کرتے ہیں۔‘‘ اس کی تفصیل عاجز آگے بیان کرتا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اسی طرح جب مرزا قادیانی نے اپنی اخلاقی حالت کو اچھا نہ پایا تو اپنے اوپر چند اعتراض فرضی گھڑ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایسے اعتراض کئے جن سے عیسیٰ علیہ السلام کی اس اخلاقی حالت پر جو قرآن مجید ان کی بیان فرماتا ہے۔ دھبہ لگ جائے اور بے وقعت معلوم ہو۔ اسی طرح جب اپنی وحی پر غور کی اور اچھا نہ دیکھا تو چند اعتراض فرضی اپنے اوپر کر کے قرآن مجید کے طرز بیان کی اپنے بیان میں ایسی صورت دکھائی کہ مرزا قادیانی کی وحی سے اس میں کوئی بہت زیادہ خوبصورتی اور عظمت نہ معلوم ہو۔ گویا یہ دکھایا ہے کہ جو اعتراض مرزا قادیانی کے الہام پر ہوتے ہیں۔ وہی قرآن مجید پر بھی ہوتے ہیں۔ نعوذ باللہ! اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کلام پر بھی اور جو اعتراض مرزا قادیانی پر ہوتے ہیں وہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی، اور معجزات تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مکروہ اور قابل نفرت مرزا قادیانی کی شان اس سے بالا وہ کیوں ایسے مکروہ کام کسی

طرف توجہ فرمائیں۔ اب بعد اس تمہید کے عاجز مرزا قادیانی کے کلام کی تفصیل اور اپنے اعتراض اور مولوی صاحب کا جواب اور اپنا جواب الجواب پیش کر کے ناظرین سے انصاف چاہتا ہے کہ یہ خوش فہمی یا نادانی عاجز کی ہے یا جناب احسن المناظرین صاحب کی حسن لیاقت ہے؟

مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ: ''پہلی نکتہ چینی اس عاجز کی نسبت یہ کی گئی ہے کہ اپنے مخالفین کی نسبت سخت الفاظ استعمال کئے۔'' دیکھو (ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۱۲،۱۳، خزائن ج۳ ص۱۰۸) حقیقت میں یہ نکتہ چینی مرزا قادیانی کی نسبت کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو۔ مگر مرزا قادیانی نے اس بناء پر قرآن مجید اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے کلام پر اعتراضوں کی بوچھاڑ کر دی اور جھاڑ باندھ دیا۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''اگر ہر ایک سخت اور آزاردہ تقریر کو محض بوجہ اس کی مرارت اور تلخی اور ایذا رسانی کے دشنام کے مفہوم میں داخل کر سکتے ہیں تو پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے پر ہے۔'' (ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۱۳، خزائن ج۳ ص۱۰۹) پھر انجیل شریف کی نسبت مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ: ''کسی نبی کے کلام میں ایسے سخت اور آزاردہ الفاظ نہیں ہیں۔ جیسے انجیل میں ہیں۔'' (ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۱۹، خزائن ج۳ ص۱۱۰)

حاصل یہ کہ (ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۱۲ تا ۳۶) تک برابر یہی مذکور ہے۔ جس میں سے کل تو میں نہیں بیان کر سکتا۔ مگر نمونے کے طور پر کچھ تھوڑا سا عرض کرنا بھی ضروری جانتا ہوں۔

مرزا قادیانی کے بعض اقوال بطور نمونہ

۱...... ''قرآن شریف جس آواز بلند سے سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے ایک غایت درجہ کا غبی اور سخت درجہ کا نادان بھی اس سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔ مثلاً زمانہ حال کے مہذبین کے نزدیک کسی پر لعنت بھیجنا ایک سخت گالی ہے۔ لیکن قرآن شریف کفار کو سنا سنا کر ان پر لعنت بھیجتا ہے...... ایسا ہی کسی انسان کو حیوان کہنا بھی ایک قسم کی گالی ہے۔ لیکن قرآن شریف نہ صرف حیوان بلکہ کفار اور منکرین کو دنیا کے تمام حیوانات سے بدتر قرار دیتا ہے...... ایسا ہی ظاہر ہے کہ کسی خاص آدمی کا نام لے کر یا اشارہ کے طور پر اس کو نشانہ بنا کر گالی دینا زمانہ حال کی تہذیب کے خلاف ہے۔ لیکن قرآن شریف میں بعض کا نام ابولہب اور بعض کا کلب اور خنزیر رکھنا اور ابوجہل تو خود مشہور ہے ایسا ہی ولید مغیرہ کی نسبت نہایت درجہ کے سخت الفاظ جو بصورت ظاہر گندی گالیاں معلوم ہوتی ہیں۔ استعمال کئے ہیں۔'' (ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۲۵ تا ۲۷، خزائن ج۳ ص۱۱۵،۱۱۶ ملخص)

پھر ارشاد فرماتے ہیں: ''اور اس جگہ ایک نہایت عمدہ لطیفہ یہ ہے کہ ولید مغیرہ نے نرمی اختیار کر کے چاہا کہ ہم سے نرمی کا برتاؤ کیا جائے۔ اس کے جواب میں اس کے تمام پردے کھولے

گئے۔"

(ازالہ اوہام حصہ اوّل حاشیہ ص ۲۹، ۳۰، خزائن ج ۳ ص ۱۱۷)

ناظرین! آپ کو یاد ہوگا کہ احسن المناظرین صاحب نے فرمایا تھا کہ یہ تو کسی معترض کی تقریر مرزا قادیانی نے جواب دینے کے لئے نقل کی ہے۔ اب میں عرض کرتا ہوں کہ مولوی صاحب اس کا نام بتلائیں کہ کس کافر نے کون سی کتاب میں یہ تقریر کی ہے۔ ہرگز مولوی صاحب نہ بتا سکیں گے تو اب اے ناظرین! آپ غور کریں کہ جناب احسن المناظرین نے یہ کیسا دھوکا دینا چاہا اور کتنا قبیح مغالطہ دیا ہے کہ جس کی ایک ذرہ اصل نہیں ہے۔ حضرات مرزا قادیانی نے اس لمبی چوڑی تقریر کا نتیجہ نکالا ہے کہ: "یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مؤمنین سے مداہنہ کی امید مت رکھو۔"

(ازالہ اوہام حصہ اوّل، خزائن ج ۳ ص ۱۱۷)

اس نتیجہ سے بھی صاف یہ بات نکلتی ہے کہ یہ کسی معترض کی تقریر مرزا قادیانی نے نقل نہیں کی۔ اصل بات وہی ہے جو عاجز نے عرض کی ہے۔ چونکہ مرزا قادیانی کا بھی یہ دعویٰ ہے کہ میرا کلام بھی مثل قرآن مجید بے مثل و بے مانند ہے۔ اس لئے مرزا قادیانی پر جو نکتہ چینی کی گئی انہوں نے بتلا دیا کہ یہ اعتراض نعوذ باللہ قرآن شریف پر بھی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ مرزا قادیانی ارشاد فرماتے ہیں: "وہ حکمت جو میرے منہ سے نکلتی ہے اگر کوئی بھی اس کی مانند کہہ سکتا ہے تو سمجھو کہ میں خدا کی طرف سے نہیں آیا۔"

(ازالہ اوہام حصہ اوّل ص ۲، ۳، خزائن ج ۳ ص ۱۰۴)

یہ ارشاد مرزا قادیانی کا مقابل اس آیہ کریمہ کے ہے۔ "وان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ" یہ دعویٰ مرزا قادیانی کا بالکل اس مصرع کے مطابق ہے۔ مصرعہ

مینڈکی کو بھی لو زکام ہوا

اب چونکہ مرزا قادیانی مسیح موعود یا ان کا مثیل بننا چاہتے ہیں۔ تو اسی طرح اپنی طرف سے اپنے اوپر ایک اعتراض گھڑ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اخلاق اور کلام اور معجزات پر ایسے اعتراض کئے ہیں کہ جس سے یہ نتیجہ پیدا ہو کہ حضرت عیسیٰ میں کوئی ایسی اعجوبہ بات نہ تھی جو مرزا قادیانی میں نہیں ہے۔ چنانچہ مرزا قادیانی ارشاد فرماتے ہیں۔ "مشابہت کے لئے مسیح کی پہلی زندگی کے معجزات جو طلب کئے جاتے ہیں اس بارہ میں میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ احیاء جسمانی کچھ چیز نہیں۔ احیاء روحانی کے لئے یہ عاجز آیا ہے اور اس کا ظہور ہوگا۔ ماسوا اس کے اگر مسیح کے اصلی کاموں کو ان حواشی سے الگ کر کے دیکھا جائے جو محض افتراء کے طور پر یا غلط فہمی کی وجہ سے گھڑے گئے ہیں تو کوئی اعجوبہ نظر نہیں آتا۔"

(ازالہ اوہام حصہ اوّل ص ۶، خزائن ج ۳ ص ۱۰۵)

پھر فرماتے ہیں کہ: ”میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے۔ مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں مرے گا۔“

(ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۴، خزائن ج۳ ص۱۰۴)

اب اسی اوّل نکتہ چینی کی بناء پر جو جو باتیں مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت بنائی ہیں۔ وہ ملاحظہ ہوں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اخلاق کی نسبت مرزا قادیانی کا بیان

”اس جگہ حضرت مسیح کی تہذیب اور اخلاقی حالت پر ایک سخت اعتراض وارد ہوتا ہے۔ کیونکہ متی ۲۳، باب میں وہ فرماتے ہیں کہ فقیہ اور فریسی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہوئے ہیں یعنی بڑے بزرگ ہیں اور انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ وہ لوگ یہودیوں کے مقتداء کہلاتے تھے اور قیصر کے دربار میں بڑی عزت کے ساتھ خاص رئیسوں میں بٹھائے جاتے تھے۔ پھر باوجود ان سب باتوں کے انہیں فقیہوں اور فریسیوں کو مخاطب کر کے حضرت مسیح نے نہایت غیرمہذب الفاظ استعمال کئے۔ بلکہ تعجب تو یہ ہے کہ ان یہودیوں کے معزز بزرگوں نے نہایت نرم اور مؤدبانہ الفاظ سے سراسر انکساری کے طور پر حضرت مسیح کی خدمت میں یوں عرض کی...... اور پھر اسی پر بس نہیں کی۔ بلکہ وہ ان معزز لوگوں کو ہمیشہ دشنام دہی کے طور پر یاد کرتے رہے۔“

(ازالہ اوہام ص۹ تا ۱۱ حاشیہ، خزائن ج۳ ص۱۰۷، ۱۰۸)

پھر لکھتے ہیں کہ: ”مسیح کا یہ کہنا سچ ہے کہ میں نیک نہیں ہوں۔“

(ازالہ اوہام ص۱۲، خزائن ج۳ ص۱۰۸)

پھر لکھتے ہیں کہ: ”حضرت مسیح کی سخت زبانی تمام نبیوں سے بڑھی ہوئی ہے اور انجیل سے ثابت ہے کہ اس سخت کلامی کی وجہ سے کئی مرتبہ یہودیوں نے حضرت مسیح کے مارنے کے لئے پتھر اٹھائے اور سردار کاہن کی بےادبی سے حضرت مسیح نے اپنے منہ پر طمانچے بھی کھائے۔“

(ازالہ اوہام حصہ اوّل حاشیہ ص۱۶، خزائن ج۳ ص۱۱۰)

عاجز نے مرزا قادیانی کے ان تمام بیانات کی نسبت اپنے خط نمبر۲ میں صرف یہ لکھا ہے کہ افسوس اب غیرقومیں کیا کہیں گی۔ میری غرض ان الفاظ سے صرف اسی قدر ہے کہ جس رنگ سے مرزا قادیانی نے بیان فرمایا ہے۔ اس سے غیرقومیں فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ مثلاً ایک منکر قرآن کہہ سکتا ہے کہ قرآن مجید کی سخت بیانی کی نسبت مرزا قادیانی کا جو مسلمان ہیں یہ بیان ہے۔ یہودی کہہ سکتا ہے کہ ایک مسلمان کا مسیح کے معجزات اور ان کی اخلاقی حالت کی نسبت یہ بیان

ہے۔اب ناظرین غور فرماسکتے ہیں کہ اس قدر اس محل پر عاجز کا عرض کرنا بے جا ہے یا بجا اور مولوی صاحب کا اس موقع پر عاجز کی نسبت یہ غصہ اور طول کلامی درست ہے یا سراسر تحکم؟

قولہ..... ''ایہا الناظرین ذرا ازالہ کو دیکھنا چاہیے کہ حضرت اقدس مرزا قادیانی کیا لکھتے ہیں۔ واضح ہو کہ کوئی معترض حضرت اقدس مرزا قادیانی پر یہ اعتراض کرتا ہے کہ تمہارے کلام میں سب وشتم ہے۔حضرت اقدس مرزا قادیانی اس کا جواب یہ دیتے ہیں۔''

اقول..... اے جناب احسن المناظرین ذرا ہوش میں آ کر بات کرو۔دوبارہ میرے خط نمبر۲ کو ملاحظہ فرماؤ عاجز نے یہ کب لکھا ہے کہ مرزا قادیانی کسی کے جواب میں نہیں لکھتے۔میرا اعتراض تو مرزا قادیانی کی طرز ادا پر ہے۔کیا جب کوئی ہم کو کہے کہ تم گالیاں بہت بکتے ہو تو معاذ اللہ ہم کو یہ جواب دینا زیبا ہے کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے بھرا ہوا ہے۔''لاحول ولا قوۃ الا باللہ'' مجھے یاد آیا کہ دہلی میں ایک صاحب مطبع پر جو ابھی تک زندہ ہے۔جس کا نام ظاہر کرنا میں نہیں چاہتا۔لذت النساء کے چھاپنے پر مقدمہ فوجداری قائم ہوا۔فرد جرم قرار داد لگائی گئی۔بحث کے وقت اس بے حیا ملزم نے مجسٹریٹ کے روبرو آ یہ حرکت بیان کر کے کہا کہ قرآن میں بھی فرج اور آسنوں کا ذکر ہے۔مجسٹریٹ نے اپنے فیصلہ میں لکھا کہ سو روپے جرمانہ اصل جرم کی سزا میں،بیس روپے جرمانہ بابت اس جرم کے کہ ملزم نے ہمارے مواجہ میں قرآن شریف کی نسبت گستاخی کی۔

ناظرین! اس نصرانی مجسٹریٹ کے انصاف کو ملاحظہ فرمایئے اور قادیانی مولوی صاحب کی دلیری کو کہ کس جوش کے ساتھ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ مرزا قادیانی پر کوئی معترض اعتراض کرتا ہے کہ تمہارے کلام میں سب وشتم ہے۔مرزا قادیانی یہ جواب دیتے ہیں کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے پر ہے۔استغفر اللہ! خوش اعتقادی اور خوش فہمی احسن المناظرین کی کس حد تک پہنچی ہے۔اے مولوی صاحب آپ کو کیا ہو گیا۔آپ تو محی السنہ مشہور تھے۔

کمین میں ہے مؤمن وہ کافر صنم
بس اب پاسبانی دین ہو چکی

قولہ..... نمبر۴:''یہ بھی بجواب معترض کہا گیا ہے۔''

اقول..... جوابہ مر آنفا۔

قولہ..... نمبر۵:''میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ جو شخص بحوالہ آیت''انی اخلق لکم من الطین'' کے یہ اعتقاد رکھے۔''

اقول..... مولوی صاحب بحوالہ آیت کسی مسلمان خاص کر کسی موحد نے کسی کتاب میں یہ اعتقاد اپنایا کسی کا بیان کیا ہو تو اس کا حوالہ صحیح دیجئے۔ یہ تو آپ کی اور آپ کے مرزا قادیانی کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔ کسی تاریخ ہی سے یہ ثابت کر دو کہ کبھی کسی زمانہ میں موحدین کا بحوالہ اس آیت کے یہ اعتقاد تھا۔ ورنہ ان گپوں کے لگانے سے کیا حاصل۔ اصل مقصود آپ کے مرزا قادیانی کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات پر حملہ کرنا ہے۔ اب کوئی بہانہ تو ضرور چاہئے۔ لہٰذا خوئے بدرا بہانہ بسیار۔ بات گھڑلی جس کی کوئی اصل دنیا کے تمام اہل اسلام میں خاص کر موحدین کی ذات میں تو انشاء اللہ تعالیٰ آپ قیامت تک نہ ثابت کر سکیں گے جب یہ بات غلط ہے تو آپ کا اس آیت کریمہ پر اور معجزات حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اعتراض غلط بر غلط اور اس بناء پر مسلمانوں کو بحوالہ آیت مشرک اور خارج از دائرہ اسلام کہنا بھی غلط اور مولوی محمد اسماعیل شہیدؒ نے جن کو مشرک فرمایا ہے۔ ایسے تو لاکھوں ہندوستان میں تھے اور اب بھی ہیں۔ شیخ سدو کے ماننے والے تو آپ ہی کے وطن شریف میں ہزاروں موجود ہیں اور اس پر بھی میں عرض کر چکا ہوں کہ مولوی اسماعیل کو میں کسی درجہ کا بھی نبی نہیں جانتا۔ ان کے کلام کو وحی بھی نہیں سمجھتا۔ چہ جائیکہ اس وحی کو دخل شیطان سے منزہ سمجھوں پھر ان کا قول مجھ پر کیونکر حجت ہو سکتا ہے۔ آپ ناحق بار بار ان کے حوالہ کی تکلیف فرماتے ہیں۔

ناظرین! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مرزا قادیانی نے خود ہی اعتراض گھڑ کے اہل اسلام پر اور آیت قرآن پر اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات پر حملہ کر دیا۔ تا کہ یہ آیت اور اس کے ماننے والے اور یہ معجزات جن کا اس آیت میں ذکر ہے۔ سب بے وقعت معلوم ہونے لگیں اور مرزا قادیانی کے مقابل کوئی شخص یہ آیت پیش نہ کر سکے۔ چنانچہ اس کا جواب کسی قدر تفصیل سے عاجز مولوی صاحب کے جواب الجواب نمبر۶ میں بیان کرتا ہے۔ یہاں اس قدر کافی ہے کہ مرزا قادیانی کا مطلب دیگر ہے۔ ’’اللھم اھدنا الصراط المستقیم‘‘

قولہ..... نمبر۷: ’’کیا مجازی طور پر اور عرفاً کسی مربی کو باپ نہیں کہہ دیا کرتے۔ یہ کیا ضرور ہے کہ باپ کے لفظ سے حقیقی باپ مراد ہو..... مرزا قادیانی نے مجازاً یوسف نجار کو عیسیٰ علیہ السلام کا باپ لکھ دیا ہے۔‘‘

اقول..... آپ اس قدر تکلیف کیوں فرماتے ہیں۔ میرے نمبر ۷ کو ملاحظہ فرمالیجئے۔ جس میں آپ کے مسیح کا اظہار میں نے نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ: ’’دس بارہ برس پہلے میرا بھی یہی اعتقاد اور خیال تھا جو سب مسلمانوں کا ہے۔‘‘

بس اب جناب مولوی صاحب آپ کو مرزا قادیانی کے دوسرے اقوال نقل کرنے اور زیادہ کوشش کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ جواب کافی ہے جو مرزا قادیانی نے اپنے اظہار میں اپنے قلم سے لکھا ہے کہ دس بارہ برس پہلے یہی اعتقاد تھا۔ اب بدل گیا۔ اس میں کسی کو کیا زور۔ کیونکہ ازالہ مرزا قادیانی کا اب تیار ہوا ہے اور ایک یہ بھی جواب ہے کہ نیچریوں، آریوں، یہودیوں وغیرہ کے سمجھانے کو یہ بات لکھ دی ہے کہ مسیح یوسف نجار کا بیٹا ہے اور کوئی مسلمان دریافت کرے تو کہہ دیا کہ مجازی طور پر لکھا ہے۔ دوسرے مقاموں میں دیکھ لو۔ چنانچہ خواجہ یوسف صاحب وکیل علی گڑھ سے ۲۱؍اکتوبر ۱۸۹۱ء کی شب کو جو زبانی گفتگو مرزا قادیانی کی ہوئی۔ اس کے سننے والے ابھی زندہ ہیں۔ لیجئے حضرت مولوی صاحب دو جواب تو میں نے بتا دیئے۔ اب حضور کو عاجز کے مقابل تو جواب لکھنے کی تکلیف اٹھانی عبث ہے۔ ہاں بہت سے بھولے ناواقف پیے کے اندھے ایسے بھی ہوں گے جو آپ کے ان ابلہ فریب باتوں پر فریفتہ ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وتوفیق سے بچائے۔

برا ہے عشق کا انجام یا رب
بچانا فتنۂ آخر زمان سے

قولہ..... ’’آگے رہی بحث معجزات کی کہ فن نجاری میں بھی کوئی معجزہ واقع ہوسکتا ہے یا نہیں۔ سو گزارش یہ ہے کہ فن نجاری کوئی معیوب فن نہیں ہے۔‘‘

اقول..... عاجز نے تو معیوب نہیں لکھا بلکہ معنا یہ لکھا ہے کہ جو اسے معیوب سمجھے اور کسی کی عزت پر یہ لفظ کہہ کر داغ لگانا چاہے کہ فلاں بڑھئی کا لڑکا ہے۔ اس کی کیا عزت تو یہ کہنے والا خارج از عقل ودین ہے۔ خاص کر اس صورت میں کہ وہ بڑھئی کا لڑکا ہو بھی نہیں تو اس شخص نے جھوٹ بھی بولا۔ یہ تو جناب کی عبارت اردو میں اور وہ بھی ایسی موٹی بات میں خوش فہمی ہے کہ آپ یہ فرماتے ہیں کہ فن نجاری معیوب نہیں۔

ناظرین! اب میں آپ کو مرزا قادیانی کی عبارت سناتا ہوں اور مولوی احسن صاحب کو اس اللہ تعالیٰ بزرگ اور برتر کی قسم دے کر جس کے قبضۂ قدرت میں ہدایت وضلالت عزت وذلت ہے۔ یہ کہتا ہوں کہ میرے وہ الفاظ نقل کر کے بتائیں جن سے میں نے فن نجاری کے معیوب ہونے کے طرف اشارہ کیا ہو یا ان سے ضمناً یہ اشارہ پیدا ہوتا ہو۔ اگر مولوی صاحب نقل نہ کر سکے اور ضرور نقل نہیں کر سکیں گے تو آپ کو میری تمہید بالا کے یقین کرنے میں کوئی شبہ کا موقع نہ رہے گا اور اس گروہ کی عادت سے واقف ہو جاؤ گے اور میرے خط نمبر۲ میں مرزا قادیانی کے فقرہ

نمبر۶ کو اور وہاں جو کچھ میں نے اپنی رائے لکھی ہو آپ خود ملاحظہ کرلو۔ پھر مولوی صاحب کے جواب اور عاجز کے جواب الجواب کو دیکھو اور انصاف کرو۔ مصرعہ

مسلمانوں ذرا کہنا خدا لگتی

ہاں اب میں چند اعتراض کرتا ہوں۔ مولوی صاحب ان اعتراضوں کو اٹھائیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول یہ نقل فرمایا ہے۔ ’’انی اخلق لکم من الطین کهیئة الطیر فانفخ فیه فیکون طیراً باذن الله (آل عمران:۴۹)‘‘ ﴿میں بنا دیتا ہوں تم کو مٹی سے صورت جانور کی۔ پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ ہو جاتے اڑتا جانور اللہ کے حکم سے۔﴾

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس قول کی نسبت مرزا قادیانی کا عرفان یہ ہے۔

قولہ..... ’’ایسا معجزہ دکھانا عقل سے بعید نہیں۔ کیونکہ حال کے زمانہ میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ اکثر صناع ایسی ایسی چڑیاں بنالیتے ہیں کہ وہ بولتی بھی ہیں اور ہلتی بھی ہیں اور دم بھی ہلاتی ہیں اور میں نے سنا ہے کہ بعض چڑیاں کل کے ذریعہ سے پرواز بھی کرتی ہیں۔ بمبئی اور کلکتہ میں ایسے کھلونے بہت بنتے ہیں اور یورپ اور امریکہ کے ملکوں میں کثرت سے ہیں اور ہر سال نئے نئے نکلتے آتے ہیں..... ماسوا اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز طریق عمل الترب یعنی مسمریزی طریق سے بطور لہو ولعب نہ بطور حقیقت ظہور میں آسکیں۔‘‘

(ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۳۰۲،۳۰۵، خزائن ج۳ ص۲۵۵،۲۵۶ حاشیہ)

(اب لہو ولعب کل معجزوں کی نسبت فرمادیا)

ناظرین! آپ نے سمجھا کہ اس تقریر سے مرزا قادیانی کا مقصد صرف یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات جس کا وہ دعویٰ فرماتے ہیں۔ ایسی وقعت کے قائل نہیں کہ مرزا قادیانی اس طرف توجہ فرمائیں۔ کیونکہ اس لہو ولعب سے مرزا قادیانی کا کیا تعلق۔ مرزا قادیانی کی شان تو اس سے بالا و اعلیٰ ہے۔ اسی محل پر واسطے بے وقعت دکھانے ان معجزات کے ایک یہ تقریر بھی مرزا قادیانی فرماتے ہیں۔ ’’تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دنوں میں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوئے تھے کہ جو شعبدہ بازی کی قسم میں سے اور دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۳۰۲، خزائن ج۳ ص۲۵۴ حاشیہ)

اور اسی موقع پر مرزا قادیانی نے بھی تقریر اپنی غرض کے ثبوت میں گھڑ دی۔

''حضرت مسیح بن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایک ایسا کام ہے کہ جس میں کلوں کے ایجاد کرنے اور طرح طرح کی صنعتوں کے بنانے میں عقل تیز ہو جاتی ہے۔''

(ازالہ اوہام ص ۳۰۳، خزائن ج ۳ ص ۱۵۴، ۱۵۵ حاشیہ)

حاصل ان تمام تقریروں کا مرزا قادیانی نے یہ نکالا ہے۔

''بہرحال مسیح کی یہ تربی کارروائیاں زمانہ کے مناسب حال بطور خاص مصلحت کے تھیں مگر یاد رکھنا چاہئے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں ہے۔ جیسا کہ عوام الناس خیال کرتے ہیں۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ کے فضل وتوفیق سے امید قوی رکھتا ہوں کہ ان عجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔'' (ازالہ اوہام ص ۳۰۹، خزائن ج ۳ ص ۲۵۸)

ناظرین! اب تو آپ کو راز دلی اور مقصد اصلی مرزا قادیانی کا معلوم ہو گیا۔ لو حضرت مولوی صاحب جب تو کوئی اعتراض میں نے نہیں کیا تھا۔ اب جناب کے دل بہلانے کے لئے کچھ اعتراض کرتا ہوں اور آپ کے جواب الجواب میں ان شاء اللہ تعالیٰ پوری تفصیل کر دوں گا۔

اعتراض اوّل...... مسیح علیہ السلام کو یوسف نجار کا بیٹا کہنا جھوٹ ہے اور خلاف کتاب وسنت ہے۔ خواہ کسی نیت سے کہے حضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنی کنیت ابوعیسیٰ مت رکھو۔ جب حضرت ﷺ اس قدر کو بھی منع کریں تو مرزا قادیانی کا مجازاً یہ کہنا اور آپ کا حمایت کرنا سب مردود ہے۔

اعتراض دوم...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بڑھئی کہنا خلاف کتاب وسنت ہے۔ اگر سچے ہو تو کتاب وسنت سے ثابت کر دو۔ ورنہ خدا سے شرماؤ۔

اعتراض سوم...... بڑھئی کا کام کاٹ اور لوہے سے متعلق ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں مٹی کی چڑیا اڑتی ہوئی بناتا ہوں۔ اگر کمہار کے کام سے زیادہ مشابہت کے سبب سے یہ الزام حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر مرزا قادیانی لگاتے ہیں تو زیادہ بیوقوفی نہ ظاہر ہوتی۔ کجا نجاری اور کجا مٹی کا کام، قادیان یا امرو ہے۔ میں ایسے بڑھئی ہوں گے جو کمہار کا کام بھی جانتے ہوں اصل بات یہ ہے کہ دروغ گورا حافظہ نباشد۔

اعتراض چہارم...... کسی تاریخ سے یہ بات ثابت نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے وقت شعبدہ بازی اور صنعتوں کا زور تھا۔ اگر سچے ہو تو اس تاریخ کا حوالہ مع سنہ طبع وصفحہ وسطر بتلا دو ورنہ افتراء سے توبہ کرو۔

اعتراض پنجم...... مرزا قادیانی کا یہ قول واعتقاد کہ کل کے ذریعہ سے یا صنعت وحرفت کے طور پر

یا شعبدہ اور نیرنجات کے ذریعہ بطور لہو و لعب حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ معجزات دکھاتے تھے۔ بالکل غلط اور مخالف کتاب اللہ ہے۔ تمہارے مرزا قادیانی کی اس ساری تقریر کا اللہ تعالیٰ رد فرماتا ہے کہ مرزا غلط کہتا ہے۔ مسیح کے معجزات میں جس قدر صورتیں مرزا قادیانی نے بیان کی ہیں وہ سب غلط ہیں۔ عیسیٰ نہ صنعت وحرفت جانتا تھا نہ شعبدہ باز تھا اور نہ نیرنجات کے طور پر نہ مسمریزمی طریق پر بطور لہو و لعب یہ کام کرتا تھا۔ بلکہ بات اصل یہ ہے کہ جو کچھ وہ کرتا تھا ہمارے فضل اور ہماری قوت سے کرتا تھا اور وہ کیا کرتا تھا اور کیا کر سکتا تھا۔ جو کچھ کرتے تھے ہم کرتے تھے۔ عیسیٰ ہمارا ایک خاص بندہ تھا۔ جسکو ہم نے سرفراز کیا اور اپنے خزانہ سے یہ نعمت عنایت کی جو کوئی اس کے کچھ خلاف کہتا ہے وہ ہمارا مخالف ہے اور جھوٹا ہے۔ ’’اذ قال اللّٰہ یعیسیٰ ابن مریم اذکر نعمتی علیک وعلیٰ والدتک اذ ایدتک بروح القدس تکلم الناس فی المھد وکھلا واذ علمتک الکتٰب والحکمۃ والتورٰۃ والانجیل واذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیراً باذنی وتبرئ الاکمہ والابرص باذنی واذ تخرج الموتیٰ باذنی واذ کففت بنی اسرائیل عنک اذ جئتھم بالبینٰت فقال الذین کفروا منھم ان ھذا الا سحر مبین‘‘

جب کہے گا اللہ، اے عیسیٰ مریم کے بیٹے یاد کر میرا احسان اپنے اوپر اور اپنی ماں پر جب مدد کی میں نے تجھ کو روح پاک سے، تو کلام کرتا لوگوں سے گود میں اور بڑی عمر میں اور جب سکھائی میں نے تجھ کو کتاب اور پکی باتیں اور توریت اور انجیل اور جب تو بناتا مٹی سے جانور کی صورت میرے حکم سے پھر دم مارتا تو اس میں تو ہو جاتا جانور میرے حکم سے اور چنگا کرتا ماں کے پیٹ کے اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے اور جب تو نکال کھڑے کرتا مردے میرے حکم سے اور جب روکا میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے (یعنی قتل کرنے نہ دیا) جب تو ان کے پاس نشانیاں لایا تو جو ان میں کافر تھے کہنے لگے کہ اور کچھ نہیں یہ تو جادو ہے صریح۔

اعتراض ششم...... اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کافر لوگ کہتے ہیں کہ ماسوا اس کے کوئی بات نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات سحر ہیں۔ ذرا اچھی طرح پھر سن لو۔ ’’فقال الذین کفروا منھم ان ھذا الا سحر مبین ‘‘ اور مرزا قادیانی کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کی نسبت ایک یہ بھی رائے ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ: ’’ماسوا اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز طریق عمل الترب یعنی مسمریزمی طریق سے بطور لہو و لعب نہ بطور حقیقت ظہور میں آ سکیں۔‘‘ (ازالہ اوہام ص ۳۰۵، خزائن ج ۳ ص ۲۵۶)

اب کان کھول کر سنئے کہ مسمریزم سحر کو کہتے ہیں۔ دیکھو طلسمات فرنگ وتاثیر الانظار وتاثیر القلوب کتب علم مسمریزم سب متفق ہیں کہ مسمریزم سحر ہے اور اس کے آلہ کا نام کرسٹل جادو ہے اور اس کی بہت اقسام ہیں اور بہت طریقے ہیں۔ اب کے جواب الجواب میں انشاء اللہ تعالیٰ تفصیل کروں گا۔ جناب احسن المناظرین صاحب مرزا قادیانی کی حمایت میں ہتھیار باندھئے اور اللہ ورسول سے لڑائی کی تیاری کیجئے۔ اب فقط باتوں سے مرزا قادیانی کی حمایت نہ ہو سکے گی۔

قولہ...... نمبرے: ''مولوی صاحب گستاخی معاف آپ کو حقیقت خوارق عادات کی معلوم ہی نہیں کہ کیا چیز ہیں۔''

اقول...... مولوی صاحب معلوم کہاں سے ہوں نہ دہلی میں کوئی نبی بنا نہ کسی پر وحی آئی۔ ہاں اہل سنت کے علماء نے جو عقائد کی کتابیں لکھی ہیں شاید چھوٹی بڑی ۲۳ عاجز کی نظر سے گزری ہیں۔ ان میں جو کچھ لکھا تھا دیکھ لیا اور چھوٹی بڑی کوئی چالیس تفسیریں بھی عاجز کے پاس ہیں۔ ان میں بھی جہاں کہیں جس موقع پر جس تفسیر میں یہ بحث آ گئی دیکھ لی۔ تفسیر کبیر میں تحت آیہ ''یعلمون الناس السحر'' جو کچھ امام فخر الدین رازی نے خوارق عادات کا حال لکھا ہے یا اسی موقع پر فتح العزیز میں مولانا شاہ عبدالعزیزؒ نے لکھا ہے یا جو مدارک میں ''للسحر حقیقة عند اهل السنة كثرهم الله تعالیٰ '' الیٰ آخرہ لکھا ہے۔ دیکھ لیا ان کے سوا سرمکتوم اور جیل وکوک وغیرہ بھی دیکھیں ہیں۔ مگر مرزا قادیانی کی طرح نہ مجھکو الہام ہوا نہ ایسا کشف ہوا۔ پھر حقیقت معلوم ہو تو کیونکر۔

تو نہ جانے عشق بازی اور ہم نادان ہوں
بے سمجھ کہتا ہے ناصح تو نے کیا جانا ہمیں

قولہ...... ''تمام اکمل اولیاء اور صلحاء کے نزدیک خوارق عادات سواء کشوف اسرار شرعیہ والہامات عینیہ ومکالمات الٰہیہ کی بڑی نفرت کی چیز ہیں۔''

اقول...... تصوف میں نفحات، رشحات، انہار اربعہ، فتوح الغیب، کشف المحجوب، مراۃ الاسرار، در منظوم علم الکتاب، سرچشمۂ رحمت، سلسلۃ الذہب، فصوص، نصوص اور اکثر بزرگوں کے ملفوظات ومکتوبات وغیرہ۔ عاجز کی نظر سے گزری ہیں۔ مگر واقعی بات یہ ہے کہ مرزا قادیانی کا الہام نرالی چیز ہے۔ افسوس کہ جناب نے بھی بہت ہی ساز ور مارا۔ مگر کوئی عبارت ایسی پیش نہ کی جس سے مرزا قادیانی کے مضمون کی کچھ تائید ہوتی اور جو عبارت مجالس الابرار کی آپ نے لکھی ہے وہ نہ آپ کے لئے مفید اور نہ عاجز کے لئے مضر اور منصب امامت کی عبارت تو سراسر عاجز کے لئے مفید ہے۔ نہیں معلوم اس کی عبارت سے دو صفحے آپ نے کیوں بھر دیئے۔ حضرت آپ جواب

الجواب نمبر۶ کو آپ دوبارہ ملاحظہ فرمائیں۔ مرزا قادیانی پر جو اعتراض ہیں ان کو اٹھائیں۔ یہ ساری تقریر تو آپ کے لئے مفید اور عاجز کے لئے مضر اس وقت ہوتی اگر عاجز یہ کہتا کہ نبی کے لئے معجزہ اور ولی کے لئے کرامت لازمی اور ضروری چیز ہے۔ میں نے تو یہ عرض کیا ہے اور کرتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو شعبدہ کہنا یا یہ کہنا کہ وہ آلات وادوات کے ذریعہ سے ایسے معجزے دکھاتے تھے جو خرق عادت نہ تھے اور یہ کہنا کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یہ معجزات مکروہ اور قابل نفرت نہ ہوتے تو یہ عاجز ان اعجوبہ نمائیوں میں ابن مریم سے کم نہ رہتا قابل اعتراض ہے۔ آپ اکمل اولیاء یا صلحاء کے اقوال میں سے ایک قول بھی ایسا نقل کر دیتے جیسا مرزا قادیانی کا ارشاد ہے تو البتہ قابل التفات ہوتا۔ منصب امامت کی عبارت جو آپ نے نقل فرمائی ہے۔ اس کا مطلب تو صاف یہ ہے کہ افعال باستعانت ادوات وآلات ہوں۔ وہ خرق عادت میں داخل نہیں ہو سکتے اور یہ ظاہر ہے کہ جو افعال انبیاء علیہم السلام یا اولیاء رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے صادر ہوتے ہیں۔ اسی قسم کے بلکہ اس سے بھی اقوی واکمل ارباب سحر واصحاب طلسم سے بھی ممکن الوقوع ہیں۔ مگر ظہور ان کا مقبولین سے از قبیل خرق عادت ہے۔ اس لئے کہ ظہور ان کا بغیر ادوات وآلات محض بقدرت الٰہی بنابر تصدیق مقبولان بارگاہی ہوتا ہے اور ارباب سحر واصحاب طلسم کے وہ افعال بذریعہ ادوات وآلات ہوتے ہیں اور مرزا قادیانی کا یہی بیان ہے کہ وہ نجاری کرتے تھے۔ اس لئے بقوت نجاری یا کسی کل کے ذریعہ سے چڑیاں بنادی ہوں گی یا بطریق شعبدہ مسمریزم کی قوت سے ایسا کیا ہوگا تو اس عبارت سے آپ نے پورا پورا مرزا قادیانی کو ملزم ٹھہرا دیا اور میرے اعتراضوں کی تائید کردی۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اس عبارت کو بخیال ملاحظہ ناظرین میں بھی نقل کئے دیتا ہوں۔ وھو ھذا!!

اما خرق عادت پس بیانش آنکہ حق جل وعلی بقدرت کاملہ خود بنابر تصدیق انبیاء علیہم السلام چیزے اظہار می فرماید کہ صدور آن چیز بہ نسبت ایشان ممتنع می نماید اگر چہ بہ نسبت دیگر کس ممتنع نباشد تفصیلش آنکہ وجود بعضے اشیاء بحسب عادت اللہ موقوف می باشد بر فراہم آمدن اسباب وادوات آن چیز پس کسے کہ ادوات وآلاتش حاصل میدارد صدور چیز مذکور از وخرق عادت نیست وکسی کہ ادوات مذکورہ حاصل نمی دارد البتہ صدور آن از واز قبیل خرق عادت ست مثلاً نوشتن بہ نسبت نویسندہ خرق عادت نیست وبہ نسبت امی خرق عادت ست وکشتن بصلاح خرق عادت نیست وبجز وہمت ودعا خرق عادت است پس ازیں بیان واضح گشت کہ ایں معنی لازم نیست کہ ہر خرق عادت خارج از مطلق طاقت بشری باشد بلکہ ہمیں قدر لازم ست کہ بہ نسبت صاحب خارقہ صدور

آن خلاف عادت باشد بجہت فقدان ادوات و آلات پس بیسار چیز است کہ ظہور آن از مقبولین حق از قبیل خرق عادت شمردہ می شود حالانکہ امثال ہمان افعال بلکہ اقوی و اکمل ازان از ارباب سحر واصحاب طلسم ممکن الوقوع باشد پس وقتی کہ بر حاضران واقعہ لمحقدر ثابت باشد کہ صاحب خارق مہارت درفن سحر و طلسم نمی دارد۔ پس لابد صدور خارقہ مذکورہ علامت صدق او تواند بود و لہذا نزول مائدہ از معجزات حضرت مسیح شمردہ می شود بخلاف انچہ اہل سحر بسیاری از اشیاء نفیسہ از جنس میوہ وشیرینی باستعانت شیاطین حاضر می آرند و در دوستان و ہمنشینان خود افتخار می نماید چون معنی خرق عادت واضح گشت لابدرین مقام تامل باید نمود کہ خرق عادت چہ اظاہر می گردد و چگونہ۔

ظاہر می گردد اما اول پس باید دانست کہ ظہور خوارق بالذات از اسباب ہدایت نیست گو کہ در حق بعضے سعداء اتفاقاً سبب ہدایت گردد بلکہ ظہور آن بالذات برائے اتمام حجت واسکات مخالفین والزام مجادلین وتادیب گستاخان شوخ چشم وتخویف معاندان پرخشم است ’’وما نرسل بالایات الا تخویفا‘‘ چہ پر ظاہر ست کہ ہدایت عبارت اس از نوری کہ از رحمت الٰہیہ در قلب سعید از لی باران صفت میریزد کہ اوابر محبت محبوب حقیقی واطاعت معبود تحقیقی می انگیزد حتیٰ کہ در محبت او جان و مال می بازد و در اطاعت او مثل بادپائی تازد و این معنی از مشاہدہ ظہور خوارق کمتر حاصل می شود چہ شخصے کہ در مناظرہ ومجادلہ ملزم ولاجواب می شود در دل او محبت و اخلاص کمتر حادث می شود آری حیران وسرگردان ودست وپاگم کردہ ساکت می شود۔ پس از یں بیان واضح شد کہ ظہور خوارق گاہ گاہ کافی ست وصدور آن ہر بار از لوازم ہدایت نیست ونیز واضح گشت کہ اگر از شخصے خوارق ظہور نمود کسی را از حاضران معنی ہدایت حاصل نگردید ایں باعث نقصان منصب او نمی تواند شد واما آنکہ چگونہ حادث می شود پس بیانش آنکہ حق جل وعلیٰ بقدرت کاملہ خود در عالم تکوین تصرفی عجیب وغریب بنابر تصدیق مقبولی از مقبولان خود می نماید نہ آنکہ قدرت صدور خرق عادت در وایجاد می فرماید و اورا با ظہار آن مامور می نماید حاشا وکلا قدرت تصرف در عالم تکوین از خواص قدرت ربانی است نہ از آثار قوت انسانی۔

قولہ..... ’’اور محلِ افتراب یا ترپی کاروائی کا ترجمہ جو جناب نے بین السطور میں شعبدہ لکھا ہے۔ یہ ایک محض افتراء بحث اور اتہام ہے۔ آپ پر لازم ہے کہ یا تو حضرت اقدس مرزا قادیانی کے کلام میں کسی جگہ یہ ثابت کریں۔ ورنہ ایسے افتراؤں سے کیا ہوتا ہے۔‘‘

اقول..... جناب مولوی صاحب یوں لکھنا چاہیے تھا کہ اگر ثابت نہ کیا تو تم پر افتراء واتہام کا الزام عائد ہوگا۔ نہ یہ کہ بے تحقیق پہلے ہی سے ملزم ٹھہرا دیا۔ ہاں حضرت میں بھولا، تحقیق کرنا تو

جناب کے قاعدہ کے خلاف ہے۔ لیجئے مرزا قادیانی کے کلام سے ثبوت لیجئے۔ آپ تو ایسے بھولے بن جاتے ہو کہ گویا مرزا قادیانی کا کلام دیکھا ہی نہیں۔ خیر ملاحظہ فرمائیے۔ مرزا قادیانی کا قول ''اب جاننا چاہئے کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت مسیح کا معجزہ حضرت سلیمان کے معجزہ کی طرح صرف عقلی تھا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دنوں میں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوئے تھے کہ جو شعبدہ بازی کی قسم میں سے اور دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے۔ وہ لوگ جو فرعون کے وقت میں مصر میں ایسے ایسے کام کرتے تھے۔ جو سانپ بنا کر دکھلا دیتے تھے اور کئی قسم کے جانور تیار کر کے ان کو زندہ جانوروں کی طرح چلا دیتے تھے۔ وہ حضرت مسیح کے وقت میں عام طور پر یہودیوں کے ملکوں میں پھیل گئے تھے اور یہودیوں نے ان کے بہت سے ساحرانہ کام سیکھ لئے تھے...... سو کچھ تعجب کی جگہ نہیں کہ خدائے تعالیٰ نے حضرت مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دے دی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے یا کسی پھونک مارنے سے کسی طور پر ایسا پرواز کرتا ہو۔ جیسے پرندہ پرواز کرتا ہے۔ یا اگر پرواز نہیں تو پیروں سے چلتا ہو۔ کیونکہ مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایک ایسا کام ہے۔ جس میں کلوں کے ایجاد کرنے اور طرح طرح کی صنعتوں کے بنانے میں عقل تیز ہو جاتی ہے۔''

(ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۳۰۲،۳۰۳، خزائن ج۳ ص۲۵۴،۲۵۵ حاشیہ)

مولوی صاحب ذرا ان الفاظ کو عینک لگا کر دیکھئے گا۔ (کہ جو شعبدہ بازی کی قسم میں سے اور دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے) اور پھر اس کی تصریح کو بھی غور فرمائیے گا۔ (حضرت مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دے دی ہو۔ جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے)

اب ذرا ازالہ کو خوب اوپر نیچے سے اچھی طرح دیکھ کر آپ ہی فرما دیجئے کہ اس سے زیادہ ثبوت کی ضرورت ہے؟

قولہ...... ''اگر آپ نے ترب بالکسر پڑھا ہے تو اس کے معنی بھی ہرگز شعبدہ کے نہیں ہیں۔ لغت میں تو اس کے معنی ہمزاد و ہم عمر کے ہیں...... اگر عمل الترب بالضم آپ نے پڑھا ہے تو اندریں صورت سب نزاع فیصل ہو گیا۔''

اقول...... مولوی صاحب واقعی آپ ایسے ہی بھولے ہو۔ جیسے باتیں کر رہے ہو یا اس ناچیز کو بے حقیقت سمجھ کر یہ بھلاوا دیتے ہو یا ظرافت کرتے ہو۔ حضرت ازالہ اوہام آپ کے پاس ہے

مرزا قادیانی نے اس پر موٹے موٹے اعراب لگا دیے ہیں اور اس کے معنی بھی وہیں بتا دیئے ہیں۔ اندریں صورت ان باتوں کی کیا ضرورت ہے۔ (ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۳۰۵، خزائن ج ۳ ص۲۵۶ حاشیہ) پھر ملاحظہ فرمالیجئے۔

قولہ...... ''عوام الناس بلکہ بعض خواص اہل اسلام کے دلوں میں یہ اعتقاد راسخ ہے کہ حضرت مسیح کے معجزات حضرت خاتم النبیین افضل المرسلین ﷺ کے معجزات سے بڑھے ہوئے ہیں۔''

اقول...... ''ھذا بھتان عظیم'' اگر آپ سچے ہو تو بتاؤ کس نے لکھا ہے اور کہاں لکھا ہے اور اس کتاب کا نام کیا ہے۔ بتاؤ ورنہ خدا سے ڈرو۔

قولہ...... ''اور نصاریٰ تو انہیں معجزات کے سبب حضرت مسیح کو صفات الوہیت میں شریک کرتے ہیں اور اس معنی کی رو سے ابن اللہ کہتے ہیں۔''

اقول...... یہ بھی غلط اور اگر نصاریٰ کا ایسا غلط خیال ہو بھی تو کیا اس کا یہ جواب ہے کہ حضرت عیسیٰ کے ان معجزات کی نفی کر دی جائے۔

قولہ...... ''اور تیسرا فرقہ نیچریہ اور آریہ سماج وغیرہ معجزات انبیاء علیہم السلام سے محض منکر ہے۔''

اقول...... تو ان کے انکار کی وجہ سے معجزات کو ایسا بیان کرے کہ ان کا اعجاز جاتا رہے تو سمجھانے کی خوبی کیا ہوئی۔

قولہ...... ''اگر حقیقت معجزات کو ایسا کشف فرمادیا جو سب کے گلے اتر جائے اور کوئی منکر بھی انکار نہ کر سکے تو کیا مظنۂ طعن ہے۔''

اقول...... مرزا قادیانی نے حقیقت معجزات کو ان کے گلے کیا اتارا بلکہ ان کا انکار مرزا قادیانی کے گلے اتر گیا۔

قولہ...... ''اوّل آپ تقویۃ الایمان وغیرہ کا رد فرمالیجئے۔''

اقول...... کیوں حضرت یہ کیا سوجھی تقویۃ الایمان نے کیا قصور کیا ہے۔ پہلے آپ اس کے اقوال کو خلاف کتاب وسنت ثابت کر دیجئے۔ پھر رد کرنے کی درخواست کیجئے گا۔

قولہ...... نمبر۸۔

اقول...... اس نمبر کے جواب میں چونکہ عاجز کو کچھ بحث متعلق باحادیث شریف کرنی ہے۔ لہٰذا یہاں سے مولوی صاحب اس بحث کو گورکھ دھندا سمجھیں یا اپنے مذاق کے خلاف اور متوجہ ہوں یا نہ ہوں۔ مگر میں بخیال ادب آپ کے مذاق کے موافق عبارت لکھنے سے معذور ہوں معاف کیا جائے۔

قولہ..... ''احادیث متفق علیہ سے اعلام حصص سابقہ میں ہم ثابت کر چکے ہیں کہ مسیح ابن مریم جو آنے والا ہے وہ اس امت میں سے ایک امام ہوگا۔''

اقول..... پہلے اس سے کہ آپ کا جواب لکھا جائے۔ توضیح مطلوب کے لئے عاجز آپ کی نظر مباحثہ دہلی کے ص ۱۶۹ کی عبارت نقل کرتا ہے۔ وھو ھذا!

''پس ثابت ہوا کہ مخبر صادق نے یہ خبر ہی نہیں دی کہ مسیح ابن مریم جو اس امت میں آنے والا ہے۔ وہی عیسیٰ بن مریم بنی اسرائیلی آوے گا۔ جو نبی ورسول بنی اسرائیل کا تھا۔ بلکہ یہ خبردی ہے۔ وہ مسیح آنے والا تم میں سے ایک ایسا اور ایسا امام ہوگا اور اس کی امامت کتاب اللہ کے معارف واسرار اور سنت رسول اللہ ﷺ کے بیان دقائق وحقائق میں ہوگی۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں اس کی بحث واقع ہو چکی۔''

بعد اس کے یہ عاجز عرض کرتا ہے کہ آپ کی اس تقریر میں نظر ہے۔ بچند وجوہ۔

اوّل..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو بنی اسرائیل پر نبی ہوئے تھے۔ دوبارہ بھی وہی آئیں گے۔ آپ کا انکار اگرچہ بموجب الہام مرزا قادیانی کے ہو۔ خلاف ہے قرآن مجید کے اور آپ کا خیال اور مرزا قادیانی کا یہ الہام کہ ان کے باپ یوسف تھے کتاب اللہ کے مقابل دونوں مردود ہیں۔

دوم..... جب آپ نے خود اقرار کرلیا کہ: ''مسیح ابن مریم جو آنے والا ہے۔'' تو اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ غلام احمد ابن مریم نہیں ہوسکتا۔

سوم..... یہ کہ یہ دعویٰ آپ کا حصص سابقہ اعلام سے ہرگز پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچا۔ چنانچہ معاینہ جواب حصص سابقہ سے آپ خود معلوم کرلیں گے جو عنقریب شائع ہونے والا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ فانتظرہ!

چہارم..... یہ کہ بعد فرض تسلیم اس امر کے کہ آنے والا مسیح اس امت میں سے ایک امام آپ ثابت بھی کریں تو بھی یہ کہاں سے ثابت کر سکتے ہو کہ وہ مثیل عیسیٰ بن مریم ہوگا۔ نہ خود عیسیٰ بن مریم۔ ہوسکتا ہے کہ عیسیٰ بن مریم ہو۔ بلکہ یہی متعین ہے کہ خود ابن مریم ہوں گے۔ ''کما سیظھر عنقریب''

اب رہا آپ لوگوں کا یہ کہنا کہ ان کا امام اور امتی ہونا ان کی شان نبوت کا مٹانا ہے۔ جیسا کہ القول الفصیح وازالہ اوہام میں ہے۔ تو یہ اعتراض آپ کا قرآن وحدیث سے بے خبری پر محمول ہے۔ اگر آپ قرآن مجید واحادیث شریف کی طرف توجہ کریں تو ہرگز ایسی بے معنی اور بے تکی نہ ہانکا کریں۔ ہرگز ہرگز شان نبوت میں امام اور امتی ہونے سے فرق نہیں آسکتا نہ کہ منافی

ہونا شان نبوت کے، یہ تو آپ لوگوں کا سراسر جہل یا تجاہل ہے۔ امامت کا شان نبوت کے منافی نہ ہونا تو اس لئے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ابراہیم خلیل اللہ کو علیہ الصلوٰۃ والسلام ''انی جاعلك للناس اماماً'' میں بناؤں گا تجھ کو سب لوگوں کا امام۔

اور امتی ہونا شان نبوت کے اس لئے منافی نہیں ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورۂ آل عمران میں: ''واذ اخذ الله میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمة ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن به ولتنصرنه قال أأقررتم واخذتم علیٰ ذلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشهدوا وانا معکم من الشاهدین فمن تولّیٰ بعد ذلك فاؤلئکهم الفاسقون ''اور جب لیا اللہ نے اقرار نبیوں کا کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب اور علم پھر آئے تمہارے پاس کوئی رسول کہ سچ بتادے۔ تمہارے پاس والے کو تو اس پر ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے۔ فرمایا کہ تم نے اقرار کیا اور اس شرط پر لیا میرا ذمہ بولے ہم نے اقرار کیا تو فرمایا تو اب شاہد رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ شاہد ہوں۔ پھر جو کوئی پھر جائے اس کے بعد تو وہی لوگ ہیں بے حکم۔

آپ نے بھی نظر مباحثہ دہلی میں ص۱۲۰ میں لکھا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا تو وہ مرتبہ ہے کہ تمام انبیاء کو بتاکید تمام حکم ہوا ہے اور ان سے اقرار و میثاق لیا گیا ہے کہ وہ سب حضرت ﷺ پر ایمان لاویں اور اس کے ثبوت میں یہی آیت آپ نے لکھی ہے۔ ''وعن جابرؓ عن النبی ﷺ ولوکان موسیٰ حیا ما وسعه الا اتباعی رواه احمد والبیهقی فی شعب الایمان '' جابرؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا۔ اگر موسیٰ علیہ السلام میرے وقت میں زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری اتباع کے سوا چارہ نہ ہوتا۔

''وعن جابرؓ عن النبی ﷺ ولوکان وادرك نبوتی لاتبعنی رواه الدارمی ''اگر موسیٰ علیہ السلام میری نبوت کا زمانہ پاتے تو میری اتباع کرتے۔

اور جب نص قرآنی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بحکم الٰہی اتباع حضرت خضرؑ کہ وہ نبی نہ تھے کرنا ثابت ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگر خاتم النبیین کا اتباع کریں اور ان کے امتی ہو جاویں تو کیا محل استعجاب ہے بالجملہ بعد تسلیم اس تقریر کے جو آپ نے حصص اعلام الناس میں حدیث ''وامامکم منکم '' کے متعلق لکھی ہے۔ ثبوت اس امر کا مسلم ہے کہ مسیح موعود اس امت میں سے ایک امام ہوگا۔ مگر نہ یہ ہمارے لئے مضر ہے اور نہ مرزاقادیانی کے لئے مفید اور جو امر مرزاقادیانی کے لئے مفید اور ہمارے لئے مضر ہے۔ یعنی مسیح موعود کا نبی بنی اسرائیل نہ ہونا اور

صرف اس امت میں سے ایک امام ہونا وہ تقریر مذکور سے ثابت نہیں ہوتا ہے۔

پنجم...... وہ حدیث جس سے آپ اپنے زعم میں یہ ثابت کرتے ہیں کہ مسیح بن مریم جو آنے والا ہے۔ وہ اس امت میں سے ایک امام ہوگا۔ وہ صرف ایک حدیث ہے۔ یعنی ”حدیث الزھری عن نافع مولیٰ ابی قتادة عن ابی ھریرة“ جس میں لفظ ”وامامکم منکم“ یا ”فامکم منکم“ وارد ہے۔ پس ایراد لفظ احادیث متفق علیہ کہ لفظ جمع ہے کوئی وجہ صحت نہیں رکھتا ہے۔ اگر کہا جائے کہ چونکہ یہ حدیث تین طرق سے مروی ہے۔ ایک وہ جس میں یونس زہری سے دوسرا وہ طریق جس میں ابن اخی الزہری زہری سے روایت کرتا ہے۔ تیسرا وہ طریق جس میں ابن ابی ذئب زہری سے روایت کرتا ہے۔ چنانچہ یہ سب طرق صحیح مسلم میں مذکور ہیں۔ پس باعتبار تعدد طرق کے اس حدیث پر اطلاق لفظ جمع درست ہوا تو جواب اس کا بسہ وجوہ ہے۔

اوّل...... یہ کہ حدیث بدلتی ہے صحابی کے یا اصل مضمون کے بدلنے سے اور یہاں صحابی اور اصل مضمون ایک ہے۔

دوم...... اس تاویل پر متفق علیہ کہنا صحیح نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ متفق علیہ صرف طریق یونس ہے نہ طریق ابن اخی الزہری اور نہ طریق ابن ابی ذئب یہ دونوں طریق تو صرف صحیح مسلم میں ہیں۔ نہ صحیح بخاری میں۔

سوم...... دوسرے طریق میں لفظ ”منکم“ نہیں ہے۔ اس لئے وہ آپ کے لئے کچھ مفید نہیں ہے۔

اگر کہا جاوے کہ ایک حدیث اور ہے جس میں لفظ ”اماما“ آیا ہے۔ یعنی ”حدیث الزھری عن ابن المسیب انه سمع اباھریرة یقول قال رسول اللہ ﷺ والذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم“ ابن عیینہ کی روایت میں اس حدیث میں لفظ ”اماما مقسطاً وحکماً عدلاً“ آیا ہے کمافی صحیح مسلم تو جواب یہ ہے کہ اوّل تو روایت ابن عیینہ متفق علیہ نہیں ہے۔ دوم لفظ منکم یہاں نہیں ہے۔ جس سے آپ کا مدعا حاصل ہو۔

قولہ...... ”اوّل تو یہ احتمال کسی ترکیب نحوی سے درست نہیں ہوسکتا“

اقول...... آپ نے وجہ عدم صحت ترکیب نحوی کی ارشاد نہیں فرمائی۔ اس کو ارشاد کیجئے۔ تاکہ اس میں نظر کی جاوے۔ اس وقت جو اس عاجز کے ذہن میں وجہ آتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ یہ سمجھے ہیں کہ ”وامامکم منکم“ میں اگر مراد امام سے غیر مسیح بن مریم لیا جاوے گا تو حال ذوالحال میں رابطہ نہ پایا جائے گا۔ بخلاف اس کے کہ مراد امام سے مسیح بن مریم ہو تو اس صورت میں وضع مظہر کا موضع مضمر کے ہوگا۔ پس لفظ ”امامکم“ بجائے ”ھو“ کے تو رابطہ موجود ہوگا۔ اگر یہی وجہ ہے تو

اس کا جواب سن لیجئے کہ یہ وجہ دنی ہے۔ قواعد نحو سے ذہول پر مختصرات نحو میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ جب جملہ اسمیہ حال واقع ہو تو رابطہ اس میں یا واو اور ضمیر دونوں ہوتے ہیں یا فقط واو اور فقط ضمیر کا رابطہ ہونا ضعیف ہے۔ یہاں اگرچہ ضمیر نہیں ہے۔ لیکن واو موجود ہے۔ اس کے شواہد بہت ہیں۔ حدیث جابرؓ متفق علیہ میں ہے۔"کان یصلی الظهر بالهاجرة والعصر والشمس حية" اور اثر حضرت عمرؓ میں ہے۔"والصبح والنجوم بادية مشتكبة رواه مالك وعن ابى هريرة قال قالوا يا رسول الله متى وجبت لك النبوة قال وآدم بين الروح والجسد رواه الترمذى" اور اگر فرض کیا جاوے کہ ضمیر کا ہونا ضرور ہے تو بھی ترکیب درست ہو سکتی ہے۔ اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ جملہ"وامامكم منكم" ابن مریم سے حال نہ ہو۔ بلکہ فیکم کی ضمیر مجرور سے حال ہو۔

قولہ...... "دوم صحیح مسلم میں اس احتمال کو باطل کر دیا ہے۔"

اقول...... اس میں کلام ہے۔ بچند وجوہ

اوّل..... یہ کہ مسلم کی روایات جن کو مبطل اس احتمال کا آپ نے تصور فرمایا ہے۔ وہ تین ہیں ایک روایت ابن عیینہ کی جس میں لفظ اماما مقسطا کا وارد ہوا ہے۔ دوسری روایت ابن اخی الزہری کی جس کا لفظ یہ ہے۔"كيف انتم اذا نزل ابن مريم فيكم فامكم" تیسری روایت ابن ابی ذئب کی جس کا لفظ یہ ہے۔"كيف انتم اذا نزل فيكم ابن مريم فامكم منكم" پہلی روایت میں یہ جرح ہے کہ سفیان بن عیینہ نے دیگر ثقات کے خلاف"اماماً" کا لفظ زہری سے روایت کیا ہے۔ لیث و یونس و صالح بن کیسان کی روایت میں یہ لفظ نہیں ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم سے ظاہر ہے اور محمد بن ابی جعفر کی روایت میں بھی یہ لفظ نہیں ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے۔ "ورواه ابن مردويه من طريق محمد بن ابى حفصة عن الزهرى عن سعيد بن المسيب عن ابى هريرة قال قال رسول الله ﷺ يوشك ان ينزل فيكم ابن مريم حكما عدلا" اور لیث نے غیر زہری یعنی سعید بن ابی سعید سے جو اس حدیث کی روایت کی ہے۔ اس میں بھی لفظ"اماماً" نہیں ہے۔ مسلم میں ہے۔"وحدثنيه قتيبة بن سعيد ثناليث عن سعيد بن ابى سعيد عن عطاء بن ميناء عن ابى هريرة انه قال قال رسول الله ﷺ والله لينزلن ابن مريم حكما عدلا" رجال اس روایت کے رجال شیخین ہیں۔ سفیان بن عیینہ اگرچہ ثقات اعلام میں سے ہے۔ مگر مخطی ہے۔ بیس سے زیادہ حدیثوں میں خطا کی ہے۔ میزان میں ہے۔"قال احمد فرجعت فاذا ما اخطا فيه

سفیان بن عینیة اکثر من عشرین حدیثا "اور خطا مخالفت ثقات اثبات سے ثابت ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ لفظ "امامًا" میں اس نے خطا کی ہے اور موضع استدلال یہی لفظ ہے۔ دوسری روایت میں دو جرحیں ہیں۔

اوّل...... یہ کہ مسلم نے اس حدیث کو محمد بن حاتم بن میمون سے روایت کیا ہے۔ اس میں بہت کلام ہے۔ یہاں تک کہ بعض نے کذاب لکھا ہے۔ ذہبی میزان میں لکھتے ہیں: "قال الفلاس لیس بشئ وقال یحیی وابن المدینی ھوکذاب انتھی ملخصا" تقریب میں ہے۔ "ربما وھم" دارقطنی وغیرہ نے اس کی توثیق کی ہے۔ قول فیصل اس میں وہ ہے جو حافظ نے تقریب میں لکھا ہے۔ یعنی صدوق صاحب اوہام ہے۔ اس حدیث کی روایت میں جو تین اوہام ہیں یا تو اس راوی سے ہوئے ہیں یا ابن اخی الزہری سے وہ تین اوہام یہ ہیں۔ اوّل بجائے واو کے فالایا ہے۔ دوسرے بجائے امامکم کے امکم کہا ہے۔ تیسرے لفظ منکم کو حذف کر دیا ہے۔ دوسری جرح اس سند میں یہ ہے کہ راوی اس میں ابن اخی الزہری ہے۔ نام اس کا محمد بن عبداللہ بن مسلم ہے۔ ذہبی میزان میں لکھتے ہیں۔ "قال ابن معین وابو حاتم لیس بالقوی وفی روایة الدارمی عن ابن معین ضعیف وجعله محمد بن یحیی الذهلی فی اصحاب الزهری مع اسامة بن زید اللیثی وابن اسحق وفلیح" حافظ مقدمہ فتح الباری میں لکھتے ہیں۔ "ذکره محمد بن یحیی الذهلی فی الطبقة الثانیة من اصحاب الزهری مع محمد بن اسحق وفلیح وقال انه وجدله ثلاثة احادیث لا اصل لها احدها حدیثه عن عمر عن سالم عن ابی هریرة مرفوعا کل امتی معافی الا المجاهرین ثانیها بهذا الاسناد کان اذا خطب قال کل ماهوات قریب موقوف ثالثها عن امرأته ام الحجاج بنت الزهری عن ابیها ان النبی ﷺ کان یاکل بکفه کلها مرسل وقال الساجی تفرد عن عمر باحادیث لم یتابع علیها کانه یعنی هذه" اور حافظ نے مقدمہ میں تین احادیث بخاری کی ذکر کی ہیں۔ جن میں یہ راوی واقع ہوا ہے اور ہر ایک میں متابعت ثابت کی ہے اور اس کے بعد کہا ہے۔ "وله عنده غیر هذه مما توبع علیه موصولاً ومعلقاً" اس کی ایک جماعت نے توثیق بھی کی ہے۔ اعدل الاقوال اس کے باب میں وہ ہے جو حافظ نے تقریب میں لکھا ہے۔ صدوق له اوہام عبارت مذکورہ سے واضح ہوا کہ تفرد اس کا مقبول نہیں ہے اور روایت مذکورہ کے ساتھ یہ متفرد ہوا ہے۔ تین اوہام اس روایت میں ہیں۔ "کما مر آنفا" یہ تینوں اوہام یا تو اسی

رواوی کے ہیں یا محمد بن حاتم بن میمون کے غالباً بخاری اپنی صحیح میں اسی واسطے اس روایت کو نہیں لایا ہے۔

اور تیسری روایت میں یہ جرح ہے کہ اس کا راوی محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی ذئب زہری میں ضعیف ہے۔ "قال الحافظ في المقدمة قال ابن المديني كانوا يوهنونه في الزهري وكذا وثقه احمد ولم يرضه في الزهري وحديثه عن الزهري في المتابعات" اور یہاں زہری سے روایت کرتا ہے مخالف ثقات کے تو ثابت ہوا کہ اس سے اس روایت میں دو وہم ہو گئے ہیں۔

اوّل..... بجائے واو کے فا لایا ہے۔ دوم "امامكم" کی جگہ "امكم" کہا ہے۔ علاوہ اس کے ابن ابی ذئب کی روایت میں اضطراب ہے۔ ایک روایت میں ابن ابی ذئب نے بھی "و امامكم منكم" موافق جمہور کے کہا ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں بعد نقل روایت یونس کے لکھا ہے: "وهكذا رواه الامام احمد عن عبدالرزاق عن معمر وعن عثمان بن عمر عن ابن ابي ذئب كلاهما عن الزهري به" اگر کوئی کہے کہ صحیح مسلم کی روایت میں وہم وخطاء کا ہونا محل استبعاد ہے تو جواب یہ ہے کہ وہم وخطاء تو بخاری میں بھی واقع ہوا ہے۔ یہ کچھ محل استبعاد نہیں۔ بخاری و مسلم کے رواۃ اعلیٰ درجہ کے ثقات ہیں۔ مگر وہم وخطاء سے معصوم نہیں ہیں اور ضابطہ وہم وخطاء کی شناخت کا یہی ہے کہ وہ روایت مخالف ہو جمہور ثقات اثبات کے۔

مخفی نہ رہے کہ روایت "و امامكم منكم" کو ان دونوں روایتوں پر ترجیح ہے۔ بچند وجوہ!

اوّل..... تو یہ لفظ متفق علیہ ہے۔ بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے اور علماء نے اتفاق کیا ہے۔ اس پر کہ اصح الاحادیث اتفاقاً علیہ ہے۔

دوم..... یہ کہ یہاں زہری سے یونس روایت کرتا ہے اور یونس زہری میں اثبت الناس ہے۔ حافظ مقدمہ میں لکھتے ہیں۔ "قال ابن ابي حاتم عن عباس الدوري قال قال ابن معين اثبت الناس في الزهري مالك ومعمر ويونس وعقيل وشعيب وقال عثمان الدارمي عن احمد بن صالح نحن لا نقدم علىٰ يونس في الزهري احدا قال وسمعت احمد بن حنبل يقول سمعت احاديث يونس عن الزهري فوجدت الحديث الواحد ربما سمعه مراراً وكان الزهري اذا قدم ايلة ينزل عليه وقال علي بن المديني عن ابن مهدي كان ابن المبارك يقول كتابه عن

الزهری صحیح قال ابن میدی وکذا اقول"

سوم...... یہ کہ عقیل واوزاعی ومعمروابن ذئب نے ایک روایت میں یونس کی متابعت کی ہے۔ صحیح بخاری میں ہے۔ تابعہ عقیل والاوزاعی اور متابعت معمروابن ابی ذئب کی روایت امام احمد سے سابق ثابت ہو چکی فتذکر!

وجہ دوم...... وجوہ اصل سے یہ ہے کہ تیسری روایت کے موافق ایسے معنی اس حدیث کے ہو سکتے ہیں کہ جس کی بنا پر مسیح بن مریم کے غیر کا امام ہونا ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ اس وقت ہم کہہ سکتے ہیں کہ من بمعنی بعض کے ہے اور وہ ام کا فاعل واقع ہوا ہے۔ یا من تبیین کا ہے اور فاعل اس کا بسبب قائم ہونے لفظ منکم کے مقام اس کے محذوف ہے۔ جیسا کہ جمہور نحاۃ نے "قد کان من مطر" میں تاویل کی ہے۔" ای قام بعضکم او احد منکم "اگر کہا جاوے کہ حذف فاعل جمہور کے نزدیک جائز نہیں ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ عدم جواز مقید ہے۔ ساتھ نہ قائم ہونے کسی شے کے مقام فاعل کے اور جب فاعل کے مقام پر کوئی چیز قائم ہو تو بالاتفاق حذف فاعل جائز ہے۔ فوائد ضیائیہ میں بحث تنازع میں ہے۔" دون الحذف لانہ لا یجوز حذف الفاعل الا اذا سد شیٔ مسدہ "اور یہ بھی ممکن ہے کہ لفظ ام اس روایت میں صیغہ فعل ماضی کا نہ ہو۔ بلکہ ام بالضم اسم ہو اور وہ بمعنی امام لغت میں آیا ہے۔ قاموس میں ہے۔" والامۃ بکسر الحالۃ والشرعۃ والدین وبضم والنعمۃ والھیئۃ والشان وغضارۃ العیش والسنۃ وتضم والطریقۃ والامامۃ والایتمام بالامام وبالضم الرجل الجامع للخیر والامام وجماعۃ ارسل الیھم رسول والجیل من کل حی والجنس کالام فیھا "اور بھی قاموس میں ہے۔" وام کل شئ اصلہ وعمادہ وللقوم رئیسھم "اور بھی اسی میں ہے۔" وام القری مکۃ لانھا توسطت الارض فیما زعموا ولا نھا قبلۃ الناس یؤموا "اور مؤید اس کی یہ بات ہے کہ بر تقدیر فعل ماضی لفظ منکم بعد امکم کے محض بے ربط ہوتا ہے۔ اس وقت فصیح عبارت یہ تھی۔" کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم منکم فامکم "اور یہ دونوں تاویلیں دوسری روایت میں بھی ہو سکتی ہیں۔ اس لئے کہ بقرینہ تیسری روایت کے دوسرے میں بھی لفظ منکم مقدر مانا جائے گا۔ اب اس بیان کے موافق مطلب ان روایتوں کا بھی وہی ہوگا۔ جو" امامکم منکم "سے ظاہر ہے۔ پس ان روایتوں سے ابطال اس معنی کا جس کے ابطال کے آپ درپے تھے۔ حاصل نہ ہوا۔ رہی روایت ابن عیینہ کی سو بعد تسلیم اس کی صحت کے وہ منافی امامت غیر عیسیٰ بن مریم کے نہیں ہے۔ کیونکہ روایت ابن عیینہ میں جو لفظ

"اماماً مقسطاً" کا آیا ہے ہوسکتا ہے کہ وہ بمعنی حکماً وعدلاً کے ہو اور لفظ حکماً وعدلاً اس کی تفسیر واقع ہوا ہو۔ جیسا کہ جمہور کی روایت میں ہے۔ پس امامت شرعی نماز وغیرہ میں تو غیر عیسیٰ کے لئے ہو اور حکومت وعدالت حضرت عیسیٰ کے لئے ہو اور اس میں کچھ محذور نہیں ہے۔ دیکھو آنحضرت ﷺ وحضرت ابوبکر صدیقؓ وحضرت عمرؓ وحضرت عثمانؓ وحضرت علیؓ کے زمانوں میں حکام عادلین تحت امام کے دوسرے ہوا کرتے تھے۔ مثلاً ایسا ہی حضرت امام مہدیؑ کے زمانہ میں اصل امام حضرت مہدیؑ ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام حکام عادلین میں سے ہوں اور مؤید اس کے ہیں۔ وہ احادیث صحیحہ جو دلالت کرتی ہیں۔ اس پر کہ خلافت وامامت مختص ہے۔ ساتھ قریش کے اور حدیث جابر بن عبداللہ جس کا ذکر عنقریب آتا ہے۔ جس میں یہ لفظ ہے۔ "فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمة اللّٰہ ھذہ الامة"

وجہ سوم..... صحیح مسلم میں باب نزول عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام میں ایک حدیث اعلیٰ درجہ کی ایسی صحیح موجود ہے کہ آپ کے معنی کو بالکل باطل کرتی ہے اور جو معنی جمہور کہتے ہیں۔ ان کی تعیین کرتی ہے۔ وہ یہ ہے۔ "حدثنا الولید بن شجاع وھارون بن عبداللّٰہ وحجاج بن الشاعر قالوا ثنا حجاج وھو ابن محمد عن ابن جریج اخبرنی ابوالزبیر انه سمع جابر بن عبداللّٰہ یقول سمعت النبی ﷺ یقول لا تزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظٰھرین الیٰ یوم القیمة قال فینزل عیسیٰ ابن مریم فیقول امیرھم تعال صل لنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمة اللّٰہ ھذا الامة" جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتے تھے سنا میں نے نبی ﷺ سے فرماتے تھے۔ ہمیشہ رہے گا ایک گروہ میری امت کا لڑنے والا۔ حق پر غالب قیامت تک فرمایا۔ پھر اتریں گے عیسیٰ ابن مریم تو کہے گا امیر مسلمانوں کا آیئے ہم کو نماز پڑھایئے۔ پس فرمائیں گے حضرت عیسیٰ نہیں بعض تمہارا تمہارے بعض پر امیر ہے۔ یہ بزرگی دی ہے اللہ نے اس امت کو۔ راوی اوّل اس کا ولید بن شجاع ہے۔ اس کی نسبت تقریب میں ہے۔ "ثقة من العاشرة" اس کی متابعت ہارون ابن عبداللہ نے کی ہے۔ اس کی نسبت تقریب میں ہے۔ "ثقة من العاشرة" کاشف میں ہے۔ "ثقة" خلاصہ اور اس کے حاشیہ میں ہے۔ "وثقه الدار قطنی والنسائی" یہ ایسا ثقہ ہے کہ کسی نے اس میں جرح نہیں کی۔ اسی لئے ذہبی نے میزان میں اسکا ذکر نہیں کیا اور دوسرا متابع اس کا حجاج بن ابی یعقوب یوسف بن حجاب الثقفی البغدادی المعروف بابن الشاعر ہے۔ اس کی نسبت تقریب میں ہے۔ "ثقة حافظ" میزان میں ہے۔ حجاج بن یوسف ابومحمد الثقفی بغدادی

ابن الشاعر محمد مشہور حافظ روی عنہ مسلم والقاضے المحاملی خلاصہ میں ہے۔ ''قال ابن ابی حاتم ثقة '' ولید بن شجاع میں اگر تھوڑا سا کلام ہے مگر وہ مضر نہیں ہے۔ کیونکہ ہارون بن عبداللہ اور حجاج بن الشاعر نے جو ثقات میں سے ہیں یہاں اس کی متابعت کی ہے۔ دوسرا راوی حجاج بن محمد الاعور المصیصی ہے۔ حافظ مقدمہ میں لکھتے ہیں۔ ''احد الاثبات اجمعوا علیٰ توثیقه وذکره ابوایوب العقیلی فی الضعفاء بسبب انه تغیر فی اٰخر عمره واختلط لکن ماضره الاختلاط فان ابراهیم العربی حکی ان یحییٰ بن معین منع ابنه ان یدخل علیه احدا بعد اختلاطه روی له الجماعة '' راوی رجال شیخین سے ہے۔ تیسرا راوی عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج الاموی ہے۔ تقریب میں ہے۔ ''ثقة فقیه فاضل وکان یدلس ویرسل '' یہ راوی رجال شیخین سے ہے۔ اس میں علت تدلیس کی ہے۔ مگر یہاں اس نے اخبرنی کہا ہے۔ اس لئے علت تدلیس زائل ہوگئی۔ چوتھا راوی محمد بن مسلم ابوالزبیر مکی ہے۔ تقریب میں ہے۔ ''صدوق الا انه یدلس '' مقدمہ میں ہے۔ ''احد التابعین مشهور وثقه الجمهور '' اس میں بھی بعض نے تدلیس کا ذکر کیا ہے۔ لیکن تدلیس یہاں کچھ مضر نہیں ہے۔ کیونکہ اس نے ''انه سمع جابر بن عبدالله '' کہا ہے۔ یہ راوی بھی رجال شیخین میں سے ہے اور مؤید اس کی وہ دو حدیثیں ہیں جن کا ذکر فتح الباری میں ہے۔ عبارت اس کی یہ ہے۔ ''وعند احمد من حدیث جابر فی قصة الدجال ونزول عیسیٰ واذاهم بعیسیٰ فیقال تقدم یاروح الله فیقول لیقدم امامکم فلیصل بکم '' یعنی ناگاہ عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھیں گے۔ پس کہیں گے یا روح اللہ آپ آگے ہو جایئے تو عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے چاہئے کہ تمہارا ہی امام آگے ہو کر تم کو پڑھاوے۔

''ولا بن ماجة فی حدیث ابی امامة الطویل فی الدجال قال وکلهم ای المسلمون ببیت المقدس وامامهم رجل صالح قد تقدم لیصلی بهم اذنزل عیسیٰ فرجع الامام ینکص لیتقدم عیسیٰ فیقف عیسیٰ بین کتفیه ثم یقول تقدم فانها لك اقیمت وقال ابو الحسن الخثعمی الامدی فی مناقب الشافعی تواترت الاخبار بان المهدی من هذه الامة وان عیسیٰ یصلی خلفه '' یعنی سب مسلمان بیت المقدس میں ہوں گے اور ان کا امام نماز پڑھانے کے لئے آگے ہوگا کہ ناگاہ عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو امام پیچھے ہٹ جائیں گے۔ تاکہ عیسیٰ علیہ آگے ہوں تو عیسیٰ، امام کے پیچھے کھڑے ہو کر امام سے کہیں گے کہ تم ہی آگے ہو۔ تمہارے ہی لئے اقامت ہوئی ہے۔ ابو

الحسن خثعمی امدی نے مناقب شافعی میں لکھا ہے کہ حدیثیں اس باب میں حد تواتر کو پہنچ گئی ہیں کہ مہدی اس امت سے ہوں گے اور عیسیٰ علیہ السلام ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

میں کہتا ہوں کہ مسند احمد میں ایک حدیث عثمان بن ابی العاص سے مروی ہے۔ وہ بھی اس کی مؤید ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے۔ ''قال الامام احمد حدثنا یزید بن هارون حدثنا حماد بن سلمة عن علیٰ بن زید عن ابی نضرة قال اتینا عثمان بن ابی العاص فی یوم الجمعة لنعرض علیه مصحفا لنا علیٰ مصحفه فلما حضرت الجمعة امرنا فاغتسلنا ثم اتانا بطیب فتطیبنا ثم جئنا المسجد فجلسنا الیٰ رجل فحدثنا عن الدجال ثم جاء عثمان بن ابی العاص فقمنا الیه فجلسنا فقال سمعت رسول اللهﷺ یقول یکون للمسلمین ثلاثة امصار '' اس حدیث میں یہ لفظ ہے۔ ''فبیناهم کذلك اذنادی مناد من البحریا ایها الناس اتاکم الغوث ثلاثا فیقول بعضهم لبعض ان هذا الصوت رجل شبعان وینزل عیسیٰ بن مریم علیه السلام عند صلوٰة الفجر فیقول له امیرهم یا روح الله تقدم صل فیقول هذه الامة امراء بعضهم علیٰ بعض فیتقدم امیرهم فیصلیٰ حتیٰ اذا قضی صلاته اخذ عیسیٰ حربة فیذهب نحوالدجال '' یعنی عیسیٰ صبح کی نماز کے وقت نازل ہوں گے تو امیر مؤمنوں کا عیسیٰ سے کہے گا کہ یا روح اللہ آگے ہو کر نماز پڑھایئے تو عیسیٰ کہیں گے کہ یہی امت ایک دوسرے پر امیر ہے۔ پس امیر مؤمنوں کا آگے ہو کر نماز پڑھائے گا۔ یہاں تک کہ جب نماز پڑھا چکے گا تو عیسیٰ علیہ السلام ہتھیار لے کر دجال کی طرف جائیں گے۔

اس حدیث کے راوی بعض شیخین کی شرط پر ہیں اور بعض مسلم کی شرط پر سوائے علی بن زید بن جدعان کے کہ وہ رجال مسلم سے ہے۔ لیکن مسلم نے مقروناً بغیرہ اس سے روایت کی ہے۔ اس راوی کی اگرچہ بعض نے تضعیف کی ہے۔ مگر اکثر جلیل القدر نے جیسے منصور بن زاذان وحماد بن سلمہ و یحییٰ وابو حاتم وترمذی ودار قطنی ویعقوب بن شیبہ وذہبی نے توثیق کر دی ہے۔ میزان میں ہے۔ ''وقال منصور بن زاذان لما مات الحسن البصری قلنا لعلی بن زید اجلس مجلسه قال موسیٰ بن اسماعیل قلت الحماد بن سلمة زعم وهیب ان علی بن زید کان لا یحفظ قال ومن این کان وهیب یقدر علی مجالسة علی انما کان یجالسه وجوه الناس وروی عباس عن یحیی

هواحب الیٰ من ابن عقیل ومن عاصم بن عبداللّٰہ قال ابو حاتم یکتب حدیثه هو احب الیٰ من یزید بن ابی زیاد قال الترمذی صدوق وقال الدار قطنی لا یترك عندی فیه لین''

تہذیب میں ہے۔''قال یعقوب بن شیبة ثقة ذهبی ذکر من عرف بابیه ''میں لکھتے ہیں۔''ابن جدعان میں صغار التابعین هو علی بن زید جدعان بصری صویله'' حافظ عبدالعظیم منذری ترغیب وترہیب میں لکھتے ہیں۔'' وصحح الترمذی له حدیث ما فی السلام وحسن له غیر ما حدیث''کاشف میں ہے۔ ''احد الحفاظ بالبصرة''بالجملہ حدیث علی بن زید بن جدعان کی حسن ہے۔علی شرط الترمذی خصوصاً تائید کے لئے کافی ہونے میں تو کلام نہیں۔

قولہ...... ''اور متعدد اسانید سے فیصلہ قطعی کر دیا کہ''امامکم منکم ''ای مسیح بن مریم کی صفت واقع ہوئی ہے۔یا اس سے حال واقع ہوا ہے۔''

اقول...... اس میں کلام ہے۔ بچند وجوہ!

اوّل...... یہ کہ''امامکم منکم ''کو جو آپ صفت مسیح بن مریم کی لکھتے ہیں تو اس سے اگر یہ مطلب ہے کہ جملہ بن کر یہ صفت مسیح بن مریم کی واقع ہوا ہے تو صریح غلط ہے۔کیونکہ ابن مریم معرفہ ہے اور جملہ حکم میں نکرہ کے ہوتا ہے۔پس مطابقت موصوف وصفت کی درمیان نہ پائی گئی اور اگر یہ مطلب ہے کہ''وامامکم منکم ''بغیر جملہ بنائے صفت واقع ہے تو اس میں یہ قباحت ہے کہ موصوف وصفت کے درمیان میں واو نہیں آتا ہے اور یہاں واو موجود ہے اور اگر آپ کو شرح جامی کی اس عبارت سے دھوکا ہوا ہے کہ جو اس نے قیل کے لفظ سے نقل کی ہے کہ زمخشری نے وقوع واو کا درمیان موصوف صفت کے تجویز کیا ہے تو اس کا جواب جب آپ اسے پیش کریں گے۔انشاءاللہ تعالیٰ اس وقت ایسا دیا جائے گا جس سے آپ کو اپنے فہم کی قلعی کھل جائے گی۔

دوم...... ''امامکم منکم ''کا مسیح بن مریم سے حال ہونا اس پر موقوف نہیں ہے کہ مسیح بن مریم جو آنے والا ہے وہ اس امت میں سے ایک امام ہو۔بلکہ''امامکم منکم ''مسیح بن مریم سے اس وقت بھی حال ہو سکتا ہے کہ''امامکم منکم ''میں جو امام ہے وہ سوائے مسیح ابن مریم کے کوئی اور ہو اور یہ شبہ کہ رابطہ یہاں نہیں ہے۔اس کا جواب اوپر گزر رافتذکر۔

سوم...... آپ کے معنی پر جب امامکم منکم کو مسیح بن مریم سے حال کہا جائے گا تو صرف نص کا ظاہر سے لازم آئے گا۔کیونکہ وضع مظہر موضع مضمر کا قائل ہونا پڑے گا۔اس تقریر پر اصل عبارت

یوں ہونی چاہئے۔ وھو منکم! اور وضع مظہر موضع مضمر کے خلاف ظاہر ہے اور صرف نص کا ظاہر سے بغیر صارف قطعی جائز نہیں ہے۔

چہارم...... روایتوں میں مسلم کی ایسے معنی بھی ہوسکتے ہیں جس سے غیر مسیح بن مریم کا امام ہونا پایا جاتا ہے۔

پنجم...... مسلم کی روایتوں میں وہم کا ہونا ہم نے ثابت کردیا۔ وقد فصل انفا!

ششم...... حدیث جابر جو مسلم میں ہے اور اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے۔ اس نے فیصلہ کردیا کہ امام غیر مسیح بن مریم ہوگا۔

قولہ...... ''صحیح مسلم میں اسانید متعددہ سے ثابت کردیا کہ امامکم منکم کے معنی یہ ہیں کہ فامکم منکم بالکتاب ربکم تبارك وتعالیٰ وسنة نبیکم!''

اقول...... اس میں کلام ہے۔ بچند وجوہ!

اوّل...... مسلم نے ایک سند کے بھی یہ معنی نہیں بیان کئے جو آپ نے لکھے ہیں آپ نے لفظ منکم زیادہ کردیا ہے۔ لفظ مسلم کا یہ ہے۔ ''قال ابن ابی ذئب تدری ما امکم منکم قلت تخبرنی قال فامکم بکتاب ربکم تبارك وتعالیٰ وسنة نبیکم ﷺ'' اس جگہ زیادت لفظ منکم خطاء بین ہے۔ کیونکہ ''بکتاب ربکم تبارك وتعالیٰ وسنة نبیکم'' تفسیر منکم کی ہے۔ پس جمع بین المفسر والمفسر لازم آتا ہے۔ مطلب ابن ابی ذئب کا یہ ہے۔ ''امکم منکم'' کے معنی یہ کہ ابن مریم تمہاری امامت کرے گا۔ تم میں سے ہوکر یعنی تمہارے دین میں ہوکر نہ بحیثیت نبوت، اور تمہارے دین میں ہوکر امامت کرنے کے معنی یہی ہیں کہ کتاب وسنت کے ساتھ امامت کرے گا۔

دوم...... مسلم نے معنی مذکور ایک سند سے بیان کئے ہیں۔ نہ اسانید متعددہ سے پس اطلاق لفظ جمع کا یہاں پر کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا۔

سوم...... یہ معنی صرف ابن ابی ذئب کا جو ایک تبع تابعین سے ہے۔ فہم ہے۔ نہ حدیث مرفوع اور جب فہم صحابہ کا حجت نہیں ہے تو تبع تابعی کا فہم کس طرح حجت ہوسکتا ہے۔ خاص کر جب حدیث صحیح جابرؓ کی اس کی معارض موجود ہے۔

چہارم...... برتقدیر تسلیم اس معنی کے جو ابن ابی ذئب نے بیان کئے ہیں۔ بھی آپ کا مطلب حاصل نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ آپ کا مدعا تو یہ ہے کہ ابن مریم جو نبی بنی اسرائیل تھے۔ نہیں آویں گے بلکہ امت محمدیہ میں سے ان کا ایک مثیل آوے گا اور ابن ابی ذئب کے معنی سے یہ ثابت ہوتا

ہے کہ وہی ابن مریم جو بنی اسرائیل کے نبی تھے۔ آویں گے مگر بحیثیت نبی تم پر امامت نہ کریں گے۔ بلکہ امت محمدیہ میں ہوکر تمہارے امام ہوں گے۔"وشتان بینهما" علاوہ اس کے اگر ان دونوں روایات کی صحت تسلیم کر لی جاوے تو بھی آپ کا مدعا اس سے حاصل نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں لفظ منکم کا نہیں ہے۔ جس پر مدار آپ کے دعوے کے اثبات کا ہے اور اوپر یہ بھی معلوم ہوا کہ جس میں لفظ منکم کا ہے۔ اس سے بھی آپ کا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔ امامکم منکم کا لفظ جس روایت میں ہے۔ اس سے تو ظاہر غیر عیسیٰ کا امام ہونا مراد ہے اور صرف عن الظاہر بغیر صارف کے جائز نہیں ہے اور یہاں کوئی صارف موجود نہیں ہے اور امامکم منکم جس میں ہے اس کے معنی میں ایک احتمال ہم نے ایسا بیان کردیا ہے۔ جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا امام ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے۔"اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال" اور اگر وہ معنی بھی تسلیم کر لئے جائیں جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا امام ہونا ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ ابن ابی ذئب نے کہا ہے تو بھی آپ کا مدعی (یعنی آنے والا مسیح خود ابن مریم نہیں ہے۔ بلکہ مثیل اس کا ہے) ثابت نہیں ہوتا ہے "کمامر تقریرہ"

قولہ..... "جب کہ صحیحین سے ثابت ہو چکا کہ آنے والا مسیح اس ہی امت میں سے ایک امام ہوگا۔"

اقول..... صحیحین سے یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔ کمامر اب رہا یہ امر کہ آنے والا مسیح وہی عیسیٰ بن مریم نبی بنی اسرائیل ہے نہ کوئی اس کا مثیل۔ اگرچہ ہم کو اس پر دلیل قائم کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے۔ کیونکہ بعض احادیث صحیحہ میں ابن مریم کا لفظ واقع ہوا ہے اور بعض احادیث صحیحہ میں عیسیٰ بن مریم کا لفظ واقع ہوا ہے اور بعض احادیث صحیحہ میں مسیح بن مریم اور یہ تینوں الفاظ قرآن وحدیث میں جب بولے جاتے ہیں تو ان سے سب جگہ وہی مسیح نبی بنی اسرائیل مراد ہوتا ہے۔ ایک جگہ بھی مثیل مراد نہیں ہے۔ پس ظاہر نصوص قرآنیہ وحدیثیہ بھی ہے اور صارف اس ظاہر سے کوئی پایا نہیں جاتا ہے۔ مگر تبرعاً زیادت اطمینان کے لئے ہم لکھتے ہیں کہ احادیث صحیحہ سے صاف طور پر ثابت ہے کہ آنے والا مسیح مرزا غلام احمد قادیانی ہرگز نہیں ہوسکتا۔

دلیل اوّل..... احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ مسیح آنے والا بعد دجال کے آئے گا اور دجال بعد فتح قسطنطنیہ کے اور فتح قسطنطنیہ بعد ملحمہ کبریٰ کے مثبت امر اوّل کی یہ حدیث مسلم کی ہے۔

"حدثنا عبید الله بن معاذ العنبری ثنا ابی ناشعبة عن النعمان بن سالم قال سمعت یعقوب بن عاصم ابن عروة بن مسعود الثقفی یقول

سمعت عبدالله بن عمرو وجاء رجل فقال ما هذا الحديث الذی تحدث به تقول ان الساعة تقوم الیٰ کذاو کذا فقال سبحان الله او لا اله الا الله او کلمة نحوهما لقد هممت ان لا احدث احدا شیئا ابدا انما قلت انکم سترون بعد قلیل امرا عظیماً یحرق البیت ویکون ویکون ثم قال قال رسول اللهﷺ یخرج الدجال فی امتی فیمکث اربعین لا ادری اربعین یوما او اربعین شهراً او اربعین عاماً فیبعث الله تعالیٰ عیسیٰ بن مریم کأنه عروة بن مسعود فیطلبه فیهلکه "یعنی خروج دجال کے بعد اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم کو بھیجے گا کہ عروہ بن مسعود کے شکل کے مشابہ ہوں گے اور دجال کو تلاش کر کے ہلاک کریں گے۔

اس حدیث کے سب رواۃ رجال شیخین ہیں۔ سوائے نعمان بن سالم طائفی و یعقوب بن عاصم بن عروہ ابن مسعود ثقفی کے اور یہ دونوں ایسے ثقہ ہیں کہ ان میں کوئی جرح نہیں۔ اسی لئے میزان میں ان کا ذکر نہیں ہے۔ اس باب میں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو قتل کریں گے۔ بہت احادیث وارد ہیں۔

جامع ترمذی میں ہے: "حدثنا قتیبة نا اللیث عن ابن شهاب انه سمع عبید الله بن عبدالله بن ثعلبة الانصاری یحدث عن عبدالرحمن بن یزید الانصاری من بنی عمرو بن عوف قال سمعت عمی مجمع بن جاریة الانصاری یقول سمعت رسول اللهﷺ یقول یقتل ابن مریم الدجال بباب لد فی الباب عن عمران بن حصین ونافع بن عتبة وابی برزة وحذیفة بن اسید وابی هریرةؓ وکیسان وعثمان بن ابی العاص وجابر وابی امامة وابن مسعودؓ وعبدالله بن عمرو سمرة بن جندب والنواس بن سمعان وعمرو بن عوف وحذیفة بن یمان هذا حدیث صحیح مثبت "امر دوم وسوم کی یہ حدیث ہے: "عن عبدالله بن مسعودؓ قال ان الساعة لا تقوم حتیٰ لا یقسم میراث ولا یفرح بغنیمة ثم قال عدو یجمعون لاهل الشام ویجمع لهم اهل الاسلام یعنی الروم فیتشرط المسلمون شرطة للموت لا ترجع الا غالبة فیقتتلون حتیٰ یحجز بینهم اللیل فیفیٔ هولاء وهؤلاء کل غیر غالب وتفنی الشرطة ثم یتشرط المسلمون شرط للموت لا ترجع الا غالبة فیقتتلون حتے یهجز بینهم اللیل فیفیٔ هؤلاء وهولاء کل غیر غالب وتفنی الشرطة ثم یتشرط المسلمون

شرطة للموت لاترجع الاغالبة فيقتتلون حتى يمسوا فيضئ هؤلاء وهؤلاء كل غير غالب وتفسنى الشرطة فاذا كان يوم الرابع نهد اليهم بقية اهل الاسلام فيجعل الله الدبرة عليهم فيقتتلون مقتلة لم يرمثلها حتى ان الطائر ليمر بجناباتهم فلا يخلفهم حتى يخرميتتا فيتعاد بنو الاب كانوا مائة فلا يجدونه بقى منهم الا الرجل الواحد فباى غنيمة يفرح اواى ميراث يقسيم فبيناهم كذلك اذا سمعوا بباس هو اكبر من ذلك فجاء هم الصريخ ان الدجال قد خلفهم فى ذراريهم فير فضون ما فى ايديهم ويقبلون فيبعثون عشر فوارس طليعة قال رسول اللهﷺ انى لا اعرف اسماء هم واسماء آبائهم والوان خيولهم هم خير فوارس او من خير فوارس على ظهر الارض يومئذ رواه مسلم"

اس حدیث کے سب راوی علی شرط الشیخین ہیں۔ سوائے ابوقتادہ عدوی کے کہ وہ رواۃ مسلم وابوداؤد ونسائی سے ہے۔ یہ ایسا ثقہ ہے کہ کسی نے اس میں جرح نہیں کی۔ اس لئے میزان میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ اس باب میں اور احادیث بھی مسلم میں موجود ہیں۔ بعض میں نام قسطنطنیہ کا ہے اور اس ترتیب پر کہ پہلے خروج ملحمہ ہے۔ پھر فتح قسطنطنیہ پھر خروج دجال یہ حدیث ابوداؤد کی دال ہے۔ "عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللهﷺ عمران بيت المقدس خراب يثرب وخراب يثرب خروج الملحمة وخروج الملحمة فتح قسطنطنية وفتح قسطنطنية خروج الدجال" اس حدیث کے سب رجال اعلیٰ درجہ کے ثقات ہیں کہ ان میں کوئی جرح نہیں ہے۔ اس لئے میزان میں ان کا ذکر نہیں ہے۔ سوائے عبدالرحمٰن بن ثابت بن ثوبان عنسی کے کہ وہ مختلف فیہ ہے۔ ایک جماعت کثیرہ نے اس کی توثیق کی ہے۔ میزان میں ہے۔ "وثقه دحيم وقال ابن معين ليس به باس وقال ابوداؤد كان فيه سلامة وكان مجاب الدعوة وقال ابو حاتم ثقة وقال صالح جزرة قدرى صدوق حسن الترمذى حديثه وقد وثق الفلاس ابن ثوبان" ترغیب ترہیب میں ہے۔ وثقه ابن المدینی دیح له الترمذی وغیرہ میں کہتا ہوں۔ ترمذی نے جن احادیث کی تصحیح کی ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے۔

"حدثنا عبدالله بن عبدالرحمن انا محمد بن يوسف عن ابن ثوبان عن ابيه عن مكحول عن جبير بن نفيران عبادة بن الصامت

حدثهم ان رسول اللہ ﷺ قال ما علی الارض مسلم یدعوا اللہ تعالیٰ بدعوۃ الا أتاہ اللہ ایاھا او صرف عنه من السوء مثلها ما لم یدع بمائم اوقطعیة رحم فقال رجل من القوم اذا تکثر قال اللہ اکثر وھذا حدیث حسن غریب صحیح من ھذا الوجه "پس عبدالرحمٰن بن ثابت بن ثوبان کی حدیث ترمذی کے شرط پر ضرور صحیح ہے اور سوائے مکحول شامی کے کہ یہ بھی مختلف فیہ ہے۔ اس کی توثیق کے لئے یہی کافی ہے کہ یہ رجال مسلم سے ہے اور اس کی غیر واحد نے توثیق کی ہے۔ میزان میں ہے۔" وثقه غیر واحد وقال ابن سعد ضعفه جماعة قلت ھو صاحب تدلیس وقدرمی بالقدر فاللہ اعلم یروی بالارسال عن ابی وعبادۃ بن الصامت وعائشة وابی ھریرۃ وروی عن واثلة وابی امامة وعدۃ وعنه ثوربن یزید والاوزاعی لم یبلغنا ان احدا من التابعین تکلم فی القدر الاالحسن ومکحول فکشفنا عن ذلك فاذا ھو باطل"

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مکحول میں تین جرحیں ہیں۔ اوّل یہ کہ وہ مدلس ہے۔ دوم یہ کہ قدر کے ساتھ متہم کیا گیا ہے۔ سوم یہ کہ کثیر الارسال عن الصحابہ ہے۔ جرح اخیر تو اس حدیث میں ساقط ہے۔ اس لئے کہ یہاں صحابی سے روایت نہیں کرتا ہے۔ بلکہ جبیر بن نفیر سے اور جرح دوم یحییٰ بن معین واوزاعی کے کلام سے باطل ہوگئی۔ رہی جرح تدلیس پس یہ جرح سوائے میزان کے کسی کتاب میں دیکھنے میں نہیں آئی۔ نہ تقریب میں نہ کاشف میں نہ خلاصہ میں۔

"حدیث عبادہ بن الصامت فلا تفعلوا الا بفاتحة الکتاب فانه لا صلوۃ لمن لم یقراھا" میں مکحول واقع ہے اور وہ محمود بن الربیع سے ساتھ لفظ عن کے روایت کرتا ہے اور بخاری نے جزء القراءۃ میں اس کی تصحیح کی ہے۔ تلخیص الحبیر میں ہے۔" احمد والبخاری فی جزء القرأۃ وصححه وابوداؤد والترمذی والدار قطنی وابن حبان والحاکم والبیھقی من طریق ابن اسحاق حدثنی مکحول عن محمود بن الربیع عن عبادۃ وتابعه زید بن واقد وغیرہ عن مکحول "بیہقی نے بھی تصحیح کی ہے۔" قال البیھقی ورواہ ابراھیم بن سعد عن محمد بن اسحق فذکر فیه سماع ابن اسحق من مکحول فصار الحدیث موصولا صحیحاً" اہل حدیث اس حدیث میں علت تدلیس ابن اسحاق کی بیان کرتے ہیں اور اس کا جواب اس طرح دیتے ہیں کہ دوسری روایت میں تحدیث کی تصریح ہے۔ ایک بھی تدلیس مکحول کی بیان نہیں کرتا ہے۔ نیل

الاوطار میں ہے۔" ومحمد بن اسحق قد صرح بالتحديث فذهب مظنة تدليسه " تخریج احادیث وسیط میں ہے۔" وهو حديث صحيح رواه ابوداؤد والترمذى ودارقطنی وابن حبان والحاكم والبيهقى من روايت عبادة العاست قال الترمذى حسن وقال الدار قطنى اسناده حسن ورجاله ثقات وقال الخطابى اسناده جيد لا مطعن فيه وقال الحاكم اسناده مستقيم وقال البيهقى صحيح قلت ولا يضركون عنعنة ابن اسحق فى بعض اسانيده فقد صرح فى بعضها بالتحديث فزال المحذور " ترمذی نے حدیث مکحول کی تصحیح کی ہے۔ باب "ماجاء فى سجدتى السهو" میں لکھتے ہیں:" حدثنا محمد بن بشارنا محمد بن خالد بن غنمة نا ابراهيم بن سعد قال حدثنى محمدبن اسحق عن مكحول عن كريب عن ابن عباس عن عبدالرحمن بن عوف قال سمعت النبى ﷺ يقول اذا سها احدكم فى صلوته الحديث قال ابوعيسىٰ هذا حديث حسن صحيح " جب کہ بخاری وترمذی وبیہقی مکحول کا عنعنہ قبول کرتے ہیں اور حدیث عبادہ مذکور میں کوئی شخص تدلیس مکحول کو علت قرار نہیں دیتا ہے تو یہ امر اوّل دلیل ہے۔ اس پر کہ مکحول ان مدلسین میں سے نہیں ہے کہ جن کا عنعنہ معتبر نہ ہو اور یہ حدیث بھی ترتیب مذکور پر دال ہے۔" عن عبدالله بن بسران رسول اللهﷺ قال بين الملحمة وفتح المدينة ست سنين ويخرج الدجال فى السابعة رواه ابوداؤد وقال هذا اصح "مخفی نہ رہے کہ شہر قسطنطنیہ ابھی تک بفضل اللہ تعالیٰ اہل اسلام کے قبضہ میں ہے۔ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ کفار کے قبضہ میں آ جائے گا۔ اس کے بعد ملحمہ کبریٰ واقع ہوگا۔ اس کے بعد فتح قسطنطنیہ ہوگی۔ اس کے بعد خروج دجال ہوگا۔ اس کے بعد مسیح موعود تشریف لائیں گے۔ مرزا قادیانی جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور ابھی تک وقائع مذکورہ وقوع میں نہیں آئے تو یہ امر اوّل دلیل ہے۔ مرزا قادیانی کے کاذب ہونے پر۔

دلیل اوّل، دوم، سوم، چہارم، پنجم، ششم حدیث نواس بن سمعان ہے جو صحیح مسلم میں مروی ہے۔

"وعن النواس بن سمعان قال ذكر رسول اللهﷺ الدجال وقال ان يخرج وانا فيكم فانا حجيجه دونكم وان يخرج ولست فيكم فامر حجيج نفسه والله خليفتى على كل مسلم انه شاب قطط عينه طافئة كانى اشبهه

بعبد العزى ابن قطن فمن ادركه منكم فليقرأ عليه فواتح سورة الكهف فانها جوازكم من فتنة انه خارج خلة بين الشام والعراق فعاث يمينا وعاث شمالا يا عباد الله فاثبتوا قلنا يا رسول الله وما لبثه في الارض قال اربعون يوما يوم كسنة ويوم كشهر ويوم كجمعة وسائرا يامه كايامكم قلنا يا رسول الله فذلك اليوم الذي كسنة ايكفينا فيه صلوٰة يوم قال لا اقدرواله قدره قلنا يارسول الله وما اسرعه في الارض قال كالغيث استد برته الريح فيأتي علےٰ القوم فيدعوهم فيؤمنون به فيأ مرالسماء فتمطر والارض فتنبت فتروح عليهمْ سارحتهم اطول ماكانت ذرى واسبغه ضروعا وامدهم خواصر ثم يأتي القوم فيدعوهم فيردون عليه قوله فينصرف عنهم فيصبحون ممحلين ليس بايديهم شيئ من اموالهم ويمر بالخربة فيقول لها اخرجي كنوزك فتتبعه كنوزها كيعا سيب النحل ثم يدعوا رجلا ممتلئا شبابا فيضربه بالسيف فيقطعه جذ لتين رمية الغرض ثم يدعوه فيقبل ويتهلل وجهه يضحك فبينما هو كذلك اذ بعث الله المسيح ابن مريم فينزل عند المنارة البيضاء شرقي دمشق بين مهروذتين واضعا كفيه علي اجنحة ملكين اذا طأ طأ راسه قطر واذا رفعه تحدرمنه مثل جمان كاللؤلؤ فلا يحل لكافر يجد من ريح نفسه الامات نفسه ينتهي حيث ينتهي طرفه فيطلبه حتىٰ يدركه بباب لد فيقتل ثم يأتي عيسىٰ قوم قد عصمهم الله منه فيمسح عن وجوههم ويحدثهم بدرجاتهم في الجنة فبينما هو كذلك اذ اوحى الله الىٰ عيسىٰ انى قد اخرجت عباداً لي لا يدان لا حد بقتالهم فحرز عبادى الىٰ الطور ويبعث الله ياجوج وماجوج وهم من كل حدب ينسلون فيمرا اوائلهم علے بحيرة طبرية فيشربون ما فيها ويمرأ خرهم فيقول لقد كان بهذه مرة ماء ثم يسيرون حتىٰ ينتهوا الىٰ جبل الخمر وهو جبل بيت المقدس فيقولون لقد قتلنا من في الارض هلّم فلنقتل من في السماء فيرمون بنشابهم الىٰ السماء فيرد الله عليهم نشابهم مخضوبة دماً ويحصرنبي الله واصحابه حتىٰ يكون راس الثورلا حدهم خيراً من مائة دينار لاحدكم اليوم فيرغب نبي الله عيسىٰ واصحابه فيرسل الله عليهم النغف في رقابهم فيصبحون فرسى

كموت نفس واحدة ثم يهبط نبي الله عيسىٰ واصحابه الىٰ الارض فلا يجدون في الارض موضع شبر الاملأه زهمهم ونتنهم فيرغب نبي الله عيسىٰ واصحابه الىٰ الله فيرسل الله طيرا كاعناق البخت فتحملهم فتطرحهم حيث شاء الله وفي رواية تطرحهم بالنهبل ويستو قد المسلمون من قسيهم ونشابهم وجعابهم سبع سنين ثم يرسل الله مطراً لا يكن منه بيت مدرولا وبر فيغسل الارض حتىٰ يتركها كالزلقة ثم يقال للارض انبتي ثمرتك وردي بركتك فيومئذ تاكل العصابة من الرمانة ويستظلون بقحفها ويبارك في الرسل حتىٰ ان اللقحة من الابل لتكفي الفئام من الناس واللقحة من البقر لتكفي القبيلة من الناس واللقحة من الغنم لتكفي الفخذ من الناس فبيناهم كذلك اذبعث الله ريحا طيبة فتاخذهم تحت آباطهم فتقبض روح كل مؤمن وكل مسلم ويبقي شرار الناس يتهارجون فيهاتهارج الحمر فعليهم تقوم الساعة رواه مسلم الا الرواية الثانية وهي قولهم تطرحهم بالنهبل الىٰ قوله سبع سنين رواه الترمذي"

نواس بن سمعانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دجال کا ذکر کیا۔ پھر فرمایا کہ اگر دجال نکلا اور میں تم لوگوں میں موجود ہوا تو تم سے پہلے میں اس کو الزام دوں گا اور تم کو اس کے شر سے بچاؤں گا اور اگر وہ نکلا اور میں تم لوگوں میں موجود نہ ہوا تو ہر مرد مسلمان اپنی طرف سے اس کو الزام دے گا اور حق تعالیٰ میرا خلیفہ اور نگہبان ہے ہر مسلمان پر۔ تحقیق دجال نوجوان گھنگر والے بالوں والا ہے۔ اس کی آنکھ میں ٹینٹ ہے۔ گویا کہ میں اس کی مشابہت دیتا ہوں۔ عبدالعزیٰ بن قطن کے ساتھ (عبدالعزیٰ نامی ایک کافر تھا) سو جو شخص کہ تم میں سے اس کو پاوے تو چاہئے کہ سورۂ کہف کے سرے کی آیتیں اس پر پڑھے۔ مقرر وہ نکلے گا شام اور عراق کے درمیان کی راہ سے تو خرابی ڈالے گا داہنے اور فساد اٹھائے گا بائیں اے خدا کے بندو ایمان پر ثابت رہیو۔

اصحاب بولے یا رسول اللہ اور کس قدر اس کو زمین پر درنگی اور اقامت ہوگی۔ حضرت ﷺ نے فرمایا چالیس دن ان میں سے ایک دن تو سال کے برابر اور دوسرا دن جیسے مہینہ اور تیسرا دن جیسے ہفتہ اور باقی دن جیسے کہ یہی تمہارے دن ہیں۔ اصحاب بولے یا رسول اللہ ﷺ سو وہ دن جو سال کے برابر ہوگا کیا ہم کو ایک ہی دن کی نماز کفایت کرے گی۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ نہیں تم اندازہ کر لینا اس دن میں بقدر اس کے۔ اصحاب بولے یا رسول اللہ ﷺ اس کی

شتاب روی زمین میں کیونکر ہوگی۔ حضرت ﷺ نے فرمایا جیسے وہ مینہ جس کو ہوا پیچھے سے اڑاتی ہے۔ سو وہ ایک قوم کے پاس آوے گا تو ان کو کفر کی طرف بلاوے گا۔ سو وہ اس کے ساتھ ایمان لاویں گے تو آسمان کو حکم کرے گا تو وہ پانی برساوے گا اور زمین کو حکم کرے گا تو وہ گھاس اگاوے گی تو شام کو ان کے مویشی آویں گے بنسبت سابق کے دراز کوہان ہو کر اور کشادہ تھن ہو کر اور کوکھیں خوب تن کر یعنی موٹے تازے ہو جاویں گے۔ پھر دجال دوسری قوم کے پاس آوے گا اور ان کو کفر کی طرف بلاوے گا۔ سو وہ اس کے قول کو رد کر دیں گے تو ان کی طرف سے ہٹ جائے گا تو ان پر قحط پڑے گا کہ ان کے ہاتھوں میں ان کے مالوں میں سے کچھ باقی نہ رہے گا اور دجال ویران زمین پر نکلے گا اور اس سے کہے گا کہ اے زمین اپنے خزانے نکال تو خزانے اس کے پیچھے پیچھے ہو لیں گے۔ جیسے شہد کی مکھیاں بڑی مکھی کے پیچھے ہو لیتی ہیں۔ پھر دجال ایک جوان مرد کو بلائے گا اور اس کو تلوار سے دو ٹکڑے کر ڈالے گا اور ٹکڑے تیر کے مسافت کے قدر دور جا پڑیں گے۔ پھر اس کو بلائے گا تو وہ جوان چہرہ دمکتا ہوا اور ہنستا اس کے سامنے آئے گا۔ پس دجال اسی حال میں ہوگا کہ ناگاہ اللہ تعالیٰ مریم کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجے گا تو وہ دمشق کے شرقی منارہ کے پاس اتریں گے۔ زرد رنگین جوڑا پہنے اپنے دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوئے جب وہ سر جھکاویں گے تو پسینا ٹپکے گا اور جب سر اٹھائیں گے تو بہکے گا مثل موتی کے یعنی بدن اور عرق کی شفافی اور صفائی کی وجہ سے موتی کی طرح چمکتا معلوم ہوگا۔ پس جس کافر کو ان کی سانس کی بھاپ لگے گی۔ وہ قطعی مر جاوے گا اور ان کا سانس ان کی نظر کے منتہی تک پہنچے گا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو تلاش کریں گے۔ یہاں تک کہ لد (کوہ شام) کے دروازے پر اس کو پاویں گے۔ پس اس کو قتل کریں گے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس وہ لوگ آویں گے۔ جن کو خدا نے دجال سے بچایا۔ سو شفقت سے ان کے چہروں کو سہلا دیں گے اور ان کو بہشت کے درجات کی خوشخبری دیں گے۔ سو اسی حال میں ہوں گے کہ ناگاہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حکم دے گا کہ میں نے اپنے ایسے بندے نکالے ہیں کہ کسی کو ان سے لڑنے کی طاقت نہیں سو میرے بندوں کو کوہ طور کی طرف لے جا کر محفوظ رکھو اور اللہ یاجوج ماجوج کو بھیجے گا اور وہ ہر ایک بلندی سے نکل پڑیں گے تو ان کے پہلے لوگ طبرستان کے دریا پر گزریں گے تو جتنا پانی اس میں ہوگا سب پی جاویں گے اور ان کے پچھلے لوگ جب وہاں آویں گے تو کہیں گے کبھی اس دریا میں بھی پانی تھا۔ پھر چلیں گے یہاں تک کہ اس پہاڑ پر پہنچیں گے جہاں درختوں کی کثرت ہے۔ یعنی بیت المقدس کا پہاڑ تو وہ کہیں گے۔ البتہ ہم زمین والوں کو تو قتل کر چکے۔ آؤ اب آسمان والوں کو قتل کریں تو

اپنے تیروں کو آسمان پر ماریں گے۔ سو خدا ان کے تیروں کو خون آلودہ کر ڈالے گا اور خدا کا پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب گھرے رہیں گے۔ یہاں تک کہ ان کے نزدیک بیل کا سر افضل ہوگا۔ سو اشرفی سے آج تمہارے نزدیک یعنی کھانے کی نہایت تنگی ہوگی۔ پھر خدا کا پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام اور اس کے اصحاب دعا کریں گے۔ سو خدا ان یاجوج ماجوج پر عذاب بھیجے گا۔ ان کی گردنوں میں کیڑا پیدا ہوگا تو صبح تک سب مر جاویں گے۔ ایک جان کا سا مرنا، پھر خدا کا پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام اور اس کے اصحاب زمین پر اتریں گے تو زمین میں ایک بالشت برابر جگہ ان کی سڑاند اور گندگی سے خالی نہ پاویں گے۔ یعنی تمام زمین پر ان کی سڑی لاشیں پڑی ہوں گی۔ پھر خدا کا پیغمبر عیسیٰ اور اس کے اصحاب خدا سے دعا کریں گے۔ حق تعالیٰ یاجوج ماجوج پر پرند جانور بھیجے گا۔ جیسے بڑے اونٹوں کی گردنیں سو وہ ان کو اٹھا لے جاویں گے اور ان کو پھینک دیں گے۔ جہاں خدا کو منظور ہوگا۔ (اور ایک روایت میں ہے (یہ روایت ترمذی کی ہے) کہ مقام نہبل میں ان کو پھینک دیں گے اور مسلمان ان کے کمانوں اور تیروں اور ترکشوں سے سات برس تک آگ جلائیں گے) پھر خدا ایسا پانی برسائے گا کہ کوئی گھر مٹی کا اور اون کا باقی نہ رہے گا اور زمین کو دھو کر ایسا صاف کر دے گا۔ جیسے حوض وغیرہ پھر زمین کو حکم ہوگا کہ اپنے پھل اگا اور اپنی برکت دکھا تو اس دن ایک انار کو ایک جماعت کھائے گی اور اس کے چھلکے کو بنگلہ بنا کر اس کے سایہ میں بیٹھیں گے اور دودھ میں اس قدر برکت ہوگی کہ دودھار اونٹنی آدمیوں کے بڑے گروہ کو کفایت کرے گی۔ سو لوگ ایسی حالت میں ہوں گے کہ یکا یک حق تعالیٰ ایک پاک ہوا بھیجے گا کہ ان کے بغلوں کے نیچے لگے گی اور اثر کر جاوے گی تو ہر مؤمن اور ہر مسلم کی روح کو قبض کرے گی اور شریر و بدذات لوگ باقی رہ جاویں گے۔ مرد عورت آپس میں گدھوں کی طرح علانیہ بدکاری کریں گے۔ سو ان پر قیامت قائم ہوگی۔ روایت کیا اس حدیث کو مسلم[۱] نے۔

---

[۱] اس حدیث کے تین راوی علی شرط الشیخین ہیں اور تین رواۃ یعنی یحییٰ بن جابر الطائی وعبدالرحمٰن بن جبیر بن نفیر وجبیر بن نفیر رواۃ مسلم سے ہیں۔ ان میں سے یحییٰ وجبیر بن نفیر تو ایسے ثقہ ہیں کہ ان میں کوئی جرم نہیں ہے۔ اسی لئے میزان میں ان کا ذکر نہیں اور عبدالرحمٰن بن جبیر کی نسبت میزان میں مرقوم ہے۔ ”ثقة مشهور وثقه ابوزرعة والنسائي وقال ابن سعد ثقة بعضهم يستنكر حديثه“ بہرحال یہ حدیث اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے۔

ف...... یہ حدیث چند وجوہ سے مرزا قادیانی کا مسیح موعود ہونا باطل کرتی ہے۔

اوّل...... یہ کہ حدیث سے صاف ثابت ہے کہ نزول مسیح موعود سے پہلے دجال آئے گا۔ جس کے وہ صفات ہوں گے جو اس حدیث اور دیگر احادیث میں مذکور ہوئے۔ ابھی تک دجال نہیں آیا اور مرزا قادیانی جو گروہ پادریان کو دجال کا مصداق بناتے ہیں۔ سو یہ صریح البطلان ہے۔ کیونکہ اس حدیث اور دوسری احادیث صحیحہ میں بصراحت موجود ہے کہ وہ دجال ایک مرد معین ہے۔ کافر یہودی، جسیم سرخ جوان بہت گھنگر والے بال داہنی آنکھ کا کانا اور اللہ تعالیٰ کانا نہیں۔ آنکھ اس کی اونچی گویا انگور ہے۔ عبدالعزیٰ بن قطن کے مشابہ اس کی دونوں آنکھوں کے بیچ میں ک ف ر لکھا ہے۔ ہر مؤمن کاتب وغیر کاتب اس کو پڑھ لے گا۔ اس کے ساتھ جنت و دوزخ ہوگی۔ بانجھ ہوگا اس کے اولاد نہ ہوگی۔ مکہ مدینہ میں نہ داخل ہوگا۔ وہ کہے گا میں تمہارا رب ہوں اور رب کو نہ دیکھو گے۔ جب تک کہ نہ مرو گے۔ چالیس دن زمین میں رہے گا ایک دن ایک سال کے برابر اور ایک دن ایک ماہ کے برابر اور ایک دن ایک ہفتہ کے برابر اور باقی دن تمہارے دنوں کی طرح۔ چال اس کی ابر کی سی ہوگی۔ ایک قوم کے پاس آئے گا پھر ان کو بلائے گا تو وہ اس پر ایمان لائیں گے۔ پس حکم کرے گا آسمان کو تو آسمان مینہ برسائے گا اور حکم کرے گا زمین کو تو وہ اگائے گی پھر ان کے مویشی بہت موٹے اور بہت دودھ دینے والے اور سیر ہو جائیں گے۔ پھر آئے گا دوسری قوم کے پاس پھر ان کو بلائے گا تو وہ اس کی بات نہ مانیں گے تو پھر جائے گا وہ ان سے پھر ان سے مینہ کا برسنا موقوف ہو جائے گا اور زمین خشک ہو جائے گی۔ ان کے ہاتھ میں کچھ مال نہ رہے گا اور گزرے گا ویرانہ پر پھر اس سے کہے گا نکال اپنے خزانے پس خزانے پیچھے اس کے ہو جائیں گے۔ جیسا کہ شہد کی مکھیاں اپنے بادشاہ کے پیچھے چلتی ہیں۔ پھر بلائے گا ایک مرد جوان کو پھر تلوار سے اس کے دو ٹکڑے کر کے تیر کے نشانہ کے فاصلہ پر پھینک دے گا۔ پھر اس کو بلائے گا تو وہ زندہ ہوکر آئے گا کہ چہرہ اس کا روشن ہوگا۔ ہنستا ہوا۔ حدیث متفق علیہ میں ہے کہ اس کے پاس ایک مرد آئے گا اور وہ بہترین مردم ہوگا اور دجال سے کہے گا میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک تو دجال ہے جس کی خبر رسول اللہ ﷺ نے ہم کو دی ہے۔ دجال لوگوں کو مخاطب کر کے کہے گا بھلا بتاؤ تو اگر میں اس کو مار ڈالوں پھر زندہ کروں تو میرے خدا ہونے میں اس کو شک رہے گا۔ لوگ کہیں گے نہیں۔ پس مار ڈالے گا وہ اس کو پھر اس کو زندہ کرے گا۔ پھر وہ شخص کہے گا کہ اب تو مجھ کو تیرے دجال ہونے کی اور زیادہ بصیرت ہوگئی۔ پھر دجال اس کے قتل کا ارادہ کرے گا تو قتل نہ کر سکے گا۔ ان سب امور پر حدیث مذکور اور احادیث ذیل دلالت کرتی ہیں۔

"عن انس[1] قال قال رسول اللهﷺ ما من نبی الاقد انذر امته الا عور الکذاب الا انه اعوروان ربکم لیس باعور مکتوب بین عینیه ك ف ر متفق علیه۔

وعن عبدالله قال قال رسول اللهﷺ ان الله لا یخفی علیکم ان الله تعالیٰ لیس باعور وان المسیح الدجال اعور عین الیمنی کأن عینه عنبة طافئة متفق علیه۔

وعن ابی هریرة قال قال رسول اللهﷺ الا احدثکم حدیثا عن الدجال ماحدث به نبی قومه أنه اعور وانه یجئ معه بمثل الجنة والنار فالتی یقول انها الجنة هی النار وانی انذرکم کما انذر به نوح قومه متفق علیه۔

وعن حذیفة عن النبیﷺ قال مکتوب بین عینیه کافر یقرأه کل مؤمن کاتب وغیر کاتب۔

وعن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللهﷺ یأتی الدجال وهو محرم علیه ان یدخل نقاب المدینة فینزل بعض السباخ التی تلی المدینة فیخرج الیه رجل وهو خیر الناس اومن خیار الناس فیقول اشهد انك الدجال الذی حدثنا رسول اللهﷺ حدیثه فیقول الدجال ارایتم ان قتلت هذا ثم احییته هل تشکون فی الامر فیقولون لا فیقتله ثم یحییه فیقول والله ماکنت فیك اشد بصیرة من الیوم فیرید الدجال أن یقتله فلا یسلط علیه متفق علیه۔

وعن ابی هریرةؓ عن رسول اللهﷺ قال یاتی المسیح من قبل المشرق همته المدینة حتی ینزل دبر احدثم تصرف الملائکة وجهه قبل الشام وهنالك یهلك متفق علیه۔

---

[1] ان سب حدیثوں میں علامات دجال مذکورہ بالا کا بیان ہے۔ اس لئے ترجمہ کی ضرورت نہ سمجھی۔

وفی حدیث فاطمة بنت قیس فاذا فیه اعظم النسان مارایناه قط خلقا وفیه فلا ادع قریة الا هبطتها فی اربعین لیلة غیر مکة وطیبة هما محرمتان علی کلتا هما رواه مسلم۔

وفی حدیث عبدالله بن عمران رسول اللهﷺ قال الحدیث وفیه ثم اذا انا برجل جعد قطط اعور العین الیمنی کأن عینه عنبة طافئة کاشبه من رأیت من الناس بابن قطن واضعاً یدیه علی منکبی رجلین یطوف بالبیت فسالت من هذا فقالوا هذا المسیح الدجال متفق علیه۔

وفی روایة قال فی الدجال رجل احمر جسیم۔

وقال ابن شهاب واخبرنی عمر بن ثابت الانصاری انه اخبره بعض اصحاب رسول اللهﷺ ان رسول اللهﷺ قال یوم حذر الناس الدجال انه مکتوب بین عینیه کافر یقرؤه من کره عمله اویقرؤه کل مؤمن وقال تعلموا انه لن یری احدمنکم ربه عزوجل حتیٰ یموت رواه مسلم۔

وفی حدیث ابی سعید قال صحبت ابن صاعد الیٰ مکة فقال لی امالقیت من الناس یزعمون انی الدجال الست سمعت رسول اللهﷺ یقول انه لا یولد له قال قلت بلی قال فقد ولدلیٰ اولیس سمعت رسول اللهﷺ یقول لا یدخل المدینة ولا مکة قلت بلی قال فقد ولدت بالمدینة وهذا انا ارید مکة رواه مسلم وفی روایة الم یقل نبی اللهﷺ انه یهودی وقد اسلمت وفی روایة الیس قد قال رسول اللهﷺ هو کافر وانا مسلم اولیس قد قال رسول اللهﷺ عقیم لا یولد له وقد ترکت ولدی بالمدینة''

وجہ دوم..... حدیث ابن سمعان کے یہ الفاظ ''اذ بعث الله المسیح بن مریم فینزل عند المنارة البیضاء شرقی دمشق بین مهرودتین واضعاکفیه علی اجنحة ملکین اذا طاطأ راسه قطر واذا رفعه تحدرمنه مثل جمان کا للؤلؤ فلا یحل لکافر یجد من ریح نفسه الامات ونفسه ینتهی حیث ینتهی طرفه فیطلبه حتیٰ یدرکه بباب لد فیقتله'' مرزا غلام احمد قادیانی کا مصداق مسیح بن مریم ہونا باطل کرتے ہیں۔

وجہ سوم..... اس حدیث مذکور سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں خروج یاجوج وماجوج بصفت خاصہ ثابت ہوتا ہے۔ یہ بات بھی مرزا قادیانی کے زمانہ میں اب تک مفقود ہے اور نہ ان کے زمانہ میں اس کے وقوع کی امید ہے۔

وجہ چہارم..... اس حدیث میں چار مقام پر مسیح موعود کے لئے لفظ نبی اللہ کا آیا ہے۔ پس اگر اپنے آپ کو نبی اللہ کہتا ہے تو یہ مخالف ہے۔ آیہ کریمہ ''ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین'' اور حدیث ''وانا خاتم النبیین'' کی یہ متفق علیہ ہے اور اگر اپنے آپ کو نبی اللہ نہیں کہتا تو مسیح موعود کا مصداق نہ ہوا۔

دلیل ہفتم، ہشتم، نہم..... مرزا قادیانی کے مسیح موعود نہ ہونے کی یہ حدیث ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے۔ ''قال[1] الامام احمد حدثنا عفان حدثنا همام انبانا قتادة عن عبدالرحمن عن ابی هریرةؓ ان النبیﷺ قال الانبیاء اخوة العلات امهاتهم شتّٰی ودینهم واحد وانی اولیٰ الناس بعیسیٰ بن مریم لانه لم یکن نبی بینی وبینه وانه نازل فاذا رایتموه فاعرفوه رجل مربوع الیٰ الحمرة والبیاض علیه ثوبان ممصران کأن راسه یقطروان لم یصبه بلل فیدق الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویدعوا الناس الیٰ الاسلام ویهلك الله فی زمانه الملل کلها الا الاسلام ویهلك الله فی زمانه المسیح الدجال ثم تقع الامانة علیٰ الارض حتیٰ ترتع الاسود مع الابل والنمار مع البقر والذئاب مع الغنم ویلعب الصبیان بالحیات لا تضرهم فیمکث اربعین ثم یتوفی ویصلی علیه المسلمون وکذا رواه ابوداؤد عن هدبة بن خالد عن همام بن یحییٰ انتهی وقال الحافظ فی فتح الباری رواه ابوداؤد دباسناد صحیح''

---

[1] اس حدیث کے سب روات رجال صحیحین ہیں۔ سوائے عبدالرحمن ابن آدم کے کہ وہ ایسا ثقہ ہے کہ کسی نے اس میں جرح نہیں کی۔ اسی لئے میزان میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ اور قتادہ ابن دعامہ اگرچہ وہ مدلس ہے۔ لیکن اس کے ساتھ سب اصحاب صحاح نے احتجاج کیا ہے۔ میزان میں ہے۔ احتج به اصحاب الصحاح والاسیما اذا قال حدثنا اور حافظ نے فتح الباری میں اس حدیث ابی داؤد کو صحیح کہا ہے۔

ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ تحقیق نبی ﷺ نے فرمایا کہ سب انبیاء علاتی بھائی ہیں کہ ان کی مائیں یعنی فروعی احکام ان کے مختلف ہیں اور اصل دین ان کا ایک ہی ہے۔ یعنی توحید وایمانیات ودعوت الی الحق میں متفق ہیں اور میں قریب تر ہوں۔ عیسیٰ بن مریم کے اس لئے کہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں اور بے شک وہ اترنے والے ہیں۔ جب تم ان کو دیکھو تو ان کی پہچان یہ ہے کہ ایک مرد میانہ قد گندم گون رنگین کپڑے پہنے ہوئے ہے۔ گویا ان کے سر سے قطرے ٹپکتے ہوں گے۔ اگرچہ تری نہیں پہنچی پس صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو ہلاک کریں گے اور جزیہ اٹھادیں گے اور لوگوں کو اسلام کی طرف بلائیں گے اور اللہ ان کے زمانہ میں سوائے اسلام کے سب مذاہب کو نیست ونابود کردے گا اور اللہ ان کے ہی زمانہ میں مسیح دجال کو ہلاک کرے گا تو کل زمین میں امن ہوجائے گا۔ یہاں تک کہ شیر اونٹ کے ساتھ اور چیتا گائے کے ساتھ اور بھیڑیا بکری کے ساتھ مل کر ایک جگہ چریں گے اور لڑکے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے تو ان کو کچھ گزند نہیں پہنچائیں گے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام چالیس برس کی (عمر) میں وفات پائیں گے اور ان پر مسلمان جنازے کی نماز پڑھیں گے۔ یہ حدیث تین وجوہ سے علاوہ وجوہ مذکورہ کے مرزا قادیانی کا مسیح موعود ہونا باطل کرتی ہے۔

اوّل...... یہ کہ اسی حدیث میں تصریح اس امر کی ہے کہ آنے والا مسیح وہی نبی بنی اسرائیل عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ جن کے اور ہمارے حضرت ﷺ کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا۔ نہ کوئی مثیل۔

دوم...... یہ کہ مسیح موعود کے زمانے میں سب مذاہب سوائے اسلام کے ہلاک ہوجائیں گے اور مرزا قادیانی کے زمانہ میں دوسرے مذاہب بھی بڑے شدومد کے ساتھ موجود ہیں۔

سوم...... مسیح موعود کے زمانے میں شیر اونٹوں کے ساتھ اور چیتے گائے بیلوں کے ساتھ اور بھیڑئے بکریوں کے ساتھ چریں گے اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے۔ سانپ ان کو ضرر نہ پہنچائیں گے۔ مرزا قادیانی کے زمانہ میں یہ امر مفقود ہے۔

دلیل دہم...... یہ حدیث ہے۔ ”قال احمد حدثنا هشيم عن العوام بن حوشب عن جبلة بن سحيم عن موثر بن غفارة عن ابن مسعود عن رسول الله ﷺ قال لقيت ليلة اسرى بى ابراهيم وموسىٰ وعيسىٰ عليهم السّلام فتذاكروا امر الساعة فردوا امرهم الى ابراهيم فقال لا علم لى بها فردوا امرهم الى موسىٰ فقال لا علم لى بها فردوا امرهم الى عيسىٰ قال اما وجبتها فلا يعلم بها احد الا الله وفيما عهد الىّ ربى عزوجل ان الدجال خارج ومعى قضيبان فاذا

رأني ذاب كما يذوب الرصاص الحديث وفيه ففيما عهد اليّ ربي عزوجل ان ذلك اذا كان كذلك ان الساعة كالحامل المتم لا يدري اهلها متى تفاجئهم لولا دها ليلا اونهارا رواه ابن ماجه عن محمد بن بشار عن زيد ابن هارون عن العوام بن حوشب به نحوه"

ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شب معراج میں ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے میری ملاقات ہوئی تو قیام قیامت کا ذکر آ گیا کہ کب ہوگی۔ سب نے اس سوال کو ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ مجھ کو قیامت کے وقت کا کچھ علم نہیں۔ پھر اس سوال کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر پیش کیا تو انہوں نے بھی کہا کہ اس کا مجھ کو کچھ علم نہیں۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر پیش کیا تو انہوں نے کہا کہ قیامت کا عین وقت وقوع تو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ لیکن اللہ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ دجال نکلنے والا ہے اور میرے ہاتھ میں دو چھڑی ہوں گی۔ پس جب وہ مجھ کو دیکھے گا تو پگھلنے لگے گا۔ جیسے سیسا پگھلتا ہے۔ آخر حدیث تک اور اس میں یہ بھی ہے کہ مجھ سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ جب یہ واقعات ہو چکیں گے تب قیامت ایسی جلدی آئے گی۔ جیسے پورے دنوں کی حاملہ کہ اس کے گھر والے نہیں جانتے ہیں کہ رات یا دن کو کس وقت ناگاہ بچہ پیدا ہو جائے گا۔

اس حدیث کے سب رجال رجال شیخین ہیں۔ سوائے موثر بن عفارہ کے کہ وہ ایسا ثقہ ہے کہ اس میں کوئی جرح نہیں ہے۔ اس لئے میزان میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ ہاں ایک علت اس میں ہے وہ یہ ہے کہ ہشیم مدلس ہے اور یہاں عن کے ساتھ روایت کی ہے۔ لیکن چونکہ متابع اس کا یزید بن ہارون موجود ہے۔ اس لئے تدلیس کچھ ضرر نہیں کرتی ہے۔ اس حدیث سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسیح جو آنے والے ہیں وہ وہی عیسیٰ نبی بنی اسرائیل ہیں نہ کوئی مثیل ان کا۔

دلیل یازدہم...... "عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ والذي نفسي بيده ليوشكن ان ينزل فيكم ابن مريم حكما عدلا فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويفيض المال وحتى لا يقبله احد حتى تكون السجدة الواحدة خيرا من الدنيا وما فيها متفق عليه"

ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ کو اس ذات پاک کی قسم ہے۔ جس کی قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ البتہ تحقیق عنقریب ابن مریم تم میں حاکم عادل ہو کر اتریں گے تو صلیب توڑیں گے اور خنزیر کو ہلاک کریں گے اور جزیہ کو اٹھا دیں گے اور مال کی کثرت

ہوگی۔ یہاں تک کہ اس کو کوئی قبول نہ کرے گا۔ یہاں تک کہ ایک سجدہ دنیاومافیہا سے بہتر ہوگا۔ روایت کیا اس حدیث کو امام بخاری ومسلم نے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود کے زمانے میں مال اس قدر کثرت سے ہوگا کہ کوئی قبول نہ کرے گا اور ایک سجدہ بہتر ہوگا دنیا ومافیہا سے یہ دونوں باتیں مرزا قادیانی کے زمانے میں اب تک پائی نہیں گئیں اور نہ ان کے زمانے میں پائی جانے کی امید ہے۔

ابوہریرہؓ کی ایک متفق علیہ حدیث میں یہ لفظ ہے۔ ''وحتیٰ یکثر فیکم الامال فیفیض حتیٰ یهم رب المال من یقبل صدقة وحتی یعرضه فیقول الذی یعرضه علیه لا ارب لی به '' مسلم کی ایک راوایت کے یہ لفظ ہیں۔ ''لاتقوم الساعة حتیٰ یکثر المال ویفیض حتیٰ یخرج الرجل زکوٰة ماله فلا یجد احدا یقبلها'' مسلم کی دوسری روایت میں ہے۔ ''تقی الارض افلا ذکبدها امثلا الا سطوانة من الذهب والفضة فیجئ القاتل فیقول فی هذا قتلت ویجئ القاطع فیقول فی هذا قطعت رحمی ویجئ السارق فیقول فی هذا قطعت یدی ثم یدعونه فلا یا خذون منها شیئا وان حارثة ابن وهب قال قال رسول اللہ ﷺ تصدقوا فانه یأتی علیکم زمان یمشی الرجل بصدقته فلا یجد من یقبلها یقول الرجل لوجئت بها بالامس لقبلتها فاما الیوم فلا حاجة لی بها متفق علیه''

یہ سب حدیثیں حدیث اوّل کی تفسیر واقع ہوئی ہیں۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی کے مریدوں کی یہ تاویلیں کہ علم کے خزانے بہیں گے یا مال سے وہ روپیہ مراد ہے جو مرزا قادیانی کے اشتہارات میں مذکور ہے کہ جو کوئی براہین احمدیہ یا سرمۂ چشم آریہ وغیرہ وغیرہ کا جواب لکھے ان کو اس قدر روپیہ دیا جائے گا۔ کس قدر پوچ ولچر وبیہودہ ہیں۔

دلیل دوازدہم..... مسلم کی ایک روایت میں یہ لفظ ہے۔ ''ولیترکن القلاص فلا یسعٰی علیها ولتذهبن الشحناء والتباغض والتحاسد'' اور (ابن مریم کے زمانے میں) جوان اونٹ چھوڑ دیئے جائیں گے۔ پس ان سے کوئی کام نہ لیا جائے گا اور کینہ اور بغض اور حسد نہ رہے گا۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ مسیح موعود کے زمانے میں جوان اونٹ چھوڑ دیئے جاویں گے۔ نہ ان پر سواری کی جائے گی اور نہ کسی اور کام میں لگائے جائیں گے اور عداوت وبغض وحسد باقی نہ رہے گا۔ یہ بات مرزا قادیانی کے زمانے میں پائی نہیں جاتی ہے۔

دلیل سیزدہم..... ابن سمعان کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود کے زمانے میں اس قدر

برکت ہوگی کہ ایک انار ایک جماعت کے لئے کافی ہوگا اور اس کے چھلکے کے سایہ میں ایک جماعت سایہ لے گی اور دودھ میں اس قدر برکت ہوگی کہ ایک اونٹنی ایک بڑی جماعت کے لئے کافی ہوگی اور ایک گائے ایک بڑے قبیلہ کے لئے اور ایک بکری چھوٹے قبیلہ کے لئے اور مرزا قادیانی کے زمانے میں ان میں سے کچھ بھی نہیں ہے۔

قولہ...... ’’پس بموجب حکم ان سب مقدمات مسلمہ کے۔‘‘

اقول...... یہ سب مقدمات تو آپ کے تار عنکبوت تھے۔ ہباء منثورا ہوگئے۔ اب بموجب اپنے وعدہ کے ثالث مقرر کر کے یا خود خوف خدا کر کے رجوع فرمائیے۔

قولہ...... ’’پس بموجب اس تاویل صحیحہ اور تفسیر حقہ کے اس شعر کا مضمون بہت راست ودرست معلوم ہوتا ہے۔‘‘

اقول...... اب تو معلوم ہوگیا کہ وہ تاویل آپ کی غلط اور تفسیر مردود ہے تو مضمون شعر وہی گستاخی اور بے ادبی رہا۔ بلکہ یہ دوسری گستاخی اور بے ادبی آپ کی ثابت ہوگئی اور مرزا قادیانی کا اس میں حصہ بھی ہوگیا اور عاجز نہایت درجہ فروتنی سے اپنے کو اپنے خدا کا بہت کمزور اور ادنیٰ درجہ کا ذلیل بندہ گندہ جان کر اور اللہ تعالیٰ نے جو احقر کو خبر دی ہے۔ اس کا اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کر کے اور اپنے مولا کی خبر پر یقین کامل کر کے آپ کو بشارت سناتا ہے۔ کہ آپ کے فرضی مسیح کو مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب مدظلہم کی سب وشتم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس گستاخی کا عوض بہت جلد ملنے والا ہے اور جہاں تک اس عاجز کو اس کے مولا نے علم دیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ وہ کسی سخت بلائے جسمی میں مبتلا ہووے اور جلد ہووے۔ **واللّٰہ غالب علی امرہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون الٰہی تبت من کل المعاصی استغفرک واتوب الیک ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا وہب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوہاب**

تمت

نوٹس منجانب خاکسار

اے مسلمانان ہر دیار وامصار اے میرے دین اور وطن کے بھائیو! اے میرے پیارے رسول محبوب رب العالمین ﷺ کے پیارو گو تم کو کوئی کیسا ہی حقیر سمجھے۔ مگر تمہاری وہ قدر ومنزلت کسی طرح کم نہیں ہوسکتی کہ تم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخر الزمان پیغمبر ﷺ کی امت ہونے کے لئے پسند کر لیا اور اسی سبب سے گو تم کسی حال میں ہو۔ مگر جب تک تم میں یہ صفت باقی ہے۔ شیطان تمہارا اور تم شیطان کے دشمن ہی رہو گے اور یہی وجہ ظاہر اس بھید کی ہے کہ تم پر

اندرونی اور بیرونی حملے ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ اے عزیزو! تم اکثر میرے حال اور مزاج سے واقف ہو۔ میں بھی تمہارا ایک ادنیٰ خادم ہوں اور میری خدمتوں سے بھی تم کسی نہ کسی قدر واقف ہو گو۔ تم مجھ کو پسند کرو یا ناپسند۔ مگر مجھ کو اپنی قوت وحال کے موافق اسلام واہل اسلام کی خدمت سے دریغ نہیں۔

یہ عرضداشت محض برائے ہمدردی اپنے برادران سابقہ بخدمت جناب مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے سلسلہ کے تمام بھائیوں کے لئے لکھتا ہوں۔ خاص کر جن اصحاب سے میں اور مجھ سے وہ واقف ہیں۔ ان سے میرا خطاب خاص ہے۔ جیسے جناب حکیم نورالدین صاحب ومولوی محمد احسن صاحب ومولوی محمد ٹونکی صاحب وحافظ محمد یوسف صاحب واحباب لاہور وغیرہ اگر آپ صاحب میری اس درخواست کو حقیر جان کر توجہ نہ فرمائیں گے تو یہ امر آخر ہے۔ مگر ذرا بھی توجہ کریں تو اس کا جواب واجب ولازم ہے۔ جناب مرزا قادیانی کی تصنیفات میں سے میں نے براہین احمدیہ، فتح الاسلام، توضیح مرام، ازالہ اوہام، اور مولوی محمد احسن صاحب (قادیانی) کے حصص اعلام الناس تاالحق دیکھے اور اس وقت میں میرے نزدیک مرزا قادیانی نے سخت غلطی کی اور بہت بے جا طور سے ایک پرانے جھگڑے کو جو مرچکا تھا۔ اسلام میں کھڑا کر دیا۔ جس سے مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچنے کا خیال ہے اور فائدہ کچھ نہیں۔ اگرچہ مرزا قادیانی اور ان کے اتباع نے نہایت زور سے لکھا ہے کہ اسلام میں کسی نے آج تک مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ اس طرح نہیں کیا۔ جس طرح مرزا قادیانی نے کیا ہے مگر یہ فرمانا ان صاحبوں کا علم تاریخ سے غفلت کا سبب ہے اور الہام ہو تو وہ بھی غلط کیونکہ ایسا دعویٰ پہلے بھی کیا گیا ہے۔ بسبب کی گنجائش کے صرف ایک نمونہ پیش کرتا ہوں۔ امام ابن تیمیہ کتاب بغیۃ المرتاد میں لکھتے ہیں۔ ’’قال شیخ الاسلام ابن تیمیۃؒ فی کتابه بغیة المرتاد فی رد القائلین بالحلول والاتحاد مالفظه هذا لو قد کان عندنا بد مشق الشیخ المشهور الذی یقال له ابن هود وکان من اعظم من رایناه من هؤلاء الاتهادیة زهد او معرفة ورریاضة وکان من اشد الناس تعظیماً لا بن سبعین ومفضلا له عنده علی ابن عربی وغلامه ابن اسحق واکثر الناس من الکبار والصغار کانوا یطیعون امره وکان اصحابه الخواص به یعتقدون فیه انه اعنی ابن هود المسیح بن مریم ویقولون ان امه کان اسمها مریم وکانت نصرانیة ویعتقدون قول النبی ﷺ ینزل فیکم ابن مریم هو هذا وان روحانیة عیسیٰ تنزل علیه وقد ناظرنی فی ذلک من

كان افضل الناس عندهم اذ ذاك معرفة بالعلوم الفلسفية وغيرها مع دخوله في الزهد والتصوف وجرى لهم في ذلك مخاطبات ومناظرات يطول ذكرها جرت بيني وبينهم حتى بينت لهم فساد دعوٰهم بالا حاديث الصحيحة الوارىة في نزول المسيح وان ذلك الوصف لا ينطبق على هذا وبينت فساد ماد خلوا فيه من القرمطة حتى ظهرت مباهلتهم وحلفت لهم ان ما ينتظرونه من هذا الرجل لا يكون ولا يتم وان الله لا يتم امرهذا الشيخ فابر الله تلك الاقسام والحمد لله رب العلمين"

ہمارے پاس شہر دمشق میں ایک بڑا شیخ مشہور تھا۔ جس کو ابن ہود کہتے تھے اور فرقہ صوفیہ اتحادیہ یعنی وحدت وجودیہ جن کو ہم نے دیکھا ان میں وہ ایک بڑا پرہیزگار اور معرفت اور ریاضت میں یگانہ روزگار تھا اور ابن سبعین کی بہت تعظیم کرتا اور اس کو اپنے زعم میں ابن عربی اور اس کے غلام ابن اسحاق پر فضیلت دیتا تھا اور بہت سے بڑے اور چھوٹے سب اس کے حکم کی اطاعت کرتے تھے اور اس کے مریدان خاص اس کے حق میں یہ اعتقاد کرتے تھے کہ ابن ہود مسیح ابن مریم موعود ہے اور کہتے تھے اس کی ماں کا نام بھی مریم ہے اور وہ نصرانیہ تھی اور نسبت حدیث آنحضرت ﷺ کی کہ اترے گا تم میں ابن مریم علیہ السلام۔ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ وہ یہی ابن ہود ہے اور اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روحانیت نازل ہوتی ہے اور مجھ سے مناظرہ کیا۔ اس کی طرف سے اس بارہ میں اس شخص نے جو ان لوگوں کے نزدیک اس وقت میں فلسفہ وغیرہ میں سب سے افضل تھا اور علاوہ اس کے زہد وتصوف میں بھی دخل رکھتا تھا اور اس معاملہ میں ان سے کئی مباحثے اور مناظرے واقع ہوئے کہ ان سب کا ذکر کرنے سے طول ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ میں نے ان کے دعوے کا بطلان ان احادیث صحیحہ سے اچھی طرح بیان کر دیا۔ جو نزول عیسیٰ علیہ السلام میں آئی ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وہ وصف اور نشان اور علامات بیان کر دیئے۔ جو ابن ہود پر ٹھیک ودرست نہیں آتے اور میں نے ان کو فساد اور خرابی ان کے قرمطہ (یعنی نیچریت) کی جس کو انہوں نے اپنے عقیدہ میں داخل کر لیا تھا۔ وضاحت وصراحت سے بیان کر دی۔ یہاں تک کہ میرا اور ان کا مباہلہ ٹھہرا اور میں نے ان سے حلف اٹھا کر کہہ دیا کہ جن باتوں کا تم انتظار کرتے ہو ہرگز ہرگز پوری نہ ہوں گی اور نہ کچھ اس کا اچھا نتیجہ ظاہر ہوگا اور یہ ڈھکوسلا اور جھوٹا دعویٰ اس شیخ کا پورا نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے میری ان سب قسموں کو سچا کیا (اور وہ خوار وذلیل ہوئے) والحمد للہ رب العالمین۔

***

پس یہ حملہ اسلام پر پہلے بھی لوگ کر چکے ہیں۔ مگر اسلام اور اہل اسلام نے فتح پائی اور اللہ تعالیٰ کی ذات پاک سے اب پوری اور کامل امید ہے کہ اسلام کا بول بالا ہوگا اور اہل اسلام ضرور فتح یاب ہوں گے اور چند عرصہ کے بعد ابن ہود کی طرح مرزا قادیانی کو بھی لوگ بھول جائیں گے۔ مگر مرزا قادیانی سے چونکہ عاجز کی قدیم ملاقات ہے اور ان کے بعض اتباع سے بھی اس لئے اس عاجز کو یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ مرزا قادیانی کو توبہ نصیب کرے یا اللہ بطفیل اپنے حبیب سید المرسلین شفیع المذنبین ﷺ کے مرزا قادیانی کو تو صراط مستقیم پر لے آ اور اس نازک وقت میں مسلمانوں کو اس فتنہ سے نجات دے۔ آمین! اے میرے رب جلیل بے شک تیرا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہے تو ضرور اپنی حکمت بالغہ سے ہمیشہ اپنے بندوں کو آزماتا رہا ہے۔ مگر اے ارحم الرحمین تو اپنے عام فضل اور وسیع رحمت اور رحمۃ للعالمین کی برکت سے ہم کو اس آزمائش سے معاف کر دے تو نے بے شک ہماری مدد کی اور کرتا ہے اور کرے گا مگر ہم آزمائش کے لائق نہیں۔ ''ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب'' جس وقت مرزا قادیانی دہلی میں آئے تھے اس وقت میں نے بہت چاہا کہ مرزا قادیانی دوستانہ طور پر گفتگو کر کے اس امر کا فیصلہ کریں۔ مگر مرزا قادیانی نے سوائے ناجائز عذر اور ترکیبی ٹال مٹول اور بے سود چالوں کے کوئی بات نہ کی باوجودیکہ میں بار باران کی خدمت میں گیا اور مکرر سہ کرر نوٹس بھی دیئے۔ مگر مرزا قادیانی کو گفتگو کی جرأت نہ ہوئی۔ ناچار ان کی خدمت کرنی پڑی۔ چنانچہ بفضلہ تعالیٰ وتقدس ان کے تمام رسائل کے جواب سے اہل اسلام سبکدوش ہوئے اور طبع ہونے بھی شروع ہوگئے۔ مگر قبل از اشاعت پھر اس کے ذریعہ سے تمام اتباع ومعتقدین مرزا قادیانی کو اطلاع دی جاتی ہے کہ کوئی بھی تم میں ایسا ہے کہ باہمی گفتگو اخلاق کے ساتھ کچھ دنوں کر سکے یا ابن ہود کی طرح مرزا قادیانی کو مناظرہ یا مباہلہ پر آمادہ کرے۔

اليس منكم رجل رشيد!

قطعہ تاریخ از نتائج طبع سرآمد شاعران محمد سردار خان صاحب کیفی دہلوی سلمہ اللہ الولی

آیا غلام احمد بن کر مسیح کاذب — یہاں بھی دکھائی آکر تہذیب قادیانی
سننے کا ہزل وبطلان کفارہ تھا مناسب — تھی واعظوں پہ واجب تخریب قادیانی
اس وجہ سے جناب عبدالمجید صاحب — اٹھے ادھر سے بھر تادیب قادیانی
لکھی کتاب رد میں جب اس کی یہ تو کیفی — از روئے بحث بولا تکذیب قادیانی

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

شفاء للناس

حضرت مولانا محمد عبداللہ شاہجہانپوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

الحمد للہ الذی لا الہ الا ھو نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ھادی لہ واشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمد اعبدہ ورسولہ وان عیسیٰ عبداللہ ورسولہ وکلمۃ القاھا الیٰ مریم وروح منہ صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیھما وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین وعلی عبادہ الصالحین ۰ اما بعد!

یہ عاجز احقر عباد اللہ عبداللہ بن العالم الالمعی والفاضل التقی ، جامع علوم نقلیہ وعقلیہ نیک سیرت ،محب سنت از بدعات مجتنب ،معوت بافواہ الحاضر والغائب ، ولی اللہ فیما احسب مفضل بفضل معنوی وصوری استاذی مولوی محمد کفایت اللہ صاحب لا زالت ظلال افاضاتہ علی رؤسنا ممدودۃ شاہجہانپوری خدمت میں اخوان مؤمنین کے عرض پرداز ہے کہ اس وقت میں ہوا پرستی اور احکام الٰہی کے بجالانے میں سستی ایسی آ گئی ہے کہ بیان سے باہر اور تقویٰ اور دیانت سے دوری اور صدق وامانت سے مہجوری ایسی ہوگئی ہے کہ حد سے بڑھ کر اور شرور وفساد اور فتن وعناد کا ایسا دروازہ کھلا ہے کہ جس سے شیاطین جن کو چنداں حاجت تکلیف اٹھانے کی نہ رہی اور ایسے دجل پیشہ اور تضلیل وتلبیس شیوہ لوگ ہونے لگے۔ جس سے ابلیس کو بھی راحت ہوگئی۔ دجالین پیدا ہوکر خلق اللہ کو گمراہ کرنے لگے دعاوی باطلہ کا دم بھرنے لگے۔ جھوٹی جھوٹی باتوں کو شائع کرنے لگے۔ یہ وہی وقت معلوم ہوتا ہے جس کی خبر مخبر صادق علیہ السلام نے پہلے ہی سے دی ہے: ’’یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یأتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا اباء کم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم اخرجہ مسلم عن ابی ھریرۃ مرفوعا‘‘ یعنی آخر زمانہ میں دجالین کذابین ہوں گے۔ تم کو ایسی باتیں سنائیں گے جو نہ کبھی تم نے سنیں نہ تمہارے باپ دادوں نے تو تم ان سے بچے رہنا۔ تم کو گمراہ نہ کردیں اور آفت میں نہ ڈال دیں۔ یہ صحیح مسلم کی حدیث ہے اور ایک حدیث میں یوں فرمایا: ’’سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی (اخرجہ ابوداؤد والترمذی وصححہ ابن حبان کما فی الفتح) ‘‘ یعنی میری امت میں تیس بڑے جھوٹے ہوں گے۔ ہر ایک اپنے آپ کو نبی کہے گا اور میں سب نبیوں کا پچھلا ہوں کوئی میرے بعد نبی نہیں۔ اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور ابن حبان نے اس حدیث

کو مسیح کہا۔ چنانچہ اس وقت میری نظر سے ایک رسالہ ضالہ کا مقالہ مسمّٰی "باعلام الناس" گزرا کہ ازسرتاپا پراز تضلیل ہے اور اس میں کلام رب الجلیل کی خوب ہی باطل تاویل اور اقوال نبوی کی پوری پوری تحریف وتبدیل ہے۔ صاحب رسالہ نے اس رسالہ کو تائید میں ایک پنجابی (مدعی) کے لکھا ہے۔ جس نے کلام اللہ اور کلام رسول کو تاویل فاسد اور تحریف باطل کرتے کرتے درجۂ اہمال[1] اور تعطیل کو پہنچادیا اور اپنے آپ کو مسیح کا مثیل بنالیا۔

پس وہ اپنے زعم میں مسیح بن مریم علیہ السلام کا مثیل ہے اور بحکم شرع ایسے شخص کو کہہ سکتے ہیں کہ دراصل دجال کا مثیل ہے۔ بلکہ یہ اس کے لئے ایک فرط اور معین بے عدیل ہے۔ کیونکہ جب رسول مقبول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اور تمام انبیاء سابقین نے ایک بڑے دجال سے تحذیر کی لوگوں کے دل میں اس سے پرہیز ڈلوادیا اور اہل اسلام کے دل میں اس کی طرف سے ایک نفرت قوی جم رہی تھی۔ اس کو اس شخص نے اس دجال موعود کا انکار[2] کر کے نکال دیا اور لوگوں کے دل میں اپنی خوئے خناسی سے یہ ڈالا کہ وہ کوئی چیز نہیں۔ یہ صرف استعارات ہیں۔ جب وہ دجال موعود موافق فرمان ہمارے نبی آخرالزمان اور تمام انبیاء علیہم السلام کے خروج کرے گا اور اس شخص نے جو اس کا واقع میں بڑا حامی اور میر سامان کہ راستہ صاف کرنے کو اس کے لئے آیا ہے۔ فرمان انبیاء کے برعکس جما کر وہ سب نفرت قلوب سے سلب کرلی تو اب اس کی تضلیل کا کچھ حاجب اور مانع نہ رہا۔ بلکہ اس کے انواع انواع کے دجل اور خوارق دیکھ کر لوگ بہت جلد تسلیم کرلیں گے۔ کیونکہ جو اللہ جل شانہ نے بلسان انبیاء کے اس کے دجل کی حقیقت مؤمنین کے اوپر کھول دی تھی۔ اس کو اس شخص نے بھلا دی۔ پس یہ اصل میں مسیح دجال کا مثیل ہے اور حامی اس کی تضلیل کا۔ نہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا مثیل بلکہ ان کا دشمن، اور ساعی ہے ان کی تذلیل کا اور مؤمنین کا عدو اور مجاہد ان کی تذلیل کا کیونکہ جس نزول کو شارع نے بالفاظ صریح وافصیح تاکید فرمادیا۔

---

[1] جو تاویلیں کہ مرزا قادیانی نے قرآن وحدیث میں کیں۔ اگر وہ تاویلیں درست کہی جاویں تو کبھی قرآن وحدیث سے کوئی مسئلہ ثابت نہیں ہونے کا بلکہ سب بالکل مہمل اور بیکار ہو جاوے گا۔

[2] چنانچہ (ازالہ اوہام حصہ اوّل ص ۲۳۷، خزائن ج ۳ ص ۲۲۰) میں لکھتے ہیں: "اس وال کا جواب ہم بجز اس صورت کے اور کسی طور سے دے نہیں سکتے کہ آخری زمانہ میں دجال موعود کا آنا سراسر غلط ہے۔"

اہل اسلام کو اس کا انکاری بنانے والا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت مومنوں کو ان کا منکر اور کافر بنانے والا[1] اور خاص ان کو کاذب ٹھہرانے والا اور مکذب بنانے والا اللهم احفظنا من شروره واهدنا وایاه الیٰ طریقك السوی فانك تهدی من تشاء وتضل من تشاء تو اس رسالہ میں اس کی تائید کے لئے نصوص کی تحریف وتمویہ کر کے لوگوں کو بہکانا شروع کیا تھا۔ پس اس عاجز نے بوجہ حمیت اسلامی کے اس کا جواب لکھنا شروع کیا۔ ’’مستعینا بالله فانه ولی التوفیق وبیده ازمنة التحقیق ونعوذ به من الزلة والضلالة ونسا له الثبات علی الحق والیه الهدایة‘‘

قولہ...... وجود مرزا قادیانی کا الیٰ آخرہ۔

اقول...... ممدوح وہی شخص ہے کہ اس کے افعال واقوال شریعت غراء کے موافق ہوں اور مطیع ہو۔ اللہ کا اور اس کے رسول کا نہ وہ کہ دجل پیشہ اور تضلیل شیوہ ہو اور مفتری ہو اللہ پر اور اس کے رسول پر۔ پس ایسی مدح کچھ فائدہ بخش نہیں۔ بلکہ موجب وبال ہے اور ایسا مادح لائق ہوا، اس فرمان نبوی کے ’’اذا رأیتم المداحین فاحثوا فی وجوههم التراب أخرجه مسلم وابوداؤد والترمذی ‘‘اور مرتکب ہوئے اس کے ’’اذا مدح الفاسق غضب الرب اخرجه البیهقی وابن عدی وابن ابی الدنیا وابویعلی ‘‘اور امثالہا کے اور ممدوح جو کہ خوش ہوتے ہیں مبشر اس وعید کے ہوئے۔ ’’لا تحسبن الذین یفرحون بما اتوا یحبون ان یحمدو ابما لم یفعلوا فلا تحسبنهم بمفازة من العذاب ولهم عذاب الیم‘‘

قولہ...... یہ دعویٰ میرا ابلا بینہ نہیں بلکہ براہین احمدیہ سے ثابت وظاہر ہے۔ اگر کسی کے آنکھوں میں کچھ فتور ہو تو کحل الجواہر بھی حاضر ہے۔

اقول...... براہین احمدیہ اور کحل الجواہر اب تمہارے مطلب فاسد کو مفید نہیں اور اس وقت تمہارے پیر کی حقیقت اور مجددیت کی دلیل نہیں۔ (خاص کر کہ یہ دعاوے جو کئے گئے ہیں براہین احمدیہ کے خلاف ہیں اور اس میں جو اقرار کئے گئے نزول جسمانی حضرت مسیح کے معارض) کیونکہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: ’’ان الله لیؤید هذا الدین بالرجل الفاجر اخرجه البخاری ‘‘یعنی

---

[1] کیونکہ جب ان کے نزول کا انکار کیا تو جب وہ موافق فرمان شارع کے نزول فرماویں گے تو لوگوں کے دل میں جو بات جم جائے گی کہ اب ان کا نزول نہ ہوگا تو لامحالہ ان کو جھوٹا کہیں گے اور ان کا انکار کریں گے اور تکذیب کریں گے۔

اللہ جل شانہ اس دین کی مدد بدکار آدمی سے بھی کرالیتا ہے۔ قصہ ورود اس حدیث کا یہ ہے کہ غزوہ حنین میں رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کے واسطے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا فرمایا کہ یہ اہل نار سے ہے۔ جب کفار سے مقاتلہ ہوا تو اس شخص نے مسلمانوں کی طرف سے بہت قتال کیا اور بہت کفار کے ساتھ لڑا تو ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے آکر عرض کیا کہ یارسول اللہ وہ شخص تو بہت قتال کرتا ہے اور اس کے سبب سے زخمی بھی بہت ہو گیا اور اس کو آپ ﷺ نے دوزخی فرمایا۔ اس بات سے بعض آدمیوں کے دل میں شک آ گیا اتنے میں اسی شخص کو ایک زخم سے تکلیف ہوئی تو اس نے ایک تیر لے کر اس سے اپنے آپ کو قتل کر دیا تو لوگوں نے دوڑ کر رسول اللہ ﷺ کو اس بات کی خبر کی تو آپ ﷺ نے ایک حدیث فرمائی۔ جس کا ٹکڑا یہ حدیث ہے جو ذکر کی۔

تنبیہ

واضح رہے کہ ترجمہ عبارات کا تمام رسالہ میں حاصل معنی کے ساتھ کیا جاوے گا۔ لفظی معنی کا لحاظ نہیں۔ کیونکہ اس میں یا تطویل زائد ہوتی یا مطلب عوام کے سمجھ میں نہیں آتا۔ مگر یہ بھی واضح رہے کہ اپنی طرف سے بھی کوئی لفظ نہ بڑھایا جاوے گا۔ جو لفظوں سے نکلے گا اسی کا حاصل لکھا جاوے گا۔ فقط)

حاصل مطلب یہ ہے کہ اگر کسی سے اسلام کی مدد کا کام ہو جاوے تو یہ گمان نہ کرنا چاہئے کہ بس سب اس کی باتیں حق ہیں۔ جیسا کہ یہاں پر ہے۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ یہی اس کی دجالیت کی دلیل ہے کہ اوّل دجل اور دھوکے کے ساتھ مسلمانوں کو ان کی طبیعت کے موافق ایک کام بڑا کر کے اور حمیت اسلامی کا نام کر کے اپنی طرف گرویدہ کیا اور پھر اپنا مقصد اصلی کھولا۔ چنانچہ طریقہ دجال موعود اکبر کا بھی حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ ”عن عبداللہ بن عمر عن النبی ﷺ انه قال الدجال لیس به خفا یجئ قبل المشرق فیدعو الیٰ الدین فیتبع ویظهر فلا یزال حتی یقدم الکوفة فیظهر الدین ویعمل به فیتبع ویحث علی ذلك ثم یدعی انه نبی فیضع من ذلك کل ذی لب ویفارقه فیمکث بعد ذالك فیقول انا اللہ فتغشی عینه وتقطع اذنه ویکتب بین عینه کافر فلا یخفی علی کل مسلم الحدیث اخرجه الطبرانی بسند ضعیف کمافی الفتح ”یعنی نبی صاحب نے فرمایا کہ دجال کی بات پوشیدہ نہیں۔ مشرق کی جانب سے آوے گا تو لوگوں کو دین کی طرف بلاوے گا تو لوگ اس کے تابع ہو جاویں گے اور لوگوں کو دین کا شوق دلائے

گا۔ پیچھے نبوت کا دعویٰ کر بیٹھے گا تو سمجھ دار اس سے الگ ہو جاویں گے۔ پھر خدائی کا دعویٰ کرنے لگے گا تو اس کی آنکھ چھپ جائے گی اور کان کٹ جائیں گے اور دونوں آنکھوں کے درمیان میں کافر لکھ دیا جاوے گا تو کسی مسلمان پر چھپا نہ رہے گا۔ تمہارے یہاں بھی دعویٰ نبوۃ پر تو نوبت آ گئی ہے۔ آگے دیکھئے۔

یار ما امسال دعویٰ نبوۃ کردہ است
سال دیگر گر خدا خواہد خدا خواہد شدن

دوسری وجہ براہین احمدیہ اور کحل الجواہر کی تمہارے مدعائے اصلی کے مفید نہ ہونے کی یہ بھی ہے کہ ایک شخص کی بعض بات حق ہونے سے اس کی سب باتوں کی حقیت لازم نہیں آتی ہے۔ تیسری یہ کہ پہلے جو اس کو اچھا جانا گیا تھا تو اسی وجہ سے کہ اللہ رسول کے دین کی تائید کی بات کی تھی۔ پس جب قول رسول کی توہین اور قرآن وحدیث کی کہ جو بیّن الدلالۃ صحیح الثبوت بلکہ قطعی الثبوت تھے۔ تحریف کی، تو اس کو چھوڑ دینا چاہئے جو وجہ قبول کی تھی ویسی ہی وجہ عدم قبولیت کی بھی پیش آ گئی۔ پھر ترجیح بلا مرجح بلکہ ترجیح مرجوح کیوں "اتبع الحق ولا تتبع الھوی خذما صفا ودع ما کدر"

قولہ..... مولوی محمد حسین صاحب اشاعۃ السنہ نے اس وقت میں۔ الخ!

اقول..... حاصل یہ ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب پہلے مرزا قادیانی کے بہت مداح تھے۔ یہ سبب رفع کسی قدر حجاب کے اور اب بڑے ان کے منکر مکذب ہو گئے۔ بسبب انواع عجب کے۔ چونکہ عبارت صاحب رسالہ کی طویل تھی اور اس کے نقل میں عسرت تھی اور بغیر نقل خلاصہ مطلب نہ کھلتا۔ لہٰذا حاصل بیان کر دیا۔ اب ان کی غرض اس قصہ کے نقل سے سنو۔

قولہ..... میں نے یہ عبارات ان کے رسالہ کی اس واسطے نقل کیے ہیں کہ مرزا قادیانی کو ایک الہام یہ بھی ہوا تھا کہ "جحدوا بھا واستیقنتھا انفسھم" چنانچہ براہین احمدیہ میں یہ الہام بشرح وتفسیر مندرج ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ بعضے لوگ میری تصدیق کر کے بعد تصدیق بھی منکر ہو جاویں گے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے پورے پورے مصداق بسبب عظمت شان اپنی کے مولوی صاحب ہی ہیں۔

اقول..... تصدیق کے بعد منکر ہو جانے سے اگر یہ غرض ہے کہ اقرار کے بعد انکار کریں گے۔ تو یہ جو لفظ الہام میں بزعم مرزا ان کا یہ مطلب ہرگز نہیں۔ کیونکہ جحدوا بھا کے معنی تو یہ ہیں کہ باوجود

دل میں یقین ہونے کے انکار کریں گے۔ پس یہ اقرار کے بعد انکار کرنے کے معنی اگر مرزا قادیانی نے لئے ہیں تو وہ اپنے الہام کو نہیں سمجھے۔ یا تم نے یہ اس کے معنی لئے ہیں تو تم مرزا کے الہام کو نہیں سمجھے۔ کیونکہ جو الہام کے لفظ ہیں۔ بزعم مرزا اس کے معنی تو یہ ہیں دل میں یقین ہے اور ظاہر میں انکار ہے اور اگر تصدیق کے بعد منکر ہو جانے سے یہ غرض ہے کہ باوجود دل میں یقین ہونے کے انکار کریں گے تو تمہارا اس اقرار وانکار مولوی صاحب کو اس الہام کا مصداق بنانا بڑی نادانی کی دلیل ہے۔ کیونکہ یہ تم کو کیسے معلوم ہوا کہ اب حالت انکار میں مولوی صاحب کے دل میں مرزا کی حقیت کا یقین ہے اور پھر انکار کرتے ہیں۔

دوسرا فساد اس قول میں یہ ہے کہ مولوی صاحب کے اقرار کا زمانہ اور ہے اور انکار کا اور، اور الفاظ چاہتے ہیں اتحاد زمانہ کو کیونکہ ''واستیقنتھا'' حال ہے۔ کما لا یخفی!

تیسرا یہ کہ الفاظ الہام صیغہ ماضی ہیں اور مولوی صاحب کا انکار مستقبل میں ہے۔ پس اس انکار کو مصداق بنانا صحیح نہ ہوگا۔ الا بالتاویل!

قولہ..... پس انکار الہام سے بھی ملہم ہونا مرزا قادیانی کا ثابت ہوگیا۔

اقول..... کیا خوب ثابت ہوگیا اور اس کے ساتھ تمہاری خوش فہمی بھی ثابت ہوگئی۔

قولہ..... جب سے مولوی محمد حسین صاحب نے مرزا قادیانی کی تکذیب شروع کی۔ بعد اس تصدیق کے جو نقل کی گئی۔ تب سے مولوی صاحب ممدوح کا وہ مرتبہ مقبولیت جو تمام اہل حدیث ہند کے دلوں میں تھا وہ اب نہیں رہا۔

اقول..... اس کو ہم افتراء کہہ سکتے ہیں۔ یہ کہا جائے تو بجا ہے کہ وقعت مولوی صاحب کی جب سے علماء کے نزدیک کم ہوئی جب انہوں نے بعض بعض رسائل ومسائل خلاف قرآن وحدیث واجماع امت کے لکھ کر شائع کئے تھے۔ چنانچہ یہ بات اہل علم پر پوشیدہ نہیں اور مسائل دینیہ کو موجودہ حالت کے مطابق کرنا چاہا تھا۔ چنانچہ اہل خبرت پر مخفی نہیں۔ ''فما ادعیتم کذب صریح واما فھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین'' ہاں اگر یہ کہا جائے تو ٹھیک ہے کہ جب سے تم نے ان دعاوے باطلہ کی تصدیق کی اور دجل کی نصرت کی تو تمہاری جو کچھ مقبولیت تھی بالکل جاتی رہی۔ عوام اور اہل علم سب کے نزدیک۔

قولہ..... الحاصل اور بھی بہت سے علماء وفضلاء مرزا قادیانی کی ولایت اور محدث ہونے اور ملہم ہونے کی تصدیق فرماتے ہیں۔ بلکہ ان کے فیضان سے مستفید ومستفیض ہوتے ہیں۔ اگر ان

سب کا کلام نقل کروں تو ایک دفتر طویل ہو جاوے۔ ان دو صاحبوں کا کلام اس واسطے نقل کیا ہے کہ یہ دونوں تلامذہ مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب مدظلہ العالی کے ہیں جو دریں زمانہ علوم ظاہر دینیہ میں ہمارے مقتداء ہیں۔

اقول..... وہ کون علماء وفضلاء ہیں جو مرزا قادیانی کے محدث وغیرہ ہونے کے قائل ہیں۔ دو جو تم نے پیش کئے تو ایک تو رات دن ان کے رد میں مشغول رہتے ہیں اور دوسرے کے حال سے میں واقف نہیں کہ اب ان کا کیا عقیدہ ہے اور نہ آپ واقف ہیں۔ چنانچہ آپ نے یہ بات زبانی فرمائی۔ (جس کی خبر مجھ کو بہت معتبر طور سے ہے) کہ اب مجھ کو ان کی خبر نہیں کہ مرزا قادیانی کے بارہ میں اب ان کا کیا عقیدہ ہے۔ بہرحال ان قولوں سے جن کو تم نے نقل کیا اس وقت تمہارا مطلب دلی ثابت نہیں ہوتا اور یہ مدحین اب کے نہیں کہ تمہارے مفید مطلب ہوں۔ واضح رہے کہ صاحب رسالہ نے اس جگہ عوام کے لئے دھوکے کے ساتھ کام نکالا ہے کہ حضرت مولانا ومقتدانا شیخنا وشیخ الکل محی السنۃ قامع البدعۃ امام الوقت استاذی حاجی الحرمین مولانا مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی مدظلہ العالی کی تعریف کی کہ ان کے دو شاگردوں کے قول سے مرزا قادیانی کی مدح لکھی ہے اور اس کا اظہار کیا تا کہ عوام لوگ پھسلیں کہ ایسے بڑے عالم کے شاگرد یہ بات کہتے ہیں تو حق معلوم ہوتا ہے اور یہ خیال نہ کیا کہ اگر اسی شاگردی پر ہے تو اور جو ہزاروں مولانا ممدوح مدظلہ العالی کے شاگرد مخالف مرزا کے ہیں تو ان ہزاروں کا اعتبار نہ کیا جاوے گا اور ان دو کا کیا جاوے گا کہ ان سے بڑے بڑے اس کے رد میں مشغول ہیں۔ دوسرے ان دو میں کہ جو ان دیار میں مشاہیر سے ہیں وہ خود اس وقت بڑے مخالفین سے ہیں۔ تیسرے جو سب کے استاد ہیں۔ انہیں سے پوچھ لو وہ کیا فرماتے ہیں۔ چوتھے کسی بڑے کے شاگرد سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ شاگرد سب باتوں میں مصیب ہو۔ پانچویں شاگردی اور استادی کو اس میں کچھ دخل نہیں۔ قرآن وحدیث دیکھنا چاہئے جو اس میں ہے وہی ٹھیک وحق ہے۔ باقی سب ہیچ۔ واللہ اعلم!

قولہ..... اب یہ عاجز بخدمت ان علماء وفضلاء کے جو مرزا قادیانی کے مکذب ہیں اور ان کے وجود کو اسباب اضلال سے جانتے ہیں۔ بلکہ نوبت باین رسید کہ الحاد وزندقہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہ استفسار کرتا ہے کہ مرزا قادیانی میں وہ کون سا امر الحاد وزندقہ کا ہے۔ بیان تو کیا جاوے۔

اقول..... جو امور کہ مرزا قادیانی کے موجب زندقہ والحاد کے ہیں۔ ان کے تفصیلی بیان کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ یہ کیا کم الحاد ہے کہ اس دعویٰ مثلیہ میں قرآن وحدیث کی ایسی تاویل

وتحریف کی کہ معطل وبیکار کر دیا اور صرف نصوص کا ظاہر سے بغیر صارف صحیح وبے وجہ وجیہ الحاد ہے اور انہوں نے تو ایسا صرف کیا کہ صرف کا اس سے اوپر اور درجہ متصور نہیں۔ مگر چند اقوال وعقائد بطور تمثیل کے ان کی تحریرات سے بعینہ عبارات کے ساتھ (قطع نظر ان اقوال وعقائد سے کہ جو مجھ کو اخبار ثقات سے پہنچی ہیں) نقل کرتا ہوں کہ جس سے ناظرین خود غور کر سکتے ہیں اور اس وقت ان کے رد سے بخوف تطویل سکوت کیا۔ (ان کے رسائل کے جواب میں انشاء اللہ تعالیٰ جواب شافی ان کا ہو جاوے گا) ونیز مخالفت ان کی قرآن وحدیث سے ظاہر ہے۔ ایک عقیدہ ان کا یہ ہے کہ میں نبی ہوں اور نبوت مطلقاً ختم نہیں ہوئی۔ (توضیح المرام ص۱۸، خزائن ج۳ ص۶۰) میں لکھتے ہیں۔ ”ماسوا اس کے اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خداتعالیٰ کی طرف سے اس امت کے لئے محدث ہوکر آیا اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے۔ گو اس کے لئے نبوت تامہ نہیں۔ مگر تاہم جزئی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے۔ کیونکہ وہ خداتعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے۔ امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں اور رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے اور مغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے اور بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہوکر آتا ہے اور انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں بآواز بلند ظاہر کرے اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے اور نبوۃ کے معنی بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اس میں پائے جائیں اور اگر یہ عذر پیش ہو کہ باب نبوت مسدود ہے اور وحی جو انبیاء پر نازل ہوتی ہے۔ اس پر مہر لگ چکی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ نہ من کل الوجوہ باب نبوۃ مسدود ہوا ہے اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے۔“

اور ص۱۹ میں کہا: ”ان النبی محدث والمحدث نبی باعتبار حصول نوع من انواع النبوۃ“ اور یہ پہلے کہہ چکے کہ میں محدث ہوں اور (توضیح المرام ص۳۳ تا ۶۷) تک قابل دیکھنے کے ہیں۔ حقیقت ملائکہ میں کس قدر واہیات بھرے ہیں کہ کیا بیان کیا جاوے۔ عبارت طویل ہے۔ اس واسطے نقل نہیں کر سکا۔ بعض بعض مختصر جملوں کو بطور نمونہ کے ذکر کرتا ہوں۔

(توضیح المرام ص۳۳، خزائن ج۳ ص۶۲) میں ملائکہ کے بارہ میں کہتے ہیں۔ ”اسی طرح روحانیات سماویہ خواہ ان کو یونانیوں کے خیال کے موافق نفوس فلکیہ کہیں یا دساتیر اور وید کے اصطلاحات کے موافق ارواح کواکب سے ان کو نامزد کریں۔ یا نہایت سیدھے اور موحدانہ طریق سے ملائک اللہ کا ان کو لقب دیں۔“

اور (توضیح المرام ص۳۸، خزائن ج۳ص۷۰) میں لکھتے ہیں: ''انہیں نفوس کے پوشیدہ ہاتھ کے زور سے تمام ستارے اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں اور جیسے خداتعالیٰ تمام عالم کے لئے بطور جان کے ہے۔ ایسے ہی (مگر اس جگہ تشبیہ کامل مراد نہیں) وہ نفوس نورانیہ کواکب اور سیارات کے لئے جان کا ہی حکم رکھتے ہیں۔''

اور (توضیح المرام ص۶۷، خزائن ج۳ص۸۵،۸۶) میں یوں کہا: ''بلکہ ہر ایک فرشتہ علیحدہ علیحدہ کاموں کے انجام دینے کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ دنیا میں جس قدر تم تغیرات وانقلاب دیکھتے ہو یا جو کچھ ممکن قوت سے حیز فعل میں آتا ہے یا جس قدر ارواح واجسام اپنے کمالات مطلوبہ تک پہنچتے ہیں۔ ان سب پر تاثیرات سماویہ کام کر رہے ہیں اور کبھی ایک ہی فرشتہ مختلف طور کے استعدادوں پر مختلف طور کے اثر ڈالتا ہے۔''

غور کرو یہ کن عقائد کفریہ کو جن کا رد بکلی قرآن وحدیث میں ہو چکا ہے۔ تعلیم کیا جاتا ہے اور کس دجل کے ساتھ مخلوق کو گمراہ کیا جاتا ہے۔ اب بھی کچھ زندقہ والحاد میں شک رہ گیا۔ پھر اس کے بعد ایک طویل عبارت میں یہ بھی مضمون ادا کیا گیا ہے۔ تصریح کے ساتھ کہ کوئی فرشتہ بذات خود زمین پر نہیں آتا اور اپنے مقام سے جدا نہیں ہوتا۔ بلکہ صرف اس کی تاثیر نازل ہوتی اور اس کی عکسی تصویر انبیاء کے دل میں منقوش ہو جاتی ہے۔ دیکھو (توضیح المرام ص۶۸، خزائن ج۳ ص۸۶،۸۷،۹۵) میں اور پھر ذات باری تعالیٰ کے ساتھ یہ کیا کم گستاخی ہے کہ گو مجازاً ہی سہی اپنے آپ کو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کے بیٹے کے ساتھ تعبیر کیا۔ چنانچہ (توضیح المرام ص۲۷، خزائن ج۳ص۶۳) میں ہے: ''مسیح اور اس عاجز کا مقام ایسا ہے کہ اس کو استعارہ کے طور پر ابنیت کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں یعنی ابن اللہ کہہ سکتے ہیں۔'' نعوذ باللّٰه من ذالك!

ایسے ہی (توضیح المرام ص۲۳، خزائن ج۳ص۶۲) میں تثلیث ثابت کی گئی ہے۔ عبارت طویلہ کے بعد کہا: ''اسی وجہ سے اس محبت کی بھری ہوئی روح کو خداتعالیٰ کی روح سے جو نافخ المحبت ہے استعارہ کے طور پر ابنیت کا علاقہ ہوتا ہے اور چونکہ روح القدس ان دونوں کے ملنے سے انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ وہ ان دونوں کے لئے بطور ابن ہے اور یہی پاک تثلیث ہے۔''

بھلا یہ عقائد کفریہ کو در پردہ عوام میں پھیلاتا ہے کہ کیا یہ اسلام کے ساتھ کھلی دشمنی ہے کہ نہیں فانصف۔ پھر (فتح الاسلام ص۵۴، خزائن ج۳ص۳۲) میں لیلۃ القدر کو زمانہ ظلمانی بتایا ہے

کہ اس سے رات مراد نہیں۔ یہ بھی قابل دید ہے اور جو (توضیح المرام ص۳۹، خزائن ج۳ص۷۶) میں بیان معنی آیت متضمن ہو کر سجدۂ آدم علیہ السلام اپنے آپ کو مسجود و مخدوم ملائکہ ثابت کرنا چاہا ہے۔ وہ بھی لائق غور ہے۔ بخوف طویل عبارت نہیں نقل کی گئی۔ کیسے کیسے الحادیات بیان کئے ہیں کہ الامان اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین اور منقصت شان ان کی کتب میں تو اس قدر ہیں کہ کیا بیان کیا جاوے۔

(ازالہ اوہام ص۶، خزائن ج۳ص۱۰۵،۱۰۶) میں جو شروع کی ہے تو کہیں صراحتاً اور کہیں اشارۃً نہ معلوم کہاں تک چلی گئی۔ بعض جگہ کے الفاظ کو لکھتا ہوں۔ ص۶،۷ میں لکھتے ہیں: ’’ماسوا اس کے اگر مسیح کے اصلی کاموں کو ان کے حواشی سے الگ کر کے دیکھا جاوے جو محض افتراء کے طور پر یا غلط فہمی کی وجہ سے گھڑے گئے ہیں تو کوئی اعجوبہ نظر نہیں آتا۔ بلکہ مسیح کے معجزات اور پیشگوئیوں پر جس قدر اعتراض و شکوک پیدا ہوتے ہیں۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق یا پیش خبریوں میں کبھی ایسے شبہات پیدا ہوئے ہوں کیا تالاب کا قصہ مسیحی معجزات کے رونق دور نہیں کرتا اور پیش گوئیوں کا اس سے بھی زیادہ تر ابتر ہے۔‘‘

پھر لکھتے ہیں: ’’اور اس سے بھی زیادہ تر قابل افسوس یہ امر ہے کہ جس قدر حضرت مسیح کی پیشین گوئیاں غلط نکلیں۔ اس قدر صحیح نہیں نکل سکیں۔‘‘ (ایضاً)

اور (ازالہ اوہام ص۱۵۸، خزائن ج۳ص۱۸۵) میں لکھتے ہیں۔

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم
عیسیٰ کجا است تا بنہد پابمنبرم

اور (ازالہ اوہام ص۱۵، خزائن ج۳ص۱۰۰) میں ہے۔ ’’کیونکہ حضرت مسیح کی سخت زبانی تمام نبیوں سے بڑھی ہوئی ہے اور انجیل سے ثابت ہے کہ اس سخت کلامی کی وجہ سے کئی مرتبہ یہودیوں نے حضرت مسیح کے مارنے کے لئے پتھر اٹھائے۔‘‘

اور اسی حصہ اوّل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے بارہ میں جو صریح کلام مجید سے ثابت ہیں۔ (ازالہ اوہام ص۲۹۵تا۳۲۲، خزائن ج۳ص۲۵۱تا۲۶۳) تک کس قدر خرافات بھرے ہیں اور ان سے انکار اور کیسی ہجو کی ہے کہ نقل کرتے شرم آتی ہے۔ (ازالہ اوہام ص۳۰۴، خزائن ج۳ص۲۵۵) میں لکھتے ہیں: ’’اور ایسا معجزہ دکھانا عقل سے بعید نہیں۔ کیونکہ حال کے زمانہ میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ اکثر صناع ایسی ایسی چڑیاں بنا لیتے ہیں کہ وہ بولتی بھی ہیں اور ہلتی بھی ہیں اور دم

بھی ہلاتی ہیں اور میں نے سنا ہے کہ بعض چڑیاں کل کے ذریعہ سے پرواز بھی کرتی ہیں۔ بمبئی اور کلکتہ میں ایسے کھلونے بہت بنتے ہیں۔"

آگے (ازالہ اوہام ص ۳۰۵، خزائن ج ۳ ص ۲۵۵) میں لکھتے ہیں: "ماسوا اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز طریق عمل الترب یعنی مسمریزی طریق سے بطور لہو ولعب نہ بطور حقیقت ظہور میں آسکیں۔ کیونکہ عمل الترب میں جس کو زمانہ حال میں مسمریزم کہتے ہیں۔ ایسے ایسے عجائبات ہیں۔"

اور (ازالہ اوہام ص ۳۰۹، خزائن ج ۳ ص ۲۵۷) میں لکھتے ہیں: "مگر یاد رکھنا چاہئے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں۔ جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ کے فضل اور توفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان عجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔"

اور (ازالہ اوہام ص ۳۲۲، خزائن ج ۳ ص ۲۶۳) میں لکھتے ہیں: "غرض یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرندے بنا کر اس میں پھونک مار کر انہیں سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا۔ نہیں بلکہ صرف عمل الترب تھا جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہوگیا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کے لئے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا۔ جس میں روح القدس کی تاثیر رکھی گئی تھی۔ بہر حال یہ معجزہ صرف ایک کھیل کی قسم میں سے تھا اور وہ مٹی درحقیقت ایک مٹی ہی رہتی تھی۔ جیسے سامری کا گوسالہ۔"

مرزا قادیانی کے ان عقائد میں غور کر کے اہل حق غور کر سکتے ہیں کہ حق پر کون ہے اور ان عقائد کا معتقد بددین اور ملحد ہے کہ نہیں۔ واللہ اعلم علمہ اتم واحکم!

قولہ..... (مصنف اعلام نے مولوی عبدالحق کا قول نقل کیا) مباہلہ ایک قسم کی قسم ہے اور یہ بھی ایک صورت فیصلہ کی ہے کہ دونوں طرف اپنی جان اور اولاد سے حاضر ہوں اور دعا کریں کہ جو کوئی ہم میں سے جھوٹا ہے۔ اس پر لعنت اور عذاب پڑے "تعالوا ندع ابناء نا وابناء کم" ان دنوں مرزا غلام احمد ساکن قادیان ضلع گورداسپور واقع پنجاب نے دعویٰ عیسیٰ ہونے کا کیا ہے اور جو آیتیں اور حدیثیں عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں وارد ہیں۔ ان کا مصداق اپنی ذات کو قرار دیا ہے۔

اقول..... (قول مؤلف اعلام الناس) ابھی تک مجھ کو یہ معلوم نہیں کہ مرزا قادیانی نے اس درخواست مباہلہ کا کیا جواب دیا ہے۔ دو حال سے خالی نہیں یا تو بشرائط مفید طرفین مباہلہ کرنا منظور

فرماویں گے۔ یا اس وجہ سے کہ میاں عبدالحق کچھ ایسے اکابر اور مشاہیر میں سے نہیں۔ جن سے مباہلہ کرنے میں اثر تام اور نفع عام پہنچے منظور نہ فرماویں گے۔ تو پھر ایسے مباہلوں کا ثمرہ مفید عام اور نتیجہ معتد بہا اور نفع تمام کیا ہو کہ جس کا اثر ایک ملک ہند پر بھی نہ پڑے گا۔ الیٰ آخر القول!

اقول...... یہ امور جو تم نے مباہلہ کے واسطے بیان کئے آیا یہ شرط ہیں۔ مباہلہ کے واسطے یا نہیں۔ درصورت شق ثانی کیوں مباہلہ کے واسطے نہ کھڑے ہوئے اور حق کو (جو تمہاری زعم میں ہے) چھپا گئے اور درصورت شق اوّل یعنی یہ امور مباہلہ کے شروط سے ہیں (اور تمہاری عبارت رسالہ کی اس کو مقتضی ہے) تو اس پر دلائل شرعیہ سے دلیل لاؤ اور قرآن وحدیث سے ان کی شرطیہ کو بیان کرو۔

''وان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودها الناس والحجارة'' اور یہ جو کہتے ہو کہ جانب مخالف سے کوئی بڑا شخص ہونا چاہئے کہ اس کی غالبی اور مغلوبی کا اثر تمام اہل اسلام کو پہنچے۔ ورنہ ایسے مباہلوں کا ثمرہ مفید عام اور نتیجہ معتد بہا کیا ہوگا۔ تو ہم کہتے ہیں کہ کچھ بہت بڑے ہونے کی ضرورت نہیں۔ اگر ایسے آدمی بھی مباہلہ کریں گے تو ان کی غالبی مغلوبی ایسی مقصود رہنے والی نہیں۔ ادنیٰ ادنیٰ بات تو چھپتی نہیں اس قدر بڑی بات چھپ جائے اور لوگوں پر اس کا اثر نہ پڑے۔ یہ بات خلاف عقل ہے۔ اس قدر میں بھی فائدہ عام اور نتیجہ معتد بہا ہوسکتا ہے اور تمام اہل اسلام کو کسی صورت ممکنہ میں نظر نہیں آتا۔ یہ محض بہانہ ہے۔

دوسرے! اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔''فمن حاجك فيه من بعد ماجاءك من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا'' دیکھو اللہ تعالیٰ نے من کے ساتھ فرمایا جو عام ہے۔ اعلیٰ وادنیٰ سب کو یعنی جو کوئی اس میں جھگڑا کرے اس سے مباہلہ کرنا۔ پھر تم نے یہ خاص کیسے کرلیا۔ لاؤ کوئی تخصص والا۔ اللہ کے کلام کے مقابلہ سے ڈرو اور باز آؤ۔

تیسرے! یہ کہ قصہ وفد نجران کو دیکھو جب نصاریٰ نجران کے قاصد رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے آیات جو دوبارہ مسیح کے ہیں پڑھیں تو وہ لوگ اس کے ماننے سے انکاری ہوئے۔ تب رسول اللہ ﷺ مباہلہ کے واسطے تیار ہوئے اور نکلے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ نہ پوچھا کہ تم لوگ بہت بڑے آدمی ہو یا نہیں اور تمہارے ساتھ مباہلہ کا اثر تمام اہل عرب کو پہنچے گا یا نہیں۔ بلکہ روایات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو اس بات کی بھی خبر نہ تھی کہ یہ لوگ نجران والوں کے بھی سردار ومقتداء ہیں کہ نہیں اور تمام نصاریٰ کا ہونا تو کیا۔ چنانچہ بیہقی کی روایت میں اس طرح ہے کہ''قال فتلقی شرجیل رسول اللہ ﷺ فقال له

انی قدرأیت خیر امن ملاعنتك فقال وماهو فقال حکمك الیوم الی اللیل والیلتك الی الصباح فمها حکمت فینا فهو جائز فقال رسول اللهﷺ لعل وراء ك احدیثرب علیك فقال شرجیل سل صاحبی فسا لها فقالا مایروا لوادی ولا یصدر الا عن رای شرجیل فرجع رسول اللهﷺ فلم یلاعنهم "

دیکھو جب نبی علیہ السلام کو یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ سردار ہیں۔ تب آپ لوٹے اور اس کی بات کا اعتبار کیا تو معلوم ہوا کہ پہلے سے آپ اس کو نہ جانتے تھے۔ پس اگر بڑا آدمی شرط ہوتا تو کیوں آپﷺ پہلے سے مباہلہ کے واسطے مستعد ہو جاتے اور مباہلہ کے لئے نکل کھڑے ہوتے۔

چوتھے! یہ کہ تمہارے پیر اسی درخواست مباہلہ کے جواب میں کیا فرماتے ہیں۔ دیکھو اشتہار استدعا مباہلہ بار دیگر جو بجناب مولوی عبدالحق غزنوی ہے۔ مطبوعہ ۱۷ شعبان ۱۳۰۸ھ کہ اس میں ان کا جواب بھی نقل کیا گیا ہے۔ عبدالحق کون ہے۔ کسی گروہ کا مقتداء یا مقتدی اور عبدالحق مباہلہ میں اکیلا ہے یا کوئی اور بھی اس کے ساتھ ہے۔ "بہرحال میں مباہلہ کے لئے مستعد کھڑا ہوں۔ مگر اس شرط پر کہ مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی اور مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی احمد اللہ امرتسری بالاتفاق یہ فتویٰ لکھ دیں کہ مسلمانوں کا آپس میں فیصلہ مباہلہ سے جائز ہے۔"

(خلاصہ مجموعہ اشتہارات ج ۱ص ۲۰۸)

دیکھو تمہارے پیر کہیں جانب مخالف کے مباہلہ میں بڑے آدمی ہونے کی شرط لگاتے ہیں؟ وہ تو بہرحال مستعد اپنے آپ کو کہتے ہیں۔ چاہے عبدالحق مقتدی ہو یا مقتداء۔ اکیلے ہوں یا اور کسی کے ساتھ۔ اگر شرط ہوتا تو وہ یہ کیسے کہتے۔ مگر یہاں تو اندھا دھند ہے کچھ بولنا چاہئے۔ ٹھیک پڑے یا نہ پڑے۔ پیر کے برابر پڑے یا ان سے بھی دو ہاتھ اونچے، یہ تو یہ کہہ کے جھوٹے اور ان کے پیر بہانہ فتویٰ علماء ثلاثہ کا لائے۔ یہ عجب بات ہے۔ جس وقت مسیح علیہ السلام کی گدی پر بیٹھے اور متصرف عالم کا کواکب بنایا وغیرہا من الخادیات۔ تب کسی عالم سے فتویٰ نہ پوچھا۔ اب جب قلعی کھلنے لگی تو مولوی صاحبوں کو پکارنا شروع کیا۔ کیا جب مولوی محمد اسماعیل علی گڑھی سے مباہلہ طلب کیا تھا؟ اس وقت وہ مسلمان نہ تھے یا تم مسلمان نہ تھے۔

"واذا دعوا الی الله ورسوله اذا فریق منهم معرضون وان یکن لهم الحق یاتوا الیه مذعنین افی قلوبهم مرض ام ارتابوا"

اصل تو یہ ہے کہ خود بھی اپنے آپ کو دل میں سچا نہیں جانتے۔ کیونکہ اگر سچا اور حق پر

جانتے تو پھر مباہلہ میں (کہ جس میں ان کا اس قدر فائدہ تھا کہ نہ کسی وعظ میں متصور ہے نہ کسی مناظرہ میں) ایسے واہیات بہانے کیوں لاتے۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ کی طرح مباہلہ کے نام سے میدان میں نکل کھڑے ہوتے۔ نصاریٰ نجران کی طرح کیوں بھاگتے یہ ہم خوب جانتے ہیں کہ چاہے زمین ٹل جائے۔ مگر مرزا قادیانی ہرگز مباہلہ نہیں کریں گے۔ ولا کچھ تحقیق مباہلہ بین المسلمین لکھتے۔ مگر اب بے سود ہے۔

قولہ..... (قول الغزنوی سلمہ اللہ) جیسا کہ حدیث صحیحین میں ہے۔ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ مرزا تو ابن مریم نہیں۔

اقول..... (قول مؤلف اعلام الناس) مرزا قادیانی کب کہتے ہیں کہ میں حقیقتاً ابن مریم ہوں۔ بلکہ جن احادیث صحاح میں پیشین گوئی نزول ابن مریم کے نبی علیہ السلام نے فرمائی ہے۔ اس میں تاویل کرتے ہیں جو بموجب قواعد عربیہ کے صحیح معلوم ہوتی ہے۔ مگر یہ وہ تاویل ہے۔ جس کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''یوم یأتی تاویلہ یقول الذین نسوہ من قبل قد جاءت رسل ربنا بالحق '' اب صحت تاویل بموجب محاورۂ عربیہ کے بیان کی جاتی ہے۔ واضح ہو کہ بموجب محاورہ عرب کے معنی نزول من السماء وغیرہ میں یہ کچھ ضرور نہیں کہ سماء سے نزول بجسم عنصری وخاکی ہی ہو۔ دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''وانزلنا الحدید فیہ باس شدید ومنافع للناس '' اب کوئی بیان کرے کہ حدید بوجود عنصری آسمان سے اتارا گیا ہے۔

اقول..... وباللہ التوفیق جب مرزا قادیانی خود کہتے ہیں کہ میں حقیقتاً ابن مریم نہیں تو پھر نصوص شرعیہ کو کیوں بلاوجہ حقیقت سے صرف کرتے ہیں اور اپنے آپ کو پیشین گوئیوں کا مصداق بناتے ہیں اور حقیقت کو بدل کر مجاز لاتے ہیں۔ مگر یہ وہی تبدیلی ہے۔ جس کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''یحرفون الکلم عن مواضعہ ونسوا حظاً مما ذکروا '' اور یہ وہ تاویل نہیں جس کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''یوم یأتی تاویلہ '' اس کو اس سے کیا نسبت ہے۔ اب جو صحت تاویل بیان کی گئی ہے۔ اس کو سنو۔

واضح رہے کہ بلاشبہ نزول صفات اجسام سے ہے اور اس میں جسم کے ساتھ ہونا پڑا ہوا ہے۔ جیسا کہ مجمع البحار میں ہے۔ ''النزول والصعود والحرکات من صفات الاجسام '' اور قاضی بیضاویؒ لکھتے ہیں۔ ''والانزال نقل الشیٔ من الاعلیٰ الیٰ الاسفل وھو انما یلحق المعانی بتوسط لحوقہ الذوات الحاملۃ لھا '' تو جس وقت اس کی نسبت اجسام

عنصریہ وخاکیہ کی طرف کی جاوے گی تو بلاشبہ اس کے معنی نزول بجسمہ العنصری وخاکی ہی کے ہوں گے۔ یہ بات ایسی ظاہر ہے کہ بیان کی چنداں حاجت نہیں۔ چنانچہ موضع متنازع فیہ میں بھی ہے کہ نسبت نزول کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف کی گئی ہے تو اس جگہ پر یہی معنی ہوں گے کہ وہ اپنے شریف جسم عنصری کے ساتھ نزول فرمائیں گے تو معنی حقیقی نزول کے یہی ہوئے۔ علاوہ اس کے ایک بات اور سن لینے کے قابل ہے۔ وہ یہ کہ ظاہر بات ہے کہ نزول کے معنی اعلیٰ سے اسفل کی طرف نقل کے ہیں۔ (چنانچہ میں کسی کتاب لغت کو گمان نہیں کرتا کہ اس میں یہ معنی نہ ہوں۔ میں نے جہاں تک کتب لغت دیکھے سب میں یہ بات موجود پائی) پس جس وقت نزول کی نسبت کسی جسم کی طرف کی جاوے گی تو بے شک اس کے معنی اسی جسم کے نقل کے ہوں گے۔ مثلاً کہیں کہ اٹاری پر سے پتھر گرایا۔ کوٹھے پر سے زید اترآیا آسمان سے اولے برسے تو سوائے اس کے اور کوئی معنی نہ ہوں گے کہ وہ اپنے جسم ذاتی عنصری کے ساتھ اوپر سے نیچے آئے۔ اصلی اور حقیقی معنی اس کے یہی ہوں گے۔ پھر واضح رہے کہ معنی حقیقی مقدم ہوتے ہیں اور معنی مجازی اسی وقت مراد ہوتے ہیں کہ جب معنی حقیقی سے تعذر رہو اور معنی حقیقی لینا ممکن نہ ہو اور بن نہ سکیں۔ یہ قاعدہ ایسا مسلم ہر اہل علم کا ہے اور مشہور ہے کہ جس میں کسی علم والے کو شک نہیں اور کسی زبان کا ادیب اس کا منکر نہیں۔ لہٰذا حاجت استشہاد کی نہیں۔ کتب فن معانی والبیان کی اور اصول کی اور ادب وغیرہ کے اس سے مملو ہیں۔ پس معنی حقیقی بنتے ہوئے معنی مجازی لینا نصوص شرعیہ کو تحریف کرنا ہے۔

حدیث مذکورہ بالا لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم (یعنی قریب ہے کہ تم میں ابن مریم نزول فرمادیں گے) میں معنی حقیقی لینے سے کون مانع ہے کہ جس کے سبب سے معنی حقیقی چھوڑ کر باطل معنی مجازی لئے گئے۔ پھر دوسری روایت میں لفظ ہبوط کے ساتھ بھی وارد ہے۔ وہاں کس طرح پر تحریف کی صورت نکلے گی۔ بڑی جائے تعجب ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے کس کثرت سے نزول اور کہیں ہبوط کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام کا بیان فرمایا۔ اگر نبی صاحب کا یہی مقصود ہوتا جو مرزا قادیانی کا مطلب ہے تو کیا رسول اللہ پر ویسا لفظ فرمانا ایسا مشکل تھا اور اس کی تعبیر وتفسیر پر قادر نہ تھے کہ اس کثرت سے نزول وہبوط کے لفظ کے ساتھ فرمایا جو صریح مرزا کے مطلب دلی کو مبطل ہے۔ میری غرض یہ نہیں کہ مجاز کوئی چیز نہیں اور استعمال مجاز کہیں ٹھیک نہیں۔ (کیونکہ بہت جگہ مجاز ہی احسن ہوتی اور حقیقت سے ابلغ ہوتی ہے کہ اس سے مناسبات لطیفہ پیدا کی جاتی ہیں۔ وغیرہا من الفوائد مگر جہاں کہیں حقیقت کا ارادہ متعذر رہو اور سامع کو فتنہ میں ڈالنے

والی نہ ہو اور مخل بالمقصود نہ ہو) بلکہ میری غرض یہ ہے کہ ایسے مجاز استعمال کرنا کہ مقصود اصلی اور مراد ولی کو فوت کر دے اور بالکل بے قرائن ہو اور ایسی جگہ استعمال میں لاوے کہ معنی حقیقی لینے سے کوئی مانع نہ ہو اور معنی مجازی دل میں لے کر بولے۔ بالکل قبیح ہے اور عقل ونقل کے خلاف اور طرفہ اس پر یہ کہ اکثر جب بولے تو اسی لفظ مجازی کے ساتھ بولے۔ بلکہ اور الفاظ دیگر بھی کہ جو مباین ہوں۔ اس کے مجاز کے اور معنی حقیقی کی طرف منظر کرنے والے ہوں اور طرہ اس پر یہ کہ ایسے بڑے امر میں ہو کہ جس پر ایک جہان کا دارومدار ہے کہ شریعت کے ایک ارکان سے ہیں اور عقائد سے اور پھر ایک کارخانہ کا کارخانہ خیالات کا بنا کر کھڑا کر دے۔ ایسے مجاز کہیں کلام عاقل میں نہیں اور کوئی عاقل ایسے مجاز کے استعمال کو پسند نہ کرے گا۔ یہ مجاز کیا ہے۔ بلکہ دھوکا دہی اور فریب ہے۔ ایسے مجاز ہرگز کلام شارع میں نہیں ہو سکتے۔ حاشا وکلا شارع کو ہرگز دھوکا دہی اور فتنہ میں ڈالنا منظور نہیں اور تضلیل خلائق مقصود نہیں۔ وہ تو امتین کی ہدایت کے واسطے ہے۔ نہ شعبدہ بازوں کے باطل عقیدہ کھولنے کی جگہ۔ چنانچہ یہ پیشین گوئی نزول عیسیٰ بن مریم کی ایسی ہی ہے۔ (چھوٹا طالب علم بھی الفاظ روایات صحاح پر نظر کر کے معلوم کر سکتا ہے) اگر میری یہ بات صحیح نہیں تو بتاؤ کہ ہبوط کے کیا معنی ہیں اور نزول کے ارادہ معنی حقیقی سے کون مانع ہے؟ اصل تو یہ ہے کہ مانع کوئی نہیں۔ اپنے آپ کو عیسیٰ موعود بنانے کو دل چاہتا ہے۔ اگر احادیث کا صریح انکار کریں تو کافر مطلق کہلا دیں تو تدبیر ہی سے کام نکالیں۔ ’’اللهم احفظنا من فتن الدجال وانصاره ‘‘ مخفی نہ رہے کہ اس جگہ دجل سے کام لیا گیا ہے۔ وہ یہ کہ دھوکا دہی عوام کے واسطے لفظ محاورۂ عرب کا بول کر کہ جو حقیقت مجاز کو عام ہے۔ چند شواہد مجاز کے پیش کر دیئے اور کہہ دیا کہ محاورۂ عرب میں بغیر جسم عنصری وخاکی کے بھی نزول کا استعمال آیا ہے۔ (جس کی حقیقت آگے کھولی جاوے گی) حالانکہ یہ عوام کو بڑے دھوکا دینے کی بات کہی۔ کیونکہ وہ یہ بات تو خیال کریں گے کہ استعمال اگر ہے تو استعمال معنی مجازی کا بھی ہوتا ہے تو ان مثالوں سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر جگہ معنی مجازی ہو سکیں اور جہاں چاہیں معنی مجازی لے لیا کریں۔ چاہے تعذر معنی حقیقی کا ہو چاہے نہ ہو۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا اور یہ جو کہا کہ ’’انزلنا الحدید ‘‘ میں اب کوئی بیان کرے کہ حدید بوجود عنصری آسمان سے اتارا گیا تو میں کہتا ہوں کہ کیا عجب ہے کہ اوّلاً اللہ تبارک وتعالیٰ نے لوہے کو اوپر سے اتارا ہو۔ چنانچہ ظاہر لفظ قرآن مجید اسی کی مقتضی ہیں اور مؤید اسی کا ہے جو ابن جریر اور ابن ابی حاتم میں ہے۔ جس کو حافظ ابن کثیر نے نقل کیا۔ ’’عن ابن عباسؓ قال ثلاثة اشياء نزلت مع آدم السندان

والکلبتان والمیقعۃ ''یعنی المطر قۃ ایساہی جامع البیان اور روحیہ میں ہے۔پس تمہارا استشہاد اس سے صحیح نہیں۔ ورنہ استحالہ ثابت کرو۔ لوہے کا بجسدہ اوپر سے اترنے کا اور جب استحالہ ثابت کر دوگے تو ہم کہیں کہ بسبب استحالہ معنی حقیقی کے معنی مجازی مراد لئے گئے۔ پس تب بھی تمہارا مطلب ثابت نہ ہوگا۔ کیونکہ نزول بجسدہ ابن مریم کا محال نہیں۔ ورنہ نزول بجسدہ ابن مریم کا استحالہ ثابت کرو۔ اگر کہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاچکے۔ جب وفات پاچکے تو جنت میں داخل ہوگئے۔ کیونکہ وہ برگزیدہ نبی تھے۔''قال اللہ تعالیٰ قیل ادخل الجنۃ وادخلی جنتی ''اور جو جنت میں داخل ہوا وہ وہاں سے نہ نکلے گا۔

''قال اللہ تعالیٰ وماھم منھا بمخرجین ''پس حضرت عیسیٰ کیونکر بذات خود دنیا میں آسکتے ہیں؟ تو جواب اس کا یہ ہے کہ ثبوت اس امر کا تین مقدموں پر موقوف ہے۔ اوّل! وفات عیسیٰ دوسرے! موت کے بعد ہی جنت میں داخل ہو جانا۔ تیسرے! اس دخول کے بعد پھر وہاں سے نکلنا نہیں۔ جب تک یہ تینوں مقدمے ثابت نہ ہوں۔ تب تک یہ مطلب ثابت نہیں ہوسکتا اور ایک مقدمہ کے انتفاء سے بھی مقصود کا انتفاء ہو جاوے گا تو میں کہتا ہوں کہ یہ تینوں مقدمے غیر صحیح اور باطل ہیں۔ عدم صحت وبطلان مقدمہ اولیٰ کا تو رسالہ کے اختتام کے قریب انشاء اللہ تعالیٰ آوے گا اور صحیح نہ ہونا مقدمۂ ثانی اور ثالث کا کئی وجوہ سے ہے۔

وجہ اوّل! یہ ہے کہ قرآن وحدیث سے صاف طور پر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ دخول جنت حشر کے بعد ہوگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام مجید میں فرماتا ہے۔''ونفخ فی الصور فصعق من فی السمٰوٰت ومن فی الارض الیٰ قولہ تعالیٰ وسیق الذین اتقوا ربھم الیٰ الجنۃ زمراً حتیٰ اذا جاؤھا وفتحت ابوابھا وقال لھم خزنتھا سلام علیکم طبتم فادخلوھا خٰلدین ''اور فرمایا''ھل ینظرون الاالساعۃ ان تاتیھم بغتۃ وھم لا یشعرون الیٰ قولہ تعالیٰ ادخلوا الجنۃ انتم وازواجکم تحبرون ''اور فرمایا''ونفخ فی الصور ذلک یوم الوعید الیٰ قولہ تعالیٰ ادخلوھا بسلام ذلک یوم الخلود ''اور حدیث میں تو بہت کثرت سے اس کا بیان ہے اور ان میں بتصریح یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ دخول جنت حشر کے روز ہوگا۔ پس ضرور ہے کہ قبل اس کے وہ جنت سے باہر ہوں۔ کیونکہ داخل کے واسطے پھر دخول کیسا اور یہ بات بہت ظاہر ہے۔ دیکھو شرح جامی میں بھی لکھ دیا ہے۔''فانہ اذا قال الداخل فی البلد دخلت الدار لا یصح ان

یقول دخلت البلد ‘‘تو یہ دو حال سے خالی نہیں یا یہ کہ پہلے کبھی دخول ہوا ہی نہ ہو، یا ہوا ہو۔ مگر پھر خروج ہو اور درصورت اوّل مقدمۂ ثانی باطل ہو گیا اور درصورت دوم مقدمۂ ثالث باطل ہو گیا۔ وھذا ھوا لمطلوب!

وجہ ثانی! یہ کہ میدان حشر میں سب انبیاء، صلحاء حاضر ہوں گے۔ حضرت آدم اور ابراہیم وموسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سب موجود ہوں گے۔ چنانچہ بخاری اور مسلم کی طویل حدیث باب شفاعت میں بتصریح مذکور ہے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ’’وجیئی بالنبیین والشهداء وقضی بینهم بالحق وهم لا یظلمون ‘‘اور فرمایا’’یومئذ تعرضون لا تخفیٰ منکم خافیه ‘‘اگر دخول ان کا جنت میں ہو چکا ہے تو پھر کیوں نکالے جاویں گے۔ اگر نکالے گئے تو بطلان مقدمۂ ثالث کا لازم آیا۔ وجہ ثالث! یہ کہ اگر موت کے بعد ہی سے دخول جنت ہو جائے تو لازم آوے گا۔ قیامت میں خروج جنت سے اور خروج جنت سے ممتنع ہے۔ ’’لقوله تعالیٰ وماهم منها بمخرجین ‘‘اور مستلزم ممتنع کا ممتنع ہے۔ پس دخول جنت موت کے بعد ہی ممتنع ہے۔ لہٰذا مقدمۂ ثانی باطل ہو گیا۔

وجہ رابع! یہ کہ سرور کائنات جناب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا۔ ’’اوّل من یقرع باب الجنة انا. اخرجه مسلم ‘‘اور فرمایا’’اتی باب الجنة یوم القیامة فاستفتح فیقول الخازن من انت فاقول محمد فیقول بك امرت لا افتح لاحد قبلك اخرجه مسلم ‘‘یعنی سب سے پہلے جو دروازہ جنت کا ٹھوکے گا وہ میں ہی ہوں۔ قیامت کے دن جنت کے دروازہ پر آ کر دروازہ کھلواؤں گا تو اس کا داروغہ کہے گا تم کون ہو تو میں کہوں گا محمد تو وہ کہے گا آپ ﷺ ہی واسطے مجھ کو حکم ہوا ہے کہ آپ ﷺ سے پہلے کسی کے لئے نہ کھولوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس سے پہلے کسی کے واسطے دخول جنت نہیں۔ پس مقدمۂ ثانی بطل ہو گیا۔

وجہ خامس! یہ کہ شب معراج میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دوسرے آسمان پر ملے اور کلام کیا۔ چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بتصریح موجود ہے اور عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے نزول کا بھی ذکر کیا۔ چنانچہ احمد اور ابن ماجہ کی صحیح روایت میں ہے۔ (جس کا ذکر آگے آتا ہے) پھر رسول اللہ ﷺ تیسرے آسمان پر گئے۔ پھر چوتھے آسمان پر ایسے ہی پانچویں، چھٹے، ساتویں پر۔ پھر سدرۃ المنتہیٰ جا کر جنت میں داخل ہوئے۔ چنانچہ صحیحین ودیگر کتب حدیث میں موجود ہے۔ دیکھو حضرت عیسیٰ جنت میں نہ تھے بلکہ باہر تھے۔ وھذا ھو المطلوب!

اور یہ جو کہا ''قیل ادخل الجنة ''تو اوّل تو یا ایک شخص خاص کے واسطے خطاب ہے۔ یہ کوئی حکم عام نہیں۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے یہ بات کیونکر اس سے ثابت ہوئی۔ دوسرے یہ کہ یہ شخص شہید کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ روایات سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ اس واسطے کہ گو انبیاء شہداء سے افضل ہیں۔ مگر شہید کے واسطے خصوصیات بھی ہیں کہ دوسرے کے واسطے نہیں۔ ذرا سی بات ہے۔ دیکھو شہداء کو اموات کہنا ناجائز ہے۔ ''ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل الله اموات ''اور انبیاء کے اوپر اطلاق اموات کا جائز ہے۔ ''انك میت وانهم میتون ''اور ''وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات ''پس اس آیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دخول جنت کیونکر ثابت ہو سکتا ہے اور یہ جو کہا '' وادخلی جنتی ''تو سیاق و سباق کلام سے صاف طور پر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ حشر کے روز کا مقولہ ہے۔ ''کلا اذا دکت الارض دکا دکا ''سے پڑھ کر دیکھو۔ چنانچہ ابن عباسؓ سے بھی یہی مروی ہے۔ پس اس آیت سے اور موت کے بعد دخول جنت سے کیا تعلق ہے اور اگر مان بھی لیں کہ یہ آیت اور ایسی ہی آیت سابق بعد موت کے دخول جنت پر دال ہیں تو میں کہتا ہوں کہ اس سے دخول خلدی جنت میں لازم نہیں آتا۔ یعنی اس سے مراد دخول خلدی نہیں بلکہ مراد دخول روحی ہے۔ نہ دخول جسدی کہ ہمیشہ رہنے کے واسطے داخل ہوں اور دلیل اس پر وہی محظورات مسطورہ بالا ہیں اور آیت '' وادخلی جنتی ''تو خود بھی اس بات کو کھلم کھلا کہہ رہی ہے۔ چنانچہ فرمایا ''یا ایتها النفس المطمئنة ارجعی الیٰ ربك راضية مرضية فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی ''دیکھو خطاب خاص نفس کے ساتھ ہے اور اس بات کو احادیث بھی بتصریح بیان کر رہی ہیں۔ چنانچہ مالک اور احمد اور نسائی نے بسند صحیح کعب بن مالکؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انما نسمة المؤمن طائر یعلق فی شجر الجنة حتیٰ یرجعه الله تعالیٰ الیٰ جسده یوم القیامة ''اور احمد طبرانی نے بسند حسن ام ہانیؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''تکون النسم طیرا تعلق بالشجر حتیٰ اذا کان یوم القیامة دخلت کل نفس فی جسدها ''ایسے ہی بہت سی روایات میں آیا تو ان روایات سے معلوم ہوا کہ اس وقت میں جو جنت میں داخل بھی ہوتا ہے تو وہ دخول روحی ہوتا ہے۔ نہ جسدی وہ تو قیامت ہی کے روز ہوگا کہ پھر وہاں سے نہ نکالے جاویں گے اور یہ بھی واضح رہے کہ ارواح مؤمنین کے رہنے کے واسطے برزخ میں اماکن مختلفہ روایات میں وارد ہیں۔ بعض روایات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ارواح مؤمنین کی

جنت میں پھر کر عرش کے نیچے قنادیل لٹکتی ہیں۔اس میں آ کر رہتی ہیں اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ساتویں آسمان میں جمع ہوتی ہیں اور بعض روایات میں ہے کہ زمین پر جابیہ میں (کہ ملک شام میں واقع) آ کر جمع ہوتی ہیں اور بعض میں چاہ زمزم کا بھی آیا ہے۔ وغیرہا!

اور بڑے بڑے ذی شان عالی مراتب نبی جناب رسول اللہ ﷺ نے شب معراج میں آسمانوں پر موجود پائے۔کوئی پہلے آسمان پر کوئی دوسرے پر وقس علیٰ ہذا دیکھو حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوسرے آسمان پر موجود تھے اور اگر فرضاً تسلیم بھی کر لیں کہ مرنے کے بعد سے دخول خلدی ہو جاتا ہے تب بھی ہم کہتے ہیں کہ خلود کو اللہ جل شانہ نے اپنی مشیت پر رکھا ہے۔ چنانچہ فرمایا اور ”اما الذین سعدوا ففی الجنة خالدین فیها مادامت السموات والارض الا ماشاء ربك “ دیکھو خلود سے اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت کا استثناء کیا ہے اور اپنے چاہنے کی قدر اس وعدہ سے نکال لیا۔ پس ہم کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کے واسطے اللہ تعالیٰ چاہ چکا ہے اور اس کی مشیت اس بات کے ساتھ متعلق ہو چکی ہے کہ ان کو پھر دنیا میں بھیجے۔ چنانچہ شب معراج میں خود انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اخیر زمانہ میں جب دجال خروج کرے گا۔ مجھ کو دنیا میں اتارنے کا وعدہ دیا ہے۔(یہ ایک صحیح حدیث کا مضمون ہے جس کا تفصیلی ذکر آگے آتا ہے) پھر بھلا اس میں کیا استبعاد ہے اور کون سا محذور لازم آتا ہے۔ پھر دیکھو جناب رسول اللہ ﷺ شب معراج میں جنت کے اندر تشریف لے گئے۔ پھر وہاں سے نکل کر دنیا میں تشریف لے آئے اور دیکھو حضرت آدم علیہ السلام جنت میں داخل ہوئے اور اس میں رہ کر اللہ تعالیٰ کی مشیت سے اتارے گئے تو اگر مجرد دخول خروج جنت سے ممتنع ہوتا تو یہ کیسے باہر آتے۔ بہر حال کسی صورت سے مطلب صاحب رسالہ اور ان کے ہم خیالوں کا ثابت نہیں ہوتا اور کسی طور سے استحالہ نزول ابن مریم کا بجسدہ العنصری پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ پھر بلا وجہ کیوں صرف نصوص کا ظاہر سے کیا جاتا ہے اور کس لئے معنی حقیقی چھوڑ کر مجاز کو اختیار کیا جاتا ہے اور تحریف کا دروازہ کیوں کھولا جاتا ہے اور الحاد کے طریقوں کو کیوں رواج دیا جاتا ہے۔ اللہ جبار وقہار سے ڈرو اور طریق حق کو اختیار کرو۔ ”افرأیت من اتخذ الهه هواه“ اس جگہ اس بیان کو مختصر طور پر لکھ دیا۔ اگر اللہ جل شانہ نے توفیق دی تو انشاء اللہ کسی تحریر میں اس کی تفصیل کی جاوے گی۔ مگر چونکہ ان لوگوں کا اس دلیل پر بڑا مدار تھا۔ اس واسطے اس جگہ اس کا جواب لکھنا ضروری سمجھا۔

اسی طرح اور بھی ان کے دلائل کا جن پر فخر کرتے ہیں اور ان کو اپنے براہین قویہ سے سمجھ کر بیشار جگہ اپنی تحریرات میں لاتے ہیں۔ موقع موقع پر اس رسالہ میں جواب باصواب لکھا

جاوے گا۔ اگرچہ اس رسالہ مردود علیہ میں نہ موجود ہوتا۔ ناظرین کو فائدہ تامہ حاصل ہو۔ ’’وعلیٰ اللّٰہ التوکل وبہ الاعتصام‘‘

قولہ…… اور دیکھو’’یا بنی آدم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سوأتکم وریشا‘‘ کسی نے دیکھا ہے کہ پارچہ اور ملبوسات۔

اقول…… معنی انزال کے یہاں پر وہی اتارنا جسم کے ساتھ ہیں۔ البتہ مجاز یہاں پر اسناد میں ہے۔ یعنی انزال کی نسبت حقیقی نہیں۔ مسبب کو بجائے سبب کے بول دیا کہ پانی ہے۔ مثلاً معنی یہ ہوئے کہ اتارا ہم نے پیدائش لباس کے سبب کو مثلاً پانی ہے کہ بوجودہ العنصری اترتا ہے۔ پس لفظ اپنے معنی اصلی میں مستعمل ہوا۔ لہٰذا اس سے صاحب رسالہ کا استشہاد صحیح نہ ہوا اور اگر فرضاً مانیں بھی تو اس وجہ سے کہ معنی حقیقی متعذر ہیں اور مستشہد لہ میں متعذر نہیں۔ کمامر۔ پس تب بھی استشہاد صحیح نہیں۔

قولہ…… اور فرمایا’’قد انزلنا الیکم ذکراً رسولاً یتلوا علیکم آیات اللّٰہ مبینات‘‘ کیا آنحضرتﷺ بوجود عنصری آسمان سے نازل ہوئے تھے۔

اقول…… اس آیت سے استشہاد کے واسطے اوّلاً اس بات کا ثابت کرنا ضرور ہے کہ اس سے مراد رسول اللہ ہیں۔ (ﷺ) ہم کہتے ہیں مراد اس سے جبرائیل ہیں اور نسبت’’یتلوا‘‘ کی ان کی طرف بلاواسطہ ہے یا بواسطہ محمد رسول اللہﷺ کے کہ ان کے پڑھنے کو جبرائیل کا پڑھنا کہہ دیا۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا’’فاذا قرأناہ فاتبع قرآنہ‘‘ پس انزال اپنے حقیقی معنی میں مستعمل ہے اور تمہارا استشہاد صحیح نہ ہوا اور قرآن مجید بھی مراد ہوسکتا ہے اور اگر محمد رسول اللہﷺ کو مراد لیں۔ تب بھی انزال اپنے ہی معنی میں رہے گا۔ انزال کی نسبت ان کی طرف ترشیحاً کی گئی۔ پس یہ مجاز نسبت میں ہے نہ لفظ انزال میں۔ فاین المدعی؟ اگر مجاز مانی بھی جاوے تو اس وجہ سے کہ حقیقت متعذر ہے اور شاہد لہ میں متعذر نہیں۔ کمامر۔’’فلا تلبسوا الحق بالباطل‘‘

قولہ…… اور دیکھو حدیث میں ہے۔’’انزل الدواء الذی انزل الداء‘‘ کسی شفاخانہ میں یا عطار کی دکان پر کوئی دوا کسی نے دیکھی کہ آسمان سے بوجود عنصری اتری ہو۔

اقول…… اس میں بھی وہی وجوہ جواب کے جو پہلے ذکر کئے گئے۔ جاری ہیں کہ ظاہر ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ بہرحال مقصود صاحب رسالہ کا ثابت نہیں ہوتا۔

قولہ…… اور فرمایا’’انزل الناس منازلہم‘‘ اور آیا ہے کہ’’لما نزلت ھو قریظۃ‘‘ اور آیا ہے’’خرج من مکۃ ونزل یثرب‘‘

اقول...... چونکہ صاحب رسالہ نے ان تینوں شاہدوں سے وجہ استدلال کو بیان نہیں کیا۔ لہٰذا ہم بھی بیان جواب سے اعراض کرتے ہیں۔ اگر انہوں نے ظہور کے سبب چھوڑ دیا تو ہم بھی جواب ظاہر بجہ کے چھوڑتے ہیں۔

قولہ...... اگر مرزا قادیانی نے نزول کے معنی میں بموجب محاورۂ کتاب وسنت کے یہ کہا کہ نزول سے مراد نزول من السماء بوجود عنصری نہیں تو کیا اور کیا الحاد ہے۔ بینوا توجروا!

اقول...... مرزا قادیانی بصوص شرعیہ کو اپنے معنی سے خلاف لغت وقواعد جمیع اہل عربیہ کے تحریف کرکے مصداق ''یحرفون الکلم عن مواضعہ'' کے ہوگئے اور فرمایا ''ان الذین یلحدون فی ایاتنا لا یخفون علینا افمن یلقیٰ فی النار خیر ام من یأتی امناً یوم القیامۃ''

قولہ...... اور لفظ ابن مریم کی نسبت یہ عرض ہے کہ قرآن مجید میں متعدد جگہ مسافر کو ابن السبیل بطور استعارہ کے فرمایا ہے۔ اب دریافت کیا جاتا ہے کہ آیا مسافر راہ کا بیٹا ہوتا ہے۔ حقیقتاً یا چاند کو عرب میں ابن اللیل کہتے ہیں۔ کیا چاند رات کا بیٹا حقیقی ہوتا ہے۔

اگر کنیت بلفظ ابن کتب حدیث وغیرہ میں تفحص کی جاوے تو بہت کثرت سے ایسی نکلے گی جو صرف بطور استعارہ کے کسی مناسبت کی وجہ سے وہاں ابن کا لفظ لگا دیا ہوگا کہ نہ یہ کہ بیٹا حقیقی وہاں مراد ہو۔ اگر مرزا قادیانی نے بطور استعارہ لطیفہ کے ابن مریم سے ایسا شخص مراد لیا جو بلا واسطہ آباء ومشائخ زمان کے اس کو علوم لدنیہ حاصل ہوئے ہوں اور بغیر داخل ہونے کے کسی سلسلہ میں سلاسل اولیاء اللہ ماسبق سے اس کو کشوف والہامات ومعارف کتاب وسنت منجانب اللہ اس کو دیئے گئے ہوں تو کون سا استحالہ لازم آیا۔

اقول...... وباللہ التوفیق لفظ ابن کا استعارہ بیان کرنے سے اگر آپ کی یہ غرض ہے کہ مرزا پر ابن مریم بغیر حذف وشل حذف کے ماننے ہوئے صادق آجائے تو یہ ہرگز ممکن نہیں۔ کیونکہ اسی خبر کے بعض روایات میں تو لفظ عیسیٰ بن مریم کا وارد ہے۔ جیسا کہ مسلم کی روایت ہے اور بعض میں لفظ مسیح عیسیٰ بن مریم کا آیا ہے۔ چنانچہ احمد کی روایت میں ہے اور بعض میں روح اللہ عیسیٰ ہے۔ جیسا مستدرک حاکم میں واقع ہے، اور بعض روایات میں لفظ نبی اللہ کا بھی وارد ہے۔ ''یفسر بعضھا بعضاً'' پس ان الفاظ کو مرزا قادیانی پر بغیر حذف ماننے کیونکر صادق کر سکتے ہو اور اگر تمہاری یہ غرض نہیں کہ بغیر حذف ماننے مرزا قادیانی پر صادق آتا ہے۔ بلکہ حذف کرنا پڑے گا۔ پس اس وقت میں یہ استعارہ بیان کرنا بالکل لغو ہے اور بے محل۔ کیونکہ جب حذف مانو گے تو

اس وقت ابن اپنی استعمال حقیقی ہی پر رہے گا نہ مجازی پر۔ جس کے لئے تم نے اپنی اس قدر علمیت صرف کی۔

دوسرے ایہ کہ ابن کا جو استعمال استعارۃً ہوتا ہے تو اس طرح پر ہوا ہے کہ ابن کے مصداق کو اس کے مضاف الیہ کے ساتھ ایک مناسبت ہوتی ہے کہ جس کے سبب سے ابن فلان بول دیتے ہیں۔ مثلاً ابن السبیل کہ ابن کے مصداق یعنی مسافر کو اس کے مضاف الیہ یعنی سبیل کے ساتھ ایک مناسبت ہے۔ ایسی ہی ابن اللیل میں چاند کو رات کے ساتھ مناسبت ہے۔ جس کے سبب سے ابن السبیل وابن اللیل بول دیتے ہیں اور صاحب رسالہ نے جو وجہ مناسبت بیان کی یعنی (اگر مرزا قادیانی نے بطور استعارہ لطیفہ کے ابن مریم سے ایسا شخص مراد لیا ہو جو بلاواسطہ آیا) تو یہ وجہ مناسبت کی بقول ان کے، ساتھ ابن مریم کے ہے۔ نہ مصداق ابن کے ساتھ مریم کے۔

کما لا یخفی فتفکر فان فیہ مافیہ!

بہرصورت تمہارا مطلب فاسد بغیر حذف کے ثابت نہیں ہوا اور بغیر وجہ محذوف وغیرہ ماننا کس قدر نصوص شرعیہ کی تحریف ہے۔ اللہ قہار وجبار سے ڈرو۔ اگر ایسے ہی جہاں چاہیں حذف مان لیا کریں تو ہرگز کسی نص سے کوئی مسئلہ شرعیہ ثابت نہ ہو سکے گا۔ حتیٰ کہ توحید باری عز اسمہ اور رسالت رسول اللہ ﷺ کی بھی جو نصوص کہ دربارۂ نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وارد ہیں۔ ان سے اور اس مرزا سے بالکل مناسبت نہیں اور سر موئے موافقت نہیں۔ بڑی بے حیائی کی بات ہے۔ ان کا اپنے آپ کو مصداق کہنا۔ اذا لم تستحی فاصنع ماشئت!

اگر کوئی دوسرا دعویٰ کر بیٹھے تو شاید کچھ چل بھی جاتا۔ ایسی کھلی بات کے جھوٹے مصداق بنے۔ ہرچند کہ احصار ان احادیث کا جو دربارۂ نزول مسیح علیہ السلام ودجال کے وارد ہیں۔ محال عادی ہے۔ مگر میں یہاں پر چند احادیث واسطے افادۂ عوام کے مع حاصل ترجمہ کے لکھتا ہوں۔

حدیث اوّل

’’اخرج البخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما مقسطا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویفیض المال حتیٰ لا یقبلہ احد حتیٰ تکون السجدۃ الواحدہ خیر امن الدنیا ومافیھا ثم یقول ابوھریرۃ اقروا ان شئتم وان من اھل الکتاب الالیؤمنن بہ قبل موتہ‘‘

بخاری اور مسلم اور ابوداؤد اور ترمذی نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

میں اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ بے شک قریب ہے کہ ابن مریم تم میں اتریں منصف حاکم ہو کر، تو صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو ماریں گے اور جزیہ کو اتاریں گے کہ یہاں تک کثرت ہو جاوے گی کہ اس کو کوئی قبول نہ کرے گا اور ایک سجدہ اس وقت میں دنیا ومافیہا سے بہتر ہوگا۔ پھر ابو ہریرہؓ بولے اگر چاہو تو (قرآن سے اس بات کی تصدیق کے لئے) اس آیت کو پڑھ لو" وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته "ابو ہریرہؓ صحابی کی یہ غرض تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کے نزول کا قصہ قرآن میں فرماتا ہے کہ جو فرقہ کتاب والوں میں ہے۔ سو اس پر یقین لاوے گا۔ اس کی موت سے پہلے، یعنی جب وہ نزول فرماویں گے۔ اس وقت اس پیشین کا ظہور ہوگا۔ ورنہ پہلے تو ہوا نہیں۔

حدیث دوم

"اخرج مسلم عن جابرؓ قال قال رسول اللهﷺ لا تزال طائفة من امتى يقاتلون على الحق ظاهرين الىٰ يوم القيامة فينزل عيسىٰ بن مريم فيقول اميرهم تعال صل لنا فيقول الا ان بعضكم على بعض امراء تكرمة الله تعالىٰ لهذه الامة "صحیح مسلم میں جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ ہمیشہ میری امت کا ایک گروہ قتل کرتا رہے گا حق پر غالب رہیں گے۔ قیامت تک، پس عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اتریں گے۔ پس کہے گا حاکم ان کا آیئے نماز پڑھایئے تو وہ جواب میں فرماویں گے نہیں۔ تم ہی ایک دوسرے پر سردار ہو۔ اللہ تعالیٰ کی بزرگی دینے کے سبب سے اس امت کو۔

حدیث سوم

"اخرج ابوداؤد عن ابی هريرةؓ مرفوعا ليس بينى وبين عيسىٰ نبى وانه نازل. فاذا رأيتموه فاعرفوه رجل مربوع الىٰ الحمرة والبياض ينزل بين ممصرتين كأن راسه يقطر وان لم يصبه بلل فيقاتل الناس على الاسلام فيدق الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويهلك الله فى زمانه الملل كلها الا الاسلام ويهلك الله فى زمانه المسيح الدجال فيمكث فى الارض اربعين سنة ثم يتوفى فيصلى عليه المسلمون "ابوداؤد میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ میرے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں اور بے شک وہ اترنے والے ہیں سو ان کو پہچان لینا۔ میانہ قد، سرخی اور سفیدی کے درمیان اتریں گے دو رنگین کپڑوں میں گویا کہ ان کے

سر کے بال ٹپک رہیں۔ اگرچہ انہیں تری نہ پہنچی ہو تو لوگوں سے اسلام کے لئے لڑیں گے۔ سو صلیب کو توڑ ڈالیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ کو اٹھا دیں گے اور اللہ جل شانہ ان کے وقت میں سواء ملت اسلام کے سب ملتوں کو کھو دے گا اور اللہ تعالیٰ ان کے وقت میں مسیح دجال کو ہلاک کرے گا۔ سو مسیح علیہ السلام زمین پر چالیس برس رہیں گے۔ پھر وفات پائیں گے تو ان پر مسلمان نماز پڑھیں گے۔ ایسے ہی امام احمدؒ نے بھی روایت کیا۔ مگر بعض لفظ کا فرق ہے۔ علامہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس حدیث کو صحیح الاسناد کہا۔ چنانچہ اکثر الفاظ اس حدیث کے بیان کئے اور کہا روی احمد وابوداؤد باسناد صحیح اور اس عاجز نے بھی جو رجال اسناد کی طرف مراجعت کی تو سب راوی اس کے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے راوی پائے۔ سواء عبدالرحمٰن بن آدم کے کہ وہ صرف مسلم کے رواۃ سے ہیں تو ان کا بھی حجت ہونا اور ثقاہت یقینی ہے۔

حدیث چہارم

”اخرج الحاکم فی المستدرك بلفظ ان روح الله عیسیٰ نازل فیکم فاذا رأیتموه فاعرفوه فانه رجل مربوع الیٰ الحمرة والبیاض علیه ثوبان ممصران کأن راسه یقطروا ان لم یصیبه بلل فیدق الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویدعو الناس الیٰ الاسلام فیهلك الله فی زمانه المسیح الدجال وتقع الامنة علی اهل الارض حتیٰ ترعی الاسود مع الابل والنمور مع البقر والذیاب مع الغنم ویلعب الصبیان مع الحیات فیمکث اربعین سنة ثم یتوفی ویصلی علیه المسلمون“ حاکم نے اپنی کتاب مستدرک میں ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ روح اللہ عیسیٰ تم میں نزول فرمانے والے ہیں۔ سو جب تم ان کو دیکھنا تو پہچان لینا۔ میانہ قد، سرخی وسفیدی کے درمیان ان پر دو کپڑے رنگین ہوں گے۔ گویا کہ ان کے سر سے پانی ٹپک رہا ہو۔ اگرچہ تری نہ پہنچی ہو۔ (یہ ان کی کمال نظافت وصفائی کا بیان ہے) تو چلیپا کو توڑیں گے۔ (یہ وہ ہے جس کو نصاریٰ پوجتے ہیں) اور خنزیر کو (کہ شریعت محمدی میں سخت حرام ہے اور نصاریٰ کھاتے ہیں) ماریں گے اور جزیہ اٹھا دیں گے اور لوگوں کو دین اسلام کی طرف بلا دیں گے تو ان کے وقت میں اللہ تعالیٰ مسیح دجال کو ہلاک کرے گا اور اہل زمین میں امن ہو جاوے گا کہ سانپ اونٹ کے ساتھ چرنے لگیں گے اور چیتے گائے کے ساتھ اور بھیڑیے بھیڑ بکریوں کے ساتھ اور لڑکے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے۔ سو زمین میں چالیس برس رہیں گے۔ پھر وفات پائیں گے اور مسلمان ان پر نماز پڑھیں گے۔

حدیث پنجم

''اخرج احمد وابن ماجه وصححه الحاکم (کما فی الفتح) وهذا اللفظ احمد عن ابن مسعودؓ عن رسول اللہ ﷺ قال لقیت لیلة اسری بی ابراهیم وموسیٰ وعیسیٰ علیهم السلام فتذاکروا امر الساعة فردوا امرهم الیٰ ابراهیم فقال لاعلم لی بها فردوا امرهم الیٰ موسیٰ فقال لا علم بها فردوا امر هم الیٰ عیسیٰ فقال اما وجبتها فلایعلم بها احد الا اللّٰه وفیما عهد الیّٰ ربی عزوجل ان الدجال خارج ومعی قضیبان فاذا رآنی ذاب کما یذوب الرصاص (ولفظ ابن ماجة مکان هذا اللفظ هکذا) فذکر خروج الدجال قال فانزل فاقتله فیرجع الناس الیٰ بلادهم قال فیهلکه اللّٰه اذا رانی حتیٰ ان الحجر والشجر یقول یا مسلم ان تحتی کافر افتعال فاقتله قال فیهلکم اللّٰه ثم یرجع الناس الیٰ بلادهم واوطانهم فعند ذلك یخرج یاجوج وماجوج وهم من کل حدب ینسلون فیطؤن بلادهم فلا یأتون علی شئ الااهلکوه ولا یمرون علی ماء الا شربوه قال ثم یرجع الناس یشکونهم فادعو اللّٰه علیهم فیهلکم ویمیتهم حتی تجوی الارض من نتن ریحهم وینزل اللّٰه المطر فیجترف اجسادهم حتیٰ یقذفهم فی البحر ففیما عهد الیّٰ ربی عزوجل ان ذلك اذا کان کذلك ان الساعة کالحامل المتم لا یدری اهلها متی تفاجئهم بولادها لیلا اونهارا'' امام احمد اور ابن ماجہ نے عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ معراج کی رات میں میں ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے ملا تو انہوں نے قیامت کا ذکر کیا۔ تو پہلے ابراہیم پر چھوڑا سو ابراہیم علیہ السلام نے کہا مجھ کو اس کا علم نہیں۔ (یعنی کب واقع ہوگی) پھر موسیٰ علیہ السلام پر چھوڑا تو انہوں نے کہا کہ مجھ کو اس کا علم نہیں۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام پر چھوڑا تو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ وقت وقوع کا تو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور اللہ جل شانہ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ دجال نکلے گا اور میرے ساتھ دو چھڑیاں ہوں گی۔ جب مجھ کو دیکھے گا تو سیسہ کی طرح پگھلنے لگے گا (اور ابن ماجہ کی روایت میں یہ ہے) کہ عیسیٰ علیہ السلام نے دجال کے نکلنے کا کہہ کر کہا کہ پھر میں اتروں گا تو اس کو قتل کروں گا۔ کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہ پس اللہ ہلاک کرے گا۔ اس کو جب مجھے دیکھے گا۔ یہاں تک کہ پتھر اور درخت کہیں گے کہ اے مسلمان میرے نیچے کافر چھپا ہوا ہے۔ سو آ کر اس کو قتل کر وتو اللہ سب کفار کو

ہلاک کر دے گا۔ پھر لوگ اپنی اپنی بستیوں اور گھروں کی طرف لوٹیں گے تو اب یاجوج وماجوج نکلیں گے۔ وہ ہر اونچے سے پھسلتے آویں گے تو ان کی بستیوں کو روند دیں گے۔ سو جس چیز پر جاویں گے اس کو ہلاک کر دیں گے اور جس پانی پر گزریں گے اس کو پی جاویں گے تو پھر لوگ آ کر ان کی شکایت کریں گے تو میں اللہ سے ان کے لئے بددعا کروں گا تو ان سب کو اللہ تعالیٰ ہلاک کر دے گا اور ان سب کو موت دے گا۔ یہاں تک کہ ان کی بدبو تمام زمین میں بھر جاوے گی۔ تو اللہ پانی برساوے گا۔ جس سے وہ تمام دریا میں بہ جاویں گے تو اللہ عزوجل کے اس وعدہ میں یہ ہے کہ جب ایسا حال ہوگا اس وقت قیامت کا حال ایسا ہوگا جیسے کہ پوری دنوں کی گابھن کہ معلوم نہیں ہوا کس وقت رات یا دن میں اچانک جن پڑے۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا اور اس عاجز نے بھی جو رواۃ اس حدیث کے دیکھے احمد اور ابن ماجہ دونوں کے تو سب راوی اس کے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے راوی پائے۔ سوا جبلہ بن سحیم کے اور مؤثر بن عفارہ کے کہ وہ دونوں بھی ثقہ ہیں۔ جیسا کہ خلاصہ اور تقریب میں ہے سو اللہ اعلم!

حدیث ششم

’’اخرج مسلم عن النواس بن سمعان قال ذكر رسول اللهﷺ الدجال فقال ان يخرج وانا فيكم فانا حجيجه دونكم وان يخرج ولست فيكم فامرٌ احجيج نفسه والله خليفتى على مسلم انه شباب قطط عينه طافية كانى اشبها بعبد العزى بن قطن فمن ادركه منكم فيلقرأ فواتح سورة الكهف وفى رواية فليقرأ عليه بفواتح سورة الكهف فانها جواركم من فتنة انه خارج خلة بين الشام والعراق فعاث يمينا وشمالا يا عباد الله فاثبتوا قلنا يا رسول الله وما لبثه فى الارض قال اربعون يوما يوم كسنة ويوم كشهر ويوم كجمعة وسائر ايامه كايامكم قلنا يا رسول الله فذلك اليوم الذى كسنة ايكفينا فيه صلاة يوم قال لا اقدروا له قدره قلنا يارسول الله وما اسراعه فى الارض قال كالغيث استدبرته الريح فيأتى على القوم فيدعوهم فيؤمنون به فيأمر السماء فتمطر والارض فتنبت فتروح عليهم سارحتهم اطول ماكانت ذرى واسبغه ضروعا وامده خواصر ثم ياتى القوم فيدعوهم فيردون عليه قوله فينصرف عنهم فيصبحون ممحلين ليس بايديهم شئ من اموالهم ويمر بالخربة فيقول لها اخرجى كنوزك فتتبعه كنوزها كيعا

سیب النحل ثم یدعوہ رجلا ممتلیا شبابا فیضربه بالسیف فیقطعه جزلتین رمیة الغرض ثم یدعوہ فیقبل ویتھلل وجھه یضحک فبینما ھو کذالک اذبعث اللہ المسیح بن مریم فینزل عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق بین مھرونتیین واضعا کفیه علی اجنحة ملکین اذا طاطأ راسه قطر واذا رفعه تحدرمنه مثل جمان کاللؤلؤ فلا یحل لکافر یجد من ریح نفسه ینتھی حیث ینتھی طرفه فیطلبه حتیٰ یدرکه بباب لدفیقتله ثم یاتی عیسیٰ علیه السلام قوما قد عصمھم اللہ منه فیمسح عن وجوھھم ویحدثھم بدرجاتھم فی الجنة فبینما ھو کذلک اذاوحی اللہ عزوجل الیٰ عیسیٰ انی قد اخرجت عباد الیٰ لایدان لا حد بقتالھم فحرز عبادی الیٰ الطور ویبعث اللہ یاجوج ماجوج وھم من کل حدب ینسلون فیمز اولھم علیٰ بحیرۃ طبریة فیشربون مافیھا ویمرا خرھم فیقول لقد کان بھذہ مرۃ ماء ثم یسیرون حتیٰ ینتھوا الیٰ جبل الخمر وھو جبل بیت المقدس فیقولون لقد قتلنا من فی الارض فلنقتل من فی السماء فیرمون بنشابھم الیٰ السماء فیرود اللہ علیھم نشابھم مخضوبة دماء یحصر نبی اللہ واصحابه حتی یکون رأس الثور لاحدھم خیر امن مائة دینار لا حدکم الیوم فیرغب نبی اللہ عیسیٰ واصحابه الیٰ اللہ فیرسل اللہ علیھم النصف فی اقابھم فیصبحون فرسی کوت نفس واحدۃ ثم یھبط نبی اللہ عیسیٰ واصحابه الیٰ الارض فلا یجدون فی الارض موضع شبراً لاملاہ زھتھم ونتھم فیرغب نبی اللہ عیسیٰ واصھابه الیٰ اللہ فیرسل اللہ طیرا کالاعناق البخت فتحملھم فتطر حھم حیث شاء اللہ ثم یرسل اللہ مطر الا یکن منه بیت مدرولا وبرفیغل الارض حتی یترکھا کالزلفة ثم یقال للارض اخرجی ثمرک وردی برکتک فیومئذ تلکل العصابة من الرمانة الحدیث الیٰ قوله ویبقی شرار الناس یتھارجون فیھا تھارج الحمر فعلیھم تقوم الساعة'' صحیح مسلم میں نواس بن سمعانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دجال کا ذکر کیا۔ سوفرمایا۔ اگر میری موجودگی میں نکلا تو میں تمہاری طرف سے جھگڑلوں گا اور اگر میرے پیچھے نکلا تو ہر شخص اپنے لئے جھگڑے گا اور میرے بعد اللہ ہر مسلمان کا نگہبان ہے۔ وہ جوان ہوگا بہت پیچیدہ بال آنکھ اس کی اٹھی ہوئی مجھ کو اس کی مشابہت عبدالعزیٰ بن قطن کے سی لگتی ہے۔ سو جو

کوئی تم میں کا اس کو پاوے تو اس پر سورۂ کہف کا شروع پڑھے۔ اس کے سبب سے اس کے فتنے سے بچ رہے گا۔ وہ نکلے گا اس راستہ پر جو شام و عراق کے درمیان میں ہے تو اس کا فساد دائیں بائیں پھیل جائے گا۔ اے اللہ کے بندو اس وقت مضبوط رہنا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کب تک وہ رہے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا چالیس روز ایک دن مثل ایک برس کے ہوگا اور ایک دن مثل ایک مہینے کے اور ایک دن ہفتہ کی طرح اور باقی دن مثل اور تمہارے دنوں کے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ جو دن سال کا سا ہوگا کیا اس میں ایک دن کی نماز کافی ہو جاوے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں اندازہ کر لینا صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ زمین پر اس کا جلدی پھرنا کیونکر ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا جیسے ابر کہ اس کو ہوا لے کر چلتی ہے تو آدے گا ایک گروہ پر اور ان کو اپنی طرف بلاوے گا۔ سو وہ اس کے تابع ہو جاویں گے تو وہ آسمان سے کہے گا۔ پس وہ برسنے لگے گا اور زمین سے کہے گا تو وہ اگے گی تو ان کے مواشی خوب موٹے ہو کر تھن پھولے رکھیں بھیڑیں چر کر لوٹیں گی۔ پھر ایک گروہ پر آدے گا اور ان کو اپنی طرف بلاوے گا تو وہ لوگ اس کی بات نہ مانیں گے۔ تب وہاں سے پھر جائے گا تو اس پر خشکی پڑ جائے گی اور بالکل خالی ہاتھ ہو جاویں گے اور وہ دجال اجڑی زمین پر گزرے گا تو اس سے کہے گا کہ اپنے خزانوں کو نکال تو سب خزانے نکل کر اس کے ساتھ ہو جاویں گے۔ جیسے شہد کی مکھیاں اپنے سردار کے ساتھ، پھر بلاوے گا ایک بھری جوانی والے کو تو اس کو تلوار سے مار کر دو ٹکڑے کر دے گا۔ ایک ایک ٹکڑا تیر کے نشانہ کی دوری پر جا پڑے گا۔ پھر اس کو بلاوے گا آ جاوے گا اور اس کا منہ چمکتا ہوگا۔ ہنستا سو وہ اس حالت میں ہوگا کہ اتنے میں اللہ تعالیٰ مسیح بن مریم علیہما السلام کو بھیجے گا تو وہ اتریں گے سفید مینارہ کے نزدیک شرقی جانب دمشق کے دو رنگین کپڑوں میں۔ اپنے دونوں ہاتھ رکھے ہوئے دو فرشتوں کے بازوؤں پر جب سر جھکائیں گے تو ٹپکے گا اور جب اٹھائیں گے تو اس سے موتی سے گریں گے۔ سو جس کافر کو ان کی سانس پہنچے گی مر جائے گا اور ان کی سانس وہاں تک پہنچے گی جہاں تک ان کی نظر جائے گی تو وہ دجال کو تلاش کر کے باب لد میں پا کر قتل کر دیں گے۔ پھر عیسیٰ ان لوگوں کے پاس آویں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے دجال کے فتنہ سے بچایا تھا تو ان کے منہ پر ہاتھ پھیریں گے اور جنت کے ان کے درجات بیان کریں گے۔ اتنے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اللہ تعالیٰ وحی بھیجے گا کہ میں نے ایسے بندوں کو نکالا ہے۔ جن کے ساتھ قتال کی کسی کو قوت نہیں تو میرے بندوں کو طور پر لے جا کر بچا اور بھیج دے گا حق تعالیٰ یاجوج ماجوج کو اور وہ ہر اونچے سے پھیلتے آویں گے تو گزرے گا آگے والا ان کا بحیرہ طبریہ پر سو لے لے گا جو اس میں ہوگا اور پچھلا جو آوے گا تو کہے گا کہ اس میں کبھی پانی تھا پھر

پھرتے پھرتے جبل خمر تک پہنچیں گے۔ یہ بیت المقدس میں پہاڑ ہے تو کہیں گے زمین میں جو تھے ان کو تو ہم نے قتل کرلیا۔ اب آسمان والوں کو قتل کرنا چاہئے تو اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے تیروں کو خون سے بھرا ہوا پھیرے گا اور نبی اللہ اور ان کے اصحاب گھرے رہیں گے۔ یہاں تک کہ ان کے نزدیک سری ایک بیل کی بہتر ہوگی۔ تمہارے نزدیک سو دینار سے تو نبی اللہ عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب اللہ سے دعا مانگیں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر ایسا مرض ڈالے گا کہ سب کے سب ایک بارگی مرجاویں گے۔ پھر نبی اللہ اور ان کے اصحاب نیچے اتریں گے۔ زمین پر تو کہیں بالشت بھر جگہ یعنی یاجوج ماجوج زمین پر ان کی گندگی اور بو سے خالی نہ پاویں گے تو اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب اللہ سے دعا کریں گے تو اللہ ایسے پرندے بھیجے گا جن کی گردنیں اونٹوں کی سی ہوں گی تو وہ انہیں اٹھا کر جہاں اللہ چاہے گا پھینک دیں گے۔ پھر اللہ پانی بھیجے گا کہ جس سے کوئی مقام نہ بچے گا تو زمین کو دھوکر آئینہ سا صاف کردے گا۔ پھر زمین کو حکم ہوگا کہ اپنے پھلوں کو نکال اور اپنی برکت لوٹ دے۔ (یعنی پھر پہلے کی سی برکت آجاوے) تو اس وقت ایک گروہ ایک انار سے کھالے گا۔ (حدیث میں برکت بیان کرکے پھر فرمایا کہ اللہ ایک ہوا بھیجے گا جس نے سب ایمان والے اٹھ جاویں گے) اور بدترین خلائق رہ جاویں تو انہیں پر قیامت آوے گی۔

یہ الفاظ صحیح مسلم کے بیان کئے گئے اور ابن ماجہ اور ترمذی میں بھی اسی طرح ہے۔ بلکہ کچھ زائد تفصیل کے ساتھ ہے۔

حدیث ہفتم

’’اخرج الحاکم عن ابی ہریرۃ مرفوعا لیھبطن عیسیٰ بن مریم حکما واماما مقسطا ولیسلکن فجاحاجا او معتمر اولیأتین قبری حتیٰ یسلم علی ولاردن علیہ‘‘ حاکم نے ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک عیسیٰ بیٹے مریم کے اتریں گے۔ حاکم اور انصار والے پیشوا اور البتہ چلیں گے راستہ میں حج کرنے یا عمرہ کرتے اور البتہ آدیں گے میری قبر پر کہ سلام کریں گے مجھ پر اور میں جواب اس کا دوں گا۔

حدیث ہشتم

’’اخرج مسلم عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لا تقوم الساعۃ حتیٰ ینزل الروم بالاعماق اوبوابق فیخرج الیھم جیش من المدینۃ من خیار اھل الارض یومئذ فاذا تصافوا قالت الروم خلو بیننا وبین الذین

سبوا منا نقاتلهم فیقول المسلمون لا واللہ لا نخلی بینکم وبین اخواننا فیقاتلونھم فینھزم ثلث لا یتوب اللہ علیھم ابدا ویقتل ثلثھم افضل الشھداء عند اللہ ویفتح الثلث لا یفتنون ابدا یفتتحون قسطنطنیہ فبینماھم یقسمون الغنائم قد علقوا سیوفھم بالزیتون اذ صاح فیھم الشیطان ان المسیح قد خلفکم فی اھلیکم فیخرجون وذلک باطل فاذا جاؤ الشام خرج فبینماھم یعدون للقتال یسوون الصفوف اذا اقیمت الصلوٰۃ فینزل عیسیٰ بن مریم فامھم فاذا رآہ عدواللہ ذاب کما یذوب الملح فی الماء فلو ترکہ لانذاب حتی یھلک ولکن یقتلہ اللہ بیدہ فیریھم دمہ فی حربۃ " صحیح مسلم میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت نہ آوے گی جب تک کہ رومی لوگ (یعنی نصاریٰ) اعماق یا وابق میں نہ اتریں تو ان کی طرف لشکر مدینہ سے نکلے گا۔ جو اپنے زمانہ کے بہترین لوگوں سے ہوں گے تو جب صف باندھیں گے (یعنی لڑائی کے واسطے) تو رومی کہیں گے کہ ہم میں کے جو لوگ قید کیے گئے ہیں۔ (یعنی غلام جو مسلمان ہو گئے ہیں) وہ ہم کو دو ہم ان سے لڑیں گے تو مسلمان کہیں گے کہ ہرگز ایسا نہیں ہوگا وہ ہمارے بھائی ہیں تو ان سے مقاتلہ ہوگا پس تہائی لوگ (مسلمانوں کے) بھاگ جاویں گے۔ کبھی ان کے طرف اللہ متوجہ نہ ہوگا اور تہائی شہید ہو جاویں گے۔ وہ اللہ کے نزدیک افضل الشھداء ہیں اور تہائی فتح کریں گے کبھی وہ لوگ فتنہ میں نہ پڑیں گے تو قسطنطنیہ کو فتح کر لیں گے۔ سو وہ غنیموں کو تقسیم کرتے ہوں گے کہ شیطان پکارے گا کہ مسیح (یعنی دجال) تمہارے اہل میں تمہارے پیچھے آ گیا تو وہ نکلیں گے اور یہ بات شیطان کی جھوٹی ہوگی کیونکہ مسیح دجال مدینہ میں نہ جا سکے گا) پس جب وہ شام میں آویں گے تو وہ نکلے گا تو جس وقت وہ قتال کے لئے تیار ہوں گے اور صفیں درست کرتے ہوں گے کہ نماز کے لئے تکبیر ہوگی پس عیسیٰ بن مریم نزول فرمائیں گے تو ان کے امام ہوں گے سو جب ان کو اللہ کا دشمن (یعنی دجال) دیکھے گا تو جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے گھلنے لگے گا۔ سو اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسے چھوڑ دیں تو گھلتے ہی گھلتے ہلاک ہو جاوے۔ مگر اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ سے اس کو قتل کروائے گا۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کا خون بھالے میں لگا ہوا لوگوں کو دکھاویں گے۔

حدیث نہم

"اخرج الترمذی واحمد عن مجمع بن جاریۃ عن رسول اللہ ﷺ قال یقتل ابن مریم الدجال بباب لد وقال الترمذی ھذا حدیث صحیح قال

وفی الباب عن عمران بن حصین ونافع بن عیینة وابی برزة وحذیفة بن اسید وابی هریرة وکیسان وعثمان بن ابی العاص وجابر وابی امامة وابن مسعود وعبدالله بن عمرو وسمرة بن جندب والنواس بن سمعان وعمرو بن عوف وحذیفة بن الیمانؓ ''امام احمد اور ترمذی نے مجمع بن جاریہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابن مریم دجال کو باب لد میں قتل کریں گے۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے اور کہا کہ اس بارہ میں اتنے صحابیوں سے روایت ہے۔ عمران بن حصین اور نافع بن عیینہ اور ابی برزہ اور حذیفہ ابن اسیدؓ اور ابی ہریرہ اور کیسان اور عثمان بن ابی العاص اور جابر اور ابی امامہ اور ابن مسعود اور عبداللہ ابن عمرو اور سمرہ بن جندب اور نواس بن سمعان اور عمرو بن عوف اور حذیفہ ایمانی رضی اللہ عنہم اجمعین احادیث جو نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں وارد ہیں۔ اس کثرت سے ہیں کہ جو ان میں کے سہل الوصول اور موجود ہیں ان کے لئے ایک بڑا دفتر چاہئے۔ ان چند احادیث کو بطور نمونہ کے سنا دیا ناظرین مصنفین ان احادیث کو دیکھ کر غور کر سکتے ہیں کہ الفاظ رسول اللہ ﷺ کیا کہتے ہیں اور منتحل مسیحیہ کیسی کیسی تحریف کرتا ہے اور کیسی صحیح صریح احادیث کا پیرایہ تاویل میں انکار کرتا ہے۔ اے اہل اسلام ایسے دعوے جھوٹے کرنے والا تم لوگوں کا نہانی دشمن ہے۔ اس سے بچتے رہو۔ اپنے نبی رحمۃ کی کھلی تعلیم کو (جو ان پڑھوں کی تعلیم کے لئے بھیجے گئے تھے) چھوڑ کر دشمن ڈگا دینے والے کے تابع نہ ہو یہ اللہ کی طرف سے جانچ کا وقت معلوم ہوتا ہے کہ کون اپنی عقل کو شرع کے تابع کرتا ہے اور کون شیطانی وسوسہ کی طرف جاتا ہے۔

''ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هدیتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب'' علامہ شوکانی بعد نقل احادیث کے اپنی کتاب توضیح میں کہتے ہیں۔ ''وجمیع ما سقناه بالغ حدالتواتر کما لا یخفی علی من له فضل اطلاع فتقرر بجمیع ماسقناه فی هذا الجواب ان الاحادیث الواردة فی المهدی المنتظر متواترة والاحادیث الواردة فی الدجال متواترة والاحادیث الواردة فی نزول عیسیٰ متواترة فی هذا المقدار کفایه لمن له هدایه والله ولی التوفیق''

قولہ..... اگر کہا جاوے کہ مرزا قادیانی اگر ایسا استعارہ اپنے کلام میں استعمال کرتے تو کوئی قباحت نہ تھی۔ کلام رسول مقبول ﷺ میں انہوں نے ایسی تاویل کی جو تمام علماء سلف وخلف کو معلوم نہ ہوئی اور صرف مرزا قادیانی کو ہی سوجھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ جتنے امور مستقبلہ کی خبر مخبر صادق نے دی ہے۔ ان کی حقیقت اور پوری پوری ماہیت جب تک کہ وہ واقع نہ ہولیں۔ صرف علوم ظاہر

سے معلوم نہیں ہوسکتی۔ البتہ ان پر ایمان لانا جیسا کہ ان کے الفاظ اور معانی ظاہرہ سے مفہوم ہوتا ہے۔ ضروری ہے اس کی چند نظیریں بطور شواہد کے میں پیش کرتا ہوں۔ تاکہ اصل مدعیٰ ہر شخص منصف کے سمجھ میں آجاوے اور اس مقدمہ کا ثبوت بھی اس سے ہو جاوے۔

اقول..... ’’بعون اللہ تعالیٰ‘‘ صاحب رسالہ نے جو قائل کا جواب دیا اس کا حاصل یہ ہے کہ نزول ابن مریم کا ان امور مستقبلہ سے ہے کہ جن کی خبر مخبر صادق نے دی ہے اور جتنے امور مستقبلہ کی خبر مخبر صادق نے دی ان کی حقیقت اور پوری پوری ماہیت جب تک کہ وہ واقع نہ ہولیں صرف علوم ظاہر سے نہیں معلوم ہوسکتی۔ پس نزول ابن مریم کی حقیقت اور پوری پوری ماہیت جب تک کہ واقع نہ ہولے صرف علوم ظاہر سے معلوم نہیں ہوسکتی تو واضح رہے کہ اس کلام میں کئی وجوہ سے فساد ہے۔ اوّل یہ کہ کبریٰ قیاس مسلم نہیں۔ مطالب بالبرہان ہے۔ یعنی اس بات کا دعویٰ کہ جتنے امور مستقبلہ کی خبر مخبر صادق نے دی ہے۔ ان کی حقیقت بغیر وقوع کے علوم ظاہر سے معلوم نہیں ہوسکتے۔ بغیر دلیل مسلم نہیں اس کی دلیل۔ بیان کرنا چاہئے اور جو شواہد بیان کئے تو اوّل تو وہ تمہارے مدعا کے موافق نہیں یا خود ان کے ثبوت میں کلام ہے۔ چنانچہ آگے انشاء اللہ ظاہر ہو جاوے گا۔ دوسرے یہ کہ بعض افراد پر حکم سے کل افراد پر وہ حکم لازم نہیں آتا۔ کمالا یخفی کہ تمہارا یہ کلیہ ٹھیک ہو جاوے۔ لہٰذا قیاس منتج نہ ہوگا۔ پس آپ کا مدعا بھی ثابت نہ ہوگا۔

دوسری وجہ فساد کی یہ ہے کہ حقیقت اور پوری پوری ماہیت معلوم نہ ہونے سے دو حال سے خالی نہیں۔ یا یہ غرض ہے کہ طریق وقوع کا علم حاصل نہیں ہوتا کہ جس طرح ظاہر الفاظ خبر کے مقتضی ہیں۔ اسی طرح واقع ہوگی یا دوسری طرح کہ قول مخبر ماؤل ہو یا یہ غرض ہے کہ اس کا علم تو ہو جاتا ہے۔ مگر اس کی صورت کماہی اور پوری پوری حالت بعینہا جو ظہور میں آوے گی بتمامہا معلوم نہیں ہوتی۔ شق ثانی مسلم ہے کہ جہاں تک خبر نہیں دی گئی اس کی صورت تفصیلی کا حال کیونکر قبل وقوع معلوم ہو جاوے۔ مگر اس کی خصوصیت اخبار مستقبلہ کے ساتھ کیا ہے۔ بلکہ جو اخبار ماضیہ یا موجودہ غیر مشاہد ہیں وہ بھی ایسے ہیں۔ دوسرے یہ بات تمہارے مدعا اصلی کو بالکل مفید نہیں۔ کیونکہ اس کے تو اس قدر نکلتا ہے کہ نزول حضرت عیسیٰ روح اللہ نبی اللہ ابن مریم کی صورت کماہی تفصیلی اور حالت بعینہا معلوم نہیں۔ جب تک کہ وقوع میں نہ آوے اور نزول ان کا بذات خود یقینی ہے نہ یہ کہ ان کے ذاتی نزول میں شک ہے اور در صورت شق اوّل یہ قاعدہ مسلم نہیں۔ کیونکہ جہاں پر الفاظ اخبار مستقبلہ کی باعتبار قواعد عربیہ کے متحمل کئی معانی کے ہیں۔ مثلاً کئی معنی کو مشترک ہیں اور کوئی قرینہ قوی مرجحہ نہیں یا کوئی مجاز اس لفظ میں ایسی مشہور ہو کہ قریب حقیقت کے ہو مثلاً طویل

الیہ کہ بمعنی ٹنی کے مشہور ہے اور وہاں پر کوئی وجہ وجیہ اور سبب قوی اطلاق مجاز پر قائم ہو تو البتہ وہاں پر قبل وقوع علم یقینی حاصل نہیں ہوتا اور جہاں پر یہ بات نہیں بلکہ الفاظ قطعی الدلالۃ ہیں تو وہاں پر کوئی شک وشبہ نہیں۔ کیونکہ جب مخبر صادق نے ایسے الفاظ فرمائے کہ جن کی معنی میں کسی طرح کا شک اور کسی نوع کا احتمال نہیں۔ باعتبار قواعد عربیہ کے (جو محاورۂ اہل زبان کو بتانے والی ہیں اور خادم ہیں۔ کتاب وسنت کے) پھر اس میں شک کرنا نادانی اور وسوسۂ شیطانی ہے۔ کیونکہ اگر مخبر صادق کو دوسرے معنی مقصود ہوتے تو جو الفاظ صاف قطعی الدلالۃ غیر معنی مقصود پر ہیں۔ ان کو بول کر خاص کر معظم امور میں کہ جن سے ایک تختہ دین کا بدلتا ہو امت کو فتنہ میں ڈالنا ہے اور لوگوں کو حق کا منکر بنانا حاشا وکلا ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا۔ تو یہ پیشین گوئی نزول نبی اللہ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی اسی قبیلہ سے ہے کہ کس کثرت سے شارع نے اور کیسی کیسی تفصیلوں اور تاکیدوں اور تشریحوں کے ساتھ صاف صاف الفاظ صریح الدلالۃ کے ساتھ بیان فرمادیا۔ (چنانچہ بابت الفاظ حدیث دیکھ کر کم استعداد آدمی پر بھی کھل سکتی ہے) اب اس میں شارع کا کیا قصور ہے۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ٭ چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

پس اس میں باب تحریف باطل اور تاویل فاسدہ کا کھولنا بڑی الحادی بات ہے۔ اللھم احفظنا منہ! پس قاعدہ موضوعہ تمہارے مقصود فاسد کو مفید نہ ہوا۔ تیسری وجہ فساد یہ ہے کہ جب قاعدہ یہ ٹھہرا کہ حقیقت پیشین گوئی کی قبل وقوع کے علوم ظاہر سے معلوم نہیں ہوسکتی تو تمہارے پیر جی جو اس پیشین گوئی کے معنی مثیل کے کرتے ہیں تو ہم اس کو کس طرح تسلیم کریں۔ کیونکہ جب قاعدہ یہ ٹھہرا کہ قبل وقوع کے پوری پوری حقیقت نہیں معلوم ہوسکتی تو پھر قطعاً یہ کیسی تسلیم کی جاوے کہ اس کی معنی مثیل کے ہیں۔ اگر کہو کہ مرزا قادیانی اس کے مصداق ہوگئے اور پیشین گوئی واقع ہوگئی تو ہم کہیں گے کہ مرزا قادیانی کا اس پیشین گوئی کا مصداق ہونا موقوف ہے۔ اس پر کہ اس پیشین کے معنی مثیل کے ہیں اور یہ معنی معلوم ہونا موقوف ہیں۔ مرزا قادیانی کے مصداق ہونے پر۔ پس لازم آیا دور اور وہ باطل ہے اور مستلزم باطل کا باطل ہے۔ پس مرزا قادیانی کے یہ معنی کرنا یا تمہارا یہ قاعدہ باندھنا باطل ہے۔ اگر کہو کہ ہمارے پیر جی کو الہام اور علوم باطنیہ سے معلوم ہوا تو ہم کہیں گے کہ یہ ان کے احتلامات اور بطنیات ان کے ہی واسطے ہیں۔ دوسروں پر حجت نہیں۔ اگر کہو خارجا دوسرے طور سے مرزا قادیانی کا مصداق ہونا معلوم ہوا تو ہم کہیں گے۔ لاؤ وہ کیا ہے۔ بسبب امکان معنی حقیقی کے اور وسعت زمانی کے کہ واقع ہونا پیشین گوئی کا اپنے معنی اصلی میں خوب ممکن ہے۔ مجبوری نہیں کہ خواہ مخواہ معنی مجازی لئے جاویں۔ عاقل منصف کے لئے اس قدر

کافی ہے اور سمجھدار پر خوب ظاہر ہوگیا کہ منشاء ومنی جو صاحب رسالہ کا تھا وہ باطل ہوگیا۔ اب چنداں ضرورت جواب شواہد کی نہ تھی۔ مگر اتماماً للحجۃ اور ایضاحاً للحق ہر ایک کو علیحدہ بیان کر کے جواب دیتا ہوں تو واضح رہے کہ غرض صاحب رسالہ کی ان شواہد کے بیان کرنے سے دو ہیں۔

ایک یہ کہ یہ قاعدہ ثابت ہو جاوے کہ پیشین گوئی کی حقیقت اور پوری ماہیت قبل وقوع کے علوم ظاہر سے نہیں معلوم ہوسکتی۔

دوسرے یہ کہ اصل مدعی ہر شخص منصف کے سمجھ میں آجاوے یعنی یہ بات معلوم ہو جاوے کہ اس پیشین گوئی، نزول ابن مریم میں معنی حقیقی مراد نہیں۔ یہ دونوں باتیں ان کی عبارت سے ظاہر ہیں۔ مگر، جب اجمال کے تفصیل کی ضرورت پڑی و نیز یاد رہے کہ ان ہی دو پر جواب شواہد میں بحث کی جاوے گی۔

قولہ...... انجاح الحاجہ شرح ابن ماجہ میں لکھا ہے کہ ''ان عثمان لما جمع المصاحف روی لہ ابوھریرۃ انہ سمع النبی ﷺ یقول ان اشد امتی حبالی قوم یأتون من بعدی یؤمنون بی ولم یرونی یعملون بمافی الورق قال ابوھریرۃ فقلت ای ورق حتی رأیت المصاحف ففرح بذلک عثمان واجازا باھریرۃ بعشرۃ الاف درھم وقال انک لتحفظ علینا حدیث نبینا '' دیکھو حضرت ابوہریرہؓ کو حقیقت اور ماہیت ورق معلوم نہ ہوئی۔

اقول...... یہ روایت انجاح الحاجہ شرح ابن ماجہ میں نہیں۔ اگر صاحب رسالہ (احسن قادیانی) انجاح الحاجہ میں نکال دیں ابھی ہم ان کی علمیت کے قائل ہو جاویں۔ بلکہ یہ روایت مصباح الزجاجہ حاشیہ ابن ماجہ میں بیان نزول عیسیٰ علیہ السلام میں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ صاحب رسالہ رموز حواشی کی تمیز نہیں رکھتے۔ بھلا یہ رطب ویابس روایتیں مطلب کو کیونکر مفید ہوسکتی ہیں۔ اوّل قابل احتجاج ہونا روایت کا بیان کرے پیچھے اس سے نتیجہ نکالتے۔ نتیجہ فرع ہے۔ روایت کا جب روایت کا ثبوت نہیں تو نتیجہ کا کیا ذکر صاحب مصباح الزجاجہ نے نہ مخرج روایت کا بیان کیا نہ خود سند بیان کی۔ پھر بے سند بات کیونکر قبول ہوسکتی ہے۔ ابھی ہم کو صحت روایت مسلّم نہیں تو دوسرے جواب کی کیا ضرورت۔ جب وہ روایت کا ثبوت دیں گے اس وقت ہم بھی جواب اس کا دیں گے۔

قولہ...... ''عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ھلکۃ امتی علی یدی غلمۃ من قریش رواہ البخاری '' باتفاق شارحین حدیث یہ پیشین گوئی واقع ہو چکی۔ مراد امت سے صحابہ اور اہل بیت ہیں اور مراد غلمہ قریش سے یزید اور عبداللہ بن زیاد وغیرہما ہیں۔ اب جو

مخص معنی غلمہ میں قریش کی حقیقی مراد لے اور لفظ امت سے جو معنی متعارف وہ مراد لئے جاویں تو اس کے نزدیک یہ پیشین گوئی اب تک واقع نہیں ہوئی۔
اقول...... واضح رہے کہ صاحب رسالہ نے ان شواہد کو دو غرض سے بیان کیا۔ جیسا کہ اوپر ظاہر ہوا تو غرض اوّل (یعنی قبل وقوع کے حقیقت پیشین گوئی کی معلوم نہیں ہوتی) اس روایت سے ذرا بھی ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کا خلاف ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ اس سے یہ کہاں معلوم ہوا کہ اصحاب کو قبل وقوع کے اس کی حقیقت معلوم نہ تھی۔ بلکہ دیکھو ابو ہریرہؓ کہتے ہیں۔ جو صحیح بخاری میں اسی روایت کے ساتھ موجود ہے۔ ''فقال ابوھریرۃؓ لوشئت ان اقول بنی فلاں وبنی فلاں لفعلت ''یعنی ابو ہریرہؓ بعد بیان اس حدیث کے کہتے تھے کہ اگر میں چاہوں تو بتا دوں وہ فلانے اور فلانے کی اولاد ہیں اور ابن ابی شیبہ میں ہے۔''ان ابا ھریرۃؓ کان یمشی فی السوق ویقول اللھم لاتدرکنی سنۃ ستین ولاامارۃ الصبیان ''یعنی ابو ہریرہؓ بازار میں چلتے ہوئے کہتے تھے اے اللہ میں سنہ ساٹھ تک نہ پہنچوں اور نہ لڑکوں کی امارت تک۔ ''قال الحافظ ابن حجر وفی ھذا اشارۃ الیٰ ان اوّل الاغلیمۃ کان فی سنۃ ستین وھو کذالک فان یزید بن معاویۃ استخلف فیھا ''ان اقوال ابو ہریرہؓ سے یہ بات کھل گئی کہ حقیقت پیشن گوئی کی ابو ہریرہؓ کو پہلے سے معلوم تھی اور وہ اس کے مصداق ومعنی سے قبل وقوع خوب واقف تھے۔ پس اس سے ہرگز یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ قبل وقوع حقیقت پیشین گوئی کی معلوم نہیں ہوسکتی۔ بلکہ اس کے خلاف ثابت ہوا کہ دیکھو قبل وقوع کے خوب معلوم تھی اور اس کی ماہیت سے پورے پورے طور پر واقف تھے۔ ثبوت غرض اوّل کا تو معلوم ہوا۔ اب غرض ثانی کا حال سنو۔ (یعنی اس پیشین گوئی میں مجاز ہونے سے نزول ابن مریم مجاز مانا جاوے) اقوال ابو ہریرہؓ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جناب نبی کریم ﷺ نے بالتصریح ان کو حقیقت پیشین گوئی پر مطلع فرمادیا تھا۔ ورنہ وہ عالم الغیب تو تھے نہیں یہ بات کیسی کہتے کہ میں ہر ایک کا نام لے کر بتا سکتا ہوں۔ مگر ابو ہریرہؓ نے مصلحت سے کلمہ مجمل کے ساتھ روایت کی۔ اب آپ بتائیے کب رسول اللہ ﷺ نے فرمادیا کہ یہ جو ساری علامات اور تشریحات نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بیان کی گئی ہیں۔ ان سے یہ ظاہری معنی مراد نہیں۔ بلکہ مطلب دوسرا ہی ہے۔ پس یہ کیسا قیاس مع الفارق کرتے ہو۔ حاصل یہ کہ نبی صاحب نے مجاز غلام کے ساتھ تحقیر کے واسطے بولی۔ چونکہ اس میں ابہام دیکھا تو اپنی مراد سے مطلع فرمادیا۔ اس پیشین گوئی نزول عیسیٰ بن مریم میں اگر مجاز مراد ہوتی تو یہاں پر کہ اس سے زائد ابہام ہے۔ درصورت ارادہ مجاز کے کہ سب قرائن مقتضی

حقیقت کے ہیں۔ کیوں نہ مطلع فرمادیتے اور اپنی مراد سے کہ جس کا بغیر اطلاع سمجھنا موافق قواعد کے متعذر ہے۔ مفصل خبر دے دیتے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ اس پیشین گوئی نزول میں مجاز مراد نہیں۔ اس سے تو خلاف تمہارے مطلوب کے ثابت ہوا نہ موافق۔

دوسرے یہ کہ غلام کا استعمال ''جوان'' کے معنی میں کلام عرب میں بہت شائع وجاری ہے۔ ''قال فی مصباح المنیر وسمعتهم یقولون للکھل غلام وھو فاش فی کلامھم '' تم اپنی مجازات میں جو ہزاروں الفاظ حدیثیہ میں تحریف کرتے ہو ثابت کرو۔ شیوع ان کے استعمال کا ان باطل معنی میں۔

تیسرے یہ کہ ہم کہتے ہیں کہ غلمہ اپنے حقیقی معنی میں مستعمل ہے۔ مراد غلمہ سے اولاد ہیں۔ امراء وقت کے، دیکھو فتح الباری میں ہے۔ ''الا ان یکون المراد بالاغیلمة اولاد بعض من استخلف فوقع الفساد بسببھم فنسب الیھم '' یہ ترجمہ باب کے شرح میں لکھا ہے اور آگے لفظ حدیث بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں۔ ''قوله فاذا رایتھم غلماتنا...... الخ! ھذا یقوی الاحتمال الماضی وان المراد اولاد من استخلف منھم '' یعنی یہ لفظ روایت ''اذا رآھم غلمانا '' پچھلے احتمال کو قوی کرتے ہیں اور یہ کہ مراد غلمہ سے ان خلفاء کی اولاد ہے۔ تو اب پیشین گوئی اپنے معنی حقیقی ہی میں رہی اور لفظ غلمہ اپنے معنی اصلی میں مستعمل ہوا پھر تمہارا مطلب کدھر گیا۔ امت کے معنی متعارف بیان نہیں کئے گئے۔ نہ معلوم وہ کیا سمجھ بیٹھے ہیں۔ جس سے یہ گمراہی کا دروازہ کھولنا چاہا ہے۔ مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود بھی اس میں متردد تھے۔ لہٰذا زبان پر نہیں لائے۔ مگر اپنا پیشہ چھوڑا نہیں جاتا۔ واللہ اعلم!

قولہ...... ''عن عائشةؓ ان بعض ازواج النبی ﷺ قلن للنبی ﷺ اینا اسرع بك لحوقا قال اطولکن یدا فاخذوا قصبة یذرعونها وکانت سودة اطولھن یدا فعلمنا بعدا انما کان طول یدھا الصدقة وکانت اسرعنا لحوقا به زینب وکانت تحب الصدقه متفق علیه ولفظه للبخاری '' مولوی محمد بشیر صاحب نے مجھ سے یہ حدیث بیان کر کے کہا کہ دیکھو اس پیشین گوئی کی تاویل قبل وقوع اصحابہ کو معلوم نہ ہوئی۔

اقول...... سلمنا کہ اس پیشین گوئی کی تاویل قبل وقوع کے ازواج کو معلوم نہ ہوئی۔ مگر طویل الید سخی کے معنی میں بھی مشہور ہے۔ دیکھو امام نووی لکھتے ہیں۔ ''قال اھل اللغة یقال فلان طویل الید والباع اذا کان سمحاً جوادا وضده قصیر الیدوالباع '' اسی کے مثل ہے جو اللہ جل شانہ نے فرمایا۔ ''وقالت الیھود ید اللہ مغلولة غلت ایدیھم ولعنوا بما

قالوا بل يداه مبسوطتان ينفق كيف يشاء "ابن عباسؓ سے مروی ہے۔" مغلولة ای بخيلة "اورانہوں نے شان نزول بھی اس آیت کا یہی کہا کہ یہود نے کہا تھا کہ اللہ بخیل ہے۔ خرچ نہیں کرسکتا۔ چنانچہ اپنے موقع میں متیقن ہے اورفرمایا" ولا تجعل يدك مغلولة الیٰ عنقك ولا تبسطها كل البسط "تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اسی معنی مشہور کے اعتبار سے فرمایااورازواج کا خیال دوسری طرف گیا۔ چونکہ یہ بات احکام تکلیفیہ میں سے نہ تھی اوراس کے عدم علم سے کوئی موجب فساد دینی کا نہ تھا۔ بلکہ ایسے امور سے کہ جن کے اظہار کواللہ جل شانہ نے مناسب نہ سمجھا اوراس کی تفصیلی کیفیت سے کسی کو مطلع نہ فرمایا۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے بھی ایسے مجمل لفظ کے ساتھ فرمایا کہ وہ بات مبہم ہی رہے۔

اوررزین بن منیر نے یوں کہا۔" لما كان السوال عن آجال مقدرة لا تتعلم الا بالوحی اجابهن بلفظ غير صريح واحالهن على مالا يتبين الا بآخره وساغ ذلك لكونه ليس من الاحكام التكليفة انتهى من فتح البارى شرح البخاری "پھر بھی لحاظ اس میں اس بات کا رکھا کہ ایسے لفظ کے ساتھ بولے کہ جو معنی مقصود میں مشہور بھی ہیں نہ یہ کہ ایسی بے تکی بولیں جس سے کلام فہم عقلاء سے خارج ہو جاوے۔ جیسا کہ صاحب رسالہ اوران کے پیر نے اس پیشین گوئی نزول ابن مریم کو سیکڑوں الفاظ حدیث میں مجاز ناجائز بنا کر اور تاویل باطل کردیا اوران مخصیصات کو جن کو شارع نے عقائد اور معظم امور اور ایک بڑی دین کی بات جان کر طرح طرح سے تشریح اور صاف صاف علامات کے ساتھ تصریح کر کے فرمادیا تھا۔ ان کو بے جا تاویلیں اور فاسد مجازین بنا بنا کر کلام عقلاء وخطاب بلغاء سے خارج کر دیا۔ پس اس پیشین گوئی کو تمہارے مدعا اصلی سے کیا نسبت ہے۔ انتہاء درجہ یہ ہے (موافق رائے بعض علماء کے جس میں ابھی ہم کو کلام باقی ہے) کہ مجاز کا ایسی جگہ استعمال بلاقرینہ درست ہے۔ جہاں موجب خرابی کا نہ ہو۔" قال فی الفتح وفيه جواز اطلاق لفظ المشترك بين الحقيقة والمجاز بغير قرينة وهو لفظ اطولكن اذا لم يكن محذور "اورموضع متنازع فیہ میں جو کچھ محذور ہے اہل علم پر مخفی نہیں اور کہیں کہیں یہ عاجز بھی تصریح کرتا جاتا ہے تو واضح ہوگیا کہ فرمانا جامع علوم، حاوی فنون، ناصر دین منیر جناب مولوی محمد بشیر صاحب مدظلہ کا صحیح ہے۔ مگر صاحب رسالہ کے مطلب کو بالکل مفید نہیں اورصاحب رسالہ کا ان کے اس قول کو اس جگہ ذکر کرنا عوام کو دھوکا دہی سے خالی نہیں۔ واللہ اعلم!

قولہ...... میں کہتا ہوں۔ مسلک سلف صالح کا یہی تھا کہ قبل وقوع واقعہ کے کسی مسئلہ میں تدقیق

اور چھان بین نہیں کیا کرتے تھے۔ بلکہ اول عتاب سائل حل وقعت دریافت کر کے جواب دیتے تھے۔ پس جب کہ امور احکامیہ کا یہ حال تھا تو پیشین گوئیوں مستقبلہ کی کرید کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ بجز اس کے کہ ان کے الفاظ ظاہرہ پر ایمان لایا جاوے۔

اقول...... میں کہتا ہوں کہ مسلک سلف صالح کا یہی تھا کہ کسی نص شرعیہ میں تاویل بیجا کر کے اپنی ہواوخواہش کے ناحق نہ بناتے تھے۔ بلکہ جس بات کو محاورہ کے موافق کلام شارع سے پاتے تھے اس کے موافق عمل درآمد کرتے تھے۔ جب نصوص عملیہ میں یہ حال تھا تو جو نصوص عقائد کے ساتھ متعلق ہیں اور جن پر مدار دین کا ہے۔ ان میں تحریف کرنے کی ان کو کیا ضرورت تھی اور کیوں تحریف کر کے ملحد بنتے۔ بجز اس کے کہ الفاظ ومعانی ظاہرہ جو ان سے مستفید ہوتے ہیں۔ ان پر ایمان لاویں۔ ’’ومن اضل ممن اتبع هواه بغير هدى من الله‘‘

قولہ...... ایضاً فرمایا اللہ تعالیٰ نے ’’لقد صدق الله رسوله الرؤيا بالحق لله لتدخلن المسجد الحرام ان شاء الله‘‘ اس آیت کی شان نزول میں لکھا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ ساتھ اصحاب کے آپ ﷺ مکہ کو تشریف لے گئے اور وہاں بفراغ خاطر عمرہ کیا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اس پیشین گوئی کی تعیین وقت میں صحابہ کرامؓ سے بھی خطا واقع ہوئی اور آنحضرت ﷺ کی رائے عالی بھی اولاً صحابہ کرامؓ کے ہی موافق رہی۔ لیکن اصل حال یہ تھا کہ خواب بے شک سچا تھا۔ لیکن اس میں کچھ اسی سال کی تعیین نہ تھی۔

اقول...... بعون اللہ تعالیٰ آپ نے جو اس شاہد کو اس واسطے پیش کیا کہ قبل وقوع کے پیشین گوئی کی حقیقت نہیں معلوم ہوتی تو حقیقت نہ معلوم ہونے سے اگر آپ کی یہ غرض ہے کہ وقت وقوع معین طور پر نہیں معلوم ہوتا تو سلمنا اگر شارع ومخبر کی جانب سے تعیین وقت نہ ہوتی تو وقت معین کیونکر معلوم ہوسکتا ہے تو یہ مطلب آپ کے کچھ مفید نہیں۔ کیونکہ یہ قاعدہ آپ نے اس قائل کے جواب میں بیان کیا۔ جس کا اعتراض کہ وقت معین معلوم ہوگیا۔ نزول ابن مریم کا معنی نہ معلوم ہونے میں ہے نہ تعیین وقت میں دنیز آپ کے مقصد اصلی کو بھی مفید نہیں۔ اگر قیاس کرتے ہو معنی نہ معلوم ہونے کو وقت نہ معلوم ہونے پر تو یہ قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ وقت نہ معلوم ہونے کی وجہ تو یہ ہے کہ مخبر صادق نے کوئی وقت معین نہیں کیا۔ بخلاف معنی کے جب الفاظ صریح المعنی قطعی الدلالۃ بتادیئے تو پھر معنی میں کیا شک رہا اور اگر حقیقت نہ معلوم ہونے سے یہ غرض ہے کہ معنی اصلی معلوم نہیں ہوتے تو اس پیشین گوئی کو اس مطلب سے کچھ تعلق نہیں۔ کیونکہ یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ نفس معنی پیشین گوئی کو نہ جانتے تھے۔ بلکہ یہ پیشین گوئی تمہارے اس قاعدہ کو توڑتی ہے دو وجہ سے۔

وجہ اوّل! یہ کہ دیکھو اصحاب کو قبل وقوع کے حقیقت پیشین گوئی کی معلوم ہوگئی تھی کہ اس سے مکہ کو جانا مراد ہے اور کچھ نہیں اسی بناء پر جب آئندہ سال کے واسطے مصالحت ہوگئی۔ (چنانچہ تفصیلی قصہ صحیح بخاری میں مذکور ہے) تو حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ﷺ نے تو فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ کو جاویں گے اور وہیں خانہ کعبہ کو طواف کریں گے۔ دیکھو حضرت عمرؓ نے پیشین گوئی کے معنی میں بالکل شک نہیں کیا کہ شاید اس کی کچھ اور حقیقت ہو۔ بلکہ اس کی معنی میں یقین کر کے اور جزماً اس معنی کو مان کر اپنی نظر میں خلف وعدہ دیکھ کر عرض کیا۔

وجہ ثانی! یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے جواب میں یہ فرمایا کہ پیشین گوئی کی حقیقت قبل وقوع کے علوم ظاہر سے نہیں معلوم ہوسکتی ہے۔ تم ابھی کیوں اعتراض کرتے ہو۔ بلکہ ان کے جان لینے کو قبل وقوع کے مسلم رکھ کے فرمایا کہ میں نے یہ کہا تھا کہ اسی سال میں جاویں گے؟ تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بس جانا ہوگا اور طواف بھی کریں گے۔ تو اس قصہ میں تقریر نبوی ﷺ سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ قبل وقوع کے حقیقت پیشین گوئی کی معلوم ہوجاتی ہے۔ پس یہ حدیث قاعدہ و مطلب صاحب رسالہ کو مبطل ہے نہ مثبت اس کو صاحب رسالہ کا اپنا شاہد بنانا بڑی جائے تعجب ہے۔

پھر واضح رہے کہ یہ کہنا صاحب رسالہ کا کہ آنحضرت ﷺ کی رائے عالی بھی اوّلاً صحابہ کرام کے ہی موافق رہی۔ جب تک کہ اس کا ثبوت کسی روایت صحیح سے نہ دیں۔ رسول اللہ ﷺ پر افتراء باندھنے میں داخل ہوگا۔ بھلا یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ نبی صاحب بھی صحابہ کے ساتھ خطاء میں شریک تھے۔ دیکھو نبی صاحب تو حضرت عمرؓ کے جواب میں فرماتے ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ ''اولیس کنت تحدثنا انا سناتی البیت فنطوف بہ'' یعنی آپ ﷺ تو فرماتے تھے کہ ہم لوگ بیت اللہ جاویں گے اور اس کا طواف کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔ ''بلی فاخبر تك انا ناتیه العام قلت لا قال فانك آتیه ومطوف به'' دیکھو رسول اللہ تو فرماویں کہ میں نے یہ کب کہا تھا کہ اسی سال میں جاویں گے اور تم کہو کہ پہلے تو رسول اللہ ﷺ کی بھی یہی رائے تھی جو صحابہ کی تھی۔ اگر آپ کو بھی یہی خیال ہوتا تو فرما دیتے کہ پہلے میں بھی یہی سمجھا تھا۔ واللہ اعلم!

قولہ..... امام احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں موجود ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا کہ بے شک اللہ تمہیں ایک قمیص پہنائے گا پھر اگر منافقین چاہیں کہ وہ قمیص تم اتار دو تو تم مت اتاریو۔

یہاں تک کہ مجھ سے ملاقات کرو۔ اس پیشین گوئی میں اگر قمیص کے معنی حقیقی مراد لئے جاویں تو یہ پیشین گوئی واقع نہیں ہوئی۔

اقول...... اوّل الفاظ روایت کو نقل کرتا ہوں۔ جس سے تصرف صاحب رسالہ کا ظاہر ہوا۔ ابن ماجہ کے لفظ اس طرح ہیں۔ ’’عن عائشةؓ قالت قال رسول اللہﷺ یا عثمانؓ ان ولاك اللہ هذا الا مریو ما فارادك المنافقون ان تخلع قمیصك الذی قمصك اللہ فلا تخلعه یقول ذلك ثلاث مرات ‘‘ اور لفظ ترمذی کے یوں ہیں۔ ’’یا عثمانؓ انه لعل اللہ یقمصك قمیصا فان ارادوك علی خلعه فلا تخلعه لهم ‘‘ تو واضح رہے کہ غرض اوّل صاحب رسالہ کی (کہ قبل وقوع حقیقت پیشین گوئی کی نہیں معلوم ہوسکتی) بالکل اس سے ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس سے یہ کہاں معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ کو قبل وقوع کے حقیقت پیشین گوئی کی معلوم نہ تھی۔ بلکہ اس کے خلاف پر ہم قرینہ سے بتاتے ہیں کہ ان کو معلوم تھی۔ چنانچہ ابن ماجہ میں اسی روایت کے بعد دوسری روایت میں حضرت عائشہؓ سے موجود ہے۔ ’’فجاء عثمان فخلا به فجعل النبیﷺ یکلمه ووجه عثمان یتغیر ‘‘ اور یہ ہے ’’ان عثمان بن عفان قال یوم الدار ان رسول اللہﷺ عهد الیٰ عهد افانا صائر الیه ‘‘ اور اس سب کو بیہقی نے بھی دلائل النبوۃ میں ذکر کیا اور بعض روایت کو ترمذی نے بھی ذکر کیا اور کہا ’’هذا حدیث حسن صحیح ‘‘ حاصل ترجمہ یہ کہ حضرت عثمانؓ سے رسول اللہﷺ اپنے مرض میں خلوت میں کچھ فرماتے تھے اور حضرت عثمانؓ کا چہرہ متغیر ہوتا جاتا تھا۔ جب حضرت عثمانؓ کو منافقوں نے گھر میں محبوس کیا تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ رسول اللہﷺ نے مجھ سے عہد کیا ہے تو میں ویسے ہی کروں گا۔ ابن ماجہ میں ہے۔ ’’قال قیس کانوا یرونه ذلك الیوم ‘‘ قیس نے کہا لوگ وہ اسی دن کو سمجھتے تھے۔ مثل اس کے اور بھی روایتیں آئی ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ان روایتوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عثمانؓ اور دوسرے لوگ بھی پہلے سے اس کو خوب جانتے تھے۔ دور جانے کی کیا ضرورت ہے۔ اسی روایت کو دیکھو جس کو صاحب رسالہ اپنی دلیل قرار دیتے ہیں۔ اس میں رسول اللہﷺ نے ’’ان ولاك اللہ هذا الامر ‘‘ فرمادیا تو پھر کیا شبہ رہ گیا۔ پس معلوم ہوگیا کہ اس شاہد سے غرض اوّل تو ثابت نہیں ہوئی۔ رہی غرض ثانی تو اس کو سنو۔ جب نبی صاحب نے صاحب نے لفظ ’’ان ولاك اللہ هذا الامر ‘‘ فرمادیا تو اب مجاز لینے کی کیا ضرورت رہ گئی۔ فرمادیا کہ ادنیٰ درجہ اگر ایک کرتہ جو اللہ تم کو پہنائے وہ بھی اگر منافقین اتارنا چاہیں تو نہ دینا تو خلافت چھوڑنا تو بڑی بات ہے پس باوجودیکہ قمیص کے معنی حقیقی مراد لئے

گئے۔ پیشین گوئی واقع ہوگئی تو یہ قول صاحب رسالہ کا (اگر قمیص کے معنی حقیقی مراد لئے جاویں پیشین گوئی واقع نہ ہوگی) غلط ہے قطع نظر اس سے موافق فہم صاحب رسالہ کے، میں کہتا ہوں حسب ترجمہ صاحب رسالہ کے پیشین گوئی تو اسی قدر ہے کہ اللہ تمہیں ایک قمیص پہنائے گا تو ایک کیا اللہ تعالیٰ نے انہیں بیسیوں پہنائے۔ پھر آگے حکم فرمایا کہ اگر منافقین اتارنا چاہیں تو نہ اتارنا۔ پس قمیص کے معنی حقیقی لے کر پیشین گوئی کیوں نہ واقع ہوئی۔ پھر ہم کہتے ہیں۔ اگر مجاز مان بھی لیں تو قرینہ صارفہ کیسا قوی (یعنی "ان ولاك الله هـذا الامـر" اور دوسرے تصریحات) موجود ہے۔ آپ کوئی قرینہ صارفہ ضعیفہ ہی پیش کیجئے۔ پس یہ کیا قیاس مع الفارق ہے۔ "ولا تـلـبسوا الحق بالباطل وتكمتو الحق"

قولہ...... تحریر الشہادتین میں لکھا ہے کہ ابن عساکر نے محمد بن عمر بن حسن سے روایت کی ہے کہ ہم کربلا میں حضرت امام حسینؓ کے ساتھ تھے۔ سوانہوں نے سمرہ کو دیکھ کر فرمایا۔

اقول...... بعد تسلیم صحت نقل کے اس روایت کا صحیح ہونا مسلم نہیں۔ صاحب رسالہ کا نفس استشہاد ہے جب تک صحت روایت کو ثابت نہ کرلیں صحیح نہیں، وجہ استشہاد پر تو نظر پیچھے کی جاوے گی۔ بلکہ اہل علم نے احادیث ابن عساکر کو طبقہ رابعہ سے خیال کیا ہے۔ جن کی اصلح روایت ضعیف محتمل اور اسوء موضوع وغیرہ ہوتی ہے۔ "قـال في حـجة البـالـغة والطبقة الرابعة كتب قصد مـصـنوفها بعد قرون متطاولة جمع مالم يوجد في الطبقتين الاولين وكانت في الـمـجـاميع والمسانيد المختفية فنوهو ابامرها وكانت على السنة من لم يكتـب حـديثـه الـمـحـدثـون ككثير من الوعاظ المتشدقين واهل الاهواء والـضـعـفـاء اوكانت من آثار الصحابة والتابعين اومن اخبار بني اسرائيل اومـن كلام الحكماء والوعاظ خلطها الرواة بحديث النبي ﷺ سهوا او عمدا اوكـانـت مـن مـحـتـمـلات الـقـرآن والـحـديث الصحيح فرداها بالمعنى قوم صـالـحـون لا يـعـرفـون غـوامـض الرواية فجعلوا المعاني احاديث مرفوعة اوكـانت معاني مفهومة من اشارات الكتاب والسنة جعلوها احاديث مستندة بـراسهـا عمدا اوكانت جملا شتى في احاديث مختلفة جعلوها حديثا واحدا بـنسق واحـد مـظـنـة هـذه الاحـاديث كتاب الضعفاء لا بن حبان وكامل ابن عـدي وكـتـب الـخـطـيـب وابـي نـعـيم والجوزقاني وابن عساكر وابن النجار والـديـلـمي وكاد مسند الخوارزمي يكون من هذه الطبقة واصلح هذه الطبقة

ماكان ضعيفا محتملا واسوء ها ماكان موضوعا او مقلوباً شديد النكارة "
یعنی طبقہ رابعہ کی وہ کتابیں ہیں جن کے مصنفون نے بہت مدت کے بعد ان روایات کو جمع کرنا چاہا
جو پہلے دو طبقوں میں نہ تھیں اور پوشیدہ تھیں۔ ایسے لوگوں کی زبانوں پر تھیں۔ جن کی روایات
محدثین لکھتے بھی نہیں۔ جیسے بہت سارے واعظین ہوتے ہیں۔ بڑھا کر بات کہنے والے اور ہوا
پرست اور غیر معتبر یا وہ روایتیں اقوال صحابہ تھیں۔ یا اقوال تابعین یا بنی اسرائیل کے اخبار یا
عقلمندوں کا کلام یا واعظوں کا تو اس کو نبی صاحب کی حدیث کے ساتھ ملا دیا۔ دھوکے سے یا قصداً یا
کوئی احتمالی معنی قرآن یا صحیح حدیث کے تھے یا کوئی اشارہ تھا کہ قرآن یا حدیث سے نکلتا تھا۔ اس
کو حدیث بنا دیا یا مختلف مضمون کی حدیثیں تھیں۔ ان کو ایک کر دیا مظنہ اس طرح کی روایات کا ابن
حبان کی کتاب الضعفا اور کامل ابن عدی اور کتب خطیب اور ابی نعیم اور جوز قانی اور ابن عساکر اور
ابن نجار اور دیلمی میں ہے اور مسند خوارزمی بھی اسی کے قریب ہے اور اس طبقہ کی اصلح روایت وہ
ہوتی ہے جو ضعیف محتمل ہوتی ہے اور بدتر وہ جو موضوع یا مقلوب بڑی منکر ہوتی ہے اور اسی کتاب
حجۃ اللہ میں ہے۔" واما الرابعة فالا شتغال بجمعها والاستنباط منها نوع تعمق
من المتاخرين وان شئت الحق فطوائف المبتدعين من الرافضة والمعتزلة
وغيرهم يتمكنون بادنى عناية ان يلخصوا منها شواهد مذاهبهم فالانتصار
بها غير صحيح فى معارك العلماء بالحديث والله اعلم "یعنی طبقہ رابعہ کی روایتوں
میں اشتغال اس کے جمع کرنے میں اور ان سے استنباط کرنے میں متاخرین کے اوپر بہت مشکل
ہے اور حق یہ ہے کہ بدعتیوں کے فرقے جیسے رافضی ہیں۔ معتزلی ہیں۔ ان کے سوائے اور بدعتی
ذرا موقع پا کر ان سے اپنے مذہب کا شواہد بنا کر کھڑا کر دیتے ہیں۔ پس ایسی روایتوں سے مدد
لینا علماء کے مقابلہ میں صحیح نہیں۔ چنانچہ یہ حضرت بھی انہیں میں ہیں۔ جب تک اثبات صحت
روایت کا نہ کرو گے کامیاب نہ ہو گے۔ پس ابھی ہم کو دوسرے جوابات سے تطویل کی حاجت
نہیں۔ واللہ اعلم!

قولہ...... نسیم الریاض میں لکھا ہے۔ بیہقی اور طبرانی اور ابن حکیم حتیٰ نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی
ہے کہ ایک گھر میں ہم دس آدمی تھے۔ جناب نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جو تم میں سے پیچھے مرے
گا نار میں ہوگا۔

اقول...... اس میں بھی وہی جواب ہے۔ مستشہد۔ اثبات مستشہد منہ کا ضرور ہے۔ مانع کے لئے
اس قدر کافی ہے کہ یہ کتب ایسے نہیں۔ جن کی احادیث سب صحیح ہی ہوں۔ بلکہ طبقہ ثالثہ کی روایات

سے ہے۔ جن کی روایتیں صحیح، حسن، ضعیف، معروف، غریب، شاذ، منکر، خطا، صواب، ثابت، مقلوب سبھی طرح کی ہوتی ہیں۔ چنانچہ حجۃ اللہ وغیرہ میں ہے۔ پس مستدل پر ایسی روایتوں میں اوّل نفس ثبوت روایت بیان کرنا ضرور ہے۔ والسلام!

قولہ...... تحریر الشہادتین میں لکھا ہے۔ ''قال الحسین علیه السلام انی سمعت ابی''

اقول...... اس کا بھی وہی جواب ہے۔ جو پہلے ذکر کیا بیان نفس ثبوت روایت ضرور ہے۔ بعد ثبوت روایت کے وجہ استدلال میں نظر کی جاوے گی۔ ابھی تطویل کی ضرورت نہیں۔

قولہ...... بیہقی نے عروہ اور سعید بن میتب سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ابی بن خلف سے کہا تھا کہ میں تجھے قتل کروں گا۔ آپ نے اس کے حلق پر ایک جگہ زرہ سے خالی دیکھ کر ایک نیزہ ماردیا۔ ایک زخم پوست خراش لگا کہ اس میں سے خون بھی نہ نکلا۔ مگر گھوڑے سے گر پڑا اور پھر بھاگ کر قریش میں جاملا۔ لوگوں نے کہا تجھے کچھ اندیشہ کی بات نہیں۔ لیکن بالآخر اسی زخم سے راہ میں مکے کو پھرتے ہوئے واصل جہنم ہوا اور ایک شخص کہتا ہے کہ اسے پانی مت دیجیو۔ یہ مقتول رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ ابی بن خلف۔ اس پیشین گوئی کے لکھنے سے میری یہ غرض ہے کہ جو معنی ظاہر قتل کے ہیں۔ وہ یہاں پر نہیں پائے گئے۔

اقول...... اس کا بھی وہی جواب سابق ہے۔ مگر بڑی جائے تعجب ہے کہ صاحب رسالہ قتل کے معنی کیا سمجھے ہیں کہ کہتے ہیں کہ ظاہر معنی قتل کے نہیں پائے گئے۔ باوجودیکہ یہ خود لکھتے ہیں کہ اسی زخم سے جو رسول اللہ ﷺ نے مارا تھا۔ وہ مرا کیا معا مارنے کے مرے، تب ہی اس کا قتل کہلاوے گا؟ اگر کچھ دیر لگ جائے جان نکلنے میں اور مرے اسی کے مار کے سبب سے تو اس کا قتل نہ کہلاوے گا؟ ''قال اللغة قتلة قتلا از هقت روحه'' اور پھر قصہ ابن عمر میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ مقتول رسول اللہ کا ہے۔ دوسرے اخبار میں بھی اس شخص پر مقتول رسول اللہ کا اطلاق آیا ہے۔

فافهم والله اعلم!

قولہ...... ہدیہ مہدویہ میں لکھا ہے۔ جس کی عبارت بعینہ نقل کی جاتی ہے۔ شیخ جلال الدینؒ نے کہ پندرہ سو برس کا تخمینہ قیامت کا کیا ہے...... اس عبارت طویلہ کے نقل کرنے سے یہ غرض ہے کہ تمام محدثین سلف وخلف کا خیال بسبب خلط ہو جانے خیال اہل کتاب کے یہ تھا کہ عمر دنیا کی ابتداء سے فنا تک سات ہزار برس کی ہے اور اس خیال غیر صحیح پر جو کچھ تعریفات کیں وہ سب خلاف نفس الامر نکلیں۔ اگر صعود ونزول عیسیٰ بن مریم کا آسمان سے بوجود عنصری بسبب خلط روایات وخیالات اہل کتاب کے ان کے ذہن نشین ہو گیا ہو تو کیا استبعاد ہے۔ لیکن اس خیال کی تصریح متن احادیث

صحاح میں کہیں نہیں پائی جاتی اور نہ قرآن مجید سے یہ تصریح ثابت ہوتی ہے۔ مؤلف!

مرزائی اعلام کا محدثین پر افتراء

اقول...... وباللہ التوفیق ! یہ کہنا کہ (تمام محدثین سلف وخلف کا یہ خیال تھا کہ عمر دنیا کی ابتداء فنا تک سات ہزار برس ہے) محدثین اراکین دین پر بڑا افتراء ہے۔ ’’ھذا بھتان عظیم‘‘ تمام محدثین سلف وخلف سے تو کیا تم آدھوں سے ثابت کردو کہ وہ اس کے قائل تھے۔ آدھوں سے نہیں تہائی، چوتھائی سے ہم کہتے ہیں۔ دوتین ہی معتبر سے ’’وان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ‘‘ ظاہر بات ہے کون اہل علم سے اس بات کو کہے گا کہ انتہائے عمر دنیا کی اور وقت معین قیامت کا معلوم ہوگیا۔ جس کو اللہ جل شانہ اپنے کلام پاک میں جابجا بالتصریح والتصیص فرماتا ہے کہ سوائے ذات باری کے اور کسی کو اس کا علم نہیں۔ چنانچہ فرمایا۔ ’’یسئلونک عن الساعۃ ایان مرسھا قل انما علمھا عند ربی لا یجلیھا لوقتھا الا ھو‘‘ تجھ سے پوچھتے ہیں۔ قیامت کس وقت ہے۔ اس کا ٹھہراؤ تو کہہ اس کا علم تو میرے رب ہی کے پاس ہے۔ نہ ظاہر کرے گا اس کو اس کے وقت پر مگر وہی۔

اور فرمایا ’’یسئلونک عن الساعۃ ایان مرسھا فیم انت من ذکراھا الیٰ ربك منتھھا‘‘ تجھ سے پوچھتے ہیں۔ قیامت کا ٹھہراؤ کس وقت ہے تو کس بات میں ہے۔ اس کے مذکور سے تیرے رب کی طرف ہے اس کی انتہاء۔ یعنی پوچھتے پوچھتے اسی کی طرف پہنچتا ہے۔ بیچ میں سب بےخبر ہیں۔

اور فرمایا ’’یسئلك الناس عن الساعۃ قل انما علمھا عند اللہ‘‘ یعنی قیامت کا علم تو اللہ ہی کو ہے۔

اور فرمایا ’’ان الساعۃ آتیۃ اکادا خفیھا‘‘ بےشک قیامت آنے والی ہے۔ نزدیک ہے کہ میں چھپا ڈالوں اس کو۔

اور فرمایا ’’الیہ یرد علم الساعۃ‘‘ اللہ ہی کے طرف حوالہ کیا جاتا ہے علم قیامت کا۔

اور فرمایا ’’ویقولون متی ھذا الوعد ان کنتم صادقین قل انما العلم عند اللہ وانما انا نذیر مبین‘‘ اور کہتے ہیں کب ہے یہ وعدہ (یعنی قیامت چنانچہ ماقبل کی آیت بتاتی ہے) تو کہہ خبر تو ہے اللہ کے پاس اور میں تو یہی ڈر سنانے والا ہوں۔

اور فرمایا ’’ان اللہ عندہ علم الساعة ‘‘یعنی اللہ ہی کے پاس ہے علم قیامت کا۔

اور احادیث میں بیشمار جگہ موجود ہے۔ بطور مثال کہتا ہوں۔ فرمایا ’فی خمس لا یعلمهن الا اللہ ‘‘اور فرمایا ’’ما المسئول عنها باعلم من السائل ‘‘غرض کہ یہ بات ایسی ظاہر و مشہور ہے کہ جس سے نہ عالم منکر و بےخبر ہے نہ عامی، پھر کون محدث اس بات کو جزا کہہ سکتا ہے۔ مگر صاحب رسالہ کے نزدیک تو تمام محدثین اور خلف منکر صریح کلام الٰہی اور مکذب تصریح نبوی کے ہو کر دنیا کی عمر حد معلومہ کے قائل ہو گئے۔ نعوذ باللہ من ذلک!

پس تمام محدثین پر افتراء کر کے اس خیال کو مرزا قادیانی کے خیال کے ساتھ تشبیہ دینا اور محدثین پر افترائی خیال کو مرزا قادیانی کے خیال کا شاہد بنانا۔ بناء فاسد کی فاسد پر ہے۔ وهو كما ترى!

دوسرے! اگر مانیں بھی کہ کوئی اس بات کا قائل ہو گیا ہو تو بھی تمہارے مطلب کے مفید نہ ہوگا۔ کیونکہ وہاں تو پہلے باعتبار قواعد شرعیہ کے بڑی باطل بات تھی۔ پیچھے حق معلوم ہو گیا۔ بخلاف تمہارے مطلب کے کہ پہلا خیال بالکل قواعد شرعیہ کے موافق ہے اور اس میں کوئی محال شرعی یا عقلی لازم نہیں آتا۔ پھر حقیقت کیوں مجبور ہوگی۔ پس یہ یعنی شے کو اپنے ضد کے ساتھ تشبیہ دے کر اور مخالف کو شاہد بنا کر ثابت کرنا کون سی عقل کی بات ہے۔ وہاں تو جو پہلا خیال فرض کیا گیا ہے قواعد شرعیہ کے بالکل خلاف ہے اور خیال پچھلا موافق اور یہاں جو پہلا خیال ہے یعنی نزول ذاتی حضرت عیسیٰ علیہ السلام قواعد کے موافق ہے اور پچھلا یعنی جو تمہارے پیر اور تم معنی کرتے ہو بالکل مخالف۔ پس اس پر اس کو قیاس کرنا کیسا خلاف عقل ہے؟ اگر ایسے قیاسات صحیح ہوں تو چاہئے کہ اخبار مستقبلہ کے جہاں کہیں جو معنی کئے گئے ہیں۔ سب سے رجوع کر لینا چاہئے۔ اس پر قیاس کر کے ایسے ہی کسی نص شرعی میں کوئی نئے معنی ظاہر ہونے سے لازم آوے گا کہ جب نصوص کے جو معنی کئے گئے۔ چاہے عملی ہوں چاہے اعتقادی۔ سب سے رجوع کر لیا جاوے اور ایک جگہ پچھلے معنی غلط ہونے سے سب جگہ معانی غلط ٹھہرا دیئے جائیں۔

پس یہ شریعت کیا ہنسی کھیل ہوگئی؟ نعوذ باللہ من ذالك! کیا فرضاً اگر علماء کا خیال بسبب خلط خیالات اہل کتاب کے نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باوجود عنصری ہو گیا تو کیا رسول اللہ ﷺ کو بھی اہل کتاب نے بہکا دیا کہ انہوں نے فرما دیا کہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ’’لیس بینی وبین عیسیٰ نبی وانه نازل ‘‘یعنی میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں اور وہ (یعنی

جن کے اور میرے درمیان کوئی نبی نہیں) اترنے والے ہیں اور دوسری روایت صحیح میں اس طرح ہے۔ ”الانبیاء اخوة لعلات امهاتهم شتی ودینهم واحد وانا اولی الناس بعیسیٰ بن مریم لانه لم یکن بینه وبینی نبی وانه نازل “یعنی انبیاء باپ کی طرف سے بھائی ہوتے ہیں۔ مائیں (یعنی فروعات دین) ان کی مختلف ہوتی ہیں اور دین ایک ہی ہوتا ہے اور میں اولی الناس ہوں عیسیٰ بن مریم کے ساتھ۔ کیونکہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نہیں اور بے شک وہ اترنے والے ہیں، اور بیشمار حدیثیں ہیں۔ جن میں نبی صاحب ﷺ نے نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصریح فرمائی ہے۔ چند احادیث اس عاجز نے بھی اوپر نقل کر کے سنادی ہیں اور نیز کیا اہل کتاب نے اپنے خیالوں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی غلطی میں ڈال دیا اور بہکا دیا کہ وہ کہتے ہیں کہ میں قریب قیامت اتر کر دجال کو قتل کروں گا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ دیا ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں موجود ہے کہ شب معراج میں ہمارے نبی صاحب ﷺ سے انہوں نے یہ بات کہی۔ چنانچہ اوپر گزر چکا۔ پس یہ کہنا کہ اس خیال کی تصریح متن احادیث صحاح میں کہیں نہیں پائی جاتی۔ کیسی نادانی کی بات ہے اور قرآن مجید سے بھی اس کا ثبوت اخیر رسالہ میں انشاء اللہ بیان کیا جاوے گا۔ ناظرین انشاء اللہ جان لیں گے کہ یہ قول صاحب رسالہ کا کہ قرآن وحدیث میں اس خیال کی تصریح نہیں محض افتراء ہے اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر۔ ”ان الذین یؤذون الله ورسوله لعنهم الله فی الدنیا والآخرة واعدلهم عذاباً مهینا“

قولہ..... اندریں صورت لازم ہے کہ مرزا قادیانی کی تکذیب اس دعوے میں ہرگز نہ کی جاوے۔ کیونکہ ایسی حالت میں قاعدہ تصدیق اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں یوں مقرر فرمایا ہے۔ ”وقد جاء کم بالبینات من ربکم وان یك کاذباً فعلیه کذبه وان یك صادقاً یصبکم بعض الذی یعدکم ان الله لا یهدی من هو مسرف کذاب“

اللہ اور اس کے رسول پر افتراء

اقول..... وباللہ التوفیق اواضح رہے کہ یہ اللہ جل شانہ نے موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے ایک شخص کے قول کی حکایت بیان فرمائی ہے۔ چونکہ صاحب رسالہ کو پوری نقل کرنا مضر تھا اس واسطے تھوڑی نقل کی۔ پوری آیت کریمہ یوں ہے۔ ”وقال رجل مؤمن من آل فرعون یکتم ایمانه اتقتلون رجلاً ان یقول ربی الله وقد جاء کم بالبینات من ربکم وان یك کاذباً فعلیه کذبه “اور بولا ایک مرد ایماندار فرعون کے لوگوں میں سے جو چھپاتا تھا۔ اپنا ایمان کیا مارے ڈالتے ہو۔ ایک مرد کو اس پر کہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے

اور لایا ہے تمہارے پاس کھلی نشانیاں تمہارے رب کی اور اگر وہ جھوٹا ہوگا تو اس پر پڑے گا۔ اس کا جھوٹ اور اگر وہ سچا ہو تو تم پر پڑے گا کوئی وعدہ جو دیتا ہے بے شک اللہ راہ نہیں دیتا۔ اس کو جو ہوے بے لحاظ جھوٹا۔

اوّل! تو مرد مومن نے قتل سے منع کیا تھا۔ نہ تکذیب محض سے اگر تکذیب محض سے بھی منع کر دیا جاوے تو معجزہ کس طرح دیکھنے میں آوے۔ پس صاحب رسالہ کا یہ کہنا کہ مرزا قادیانی کی تکذیب اس دعوئی میں ہرگز نہ کی جاوے اور اس پر یہ قاعدہ بیان کرنا تدلیس یا سوء فہمی سے خالی نہیں۔

دوسرے! یہ کہ آیت کریمہ میں تو یہ ہے کہ ’’وقد جاء کم بالبینات من ربکم‘‘ یعنی قاعدہ اس وقت کا ہے کہ مدعی دلائل ظاہرہ کے ساتھ آیا ہے اور تمہارے یہاں ظاہر کیا معنی کوئی غیر ظاہر دلیل بھی نظر نہیں آتی۔ خالی زبانی جمع خرچ ہے۔ مگر ہمارے پاس تمہارے دعاوی کے بطلان پر بیّنات ہیں۔ موقع پر انشاء اللہ بیان ہوں گے۔

تیسرے! یہ کہ تمہارے فہم کے موافق ان دجالین کے مقابلہ میں جن کی خبر نبی صاحب نے دی ہے کہ ہر ایک ان میں کا نبوت کا دعوئی کرتا ہوگا اور مقابلہ میں دجال اکبر کے اس قاعدہ کا کیا جواب ہے۔ ’’فما جوابکم فیهم فهو جوابنا فی مسیحکم‘‘ مگر میرا گمان تو یہ ہے کہ تمہارے نزدیک یہ کوئی نہ ہوگا۔ اس واسطے کہ سب کے بدلے کے یک آ گئی۔ واللہ اعلم!

قولہ..... واضح رہے کہ اگر پیشین گوئیاں جن سے معنی ظاہری قطعاً مراد نہیں بلکہ استعارۃ و کنایۃ دوسرے معانی لطیفہ بطور استعارہ کے مراد ہیں۔ جمع کی جاویں تو ایک دفتر ہو جاوے۔ بالفعل انہیں دس پر اقتصار کیا گیا۔ وتلك عشرة كاملة!

وجہ اختصار

اقول..... واضح ہو کہ صاحب رسالہ نے یہ دس جو جمع کی ہیں۔ ان میں ایسے ایسے ہیں کہ درجہ اعتبار سے ساقط ہیں۔ پھر اور کیا جمع ہوں گے کہ درجہ اعتبار میں آویں۔ یہی دس جو بڑے زور شور سے لائی گئیں۔ ’’کرماد اشتدت به الریح فی یوم عاصف‘‘ ہوگئیں۔ باوجودیکہ جواب میں خوف طول سے قصداً اختصار بہت کیا گیا۔ اللہ جل شانہ شاہد ہے اس بات کا، کہ اگر اس عاجز کو قلت فرصت اور عدم سامان کتب نہ ہوتا تو انشاء اللہ بہت تفصیل وزائد تحقیق کے ساتھ جواب لکھتا۔ بہرحال حق مغلوب نہیں ہو سکتا اور اللہ کے دین کا نور نہیں بجھ سکتا۔

قولہ...... اب یہ غرض ہے کہ حدیث متنازع فیہ میں یہ پیشین گوئی بایں تاکیدات کیوں مذکور ہوئی ہے۔ ''والذی نفسی بیدہ لیؤشکن ان ینزل فیکم ابن مریم '' اوّل تاکید قسم کے ساتھ دوسرے لام تاکید اور نون ثقیلہ یہ خطاب نبی علیہ السلام کا کن لوگوں سے ہے۔ آیا صحابہ کرامؓ سے ہے۔ بالکل امت اجابت و نیز امت دعوت سے بہر دو شق تاکیدات لغو ہوئی جاتی ہیں۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ اور امت اجابت تو مؤمنین کاملین ہیں۔ منکرین معاندین نہیں جو محتاج تاکید ہوں اور جب کہ نزول عیسیٰ بن مریم باوجود عنصری مراد ہے تو ایسا نزول من السماء جو شخص دیکھے گا وہ انکار کیونکر کرسکتا ہے۔ پس بہر دو صورت کلام مقتضاء حال کے مطابق نہ ہوا اور بلاغت وفصاحت سے عاری ہوا۔ کیونکہ ایسے تاکیدات تو خطاب میں کسی بڑے منکر معاند کے چاہئے تھیں۔

اقول...... بعون اللہ تعالیٰ تاکیدات جو انکار کے جواب میں لائی جاتی ہیں تو یہ کچھ ضرور نہیں کہ انکار تحقیقی ہو بلکہ بہت جگہ بسبب انکار حکمی کے تاکیدیں لائی جاتی ہیں اور غیر منکر کو قائم مقام منکر کے اور غیر سائل کو قائم مقام سائل کے حسب مقتضاء حال کے قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ تصریح اس کی علم معانی میں مذکور ہے اور نیز کلام فصحاء و بلغاء میں ہزاروں جگہ موجود ہے۔ چونکہ یہ قاعدہ مسلمہ ہے۔ حاجت مثال کی نہ تھی۔ مگر چند مثالیں ابلغ الکلام کلام الملک العلام سے بیان کرتا ہوں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ''لئن اشرکت لیحبطن عملک '' کیا رسول اللہ ﷺ کو اس میں شک تھا اور فرمایا حکایت قول ابلیس میں ''فبعزتک لا غوینہ'' کیا نعوذ باللہ اس میں اللہ جل جلالہ کو کچھ انکار یا شک تھا کہ یہ تاکیدیں لائی گئیں اور فرمایا ''والضحیٰ واللیل اذا سجیٰ ما ودعک ربک وما قلیٰ وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ '' کیا رسول اللہ ﷺ کو جو مخاطب تھے اس میں انکار تھا۔ اس قدر تاکید قسم اور پھر لام کے ساتھ فرمایا۔

اور فرمایا ''والعادیت ضبحا فالموریت قدحاً الیٰ قولہ ان الانسان لربہ لکنود '' انسان کے ناشرہ ہونے میں کس کو شک یا انکار ہے۔ بلکہ موافق معنی قرب کے اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ انسان خود بھی اس بات پر شاہد ہے۔ چنانچہ فرمایا'' وانہ علیٰ ذالک لشھید وانہ یحب الخیر شدید '' اور فرمایا'' لا اقسم بھذا البلد وانت حل بھذا البلد ووالد وما ولد لقد خلقنا الانسان فی کبد '' اس میں کس کو شک یا انکار ہے کہ اس قدر تاکیدات سے فرمایا گیا۔ اس طرح کی قسمیں اور تاکیدیں تو کلام مجید میں بکثرت وارد ہیں کہ ظاہر میں کوئی متردد یا انکاری نہیں۔ مگر غیر منکر کو منکر کے قائم مقام کر کے حسب مقتضاء حال فرمایا ہے اور فرمایا'' ولا تحزن علیھم ولا تک فی ضیق مما یمکرون ان اللہ مع الذین

اتقوا والذین هم محسنون '' کیا رسول اللہ کو جو مخاطب ہیں۔اس میں انکار یا شک تھا۔ ایسے ہی ''وان لك لا جراً غیر ممنون وانك لعلیٰ خلق عظیم '' اور ''انا اعطیناك الکوثر '' اور ''ولئن اتبعت اھواء ھم من بعد ماجاء ك من العلم انك اذا لمن الظالمین '' بھلا اس میں رسول اللہ ﷺ کے طرف شک یا انکار کا گمان ہوسکتا ہے۔مثل اس کے اور بہت ہیں جمع کرنے کے لئے ایک بڑا دفتر چاہئے۔حاصل کلام یہ کہ تاکیدوں کے واسطے انکار تحقیقی ضرور نہیں۔بغیر تحقیقی انکار کے بھی تاکیدات حسب مقتضاء حال آتی ہیں تو اس پیشین گوئی میں بھی اسی طرح ہے۔چونکہ یہ ایک بات تعجب کی ہے اور خوارق عجیبہ سے لہٰذا متعجب کو بجائے منکر کے قرار دے کر خبر کو مؤکد بتاکیدات فرمایا۔

دوسرے! ہوسکتا ہے کہ اللہ حکیم وعلیم نے اپنے نبی کو تم جیسے منکروں کی خبر دے دی ہو کہ ایسے ایسے لوگ بھی پیدا ہوں گے اور میرا ظن یہی ہے کہ ضرور خبر دی گئی ہوگی۔کیونکہ یہ تو بڑا فتنہ عظیم ہے۔رسول اللہ ﷺ نے تو اس فتنہ والے تک کی خبر دے دی۔جس کے ساتھ تین سو آدمی ہوں۔ قیامت تک جتنے ہوں اس کا نام اور اس کے باپ کا نام اور اس کے قبیلہ کا نام بتادیا۔چنانچہ ابوداؤد کی روایت میں ہے۔''عن حذیفة قال واللہ ما ادری انسی اصحابی ام تناسوا واللہ ما ترك رسول اللہ ﷺ من قائد فتنة الیٰ ان تنقضی الدنیا یبلغ من معه ثلاثمائة فصاعداً الا قد سماہ لنا باسمه واسم ابیه واسم قبیلة '' اس کا ذکر مجملاً انہی حضرت حذیفہؓ سے بخاری اور مسلم میں بھی ہے۔پس نبی صاحب نے انہیں منکروں کے واسطے یہ تاکیدیں فرمائیں کہ ہرگز اس میں شک نہ کریں۔پس فائدہ تاکید کا ظاہر ہوگیا اور تاکید لغو نہ ہوئی۔

نکتہا ہست بسے محرم اسرار کجاست

قولہ...... ہاں بموجب مسلک مرزا قادیانی کے محمل ان تاکیدات کا بہت درست معلوم ہوتا ہے کہ وہ نزول ایسا ہوگا جس سے تم بسبب اپنے خیالات کے منکر ہوگے اور وہ عیسیٰ بن مریم بھی ایسا ہی ہوگا کہ تم اس کا انکار کروگے۔

اقول...... یہ تو جب ہوتا کہ مثلاً عبارت حدیث کی اس طرح ہوتی۔''والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان یخلق فیکم (یا مثل اس کے کوئی اور لفظ) مثیل ابن مریم '' اور یہاں تو کچھ اور ہی ہے۔جو تمہارے مطلب کی بیخ کنی کرتی ہے اور پھر اس پر اکتفا نہیں۔بلکہ اور تصریح آخر اور تشریح دیگر کے ساتھ کہ محال ہے۔صدق اس کا تمہارے مسیح پر پس مطلب حدیث کجا اور مقصد مرزا کجا اور فرمان نبوی کجا اور غرض مرزا کجا۔''فبینھما بعد المشرقین ''

قولہ..... مگر نفس الامر میں وہ نزول ایسا ہی ہوگا۔ جیسا کہ ’’قد انزلنا الیکم ذکراً رسولاً‘‘ میں ہے۔

اقول..... بلاشک ایسے ہی نزول ہوگا جو اس آیت میں ہے کہ مراد اس سے جبرائیل ہیں اور بیان اس آیت کا گزر چکا۔ فتذکر!

قولہ..... اندریں صورت علاوہ بلاغت کلام کے ایک دوسری پیشین گوئی اشارۃً اور بھی پیدا ہوگئی اور قاعدہ کلیہ علم معانی کا کہ ’’کل حکم مع منکر یجب توکیدہ‘‘ بھی منقوض نہ ہوا۔

معانی دانی مؤلف اعلام الناس کی

اقول..... یہ بلاغت اور یہ اشارہ دوسری پیشین گوئی کا تو جب ہوتا کہ وہ عبارت ہوتی جو ابھی ہم نے لکھی۔ ’’واین ھذا من ذلک‘‘ مخفی نہیں کہ غرض صاحب رسالہ کی تو یہ ہے کہ تاکیدات کے واسطے ضرور ہے کہ خطاب ہو کسی منکر معاند کے ساتھ۔ نہ یہ کہ معاند کے مقابلہ میں تاکید ضرور ہے۔ پس اس عبارت قاعدہ کا لانا ’’کل حکم مع منکر یجب توکیدہ‘‘ موافق مطلوب نہ ہوگا۔ کیونکہ اس سے تو صرف اس قدر نکلتا ہے کہ حکم مع منکر کے واسطے تاکید ضرور ہے۔ نہ یہ کہ جہاں تاکید ہوگی تو کسی منکر ہی کے مقابلہ میں ہوگی۔ پس یہ قاعدہ کلیہ اس جگہ تو ویسے بھی نہیں ٹوٹا اس مطلوب کے لئے تو ایسی عبارت لانا چاہئے تھی۔ ’’التوکید انما یکون مع المنکر‘‘ یا مثل اس کے اگر کہا جاوے کہ حکم وجوب تاکید راجع ہے قید کی طرف، تو ہم کہیں گے کہ قطع نظر خلاف ظاہر کے اس سے عدم وجوب درحالت عدم انکار کے نکلے گا۔ نہ عدم استحسان یا عدم جواز بھی۔ پس بہرحال اس مطلب کے واسطے یہ اس عبارت قاعدہ کا لانا مفید طلب نہ ہوگا۔ بلکہ یہ ایک کھلی دلیل مؤلف اعلام الناس کے معنی دانی کی ہوگئی۔

قولہ..... دوسرے الفاظ صحیحین کے یہ ہیں کہ ’’کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم‘‘ ان الفاظ میں بھی استفہام تعجبی کا کوئی محمل صحیح نہیں۔ معلوم ہوتا۔ لیکن بموجب مسلک مرزاقادیانی کے یہ استفہام تعجبی بھی اپنے محل پر ہے۔ جس کا جواب خود نبی کریم ﷺ نے اپنے کلام پاک میں دے دیا۔ ’’وامامکم منکم‘‘ جیسا کہ شرح بخاری میں لکھا ہے۔ او وضع المظھر موضع المضمر! حاصل مطلب یہ ہے کہ ابن مریم تمہیں میں سے ہوگا۔

اقول..... یہ استعمال لفظ استفہام کا واسطے تعظیم شان حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے تفخیم حال کے لئے ہے کہ کیا اچھا تم لوگوں کا اس وقت حال ہوگا اور وہ وقت کیا خوب ہوگا۔ چنانچہ دوسری احادیث میں تفصیل اس کی فرمادی کہ کیسی اسلام کو قوت اور مؤمنین کو عزت اور کفار کو ذلت اور کفر کی

بیخ کنی اور ہلاکت ہو جاوے گی اور مال کی کثرت ایسی ہوگی کہ کسی کو اس کی حاجت نہ رہے گی اور آپس کا حسد اور کینہ اور عداوت سب جاتے رہیں گے۔ اس وقت اللہ ہی کی عبادت کی طرف رغبت ہوگی۔ ایک سجدہ دنیا ومافیہا سے بہتر ہوگا۔ کوئی دوسرا اس وقت میں نہ پوچھا جائے گا تو اس کلمہ استفہام میں ان خوبیوں کی طرف اشارہ ہے اور اس تعظیم وتفہیم کے لئے لایا گیا ہے۔

نکتہا ہست بسے محرم اسرار کجاست

تدلیس در معنی اماکم منکم کا ازالہ

پس یہ کہنا کہ اس کا کوئی محمل صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ نادانی کی بات ہے۔ اس طرح کے استفہام کلام عرب میں بکثرت آتے ہیں۔ کہیں تحقیر کے لئے کہیں تعظیم کے لئے، اور علم معانی میں بھی اس کا بیان واضح موجود ہے اور یہ جو کہا کہ بموجب مسلک مرزا قادیانی کے یہ استفہام بھی بھی اپنے محل پر ہے۔ تو یہ تو جب ہو سکتا کہ الفاظ نبوی یوں ہوتے۔ ''کیف انتم اذا اتی فیکم یا ولد فیکم مثیل ابن مریم واین هذا من ذالك '' واضح ہو کہ اس جگہ نفس استفہام بھی ہونا نہ ہونا اور وضع مظہر موضع مضمر ہونا نہ ہونا ہمارے لئے کچھ مضر نہیں اور اس سے چنداں ہماری غرض اصلی متعلق نہیں۔ لہٰذا ہم اس کے صحیح ہونے نہ ہونے سے اعراض کر کے اور اس کی طول بحث کو چھوڑ کر اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں تو واضح رہے کہ ان کے پیر نے اماکم منکم کے معنی یہ کئے کہ وہ تمہارا ایک امام ہوگا۔ جو تم میں سے پیدا ہوگا۔ دیکھو (توضیح المرام ص۱۱، خزائن ج۳ ص۵۶) میں سوا اس کو ان صاحب نے اس طرح تعبیر کیا کہ وہ ابن مریم تمہیں میں سے ہوگا۔ چونکہ وہ فنون رسمیہ اور علوم آلیہ سے عاری ہیں۔ لہٰذا ان کو ایسے کھلے باطل معنی کرتے عار نہ آئی۔ مگر بہ نسبت ان کے پڑھے ہوئے ہیں تو ان کو صاف صاف کہتے، شرم آئی۔ لہٰذا مطلب کو زبان دبا کر ادا کیا تو میں کہتا ہوں کہ اماکم منکم کے یہ معنی کرنا کہ وہ تم میں سے پیدا ہوگا۔ افتراء ہے رسول اللہ ﷺ پر، کیا منکم سے یہ لازم آتا ہے کہ تم میں سے پیدا ہوگا۔ استغفر اللہ! یہ کیسا طوفان ہے؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''یا ایها الذین آمنوا لا تتخذوا الیهود والنصاریٰ اولیاء بعضهم اولیاء بعض ومن یتولهم منکم فانه منهم '' کیا اس کے یہی معنی ہیں کہ اے ایمان والو! نہ رفیق بناؤ یہود ونصاریٰ کو اور جو شخص تم میں پیدا ہوا ان کو رفیق بنائے تو وہ انہیں میں کا پیدا ہو جاوے گا اور جو فرمایا ''الم تر الی الذین تولوا قوماً غضب الله علیهم ماهم منکم ولا منهم '' کیا اس سے یہی غرض ہے کہ وہ لوگ نہ تم میں سے پیدا ہیں نہ ان میں سے پیدا ہیں۔

اور فرمایا:'' ومن یرتد منکم عن دینه '' کیااس کے معنی یہی ہیں کہ جوتم میں کا پیدا مرتد ہوجاوے اور فرمایا۔'' یا ایھا الذین أمنوا لا تتخذوا بطانة من دونکم '' کیا اس کا مطلب یہی ہے کہ اے ایمان والوا اپنے غیر سے پیدا کو بھیدی نہ بناؤ۔

اور فرمایا:'' ومن یتولھم منکم فاؤلئك ھم الظالمون '' کیااس کے یہی معنی ہیں کہ جوتم میں کا پیدا ہوا ان کو رفیق بنائے تو وہ ظالم ہے۔ ایسے ہی اور بہت آیات ہیں اور احادیث میں بے شمار جگہ موجود ہے۔ پس بعد فرض تسلیم اس بات کے کہ اقامت مظہر کی موضع مضمر کی ہے یہی معنی ہوں گے کہ وہ تمہارے دین کے موافق عمل درآمد کریں گے۔ جیسا کہ ان آیات میں یہی معنی ہیں۔ چنانچہ متقدمین نے بھی ایسے الفاظ کے یہی معنی کئے ہیں۔

چنانچہ صحیح مسلم میں ہے۔'' قال ابن ابی ذئب اتدری ما امکم منکم قلت وتخبرنی قال فامکم بکتاب ربکم '' اور فتح الباری میں ہے۔'' قال ابوذر الھروی حدثنا الجوزقی عن بعض المتقدمین قال معنی قوله وامامکم منکم یعنی یحکم بالقرآن لا بالانجیل قال الطیبی المعنی یؤمکم عیسیٰ حال کو نه فی دینکم '' قوله...... شراح حدیث الفاظ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔'' حکماً والمعنی انه ینزل حاکما بھذه الشریعة فیکسر الصلیب والمقصود ابطال النصرانیة والحکم بشرع الاسلام وکذاقوله ویقتل الخنزیر ومعناه تحریم اقتنائه واکله واباحة قتله کذا قال الطیبی ویضع الحرب فی روایة الکشھمینی ولجزیة والمعنی ان الدین یصیر واحد افلا یبقی احد من اھل الذمة یؤدی الجزیة '' حاصل مطلب یہ ہے کہ اس جگہ دو نسخے ہیں۔ اوّل اور اصل یضع الحرب اور دوسرا یضع الجزیہ درصورت نسخہ اوّل کے مدعا نہایت واضح ہے کہ اس میں گنجائش تاویل کی نہیں ہے اور درصورت نسخہ دوم کہ اگرچہ تاویل بعید خلاف مقصود بعض نے کی ہے۔ لیکن وہ مقبول نہیں کہ مخالف نسخہ اوّل واصل کے ہے اور تفسیر کلام نبوی ایسی چاہئے کہ مصداق ہو'' یفسر بعضھا بعضاً '' کی اور دوسری خوبی اس معنی میں یہ بھی ہے کہ منسوخ ہونا احکام شرعیہ خاتم النبیین کا بھی لازم نہیں آتا۔ بخلاف معنی دوسرے کے کہ وہ مستلزم ہے۔ نسخ حکم جزیہ کو مگر بتاویل بعید۔

تحقیق یضع الحرب

بعون اللہ تعالیٰ اوّلاً میں کچھ ابتداء حال نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا بیان کرتا ہوں۔ جس سے ناظرین کو صاحب رسالہ کے مطلب باطل ہونے پر بصیرت ہو۔ تو واضح رہے کہ

ابوداؤد کی صحیح روایت میں (جس کو ہم اوپر لکھ چکے ہیں) یہ ہے۔''فیقاتل الناس علی الاسلام فیدق الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویهلك الله فی زمانه الملل كلها الا الاسلام ''یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول کے لوگوں سے اسلام پر لڑیں گے۔صلیب کو توڑ دیں گے اور سور کو قتل کریں گے اور جزیہ کو چھوڑ دیں گے۔(یعنی شریعت اسلام میں ان کے نزول سے قبل تک یہ حکم ہے کہ اہل کتاب اگر جزیہ دیں تو قبول کر لیا جاوے اور لڑائی ان سے موقوف رہے اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرماویں گے تو اس وقت جزیہ کا حکم نہیں رہے گا۔ان کی لڑائی اسلام ہی سے رفع ہوگی۔سوائے اسلام کے کچھ قبول نہ کریں گے۔پس شعائر نصرانیہ کو بالکل کھودیں گے۔صلیب کو توڑ دیں گے۔سور سخت حرام ہے۔اس کو وہ برتتے ہیں۔مار ڈالیں گے جب یہ ہوا تو) اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کے وقت میں کوئی ملت سوائے ملت اسلام کے باقی نہ رہے گی۔

قتل دجال کی بحث

اور مسلم میں ہے''فاذا رآہ عدو الله ذاب كما يذوب الملح فی الماء فلوتركه لا نذاب حتیٰ يهلك ولكن يقتله الله بيده ''یعنی جب عیسیٰ اتریں گے تو ان کو عدواللہ (دجال) دیکھے گا تو جیسے نمک پانی میں پگھلتا ہے پگھلنے لگے گا۔سو اگر عیسیٰ علیہ السلام اس کو چھوڑ دیں تو پگھل کر ہلاک ہو جاوے۔لیکن اللہ تعالیٰ انہیں کے ہاتھ سے اسے قتل کراوے گا اور احمد اور ابن ماجہ کی صحیح حدیث میں ہے۔(جس کو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں)''فانزل فاقتله''

اور یہ بھی ہے''قال فيهلكه الله اذا رانی حتیٰ ان الحجر والشجر يقول يا مسلم ان تحتی كافراً فتعال فاقتله قال فيهلكم الله ''یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اتروں گا تو اس کو قتل کروں گا۔سو اس پر میرے دیکھنے سے ہلاکت پڑے گی۔یہاں تک کہ پتھر اور درخت بھی کہنے لگیں گے کہ اے مسلمان میری آڑ میں کافر ہے۔اس کو آ کر قتل کر۔

اور امام احمد کی ایک روایت میں ہے۔(جس کے راوی سب راوۃ مسلم سے ہیں) ''وينزل عيسیٰ بن مريم عليه السلام عند صلوة الفجر فيقول اميرهم يا روح الله تقدم صل فيقول هذه الامة امراء بعضهم علی بعض فيتقدم اميرهم فيصلی حتی اذا قضی صلاته اخذ عيسیٰ حربة فيذهب نحو الدجال ذاب كما يذوب الرصاص فيضع حربة بين ثندوته فيقتله ويهزم اصحاب

فليس يومئذ شئ يوارى منهم احداً حتىٰ ان الشجرة تقول يا مؤمن هذا كافر ويقول الحجر يا مؤمن هذا كافر ''یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام فجر کی نماز کے وقت اتریں گے تو مسلمانوں کا امیر کہے گا کہ آپ نماز پڑھایئے تو انکار کریں گے۔ فرماویں گے کہ اسی امت کے بعض بعض پر سردار ہیں۔ آخران کا امیر نماز پڑھائے گا۔ جب نماز سے فارغ ہوویں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو مارنے چلیں گے۔ باقی ترجمہ پہلی روایت کا سا ہے۔ اس حدیث میں اوّل رسول اللہ ﷺ نے دجال کا بیان کیا کہ اس کے ساتھ ستر ہزار آدمی ہوں گے۔ اکثر ان کے یہودی اور عورتیں ہوں گی اور یہ بیان فرمایا کہ مسلمانوں پر بہت تکلیف ہوگی اور بھوک کی سخت آفت پڑے گی۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ اتریں گے تو ایسا ایسا کریں گے اور ابن ماجہ میں ہے ''فقالت ام شريك بنت ابى الفكر يا رسول الله فاين العرب ويومئذ قال هم قليل وجلهم يومئذ بيت المقدس وامامهم رجل صالح قد تقدم يصلى بهم الصبح اذا نزل عيسىٰ بن مريم عليه السلام وفرجع ذلك الامام يمشى القهقرىٰ ليتقدم عيسىٰ عليه السلام فيضع يده عيسىٰ بين كتفيه ثم يقول وتقدم فصل فانها لك اقيمت فيصلى بهم امامهم فاذا انصرف قال عيسىٰ افتحوا الباب فيفتح وراه الدجال معه سبعون الف يهودى كلهم ذوسيف محلى وتاج فاذا نظر اليه الدجال وذاب كما يذوب الملح فى الماء وينطلق هارباً فيقول عيسىٰ ان لى فيك ضربة لن تسبقنى بها فسيدركه عند باب لدالشرقى فيقتله ويهزم اليه اليهود فلا يبقى شئ مما خلق الله يتوارىٰ به يهودى الا انطق ذلك الشئ لا حجر ولا شجر ولا حائط ولا دابة الا الغرقدة فانها من شجرهم لا تنطق الاقال يا عبدالله المسلم هذا يهودى فتعال فاقتله ''اس کے بعد کچھ دجال کا بیان ہے۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بیان میں فرمایا۔ ''وتكون الكلمة واحدة فلا يعبد الا الله وتضع الحرب اوزارها ''یعنی جب رسول اللہ ﷺ نے دجال کا ذکر فرمایا تو ام شریک نے پوچھا کہ اس وقت میں عرب کہاں ہوں گے تو فرمایا وہ بہت کم ہوں گے اور اکثر ان کے بیت المقدس میں ہوں گے اور ان کا سردار ایک صالح آدمی ہوگا۔ صبح کی نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھے گا کہ عیسیٰ مریم کے بیٹے اتریں گے تو یہ امام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو امام کرنے کے لئے پیچھے ہٹے گا۔ تو وہ نہ مانیں گے۔ آخر وہی سردار نماز پڑھائیں گے۔ جب نماز سے فراغت پاویں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماویں گے

کہ یہ دروازہ کھول دو تو دروازہ کھول دیا جاوے گا تو اس کے پیچھے دجال ہوگا۔ اس کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہوں گے تاج پہنے ہوئے ہر ایک کے پاس تلوار ہوگی۔ زیور پہنائے ہوئے تو جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دجال دیکھے گا تو پگھلنے لگے گا نمک کی طرح اور بھاگنے لگے گا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمادیں گے مجھ کو تیرا مارنا ہے تو اس سے بچ نہیں سکتا۔ سو باب لد پر پاکر اس کو قتل کردیں گے۔ پس شکست دے گا اللہ تعالیٰ یہود کو سو جہاں کہیں وہ چھپیں گے۔ پتھر یا درخت یا دیوار یا کسی جاندار کی آڑ میں۔ سواء ایک خاردار درخت کے تو وہ بول اٹھے گا کہ اے اللہ کے بندے مسلمان یہ یہودی ہے۔ اس کو آ کر قتل کرو اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے وقت میں سب کا کلمہ ایک ہی ہوگا۔ سو سواء اللہ کے اور کوئی نہ پوجا جائے گا اور لڑائی اپنا راچہ رکھ دے گی۔

اور ابن جریر کی روایت میں ہے (کہ جس کے راوی سب رواۃ بخاری اور مسلم سے ہیں۔ سواء دو شخصوں کے ایک عبدالرحمن بن آدم کہ وہ صرف رواۃ مسلم سے ہیں تو ان کی بھی ثقاہت میں کلام نہیں۔ دوسرے بشر بن معاذ کہ وہ بھی ثقہ ہیں۔ چنانچہ خلاصہ وغیرہ میں ہے) ''**یقاتل الناس علی الاسلام**'' (لفظ اس روایت کے مثل روایت ابی داؤد مسطورہ بالا کے ہیں) یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں سے اسلام پر لڑیں گے۔

تو واضح رہے کہ ان روایتوں سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نزول کے بعد مقابلہ کفار کے ساتھ اور قتل و حرب ضرور کرنا ہوگا۔ گو ان کو چنداں تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔ پھر سب ملتیں سواء ملت اسلام کے کھودی جاویں گی اور اسی ایک ملت حقہ کا دور دورہ رہ جاوے گا۔ پھر کس سے حرب ہوگی اور کیوں حرب ہوگی۔ لہٰذا حرب اٹھ جاوے گی اور ان کے وقت میں تحاسد تباغض سب جاتا رہے گا۔

تنبیہ

ناظرین باانصاف! ذرا غور سے ان الفاظ پیشین گوئی کو جن کو، نبی صاحب ﷺ نے کیسی تصریح سے فرمادیا ہے۔ دیکھیں اس سے اور مرزا قادیانی سے کیا نسبت ہے۔ اس کا اپنے آپ کو مصداق بنانا کیسی صحیح احادیث نبویہ کی تکذیب ہے۔ والسلام!

جب یہ بیان بطور مقدمہ کے ناظرین کو سنا دیا گیا تو اب صاحب رسالہ کے اس قول کی حقیقت کو بیان کیا جاتا ہے۔ تو واضح رہے کہ اور الفاظ اس حدیث کے تو مرزا قادیانی کی غرض کے بالکل مخالف ہیں اور کھلے طور پر اس کے مطلب کو باطل کرتے ہیں۔ لہٰذا ان پر علیحدہ علیحدہ مجھ کو کلام کرنے کی حاجت نہیں۔ البتہ چونکہ صاحب رسالہ نے یضع الحرب اور یضع الجزیۃ میں کلام کیا اور

اپنے زعم میں اپنے مطلب کے موافق بنالیا تو اس واسطے یہ عاجز بھی ان میں کلام کر کے ان کو ان کے مطلب کے خلاف ہونا ظاہر کرتا ہے اور انہیں سے بطلان ان کے مقصد کا ثابت کرتا ہے۔ واللہ ولی التوفیق!

پوشیدہ نہ رہے کہ صاحب رسالہ نے اوّل اور اصل نسخہ یضع الحرب کو ٹھہرایا اور یضع الجزیہ کو غیر اصل اور خلاف اوّل تو میں کہتا ہوں کہ یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ اس کے لئے دلیل بیان کرنا چاہئے۔ مدعی پر ثبوت ہے شاید اس وجہ سے کہتے ہوں گے کہ بعض بخاری کے نسخوں میں نساخ نے اس نسخہ کو حوض میں لکھا ہے اور دوسرے کو حاشیہ پر تو میں کہتا ہوں کہ اگر اسی پر اصل اور غیر اصل ہوتا ہے تو جہاں حفص کی قرأت کے موافق کلام مجید مطبوع ہوا ہے اور دوسری قرأت ابوبکر وغیرہ کی حاشیہ پر لکھی ہیں تو چاہئے کہ حفص کی قرأت اصل ہو جاوے اور دوسرے ائمہ کی غیر اصل اور جہاں دوسرے کسی امام کی قرأت کے موافق مطبوع ہوا ہے تو وہ قرأت اصل ہو جاوے اور حفص اور دیگر ائمہ کی غیر اصل کہیں یہ بے اصل ہے اور کہیں وہ بے اصل ہے۔ یہ کیسا جہل ہے۔ دوسرے میں کہتا ہوں دیکھو بخاری مطبوعہ مصری کو کہ اس میں نسخہ یضع الجزیہ ہی کو حوض میں لیا ہے اور دیکھو علامہ قسطلانی نے اپنی شرح بخاری میں اپنے نسخہ کی کیسی تعریف کر کے اور اپنی اصل کو کیسا وثوق بیان کر کے یضع الجزیہ ہی کو اصل متن میں داخل کیا اور یضع الحرب کو پیچھے بیان کیا اور دیکھو صاحب مشکوٰۃ نے جس حدیث کو بخاری کی طرف نسبت کیا۔ اس میں نسخہ یضع الجزیہ ہی کو اختیار کیا اور مصابیح والے نے بھی اسی نسخہ کو لیا اور علامہ ابن کثیر نے بھی اپنی تفسیر میں جو بخاری کی حدیث کو نقل کیا تو اسی نسخہ کو اختیار کیا تو تمہارے قاعدہ کی رو سے اس کو ترجیح ہوئی یا اس کو۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ دیکھو بروایت انہی صحابی ابوہریرہؓ کے اسی حدیث میں صحیح مسلم میں بلا احتمال نسخہ ثانی کے یضع الجزیہ ہے اور اس طرح ابوداؤد میں ہے اور اسی طرح ترمذی میں ہے۔ بلا نسخہ ثانی یضع الجزیہ ایسے ہی مستدرک حاکم میں ہے اور مسند احمد میں بھی یہی ہے اور ابن ماجہ میں بھی اسی طرح واقع ہے اور ابوداؤد کی دوسری روایت میں بھی یوں ہی ہے اور بہت روایات ہیں کہ جن میں بلا احتمال دوسرے نسخہ کے یضع الجزیہ وارد ہے۔ پھر ایک نسخہ کو دوسرے پر بلا مرجح ترجیح دینا اور ایک کو اصل اور دوسرے کو غیر اصل بلا دلیل کہنا حالانکہ اس کے خلاف پر اس قدر قرائن قائم ہوں اور ایسے شواہد موجود ہوں جہالت صریح یا تدلیس قبیح سے خالی نہیں اور یہ جو کہا کہ: ''درصورت نسخہ اوّل کے مدعا نہایت واضح ہے۔'' تو میں کہتا ہوں کہ جس کو نسخہ اوّل کہا وہ یضع الحرب ہے۔ یعنی لڑائی اٹھا دیں گے۔ یہ دو حال سے خالی نہیں یا یہ کہ ابتداء ہی سے حرب وقتل کفار کریں ہی نہیں یا یہ کہ ابتداء میں

حرب کریں۔ مگر پھر موقوف ہو جائے اور لڑائی نہ رہے۔

شق اوّل مسلم نہیں اس واسطے کہ مخالف ہے۔ ان روایات کے جو ابھی مقدمہ میں لکھی گئیں، اور تفسیر کلام نبوی ایسی چاہئے کہ مصداق ہو یفسر بعضہ بعضا کی اور شق ثانی تمہارے مدعا کے بالکل مخالف ہے کہ جس سے مقصود ولی جڑ سے اکھڑ جاتا ہے۔ پس یہ کہنا کہ درصورت نسخہ اوّل کے مدعا نہایت واضح ہے اس میں گنجائش تاویل کی نہیں بالکل غلط ہے۔ اس میں اور بھی کلام باقی ہے۔ بقصد اختصار چھوڑ اگیا اور یہ جو کہا کہ درصورت نسخہ دوم کے اگر چہ تاویل بعید خلاف مقصود بعض نے کی ہے۔ تو یہ بنا فاسد کی فاسد پر ہے۔ جب اصل اصل نہ رہا تو تفریع اس پر بے اصل ہے۔ بلکہ مخالف اس کے برعکس کہہ سکتا ہے۔ ''کما لا یخفی'' اور یہ جو کہا کہ: ''منسوخ ہونا احکام شرعیہ خاتم النبیین کا بھی لازم نہیں آتا ہے۔'' تو میں کہتا ہوں کہ اگر نسخ سے یہ غرض ہے کہ نسخ من جانب خاتم النبیین ہی کے ہے تو اس میں کوئی محذور نہیں کہ جس سے بچنا ضرور ہو اور اگر یہ غرض کہ منجانب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہے تو یہ غلط ہے۔ کیونکہ وہ اس کے ناسخ نہیں۔ بلکہ یہ اسی شریعت کا حکم مقید موقت ایک وقت معین تک ہے۔ یعنی شارع نے کہ خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ اللہ کی طرف سے انہوں نے ایک وقت تک اس حکم پر عمل درآمد کرنے کو فرمادیا۔ اس کے بعد دوسرے پر۔ جب وہ وقت آ گیا اور مدت پوری ہوگئی تو پہلا حکم اٹھ گیا۔ تو دوسرا جاری ہوا تو یہ انہیں کے طرف سے ہوا نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے۔ پس لازم غیر لازم اور مدعا باطل ہو گیا۔ ''قال فی الفتح قال النووی ومعنی وضع عیسیٰ الجزیة مع انها مشروعة فی هذه الشریعة ان مشروعیتها مقیدة بنزول عیسیٰ لمادل علیه هذا الخبر ولیس عیسیٰ بناسخ لحکم الجزیة بل نبینا ﷺ هو المبین للنسخ بقوله هذا'' اسی طرح اور بھی شروح بخاری ومسلم ودیگر سنن میں ہے۔ ''کما لا یخفی علی واقف الفن'' پس اس کلام صاحب رسالہ میں کئی وجوہ سے فساد ہے۔

قادیانی مؤلف کی غلطیاں

اوّل! یہ کہ بلاوجہ اور بغیر دلیل ایک نسخہ کو اوّل اور اصل اور ایک کو غیر اصل ٹھہرایا۔ حالانکہ جو غیر اصل ٹھہرایا گیا اس کی ترجیح کی اس قدر وجوہ موجود ہیں کہ کہنے والا اگر اسی کو اصل ٹھہرائے تو بجا ہے۔

دوسری! یہ کہنا کہ درصورت نسخہ اوّل کے مدعا نہایت واضح ہے کہ جس میں گنجائش

تاویل کی نہیں۔ حالانکہ وہ ان کے مدعا کے بالکل خلاف ہے۔

تیسری! یہ کہ اس رفع حکم جزیہ کو نسخ ممنوع سمجھا۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ چنانچہ اوپر ظاہر ہوا یہ وجہیں جو اوپر مفصلاً بیان ہو چکیں۔ علاوہ اس کے اور بھی بہت سی وجہیں فساد اس کلام کی ہیں جو بوجہ عجلت کے چھوڑی گئیں۔ واللہ اعلم!

اس عاجز نے جہاں تک ہوسکا اس رسالہ میں علم استدلالی اور طریق احتجاجی سے کام لیا اور علم تقلیدی اور اقوال ناس سے حجت نہیں پکڑی۔ مگر چونکہ اس جگہ صاحب رسالہ نے اقوال شراح نقل کئے۔ لہٰذا یہ عاجز بھی نقل کرتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صاحب رسالہ اپنی طرف سے تخلیط اور تدلیس کا موقع دیکھتے رہتے ہیں۔ اسی واسطے بغیر وجہ کے نام کتاب کا جس سے لیتے ہیں۔ نہیں لیتے۔ کیونکہ اگر نام لے دیں گے تو ناظرین پر ان کا ملایا ہوا جلدی کھل جائے گا۔ لہٰذا نام کتاب کا نہ لو۔ کوئی کہاں تک ڈھونڈے گا۔ پس کید کسی پر نہ کھلے گا اور جو کچھ اس میں کتر بیونت ہوگی کسی پر ظاہر نہ ہوگی۔ اگر یہ بات نہیں تو کیوں نہیں۔ جہاں پر کسی کتاب سے نقل کرتے۔ اس کا نام لے دیتے۔ ان الفاظ کی شرح میں حافظ ابن حجر فتح الباری شرح بخاری میں لکھتے ہیں: ”حکما ای حاکما والمعنی انه ینزل حاکما بهذه الشریعة فان هذه الشریعة باقیة لاتنسخ بل یکون عیسیٰ حاکما من حکام هذه الامة...... واللطبرانی من حدیث عبدالله بن مغفل ینزل عیسیٰ بن مریم مصدقا بمحمد علی ملة قوله فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ای یبطل دین النصرانیة بان یکسر الصلیب حقیقة ویبطل ماتز عمه النصاریٰ من تعظیمه ویستفاد منه تحریم اقتناء الخنزیر وتحریم اکله...... ویستفاد منه ایضا تغیر المنکرات وکسر الة الباطل...... قوله ویضع الحرب فی روایة الکشمهینی الجزیرة والمعنی ان الدین یصیر واحد افلا یبقی احد من اهل الذمة یؤدی الجزیة وقیل معناه ان المال یکثر حتیٰ لا یبقی من یمکن صرف مال الجزیة له فتترك الجزیة استغناء عنها وقال عیاض یحتمل ان یکون المراد بوضع الجزیة تقریرها علی الکفار من غیر محاباة ویکون کثیرة المال بسبب ذلك وتعقبه النووی وقال الصواب ان عیسیٰ لا یقبل الا الاسلام قلت ویؤیده ان عند احمد من وجه آخر عن ابی هریرة وتکون الدعویٰ واحدة قال ابن بطال وانما قبلناها قبل نزول عیسیٰ للحاجة الیٰ المال بخلاف زمن عیسیٰ فانه لا

یحتاج فیه الیٰ المال فان المال فی زمنه یکثر حتیٰ لا یقبله احد ویحتمل ان یقال ان مشروعیة قبولهما من الیهود والنصاریٰ لما فی ایدیهم من شبهة الکتاب وتعلقهم بشرع قدیم بزعمهم فاذا نزل عیسیٰ علیه السلام زالت الشبهة بحصول معاینته فیصیرون کعبدة الاوثان فی انقطاع حجتهم وانکشاف امرهم فناسب ان یعاملوا معاملتهم فی عدم قبول الجزیة منهم هکذا ذکر بعض مشائخنا احتمالا واللّٰہ اعلم“

اور قسطلانی میں یضع الجزیة کی شرح میں لکھا ہے۔”یضع الجزیة عن اهل الکتاب لا نه لا یقبل الا الاسلام ولیس عیسیٰ بناسخ لحکم الجزیة بل نبیناﷺ هو المبین للنسخ بهذا فعدم قبولها هو من هذه الشریعة لکنه مقید بنزول عیسیٰ ولابی ذرعن الحموی والمستملی ویضع الحرب بدل الجزیة“ مختصراً اسی کے مثل اور شراح نے بھی لکھا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ کسی کا سلف سے خلف تک یہ اعتقاد باطل اور ایسا مطلب فاسد نہ تھا۔ بلکہ جو لکھتے ہیں تو ایسے ہی لکھتے ہیں۔ جس سے مطلب اصل صاحب رسالہ کا حاصل نہیں ہوتا۔ پس زیادہ تر عبارات شروح نقل کر کے رسالہ کو طویل کرنا فائدہ مند نہیں۔ یہ عبارت بطور نمونہ کے نقل کر دی۔ اس کے بعد صاحب رسالہ نے اپنے مناظرہ کی کیفیت کو جو کہ جناب عالم جامع خلق وکرم عامل بالسنۃ قامع البدعۃ مولوی محمد سلامت اللہ صاحب مدظلہ العالی کے ساتھ ہوا تھا۔ لکھا اور کچھ اور بھی اس کے متعلق بیان کیا۔ چونکہ میں پوری کیفیت مناظرہ سے واقف نہیں اور نیز اس میں بحث کر کے رسالہ کو زائد طول دینا مناسب نہیں سمجھتا۔ لہٰذا اس سے اعراض کیا البتہ عالم حقانی جناب مولوی محمد بشیر صاحب سہوانی مدظلہ سے سوال کیا (کہ جن کی روبکاری میں باقرار صاحب رسالہ کے واقع ہوا) کہ اس گفتگو میں حق پر کون تھا اور رجح وبراہین سے غلبہ کس کو رہا اور کلمات طعن وتشنیع کس کے طرف سے زائد تھے تو جناب مولوی صاحب موصوف نے جواب میں تحریر فرمایا کہ:”حق پر مولوی سلامت اللہ صاحب تھے اور رجح وبراہین سے غلبہ مولوی سلامت اللہ کو تھا اور کلمات طعن وتشنیع مولوی محمد احسن صاحب کے طرف سے زیادہ تھے۔“

قولہ...... (قول الغزنوی) اور صحیح مسلم کی حدیث ”اذ بعث اللّٰہ المسیح ابن مریم فینزل عند المنارة البیضاء شرقی دمشق “یہ مشتے نمونہ از خروارے ہے۔ ساری احادیث صحیحہ صریحہ جو دربارہ عیسیٰ کے وارد ہیں۔ ان کے لکھنے کی یہاں گنجائش نہیں اور ادنیٰ طالب علم حدیث

ان سے واقف ہے اور اسی طرح مرزا قادیانی دجال سے وہی لوگ مراد لیتے ہیں جو حق سے کانے اور مرزا قادیانی سے منکر ہیں۔

اقول..... (قول مؤلف اعلام الناس) مجھ کو نہیں معلوم کہ مرزا قادیانی اس کا کیا جواب دیویں گے۔ مگر یہ ہیچمدان اس قدر کہتا ہے کہ اس حدیث کی تاویل کا وقت ابھی نہیں آیا یہ کیا ضروری ہے کہ ساری باتیں ایک ہی وقت میں واقع ہو جاویں۔ الیٰ آخر قوله!

اقول..... بتوفیق الله تعالیٰ! واضح رہے کہ یہ حدیث مولوی عبدالحق غزنوی نے ذکر کی یہ ٹکڑا ہے۔ اس حدیث طویل کا جس کو پہلے میں ذکر کر چکا ہوں۔ حاصل مضمون اس کا یہ ہے کہ دجال موعود انہی حالات کے ساتھ جو پہلی حدیث سے ذکر کئے گئے۔ آ کر بہت فساد ڈال چکے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ حضرت مسیح علیہ السلام بیٹے مریم کو بھیجے گا تو وہ سفید منارہ کے پاس سے اتریں گے۔ جو شرقی جانب دمشق کے ہے۔ سو وہ اس دجال کو قتل کریں گے۔ الیٰ آخرہ تو یہ حالات نزول سے پہلے کے ہیں اور خاص وقت نزول کے پس صاحب رسالہ کے اس قول کے کیا معنی کہ اس حدیث کی تاویل کا وقت ابھی نہیں آیا اور مسیح آ گئے۔ یہ عجب بات ہے۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

جب حالات نزول کے قبل کے ہیں کہ اول دجال نکل کر ایسا ایسا شور و فساد پھیلائے گا اور مؤمنوں کو ایسا ایسا ستائے گا۔ اس کے بعد فلاں فلاں جگہ پر عیسیٰ بن مریم نزول فرماویں گے۔ اس اس کیفیت کے ساتھ تو پھر یہ کہنا کہ وہی عیسیٰ تو آ گئے۔ مگر ابھی ان باتوں کا وقت نہیں آیا۔ بڑی عقل کی بات ہے۔ اگر کوئی ایسی صفت و کیفیت ہوتی کہ کسی ایسے وقت کے ساتھ مقید نہ ہوتی تو یہ بات کہنا بادی النظر میں قرین قیاس بھی ہوتا اور یہاں تو محال ہے۔ دوبارہ اگر مسیح تمہارے آویں اور پہلے یہ صفتیں ہو جاویں۔ تب یہ بات کہہ سکتے ہو۔ پس ان مثالوں پر جو تم نے بیان کیں۔ بحث کرنے کی کچھ حاجت نہ رہی۔ اس سے ان کو کیا نسبت ہے اور یہ جو کہا یہ تمام مہدی یا عیسیٰ کے وقت میں ہوگا تو وہ کون سے عیسیٰ ہیں اور کون مہدی ہیں۔

قوله..... اور واضح ہو کہ محل نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مختلف وارد ہوا ہے۔ ''قال الحافظ ابن کثیر وقد ورد فی بعض الاحادیث ان عیسیٰ علیه السلام ینزل بیت المقدس وفی روایة بالاردن وفی روایة بمعسکر المسلمین فالله اعلم'' دیکھو حافظ ابن کثیر بسبب تعارض روایات محل نزول کے اس کی تاویل کو حوالہ بعلم الٰہی کرتے ہیں۔ الخ!

اقول…… صاحب رسالہ نے اس قول ابن کثیر کو مصباح الزجاجہ سے نقل کیا۔ مگر افسوس ہے کہ مطلب کی بات کہ جس میں تعارض حدیث نبوی میں ثابت ہو نقل کر لی اور جس کے بعد صاحب مصباح الزجاجہ یعنی علامہ سیوطی نے ان روایات میں تطبیق دی۔ اس کو چھوڑ دیا۔ وہ یہ ہے۔ ’’قلت حدیث نزوله بیت المقدس عند ابن ماجه وهو عندی ارجح ولا ینافی سائر الروایات لان بیت المقدس هو شرقی دمشق وهو عسکر المسلمین اذ ذالك والاردن اسم الکورة کما فی الصحاح وبیت المقدس داخل فیه فاتفقت الروایات فان لم یکن فی بیت المقدس الان منارة بیضاء فلا بد ان تحدث قبل نزوله ‘‘ ایسے ہی علامہ شیخ علی عزیزی نے بھی کہا۔ پھر تعارض کہاں رہا۔ تم کو چاہئے تھا کہ یا تو علامہ جلال الدین سیوطی کی تطبیق بین الا حادیث کو باطل کر کے پھر تعارض کو ثابت رکھتے اور اپنے مقصد دلی کو پہنچتے۔ یا اقرار تطبیق اور بیان توافق کرتے۔ یہ بڑی بددیانتی کی بات ہے کہ حدیث نبوی کا تعارض بیان کر کے چھوڑ دیا اور باوجود تطبیق ہونے کے کہ سامنے موجود ہے۔ اس سے منہ موڑ جانا۔ اگر کسی شخص کو تطبیق معلوم نہ ہوئی تو اس سے نفی نفس الامر کی یا دوسرے کے علم کی لازم نہیں آتی۔ واللہ اعلم!

قولہ…… ایسی پیشین گوئیوں میں اسلم طریقہ یہی ہے کہ جس قدر علم یا ظن کو احادیث آحاد مفید ہوں۔ اس قدر اعتقاد رکھنا چاہئے۔ باقی تفاصیل کا حوالہ بعلم الٰہی رکھنا چاہئے اور اس کی تاویل کا انتظار کرنا چاہئے۔ جیسا کہ حافظ ابن کثیر نے کیا۔

اقول…… آپ نے اس پر کہاں عمل کیا۔ جس قدر علم یا ظن کو احادیث مفید ہوں۔ اس قدر اعتقاد رکھنا کیا معنی۔ اس کے ایسی ایسی باطل تاویلیں اور کھلی تحریفیں کیں کہ نصوص شرعیہ کو کلام عقلاء سے ہی نہیں رکھا۔ بلکہ مجانین کا کلام کر دیا۔ ’’یاایها الذین آمنوا لم تقولون مالا تفعلون کبر مقتا عند الله ان تقولوا ما لا تفعلون‘‘

قولہ…… اب یہ دریافت کیا جاتا ہے کہ یہ جو عوام میں مشہور ہے اور اکثر علماء کا بھی خیال ہے کہ حضرت عیسیٰ منارہ سفید دمشق کے اوپر بوجود عنصری آسمان سے اتریں گے۔ یہ خیال کن الفاظ سے پیدا ہوا۔ الخ!

اقول…… آسمان سے بوجود عنصری اترنا تو بالتفصیل والتحقیق اوپر دلائل واحادیث سے ثابت کر دیا گیا۔ اب اعادہ کی ضرورت نہیں۔ البتہ منارہ کے اوپر اترنا اس کا بار ثبوت اس کے مدعی پر ہے۔ واللہ اعلم!

قولہ...... اور" واضعا کفیة علی اجنحته ملکین "اگر یہ بیان ہے کیفیت اترنے ان کے کا تو بڑی مشکل یہ ہے کہ جو شخص اوپر سے نیچے کو کسی چیز کے سہارے سے اترتا ہے۔ وہ اس شان سے نہیں اترتا۔ الخ!

اقول...... اس میں باقی اور کیفیت کی تو نفی نہیں کہ جس سے تم یہ کہنے لگے۔ دوسرے کہہ سکتے ہیں کہ جیسے ان کے اور خوارق عادات اور دوسروں سے ممتاز صفات وحالات ہیں۔ بے باپ کے پیدا ہونا مردوں کو زندہ کرنا اور مادر زاد اندھوں کو اچھا کرنا۔ بچے پن میں گود کے اندر کلام کرنا۔ غیر مشاہد موجود حالات کی خبر دینا اور بہت سی ہیں۔ ایسے ہی ایک یہ بھی ہے۔ واللہ اعلم!

قولہ...... اور پھر اس حدیث کے کیا معنی ہیں کہ" ان الملائکة لتضع اجنحتها لطالب العلم "پس جو معنی اس کے ہیں وہی معنی اس کے بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ تاکہ سب تکلفات سے خلاص ہو۔ چنانچہ لکھا ہے مجمع البحار میں" وقیل هو بمعنی التوضع تعظیما لحقه "بلکہ اصل معنی اجنحہ ملائکہ کے وہی معلوم ہوتے ہیں۔ جو زبدہ شرح شفا میں لکھتے ہیں:" اجـنـحـة الملائکة لیست کما یتوهم من اجنحة الطیر ولکنها صفات ملائکة "یہاں پر ملائکہ کے بازوؤں سے صفات اور قوائے ملکیہ مراد ہیں اور قیاس نہ کرنا چاہئے۔ ان کو پرندوں کے بازوؤں پر اس لئے کہ پرندوں کے سوائے دو کے یا تین یا چار سے زائد بازو نہیں ہوتے ہیں۔ چہ جائیکہ چھ سو بازو ہوں۔ ہاں البتہ بموجب مسلک محدثین کے بازو و ملائکہ کے واسطے ثابت کرنا ضروری ہے۔ لیکن ان کی کیفیت کے بیان کرنے سے باز رہنا چاہئے۔

اقول...... اس حدیث سے اور اس حدیث سے جو مثال میں لائی گئی۔ کیا نسبت ہے اہل علم کے نزدیک اس محاورہ" وضعت یدی علی اجنحة "اور اس محاورہ" وضعت اجنحتی لفلان "میں بڑا فرق ہے۔ دوسرے ہم کہتے ہیں۔ کہ اس کی یعنی" واضعا کفیه "کے وہی معنی ہیں۔ جو اس کے ہیں۔ چنانچہ مجمع البحار میں ہے۔" ان الملائکة لتضع اجنحتها لطالب العلم ای تفرشها لتکون تحت اقدامه اذا مشی وقیل معناه بسط الجناح لتحمله علیها وتبلغه حیث یرید "اور دوسری جگہ کہا" الملائکة لتضع اجنحتها لطالب العلم لتکون وطاله اذا مشی "غرض یہ کہ معنی حقیقی مراد ہیں کہ فرشتے اپنی جناح کو طالب علم کے لئے فرش کر کے بچھا دیتے ہیں کہ اس کے پیروں کے نیچے چلتے ہیں۔ پڑھتے ہیں اور طالب علم ان جناح پر چلتا پھرتا ہے تو ایسے ہی یہاں پر مراد ہے۔ پھر صاحب مجمع البحار قیل کر کے لکھتے ہیں۔" وقیل بمعنی التواضع تعظیما لحقه وقیل اراد بوضع الاجنحة

نزولهم عند المجالس وترك الطیران وقیل اراد به اظلالهم بها‘‘تو دیکھو دونوں جگہ اوّل وہی معنی بیان کئے جو اصلی معنی ہیں کہ اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔طالب علم کے روندنے کے لئے کہ اس کا فرش ہو جاوے۔ پھر اس کے بعد قیل کے ساتھ دوسرے معنی بیان کئے۔مگر صاحب رسالہ کو اس سے کچھ کام نہیں۔چاہے ضعیف ہو چاہے باطل۔پھر چاہے سرقہ کریں چاہے تدلیس۔ مطلب بنانا چاہیے۔پس جو اس حدیث کے اصلی معنی ہیں۔وہی اس کے بھی تو خیال کرنا چاہیے کہ خلاصی تکلفات سے اس معنی صریح میں ہے یا ان تاویلات میں کہ جن میں صاحب رسالہ خلاصی بتاتے ہیں اور حق مذہب محدثین کا ہے نہ یہ کہ ہر شئے میں تاویلات باردہ کرنا۔چنانچہ اس کی تحقیق اپنے موقع پر پوری موجود ہے۔مگر یہاں تو تکلف کا نام خلاصی اور خلاصی کا نام تکلف اور حق کا نام باطل اور باطل کا نام حق ہے۔’’الشئ یعمی ویصم‘‘

قولہ...... اور’’لا یحل لکافر یجد من ریح نفسه الامات ‘‘ سے کیا مراد ہے۔آیا یہ کرامت اور معجزہ حضرت کا ہمیشہ رہے گا کہ جب آپ کا دم اور سانس باہر کو آوے تو یہ معجزہ ہر نفس میں پایا جاوے۔اندریں صورت نہ جہاد کی ضرورت رہی اور نہ قتل کرنے دجال کی حاجت ہے اور پھر باوجود اس معجزہ کے محاصرہ کیا جانا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اور ان کے یاروں کا کوہ طور میں کیونکر ہوگا۔ جو اسی حدیث میں مذکور ہے۔پس معلوم ہوا کہ یہ معنی تو ہرگز مراد نہیں ہیں۔کوئی دوسرے معنی مراد ہیں۔وہ بیان کئے جاویں۔لیکن وہ معنی دوسرے آپ کو مفید اور مرزا قادیانی کو مضر نہ ہوں گے کہ ان کے برکات انفاس سے تمام مخالفین اسلام’’قل موتوا بغیظکم‘‘ کے مصداق ہو رہے ہیں۔الیٰ آخر القول!

اقول...... بطلان شق آخر تردید کا نہ بیان کیا۔پھر کس طرح یہ نتیجہ نکال لیا۔(کہ پس معلوم ہوا کہ یہ معنی تو ہرگز مراد نہیں) کیا مخالف کو مجاز اختیار شق ثانی کا نہیں۔پھر تمہارا نتیجہ کدھر جائے گا۔

دوسرے یہ کہ بلاشبہ ان کی ریح نفس ایسی ہی ہوگی۔مگر بسبب مصالح تحصیل فضیلت وغیرہ کے قتل دجال و جہاد کریں گے۔چنانچہ صحیح مسلم میں ہے۔’’فاذا رآه عدو الله ذاب کما یذوب الملح فی الماء فلو ترکه لا نذاب حتیٰ یهلك ولکن یقتله الله بیده فیریهم دمه فی حربة ‘‘یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب عدو اللہ (کہ دجال ہے) دیکھے گا تو پگھلنے لگے گا۔جیسا کہ نمک پانی میں پگھلتا ہے۔سو اگر وہ اسے چھوڑ دیں تو بے شک گھل کر ہلاک ہو جاوے۔لیکن وہ اسے قتل کر کے اس کا خون اپنے حربہ میں لگا ہوا لوگوں کو دکھاویں گے۔اسی طرح امام احمد کی بھی روایت میں اور ایسے ہی ابن ماجہ کی بھی روایت میں ہے۔چنانچہ ہم سب کے

لفظ لکھ چکے ہیں تو معلوم ہوا کہ بے قتل کے بھی دجال اور اس کے ہمراہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سامنا نہیں کر سکتے اور ویسے ہی سامنے آنے سے ہلاک ہو جاتے۔ مگر وہ قتل وجہاد کی فضیلت کو نہ چھوڑیں گے۔ رہے یاجوج وماجوج تو کسی کو سوائے ذات باری کے کمال دائمی نہیں۔ یہ اللہ کا دیا معجزہ تھا۔ جس وقت اللہ تعالیٰ نے چاہا دیا جس وقت چاہا لے لیا۔ بلکہ یہ ہونا تو ضروری ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ ''ان حقاً علی اللہ ان لا یرتفع شیٔ من الدنیا الا وضعہ اخرجہ البخاری '' پس اس سے تمہارے گرد مسیح موعود نہیں ہوئے جاتے کہ جو ایسے عقائد ومسائل کو شائع کرتے ہیں۔ جن سے ابلیس اور اس کے ذریات خوشی مناتے ہیں اور آرام پاتے ہیں۔ بلکہ یہ معنی ایسے اباطیل دعاوی کا استیصال وبیخ کنی کرتے ہیں۔

پھر واضح رہے کہ موت کے معنی جو حقیقی ہیں۔ ایسے مشہور ہیں کہ بیان ونقل سند کی حاجت نہیں۔ دور جانے کی کیا ضرورت ہے۔ انہی کے گرو۔ (ازالہ اوہام حصہ اول ص۲۲۷، خزائن ج۳ ص۲۷۷) میں بیان وفات مسیح میں لکھتے ہیں۔ ''اور موت حقیقی ایک کامل موت ہے۔'' پھر کیا شک باقی رہ گیا اور مجمع البحار کی جو عبارت نقل کی گئی تو وہ صاف کہہ رہی اور کھلے طور سے بتا رہی ہے کہ معنی متعارف کے علاوہ یہ معانی مجازی ہیں۔ پس حدیث ''لا یحل لکافر یجد من ریح نفسہ الامات '' میں وہی موت حقیقی مراد ہے۔ نہ کوئی دوسرے مجازی معنی۔ کیونکہ حقیقت سے کون صارف ہے کہ مجاز کے تکلفات وتاویلات کو اختیار کیا جاوے۔

دوسرے یہ کہ اور روایتیں صاف صاف بیان کر رہی ہیں اور بتصریح بتا رہی ہیں کہ موت سے سوائے معنی متعارف حقیقی کے کوئی دوسرے معنی مجازی مراد نہیں۔ چنانچہ بعض ان روایت سے اس مختصر رسالہ میں بھی کئی جگہ ذکر کئے گئے ہیں اور بہت کتب حدیث میں موجود ہیں۔ جس کو منظور ہو دیکھ لے۔ واللہ اعلم!

قولہ...... بے شک دجال کے حق میں احادیث صحیحہ کثرت سے وارد ہیں۔ مرزا قادیانی ان احادیث صحیحہ کے ہرگز منکر نہیں ہیں۔

اقول...... احادیث صحیحہ صریحۃ الدلالۃ سے یہ بات ثابت ہے کہ دجال اخیر زمانہ میں خروج کرے گا۔ اگر مرزا قادیانی اس کے منکر نہیں تو پھر (ازالہ اوہام حصہ اول ص۲۲۷، خزائن ج۳ ص۲۲۰) میں یہ کیسے لکھتے ہیں: ''آخری زمانہ میں دجال معہود کا آنا سراسر غلط ہے۔'' میں تعجب کرتا ہوں کہ انکار کس چیز کا نام ہے۔ دوسرے ہم کہتے ہیں کہ ہم نے مانا کہ مرزا قادیانی ان حدیثوں صحیحہ کے منکر نہیں تو انہیں احادیث صحیحہ میں تو یہ بھی ہے کہ پہلے دجال ان اوصاف وحالات کے ساتھ خروج

کر کے اپنا کام کرے گا۔ اس کے بعد مسیح بن مریم نزول فرمادیں گے۔ (چنانچہ یہ بات ہم اوپر ثابت کر چکے) تو پھر تمہارے مسیح کیوں دجال سے پہلے خروج کر کے مسیحیت کا دم بھرنے لگے۔ یہ عجب بات ہے۔ اب ہم کو معلوم ہو گیا کہ بے شک یہ مثیل مسیح ہیں۔ یہاں پر مجھ کو یاد آیا کہ ان کے گرو مرزا قادیانی نے اپنی عادت کے موافق صحیح مسلم کے اس حدیث طویل کو جو نواس بن سمعانؓ سے مروی ہے اور ان کے مسیح موعود ہونے کو جڑ سے اکھیڑ دیتی ہے۔ ضعیف کرنا شروع کیا اور حکمت عملی سے اس کا ضعف لوگوں کے دل میں ڈالنے لگے۔ چنانچہ (ازالہ اوہام حصہ اول ص۲۲۰، خزائن ج۳ ص۲۰۹، ۲۱۰) میں لکھتے ہیں۔ ''یہ وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں امام مسلم صاحب نے لکھی ہے۔ جس کو ضعیف سمجھ کر رئیس المحدثین امام محمد اسماعیل بخاری نے چھوڑ دیا ہے۔''

یہ بات ایسی کہی کہ جس سے ساری رونق عیسائیہ اور زینت مسیحیہ کی جاتی رہی۔ بھلا یہ کیونکر معلوم ہوا کہ انہوں نے اس حدیث کو ضعیف سمجھا۔ اس سے کہتے ہو کہ اپنی صحیح میں نہیں لائے تو ممکن ہے کہ یہ حدیث ان کو نہ پہنچی ہو۔ چنانچہ یہ بات اہل علم وواقف فن حدیث پر مخفی نہیں۔ پس ضعیف وصحیح سمجھنا کیسا۔ دوسرے محض صحیح میں نہ داخل کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اس کو ضعیف جانتے ہوں۔ ورنہ ثابت کرو کہ انہوں نے کہا کہ جو احادیث میں نے اس صحیح میں داخل نہیں کیں وہ ضعیف ہیں۔ بلکہ ان سے تو یہ منقول ہے کہ میں نے بہت سی احادیث صحیحہ کو چھوڑ دیا اور اس صحیح میں بسبب خوف طول کے داخل نہیں کیا۔ چنانچہ مقدمہ صحیح بخاری مؤلفہ مولوی احمد علی صاحب سہارنپوری میں بھی موجود۔ دروی عنہ ''(ای عن الامام محمد بن اسماعیل البخاریؒ) قال ما ادخلت فی کتاب الجامع الاماصح وترکت کثیراً من الصحاح لحال الطول'' پھر اگر اس اختلاف کی طرف رجوع کیا جاوے جو درمیان امام بخاری اور امام مسلم کے ہے تو اس کی بھی تحقیق ان شاء اللہ ہم کسی موقع پر لکھیں گے۔

اور پھر طرفہ تر یہ کہ چونکہ بیچارے اس فن سے بے بہرہ اور ناآشنا ہیں تو یہ بھی خبر نہیں رکھتے کہ امام بخاری کا نام کیا ہے۔ بسبب نادانی کے رواج وقت پر قیاس کر کے ان کا نام محمد اسماعیل رکھ دیا۔ حالانکہ ان کا نام صرف محمد ہے اور اسماعیل ان کے باپ کا نام ہے۔ اس میں کاتب کی غلطی کا بھی گمان نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اسی کتاب میں ص۹۶ سطر۵ میں لکھتے ہیں۔ ''دراصل حضرت اسماعیل بخاری کا یہی مذہب تھا۔''

اور اسی صفحہ کے سطر۲ میں لکھا کہ: ''امام محمد اسماعیل صاحب جو اپنی صحیح بخاری۔''

اور ص ۴۴ میں لکھا "امام محمد اسماعیل صاحب بخاری نے اس بارہ میں اشارہ تک نہیں کیا۔"

اور ص ۵۱۸ میں فرمایا۔ "یعنی حضرت محمد اسماعیل صاحب صحیح بخاری اور حضرت امام مسلم صاحب صحیح مسلم اپنے صحیحون۔"

یہ عبارت اور بھی مضحکہ صبیان ہے اور ان کی لیاقت کی دلیل اور پھر اسی کتاب میں نہیں۔ بلکہ اپنے پہلے رسائل میں ایسے لکھ چکے ہیں اور عجب ہے کہ کسی چیلے نے ان کو اس سے آگاہ بھی نہیں کیا۔ شاید اس میں بھی کچھ سوچ رکھا ہوگا۔

قولہ...... اوّل تو تعدد دجاجلہ کی نسبت احادیث صحیحہ صریحہ بہت وارد ہیں۔ کسی میں تعداد ان کی ثلاثین اور کسی میں قریباً من ثلاثین۔

اقول...... مولوی عبدالحق صاحب غزنوی نے جو دجال کا ذکر کیا تو یہ وہی دجال ہے۔ جس کے بارہ میں حدیث میں الدجال کا لفظ وارد ہے۔ جس کے بارہ میں تمہارے مسیح اشتہار دے چکے ہیں کہ جہاں کہیں بخاری مسلم میں الدجال کا لفظ وارد ہے۔ اس سے دجال معہود ہی مراد ہے۔ کوئی دوسرا دجال مراد نہیں۔ پھر تمہارا اس کے مقابلہ میں ان دجاجلہ کو ذکر کرنا بڑی خوش فہمی اور اپنے مسیح کی مذہب دانی کی دلیل ہے۔ یہی یاد رہ گیا۔ سب بھول گئے۔ "حفظت شیئا وغابت عنك اشیـــاء" دوسرے ہم کو ان دجاجلہ کی بحث سے کچھ غرض نہیں۔ ہم کو تو دجال اکبر کی بحث مقصود ہے۔ جو قبل نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے خروج کر کے فساد مچائے گا۔ وہ کہاں گیا یہ تمہارے مسیح نے کیوں پہلے سے خروج کر دیا۔

قولہ...... آگے رہا دجال اکبر سو اس کے بارہ میں خود صحیح مسلم وغیرہ میں اس قدر اختلاف ہے کہ تلفیق وتوفیق نہایت دشوار ہے۔ اب آپ کہیں کہ ان روایات مختلفہ کے آپ کیونکر توفیق وتطبیق کریں گے۔ اگر قاعدہ "اذا تعارضا تساقطا" کا مدنظر رہے گا۔ تو اہمال وترک احادیث کثیرہ کا لازم آوے گا اور اگر کوئی وجہ جامع ایسی پیدا کی جاوے گی جو سب پر اعمال ہو جاوے اور اہمال لازم نہ آوے تو وہی مسلک مرزا قادیانی کا اختیار کرنا پڑے گا۔ الیٰ آخر القول!

اقول...... تطبیق وتوفیق اللہ کے فضل سے کچھ بھی مشکل نہیں۔ دیکھو شراح حدیث نے کیسی خوبی کے ساتھ تلفیق وتوفیق دے دی ہے اور آپ نے خود بھی شیخ عبدالحق مترجم مشکوٰۃ سے نقل کر دی تو پھر کیسی جامع نقل آئے اور تمہارے پیرجی کا مسلک کدھر گیا۔ اس سے تو ان کا مسلک باطل ہوا نہ ثابت۔ پھر اختیار کرنا کیسا۔ فافهم واتعظ!

قولہ...... ''ای قول الغزنوی ''اور دونوں آنکھوں کے درمیان'' ک ف ر'' یعنی کفر لکھا ہوا ہوگا۔
اقول...... ''ای قول المرزائی '' اس باب میں بھی احادیث صحیحہ مختلف ہیں۔ بعض میں تو وہی ہے جو گزرا اور بعض میں ان سب روایتوں کی تطبیق کی وجہ یہی ہے کہ اس کی پیشانی تقدیر میں کفر ازلی لکھا ہوگا۔ جو دور نہ ہو سکے گا۔ جس کو مؤمن اپنی فراست صادقہ سے پہچانے گا۔ الیٰ آخر القول!

اقول...... نص شرعی بین الدلالۃ کو ظاہر معنی سے کیوں پھیرا جاتا ہے۔ کیا اس کو تحریف نہیں کہیں گے اور اس بات کا تو صاحب رسالہ نے خود بھی آگے چل کر اقرار کیا کہ یہ معنی جو صفات دجال میں لکھے گئے حقیقی نہیں تو پھر بلاوجہ یہ مجازات کیوں اختیار کئے جاتے ہیں۔ میں الفاظ روایات کو نقل کرتا ہوں۔ جن سے منصف پر خوب واضح ہو جائے گا کہ یہ معنی کرنا صاحب رسالہ کا بالکل غیر صحیح ہے۔ صحیح بخاری میں ہے۔ ''وان بین عینیه مکتوب کافر''

اور صحیح مسلم میں اس طرح ہے۔ ''الدجال مکتوب بین عینیه ك ف ر ای کافر '' اور ایک روایت میں یوں ہے۔ ''مکتوب بین عینیه کافر ثم تهجاها ك ف ر یقراء کل مسلم '' اور ترمذی کی روایت میں ہے: ''یقراء کل من کره عمله '' اور احمد کی روایت میں ہے: '' یقرأه الا می والکاتب''

اور ابن ماجہ کی روایت میں اس طرح ہے۔ ''یقرأه کل مؤمن کاتب وغیر کاتب '' اور احمد کی دوسری روایت میں ہے۔ ''مکتوب بین عینیه کافر مهجاة '' غور کا مقام ہے کہ ان الفاظ روایت سے وہ معنی مفہوم ہوتے ہیں۔ جو صاحب رسالہ نے لکھے یا کتابت وقرأۃ حقیقی علامہ نووی نے کہا۔ ''الصحیح الذی علیه المحققون ان هذه الکتابة علی ظاهرها وانها کتابة حقیقة جعلها الله علامة من جملة العلامات القاطعة بکذب الدجال فیظهر المؤمن علیها ویخفیها علی من اراد شقاوته''

اور حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں لکھتے ہیں۔ ''وقوله یقرأه کل مؤمن کاتب وغیر کاتب اخبار بالحقیقة وذلك ان الادراك فی البصر یخلقه الله للعبد کیف شاء ومتی شاء فهذا یراه المؤمن بعین بصره وان کان لا یعرف الکتابة ولا یراه الکافر ولو کان یعرف الکتابة لان ذلك الزمان تنخرق فیه العادات فی ذلك''

اور لکھتے ہیں۔ ''ولا یلزم من قوله یقرأه کل مؤمن کاتب وغیر کاتب ان

لا تکون الکتابة حقیقة ''اور یہ جو امثلہ دیئے گئے ہیں۔ تو ان میں اور ممثل لہ میں بڑا فرق ہے۔ عاقل پر مخفی نہیں۔ تفصیل بخوف طویل چھوڑی گئی۔

قولہ..... ''اے الغزنوی ''اس کے ساتھ دوزخ اور بہشت ہوگی۔

اقول..... (المرزائی اصح الکتب بعد کتاب اللہ) میں تو یوں لکھا ہے۔ ''فیجیٔ معه بتماثل الجنة والنار''

اور دوسرے نسخہ میں ''بمثال الجنة والنار ''اگر باقی روایات کو روایات بخاری پر محمول کرتے ہو تو فبہا آپ کو کچھ مفید نہیں اور مرزا قادیانی کو کچھ مضر نہیں اور اگر صحیح بخاری کی روایت کو تسلیم نہیں کرتے تو ان روایات مختلفہ میں وجہ توفیق کیا ہوگی۔ بینوا توجروا کسی روایت میں تو ہے کہ اس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی اور کسی روایت میں ہے۔ ''یجیٔ معه بمثل الجنة والنار''

اقول..... بتوفیق اللہ تعالیٰ تعجب ہے کہ تمثال کی صورت میں مرزا قادیانی کے کیوں نہیں مضر ہے۔ یہ تو حال ہے اس دجال کا جو عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے پہلے خروج کر کے پھرے گا تو ہم نے فرض کیا کہ مثال ہی جنت ونار کی مراد ہے تو وہ کون ہے جو مثال جنت ونار کی لے کر پھرا۔ جس کے قتل کرنے کو تمہارے پیر جی آئے۔ اب وجہ تطبیق وتوفیق سنو۔ فاقول بتوفیق اللہ تعالیٰ دجال کے ساتھ جنت ونار بذات خود ہوں گے۔ کوئی ان کی خیالی صورت یا محض مثالی حالت مراد نہیں۔ چنانچہ تصریحات نبویہ بتصریح اس کو بتاتی ہیں۔

دیکھو صحیح مسلم میں ہے۔ ''معه جنته وناره فناره جنة وجنته نار''

اور صحیح بخاری کے باب ماذکر عن بنی اسرائیل میں ہے۔ ''ان مع الدجال اذا خرج ماءً ونار افا ما التی یری الناس انها النار فماء بارد واما التی یری الناس انه ماء بارد فنار تحرق فمن ادرك منكم فليقع فی الذی یریٰ انها نار فانه عذب بارد''

اور صحیح بخاری کی کتاب الفتن میں ہے۔ ''ان معه ماء ونارآ فناره ماء بارد وماه ه نار ''اور احمد اور طبرانی کی روایت میں اس طرح وارد ہے۔ ''معه وادیان احد هما جنة والآخر نار فناره جنة وجنته نار ''اور ابن ماجہ کی روایت میں یوں ہے۔ ''وان من فتنة ان معه جنة ونارآ فناره جنة وجنته نار فمن ابتلی بناره فلیستغث باللّٰه ولیقرا فواتح الکهف فتکون علیه بردا وسلاما کما کانت النار علیٰ ابراهیم''

ان روایات سے یہ بات کھل گئی کہ دجال کے ساتھ واقعی جنت ونار ہوگی اور یہ جو صحیح بخاری کی کتاب الانبیاء میں ہے۔"وانه یجئ معه بمثال الجنة والنار فالتی یقول انها الجنة هی النار "تو یہ اس وجہ سے فرمایا کہ یہ جنت ونار کہ دجال کے ساتھ ہوگی یہ وہ جنت ونار جو موعود مؤمنین وکافرین کے لئے ہے۔ وہی خاص نہ ہوگی۔ بلکہ یہ اس معہود کی ایک مثال ہوگی۔ اسی واسطے جہاں پر مثال کے لفظ سے فرمایا تو جنت ونار کو الف لام عہدی کے ساتھ فرمایا اور جہاں پر بغیر لفظ مثال کے وارد ہوا تو بغیر الف ولام کے ہے۔ بلکہ اس میں بعض جگہ اس کی طرف نسبت کی یعنی جنة ونارہ کر کے فرمایا کہ یہ جنت ونار کہ اس کے ساتھ ہوں گے۔ یہ اسی کے ہیں یہ وہ موعود نہیں ماحصل سب روایات کا یہ ہوا کہ اس کے ساتھ جنت ونار ہوگی۔ کہ مثل ہوگی۔ اس جنت ونار موعود کے نہ وہی خاص فاتفقت الروایات۔

دوسری وجہ لفظ تمثال یا مثال فرمانے کی یہ ہے کہ جو نار ہے صورت میں وہ جنت کے ہوگی اور جو جنت ہے تو وہ صورت میں نار کے ہوگی۔ تو جو نار ہوگی وہ واقع میں نار نہ ہوگی۔ بلکہ ایک مثالی صورت نار کی ہوگی۔ ایسے ہی جو جنت نظر آوے گی۔ وہ واقع میں نار نہ ہوگی۔ بلکہ ایک مثالی صورت جنت کی ہوگی۔ اس وجہ سے اس کو مثال الجنۃ والنار فرمادیا نہ یہ کہ واقع میں جنت ونار اس کے ساتھ نہ ہوگی۔ دلیل اس پر یہ ہے کہ اسی حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔"فالتی یقول انها الجنة هی النار "تو دیکھو اس کو قطعی طور پر آپ ؐ نے نار فرمایا۔ نہ یہ کہ مثال اسی طرح عکس کو خیال کرلو۔ دوسری دلیل اس پر یہ ہے کہ دوسرے احادیث صحیحہ میں بکثرت اسی کو نار وجنت فرمایا۔ پھر اس میں بغیر اس معنی کے لے لازم آوے گا۔ اہمال بہت احادیث کا۔ تیسرے مسلم کی روایت میں صاف ہے۔"قال الله رسول ﷺ لانا اعلم بما مع الدجال منه معه نهر ان یجریان احد هما رأی العین ماء ابیض والآخر رأی العین نار تاجج "اس کے مؤید اور بھی الفاظ روایت آئے ہیں تو معلوم ہوگیا کہ ان احادیث کے اصل معنی یہی ہیں کہ اس کے ساتھ واقعی نار وجنت ہوگی نہ کوئی محض تصویر یا مثالی حالت اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہی میں متعدد جگہ خود نار وماء کے لفظ موجود ہیں۔ پھر کیوں نہیں تسلیم کرتے۔

قولہ...... اور پھر میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اس میں کیا استحالہ ہے۔ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے کہ اپنے وقت پر ایسا ہی دجال پیدا ہو جاوے۔ جس میں یہ سارے صفات بطور حقیقت کے بھی پائی جائیں۔

اقول...... بڑی جائے تعجب ہے۔ یہ حال تو اس دجال کا ہے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے پہلے نکلے گا اور تمہارے مسیح پہلے ہی نکل پڑے۔ پھر اب اس کے کیا معنی کہ اپنے وقت پر ایسا دجال پیدا ہو جاوے۔ یہ وقت جو گزرا کیا اب پھر عود کرے گا۔ آپ کے مسیح کے لئے سبحان اللہ کیا کیجئے۔ تمہارے مسیح یہاں پر چوک گئے۔ اگر کسی فریب سے پہلے آپ گم ہو کر دجال کا کام لے لیتے پھر آپ بھی تشریف لے آتے تو شاید کچھ بات بنانے کو جگہ مل جاتی۔ مگر حق تو پھر بھی نہیں چھپتا۔

تنبیہ

اس قول صاحب رسالہ میں اعتراف ہے۔ اس بات کا کہ یہ معانی جو صفات دجال میں کئے یہ مجازی تاویلات تھیں۔ نہ حقیقی معانی تو میں کہتا ہوں کیا وجہ ہے کہ معنی حقیقی چھوڑ کر معنی مجازی لئے گئے۔ کیا اس کو تحریف نہیں کہتے۔ کیا تمہارے پیر جی نے صرف نصوص ظاہر سے منع نہیں کیا۔ دیکھو ازالہ اوہام کو یہ کلمہ حق انہیں پر حجت تمام کرنے کے واسطے اللہ تعالیٰ نے ان کے منہ سے نکلوا دیا۔

قولہ...... اور مرزا قادیانی نے جو معنی دجال کے لکھے ہیں۔ اس کے مصداق وہی ہیں جو زمانہ حال میں پیشۂ دجل رکھتے ہیں اور ان کی کثرت احادیث صحیحہ سے بھی ثابت ہے۔ کمامر!

اقول...... ان دجاجلہ کی بحث سے کیا غرض ہے وہ دجال کیا ہوا جس کو تمہارے گرو جی مارنے آئے ہیں۔ اصل تو یہ ہے کہ اگر دجال کو مارنے کو آئے ہوں تو بتائیں جو اسی کا راستہ صاف کرنے کو آئے وہ کیا بتائے۔ البتہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پائیں تو ان کے ساتھ جو کر سکیں کریں۔ کیونکہ وہ ان کے مقصد اصلی اور مراد دلی مثیلیہ میں خلل انداز ٹھہریں گے اور زبانی تو اب بھی نہ چھوڑا اور اس زمانہ کے دجل پیشوں کو ان دجاجلہ کا جو حدیث میں وارد ہیں۔ مصداق بنانا نادانی کی بات معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ جب مسیح آ گئے اور دجال مسیح سے پہلے خروج کرے گا اور یہ دجال اخیر ہوگا۔ ان سب دجاجلہ کا پھر اب بموجب تمہارے عقیدہ کے کہاں ان دجاجلہ کا وقت رہا۔ کیونکہ وہ دجاجلہ تو دجال اکبر سے پہلے ہوں گے۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔ ''ولا تقوم الساعة حتیٰ یخرج ثلاثون کذابا آخرهم الاعور الدجال اخرجه احمد والطبری واصله عند الترمذی وصححه کمافی الفتح ''یعنی قیامت سے پہلے تیس دجال جھوٹے نکلیں گے۔ ان کے اخیر میں وہ دجال اعور نکلے گا۔ پس جب کہ بموجب عقیدہ صاحب رسالہ کے اس دجال اعور کا بھی زمانہ ہو گیا تو اب ان دجاجلہ کا اس وقت میں ہونا اور اس وقت کے دجل پیشوں کو ان دجاجلہ کا مصداق بنانے کے کیا معنی۔ واللہ اعلم!

قولہ...... ''قول الغزنوی'' اور زمین پر چالیس دن ٹھہرے گا۔ پہلا دن برس دن کے برابر ہوگا اور دوسرا دن ایک مہینہ کے برابر اور تیسرا ہفتہ کے برابر اور باقی ایام مثل ان دنوں کے ہوں گے۔

اقول...... (قول مؤلف الاعلام) اس باب میں بھی احادیث صحیحہ مختلف ہیں۔ بعض میں تو وہ ہے جو گزرا اور دوسری روایت بروایت صحیح مسلم یہ ہے۔ ''یخرج الدجال فی امتی فیمکث اربعین لا ادری اربعین یوما اواربعین شهرا واربعین عاما'' اور تیسری روایت شرح السنۃ کی جو مشکوٰۃ شریف میں موجود ہے۔ ''عن اسماء بنت یزید بن السکن۔ الخ!'' شراح حدیث نے تطبیق اس کی یوں لکھی ہے کہ مراد اوّل سے ٹھہرنا اس کا ہے۔ ساتھ فتنہ اور خلل اور فساد ڈالنے کے اور اس سے مطلق ٹھہرنا یا باعتبار شدت کے ایک دن مانند ایک برس کے دراز معلوم ہوگا اور باعتبار جلدی گزر جانے کے کم ہوگا۔ حتیٰ کہ ایک دن مانند ایک ساعت کے ہوگا۔ مگر آپ ان روایات میں کیونکر تطبیق کر سکتے ہیں۔

اقول...... معنی حدیث کے وہی ہیں جو لفظ حدیث کہتے ہیں کہ بڑا ہونا دنوں کا مراد ہے نہ کوئی استعارہ اور مجاز چنانچہ ظاہر لفظ حدیث کے بتاتے ہیں۔ اسی کا مؤید ہے۔ جو سنن ابن ماجہ میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے دجال کے وقت کے ایام کا چھوٹا ہونا بیان فرمایا تو صحابہ نے عرض کیا۔ ''یا رسول الله کیف نصلی فی تلك الایام القصار قال تقدرون فیها الصلوٰة کما تقدر ونها فی هذه الایام الطوال'' تو دیکھو نبی صاحب نے ایام قصار کی نماز کا پوچھنے پر انکار نہ فرمایا کہ یہ مطلب نہیں کہ مقدار دن کی چھوٹی بڑی ہو جاوے گی۔ تم کیوں نماز کا پوچھتے ہو۔ بلکہ ارشاد فرمایا کہ جیسا ان بڑے دنوں میں حساب کرنا پڑے گا۔ ایسے ہی ان چھوٹے دنوں میں اس سے اظہر من الشمس ظاہر ہوگیا کہ اس میں کوئی دوسرے معنی دنوں کے بڑھنے گھٹنے کی مراد نہیں۔ پھر دیکھو سنن ابن ماجہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایام قصار کے باب میں فرمایا۔ ''وآخر ایامه کالشررة یصبح احد کم علی باب المدینة فلا یبلغ بابها الاخر حتّی یمسی'' اس سے کالشمس فی نصف النہار کھل گیا کہ طول وقصر سے مراد سوائے مقدار گھٹنے بڑھنے کے کوئی دوسرے معنی مراد نہیں۔ کما لا یخفی! اب تطبیق روایات کی سنو کہ مسلم کی حدیث جس میں عدم علم تعیین ہے۔ وہ معارض اس حدیث کی جس میں تعیین ایام کی کردی نہیں ہوسکتی کیونکہ غیر علم علم کے معارض نہیں۔ علم عدم علم پر حجت ہے۔ کما ہو ظاہر، رہی حدیث شرح السنۃ کی تو پہلے مقابلہ اس کا حدیث مسلم کے ساتھ اور تساوی ثابت کرتے کہ تعارض متحقق ہوتا۔ پھر تطبیق پوچھتے جب اس کو حدیث مسلم کے ساتھ مساواۃ ومقابلہ ہی نہیں۔ پھر تطبیق کی کیا ضرورت ہے۔

دوسرے یہ دجال کے وقت میں جیسے اور خوارق ہوں گے ایسے ہی یہ بھی ہوگا کہ کبھی دن طویل ہو جاویں گے اور کبھی قصیر اور کبھی مثل ان ایام کے۔ چنانچہ روایت ابن ماجہ کی بتصریح اس کو بتاتی ہے۔ ''تقدرون فیہا الصلوٰۃ کما تقدرون فی ہذہ الایام الطوال ''یعنی جیسے ایام طوال میں اندازہ کرنا پڑے گا۔ ایسے ہی ایام قصار میں بھی کرنا ہوگا تو معلوم ہوا کہ اس کے وقت میں یہ دونوں قسم کے دن ہوں گے۔ پس کچھ تعارض نہ رہا۔ واللہ اعلم!

قولہ...... بہرحال جواب مخبر صادق ﷺ کا در جواب سوال صحابہ کرامؓ کے ''اتکفینا فیہ صلوٰۃ یوم قال لا اقدروا لہ قدرہ'' کیسا مطابق واقع ہوا۔ یعنی جب صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ جب ایک دن برابر ایک برس کے ہوگا تو اس میں نماز ایک دن کی کافی نہ ہوگی۔ تب آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ''لا'' یعنی یہ بات نہیں کہ تم سمجھے ہو کہ دن کی مقدار بڑھ جائے گی۔ الخ!

اقول...... یہاں پر تو اپنے پیر جی سے بھی بڑھ گئے۔ وہ تو بیچارے یہاں پر سیدھے طور پر ترجمہ کر گئے۔ دیکھو (ازالہ اوہام ص ۲۱۵، خزائن ج ۳ ص ۲۰۷) میں۔ ''ہم نے عرض کیا کہ ان لمبے دنوں میں ایک دن کی نماز پڑھنا کافی ہوگا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ نماز کے وقتوں کی مقدار پر اندازہ کر لینا۔''

پھر لکھتے ہیں کہ: ''آنحضرت ﷺ نے بلحاظ وسعت قدرت الٰہی کے کشفی امر کو مطابق سوال سائل کے ظاہر پر محمول کر کے جواب دیا۔'' میں کہتا ہوں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا اگر یہی مطلب ہوتا کہ مقدار دن کی بھی رہے گی تو پھر یہ کیوں فرماتے۔ ''اقدروا لہ قدرہ'' پھر کیا حاجت قدر کی رہ گئی۔''

اور دوسرے دیکھو ابن ماجہ کی روایت میں ہے۔ ''قلنا یا رسول اللہ فذلک الیوم الذی کسنۃ تکفینا فیہ صلوٰۃ یوم قال فاقدروا لہ قدرہ'' اب یہاں تمہارا مطلب کدھر جائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب!

قولہ...... ای قول الغزنوی اور زمین پر ایسا تیز چلے گا جیسا بادل کہ جس کے پیچھے ہوا ہو پوری پوری احادیث کے بیان کے واسطے بڑا دفتر چاہئے۔ اقول (المرزائی) اس میں آپ کو کیا استبعاد ہے۔ ریل گاڑی موجود ہوگئی ہے۔ الخ! چند عرصہ میں تمام دنیا میں پھیل جاوے گی۔

اقول...... یہ عجب جواب ہے یہ کیفیت تو اس دجال کی ہے جو نزول عیسیٰ علیہ السلام سے خروج کرے گا تو اب ریل کا ہونا یا آئندہ کو پھیلنا آپ کے کیا مفید ہے۔ غایۃ مافی الباب یہی ریل

دجال کے واسطے راحلہ ہو جاوے۔ جب خروج کرے پھر عیسیٰ علیہ السلام نزول فرماویں۔ مگر تمہارے مسیح تو دجال سے پہلے ہی ریل پر سوار ہونے لگے۔ نعوذ باللّٰہ!

’’وزین لهم الشیطان اعمالهم فصدهم عن السبیل فهم لا یهتدون‘‘

قولہ..... افسوس ہے کہ پہلے قرنوں میں جو پیشین گوئی حضرت کی واقع ہوتی تھی۔ سلف صالح اس واقع کو اس کا مصداق قرار دیتے تھے۔ حضرت خدیجہؓ فرماتی ہیں۔ ’’لیکون منه الشئ قد نسیته فاراه فانکره کما ینکر الرجل وجه الرجل اذا غاب عنه ثم اذا رآه عرفه متفق علیه ‘‘اب یہ حال ہے کہ جو پیشین گوئی مخبر صادق کی ہو بہو واقع ہو جاتی ہے اور کوئی شخص مؤید من اللہ اس کے تصدیق کے درپے ہوتا ہے تو علماء زمن اس کی تکذیب کرتے رہتے ہیں۔ ’’یا حسرة علی العباد مایاتیهم من رسول الا کانوا به یستهزؤن‘‘

اقول..... افسوس صد افسوس ہے کہ پہلے قرنوں میں جب کوئی واقعہ پیشین گوئی کے موافق ظہور میں آتا تھا تو سلف صالح اس پیشین گوئی کا مصداق سمجھ لیتے تھے اور جب تک وہ واقعہ فرمان نبوی کے ہو بہو واقع نہ ہو ہرگز اس کو مصداق بنانے کے لئے فرمان نبوی میں تحریف باطل اور تاویل بے جا سے کام نہ لیتے تھے۔ چنانچہ حضرت خدیجہؓ کا قول اس پر دال ہے کہ جیسے کوئی کسی آدمی پہچانے ہوئے کو خیال سے اترنے کے بعد دیکھتا ہے تو پہچان لیتا ہے۔ بسبب پوری موافقت کے کہ اس آدمی کی اس صورت حاصلہ کے ساتھ ہوتی ہے۔ ایسے ہی فرمان نبوی سے کہ ایک صورت وکیفیت مفہوم ہوتی تھی۔ اس کے موافق جب کوئی واقعہ دیکھتے تھے تو جان لیتے تھے کہ یہ وہی ہے جو ہمارے نبی صاحب نے فرمایا۔ مگر اس وقت میں یہ حال ہے کہ اگر کوئی دجل پیشہ تلبیس شیوہ واسطے تخلیط باطل اور خلل اندازی کے ہدایت نبوی میں ان کے تصریحات میں تاویل فاسد وتحریف کرنے لگتا ہے تو اس کے بھی لوگ پیرو ہونے لگتے ہیں۔ بلکہ اس کی تائید میں دل وجان سے حاضر ہو جاتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ یہ تو نصوص نبویہ کے ساتھ استہزاء ہے۔ ’’یا حسرة علی العباد مایاتیهم من رسول الا کانوا به یستهزؤن ‘‘اس غفور رحیم کے سامنے توبہ کرو۔ کہیں قیامت کے دن یہ کہنا نہ پڑے۔ ’’یاویلتی لیتنی لم اتخذ فلانا خلیلاً لقد اضلنی عن الذکر بعد اذجاء نی وکان الشیطان للانسان خذولاً‘‘

قولہ..... ادھر تو علماء نے مذہب ظاہر پرستی اختیار کر لیا ہے اور ادھر مخالفین اسلام نے اپنی

اپنی عقل ناقص کی پرستش، نہ کسی مذہب کے پابند ہیں نہ کسی کتاب کے پیرو مخالفین تو ایسی پیشین گوئیوں کو کیوں تسلیم کرنے لگے۔ لیکن موافقین بھی نہ مانیں گے۔ جب تک کہ ایسا گدھا حقیقی نہ پیدا ہو۔

اقول...... اگر ظاہر پرستی کے معنی سوائے اتباع ظاہر قرآن وحدیث کے کوئی اور مراد رکھے ہیں تو یہ تمہارا افتراء ہے علماء پر ''والذین یؤذون المؤمنین والمومنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بهتاناً واثماً مبینا ''اور اگر ظاہر پرستی سے یہی مراد ہے کہ جو قرآن وحدیث کی نص ظاہر مقتضی ہوتی ہے۔ اس پر عمل وعقیدہ رکھتے ہیں تو بے شک یہ ہمارا عین ایمان اور اسلام کی یہی بات ہے اور جو اس پر طعن کرے اور اس سے منکر ہو وہ خارج عن ربقۃ الاسلام ہے۔ یہ بھی ایک آسمانی نشان ہے کہ تمہاری یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ جو باتیں عین ایمان تھیں۔ ان پر طعن کرنے لگے اور جس پر اسلام کی بناء ہے اس کو برائی سے یاد کرنے لگے۔ تصریحات شرعیہ پر اعتقاد رکھنے کو بیوقوفی ٹھہرایا۔ کیا جو مخالفین اسلام کی صفت بیان کرتے ہو اس کو آپ نے اور آپ کے ہم خیالوں نے اب اختیار نہیں کر لیا۔ کیا اپنی عقل ناقص سے کتاب وسنت کی بات کو نہیں رد کرنے لگے۔ کیا قرآن وحدیث کی تفصیلی باتوں کو محض عقلیات سے مردود نہیں ٹھہراتے کہ وہ عقلیات بھی خلاف عقل ہیں۔ ان کا عقلیات سے نامزد کرنا ٹھیک نہیں۔ بلکہ ان کا نام تو ہوائے شیطانی مناسب ہے کیا تمہارے پیر جی جب مناظرہ میں کسی قاعدہ ادبی یا اصولی سے قائل کئے جاتے ہیں تو یہ نہیں کہہ دیتے کہ ہم اس کو نہیں مانتے۔ کیا یہ قاعدے کچھ گھر کی گھڑنت ہیں۔ پھر نہ کسی مذہب کے پابند، نہ کسی کتاب کے پیرو ہوئے کہ نہیں یہ باتیں جو میں نے لکھیں کچھ جھوٹ نہیں۔ اگر کوئی صاحب اس کا ثبوت مانگیں تو میں انشاء اللہ بحوالہ صفحہ وسطر ان لوگوں کی تحریرات سے دے سکتا ہوں۔

قولہ...... بے شک اللہ تعالیٰ کو سب قدرت ہے۔ ''آمنا باللّٰہ انه علی کل شیٔ قدیر''

اقول...... تو پھر کیوں تاویلات باردہ وتوجیہات فاسدہ سے نصوص شرعیہ بگاڑتے ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے نبی علیہ السلام کو سچا کرے گا۔

قولہ...... مگر گذارش یہ ہے کہ ایسے کھلے کھلے نشان جب کسی نبی صادق کو بھی نہیں دیئے گئے تو دجال کو جو رسالت کا دعویٰ کاذب کرے گا کیونکر دیئے جائیں گے اور اگر دیئے جاویں تو نعوذ باللہ اس کا گدھا انبیاء اللہ سے بھی بڑھ گیا اور تخت سلیمان بھی اس کے روبرو ناچیز رہا۔ نعوذ باللّٰہ من ذالك!

حالانکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا مقبول ہو چکی ہے۔ "وهب لی ملکاً لا ینبغی لاحد من بعدی ایها الناس " یہ استعارات ہیں جیسے کہ شواہد میں مذکور ہو چکا۔

اقول...... واضح رہے کہ بعض خوارج اور معتزلہ اور جہمیہ نے دجال کے وجود کا انکار کیا اور بعض ان میں جو دجال کے قائل ہوئے تو کہنے لگے کہ یہ اوصاف اس کے جو احادیث میں بیان ہوئے ہیں یہ خیالی باتیں ہیں۔ حقیقتاً مراد نہیں اور وجہ اس کی یہ بیان کی کہ اگر یہ خوارق واقع میں ہوں تو پھر انبیاء کے معجزات پر کیونکر اعتقاد ہو سکتا ہے اور نبوۃ حقہ اور دعویٰ نبوۃ باطلہ میں تمیز کیسی ہوگی تو وہی اعتراض صاحب رسالہ بھی لائے۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی حکمت سے عنوان بدل کر ظاہر کیا جواب اس کا یہ ہے کہ اگر یہ غرض ہے کہ بغیر دعویٰ نبوت کے بھی خوارق عادات ممتنع ہیں تو یہ دعویٰ باطل ہے اور بہ ہدایت یہ مقولہ فاسد ہے۔ کیونکہ دیکھو عمل سفلی والے کیا کچھ کر دکھاتے ہیں اور کیسی سچی خبریں ایک لمحہ میں دور دور کی بتا دیتے ہیں۔ یہ نظر بند نہیں۔ نظر بند دوسرے ہوتے ہیں اور جادوگر اور ایسے ہی کفار جو ریاضت کرتے ہیں کیسے کیسے خوارق دکھاتے ہیں کہ معجزات انبیاء سے کم نظر نہیں آتے۔ مگر یہاں دعویٰ نبوت نہیں۔ پس کچھ التباس اور باعث حرج نہیں اور اگر یہ غرض ہے کہ حالت دعویٰ نبوت کاذبہ میں یہ خوارق ممتنع ہیں تو آپ کو اس کا ثبوت دینا چاہئے کہ دجال سے یہ خوارق حالت دعویٰ نبوت میں سرزد ہوں گے۔ تب یہ مدعا ثابت ہوگا۔ المدعی مطالب بالبرہان۔ ہر چند بعض روایت سے کہ جو متکلم فیہا بھی ہیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ پہلے دعویٰ نبوت بھی کرے گا پھر الوہیہ مگر یہ کسی میں نہیں پایا گیا کہ یہ خوارق دعویٰ نبوت میں سرزد ہوں گے۔ صحاح احادیث سے اس کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے۔ "انه اعور وان الله لیس باعور " اور بخاری کی ایک روایت میں ہے۔ "الا انه اعور وان ربکم لیس باعور وان بین عینیه مکتوب کافر " اور بخاری اور مسلم کی متفق علیہ حدیث میں ہے۔ "ان الله لا یخفیٰ علیکم ان الله تعالیٰ لیس باعور وان المسیح الدجال اعور عین الیمنیٰ " اور ابوداؤد کی روایت میں ہے۔ "فان البس علیکم فاعلموا ان ربکم لیس باعور " غرض یہ کہ فرمادیا اگر اس کے خوارق دیکھ کر دھوکا پڑے تو طریقہ تمیز کا یہ ہے کہ وہ تو آنکھ کا عیب دار ہوگا اور اللہ تعالیٰ عیب سے پاک ہے اس سے معلوم ہوا کہ الوہیت کے دعوے میں خوارق دکھلائے گا۔ جس کے واسطے ہمارے نبی صاحب نے تصریح فرمادی کہ اس کے خوارق پر نہ جانا ایک یہ ظاہری عیب اس کی الوہیت کو مانع ہے۔ اگر دعویٰ نبوت میں دکھاتا کہ موجب التباس

ہوتو نبی الرحمۃ اس کا بھی جواب تعلیم فرما دیتے۔ اسی جواب پر اقتصار سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ خوارق اس کے دعویٰ الوہیت میں ظاہر ہوں گے نہ دعویٰ نبوت میں۔ "کما لا یخفی علی من لہ فہم سلیم" اگر اس سے زیادہ تر تفصیل چاہو تو مسلم کی حدیث طویل جو بروایت ابوسعید خدریؓ کے ہے۔ جس میں دجال کے لوگ ایک شخص سے کہیں گے کہ تو ہمارے رب پر ایمان نہیں لاتا اور دجال اسی مسلمان کو چیرے گا۔ دیکھو ابن ماجہ میں ہے۔ "وان من فتنتہ ان یقول للاعرابی ارایت ان بعثت لک اباک وانک اتشہد انی ربک" حاصل یہ کہ یہ روایات قرینہ ہیں۔ اس بات پر کہ یہ خوارق دعویٰ الٰہیہ میں دکھائے گا نہ دعویٰ نبوت میں اور جس کو اس کا دعویٰ ہو کہ دعویٰ نبوت میں دکھائے گا تو اس پر اس کا بار ثبوت ہے اور دعویٰ الوہیت میں یہ خوارق کچھ مضر اور موجب التباس نہیں۔ کیونکہ جب اپنے میں ایسے ظاہر عیوب ونقصان ہیں تو چاہے کتنے خوارق دکھائے اللہ کیسے ہوسکتا ہے جو اپنے کو چنگا نہ کر سکا۔ وہ الہ کیسا؟ پس یہ اعتراض بعض خوارج اور معتزلہ اور جہمیہ اور ان کے پیرو صاحب رسالہ (احسن قادیانی) اور ان کے ہم مذہبوں کو بیکار ہوگیا اور یہ جو کہا کہ جب کسی نبی صادق کو نہیں دیئے گئے تو دجال کو کیوں دیئے جاویں گے تو اس پر کوئی دلیل نہ بیان کی۔ اس کے منع پر وہی دلیل تھی جو پہلے ہم دوسرے فرق باطلہ سے نقل کر کے بحمد اللہ جواب شافی دے چکے اور جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کا ذکر کیا تو سلیمان علیہ السلام کے ملک سے اور اس سے کیا نسبت ہے۔ ذرا سی بات ہے کہ وہ جہاں چاہتے تھے۔ ہوا ان کو لے کر پہنچتی تھی۔ دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "فسخرنا لہ الریح تجری بامرہ رخاء حیث اصاب" اور مسیح دجال بہتیرا سر پٹکے کہ مکہ مدینہ میں جاوے۔ ہرگز نہ جاسکے گا۔ دیکھو متفق علیہ حدیث میں ہے۔ "یاتی الدجال وھو محرم علیہ ان یدخل نقاب المدینۃ" اور دوسری متفق علیہ روایت میں ہے۔ "یاتی المسیح من قبل المشرق ھمتہ المدینۃ حتیٰ ینزل دبر احد ثم تصرف الملائکۃ وجھہ" اور بخاری کی روایت میں ہے۔ "لا یدخل المدینۃ رعب المسیح الدجال لھا یومئذ سبعۃ ابواب علی کل باب ملکان" اور مسلم کی روایت میں ہے: "فلا ادع قریۃ الا اھبطھا فی اربعین لیلۃ غیر مکۃ وطیبۃ ھما محرمتان علی کلما اردت ان ادخل واحدا منھما استقبلنی ملک بیدہ السیف صلتا" پس حضرت سلیمان علیہ السلام سے اور اس سے کیا نسبت ہے۔ دوسرے ان کے شیاطین اور جن سب تابع تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "والشیاطین کل بناء

وغواص وآخرین مقرنین فی الاصفاد "پھر دیکھوان کے واسطے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے۔"ھذا عطائنا فامنن او امسك بغیر حساب "بھلا دجال کواس سے کیا نسبت ہے؟ پھر سلیمان علیہ السلام کی مقبول دعا کا کیا خلاف لازم آیا۔سبحان اللہ!کیسی کیسی باتیں ابطال حق کے لیے سوجھتی ہیں۔اچھے اس کے مجدد ہوئے۔

ایہا الناس!یہ بات واضح ہوگئی کہ جس قدر نصوص کہ دربارۂ نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وارد ہیں اور جتنے تصریحات نبویہ مسیح دجال کے باب میں آئی ہیں۔سب اپنی حقیقت پر ہیں اور سب سے مراد وہی معنی ہیں کہ جن پر وہ صریحۃ الدلالۃ اور بین المراد ہیں۔نہ کوئی مجاز ہے نہ کوئی استعارہ۔اس میں بلاوجہ مجاز ماننا بالکل تحریف اور موجب الحاد ہے۔جیسا شواہد میں بالتفصیل گزر چکا۔چونکہ ہمارا مقصد اصلی اسی بات کو ثابت کرنا تھا تو یہ بحمد اللہ وحسن توفیقہ خوب مفصلاً ثابت ہوگئی۔لہٰذا اب جو آگے تاویل لیلۃ القدر کی (کہ جوان کے پیرنے کی ہے) بیان کی اس میں بحث کر کے رسالہ کو طول دینا مناسب نہ سمجھا۔انہیں کے رسائل کے جواب میں اس میں کلام مفصلاً انشاءاللہ کیا جاوے گا۔

بحث وشرائط مباہلہ

قولہ..... اس شخص کو مسئلہ مباہلہ بھی نہیں معلوم کہ مباہلہ کس وقت میں ہونا چاہئے اور کیا کیا شرائط اس کے کتاب وسنت میں آئے ہیں۔لہٰذا واسطے آگاہی مسلمانوں کے وہ شرائط تفسیر فتح البیان سے لکھی جاتی ہیں۔"قال فی الجمل وقع البحث عند شیخنا العلامة الدوانی قدس سره جواز المباهله بعد النبیﷺ فکتب رسالة فی شروطها المستنبطة من الکتاب والسنة والآثار وکلام الائمة وحاصل کلامه فیها انها لا تجوز الافی امرمهم شرعاً وقع فیه اشتباه وعناد ولا یتیسر رفعه الا بالمباهلة فیشترط کونها بعد اقامة الحجة والسعی فی ازالة الشبهة وتقدیم النصح والانذار وعدم نفع ذلك ومساس الضرورة الیها انتهی"

قولہ..... اگر کوئی شخص کہے کہ مرزا قادیانی نے خود مولوی اسماعیل صاحب ساکن علی گڑھ کو واسطے مباہلہ کے رسالہ فتح اسلام میں طلب کیا ہے۔الخ!تو جواب اس کا یہ ہے کہ مرزا قادیانی سے اوّلاً گفتگو زبانی اور بالمواجہ بمقام علی گڑھ مولوی اسماعیل صاحب سے ہوچکی ہے اور مرزا قادیانی ان کے اعتراض کا جواب شافی دے چکے ہیں۔معہذا مولوی اسماعیل صاحب نے مرزا قادیانی پر یہ افتراء کیا کہ ان کے یہاں آلات رصد اور نجوم کے موجود ہیں۔اس کے ذریعہ سے یہ اخبارات

بیان کرتے ہیں۔ الخ! تب مرزا قادیانی نے بعد ایک مدت کے مجبور ہوکر درخواست مباہلہ کی ہے۔ اب تم غور کرو کہ درخواست مرزا قادیانی درباره مباہلہ مولوی اسماعیل صاحب سے کیسی مطابق شرائط ہوئے کہ اس میں ایک شرط بھی فوت ہونے نہیں پائی۔ بخلاف درخواست مباہلہ مولوی عبدالحق صاحب کی کہ اس میں ایک شرط مباہلہ بھی نہیں پائی جاتی۔ بلکہ خلاف سنت ہے۔ اسی واسطے مرزا قادیانی بار بار اصرار فرماتے ہیں کہ اوّلاً ایک جلسہ علماء کا منعقد ہو۔ الخ! مرزا قادیانی نے یہ اشتہار بھی دیا ہے کہ جب تک تیسرا رسالہ ازالہ اوہام طبع ہوکر شائع نہ ہولے تب تک کوئی صاحب علم مخالفانہ تحریر نہ کریں۔ واللہ در من قال!

کار مردان روشنی وگرمی است

الیٰ آخر القول!

اقول..... بحول اللہ تعالیٰ وتوفیقہ ! واضح رہے کہ مرزا قادیانی نے جو جناب مولوی اسماعیل صاحب علی گڑھی سے درخواست مباہلہ کی تھی تو اسی بات پر کہ انہوں نے بہ نقل ایک ثقہ کے یہ کہا کہ مرزا قادیانی کے پاس آلات نجوم ہیں وہ ان کے ذریعہ سے کام لیتے ہیں۔ چنانچہ خود مرزا قادیانی اپنے رسالہ (فتح اسلام ص ۳۸، خزائن ج۳ ص ۲۳) میں مولوی صاحب موصوف کے اس قول کے جواب میں سید احمد عرب جن کو میں ثقہ جانتا ہوں۔ وہ مجھ سے بلاواسطہ بیان کرتے تھے کہ میں نے دو ماہ تک ان کے پاس (یعنی مرزا قادیانی کے پاس) ان کے معتقدین خاص کے زمرہ میں رہ کر بنظر تجسس وامتحان ہر یک وقت خاص پر حاضر رہ کر جانچا تو معلوم ہوا کہ درحقیقت ان کے پاس آلات نجوم ہیں۔ وہ ان سے کام لیتے ہیں۔ لکھتے ہیں: ”اقول تعالوا ندع آباء نا وابناء کم ونساء نا ونساء کم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنة اللہ علی الکاذبین“ میرے طرف سے درحقیقت یہی جواب ہے۔

مرزا کے علی گڑھ آنے کی تفصیل

مرزا قادیانی پھر واضح رہے کہ چونکہ صاحب رسالہ نے اس جگہ مولوی صاحب موصوف کے ساتھ مرزا قادیانی کی گفتگو اور مغلوب کرنے کا ذکر کیا تو مجھ کو ضرور ہوا کہ پہلے اس کی واقعی کیفیت سے مطلع ہوکر قول صاحب رسالہ پر بحث کروں تو میں نے مولوی اسماعیل صاحب مدظلہ علی گڑھی کو لکھا کہ آپ کے ساتھ جو کچھ گفتگو مرزا قادیانی نے کی ہے۔ واقعی طور پر کل سے مطلع فرماویں تو مولوی صاحب موصوف نے کہ کسی دوسرے کے نامزد کر کے بقصد طبع تیار کر کے رکھے تھے۔ میرے خط کے پہنچتے ہی مجھ کو روانہ کر دے۔ چونکہ وہ بیان بہت طویل ہے۔ کیونکہ سب اوّل

سے آخر تک مرزا قادیانی کے علی گڑھ میں آنے کا انہوں نے تفصیل بیان کیا ہے۔ لہٰذا میں اس میں سے کچھ لکھتا ہوں۔ انہیں الفاظ کے ساتھ بجنسہ نقل کرتا ہوں۔ کوئی حرف اپنی طرف سے زائد نہ کروں گا اور نیز کسی بیان کو شروع کر کے ناقص نہ کروں گا۔ چونکہ تہذیب اس کی غیر کی جانب سے کی ہے۔ لہٰذا ہر جگہ مولوی صاحب موصوف بصیغہ غائب مذکور ہیں تو کیفیت تشریف آوری مرزا قادیانی کی علی گڑھ میں لکھ کر لکھتے ہیں۔ ''مولوی صاحب بھی خبر پا کر فوراً مرزا قادیانی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عجیب شوق وذوق کے ساتھ مرزا قادیانی سے ملاقات کی مگر مولوی صاحب کی ادراک صحیح نے ہر چند مرزا قادیانی کی زیارت میں مضمون ''اذا اراد ذکر اللّٰہ'' کو تلاش کیا۔ مگر ہرگز اس کا نشان نہ پایا۔ زبان فیض ترجمان کو بھی افادہ فیوض ربانی میں قاصر پایا تو مجبور ہو کر مولوی صاحب صاحب نے مرزا قادیانی کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کی رونق افروزی اس دیار میں گویا نعمت غیر مترقبہ ہے۔ ہم لوگ چاہتے ہیں کہ کچھ آپ کے افادات سے مستفید ہوں۔ آپ کسی عام جلسہ میں کچھ مطالب توحید کچھ اسرار رسالت بیان فرمادیں۔ مرزا قادیانی نے اس کو قبول فرمایا اور قریب تھا کہ اس کی بابت منادی عام کی جاوے کہ اسی اثناء میں مرزا قادیانی کا عنایت نامہ مولوی صاحب کے پاس آیا۔ مرزا قادیانی نے اس میں یہ تحریر فرمایا تھا کہ مجھے آج صبح کی نماز میں میرے خدا نے منع کیا ہے کہ میں کچھ بیان کروں۔ مجھ کو اشارہ منع کا ہوا ہے۔ اس وقت مولوی صاحب اور تمام مشتاقان فیض واستفادہ کو نہایت صدمہ ہوا۔ اس عرصہ میں جوق جوق مردمان شہر مرزا قادیانی کی خدمت میں حصول برکات کے واسطے حاضر ہوئے۔ مگر جو آیا اس نے کہا کہ مرزا قادیانی نے اہل بدعت سے ان کی حسب تمنا گفتگو کی اور دوسرے جلسہ میں اہل سنت سے ان کی مرضی کے موافق باتیں کیں۔ تیسرے جلسہ میں اہل تشیع کو راضی رکھا۔ چوتھے جلسہ میں کچھ اور ہی فرمایا۔ مولوی صاحب نے اس کو بھی سکوت سے ٹال دیا۔ اس کے بعد یہ مرحلہ پیش آیا کہ مولوی صاحب نے مرزا قادیانی کی دعوت کی اور جلسہ دعوت میں مرزا قادیانی کے انگریزی الہامات کا کچھ ذکر آ گیا۔ مولوی صاحب نے مرزا قادیانی سے عرض کیا کہ الہام کو بحق ملہم اس وجہ سے حجت سمجھا جاتا ہے کہ ملہم واسطہ کا محتاج نہیں ہوتا اور جب ایسی زبان میں الہام ہو جس کو ملہم نہ جانتا ہو تو لامحالہ ایسی زبان سے مراد الٰہی کے سمجھنے میں ملہم بھی محتاج واسطہ کا ہوگا۔ اس تقدیر پر ملہم اور غیر ملہم دونوں کے حق میں یہ الہام بنظر احتیاج الی الواسطہ برابر ہو جاوے گا اور احتیاج واسطہ میں یہ مشکل محتمل ہے کہ بعض اوقات اگر واسطہ غیر معتبر ہو یا مخالف معاند ہو اور الہام کی مراد کو بالکل خلاف منشاء ربانی سمجھا جاوے تو اس صورت میں بجائے ہدایت کے یہ الہام

اسباب ضلالت میں سے ہو جاوے گا۔ پس اوّل تو پہلے ہی یہ اطمینان نہیں کہ الہام ربانی اور وسوسہ شیطانی میں آسانی سے فرق ممکن ہو اور جب یہ احتمال پیش آگیا اور ملہم خود ہی مراد الٰہی سمجھنے میں معذور ہو گیا تو بالکل ہی یہ الہامات بیکار ہو گئے۔ یہ خلاصہ اس بات کا ہے جو مرزا قادیانی سے جلسہ دعوت میں ہوئے۔ اس کے جواب میں مرزا قادیانی نے غالباً حالت سکر میں یہ فرمایا کہ بعض عوام الناس کو خواب میں دوسری زبان کی دعائیں تلقین کی جاتی ہیں۔ جس کے معنی وہ نہیں جانتے۔ مولوی صاحب اس جواب سے اور بھی زیادہ متحیر ہوئے اور اسی پر کلام ختم کیا اور یہ سمجھا کہ یہ جواب بھی کچھ کم الہام سے نہیں ہے۔ اس کے بعد روز جمعہ واقع ہوا۔ مولوی صاحب نے مرزا قادیانی سے تواضع امامت کی نہیں کی۔ اس کے سبب سے مرزا قادیانی کو سخت پیچ وتاب ہوا اور غالباً اسی غیظ وغضب میں مرزا قادیانی نے نماز ادا فرمائی جو درحقیقت ادا نہیں ہوئی اور جس کو مرزا قادیانی نے خود بھی لکھا ہے کہ ہماری نماز نہیں ہوئی۔ جس کا اصل منشاء یہ تھا جو بیان کیا گیا۔ نماز کے بعد مرزا قادیانی مولوی صاحب کے مکان پر آئے۔ اس وقت اتفاق سے اسی جلسہ میں کنور محمد عبدالعلی خان صاحب خلف رئیس چھتاری بھی موجود تھے۔ مرزا قادیانی سے ان کی ملاقات کرائی گئی۔ مگر اس وقت ان کو دیکھ کر مرزا قادیانی کا تغیر احوال قابل دید تھا نہ قابل شنید۔ مرزا قادیانی فوراً پریشان ہو کر مولوی صاحب کو علیحدہ لے گئے اور مضطربانہ فرمایا کہ ان کو مجھ سے بیعت کرا دو۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ خود درخواست کرنا اور اس عجلت کے ساتھ کچھ مناسب نہیں ہے۔ انشاءاللہ تعالیٰ وہ خود مرید ہو جاویں گے۔ مرزا قادیانی نے مولوی صاحب کو خارج مطالب سمجھا اور رخصت ہو گئے۔ مولوی صاحب دوسرے روز کنور محمد عبدالعلی خان صاحب کو ہمراہ لے کر مرزا قادیانی کی خدمت میں اس غرض سے حاضر ہوئے کہ اس وقت مرزا قادیانی سے سرسری ملاقات ہوئی تھی۔ اب ملاقات خاص میں کچھ بات چیت تفصیلی ہوگی۔ مگر مرزا قادیانی پھر فوراً رئیس مذکور کو علیحدہ مکان میں لے گئے اور مولوی صاحب سے مخفی ان سے کہا کہ تم کو خدا کا حکم ہے کہ مجھ سے بیعت ہو جاؤ۔ رئیس مذکور نے اس وقت بہ لطائف الحیل اس کو ٹال دیا اور مرزا قادیانی اور رئیس مذکور دونوں باہر آئے۔ مولوی صاحب نے مرزا قادیانی کے چہرہ پر کچھ آثار تشتت اور رئیس مذکور کے چہرہ پر کچھ آثار تبسم تکذیب آمیز پائے۔ رئیس مذکور نے علیحدہ ہو کر مولوی صاحب سے خفت آمیز ہنسی کے ساتھ کہا کہ مرزا قادیانیت بیعت ہو جانے کو فرماتے تھے۔ مولوی صاحب کو نہایت ندامت اس وجہ سے ہوئی کہ اہل اللہ کی خفت اسلام کی تفضیح ہے۔ پھر اس کے بعد مولوی صاحب مرزا قادیانی سے نہیں ملے اور وقت رخصت جو چندہ پچاس چالیس روپے کا مرزا قادیانی کے

واسطے مسلمانوں سے مولوی تفضل حسین صاحب نے کیا مولوی صاحب شریک نہ ہوئے اور سنئے۔

سمندر ناز پر ایک اور تازیانہ ہوا

یعنی ڈاکٹر جمال الدین صاحب وارد شہر علی گڑھ ہوئے اور مولوی صاحب سے ملاقات کی اور مرزا قادیانی کے حالات دریافت کئے۔ مولوی صاحب نے جو کچھ دیکھا مقتضائے الدین النصیحۃ کے صاف صاف کہہ دیا اور جو سستی نماز اور اتباع سنت میں مشاہدہ کی تھی۔ اس کا ذکر کیا۔ چنانچہ ایک مرتبہ مرزا قادیانی جلسہ میں لوگوں کی طرف متوجہ تھے اور عصر کی نماز فوت ہوا چاہتی تھی کہ ان کے خادم نے کہا نماز تو پڑھ لیجئے وقت جاتا ہے۔ مرزا قادیانی نے فرمایا کہ کیا ابھی نماز نہیں پڑھی۔ اس نے کہا نہیں پڑھی۔ تو مرزا قادیانی نے اٹھ کر بہت تنگ وقت میں نماز ادا کی جو نمونہ نقرۃ الغراب تھی۔ تو کیا یہ بھی رخصت سفر میں داخل تھا۔ غرضیکہ یہ سب باتیں مولوی صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے بیان کردیں اور مرزا قادیانی کے الہامات کا حال مولوی صاحب سے ایک ثقہ شخص مولوی سید احمد عرب نے بیان کیا تھا کہ میں نے دو مہینے قادیان میں رہ کر اس شخص کے مخفی حالات دریافت کئے ہیں۔ یہ شخص رمال اور رمالانہ پیشین گوئیاں بذریعہ آلات نجوم کے نکالا کرتا ہے۔ اسی کا نام الہام رکھ لیا ہے۔ یہ شخص پرہیز کے لائق ہے۔ یہ بھی مولوی صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے کہہ دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے واپس ہوکر یہ قصہ اور بندگان الٰہی سے بیان کیا جب مرزا قادیانی کو اس کا پتہ لگا تو مولوی صاحب اوّل کافر بہ ٹھہرے۔ یہ تفصیل ہے اس قصہ کی جو علی گڑھ میں پیش آیا۔'' انتھی ماقصدت نقله من خط مرسله مولوی محمد اسماعیل مدظله '' جب یہ ہدیہ ناظرین ہو چکا تو میں کہتا ہوں کہ کہنا صاحب رسالہ (احسن قادیانی) کا کہ درخواست مرزا قادیانی دربارہ مباہلہ مولوی اسماعیل صاحب سے کیسے مطابق شرائط ہوئے کہ اس میں ایک شرط بھی فوت نہ ہوئی۔ بخلاف درخواست مباہلہ عبدالحق صاحب کے کہ اس میں ایک شرط مباہلہ بھی نہیں پائی جاتی۔ بالکل غلط ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ اوّل تو یہ شرائط جو فتح البیان سے نقل کیں۔ ہم لوگ اہل حدیث پر حجت نہیں خود ہی تصریح کر دی ہے کہ کتاب وسنت وآثار واقوال سب ہی لکھے گئے ہیں۔ پھر ہم پر کیا الزام ہے۔ آپ کوئی شرائط کتاب وسنت سے ثابت کر کے مخالف ان کی جتاتے تو خیر الزام تھا۔ دوسرے بتقدیر تسلیم ہم کہتے ہیں کہ درخواست مباہلہ مرزا کی بالکل ان شرائط کے مخالف ہے اور مولوی عبدالحق کی بالکل موافق، تفصیل اس کی یہ ہے کہ ان شرائط میں کی پہلی شرط یہ ہے۔'' لاتجوز الا فی امرمهم شرعاً '' تو مرزا قادیانی نے اس بات پر درخواست مباہلہ کی کہ میرے الہامات آلات نجوم کے ذریعہ سے نہیں۔ بھلا یہ

بات کون سی مہمات شرع سے ہے۔ مہمات سے ہونا دوسری بات ہے۔ شرعی ہونا ثابت کرو یہ کون سی مہمات دین سے بات ہے کہ مرزا قادیانی کی یہ کاروایاں آلات نجوم کے ذریعہ سے نہیں۔ اگر کہو کہ اس سے یہ لازم آوے گا اور وہ لازم آوے گا تو ایسی تو جس بات کو چاہو کیسی چھوٹی ہو کفر تک نوبت پہنچا دو ہاں ایک بات کہو گے کہ ان کو تو مسیح موعود بننا ہے۔ اگر ایسا نہ کریں تو جڑ ہی نہ اکھڑ جاوے تو ہم کہیں گے۔ کیا خوب اصل مطلب پر تو درخواست مباہلہ خلاف ٹھہرائے جاوے اور اس کی لین ڈوری پر موافق وہی اخ تھو اور درخواست مباہلہ مولوی عبدالحق صاحب کو دیکھو۔ کیسی امر مہم شرعی پر ہے کہ جس کے انقلاب سے ایک تختہ دین کا انقلاب ہے۔ اس مسئلہ کا امر مہم شرعی ہونا تو اظہر من الشمس ہے۔ پس واضح ہو گیا کہ درخواست مباہلہ مولوی عبدالحق صاحب کی اس شرط کی خوب موافق ہے اور درخواست مرزا قادیانی کی مخالف ایسے ہی ''وقع فیه اشتهباه وعناد'' درخواست مرزا قادیانی میں امر مہم شرعا ہے ہی نہیں۔ تو پھر اس کی یہ صفت درقید کجا جب مطلق کا عدم ہے تو مقید کا وجود کیسے ہوگا اور مرزا قادیانی کے اس دعوے میں جس پر درخواست مولوی غزنوی نے کی ہے۔ جو کچھ عوام میں اشتباہ وعناد واقع ہوا وہ ظاہر ہے۔ پس اس کے بھی مخالف ہونا مرزا قادیانی کا اور موافق ہونا مولوی عبدالحق غزنوی کا ظاہر ہو گیا اور ان میں کی ایک شرط یہ ہے۔ ''فلا يتيسر رفعه الا بالمباهلة'' تو درخواست مرزا قادیانی کی بالکل اس کے مخالف ہے۔ کیونکہ وہ ایسی بات پر نہیں کہ بغیر مباہلہ کے اس کا رفع نہ ہو سکے۔ دیکھو خود مرزا قادیانی لکھتے ہیں۔ اسی جگہ جہاں درخواست مباہلہ تحریر ہے اور جب کہ میں ابھی تک زندہ موجود ہوں۔ اس حالت میں مولوی صاحب دو ماہ تک آپ ہی رہ کر دیکھ لیں۔ کسی دوسرے عربی عجمی کے توسط کی کیا ضرورت ہے۔ یہ تو ایسی بات ہے کہ جس میں چنداں مناظرہ ومباحثہ کی بھی ضرورت نہیں۔ مشاہدات سے ہے دیکھ لینے سے سب عدم وجود کھل سکتا ہے۔ مباہلہ کو اس سے کیا تعلق ہے اور درخواست مولوی عبدالحق صاحب کی ایسے امر میں ہے کہ بلاشبہ اس کا رفع پورے طور پر بغیر مباہلہ کے متصور نہیں۔ کیونکہ جو اللہ قہار وجبار سے ایسے نصوص بین الدلالۃ میں تحریف کرتے نہ ڈرے اور شرم نہ آئے تو مناظرہ مباحثہ کیا اس کو نفع دے گا۔ چنانچہ ابھی عرصہ تقریباً پندرہ بیس روز کا ہوا کہ دہلی میں مناظرہ کے اندر سے کہ عالم ربانی جناب مولانا مولوی محمد بشیر صاحب سہسوانی سے واقع ہوا۔ بجز گریز کے اور کچھ نہ سوجھا اور مناظرہ کے بیچ سے باوجود کیسے عہد وپیمان اور کن کن شرائط کے چلا دیئے۔ (جس کی تفصیل مولوی صاحب موصوف خود ہی شائع کرنے والے ہیں) کہ جس سے شان مسیحیت کا تو کیا ذکر ہے۔ شان مومنیہ کو بھی بٹا لگ گیا۔ پھر کیا مناظرہ مفید ہوا اور کون سا اس

سے کام نکلا۔ اگر مباہلہ کرتے تو اب تک فیصلہ ہو چکتا اور عوام وخواص سب پر حق کھل جاتا۔ اس بات کو مولوی عبدالحق صاحب خود بھی اشتہار درخواست مباہلہ ثانی میں لکھتے ہیں۔ جو مطبوعہ ۱۷ر شعبان ۱۳۰۸ھ ہے: ''اور میرا مطلب یہ ہے کہ جھگڑا طے ہو جاوے اور حق باطل سے جدا ہو۔ کیونکہ تحریر کا سلسلہ تو منقطع نہیں ہو سکتا۔ قلم دوات کاغذ روشنائی بہت ہے اور ملک آزادی کا ہے۔ جس کا جو جی چاہے بک سکتا ہے۔ خصوصاً جس کو خدا کا خوف اور آنکھوں میں حیا کی بو نہ ہو وہ ایک جہاں کو درہم برہم کر سکتا ہے۔'' تو ظاہر ہو گیا کہ درخواست مرزا قادیانی اس شرط کے بھی بالکل مخالف ہے اور درخواست مولوی عبدالحق صاحب کی بالکل موافق اور ان میں سے ایک شرط یہ ہے۔ ''فیشترط کونها بعد اقامة الحجة ''اوّل تو اقامت حجۃ مثبت اور مدعی پر ہوا کرتی ہے اور مولوی عبدالحق صاحب نافی ہیں۔ چنانچہ ان کے اشتہار سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ درخواست اس پر ہے کہ مرزا قادیانی مسیح موعود نہیں اور بادی النظر میں مرزا قادیانی بھی اپنی درخواست میں نافی ہیں۔ پس یہ شرط خارج از مبحث ہے۔ پس اس سے مولوی عبدالحق صاحب کے اوپر کچھ الزام نہیں۔

دوسرے اگر اقامت حجۃ کی یہ معنی ہیں کہ کوئی مجلس مناظرہ کی منعقد کرنا ضرور ہے اور تحریریں جانبین کی سنائی جائیں تو اوّل تو اقامت حجۃ کی یہی معنی نہیں۔ دوسرے مرزا قادیانی نے مولوی علی گڑھی صاحب سے جس پر درخوست مباہلہ کی اس میں کب مناظرہ کیا اور وہ جو دو ایک بات ہوئیں۔ (جس کو ہم اوپر مفصلاً لکھ چکے ہیں) تو وہ نفس غیر زبان میں الہام ہونے پر تھیں۔ کچھ آلات نجوم یا خاص مرزا قادیانی کے ملہم ہونے پر بحث نہ تھی۔ ایسے تو مولوی عبدالحق صاحب بھی مرزا قادیانی سے توہین انبیاء کے بارہ میں گفتگو کر چکے تھے۔ چنانچہ ان کے اشتہار ثانی میں مذکور ہے تو مرزا قادیانی اس شرط کے خلاف ہیں۔ پہلے ہی سبقت کر چکے تو پھر مولوی عبدالحق صاحب پر کیا الزام ہے اور اگر اقامت حجۃ سے یہ غرض ہے کہ اپنی حجۃ بیان کر دے اور دلیل کو قائم کر دے تو مولوی عبدالحق صاحب نے اپنی حجت حدیث صحیحین اور دیگر حدیث مسلم سے جو صحیح الثبوت قطعی الدلالۃ ہیں ثابت کر دی۔ پس تب بھی ان کے ذمہ کچھ الزام نہ رہا اور شرط فوت نہ ہونے پائی۔

تیسرے مخفی نہیں کہ مرزا قادیانی نے جو درخواست مباہلہ کی کی تھی تو اس سے محض نفی مراد نہ تھی کہ آلات نجوم کے ذریعہ سے کاروائی نہیں۔ بلکہ غرض یہ تھی کہ واقعی الہام ہے کہ آلات نجوم کے ذریعہ سے نہیں اور جو مولوی عبدالحق صاحب نے درخواست مباہلہ کی تو وہ محض نفی اس

بات کی ہے کہ مرزا قادیانی مسیح موعود نہیں نہ اثبات کسی شے پر کیونکہ اثبات نفس اتیان مسیح کا بھی تو درحقیقت مرزا قادیانی ہی کے ذمہ ہے۔ اس واسطے کہ بغیر اس کے ان کا مقصد دلی اور فرض اصلی ثابت نہیں ہوسکتا۔ پس مولوی عبدالحق صاحب کو تو محض نفی مفید مطلب ہے اور مرزا قادیانی کو مولوی اسماعیل صاحب کے مقابلہ میں محض نفی مضر مطلب اور معدم غرض ٹھہرے گی۔ پس ان کو نفی شے مع اثبات شے دیگر کرنا ضرور ہے۔ لہٰذا مرزا قادیانی پر بار ثبوت ہوا اور اقامۃ حجۃ ضرور پڑی۔ بخلاف مولوی عبدالحق صاحب کے کہ وہ محض نافی ہیں۔ ان پر اقامۃ حجۃ نہیں باوجود اس کے انہوں نے حجت قائم کردی اور اگر مان بھی لیں کہ مولوی عبدالحق صاحب پر بھی بار ثبوت ہے۔ تب بھی انہوں نے اپنی حجت قائم کردی اور مرزا قادیانی نے جس کا ان پر بار ثبوت تھا۔ اس پر کوئی حجت قائم نہ کی۔ پس اس شرط کے بھی مرزا مخالف رہے اور مولوی عبدالحق صاحب موافق فافهم فانه عجيب والله اعلم اور ان میں سے یہ بھی ہے۔ ”والسعی فی ازالة الشبهة وتقديم النصح والانذار. الخ“ اس پر بھی مرزا قادیانی نے عمل نہ کیا اور مولوی عبدالحق صاحب نے کلمات نصائح اور اشعار اور الہامات کے ساتھ بھی طور سے کہہ سنایا کہ پھر بھی اگر نہ مانو تو مباہلہ کے واسطے موجود ہو۔ چنانچہ ان کا اشتہار اس سے پر ہے۔ جس کو منظور ہو دیکھ لے۔

اب ناظرین کو خوب معلوم ہوگیا ہوگا کہ درخواست مرزا قادیانی کی شرائط مسلمہ صاحب رسالہ کے کیسی مخالف ہے اور خلاف سنت اور درخواست مولوی عبدالحق صاحب کی بالکل موافق اور مطابق سنت اور ازالہ اوہام کا تو خالی بہانہ تھا۔ آخر دیکھو جب شائع ہوا تو اس سے کیا ہوا۔ سوا اس کے کہ الحادیات اور زائد شائع ہوئیں۔ ناظرین غور فرمادیں کہ اگر مرزا ایسے دعوے میں سچے ہوتے تو ہرگز اعراض نہ کرتے۔ کیونکہ مباہلہ کے برابر نہ کسی تقریر میں نفع متصور ہے نہ تحریر میں مگر گھر ہی کے شیر ہیں۔ میدان میں آویں تو حقیقت کھلے سچ ہے۔

کار مرداں روشنی و گرمی است
کار دوناں حیلہ و بے شرمی است

جب تمہارا کام ایسا کچا ہے تو خلق اللہ کو کیوں بہکاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

ہست آخر بیک خدا کارت
نہ کسے یاورہ نہ کس یارت

قولہ...... البتہ گمراہ وہی ہے جو کوئی درخواست مباہلہ خلاف کتاب وسنت کے کرتا ہے اور مسلمانوں کو تیر لعنت کا نشانہ بنانا چاہتا ہے۔

اقول...... بے شک جیسے آپ کے پیرادران کے ہم خیال کہ خلاف کتاب وسنت کے درخواست مباہلہ کر کے مسلمانوں کو تیر لعنت کا نشانہ بنانا چاہا۔ چنانچہ آپ کے مسلمات کے موافق ہم نے ثابت کر دکھایا۔ واللہ اعلم!

قولہ...... حسب اشتہار مرزا قادیانی کے کیوں نہیں۔ ایک جلسہ علماء کا منعقد کیا جاتا ہے۔ الیٰ قولہ مسلمانوں کو خلاف کتاب وسنت تیر ملامت ولعنت کا نشانہ بنانا رافض کا کام ہے۔

اقول...... دہلی میں جب جلسہ علما کا منعقد ہوا تو مناظرہ کے اندر سے کیوں شرائط توڑ کر چل دیئے۔ اپنی شرائط کے موافق کیوں نہ بحث کی نہ مباہلہ پر مضبوط، نہ بحث میں قائم، تو پھر مسلمانوں کو کیوں بہکاتے ہو۔ مسلمانوں کو سیدھی راہ سے بھٹکانا شیطانوں، دجالوں کا کام ہے۔

قولہ...... آگے رہی یہ بات کہ صحابہ کرام بھی ان احادیث کا مطلب وہی سمجھے ہوئے تھے۔ جو یوم الاثنین ۲۶ رجمادی الاخری ۱۳۰۸ھ تک آپ لوگوں کے خیال میں ہے۔ سواؤلاً تو ثبوت اس کا آپ کے ذمہ ہے۔ بہ نقل صحیح تمام صحابہ سے ثابت کیجئے کہ سب نے نزول عیسیٰ ہی کے نسبت یہ کہا ہو۔ یہ نزل بوجود عنصری من السماء اور ثانیاً یہ عرض ہے کہ قبل از وقوع ہر ایک پیشین گوئی کی ماہیت۔ الخ!

اقول...... بعون اللہ تعالیٰ حدیث کا مطلب سمجھنا فرع ہے نفس حدیث معلوم ہونے کے۔ پس کل صحابہ سے اس حدیث کا یہی مطلب جو اہل سنت والجماعت سمجھے ہوئے ہیں۔ ثابت کرنا ضرور نہیں۔ بلکہ بروقت مطالبہ کے انہیں سے ثابت کر دینا کافی ہے۔ جن سے اس نفس احادیث کے علم کا ثبوت ہے تو مخفی نہیں کہ جو مطلب ایسا ہے کہ جس پر لفظ حدیث صریح الدلالۃ ہیں اور احتمال دوسرے معنی صحیح کا نہیں۔ پھر اہل زبان کی طرف بغیر ان کے خلاف تصریح کے یہ کیونکر گمان ہوسکتا ہے کہ وہ ایسے صریح معنی کو چھوڑ کر ایسا مطلب سمجھے ہوں جو کوئی اہل زبان وغیر اہل زبان ان لفظوں سے اس مطلب کو نکال نہیں سکتا اور کوئی اہل علم قواعد سے جو محاورہ اہل زبان کے مبین ہیں۔ اس مطلب کو ان الفاظ کے ساتھ چسپیدہ نہیں کرسکتا۔ اگر اس پر بھی نہ سمجھو تو کتب حدیث میں آثار صحابہ دیکھ کر تسکین حاصل کرلو۔ چنانچہ انہیں آثار میں سے ابوہریرہ اور عبداللہ بن عمر اور ابن عباس اور ابن مسعود کے آثار کی طرف شوکانی نے بھی اشارہ کیا ہے اور حافظ ابن کثیر نے بھی بہت سے صحابہ اور تابعین سے آثار نقل کئے ہیں اور بعضوں کے نام لے کر چھوڑ دیئے۔ چنانچہ ان میں سے ابن عباسؓ اور ابوہریرہؓ اور قتادہ اور عبدالرحمن بن زید بن اسلم ہیں۔ وغیرہم اور حسن بصری کا یہ قول ذکر کیا: ''واللہ انہ لحی الآن ولکن اذا نزل آمنوا بہ اجمعون'' اور ایسے ہی حافظ

ابن حجر نے بھی ذکر کیا۔ ان کے اقوال نہ سہی تو رسول ﷺ نے کیسا صاف فرمادیا۔ "الانبیاء اخوۃ لعلات امہاتہم شتی ودینہم واحد انا اولی الناس بعیسیٰ بن مریم لانہ لم یکن بینہ وبینی نبی وانہ نازل" اور ایسے ہی خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنے نزول کو شب معراج میں رسول اللہ ﷺ سے کہا۔ (جیسا کہ حدیث صحیح سے میں اوپر لکھ چکا ہوں) پھر اب کیا شک رہ گیا رہے یہ لفظ ینزل بوجود عنصری تو یہ جہالت آمیز لفظ وہ اہل لسان نہیں استعمال میں لاتے تھے اور جو کہ ثانیاً عرض ہے۔ اس کی تحقیق بحمد اللہ اوپر گزر چکی۔ فتذکر!

قولہ...... ترجمے میں شاہ مولانا ولی اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ الخ!

اقول...... یہ فائدہ شاہ صاحب نے تحت اس آیہ کریمہ "وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیة" کے لکھا ہے۔ آیت شریف سے مطابق کر کے دیکھو ہرگز مفید مطلب نہ پاؤ گے۔ ولا ہم ہی کسی وقت مفصلاً بیان کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ!

قولہ...... قبل از وقوع پیشین گوئی کی صحابہ کرامؓ سے لے کر آج تک سب لوگ مکلف اس امر کے ہیں کہ ظاہر پر ایمان لاویں اور تاویل اس کی حوالہ علم الٰہی کریں اور جب وہ پیشین گوئی کس طرح پر واقع ہو۔ بشرطیکہ تاویل صحیح سے ہو نہ تاویل فاسد سے تو اس کی تصدیق کریں نہ تکذیب۔

اقول...... پھر آپ نے کیوں وقوع اس پیشین گوئی کا تسلیم کرلیا۔ یہاں تو تاویل فاسد کیا صریح تحریف ہے۔ چنانچہ یہ بات اہل علم کے نزدیک بہت ظاہر ہے اور اس عاجز کی بھی تحریر سے خوب واضح ہوگیا۔ "یاایہا الذین آمنوا لما تقولون مالا تفعلون کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون" مگر میں تو ایسا جانتا ہوں کہ یہ لفظ صرف چالاکی سے لکھا ہے۔ اگر اصل مسلک یہی ہوتا تو ایسی تحریف باطلہ اور تاویلات فاسدہ کے مصدق ومعاون کیوں بنتے۔ "یقولون بافواہہم مالیس فی قلوبہم" اور یہ جو حدیث منام رسول اللہ کی لکھی تو اس میں ہم نے کوئی بات آپ کے مفید مطلب نہیں پائی۔ اگر ہو تو بیان کرو تا اس میں نظر کریں۔ اب آگے مولوی عبدالحق صاحب کے الہامات کو ان پر الٹا ہے۔ چونکہ یہ بحث چنداں مفید مطلب اور قابل اعتناد نہیں۔ لہٰذا ہم نے اس میں تفصیلی جواب سے اعراض کیا۔ مگر اس قدر کہتے ہیں کہ ہماری تحریر سے یہ بات کھل گئی اور خوب واضح ہوگئی کہ کون مخالف کتاب وسنت ہے اور کس نے طریقہ سلف صالح کو چھوڑا اور کون ملحد اور محرف کتاب وسنت بنا۔ پس کون مصداق "من شذ شذ فی النار" اور "سیصلیٰ ناراً ذات لہب" کا ہوا اور "فلا تہنوا وتدعوا الی السلم وانتم الا علون" کا مشار الیہ کون ہے اور اس سے کس بات کے طرف اشارہ ہے۔ فافہم واللہ اعلم!

قولہ...... ایہا الناس! واضح ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صعود اولیٰ آسمان پر اور نزول اخریٰ آسمان سے بوجود عنصری جو ہمارے خیالوں میں بسا ہوا ہے۔ وہ کسی حدیث مرفوع صحیح سے ثابت نہیں ہوتا اور نہ قرآن مجید میں کہیں پایا جاتا ہے بلکہ اعجاز نظام یعنی کلام اللہ الملک العلام نے اس شبہ واقعہ کا بکلی رد کر دیا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ''یا عیسیٰ انی متوفیك ورافعك الیّ الی آخر الایة'' دیکھو لفظ متوفی کو اوّل ارشاد فرمایا اور لفظ رافعک کو بعد اس کے۔

نزول مسیح، قرآن وسنت کی روشنی میں

اقول...... وباللہ التوفیق وبیدہ ازمة التحقیق ایہا الناس! واضح ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صعود اولیٰ آسمان پر اور نزول آخری آسمان سے بوجود عنصری جو سلف صالح سے بلکہ رسول اللہ ﷺ سے اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہم تک خیالوں میں بسا ہوا چلا آتا ہے۔ بالتصریح والتفصیل احادیث صحیحہ کثیرہ سے جن کو محدثین نے متواتر کہا اور آیات متعددہ سے ثابت ہے کہ جن میں شبہ اور تاویل بیجا موجب ضلالت اور الحاد ہے۔ صعود کے بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ '' ظاہر ہے کہ رفعہ کی ضمیر اسی کے طرف راجع ہے۔ جس کے طرف ضمیر قتلوہ کی راجع ہے اور یہ بات مخفی نہیں کہ قتل روح کا نہیں ہوتا۔ پس قتلوہ کی ضمیر روح کے طرف نہیں۔ لہٰذا رفعہ کی ضمیر بھی روح کے طرف نہیں تو معلوم ہوا کہ اس سے رفع روح مراد نہیں۔ پس رفع جسمی ہی مراد ٹھہرا۔ فثبت المطلوب اور فرماتا ہے۔ ''انی متوفیك ورافعك الیّ '' اس کا بیان آگے آتا ہے اور بیان صعود کا احادیث سے سنو تو اوّلاً واضح رہے کہ بعد تسلیم دو مقدموں کے جس قدر نصوص کہ نزول پر دلالت کرتی ہیں۔ وہی صعود پر بھی دلالت کرتی ہیں اور اس مطلوب میں بین المراد ہیں۔ مقدمہ اوّل یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پہلے زمین پر تھے۔ مقدمہ ثانی یہ کہ نزول سے سوائے نزول ذاتی وجسمی کے کوئی دوسرا مطلب مراد نہیں تو مقدمہ اوّل تو بدیہی الثبوت اور بلاریب مسلم ہے اور مقدمہ ثانی کو پہلے ہی ہم بحمد اللہ وحسن توفیقہ خوب مفصل ثابت کر چکے پس جن احادیث سے نزول ان کا ثابت ہوا انہیں سے ان کا صعود بھی ثابت ہو گیا۔ کیونکہ جب وہ بذات خود آسمان سے اتریں گے اور پہلے اس سے زمین پر تھے تو لامحالہ قبل اس کے وہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ وھذا ھو الصعود وھو المطلوب!

ثانیاً یہ کہ اثر ابن عباس جس کو بسند صحیح ابن ابی حاتم نے روایت کیا۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر نے ذکر کیا۔ ''عن ابن عباس قال لما اراد اللہ ان یرفع عیسیٰ الیٰ السماء خرج علی اصحابه وفی البیت اثناء عشر رجلا من الحواریین یعنی فخرج

علیهم من عین فی البیت ورأسه یقطر ماء فقال ان منکم من یکفر بی اثنا عشر مرة بعد ان آمن بی قال ثم قال ایکم یلقیٰ علیه شبهی فیقتل مکانی ویکون معی فی درجتی فقام شاب من احدهم سناً فقال اجلس ثم اعاد علیهم فقام ذلك الشاب فقال اجلس ثم اعا دعلیهم فقام الشاب فقال انا فقال هو انت ذاك فالقی علیه شبه عیسیٰ ورفع عیسیٰ من روزنة فی البیت الیٰ السماء قال وجاء الطلب من الیهود فاخذ والشبیه فقتلوه ثم صلبوه ''ابن عباس سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانا چاہا تو وہ اپنے اصحاب کے پاس آئے اور گھر میں حواریوں میں بارہ آدمی تھے۔ یعنی گھر میں چشمہ تھا۔ اس میں سے نکلے اور ان کے سر سے پانی ٹپکتا تھا تو فرمایا تم میں سے ایسے ہیں کہ میرے اوپر ایمان لانے کے بعد میرے ساتھ بار بار کفر کریں گے۔ ابن عباس نے کہا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میں سے ایسا کون ہے کہ میرا ہم شکل ہو جانا اختیار کرلے کہ میری جگہ قتل کیا جاوے۔ (یعنی یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنا چاہتے تھے تو ان کی جگہ پر قتل ہو جاوے اور وہ دھوکے میں رہیں) اور وہ میرے درجہ میں ساتھ رہے تو ان میں کا نوعمر کھڑا ہوا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ تو بیٹھ جا۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام نے وہی بات ان لوگوں سے کہی تو وہی جوان پھر کھڑا ہوگیا تو فرمایا کہ تو بیٹھ جا تو پھر وہی بات ان لوگوں سے کہی تو پھر وہی جوان اٹھ کھڑا ہوا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کام کا تو ہی ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مشابہت اس پر پڑ گئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گھر میں روشندان تھا۔ اس سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔ ابن عباس نے کہا اور یہود کے تلاشی لوگ آئے تو انہوں نے اسی ہم شکل کو پکڑ لیا۔ سو اس کو قتل کر دیا اور سولی پر چڑھا دیا۔ حافظ ابن کثیر نے اس روایت کی سند کے بارہ میں کہا۔ ہذا اسناد صحیح الیٰ ابن عباس پوشیدہ نہ رہے کہ یہ صحیح السند اثر حکم میں حدیث مرفوع کے ہے۔ کیونکہ ایسے صحابی کا قول ہے کہ اہل کتاب سے نہیں لیتے۔ چنانچہ یہ بات اپنے موقع پر مذکور ہے اور قاعدہ مسلمہ ہے کہ جو ایسے صحابی کا ایسا اثر ہو کہ جس میں رائے کو دخل نہ ہو تو وہ حکم میں حدیث مرفوع کے ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس میں رائے کو بالکل دخل نہیں۔ بھلا ایسا قصہ کون اپنی رائے سے کہہ سکتا ہے اور سچا متقی آدمی ایسا حال بغیر دوسرے واقف سے سنے۔ اپنی طرف سے کیونکر بیان کر سکتا ہے۔ پس ابن عباس کا کہنا حکماً رسول اللہ ﷺ ہی کا فرمانا ہے۔ اس سے بھی بالتصریح والتشریح صعود آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ثابت ہوگیا۔ واللہ اعلم!

اوران کےنزول کے بارہ میں اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔"وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته "اوراحادیث درباب نزول کےتواس قدر وارد ہیں کہ ان کا احصار متعذر ہے۔ان میں سے چند احادیث صحیحہ صریحہ ہم اوپر بیان بھی کرچکے۔پس واضح ہوگیا کہ بہت سی احادیث اور آیات سے صعود اولیٰ آسمان پر اور نزول آخری آسمان سے بوجود عنصری ثابت ہے۔لہٰذا یہ کہنا صاحب رسالہ کا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صعود اولیٰ آسمان پر محض افتراء ہے۔ اللہ پر اور اس کے رسول پر"ان الذین یؤذون الله ورسوله لعنهم الله فی الدنیا والآخرة واعدلهم عذاباً الیما"نعوذ بالله من ذلك!

رہی یہ بات کہ صاحب رسالہ اس آیت کریمہ"یا عیسیٰ انی متوفیك ورافعك الیٰ "سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فوت ہوجانے پر استدلال کرتے ہیں تو اس کا جواب سنو تو واضح رہے کہ ظاہر کتب لغت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ لفظ توفی دو معنی میں مشترک ہے اور کلام عرب میں استعمال اس لفظ کا دو معنی میں جاری ہے۔ایک بمعنی استیفاء یعنی پورا لینا دوسرے موت مصباح المنیر میں ہے۔"وتوفیة واستوفیة بمعنی وتوفاه الله اماته "صحاح جوہری میں بھی اسی طرح ہے اور قاموس میں بھی ایسے ہی موجود ہے اور جامع البیان میں ہے۔"التوفی اخذ الشئ وافیا "اور تفسیر فتح البیان میں ہے۔"التوفی یستعمل فی اخذالشئ وافیاً ای کاملا "تو معلوم ہوا کہ توفی کے دو معنی آتے ہیں۔ایک استیفاء،دوسرے موت،استیفاء کے معنی بھی سمجھ لو۔مجمع البحار میں ہے۔"واستوفیت حقی ای اخذته تاما "اور غیاث اللغات میں ہے۔استیفاء تمام را فرو گرفتن وبتمام گرفتن حق از منتخب وکنز وصراح انتہی تو توفی یہاں پر معنی اوّل میں مستعمل ہے۔معنی یہ ہوئے۔اے عیسیٰ میں تجھے پورا لینے والا ہوں اور اٹھانے والا ہوں۔یعنی میں تجھ کو مع جسم وجان سب لے کر اٹھالوں گا۔اب یہاں پر نہ تقدیم لفظ کی ضرورت ہے نہ تاخیر کی آیت بے تکلف اپنی معنی دیتی ہے۔ممات مسیح کو اس سے کچھ تعلق نہیں۔بلکہ ان کی حیات پر دال اور ان کے صعود جسمی کی دلیل ہے اور اس معنی کی ترجیح کے واسطے بہت قرائن ہیں کہ معنی موت کے نہیں بنتے۔

اوّل یہ کہ آیت"بل رفعه الله الیه "یہی بتاتی ہے۔دوسرے اور آیت کہ حیات پر دال ہیں۔اسی کے مقتضی ہیں۔جیسے"وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته " تیسرے اثر ابن عباس کہ حکم میں حدیث مرفوع کے ہے اور بسند صحیح ثابت جو اوپر مذکور ہوا اسی کا مبین اور مصرح ہے۔چوتھے ظاہر احادیث نزول کی اسی معنی کو چاہتی ہیں۔پانچویں"اذقـــال

اللہ ''جس کا ظرف ہے۔ یعنی مکر اللہ وہ اسی معنی کا مقتضی ہے نہ موت کا۔ کیونکہ حامی اپنے دوست کو اس وقت میں کہ دشمن اس پر حملہ کیا چاہتے ہوں اور اس کے قتل کے درپے ہوں۔ ان کے مقابلہ میں اپنے طرف سے موت کی خبر سنادی تو یہ بات ہرگز باعث تسکین نہ ہوگی اور حمایت نہ ٹھہرے گی۔ ظاہر ہے موت سے طبیعت انسانی کسی کی ہو نبی کی یا ولی کی متنفر ہوتی ہے۔ احادیث میں انبیاء کے قصص کو پڑھ دیکھو۔ زیادہ نہیں تو موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کو دیکھ لو۔ اگر کہا جاوے کہ پھر رافعک بیکار ہو جاوے گا تو میں کہتا ہوں۔ رافعک رافع ہے ابہام متوفیک کو، کیونکہ استیفاء عام ہے۔ استیفاء برفع الی السماء و بغیر رفع کو تو رافعک نے اس احتمال غیر مقصود کو دور کر دیا۔ ایسے ہی صرف رافعک بھی محتمل غیر مقصود معنی کا تھا۔ لہٰذا دونوں ہی لفظ کا فرمانا ضرور تھا۔ پس کوئی کلمہ کلام بلاغت نظام کا بیکار اور خالی فائدہ سے نہیں۔ پس یہ آیت کریمہ کھلی دلیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صعود اور رفع جسمانی کی ہے۔ اب میں اسی معنی کے چند اقوال مفسرین نقل کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ معلوم ہو جاوے کہ بھلے لوگوں نے بھی ایسے معنی کئے ہیں۔ تفسیر جامع البیان میں ہے۔ ''او متــوفيك مـن الـدنيـا وليس بوفاة موت اى قابضك من الارض لم ينالوا منك شيئا من توفيت مالى ''اور جمل حاشیہ جلالین میں ہے۔ ''فيـه وجهان اظهرهما ان الكلام علىٰ ظـاهـره من غير ادعا تقديم وتاخير فيه بمعنى انى مستوفى اجلك ومؤخرك وعـاصـمك مـن ان يـقـتـلك الـكفار الىٰ ان تموت حتف انفك من غير ان تقتل بـايـدى الـكـفار ورافعك الىٰ سمائى ''اور تفسیر انوار التنزیل میں ہے۔ ''اى مستوفى اجلك ومؤخرك الىٰ اجلك المسمى عـاصـمـا اياك من قتلهم او قابضك من الارض مـن تـوفيت مالى ''ایسے ہی تفسیر کشاف میں ہے اور اگر متوفیک کے معنی ممیتک مان بھی لیں تو اس سے تقدیم موت کی رفع پر ثابت نہیں ہوتی کیونکہ واو سے ترتیب مستفاد نہیں ہوتی۔ ابو البقاء نے کہا۔ ''الـواو فـى قـولـه ورافعك لا تفيد الترتيب لانها المطلق الجمع فـلا فـرق بـين التقديم والتاخير ''پس تب بھی ممات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس سے ثابت نہ ہوگی۔ لہٰذا یہ کہنا صاحب رسالہ کا کہ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات اوّل ہوئی اور رفع بعد کو دعویٰ بلا دلیل اور ادعاء خلاف منشاء قرآنی ہے۔ کیونکہ اگر وہاں یہ ترتیب مراد ہوتی تو کسی لفظ ترتیبی کے ساتھ فرمایا جاتا۔ ''وايـن هذا من ذاك ''اور ترتیب کلمات قرآنی مستلزم ترتیب زمانی کو نہیں کہ جو نظم میں مقدم ہے۔ وہ وقوع میں بھی مقدم ہو۔ ''ومـن ادعـى فـعليه البيان ''پس اگر مان بھی لیں کہ توفی کے معنی یہاں پر موت کے ہیں۔ تب بھی ممات مسیح اس سے

کیونکر ثابت ہوسکتی ہے۔قتادہ وغیرہ نے اس آیت کریمہ کے معنی میں کہا ہے۔"انی رافعك الیّ ومتوفیك یعنی بعد ذالك "چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ اور علامہ سیوطیؒ نے اس کو نقل کیا ہے۔یہ تقدیم وتاخیر باعث نقصان فصاحت وبلاغت نہیں۔چنانچہ بہت جگہ کلام بلاغت نظام میں موجودہ کہ نظم میں مقدم ہے اور معنی میں مؤخر وبالعکس چند مثالیں آیات کریمہ سے ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔فرمایا اللہ جل وعلانے"ولو لا کلمة سبقت من ربك لکان لزاماً واجل مسمی" قتادہؒ نے کہا"هذا من تقادیم الکلام تقول لو لا کلمة واجل مسمی لکان لزاما" اورفرمایا"انزل علی عبده الکتاب ولم یجعل عوجاً قیما"قتادہ نے کہا"هذا من التقدیم والتاخیر انزل علی عبده الکتاب قیما ولم یجعل له عوجا"اورفرمایا۔ "واذ قتلتم نفساً فادارائتم فیها"بغوی نے کہا"هذا اوّل القصة وان کان مؤخرا فی التلاوة"اورفرمایا"فلا تعجبك اموالهم ولا اولادهم انما یرید الله لیعذبهم فی الحیوٰة الدنیا"قتادہؒ نے کہا"هذا من تقادیم الکلام نقول لا تعجبك اموالهم ولا اولادهم فی الحیوٰة الدنیا انما یرید الله ان یعذبهم فی الاخرة"قس علی ہذہ! میری یہ غرض نہیں کہ یہ تقدیم وتاخیر خالی نفع سے ہے۔بلکہ سب میں خوبیاں رکھی گئی ہیں۔بعض بعض کا بیان تفاسیر میں بھی موجود ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ کے محض فضل وکرم سے ایک وجہ وجیہ میرے ذہن میں اس آیت کریمہ"انی متوفیك ورافعك"میں تقدیم وتاخیر کی آئی ہے۔کسی مصلحت سے اس وقت نہیں لکھی۔کسی دوسری تحریر میں انشاءاللہ لکھی جاوے گی۔ والله اعلم وعلمه احکم!

قولہ...... پھر اب اور دوسری آیت کو دیکھو۔"اذا قال الله یا عیسیٰ انت قلت للناس" ظاہر ہے کہ قال صیغہ ماضی ہے اور اس کے اوّل اذ موجود ہے جو خاص واسطے ماضی کے آتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ معاملہ وقت نزول آیت سے زمانہ ماضی کا ہے۔

اقول...... بتوفیق اللہ تعالیٰ وتائیدہ اولاً تقریر استدلال صاحب رسالہ کی بیان کرتا ہوں۔آیت "فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم"سے ممات مسیح نکالتے ہیں۔بنا استدلال کی دو مقدموں پر ہے۔اوّل یہ کہ توفی بمعنی موت کے ہے۔دوسرے یہ کہ سوال وجواب نزول آیت سے زمانہ ماضی میں ہوا ہے۔یہ قیامت کا قصہ نہیں۔اس ثانی مقدمہ پر دلیلیں بیان کیں۔پہلے یہ کہ صیغہ ماضی ہے اور اذ کے ساتھ ہے جو مخصوص ماضی کے ساتھ ہے۔دوسری دلیل یہ کہ اگر یہ قصہ قیامت مانا جائے تو اگر توفیتنی کے معنی امتی کے ہیں تو جو زمانہ درمیان صعود ونزول کے ہے وہ داخل

نہ ہوگا اور اگر رفعنی کے ہیں تو وہ خلاف محاورہ ولغت ہے اور پھر نزول بعد جب وفات ہوئی۔ وہ زمانہ داخل نہ ہوا۔ پس جواب ناقص رہا۔ جواب میں یہ عاجز عرض کرتا ہے کہ مقدمۂ اولیٰ کہ توفی کے معنی اس جگہ موت کے ہیں۔ مسلم نہیں بلکہ معنی توفیتنی کے استوفیتنی کے ہیں۔ جس کو ہم پہلے لغت سے ثابت کر چکے ہیں اور قرائن مسطورہ بالا یہاں پر بھی قائم ہیں۔ تقریب جب ہی تمام ہوگی کہ جو معنی خلاف مقصود ہیں۔ ان کا تعذر ثابت کرو اور یہاں اس کے خلاف پر قرائن موجود ہیں۔ پس دلیل تام نہ ہوئی اور اس سے ممات مسیح ثابت نہ ہوئی۔ بلکہ اس سے ان کی حیات نکلتی ہے۔ چاہے یہ قصہ رفع کے بعد کا کہا جاوے یا روز قیامت کا اور مقدمہ ثانی بھی مسلم نہیں اور یہ جو کہا کہ صیغہ ماضی اور اذ ہے تو صیغہ ماضی اور اذ سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ قصہ قیامت کا نہیں۔ کیونکہ کلام مجید میں بہت جگہ حالات قیامت کا ذکر اذ اور صیغہ ماضی کے ساتھ آیا ہے۔ چند آیات تمثیلاً لکھتا ہوں۔ فرمایا اللہ جل شانہ نے ”اذتبرو الذین اتبعوا من الذین اتبعو ورأوا العذاب وتقطعت بهم الاسباب وقال الذين“ اس آیت میں چار جگہ صیغہ ماضی اور اذ واقع ہے اور فرمایا۔ ”ونادىٰ اصحاب الجنة اصحاب النار“ اور فرمایا۔ ”وناد واصحاب الجنة ان سلام علیکم“ اور فرمایا ”ونادی اصحاب الاعراف رجالاً“ اس رکوع میں چار جگہ صیغہ ماضی بمعنی مستقبل وارد ہے اور فرمایا ”وبرزوالله جميعاً فقال الضعفاء“ اس آیت میں تین جگہ وارد ہے اور فرمایا۔ ”ولوترىٰ اذ وقفوا علىٰ ربهم قال اليس هذا باالحق قالوا بلىٰ وربنا قال فذوقوا“ اس آیت میں چار جگہ وارد ہے اور فرمایا ”ونادوا يا مالك ليقض علينا ربك قال انكم ماكثون“ اور فرمایا۔ ”ولوترى اذ وقفوا على النار فقالوا“ اور فرمایا۔ ”ونفخ في الصور فصعق من في السمٰوٰت“ اس رکوع میں آٹھ جگہ صیغہ ماضی بمعنی مضارع ہے۔ اور فرمایا ”وسيق الذين كفروا الىٰ جهنم زمراً“ اس رکوع میں بھی متعدد جگہ واقع ہے۔ حاصل یہ کہ کلام مجید میں یہ بات بہت شائع ہے کہ حالات قیامت اور کیفیات آخرت کو کہ جو زمانہ مستقبل کے ساتھ متعلق ہیں۔ ان کو ماضی کے صیغوں اور ماضی کے لفظوں کے ساتھ بسبب تحقق وقوع یا حکایت حال کے ذکر کیا ہے اور بہت جگہ یہ بات سیاق وسباق سے پہچانی جاتی ہے۔ چنانچہ اس آیت میں بھی ”يوم يجمع الله الرسل فيقول ماذا اجبتم“ سے پڑھ کر دیکھو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ قیامت کا قصہ ہے۔ پس یہ دلیل صاحب رسالہ کی ان کو مفید نہ ہوئی اور ان کی تقریب ناتمام رہ گئی اور ناتمامی دلیل ثانی کا بیان سنو تو ہم کہتے ہیں کہ توفیتنی کے معنی استوفیتنی کے ہیں۔ (یعنی شق ثانی کو اختیار کیا) اور توفی کے معنی استیفاء کے

پہلے ہم لغت سے ثابت کر چکے ہیں اور یہ جو کہا کہ نزول کے بعد جب وفات ہوئی۔ وہ زمانہ داخل نہ ہوا۔ تو واضح رہے کہ اللہ جل شانہ کی طرف سے کچھ ان کے سوانح عمری اور ان کی سرگزشت کا سوال نہیں بلکہ سوال تو اس قدر ہے کہ تم نے کیا لوگوں کو اپنی اور اپنی ماں کی عبادت کے واسطے کہا تھا۔ یہ سوال کفار کے کہ جو حضرت عیسیٰ اور ان کی ماں کو پوجتے ہیں۔ ان کے رسوا کرنے کے لئے ہوگا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کا جواب کئی طور پر دیں گے۔ اوّل یہ کہ میں تو تیری پاکی بولنے والا ہوں کہ تو سب عیبوں سے پاک ہے جو ایسا ہو۔ اس کا کوئی شریک کیونکر ہو سکتا ہے۔ پھر بھلا میں ایسی نالائق بات کیسے ان کو تعلیم کرتا۔ دوسرے یہ کہ تو تو علام الغیوب ہے۔ اگر میں ان کو ایسی بات کا حکم کرتا تو تو ضرور اس سے واقف ہوتا۔ تیسرے تصریح ہے کہ میں نے تو وہی کہا تھا جو کہنے کا تو نے مجھ کو حکم فرمایا تھا کہ اے لوگو! اس کو پوجو جو ہم سب کا پروردگار ہے۔ چوتھے یہ کہ جب تک میں ان میں موجود تھا تو ان کی خبر رکھتا تھا اور جب تو نے مجھ کو لے لیا تو تو ہی ان کا نگہبان رہا۔ غرض یہ کہ میری موجودگی میں تو تیرے سواء اور کسی کی میری یا میری ماں کی پرستش نہ کرنے پائی۔ میری ناموجودگی میں جو کچھ انہوں نے کیا وہ تو ہی جانے میں اس کو کیا جانوں۔ میرے پیچھے انہوں نے جو چاہا سو کیا۔ اگر میری مرضی اور کہنے سے ہوتا تو میرے سامنے بھی کیا جاتا۔ چنانچہ جب اوّل حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر موجود تھے۔ تب بھی ان کی پرستش کوئی نہ کرتا تھا یہ تو سب پیچھے شروع ہوا۔ پھر جب نزول فرمادیں گے تب بھی سواء رب العالمین کے غیر کی عبادت نہ رہے گی۔

چنانچہ تفصیل اس کی احادیث میں موجود ہے۔ پس جواب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بہت ٹھیک اور خوب کامل رہا۔ پس دلیل ثانی بھی صاحب رسالہ کی فاسد ہوگئی۔ دوسرے یہ کہ معظم زمانہ کا ذکر جس میں کفار مسیح و مریم کی عبادت کرتے تھے۔ ذکر کردیں گے کیونکہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مقصود انہیں کا سنانا ہے اور اس قلیل زمانہ کا ذکر چونکہ مفید مقصود نہیں۔ چھوڑ دیں گے۔ فلا محذورا

تیسرے ہو سکتا ہے کہ وہ اس زمانہ کا بھی ذکر کریں۔ اللہ جل شانہ نے اس کا ذکر اس جگہ مصلحت سے چھوڑ دیا ہو بہرصورت جواب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ناقص نہ ہوا۔ پس دوسری دلیل بھی صاحب رسالہ کی باطل ہوگئی اور اس آیت کے قصہ قیامت ہونے کا کوئی مانع نہ رہا۔ بلکہ مخالف اس کے قصہ قیامت ہونے پر سیاق وسباق کو قرینہ قائم کر سکتا ہے۔

دوسری وجہ یہ بیان کر سکتا ہے کہ اللہ علیم وخبیر کو تو سب چیز کی خبر ہے اس کو پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ پوچھنا تو دوسروں ہی کے سنانے کے واسطے ہے۔ وہ کفار ہیں جنہوں نے عیسیٰ اور مریم کو خدا ٹھہار کھا ان کے رسوا کرنے کے لئے پوچھا جاوے گا۔ کہ ان کا معبود جن کی تابعداری کا

دم بھرتے تھے۔ وہی ان سے منکر ہو جاویں تو یہ قیامت ہی کا روز ہوگا۔ جس دن اوّلین وآخرین سب جمع ہوں گے۔ چنانچہ مؤید اس کی وہ حدیث ہے۔ جس کو ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ اور ابن عساکر نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے۔ ”عن ابی موسیٰ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا کان یوم القیامة یدعیٰ بالانبیاء وامهاتم ثم یدعیٰ بعیسیٰ فیذکره نعمته علیه فیقربها فیقول یا عیسیٰ بن مریم انکر نعمتی علیك الایة ثم یقول أانت قلت للناس اتخذونی وامی الهین من دون الله فینکر ان یکون قال ذالك فیوتی بالنصاری فیسئلون فیقولون نعم هو امرنا بذلك فیطول شعر عیسیٰ حتیٰ یاخذ کل ملك من الملائکة بشرعة من شعر راسه وجسده فیحاتیهم من یدی الله مقدار الف عام حتیٰ یوقع علیهم الحجة “اور قتادہ وغیرہ سے بھی اس آیت میں قیامت کے دن کا قصہ ہونا منقول ہے۔ پس اس آیت سے ممات مسیح پر استدلال کرنا بالکل باطل ہوگیا۔ والله اعلم وعلمه اتم!

قولہ...... اگر کوئی کہے کہ پھر اس آیت کے کیا معنی ہوں گے کہ ”ان من اهل الکتاب الالیؤمنن به قبل موته “تو جواب اس کا یہ ہے کہ ضمیر قبل موتہ میں راجع طرف کتابی کے ہے۔ اس واسطے کہ دوسری قرأت میں یوں آیا ہے جو بیضاوی وغیرہ میں لکھی ”الا لیؤمنن به قبل موتهم بضم النون “پس تفسیر آیت ایسی چاہئے جو موافق ہو قرأت دوسری کے نہ ایسی تفسیر جو مخالف۔ الخ!

اقول...... مستعینا باللہ جل وعلا آپ کے پیر جی (توضیح مرام ص۸، خزائن ج۳ ص۵۲) میں لکھتے ہیں۔ اگرچہ حضرت مسیح کے بہشت میں داخل ہونے کا تصریح کہیں ذکر نہیں۔ لیکن ان کے وفات پا جانے کا تین جگہ ذکر ہے۔ اس کے حاشیہ میں تین آیتوں میں سے ایک یہ آیت بھی لکھی ہے۔ ”وان من اهل الکتاب “اور (ازالہ اوہام ص۳۸۵، خزائن ج۳ ص۲۹۹) میں اسی آیت کے ذکر میں لکھتے ہیں: ”غرض قرآن شریف میں تین جگہ مسیح کا فوت ہو جانا بیان کیا گیا ہے۔“

اور اسی (ازالہ اوہام ص۶۰۲، خزائن ج۳ ص۴۲۵) میں لکھتے ہیں۔ چوتھی آیت جو مسیح کی موت پر دلالت کرتی ہے۔ وہ یہ آیت ہے۔ ”وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته “تو دیکھو آپ کے پیر جی نے ارجاع ضمیر موتہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے طرف ثابت رکھ کر لفظ میں نسبت موت کی ان کے طرف دیکھ کر اس سے موت مسیح ثابت کرلی۔ جب انہوں نے ممات مسیح کی اس آیت سے ثابت کی اور اس آیت کو ممات مسیح پر دال بتایا تو اس وقت ”قرأت

قبل موتهم '' کیوں پس پشت ڈالی گئی اور اس وقت یہ قاعدہ کہ (تفسیر آیت ایسی چاہئے جو موافق ہو قرأت دوسری کی نہ ایسی جو مخالف ہو) کدھر گیا تھا'' واذ ادعوا الی اللّٰہ ورسولہ اذا فریق منھم معرضون وان یکن لھم الحق یاتوا الیہ مذعنین افی قلوبھم مرض ام ارتابو '' ہم کہتے ہیں جس وجہ سے مرزا قادیانی نے موتہ کی ضمیر کو عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے خاص رکھا ہے۔ پھر اس سے ممات مسیح نکالی اسی وجہ سے موتہ کی ضمیر کو ہم بھی عیسیٰ کے واسطے خاص رکھ کر قطعی طور پر اس آیت سے حیات مسیح ثابت کرتے ہیں۔ بیان اس کا یہ ہے کہ اس صورت میں معنی آیت کے کہ جن پر آیت صریح الدلالۃ بین المراد ہے یہ ہوں گے کہ تمام اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مرنے سے پہلے ایمان لے آویں گے اور یہ بات قطعی ہے کہ اب تک تمام اہل کتاب ایمان نہیں لائے۔ پس قطعی طور پر معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب تک نہیں مرے اور ہماری طرف سے قرأت ''قبل موتھم وامثالھا '' کا وہی جواب ہے۔ جو مرزا قادیانی کی طرف سے ان کے اثبات مطلوب میں اس کا جواب ہے۔ مگر فرق اس قدر ہے کہ اثبات وفات اس آیت سے بنابر نافہمی صریح یا تحریف وتیج کے ہے اور اثبات حیات دلالت اصلیہ اور محاورہ عربیہ پر پس بنابر مقدمہ مسلمہ مرزا قادیانی کے کہ ان کی دلیل کا جز ہے۔ یہ آیت قطعی الدلالت ہے۔ حیات مسیح پر۔ وھذا ھو المطلوب فافھم واتبع الحق ولا تتبع الھویٰ!

قولہ...... اب میں اس آخر حصہ اوّل کو مزین کرتا ہوں۔ ساتھ بعض صفات اس مسیح الزمان کے جو حدیثوں سے معلوم ہوتے ہیں۔ حلیہ تو اس کا صحیح بخاری میں لکھا ہے۔ وہ گندم گون ہے اور اس کے بال گھونگر والے نہیں اور کانوں تک لٹکتے ہیں۔

اقول...... میں پوچھتا ہوں کہ یہ صفات جو آپ نے بیان کئے آیا ہر ایک ان میں کا مسیح موعود ہونے کو بالاستقلال ثابت کرتا ہے۔ یا دوسرے اوصاف کے انضمام کی بھی ضرورت ہے۔ شق اوّل باطل ہے ورنہ لازم آوے گا کہ ہر وقت میں ہزاروں مسیح موعود ہوں۔ مثلاً گندم گوں غیر گھونگر والے بال کانوں تک لٹکتے اس وقت ہزاروں کے ملیں گے کیا یہ سب مسیح موعود ہو جاویں گے؟ درصورت شق ثانی کل اوصف کے جو قرآن وحدیث میں بتائے گئے ہیں۔ انضمام کی ضرورت ہے یا بعض کی شق ثانی باطل ہے۔ بوجہ مسطور وغیرہ من الوجوہ کما لا یخفی!

پس متعین ہوا کہ تمام اوصاف کے انضمام کی اور سب کے مصداق بنانے کی ضرورت ہے تو جب تک کہ سب اوصاف کا مصداق نہ بناویں۔ ہرگز مطلب ثابت نہیں ہو سکتا تو میں کہتا ہوں کہ مرزا قادیانی کو ان سب اوصاف کا جو مخبر صادق نے بتائے ہیں۔ مصداق بنانا ہرگز ممکن

نہیں۔ کیونکہ انہیں اوصاف میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مسیح موعود کے نزول سے پہلے دجال خروج کر کے روئے زمین پر فساد پھیلائے گا اور یہ یہاں اب ممکن نہیں اور ایسے ہی بہت سے علامات اور صفات ہم احادیث صحیحہ سے اوپر مفصلاً بیان کر چکے ہیں کہ ان کا مصداق بنانا مرزا قادیانی کو ہرگز ممکن نہیں۔ پس یہ صفات کہ صاحب رسالہ نے بیان کئے۔ ہرگز مفید مطلب اور فائدہ بخش مدعا نہ ہوں گے۔ لہٰذا مجھ کو ہر ایک کے علیحدہ علیحدہ جواب لکھنے کی حاجت نہ تھی۔ مگر ایضاحاللحق واتماما للحجۃ ہر ایک کا جواب لکھتا ہوں۔

قولہ...... نسب اس کا صحیح مسلم وغیرہ میں لکھا ہے۔ ''لوکان العلم مطلقاً بالثریا لنا له رجل من ابناء فارس''

اقول...... یہ صفت اگر مسیح موعود ہونے کے لئے لکھی ہے تو یہ بات ہرگز مسیح موعود کے صفات سے نہیں ظاہر ہے کہ یہ فارس کے صفات سے ہے اور مسیح علیہ السلام فارس سے نہیں۔ پھر اس سے اور مدعا سے کیا نسبت اور اگر کسی دوسری غرض سے لکھی ہے تو اس سے ہم کو اس جگہ غرض نہیں۔ مگر اس جگہ لکھنا بے موقع ہونے سے خالی نہیں۔

قولہ...... ایک مرد مسلمان ہوگا اور مسلمانوں میں پیدا ہوگا۔

اقول...... یہ بات ہرگز مسیح موعود کی صفات سے نہیں بھلا یہ کون سی آیت یا حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ مسیح موعود مسلمانوں میں پیدا ہوں گے۔ ایسی باتیں کرنا کیسا صریح افتراء ہے۔ اللہ پر اور اس کے رسول پر۔ ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذباً!

اشتہار

مخفی نہ رہے کہ صاحب رسالہ نے اعلام الناس حصہ ثانی کے ص ۹۲ میں اپنی حکمت عملی سے اس بات کا اشتہار دیا کہ جو کوئی صعود و نزول عیسیٰ بن مریم کو بوجود عنصری کسی حدیث صحیح مرفوع متصل صریح الدلالۃ سے نصاً ثابت کر دے تو میں فی حدیث اس کو بیس روپے حق المحنت دوں گا تو ناظرین پر واضح رہے کہ اس عاجز نے کس خوبی کے ساتھ آیات متعددہ اور احادیث کثیرہ متواترہ سے صعود اور نزول حضرت عیسیٰ بن مریم کو بوجود عنصری ثابت کر دکھایا۔ بس مؤلف اعلام الناس کا صدق اور حق پسندی اور طلب راہ حق اسی سے ظاہر ہو سکتا ہے۔ اب میں بذریعہ اشتہار مؤلف اعلام اور ان کے پیرو اور ان کے تمام ہم خیالوں کو اطلاع دیتا ہوں کہ جو کوئی ان میں کا کسی آیت یا حدیث صحیح مرفوع صریحۃ الدلالۃ سے نصاً اس بات کو ثابت کر دیں کہ مسیح موعود مسلمانوں میں پیدا ہوں گے اور مسیح موعود وہی مسیح بن مریم علیہما السلام نہیں تو میں اس کو چالیس روپے حق المحنت دوں گا

اور میرا یہ اقرار بہت سچا اور صحیح سمجھا جاوے۔والسلام!

قولہ...... اور صفت اس کی یہ کہ باطل کرے گا۔دین نصرانیہ۔

اقول...... تحقیق اس کی روایات کی اوپر گزر چکی۔

قولہ...... اگر کوئی کہے کہ قتل خنزیر اور کسر صلیب کی جو تم نے یہ معنی کئے تو یہ خلاف ظاہر ہیں۔تو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ معنی صرف ہم نے ہی نہیں کئے۔شروح بخاری کو دیکھو۔

اقول...... شروح بخاری کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اس قول نبوی کے معنی یہ ہیں کہ نصرانیت کو باطل کریں گے اور کسر صلیب اور قتل خنزیر استعارہ کے طور پر بولا گیا ہے۔ایسی نص کو ظاہر سے بلاوجہ پھیرنا تو انہیں کا کام ہے۔جن کو نہ اللہ کا ڈر ہے نہ لوگوں کی شرم بلکہ شراح بخاری کی غرض یہ ہے کہ اس قتل خنزیر اور کسر صلیب سے مقصود ابطال نصرانیۃ ہوگی اور وہ یہ کر کے نصرانیۃ کو مٹادیں گے۔دیکھو فتح الباری میں ہے۔فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ای یبطل دین النصرانیة بان یکسر الصلیب حقیقتاً پس اس سے اور آپ کے مسیح سے کیا نسبت ہے۔

قولہ...... بھلا کوئی بتلادے تو کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت خاتم النبیین تک کسی نبی نے یہ پیشہ اختیار کیا ہے کہ خنزیروں کا شکار کھیلتا پھرے۔جب یہ بات عادتاً تمام انبیاء کے خلاف ہے تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیونکر خنزیروں کا شکار کریں گے۔

اقول...... یہ کہنا کہ یہ بات عادتاً تمام انبیاء کے خلاف ہے۔جب صحیح ہو کہ یہ بات ثابت کردو کہ کسی نبی نے اس کو نہیں کیا اور یہ بات ثابت نہیں غایۃ مافی الباب یہ کہا جاوے کہ کسی نبی سے اس کا کرنا منقول نہیں تو عدم نقل سے یہ لازم نہیں آتا کہ واقع میں کیا نہ ہو۔پس جب یہ بات (کہ یہ عادتاً تمام انبیاء کے خلاف ہے) صحیح اور ثابت نہیں تو جو اس پر تفریع کی (کہ پھر عیسیٰ کیونکر کریں گے) وہ بھی صحیح اور ثابت نہیں۔وھو المطلوب!

دوسرے میں کہتا ہوں کہ مقدم اور تالی میں ملازمت نہیں کیونکہ آدم علیہ السلام سے لے کر کسی نبی کے نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ پھر کوئی نبی اس کو نہ کر سکے۔دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔"لکل جعلنا منکم شرعة ومنھا جاً "یعنی ہم نے ہر ایک نبی کے لئے ایک دستور اور راہ بنائی اور ظاہر ہے کہ بعض بعض نبی بعض صفت وحکم میں مخصوص ہوئے کہ دوسرے کے واسطے وہ حکم وصفت نہ ہوئی۔چنانچہ بخاری اور مسلم کی متفق علیہ حدیث میں ہے کہ غنیمت خاص ہمارے

حضرت خاتم النبیین کے وقت میں حلال ہوئی کہ پہلے کسی کے واسطے حلال نہ تھی۔ ایسے ہی آپ کی ہی خاص شریعت میں تمام زمین جائے نماز ہوگئی کہ جہاں چاہیں نماز پڑھ سکتے ہیں اور زمین پر تیمم مشروع ہوا کہ پہلے کسی کے واسطے یہ بات نہیں ہوئی تھی اور جناب خاتم النبیین کے واسطے یہ بھی بات خاص ہوئی کہ آپ تمام لوگوں کے طرف رسول کر کے بھیجے گئے اور پہلے نبی کسی خاص قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے۔ ایسے ہی اور بات بہت سی باتیں کہ احادیث کے مطالعہ سے ظاہر ہوتی ہیں تو اگر آدم علیہ السلام سے لے کر کسی نبی نے قتل خنزیر نہ کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کریں گے۔ تو کون سا محذور لازم آتا ہے۔

تیسرے صاحب رسالہ کا مقدمہ مسلمہ ہے کہ مسیح موعود ایک حاکم ہوں گے۔ حکام شریعت خاتم النبیین سے اور موافق شریعت محمدی کے عمل درآمد کریں گے تو میں کہتا ہوں کہ قتل خنزیر بھی ایک حکم ہے۔ احکام شریعت خاتم النبیین سے کہ مقید ہے ایک وقت خاص کے ساتھ وہ وقت نزول ابن مریم کا ہے اور اس پر دلیل یہی حدیث ''یقتل الخنزیر'' ہے۔ پس حضرت عیسیٰ کو اس پر عمل درآمد کرنا ضرور ہوگا۔ چاہے کسی نبی کی عادت کے موافق ہو چاہے مخالف ان کو اس سے کیا کام ان کو تو احکام شریعت محمدی کا بجالانا ہے۔ پس یہ کہنا کہ جب یہ بات عادتاً تمام انبیاء کے خلاف ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیونکر کریں گے غیر صحیح ہے۔ کما لا یخفی!

چوتھے کیا رسول اللہ ﷺ نے کتوں کو نہ مروایا تھا اور عام طور پر کتے مارے گئے۔ پھر خنزیروں میں کون سا استبعاد ہے۔ مگر اصلی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جو لوگ سچے مسیح کے جھوٹے تابعدار ہوئے انہیں کو خنزیر محبوب رہے تو جن کی اصل ہی جھوٹی ہے یعنی ان کے مسیح ہی جھوٹے ہیں تو ان کو تو اور بھی احب ہوں گے۔ پھر بھلا ان کے مارنے کی راہ کیوں نکالنے دیں گے اور ایسی سبیل کیوں تجویز ہونے دیں گے۔ جس سے خنازیر قتل ہوں۔ مگر وہ کچھ کریں اللہ تعالیٰ تو اپنے نبی کی پیش گوئیوں کو ضرور ہی سچا کرے گا۔ گو منکرین کیسے ہی ہاتھ پیر چلائیں۔ یہاں پر یہ بھی بات قابل دید و غور ہے کہ اب کہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ احادیث صحیحہ کے صریح مضامین پر کھلے کھلے طعن کرنے لگے۔ کہتے ہیں حضرت عیسیٰ کیونکر خنزیروں کا شکار کھیلتے پھریں گے۔ سبحان اللہ! یہ کیسی دیانت ہے۔ ''نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یهده الله فلا مضل له ومن یضلل فلا هادی له''

قولہ...... ان کے وقت میں ایسے عوائق شرعیہ پیش آویں گے کہ جہاد ظاہری کا وقت نہ ہووے گا۔

اقول...... کیا یہ محض افترائی دعویٰ نہیں ہے۔ بھلا یہ کون سی آیت یا حدیث سے معلوم ہوا کہ ان کے وقت میں ایسے عوائق شرعیہ پیش آویں گے۔ کیا ایسی جھوٹی باتیں بنانے والا خاص کر امور دینیہ میں وعید ''لعنة الله علی الکاذبین '' میں داخل نہیں اور میں ابتداء میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کفار سے قتال و جہاد کرنا احادیث سے اوپر ثابت کر چکا ہوں۔ فتدبر

قولہ...... چھٹی صفت اس کی یہ کہ لوگوں کو مال کے طرف بلا دے گا اور کوئی قبول نہ کرے گا۔ پڑھو اس حدیث کو ''لیدعون الیٰ المال فلا یقبله احد '' تم سمجھے اس کے کیا معنی ہیں۔ ایک معنی یہ بھی ہیں جو ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔ اس مسیح وقت نے اوّل تو دس ہزار روپے کا اشتہار مندرجہ براہین احمدیہ تمام دنیا کے اطراف میں مشتہر کیا ہے۔

اقول...... سوائے جواب مذکورہ بالا کے میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے ہرگز یہ معنی نہیں۔ دیکھو بخاری اور مسلم کی متفق علیہ روایت میں اس طرح ہے۔ ''ویفیض المال حتی لا یقبله احد '' یعنی مال کی کثرت ہوگی کہ کوئی اس کو قبول نہ کرے گا اور احمد کی روایت میں یوں وارد ہے۔ ''ویعطی المال حتیٰ لا یقبل '' یعنی لوگوں کو یہاں تک مال دیں گے کہ کوئی قبول کرنے والا نہ ملے گا۔ ناظرین! ذرا غور فرمادیں کہ صاحب رسالہ نے جو معنی لکھے بھلا الفاظ نبویہ کے یہ معنی ہوسکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ حاصل روایات کا تو یہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو مال کی بہت کثرت ہو جاوے گی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو اس قدر مال دیں گے کہ پھر کسی کو حاجت نہ رہے گی اور کوئی قبول نہ کرے گا اور یہاں بھلا اس کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ خود ہی مسیح اوروں سے مانگ رہے ہیں۔ دیکھو (فتح الاسلام ص۵۰،۵۱، خزائن ج۳ ص۳۰)

قولہ...... ساتواں وصف اس کا یہ ہے کہ شحناء اور تحاسد اور تباغض اس کے سبب سے جاتا رہے گا۔ اس صفت کا بھی شروع ہو چلا ہے۔ جو لوگ اس مسیح وقت سے حسن ارادت رکھتے ہیں ان میں یہ صفات ذمیمہ نہیں پائے جاتے۔

اقول...... علاوہ جواب سابق کے میں کہتا ہوں کہ صحیح مسلم کا لفظ یہ ہے۔ ''ولتذهبن الشحناء والتباغض والتحاسد '' اور بروایت مستدرک حاکم یہ مضمون اس طرح ادا کیا گیا ہے۔ ''وتقع الامنة علی اهل الارض حتی ترعی الاسود مع الابل والنمور مع البقر والذیاب مع الغنم ویلعب الصبیان مع الحیات '' یعنی زمین والوں میں امن

ہوجاوے گی کہ سانپ اور اونٹ ایک جگہ چریں گے اور چیتے بقر کے ساتھ اور بھیڑیے غنم کے ساتھ اور لڑکے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے۔ تو واضح رہے کہ یہ عداوت اور تحاسد اور تباغض کا لوگوں سے اٹھ جانا تو جب ہی ہوگا کہ سب لوگ ایک ملت ہو جاویں گے اور مال کی ایسی کثرت ہوگی کہ کوئی کسی کا محتاج نہ ہوگا۔ پھر کوئی کسی سے کیوں حسد وبغض وعداوت وجھگڑا کرے گا۔ لہٰذا تمام لوگوں میں امن ہو جاوے گی۔ پس اس سے اور جو صاحب رسالہ نے رفع عداوت وغیرہ بیان کیا ہے۔ کیا نسبت ہے اور ایسے تو قاعدہ کی بات ہے کہ جب چند لوگ کسی ایک مسلک حق یا باطل پر متفق ہوتے ہیں تو شروع شروع ان میں اتفاق اور محبت ہو ہی جاتی ہے۔ پھر قادیانی سے کیا ہوا۔ ''فاتعظوا'' اس صفت کا وقوع جب ہی ہوگا کہ تمام لوگ ایک ملت ہو جاویں اور تحاسد اور تباغض جاتا رہے۔ واللّٰہ اعلم!

قولہ..... حضرت عالی سیدنا ومولانا ﷺ بطور پیشین گوئی کے فرما چکے ہیں کہ اس امت پر ایک زمانہ۔ الخ! تب فارس کے اصل میں سے ایک ایمان۔ الخ! کا۔

اقول..... حاصل کلام یہ کہ مرزا قادیانی نے (فتح الاسلام ص۳، خزائن ج۳ ص۹) میں لکھا ہے کہ رسول اللّٰہ ﷺ بطور پیشین گوئی کے فرما چکے ہیں کہ جب میری امت سخت درجہ کی یہودیوں کے ساتھ مشابہت پیدا کر لے گی۔ تب فارس کے اصل میں سے ایک ایمان کا تعلیم دینے والا پیدا ہوگا۔ تو میں کہتا ہوں کون سی روایت میں ہے کہ رسول اللّٰہ ﷺ نے یہ فرمایا کسی روایت سے اس کا ثبوت پہنچاویں۔ ''والا وعید من کذب علی متعمداً فلیتبوا مقعده من النار'' میں داخل ہوں گے اور یہ بھی ایک ان کی دلیل مسیحیت ہو جاوے گی۔ ن

قولہ..... داں نشان اس کا یہ ہے کہ کوئی مخالف اس کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتا اور اس کے مقابلہ سے ہر مخالف پر موت سی آجاتی ہے۔ صدق رسولہ الکریم ''فلا یحل لکافر یجد من ریح نفسه الامات''

اقول..... قطع نظر جواب مسطور الصدر کے یہ غرض ہے کہ ابھی عرصہ بیس پچیس روز کا ہوا کہ دہلی کے مناظرہ میں جناب عالم المعی مولوی محمد بشیر صاحب سہسوانی مدظلہ کے مقابلہ سے کون بھاگتا نظر آیا۔ افسوس پہلے سے ایسے عہد وشرائط کئے تھے تو اپنے آپ کو قیدی سی کر کے تین روز ٹھہرا لیتے راتے رات بھاگنے کی کیوں رسوائی اٹھاتے۔ اب یہاں کس پر موت پڑی؟ سچ ہے۔ ''الحق یعلو ولا یعلی''

تنبیہ

اب یہاں پر تو تمام مخالفین کو کافر بنادیا اور جب مخالفین درخواست مباہلہ کرتے ہیں تو یہ عذر پیش کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں سے مباہلہ کیسے کریں۔ سبحان اللہ! کیسی دیانت ہے کہ جس نے شان مسلمانی کو بھی دھبا لگا دیا۔

واضح رہے کہ تحقیق لا یحل لکافر یجد کی اوپر بیان ہو چکی ہے۔

قولہ..... دسویں علامت ما بہ الامتیاز اصیل مسیح اور اس مثیل مسیح میں یہ ہے کہ اصل مسیح نے نکاح نہیں کیا تھا اور نہ اس کے کوئی اولاد ہوئی تھی اور مثیل مسیح نکاح بھی کرے گا اور پیدا کی جاوے گی اس کے لئے اولاد یہ نشان بھی اس میں بخوبی موجود ہے۔

اقول..... یہ دعویٰ محض باطل ہے۔ بھلا یہ کہاں ہے کہ یہ بات مسیح اور مثیل مسیح میں ما بہ الامتیاز ہے اور بعض حدیثوں میں نکاح کرنے کا جو ذکر ہے تو اس طرح پر ہے کہ اس وقت میں مسیح نکاح کریں گے۔ چنانچہ لفظ حدیث یہ ہے۔ ''ان عیسی اذ ذاك یتزوج'' اس سے صاف طور پر یہ بات معلوم ہوئی کہ وہی مسیح اب نکاح کریں گے۔ جنہوں نے پہلے نکاح نہ کیا تھا۔ اثنینیۃ ہی نہیں تو پھر امتیاز کس میں باقی آگے جو کچھ آخر رسالہ تک لکھا۔ اس کا جواب اوپر مفصلاً گزر چکا۔ اعادہ کی حاجت نہیں۔ الحمدلله والمنة کہ اس وقت میں کہ اخیر ربیع الآخر ۱۳۰۹ھ تیرہ سو نو ہے۔ رسالہ اعلام الناس کے مختصر جواب سے فارغ ہو گیا۔

ایک خواب

ناظرین اگر نظر غور اور انصاف سے اس رسالہ کو ملاحظہ فرمادیں گے تو یقیناً اس بات کو جان لیں گے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے یہ دعاوی بحکم شرع محض باطل اور قرآن وحدیث کے بالکل خلاف وفاسد ہیں اور جو شخص ایسے عقائد اور مسائل کا معتقد ہوا۔ بلاشبہ وہ چاہ ضلالت میں پڑ گیا۔ اس جگہ پر مجھ کو اپنے ایک خواب کا بیان کرنا مناسب معلوم ہوا تو اوّلاً واضح رہے کہ یہ بات تمام اہل اسلام کے نزدیک مسلم ہے کہ جھوٹ بولنا سخت گناہ ہے اور پھر دین کی بات میں کہ اور بھی زائد اور خاص کر خواب جھوٹے بنا کر کہنا کہ قیامت کے روز دو جو میں گرہ لگانے کا حکم ہوگا پس مسلمان ان وعدوں پر واقف ہو کر جھوٹے خواب بنا کر کہنے پر ہرگز جرأت نہیں کر سکتا۔ یہ اس واسطے میں نے لکھا کہ اس بیان خواب میں میں جھوٹ نہیں بولنے کا اور میری طرف ہرگز اس کا گمان نہ کیا جاوے تو واضح رہے کہ جب میں نے اس فتنہ کا حال سنا اور ان لوگوں کی تحریرات نظر سے گزریں (اور ایک مدت تک مجھ کو مطلق اس کی اطلاع نہ تھی۔ فی الحال مجھ کو اس کی پوری کیفیت کھلی۔ اسی واسطے جواب

اعلام الناس میں دیر ہوئی۔ ولا جس وقت اعلام الناس شائع ہوئی تھی اگر مجھ کو اطلاع ہو جاتی تو ذات باری سے امید تھی کہ اسی وقت اس کا جواب تیار ہو جاتا) خیر میں اپنے ہادی مطلق سے مرزا قادیانی کے بارہ میں راہ صواب کی طلب کیا کرتا تھا اور اپنے ہادی حق سے دعا کیا کرتا تھا کہ اس بارہ میں مجھ کو طریق حق دکھا اور اس پر مضبوط رکھ اور ہر طالب حق کو ایسا ہی چاہئے۔ ایک روز میں نے قنوت وتر میں بھی اس کی دعا مانگی اور سو گیا تو خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں ایک جگہ مسجد کے پاس کھڑا ہوں۔ مسجد کے احاطہ کے اندر اتنے میں کچھ شور سا ہوا کہ مرزا آتے ہیں۔ جب مرزا میرے قریب پہنچے تو میں نے دیکھا کہ ان کے ساتھ پانچ چھ آدمی ہیں اور ان کا بایاں ہاتھ ایک شخص پکڑے ہوئے ہے اور وہ لوگ کچھ تعظیم کے طور پر مرزا قادیانی کے ساتھ نہیں چلتے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی کسی مجرم کو لئے جاتا ہے اور مرزا قادیانی کے اوپر بھی ایک حالت گھبراہٹ کی معلوم ہوتی تھی۔ آخر ان لوگوں نے قبلہ رو کر کے ایک جگہ کھڑا کر دیا۔ جب ذرا آگے بڑھ کر میں نے مرزا قادیانی کو دیکھا تو ننگا سر اور دونوں آنکھیں اس کی چندھی پائیں۔ آنکھیں ایسی چندھی ہوئی ہیں کہ چہرے کے طرف دیکھنے سے نفرت ہوتی ہے۔ ان دونوں آنکھوں میں ایک آنکھ بہت ذرا سی کھلتی ہے۔ غالباً وہ دائیں آنکھ ہے۔ (اتنی بات میں کہ کھلنے والی آنکھ کہ جو بہت ذرا سی کھلتی ہے۔ جاگنے کے بعد مجھ کو شک ہو گیا کہ آیا دائیں تھی یا بائیں اور غالب یہ ہے کہ دائیں تھی) جب میں نے ان کی آنکھوں کا یہ حال دیکھا تو اسی وقت خواب کے اندر میرے دل میں یہ گذرا کہ یہ شخص اپنے آپ کو مسیح موعود کہتا ہے۔ حالانکہ اس میں اوصاف جو دجال موعود کی احادیث میں مذکور ہیں پائے جاتے ہیں۔ اس کے بعد میں جاگ اٹھا۔ ’’واحمد الله علیٰ ذالك‘‘ یہ خواب قابل غور اور جائے عبرت ہے اور کیوں نہ ہو۔ اس واسطے کہ بالکل موافق کتاب وسنت کے ہے بیان اس کا یہ ہے کہ یہ بات یقینی ہے کہ مرزا مسیح موعود اور اس امر کے مامور من اللہ نہیں اور ظاہر ہے کہ جو شخص کہ اللہ کی طرف سے مبعوث اور مامور من اللہ نہ ہو۔ اور پھر اس کا دعویٰ کرے اور اللہ تعالیٰ کے اوپر طرح طرح کی افترائی باتیں جوڑے تو اس سے بڑھ کے کون ظالم ہے۔ ’’ومن اظلم ممن افتریٰ علی الله كذبا اوقال اوحی الیّ ولم یوح الیه شئ ‘‘ اور اہل اسلام کو طریقہ حق سے بہکا کر صریح باطل عقائد و مسائل کی تعلیم کرے تو وہ دجال صفت اور ابلیس سیرت نہیں تو کون ہے۔ یہ بات کہ مرزا قادیانی مسیح نہیں ہو سکتے۔ میرے اس رسالہ سے بفضلہ تعالیٰ پورے طور پر کھل گئی اور متفرق مقاموں میں اس بات کے لئے نشانات بھی بیان کر دیئے۔ مگر اب اس اخیر رسالہ میں اس بات پر دو چار دلیلیں کہ جو اپنے مطلوب کو یقینی طور پر ثابت کرتے ہوں۔

قادیانیوں سے دس سوالات

بطور خلاصہ کے لکھتا ہوں تا کہ اور بھی زیادہ تر ناظرین طالبین حق کو فائدہ حاصل ہو۔

دلیل اوّل! یہ کہ قبل نزول مسیح موعود کے خروج دجال کا ضروری ہے۔ جب تک دجال انہیں حالات اور اوصاف کے ساتھ جن کو احادیث صحیحہ متواترہ نے مفصلاً بیان کر دیا ہے۔ خروج نہ کر لے اور اپنا فساد جہان میں نہ برپا کر لے۔ ہرگز مسیح موعود نہیں آسکتے۔ چنانچہ جو احادیث کہ ابتداء رسالہ میں ذکر کی گئیں۔ ان میں سے حدیث پنجم اور حدیث ششم اور حدیث ہشتم کو دیکھو اور یہ بات قطعی ہے کہ اب تک اس صفت کے دجال نے خروج نہیں کیا۔ لہٰذا اس وقت تک کوئی مسیح موعود ہو کر نہیں آسکتا۔ پس قطعاً یہ بات معلوم ہوگئی کہ مرزا مسیح موعود نہیں ہو سکتے۔ وھو المطلوب!

دلیل دوم! یہ کہ جب تک رومی وابق یا اعماق میں آ کر مدینہ کے اسلامی لشکر کے ساتھ نہ لڑیں۔ پھر تہائی ان مدینہ والوں میں کے بھاگ جائیں اور تہائی شہید ہوں اور تہائی فتح کر لیں۔ پھر شیطان غنیمت تقسیم کرتے وقت ان کو مسیح دجال کے نکلنے کی خبر سنا دے۔ تب تک مسیح موعود نزول نہ فرماویں گے۔ دیکھو حدیث ہشتم کو اور ظاہر ہے کہ یہ واقعہ اب تک نہیں ہوا۔ پس ابھی کیسے مسیح موعود آسکتے ہیں۔ لہٰذا مرزا قادیانی کیونکر مسیح موعود ہو سکتے ہیں۔

دلیل سوم! یہ کہ مسیح موعود ایسی قوم میں نزول فرماویں گے کہ جن میں حکومت و امارت مسلمان کی ہوگی اور ان میں جو حاکم ہوگا وہ حضرت مسیح علیہ السلام سے امامت کے واسطے بھی کہے گا۔ دیکھو حدیث دوم اور ہشتم کو اور اظہر ہے کہ یہ بات یہاں نہیں پھر مرزا قادیانی کیونکر مسیح موعود ہوگئے؟

دلیل چہارم! یہ کہ مسیح موعود ایسی قوم میں نازل ہوں گے کہ جو جہاد کرتے ہوں گے۔ دیکھو حدیث ہشتم کو اور یہاں تو اس کا ذکر ہی کیا ہے۔ بلکہ غالباً اور خلاف مسلک ہے۔ پھر بھلا کس طرح مسیح موعود ہوگئے؟

دلیل پنجم! یہ کہ مسیح موعود کا نزول ہوگا۔ چنانچہ تمام احادیث میں یہ بات تفصیلاً بیان کی گئی ہے اور پھر اس کی ہیئت مخصوصہ بھی جتادی کہ دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے دو رنگین کپڑے پہنے ہوئے نزول فرماویں گے۔ دیکھو حدیث سوم اور چہارم اور ششم کو اور یہاں اس سے بھلا کیا نسبت ہے۔ پھر کیونکر مسیح موعود بن بیٹھے؟

دلیل ششم! یہ کہ مسیح موعود نبی ہوں گے۔ دیکھو حدیث ششم کو کہ اس میں چار جگہ لفظ نبی اللہ کا ان پر بولا گیا ہے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کا کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ ’’ماکان

محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین ‘‘اور جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔’’لا نبی بعدی ‘‘پس حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی مسیح موعود نہیں ہوسکتا۔لہٰذا مرزا قادیانی ہرگز مسیح موعود نہیں ہوسکتے۔وھو المطلوب!

واضح رہے کہ نبی کے جو یہاں پر معنی ہیں وہی وہاں پر بھی ہیں جو حقیقتاً شرعیہ ایک جگہ مراد ہے وہی دوسری جگہ بھی۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک جگہ تو اپنی غرض کے لئے اور معنی مراد لو اور دوسری جگہ کچھ اور صرف نص کا حقیقت سے بلاصارف الحاد وتحریف ہے۔’’فاتقوا اللّٰہ‘‘

دلیل ہفتم! یہ کہ مسیح موعود نزول کے بعد کفار سے مقاتلہ اور جہاد کریں گے اور دجال معہود کو ماریں گے۔ دیکھو حدیث سوم اور پنجم اور ششم اور ہشتم اور نہم کو اور یہ بات یضع الحرب کے معنی میں بھی مفصلاً بیان ہوچکی ہے اور یہاں تو اس سے بکلی انکار ہے۔ پھر بھلا کس طور سے مسیح موعود ہوسکتے ہیں؟

دلیل ہشتم! یہ کہ مسیح موعود کا نام عیسیٰ مسیح اور ان کی ماں کا نام مریم ہے۔دیکھو احادیث مسطورۂ بالا کو اور تمام احادیث اس بارہ کی اس بات کو تصریحاً بیان کرتی ہیں اور اظہر ہے کہ نہ مرزا قادیانی کا نام عیسیٰ مسیح ہے اور نہ ان کی ماں کا نام مریم ہے۔ پھر مرزا قادیانی کس طرح مسیح موعود ہوسکتے ہیں؟

دلیل نہم! یہ لاکلام مقدمہ مسلمہ ہے کہ مسیح موعود ہادی حق اور متبع شریعت محمد ہوں گے۔ پس جو شخص کہ عقائد کفریہ کا رواج دینے والا، مسائل زندقیہ کا تعلیم کرنے والا انبیاء کی شان میں کلمات اہانت کے بولنے والا اور معجزات کو جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اپنے انعامات اور احسانات میں شمار کیا ہے۔ ان کو سحر اور اپنے نزدیک مکروہ ٹھہرانے والا اور قرآن وحدیث میں کھلی کھلی تحریف کرنے والا ہوں کہ موجب الحاد ہے۔ کیونکر مسیح موعود ہوسکتا ہے؟ ان باتوں کا ثبوت میں ابتداء رسالہ میں بحوالہ کتاب وصفحہ بیان کرچکا ہوں۔

دلیل دہم! یہ کہ مسیح موعود سے وہی خاص مسیح ابن مریم حقیقی نبی جن پر انجیل نازل ہوئی جو بنی اسرائیل کی طرف نبی کر کے بھیجے گئے تھے مراد ہیں اور یہ بات تمام احادیث سے ثابت ہوتی ہے۔دیکھو حدیث سوم اور پنجم کو کہ جس میں جناب رسول اللہ ﷺ نے قطعی تصریح کردی ہے کہ وہی عیسیٰ علیہ السلام نزول فرماویں گے اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے محمد رسول اللہ سے شب معراج میں تصریح کردی۔ قرب قیامت کے ذکر میں کہ دجال نکلے گا تو میں اتروں گا اور اس کو قتل کروں گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا مجھ سے عہد ہے۔ دیکھو اب یہاں کیسی اظہر تشریح موجود ہے کہ مسیح موعود

وہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ پھر ان نصوص میں مثیل مسیح ماننا صریح بے ایمانی اور کھلی بے حیائی اور پوری کتاب سنت سے مخالفت اور اللہ و رسول سے لڑائی نہیں تو کیا ہے؟ اے اہل اسلام ذرا غور کرو۔ اللہ جل شانہ نے اپنے رسول امین کی زبان سے نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو کیسی کیسی تصریح اور کس کس تشریح سے فرمادیا کہ جس سے مرزا قادیانی کی نسبت کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ میرے نزدیک اس میں ان کا نام ہی لانا ناروا ہے۔ اے مسلمان بھائیو! میں تم کو محض بسبب ہمدردی اسلام کے نصیحت کرتا ہوں کہ اگر آپ لوگ بنظر انصاف اس رسالہ کو دیکھیں گے تو آپ پر کالشمس فی النہار ظاہر ہو جاوے گا کہ بحکم شرع شریف مرزا غلام احمد قادیانی کے یہ دعاوی محض باطل اور فاسد ہیں اور ایسے عقائد و مسائل صرف شیطانی دھوکے اور وساوس ابلیسی ہیں۔ جو ان باتوں کا معتقد ہوا۔ بلاشبہ وہ قید دجالی اور جال شیطانی میں پھنس گیا۔ اے حق کے طالبو اور اپنے مولیٰ کی مرضی چاہنے والو! ایسے عقائد و مسائل سے بہت بچتے رہو۔ یہ وہی وقت معلوم ہوتا ہے۔ جس کی خبر مخبر صادق نے دی ہے کہ دجال کذاب مدعی نبوت خروج کریں گے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ روز قیامت میں یہ کہنا پڑے کہ ”یلیتنی اتخذت مع الرسول سبیلاً یا ویلتی لیتنی لم اتخذ فلانا خلیلا لقد اضلنی عن الذکر بعد اذ جاء نی وکان الشیطان للانسان خذولا“ ہر مسلمان کو رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان پر عمل چاہئے۔ ”ان الناس اذا راؤ منکر فلم یغیرہ یوشك ان یعمھم اللہ بعقابہ اخرجہ ابن ماجہ والترمذی وصححہ“ یعنی جب لوگ خلاف شرع بات دیکھ کر نہ مٹادیں گے تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنا عذاب بھیج دے گا اور ترمذی کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ میں اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم لوگوں کو بھلائی کی وصیت کرنا اور برائی سے بچانا ورنہ البتہ پر اللہ ایسا عذاب بھیجے گا کہ اگر دعا مانگو گے تو تمہاری دعا بھی قبول نہ ہوگی۔ تو اے بھائیو! ہم سب لوگوں کو چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ کی اس وعید سے ڈر کر منکر کے مٹانے میں مشغول ہوں۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”من رأی منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فقلبہ اخرجہ الشیخان“ یعنی تم میں جو کوئی کسی منکر کو دیکھے تو چاہئے کہ اس کو ہاتھ سے مٹادے۔ اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان سے مٹادے اگر یہ بھی نہ کر سکے تو دل سے ہی برا سمجھے۔ ہر شخص کو بقدر اپنی استطاعت اور ہمت کے کار خیر میں سعی اور کوشش چاہئے۔ اہل علم کو چاہئے کہ اپنے علم سے کام لیں۔ مالداروں کو چاہئے کہ اپنے زر کے زور سے اعانت حق میں مشغول ہوں۔ اس مادہ کی کتابیں جو علماء تالیف کرتے ہیں۔ ان کی طبع

میں مدد کریں کہ وہ بھی اس کے ثواب جزیل میں شریک ہوں۔" وان تتولوا یستبدل قوماً غیرکم ثم لایکونوا امثالکم یاایھا الذین آمنو کونوا انصار اللّٰہ وآخر دعوانا ان الحمدللّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم النبیین واٰلہ وصحبہ اجمعین وجمیع المسلمین برحمتك یا ارحم الراحمین ۔ الحمد للّٰہ والمنۃ"

کہ رسالہ شفاء للناس جواب شافی وکافی رسالہ اعلام الناس کا تمام ہوا۔

عذر

اپنے پرانے محب اور مشفق جناب مولوی محمد احسن صاحب امروہی (قادیانی) مؤلف اعلام الناس کی خدمت میں عرض پرداز ہوں کہ میرا اس تحریر میں اگر کوئی کلمہ ناملائم طبع ہو تو یہ محض بوجہ حمیت اسلامی اور جوش ایمان کے نکلا۔ لہٰذا مجھ کو معذور سمجھیں۔ واسـال اللّٰہ ان یھدینی وایاکم الیٰ طریقه المستقیم!

المعتذر

مؤلف شفاء للناس احقر تلامذہ امام ھمام حجۃ اللّٰہ بین الانام علم العلماء العظام بقیۃ السلف الکرام موضع حجۃ الملۃ والاسلام المفسر المحدث الفقیه شیخ الانام حضرت مولانا سید محمدنذیر حسین صاحب لازالت شموس فیوضه طالعۃ الیٰ یوم القیام۔

تقریظ من جانب مولوی حافظ عبدالوہاب صاحب مدظلہ

الحمد لولیه والصلوٰۃ علیٰ نبیه اما بعد! میں نے اس رسالہ کو اوّل سے آخر تک بغور سنا۔ اپنے باب میں اس رسالہ کو بہت پورا اور اعلام الناس کا جواب کافی وشافی پایا۔ اگر اس کو بنظر غور دیکھا جاوے تو اس میں اعلام الناس کے لفظ لفظ کا جواب ہے۔ مگر چونکہ مؤلف زاد فضلہ ودام فیضہ نے قصد اختصار کا بہت کیا۔ اس واسطے حاجت اس رسالہ کے مطالعہ میں نظر غور کی ہے اور زیادہ تر اس کی خوبی جب ظاہر ہوسکتی ہے کہ اوّل اعلام الناس کو دیکھے۔ اس کے بعد اس کو دیکھنے میں اس کے ہر بات کا جواب خیال کرتا جاوے اور جو صاحب اس رسالہ کا مطالعہ کریں تو مناسب ہے کہ اوّل سے آخر تک دیکھیں۔ کیونکہ اس کا بیان ایک دوسرے سے متعلق اور منسلک ہے۔ پس جب تک کہ پورا نہ دیکھا جاوے کیفیت پوری نہیں معلوم ہوسکتی۔ والحمدللّٰہ الذی بنعمة تتم الصالحات والسلام علی سید الموجودات!

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

النصر المبین

فی

رد اقوال الجاہلین

حضرت مولانا دوست محمد خان رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

نحمده ونصلے علیٰ نبیه ورسوله خاتم النبیین محمد وآله واصحابه اجمعین!

۱۹؍جولائی ۱۸۹۵ء کو مولوی احمد علی صاحب جو بغرض وصول چندہ پہاڑ پر مقیم تھے۔ ڈیرہ دون میں تشریف لائے تھے اور ۲۰؍جولائی ۱۸۹۵ء کو مولوی احسن قادیانی سہارنپوری سے پیر جی خدابخش صاحب کے مکان پر تشریف لائے۔ ۲۱؍جولائی ۱۸۹۵ء بوقت ۴ بجے شام کے یہ خاکسار محمد حنیف خلف خدابخش صاحب واحمد حسین ملازم وجناب مولوی احمد علی صاحب اوپر دوکان پیر جی صاحب کے بیٹھے ہوئے تھے کہ مولوی احسن قادیانی، پیر جی صاحب کے مکان سے دوکان پر تشریف لائے اور السلام علیکم وعلے من لدیکم! مولوی احمد علی صاحب سے ہوا اور بیٹھ گئے اور ادھر ادھر کی گفتگو ہوتی رہی کہ مولوی احسن قادیانی نے مولوی احمد علی صاحب سے دریافت کیا کہ آپ مرزا غلام احمد قادیانی سے ملے ہیں یا نہیں۔ بجواب اس کے مولوی احمد علی صاحب نے فرمایا کہ میں حمایت الاسلام امرتسر میں گیا تھا۔ مرزا قادیانی بھی وہاں تشریف رکھتے تھے۔ مگر میری ملاقات نہیں ہوئی۔ اگلے روز مرزا قادیانی لدھیانہ تشریف لے گئے تھے۔ بجواب اس کے مولوی احسن قادیانی نے کہا کہ مرزا قادیانی قابل ملاقات ہیں۔ ضرور ملئے۔ بجواب اس کے مولوی احمد علی صاحب نے فرمایا کہ میرا ارادہ ضرور ملنے کا ہے اور پیر جی خدابخش صاحب نے بھی وعدہ قادیان چلنے کا کیا تھا۔ ابھی تک اتفاق نہیں ہوا اور محمد حنیف کی طرف متوجہ ہوکر یہ بھی فرمایا کہ تم بھی قادیان چلو اور میں بھی چلوں گا۔ مجھے بھی مرزا قادیانی سے ملنا ہے۔ کیونکہ اکثر شبہات جو ان کی تصنیف پر ہیں وہ ان کو سناؤں گا اور ان سے جواب لوں گا۔ بجواب اس کے مولوی احسن قادیانی نے دریافت کیا وہ شبہ آپ کے پاس لکھے ہوئے ہیں تو مجھے بھی دکھلائیے۔ بجواب اس کے مولوی احمد علی صاحب نے فرمایا کہ میرے پاس یہاں لکھے ہوئے تو نہیں ہیں۔ لیکن مجھے زبانی یاد ہیں۔ اگر آپ سننا چاہیں تو سنا سکتا ہوں۔ بجواب اس کے مولوی احسن قادیانی نے کہا کہ میں شائق ہوں سنائیے۔ شاید کچھ مجھے بھی طے ہو یاوے۔ بجواب اس کے مولوی احمد علی صاحب نے فرمایا کہ اوّل شبہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنی کتاب حمامۃ البشریٰ میں تحریر فرمایا ہے کہ طلوع الشمس من مغربہا ہو چکا ہے۔ بلکہ اور علامات قیامت اور خروج دجال اور دابۃ الارض وغیرہ بھی گذر چکے ہیں۔ اب جو مرزا قادیانی لوگوں کو اپنی طرف بلاتے ہیں اور دعوت اعلام کرتے ہیں تو ازروئے عد ... علم

کہ روایت ہے۔ ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا محمد رسول اللہ ﷺ نے ”عن ابی ھریرۃؓ ان رسول اللہ ﷺ قال لا تقوم الساعۃ حتی تطلع الشمس من مغربھا فاذا طلعت الشمس من مغربھا امن الناس کلھم اجمعون فیومئذ لا ینفع نفسا ایمانھا لم تکن أمنت من قبل او کسبت فی ایمانھا خیراً “ کہ جس کا مطلب یہ ہے کہ طلوع الشمس من مغربہا کے بعد جو لوگ ایمان لاویں گے ان کو ایمان نفع نہ دے گا اور وہ ایمان معتبر نہ سمجھا جاوے گا۔ کیونکہ وہ ایک علامت کبریٰ کو دیکھ کر ایمان لائے ہیں۔ اب وہ لوگ جو مرزا قادیانی کی طرف رجوع کر رہے ہیں۔ ان کو ایمان کب نفع دے گا۔ یہ مولوی احمد علی صاحب کا شبہ تھا کہ بطور سوال کے مولوی احسن قادیانی کے روبرو ظاہر کیا گیا کہ اسی عرصہ میں مولوی مرید احمد صاحب و مولوی دوست محمد صاحب تشریف لے آئے اور ان کے روبرو یہی شبہ ظاہر کیا گیا۔ بجواب اس کے مولوی احسن قادیانی نے کہا کہ آپ کا شبہ بہت عمدہ اور فاضلانہ اور عالمانہ ہے۔ ایسا شبہ نہیں کہ کوئی اس کا جواب بسہولت دے اور دوسری رہی یہ بات کہ مرزا قادیانی نے حمامۃ البشریٰ میں جہاں تک مجھ کو یاد ہوتا ہے یہ نہیں لکھا کہ طلوع الشمس من مغربہا کا گذر جانا لکھا ہو اور یہ حدیث بھی تاوقتیکہ صحیح مسلم میں نہ دیکھی جائے۔ وطلوع الشمس من مغربہا حمامۃ البشریٰ میں نہ دیکھا جاوے۔ اس وقت تک میں تسلیم نہیں کروں گا۔ چنانچہ صحیح مسلم پیرجی صاحب کے دکان میں موجود تھی اور حمامۃ البشریٰ مولوی خلیل الرحمٰن صاحب کے پاس موجود تھی۔ مولوی احمد علی صاحب نے اسی وقت صحیح مسلم، محمد حنیف سے لے کر مولوی احسن قادیانی کو حدیث دکھلائی اور پڑھی۔

اور ترجمہ کیا کہ جس کا مطلب یہ ہے کہ طلوع الشمس من مغربہا کے بعد جو لوگ ایمان لاویں گے ان کو ایمان نفع نہ دے گا اور وہ ایمان معتبر نہ سمجھا جاوے گا۔

بجواب اس کے مولوی احسن قادیانی نے دوسری یہ حدیث پیش کی کہ: ”عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ثلث اذا خرجن لا ینفع نفسا ایمانھا لم تکن أمنت من قبل اوکسبت فی ایمانھا خیرا طلوع الشمس من مغربھا والدجال ودابۃ الارض “ کہ جس کے یہ معنی ہیں کہ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین باتیں جب ظاہر ہو جاویں تو اس وقت کسی کو ایمان لانے سے فائدہ عائد نہ ہوگا اور اس کو جو پہلے سے ایمان نہ لایا یا نیک کام نہیں کیا۔ ایک تو نکلنا آفتاب کا جدھر سے ڈوبتا ہے۔ دوسرا دجال کا نکلنا تیسرا دابۃ الارض کا نکلنا اور مولوی احسن قادیانی نے یہ بھی کہا کہ مسیح اور خروج دجال کے زمانہ

میں ایمان نفع دے گا یا نہیں۔ بجواب اس کے مولوی احمد علی صاحب نے فرمایا کہ زمانہ مسیح اور خروج دجال جب ایک ہوگا نفع نہیں دے گا اور جس حالت میں مرزا قادیانی نے خروج دجال کا گذر جانا حمامۃ البشریٰ میں تحریر کیا ہے اور یہ حدیث جو آپ نے پیش کی ہے۔ مطابق اس کے یہ اعتراض بھی مرزا قادیانی کے اوپر پڑتا ہے۔ بجواب اس کے مولوی احسن قادیانی نے کہا کہ مرزا قادیانی کے اوپر کیسے اعتراض پڑتا ہے۔ میں ثابت کروں گا۔ قرآن اور حدیث اور بیضاوی سے کہ بعد طلوع الشمس من مغربہا اور خروج دجال کے ایمان نفع دے گا اور معتبر ہوگا۔ بجواب اس کے مولوی احمد علی صاحب نے فرمایا کہ آپ قرآن مجید سے یا حدیث سے یا بیضاوی سے ثابت کریں۔ لیکن طول تقریر نہ کریں۔ جیسا کہ میں نے آپ کو صحیح مسلم میں حدیث دکھلائی ہے۔ آپ بھی دکھلا دیں۔ کسی کا قول یا مرزا قادیانی کی تحریر میں نہ مانوں گا۔ بجواب اس کے مولوی احسن قادیانی سب کے سامنے کہا کہ بیضاوی میں دکھادوں گا۔ بجواب اس کے مولوی احمد علی صاحب نے دریافت فرمایا کہ بیضاوی یہاں ہے مولوی مرید احمد صاحب نے فرمایا کہ میرے پاس کرنپور میں ہے۔ اسی عرصہ میں اذان عصر ہوگئی اور سب صاحبان موجود مسجد چلنے کو تیار ہوگئے اور مولوی احمد علی صاحب نے مولوی مرید احمد صاحب سے بیضاوی لانے کو اور محمد حنیف سے حمامۃ البشریٰ مولوی خلیل الرحمٰن صاحب کے پاس سے منگوانے کو فرمایا اور جلسہ کل ۲۲ رجولائی ۱۸۹۵ء پر منحصر ہوا اور نماز کے لئے مسجد میں آ گئے۔ بعد نماز عصر کے مولوی احسن قادیانی، مولوی احمد علی صاحب کے ہمراہ لے کر پیر جی خدا بخش صاحب کی دوکان پر تشریف لائے۔ پھر مولوی احسن قادیانی اپنے مناظرے اور مرزا قادیانی کے تصنیفات سناتے رہے اور تین چار کتابیں مثل رسالہ شاہین بطور دکھلانے اور ظاہر کرنے تحریر مرزا قادیانی کے مولوی احمد علی صاحب کو دیں۔ مولوی احمد علی صاحب پلٹن بازار کی مسجد کو تشریف لے گئے اور کل کے جلسہ میں فیمابین جو تقریر وقوع میں آوے گی ضبط تحریر ہوگی۔ مورخہ ۲۱ رجولائی ۱۸۹۵ء۔

۲۲ رجولائی ۱۸۹۵ء کو مرزا کریم بیگ صاحب داروغہ اسکوٹر گورنر جنرل صاحب بہادر نے مہمانداری مولوی احمد علی صاحب ونیز جلسہ دعظ مقرر کیا۔ چنانچہ آج جلسہ متنازعہ فیہا ملتوی رہا۔ کل پر منحصر رکھا گیا۔ ۲۳ رجولائی ۱۸۹۵ء وقت ۴ ربجے شام کے مولوی احمد علی صاحب و مولوی احسن قادیانی واسطے نماز عصر کے مسجد وہابانوالہ میں موجود تھے۔ نماز سے فارغ ہوکر مولوی احسن قادیانی نے کہا کہ قیام جلسہ پیر جی خدا بخش صاحب کے مکان پر کیا جاوے تو بہتر ہے۔ بجواب

اس کے مولوی احمد علی صاحب نے فرمایا کہ جلسہ مسجد میں بہتر ہے۔ عام ہونا چاہئے۔ چونکہ اس بات کا چرچہ کئی روز سے تھا۔ بہت لوگ مشتاق تھے کرنپور سے مولوی مرید احمد صاحب و مولوی دوست محمد معہ چند ولایتوں کے اور نی نگر سے مولوی خلیل الرحمٰن و مولوی الہ دیا صاحب و ضلع دار صاحب انہار و منشی خلیل الرحمان صاحب و دیگر صاحبان و پلٹن بازار سے حافظ محمد شریف صاحب و دیگر چند صاحبان غرضیکہ ایک مجمع کثیر مسجد میں جمع ہوا۔ مولوی احمد علی صاحب نے یہ فرمایا کہ کتاب (حمامتہ البشریٰ ص۸۲، خزائن ج۷ ص۳۰۲) میں مرزا قادیانی نے یہ عبارت لکھی ہے۔ ’’فاعلم ان هذه الانباء قد تمت كلها ووقعت كما كان في الاثار المنتقاة المدونه عن الثقات ولكن الناس ماعرفوها وكانوا غفلين‘‘ کہ جس کے معنی یہ ہیں کہ خروج دجال و دابۃ الارض و طلوع الشمس من مغربہا ہو چکا اور مولوی احسن قادیانی کو دکھلائے گئے اور یہ حدیث ’’عن ابی هريرة ان رسول اللهﷺ قال لا تقوم الساعة حتى تطلع الشمس من مغربها فاذا طلعت الشمس من مغربها امن الناس كلهم اجمعون فيومئذ لا ينفع نفسا ايمانها لم تكن أمنت من قبل اوكسبت في ايمانها خيرا‘‘ صحیح مسلم میں دکھلائی کہ جس کا مطلب یہ ہے کہ بعد طلوع الشمس من مغربہا کی ایمان نفع نہ دے گا۔ مولوی احسن قادیانی نے تسلیم کیا اب مولوی احسن قادیانی اس کے ثبوت میں کہ بعد طلوع الشمس من مغربہا کے ایمان نفع دے گا۔ آیات قرآنی یا صحیح مسلم یا صحیح بخاری یا بیضاوی شریف یا کسی مستند کتاب سے اس کا جواب پیش کریں۔ ان کے مقابلہ میں کسی کا قول خواہ مرزا قادیانی کا ہو یا اور کسی کا ہرگز نہیں مانا جاوے گا۔

بیضاوی شریف اور قرآن مجید موجود ہے۔ بجواب اس کے مولوی احسن قادیانی نے کہا کہ اس حدیث کے یہ معنی نہیں جو مولوی صاحب سمجھ رہے ہیں۔ طلوع الشمس من مغربہا سے یہ شمس مراد نہیں ہے۔ جیسا کہ عام سمجھ رہے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ممالک مغربی میں جو ظلمات کفر پھیل رہا تھا وہاں آفتاب اسلام چمک رہا ہے۔ یعنی لیور پول وغیرہ میں لوگ ایمان لے آئے ہیں۔ بجواب اس کے مولوی احمد علی صاحب نے فرمایا کہ آپ آفتاب کے کچھ ہی معنی سمجھے۔ جب مرزا قادیانی قد تمت کلہا کے ساتھ حمامتہ البشریٰ میں تحریر فرما چکے ہیں تو اس میں طلوع الشمس من مغربہا بھی آچکا ہے اور یہ آپ نے کہا کہ تم اس کا ترجمہ نہیں سمجھے تو مولانا صاحب مہربانی کر کے اس حدیث کا جو کچھ اور ترجمہ ہو کیجئے گا اور مجھ کو سمجھا دیجئے۔ مولوی احسن قادیانی نے ترجمہ نہیں کیا

اور اس امر کو تقریر میں ڈال دیا کہ جس سے سمع خراشی سامعین ہوتا تھا۔ بعد ازاں مولوی احسن قادیانی نے یہ حدیث پڑھ کر ''عن جابر بن عبداللہ حلف باللہ تعالیٰ ان ابن صیاد هو الدجال وانه سمع عمر يحلف بالله على ذالك عن النبی ﷺ فلم ینکره النبی ﷺ وروی ابوداؤد باسناد صحیح عن ابن عمر انه كان يقول والله ماشك ان ابن صيادهو المسيح الدجال '' جس کا یہ ترجمہ ہے۔ تحقیق جابر بیٹے عبداللہ نے اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ حلف کر کے کہا کہ یہ بات بہت تحقیق ہے کہ ابن صیاد ہی دجال ہے اور انہوں نے سنا کہ حضرت عمرؓ اللہ تعالیٰ نزدیک رسول مقبول ﷺ کے حلفیہ کہا کرتے تھے کہ ابن صیاد ہی دجال ہے اور آنحضرت ﷺ نے اس کا کچھ انکار نہیں کیا اور ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ابن صیاد کے دجال ہونے میں کچھ بھی شک نہیں کرتا۔ اس صورت میں آپ کے شبہ کی تقریر کے بموجب جو اعتراض مرزا قادیانی پر وارد ہوتا ہے۔ اس سے بہت ہی بڑھ کر ان اجلہ صحابہ پر وارد ہوتا ہے اور بطور وعظ کے اپنی کلام کو اس قدر طول دیا کہ جس سے مطلب اصلی تلف ہو جاوے۔

بجواب اس کے مولوی احمد علی صاحب نے یہ حدیث پڑھی۔ ''يخرج الدجال ويرى الناس الجنة والنار والخزائن التی تتبع وتطلع الشمس من مغربها كما اخبر عنها رسول الله ﷺ '' کہ جس کے معنی یہ ہیں کہ نکلے دجال اور لوگ دیکھیں کہ اس کے ساتھ جنت اور نار ہے اور خزانے جو اس کے پیچھے ہولیویں اور طلوع کرے آفتاب اپنی چھپنے کی جگہ سے جیسے اس سے خبر دی رسول اللہ ﷺ نے۔ پس ابن صیاد میں یہ نشانیاں نہیں پائی گئیں۔ مولوی احسن قادیانی اپنی تقریر کو طول دیتے جاتے تھے اور مولوی احمد علی صاحب ان کو بار بار روکتے تھے کہ معاذ اللہ منہا آپ اجلہ صحابہ کی نسبت ایسے کلمہ کہتے ہیں اور آپ تقریر کو اس قدر کیوں طول دیتے ہیں اور مدعا اصلی کیوں بیان نہیں کرتے اور صاف طور سے اس کا جواب کسی معتبر کتاب یا قرآن مجید یا بیضاوی شریف میں کیوں نہیں دکھلاتے؟ اپنے وعدہ کے مطابق کہ بیضاوی شریف میں دکھلا دوں گا کہ طلوع الشمس من مغربہا کے بعد بھی ایمان نفع دے گا اور معتبر ہوگا۔ مگر وہاں وہی مرغی کی ایک ٹانگ تھی۔ نہ کسی معتبر کتاب سے اور نہ کلام مجید سے اور نہ بیضاوی شریف میں دکھلاتے تھے اور بار بار یہ کہتے تھے کہ میں اس کا جواب پچاس حدیثوں اور قرآن شریف میں دکھلا دوں گا اور بوجہ خشک لبی کے بار بار پانی پینے کو مانگتے تھے اور منہ سے جھاگ آتی تھی۔ لیکن

تقریر اور وعظ کے بعد دکھلانے کا وعدہ کیا جاتا تھا۔ اس وقت دکھلانے پر مصر تھا۔ اس بات پر حاضرین جلسہ خوب قہقہہ اڑاتے تھے مولوی احمد علی صاحب نے فرمایا کہ آپ دفع الوقتی کیوں کرتے ہیں؟ پچاس حدیثیں آپ پیش کرنا چاہتے ہیں میں صرف ایک حدیث کے لئے عرض کرتا ہوں کہ صحیح مسلم یا صحیح بخاری یا بیضاوی شریف میں دکھلایئے کہ بعد طلوع الشمس من مغربہا کے ایمان نفع دے گا بہت دیر کے بعد مولوی احسن قادیانی نے کہا مرزا قادیانی اپنی کتاب ازالہ اوہام میں تحریر فرماتے ہیں کہ طلوع الشمس من مغربہا مجھے خواب میں دکھلایا گیا اور میں نہیں کہتا کہ طلوع الشمس من مغربہا کے دوسرے معنی نہ ہوں۔ بجواب اس کے مولوی احمد علی صاحب نے فرمایا کہ طلوع الشمس من مغربہا کا ہو چکنا حمامۃ البشریٰ میں تحریر ہے کہ جو کتاب ازالہ اوہام سے بعد کو تحریر فرمائی ہے۔ اس کتاب ازالہ سے بحث نہیں ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ میں پیشتر ہی عرض کر چکا ہوں کہ حدیث نبوی کے مقابلہ میں کسی کا قول نہیں مانا جاوے گا اور اگر آپ یہی قول پیش کرتے ہیں تو یہ کتاب ازالہ اوہام، حمامۃ البشریٰ سے پیشتر کی تصنیف ہے۔ مغرب کا وقت آ گیا۔ مولوی احسن قادیانی نہ کوئی حدیث اور نہ آیات قرآنی پیش کر سکے اور نہ بیضاوی شریف میں بموجب اپنے وعدہ کے دکھلایا۔ ہر چند مولوی خلیل الرحمن صاحب اور مولوی مرید احمد صاحب نے فرمایا کہ آپ پچاس حدیثیں پیش کرنے کو کہتے ہیں۔ ان میں سے ایک پیش کر دیجئے۔ مگر توبہ کو تقریر تمام ہو چکی تھی اور حاضرین جلسہ سمجھ چکے تھے کہ مولوی احسن قادیانی اس کا جواب نہیں دے سکے اور کنیپ کنیپ ادھر ادھر کرتے تھے۔ مگر جلسہ پھر کل پر منحصر رکھا گیا۔ مورخہ ۲۲ر جولائی ۱۸۹۵ء کو بعد نماز عصر کے پھر جلسہ مسجد وہابانوالہ میں ہو کر مباحثہ شروع ہوا اور اس روز اوّل روز سے زیادہ مجمع تھا اور اکثر صاحبان غیر مذہب بھی وہاں موجود تھے۔ مولوی احمد علی صاحب نے اعتراض حمامۃ البشریٰ پر بذریعہ صحیح مسلم کے کہ جس طرح اوّل پیش کی تھی پیش کی اور فرمایا کہ جیسے میں نے قول مرزا قادیانی کا معہ اس کتاب کے کہ جس میں یہی عبارت لکھی ہوئی ہے۔ ”**فاعلم ان هذه الانبیاء قدتمت کلها ووقعت کماکان فی الاثار المنتقاة المدونة عن الشقاة ولکن الناس ما عرفوها وکانوا غفلین** “(حمامۃ البشریٰ ص۸۲، خزائن ج۷ ص۳۰۲) و نیز حدیث نبوی جو اس کا خلاف ظاہر کر رہی ہے۔ یہ صحیح مسلم کی حدیث مذکورہ بالا پیش کر دی۔ ایسا ہی آپ بھی کریں کہ صحیح مسلم و صحیح بخاری و کلام مجید یا کسی مستند کتاب معتبر سے یا بیضاوی سے جیسا کہ آپ کا وعدہ ہے کہ بیضاوی شریف میں دکھلا دوں گا۔ دیگر صاحب اور مولوی مرید احمد صاحب

شاہد ہیں کہ آپ نے فرمایا تھا کہ بعد طلوع الشمس من مغربہا کے ایمان معتبر ہوگا۔ بجواب اس کے مولوی احسن قادیانی نے کہا کہ میں نے ایک خط مولوی احمد علی صاحب کے پاس پیش کرنے کو منشی مظفر علی کی درخواست سے آج ۲۴؍ جولائی ۱۸۹۵ء کو لکھا تھا کہ جس کا یہ مضمون ہے کہ ایک گھنٹہ آپ اس عاجز کو مرحمت فرمادیں اور ایک گھنٹہ آپ کے واسطے ہے اور اس وقت بھی مولوی احمد علی صاحب نیز حاضرین جلسہ سے بھی عرض کیا جاتا ہے کہ مجھ کو ایک گھنٹہ بیان کرنے کے لئے اجازت کیوں نہیں ملتی ہے۔ بجواب اس کے مولوی احمد علی صاحب فرمایا کہ میں آپ کی زبانی گفتگو ہرگز ہرگز نہیں مانوں گا۔ جب تک آپ کسی معتبر کتاب سے نہ دکھاویں گے کہ طلوع الشمس من مغربہا کے بعد بھی ایمان نفع دے گا اور جو آپ ایک گھنٹہ مہلت چاہتے ہیں تو بیان شروع کیجئے۔ مولوی احسن قادیانی نے الحمد شریف پڑھنی شروع کی اور الحمد شریف کی تفسیر بیان کرنی شروع کردی۔

بجواب اس کے مولوی احمد علی صاحب نے فرمایا کہ وعظ سے مناظرہ کو کیا نسبت۔ اگر آپ کو وعظ فرمانا ہے تو اور موقعہ ومحل ہے۔ اگر آپ مجھے وعظ سنانا چاہتے ہیں تو اور کسی موقع پر سنائیے گا۔ میں ایک گھنٹہ کی جگہ چار گھنٹہ سنوں گا اور اگر ایک گھنٹہ کی مہلت چاہتے ہیں تو اس وقت منظور کی جاوے گی جب آپ یہ جملہ ضبط تحریر کردیں کہ بعد گذرنے ایک گھنٹہ کے بیضاوی شریف میں حدیث مذکورہ کا خلاف دکھلادوں گا۔ بیضاوی شریف موجود ہے۔ مولوی احسن قادیانی اس بات کو منظور تو نہیں کرتے تھے۔ مگر اس وقت بغیر منظور کے کوئی چارہ نہ تھا۔ یہ جملہ ایک گھنٹہ کے بعد بیضاوی شریف میں دکھلادوں گا کہ خروج دجال وطلوع الشمس من مغربہا کے بعد بھی ایمان معتبر ہوگا اور نفع دے گا۔ مگر دستخط نہیں کرتے تھے اور جب دستخط پر زور دیا گیا تو کہا ماشاءاللہ! میں یہ کب کہتا تھا کہ طلوع الشمس من مغربہا کے بعد ایمان نفع دے گا۔ اس وقت مولوی مرید احمد شہادت میں پیش کئے گئے۔ مولوی صاحب نے شہادت دی بعد اس کے پھر مولوی احسن قادیانی سے مولوی احمد علی صاحب نے فرمایا کہ آپ اوّل اس ضبط تحریر پر دستخط کردیں اس وقت جو چاہیں تقریر کریں اور بعد ایک گھنٹہ کے بیضاوی شریف میں خلاف حدیث نبوی کے دکھاویں کہ بعد طلوع الشمس من مغربہا کے ایمان نفع دے گا۔ چونکہ اب ان کا آپ انکار کرتے ہیں۔ لیکن مولوی احسن قادیانی نے دستخط نہیں کئے اور صاف انکار کردیا۔ اس پر سب حاضرین جلسہ ایک دم اٹھ کھڑے ہوئے اور کرامت اللہ خان نے ایک خلعت معہ دیگر پارچہ ہار پوشید جو ایک کشتی میں اپنی ہمراہ اس غرض سے لائے تھے کہ جو صاحب غالب آئیں گے پہنادیں گے اور اس وقت تک کسی کو اس کا حال

معلوم نہیں تھا۔ مولوی احمد علی صاحب کو پہنا دیئے۔ اس کے بعد مولوی احمد علی صاحب نے وعظ فرمانا شروع کر دیا اور مولوی احسن قادیانی ایک گوشہ مسجد میں جا بیٹھے۔ نماز مغرب کا وقت ہوا۔ جلسہ وعظ برخاست ہوا اور ہر دو مولوی صاحب ہم بغل ہو کر ملے اور مولوی احسن قادیانی نے تعریف وعظ کی۔

۲۵؍جولائی ۱۸۹۵ء کو کسی قسم کی ہر دو جانب سے مسئلہ متنازعہ میں تین بجے شام تک گفتگو نہیں ہوئی۔ صرف مولوی احسن قادیانی نے ۲۴؍جولائی ۱۸۹۵ء کو مولوی احمد علی صاحب کے نام ایک خط دوبارہ جلسہ منعقد ہونے کی غرض سے لکھا اور وقت ۴؍بجے شام کے اس خاکسار کو پیر جی صاحب کے مکان پر بلا کر دیا کہ مولوی احمد علی صاحب کے پاس لے جاؤ۔ جس کا یہ مضمون تھا۔

خط محمد احسن قادیانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم!

محب مکرم حضرت مولوی احمد علی صاحب۔ بروز تاریخ ۲۴؍جولائی ۱۸۹۵ء ذریعہ رقعہ نیاز بھی عرض کیا گیا کہ ایک گھنٹہ آپ عاجز کو مرحمت فرمادیں اور ایک گھنٹہ جناب کے واسطے اور حسب شرائط میں نے بیاد سخن درمیان سخن، ضبط تقریر و تحریر و سکوت دیگر صاحبان حاضرین از طرفین آپ کے شبہ پیش کردہ میں گفتگو ہو جاوے۔ لیکن آپ نے دیروز ہرگز اس کو قبول نہ فرمایا اتمام الحجہ آج پھر عرض کیا جاتا ہے کہ ان شرائط کو جو عند العقل والنقل ضروریات سے ہیں۔ قبول فرما کر جلسہ منعقد فرمالیجئے۔ والسلام!

مورخہ ۲۵؍جولائی ۱۸۹۵ء، الراقم محمد احسن

کمترین تحریر مذکورہ بالا لے کر مولوی احمد علی صاحب کے خدمت میں مسجد چٹن بازار میں پہنچا۔ مولوی صاحب نے خط کو ملاحظہ فرما کر جواب لکھنے کو تیار تھے کہ مولوی احسن قادیانی و پیر جی خدا بخش صاحب بھی مولوی احمد علی صاحب کے پاس آ گئے۔ بدیں وجہ جواب خط ملتوی رہا۔ مولوی احسن قادیانی نے صرف وہی گفتگو شروع کی کہ مولوی صاحب کیوں ایک گھنٹہ کی اجازت نہیں ہوئی۔ بجواب اس کے مولوی احمد علی صاحب نے فرمایا کہ آپ کبھی الحمد پڑھنی شروع کر دیتے ہیں اور کبھی وعظ کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ مناظرہ میں وعظ سے کیا تعلق ہے؟ جیسا میں نے اپنی شبہ کو تحریر مرزا قادیانی میں اور خلاف تحریر مرزا قادیانی کا حدیث نبوی میں دکھلا دیا۔ ایسا ہی

خلاف اس حدیث نبوی کے کوئی حدیث آپ دکھلا دیتے۔ مولوی خلیل الرحمٰن بھی مسجد میں نماز عصر پڑھ رہے تھے۔ نماز سے فارغ ہو کر وہ بھی تشریف لے آئے۔ مولوی احسن قادیانی نے مولوی خلیل الرحمٰن کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ آپ لوگ اجازت ایک گھنٹہ کی کیوں نہیں دیتے ہیں اور یہی یہ بات کہ الحمد شریف پڑھنے اور وعظ کہنے سے جو روکتے ہیں تو میں سورہ الحمد شریف پڑھوں گا یا تو تحریری یا تقریری مباحثہ منعقد کیا جاوے۔ اس وقت حدیثیں پیش کروں گا۔ بجواب اس کے مولوی احمد علی صاحب نے فرمایا کہ اوّل یہ وعدہ ہو چکا تھا کہ تحریر اور تقریری مباحثہ طول نہیں ہوگا۔ جیسے میں نے حدیث نبوی اور تحریر مرزا قادیانی دکھادی۔ اسی طرح خلاف حدیث نبوی کے کوئی حدیث آپ دکھادیں۔ اس وقت دوبارہ جلسہ منعقد ہو سکتا ہے۔ اسی درمیان میں مولوی خلیل الرحمٰن سے مولوی احسن قادیانی نے فرمایا۔ چونکہ آپ سے اس شبہ کے بارہ میں میری خط و کتابت پیشتر ہو چکی ہے۔ اس گفتگو کا آپ ہی فیصلہ کیجئے۔ چنانچہ اس وقت سے تحریری گفتگو مولوی خلیل الرحمٰن سے کہ جس کا پرچہ علیحدہ تحریر ہوگا۔ شروع ہوئے۔ تیسرا سوال مولوی خلیل الرحمٰن صاحب نے تحریر فرمالیا تھا کہ وقت نماز مغرب ہوا اور حاضرین برخاست ہوئے اور مولوی خلیل الرحمٰن صاحب نے سوال لکھ کر مولوی احسن قادیانی کو دے دیا اور فرمایا کہ اب وقت جواب لکھنے کا نہیں رہا۔ مکان پر لیتے جائیے۔ جواب لکھ کر بھیج دیجئے گا۔ مورخہ ۲۵ر جولائی ۱۸۹۵ء

۲۶ر جولائی ۱۸۹۵ء کو بجواب خط مولوی احسن قادیانی کے مولوی احمد علی صاحب نے خط لکھا کہ جس کا مضمون ذیل میں درج ہے تابعدار لے کر مولوی احسن قادیانی کے پاس گیا کچھ جواب نہیں دیا واپس چلا آیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

مکرم بندہ مولوی احسن قادیانی السلام علیکم! بجواب آپ کے خط کے عرض ہے کہ آنجناب نے جو دو روز کے جلسہ میں تقریر فرمائی اس کا حسن و قبح تمام حاضرین جلسہ پر ظاہر ہو گیا۔ جس امر کا آپ نے وعدہ فرمایا تھا اس کو آپ نے پورا نہیں کیا۔ یعنی حدیث شریف یا قرآن مجید سے یہ ثابت نہیں فرمایا کہ بعد طلوع الشمس من مغربہا کے بھی ایمان نفع دے گا۔ وعظ فرمانا شروع کر دیا کہ جس سے عام لوگوں کے خیال مطلب اصلی سے ہٹ جاویں اور شام ہو جاوے۔ مولانا صاحب وعظ اپنے محل پر مناسب ہے نہ کہ ہر جگہ۔ پھر جو امر چند جملوں سے طے ہو سکتا ہو اسے طول دینے سے کیا فائدہ۔ یعنی سوال دیگر جواب دیگر۔ میں ہر طرح اس وقت بھی تیار تھا اور اب بھی ہوں

تن موجود ہوں۔ آپ شوق سے دو گھنٹہ وعظ فرمایئے یا حدیث شریف پڑھئے۔ مگر مجھے یہ تحریر دیجئے کہ بعد ختم ہونے اپنے وقت کے (بموجب اپنی وعدہ کے) بیضاوی شریف میں دکھلا دوں گا کہ بعد طلوع الشمس من مغربہا کے ایمان نافع ہوگا اور میں ہر طرح تیار ہوں۔ جس وقت جہاں ارشاد ہو حاضر ہوں۔ مورخہ ۲۶ر جولائی ۱۸۹۵ء، الراقم محمد احمد علی

نوٹ: مولانا صاحب حدیث پیش کریئے ورنہ یہ دھبہ ٹالے نہ ٹلے گا۔ بقلم دوست محمد خان۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے افتریٰ پردازی کی حسرت ناک نامرادی

میر عباس علی صاحب صوفی لدھیانوی کہ جو مرزا غلام احمد قادیانی کے مرید خاص تھے۔ اللہ تعالیٰ نے عرصہ ہوا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے بیعت سے نجات دی۔ یہ سچ ہے کہ بمقابلہ سچائی کے بناوٹ دور ہو جاتی ہے۔ ”قل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا“ اللہ تعالیٰ اپنی کلام پاک میں فرماتا ہے۔ ”ان الشيطان لكم عدو مبين“ جہاں تک ممکن ہے شیطان بہکاتا ہے اور عالموں کے فرمانے کو مرد ماں بہت کم سنتے ہیں۔ کیونکہ شیطان درپے ایمان ہے۔ ”ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب“ میر عباس علی صاحب صوفی نے ایک قصیدہ مرزا غلام احمد قادیانی کی نسبت تحریر فرمایا ہے۔ جو ذیل میں درج ہے۔ ناظرین پڑھ کر حظ وافر اٹھائیں گے۔

قصیدہ دررد قادیانی از میر عباس علی لدھیانوی (سابق قادیانی)

مرزا صاحب میں دل سے معتقد تھا آپ کا ۔۔۔ حسن ظن پہ میں نے ہاتھ پکڑا آپ کا
جو مرید خاص حضرت سب سے پہلا آپ کا ۔۔۔ جانتے ہیں سب تعلق تھا جو میرا آپ کا
برخلاف حق اطاعت آپ کی کیونکر کروں ۔۔۔ گرچہ حضرت جان ودل سے تھا میں شیدا آپ کا
کیا خبر تھی ہو کے رد نیچری کے مدعی ۔۔۔ نیچریت کی طرف ہوگا تقاضا آپ کا
یوں کہیں گے معجزات انبیاء کو مسمریزم ۔۔۔ اور ہوگا ان پر پھر ایسا تبرا آپ کا
مجھ کو ہے مکروہ ورنہ کم نہیں عیسیٰ سے میں ۔۔۔ پھل ہوئی کھٹی نہ جن پر ہاتھ پہنچا آپ کا
حضرت عیسیٰ جلالی طور پر آئیں گے پر ۔۔۔ ہم نہ تھے آگاہ کہ ہے یہ مکر دھوکا آپ کا
عیسیٰ موعود بن بیٹھیں گے آخر آپ ہی ۔۔۔ ہوگی بیاری مبارک زرد جوڑا آپ کا

اس جناب پاک کو سولی پہ بھی لٹکائیں گے — برخلاف قول حق اٹھے گا غوغا آپ کا
*جوش تصلیب واماتت بجز عیسیٰ اس قدر — فرض منصب ہے بھی دنیا میں گویا آپ کا
ابن مریم یوسف نجار کا بیٹا ہوا — دیدۂ دل ہوگیا سرمے سے اگی آپ کا
آپ نے باندھا ہے صدیقہ پہ بہتان عظیم — ہے بجا گر قول ہو اتا قتلنا آپ کا
لمبی لمبی سن کے تقریر مزخرف کیا کریں — نیچری کے کارخانہ سے ہے سودا آپ کا
نیچریت کھل چکی ہے آپ کی تحریر سے — ہے عبث باتیں بنانا اور مکرنا آپ کا
مار کر اللہ نے زندہ ہزاروں کر دیئے — مانیں اب ہم فیصلہ قرآن کا یا آپ کا
اولیاء سے خرق عادت ہے نبی کا معجزہ — خود نشان آسمانی پر وہ دعویٰ آپ کا
کہہ دے اسلامی عقائد کو سرے سے خیرباد — واہ وا اونچی دکان پکوان پھیکا آپ کا
گرچہ ہے مشہور مضمون میں شب قدر اک رات — اب ہوا اقرار سے انکار بے جا آپ کا
شب نہیں وہ اک زمانہ رات کا ہم رنگ ہے — نیچریت نے ڈبویا ہائے بیڑا آپ کا
قادیان کو حضرت اقدس بناتے ہیں دمشق — ہے منارہ اس میں بیت الذکر اچھا آپ کا
نوبت تجدید و تحدیث آپ کی منظور ہے — اب نبوت کے لئے بجتا ہے ڈنکا آپ کا
نام جزوی ہے و لیکن کچھ کمی رکھی نہیں — ہے وہی وحی رسل الہام جیسا آپ کا
عام لوگوں اور نبی میں فرق ہے جزوی کیا — ہوگیا عالم پہ اب سب راز افشان آپ کا
مرسل یزداں لقب ہے نوح کی کشتی ہیں آپ — اس بھنور میں دعویٰ تجدید ڈوبا آپ کا
نام استغفار واقبال خطا اس میں نہیں — میں نے مجموعہ رسائل کا جو دیکھا آپ کا
بڑھ گئے تحدیث میں فاروق اعظم سے بھی آپ — یہ مزاج میرزائی خوب بگڑا آپ کا
حسن ظن کرتے ہوئے مجھ کو برس گذرے بہت — راستی پر ایک بھی دعویٰ نہ پایا آپ کا
خلق طیر عیسوی کو شرک کہتے ہیں جناب — کیا ہوا وہ غیب کی باتیں بنانا آپ کا
پوشش عیسیٰ پہ استہزاء مسلمانوں کے ساتھ — کس جگہ سے لایا چھینٹے سرخ رویا آپ کا
عالموں اور صوفیوں کو آپ نے لکھوائے خط — اپنی شہرت تھی فقط مطلوب ومنشاء آپ کا
دیکھی آنکھوں سے میں نے آپ کی بحث بوعید — کیوں بغل میں رہ گیا آخر کار پرچہ آپ کا
عرض کی گھر پر یہ میں نے چاہیئے ایفائے عہد — ہوگیا دل عہد سے بے وجہ ٹیڑھا آپ کا
کی بخاری کے حوالے سے حدیث عرض نقل — نکلا آخر علم کا دعویٰ بھی جھوٹا آپ کا

علم ظاہر کی بھی قلعی عام جلسہ میں کھلی / زور باطن بھی ہوا آخر کھلا آپ کا
کیوں نہ کی لاہور میں پھر بحث عبداللہ سے / کیا اڑایا دوست نادانوں نے خاکا آپ کا
شرط نور الدین جموں میں نشان کے واسطے / کر گئے منہ خوب ہی عالم میں کالا آپ کا
صادق آیا طالب و مطلوب دونوں میں ضعیف / اب بھی گر طالب ہو کوئی دل کا اندھا آپ کا
قادیاں کو چلتے چلتے جانب دلی چلے / خوب ہے معلوم وہ جانا تھا کیسا آپ کا
میں نے روکا انتظام قادیان چل کر کرو / بس نہ تھا کچھ ساتھ کر فتنہ پہ اصلاً آپ کا
طشت از بام آپ ہونے کے لئے دلی گئے / قدرت حق سے ہوا طے جلد جھگڑا آپ کا
سعی ہو مشکور ان کی اہل دین خوش کر دیئے / کیا دکھایا اہل دلی نے تماشا آپ کا
آپ نے جو راہ پکڑی وہ بھی دوڑی ساتھ ساتھ / عذر یا حیلہ کوئی باقی نہ چھوڑا آپ کا
تھے کہاں پر زور جملے آپ کے اور کیا ہوا / وہ نشان آسمانی سے مسیحا آپ کا
کس لئے بھاگے یہاں سے شب کو چوروں کی طرح / پہرہ چوکی جب کہ تھا ہر وقت برپا آپ کا
یاد ہوگا آپ نے لکھا تھا جو خط میں مجھے / مر گیا جس وقت موئکل بیٹا آپ کا
ان کا اطمینان کر دیں بد ظن ہوئے جاتے ہیں لوگ / میں نے حسن ظن سے پھر سکہ بٹھایا آپ کا
پوچھیں کیا اوروں سے کہئے آپ انصاف سے / پہلے کیا اقوال تھے اب حال ہے کیا آپ کا
میں نے جب درخواست کی آخر بطرز صوفیا / رنگ چہرہ ہو گیا دہشت سے پیلا آپ کا
شور تھا ہم زور باطن سے کریں گے فیصلہ / نکلا مذہب وقت پر اس میں بھی ڈھیلا آپ کا
آپ کی ہستی ہے کیا ہے قادیان آئے کوئی / کھل گیا ہے سب پہ راز دین و دنیا آپ کا
حسن و خوبی کہئے کیا ہے ظاہری یا باطنی / سال بھر تک کوئی رہن تمنا آپ کا
راہ دین میں مقتداء میں نے بنایا تھا تمہیں / یاد رکھئے اب بھی چھوڑوں گا نہ پیچھا آپ کا
مرزائی نیچری ہیں نیچری / کوچہ و برزن میں پیٹوں گا ڈھنڈورا آپ کا
سارے عالم میں کروں گا خوب ہی مٹی خراب / ہے ابھی کیا نام روشن اور ہو ہوگا آپ کا
حق تعالیٰ آپ کو پھر لائے راہ راست پر / پھر بنائے مجھ کو دولت خواہ سچا آپ کا
ہو اسی پر ہو چکا لیکن اگر جف القلم / دور ہو ایمان والوں سے یہ لقو آپ کا
حضرت صوفی خدا کا شکر کیجئے بچ گئے / ہر دو عالم میں رہے اللہ مولیٰ آپ کا

نقل پرچہ تصدیق مطابق اصل کے ہے۔

تحریر مناظرہ کو جملہ ناظرین تصدیق کرتے ہیں کہ واقع متعلقہ مسئلہ متنازعہ فیہا کے ہے

اور دستخط ذیل میں کرتے ہیں:

مولوی سید احمد	مولوی دوست محمد	مولوی محمد عاشق	حافظ شریف خان	حافظ محمد ایوب	مولوی اللہ دیا
حافظ سراج الدین	منشی عبدالکریم	حافظ احمد	حافظ عبداللہ	منشی محمد حنیف	منشی کرامت اللہ خان
حافظ محمد حسین	منشی محمد حسین	منشی عبدالرحمٰن	منشی نظیر حسین	حافظ علم الدین	منشی محمود خان
سید ولایت حسین	سید نثار حسین	منشی مظفر حسین	منشی رحمت اللہ	عبدالغفور خان	منشی منظور احمد
حافظ عبدالرحمٰن	محمود خان سوداگر	شاہ جی عبدالحق	نور بخش	پیر جی نور محمد	حافظ ضابطہ خان
منشی محمد حسین	منشی احمد حسن	منشی مقبول احمد	منشی مظفر حسین	منشی حسن احمد عکار	منشی حسن محمد عکار
ملا مولا بخش	مولوی حاجی عبدالکریم	منشی رحمت اللہ	منشی محمد بخش	منشی عبدالقادر	منشی شیخ گل محمد
منشی عبدالقیوم	منشی خلیل الرحمٰن	منشی ابراہیم خان	منشی مولا بخش	منشی علی احمد	حافظ عظیم الدین
حافظ محمد یعقوب	منشی عاشق علی	منشی عبدالرزاق	مرزا کریم بیگ	منشی عبدالصمد خان	منشی محمد یعقوب خان

مورخہ ۲۶ رجولائی ۱۸۹۵ء کو مولوی احمد علی صاحب نے جو خط بنام مولوی محمد احسن صاحب روانہ کیا تھا۔ کچھ جواب نہیں دیا ہے۔ ۱۰ راگست ۱۸۹۵ء

اعلان

جملہ اہل اسلام کو مژدہ و بشارت ہو کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے حواری مولوی محمد احسن مدعی طلوع الشمس من مغربہا کو کہتے ہیں کہ ہو چکا اور پھر کہتے ہیں کہ ایمان نفع دے گا۔ یہ حدیث صحیح مسلم کے مطابق کہ جو مناظرہ مندرجہ ہذا میں پیش کردہ جناب مولوی احمد علی صاحب ہے۔ ہرگز بعد طلوع الشمس من مغربہا کے ایمان لانا نفع نہیں دے گا اور نہ معتبر ہو سکتا ہے۔ ان کے عقائد باطلہ کے رد میں یہ مناظرہ غور طلب ہے کہ وہ کوئی حدیث خلاف حدیث نبوی کے پیش نہیں کر سکے اور اس فتنہ سے اپنے آپ کو اور جملہ مومنین کو بچاویں۔

المشتہر!

دوست محمد خان عفی عنہ!

رقیمة الاخلاص

حضرت مولانا دوست محمد خان رحمہ اللہ

رقیمۃ الاخلاص

وان جندنا لهم لغالبون

مراسلات فیما بین حضرت مولانا خلیل الرحمن صاحب و مولوی احسن قادیانی واقع دهره دون

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

پرچہ نمبر:۱...... مولانا خلیل الرحمٰن

(تقریر سوال) بعد طلوع شمس کی جانب سے مغرب سے جیسے کہ احادیث صحیحہ میں بیان ہے کسی کافر کا ایمان لانا عند اللہ اگر مقبول ہوسکتا ہے تو قرآن یا حدیث سے عبارت کو منقول فرمایا جاوے۔ سائل خلیل الرحمٰن!

پرچہ نمبر:۱...... از مولوی محمد احسن امروہی قادیانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم!

بعد طلوع ہو چکنے شمس کے اپنے مغرب سے کسی کافر کا ایمان لانا ہرگز مقبول نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ سائل صاحب فرماتے ہیں، ہمارا اس پر ایمان ہے۔

الراقم محمد احسن، مورخہ ۲۵؍جولائی ۱۸۹۵ء

پرچہ نمبر:۲...... از مولانا خلیل الرحمٰن

درصورت تو تسلیم اس امر کے کہ بعد طلوع الشمس کے کسی کافر کا ایمان عند اللہ مقبول نہیں ہونے کا، تو مرزا قادیانی کا تحریر فرمانا کہ کل آیات کبریٰ پوری ہوچکیں اور واقع ہوچکیں۔ جیسے کہ (حمامۃ البشریٰ ص۸۳) کے اندر جواب کے تقریر میں مذکور ہے کہ یہ سب چیزیں جیسے کہ صحیح اخبار میں ثابت ہیں واقع ہوچکی۔ جس میں طلوع الشمس من مغربہا کا بھی بیان ہے۔ آپ کے نزدیک مسلم ہے یا نہیں؟ الراقم خلیل الرحمٰن!

پرچہ نمبر:۲...... از محمد احسن قادیانی

الجواب وبہ نستعین! حضرت اقدس مرزا صاحب نے کسی اپنی تصنیف میں نہیں تحریر فرمایا کہ طلوع الشمس من مغربہا جو علامت کبریٰ وجود قیامت کی ہے۔ وہ پوری ہوچکی اور سائل صاحب کو جو یہ شبہ حضرت مرزا صاحب کی عبارت حمامہ سے پیدا ہوا ہے وہ محض خلاف ہے۔ کیونکہ

مرزا صاحب نے ایک معترض کا قول بطور اعتراض کے نقل فرماتے ہیں کہ مسیح موعود کی جو نشانیاں مثل خروج یاجوج وماجوج اور طلوع الشمس من مغربہا وغیرہ ہے وہ تو ابھی واقع ہوئی ہی نہیں۔ پھر جب کہ امارات مقدمہ مسیح واقع نہیں ہوئیں تو مرزا صاحب مسیح موعود کیونکر ہو سکتے ہیں۔ پس یہ معترض کی غلطی ہے کہ طلوع الشمس من مغربہا کو مسیح کے پہلے اور مقدم سمجھ کر اس نے اعتراض کیا ہے۔ پس معترض کے قول کی غلطی مرزا قادیانی پر عائد نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ مرزا صاحب نے تو اپنے قول میں کہیں نہیں فرمایا کہ طلوع الشمس من مغربہا ہو چکا۔ ہاں مرزا صاحب اس اعتراض کے جواب میں یوں تحریر فرماتے ہیں کہ ''فاعلم ان ہذاہ الا نباء قدتمت کلہا ووقعت الیٰ آخرہ'' ظاہر ہے کہ الف لام لفظ الانباء جو عہد کا ہے خواہ وہ عہد ذہنی آپ اس کو تسلیم کریں یا عہد خارجی اور استغراقی مانیں۔ جیسے کچھ آپ اس لام کی نسبت فرمادیں اور نیز چونکہ ذکر انہیں نشانوں کا ہے جو متنازعہ فیہا مقدمات مسیح سے ہیں۔ یعنی وہ علامات جو مسیح سے پہلے واقع ہونی ضرور ہیں نہ ان نشانیوں کا ذکر ہے جو متصل قیامت کے باتصال حقیقی واقع ہوں گے تو مراد الانباء معرف بلام اور لفظ ہذہ اسم اشارہ متوسط سے وہی خبریں مراد ہو سکتی ہیں جو کہ امارات مقدمہ مسیح کی ہوویں۔ نہ دیگر علامات متصل قیامت کیونکہ ان میں تو بحث ہی نہیں ہے اور اسی مطلب کو بہت تائید کے ساتھ خود سائل صاحب سمجھ سکتے ہیں۔ کیونکہ حضرت مرزا صاحب نے جواب تفصیلی اسی سوال میں جو شرح اور بسط فرمائی ہے اس میں اور علامات مقدسہ مسیح کا وقوع تو بیان کیا ہے۔ لیکن طلوع الشمس من مغربہا کی نسبت ایک حرف تک نہیں لکھا اور اگر کہا جاوے کہ جواب تفصیلی میں حضرت مرزا صاحب نے معترض کو کیوں نہیں یہ تنبیہ کی کہ تو نے یہ علامت مسیح سے مقدم کیوں گردانی اور اپنے اعتراض میں کیوں اس کو ذکر کیا۔ کیونکہ وہ علامت مسیح سے پہلے انتہاء کو نہیں پہنچ چکی تو واضح ہو کہ حضرت مرزا صاحب مثل معلمین اطفال کے کوئی میانجی نہیں ہیں کہ معترض کے قول میں جو جو اغلاط واقع ہوں ان سب کو تعلیم فرمایا کریں۔ ہاں جو امور متنازعہ فیہا میں یعنی وہ نشانیاں جو مسیح سے پہلے واقع ہونی چاہئیں۔ ان کا بیان فرمادیا ہے۔ مرتبہ اجمال میں اس طرح پر کہ الف لام عہد سے وہ جملہ اور کل پیشین گوئیاں جو مسیح سے پہلے ہونی چاہئیں ذکر فرمائیں۔ جس کی طرف الف لام عہد کا اور اشارہ متوسط ہذہ دلالت کرتا ہے اور جواب تفصیلی میں بھی وہی پیشین گوئیاں معہ اپنے اسرار اور معارف کے بیان کیں جو مسیح سے پہلے ہونی ضرور تھیں۔ لیکن طلوع الشمس من مغربہا کا کہیں ذکر نہیں کیا۔ یہ اعتراض قلت تدبر سے پیدا ہوا ہے کہ اگر بنظر امعان نظر وانصاف دیکھا جاوے تو کبھی یہ شبہ پیدا نہ ہو۔

مورخہ ۲۵ رجولائی ۱۸۹۵ء الراقم محمد احسن (قادیانی)

پرچہ نمبر: ۳......از مولانا خلیل الرحمٰن

براہ نوازش اس بات کا ثبوت کہ مرزا قادیانی نے طلوع الشمس من مغربہا کا واقع ہو چکنا بیان نہیں کیا ہے تو ہذہ الانباء قد تمت کلہا کہنے سے وہ کون سے اخبار مراد ہیں۔ جو اشارہ کے ساتھ ص ۸۳ حمامہ میں عبارت کے ساتھ مرحمت فرمائے۔

راقم الحروف خلیل الرحمٰن مورخہ ۲۵ر جولائی ۱۸۹۵ء

پرچہ نمبر: ۳......از محمد احسن قادیانی

الجواب بہ و نستعین! اے مولوی صاحب عاجز کو آپ کا مبلغ علم معلوم ہو گیا۔ اصول علم مناظرہ وغیرہ کے آداب کے بیان کرنے کی اب مجھ کو کچھ ضرورت ہی نہیں ہے۔ کیونکہ مخاطب کو جملہ علوم مستحضر نہیں دو سہ کلمات عرض کیے دیتا ہوں۔ اے مولوی صاحب! آپ مجھ سے معدوم کا وجود و ثبوت کیوں طلب فرماتے ہیں۔ یہ تو تکلیف مالا یطاق ہے۔ ’’لا یکلف اللّٰہ نفسا الا وسعھا‘‘ جب کہ آپ کسی مضمون کے وجود کی صورت میں ہے۔ اعتراض قائم کر سکتے ہیں اور میں کہتا ہوں کہ وہ مضمون یعنی طلوع الشمس من مغربہا کا واقع ہو چکنا کہیں مرزا صاحب نے تحریر نہیں فرمایا جو نیا اعتراض ہے تو پھر فرمایئے کہ بنا اعتراض کا دکھانا معترض کا کام ہے۔ یا مجیب کا میں کیونکر اس مضمون کو جو مرزا قادیانی نے اپنے کسی رسالہ میں نہیں لکھا ہے۔ دکھلا سکتا ہوں اگر آپ اعتراض کرتے ہیں تو آپ پر فرض ہے کہ نقل عبارت کر کے اوّل بنا اعتراض قائم فرمادیں اور مرزا قادیانی کی کتابوں میں اس بناء کا وجود پیدا کریں اور پھر اعتراض کریں ورنہ آپ کا اعتراض ہباءً منثورا ہو گیا اور میں تو عرض کر چکا کہ لفظ الانباء میں الف لام عہد کا موجود ہے اور لفظ ہذہ اسم اشارہ متوسط بھی جس سے مراد وہی امارات میں جن کو مسیح سے پہلے ہونا ضروری ہے اور اسم اشارہ متوسط اسی واسطے لایا گیا ہے کہ امارات صغریٰ اور طلوع الشمس من مغربہا کے درمیان میں لیکن مسیح سے پہلے جو امارات ہیں وہ پوری ہو چکی اب میں آپ کے خطاب میں اور کیا عرض کر سکتا ہوں کہ کلموا الناس علےٰ قدر عقولہم وارد ہے۔ اگر آپ کو اس بارہ میں مفصلاً نظر کرنا ہو تو رقیمہ الوداد کو جس میں مولوی احمد علی صاحب کے شبہ کا تار و پود اکھاڑا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمادیں معانی الفاظ سے ہی مفہوم ہوا کرتی ہیں جو حق عاجز نے لکھے اس کے الفاظ بھی آپ کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ اگر اب بھی آپ کا شبہ رفع نہ ہوا تو یہ قصور فہم آپ کا ہے۔ زیادہ حد ادب!

الراقم محمد احسن مقام دہرہ دون ۲۵ر جولائی ۱۸۹۵ء

پرچہ نمبر:۴......از مولانا خلیل الرحمٰن

ایہاالمولانا معلوم رہے کہ حسب ارشاد باری وفوق کل ذی علم علیم کے یہاں فخر علمی پہلے سے ہی نہیں ہے۔ پر افسوس یہ ہے کہ جن صاحبوں کو زعم اعلم الناس ہونے کا ہے وہ اپنے مبلغ علم کو کام میں نہ لا سکے۔ ان پر فرض تھا کہ سچ پر گواہی دینے سے نہ شرماتے۔ ''کما قال اللہ تعالیٰ ولو علی انفسھم او الوالدین'' اس پر نظر کر کے حق گوئی سے منہ نہ پھیرتے۔ اے مخدوم!

شکستہ قدح گر بہ بند ند حسیت

نیاورد خواہد بھائی درست

جب کہ قرآن وحدیث سے مرزا قادیانی کے اقوال شکستہ ہیں تو آپ کے تکلفات سے کب درست ہو سکتے ہیں۔

مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

علم مناظرہ کے اصول آپ بیان فرماتے تو کیا عند اللہ آپ کا جواب مقبول ہوتا اور اب جو تحریر نہیں کرتو کون کی محولہ جواب میں خیالی کی جاتی ہے۔ مجھ کو امید تھی کہ بخاری کی تفسیر کے مطابق آیہ شریف ''الا تطغوا فی المیزان واقیموا الوزن بالقسط'' کی بات چھپی ہوئی بیان فرماتے۔ انصاف تو کیجئے آپ کا جواب میں یہ عذر کہ شے معدوم کیوں طلب کی جاتی ہے اور یہ کہ طلوع الشمس من مغربہا کا واقع ہو چکنا کہیں مرزا قادیانی نے تحریر نہیں فرمایا۔ کوئی نفس الامری عذر ہے اور بنا اعتراض کا نہ دکھلانا تو صرف آپ کے ارشاد سے تھا۔ کیونکہ آپ نے سوال کی تحریر کے وقت یہ کہہ کر کہ حمامہ کی عبارت جب کہ طرفین کو معلوم ہے تو لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھ کو متنازع فیہ عبارت کے پیش کرنے سے روک دیا۔ اب جو آپ اس کی نقل طلب فرماتے ہیں تو انشاء اللہ تعالیٰ اس تقریر کے خاتمہ پر گذارش کر دیا جاوے گا۔ اب اس کو بجنسہ ان سوال اور جوابوں کے ساتھ شامل ومحفوظ رکھے گا۔ تاکہ جناب کے جواب سب بہاء منثورا ہی رہیں اور جو کہ آپ نے بیان میں لام الابتداء کے الام حوالہ قلم کئے ہیں اور سوال دوئم کے جواب میں اس لام کے اعتماد پر سائل کے حق میں ملامت کی طرف متوجہ ہوئے۔ اے مخدوم اصطلاحات علمیہ سے واقف شخص کون ہے جو نہیں جانتا کہ بیان کے موقع میں خاموشی بیان کا فائدہ دیا کرتی ہے۔ پس وہ امارات کبریٰ جن کے تفصیل اعتراض کی تقریر اور (حمامہ ص۸۴) میں موجود ہے۔ خواہ از راہ معترض کی خام خیالی کے ہو اور واقع میں نہ ہو۔ خواہ مطابق واقع کے ہووے جب کہ مرزا قادیانی

نے اصلاً ان کی علامات خاصہ نزول مسیح موعود کے واسطے ہونے پر انکار نہ کیا اور بے ساختہ جواب میں کہہ دیا کہ سب خبریں بے شک تمام ہوچکیں تو آپ کا یہ فرمانا کب معتبر ہوسکتا ہے کہ طلوع الشمس من مغربہا کا واقع ہوچکنا کہیں مرزا قادیانی نے تحریر نہیں فرمایا۔ کیونکہ اولاً! بلا انکار کے مرزا قادیانی نے معترض کی تقریر اعتراض کو اپنی تصنیف میں درج کیا۔ یہ خود دلالت کرتا ہے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک مسیح موعود کے نزول کے لئے پہلے سے ظہور یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض اور دجال کا مع اپنی نشانیوں کے اور طلوع آفتاب کا اپنے چھپنے کی جگہ سے ہونا تحریری مسلم ہے۔

ثانیاً! جواب میں اشارہ کر کے انہیں مذکورہ بالا خبروں کی جانب یہ کہنا کہ وہ سب خبریں بے شک پوری ہوچکیں جو صریح اقرار پر دلالت کرتا ہے۔

ثالثاً! اس پر یوں زور دینا کہ ایسی واقع ہوچکے جیسے کہ چیدہ خبروں میں ثقہ لوگوں سے جمع ہوئیں ہیں۔

رابعاً! اس پر ترقی اس طور پر دینا کہ لوگوں نے ان علامات کے پورے ہوچکنے کو نہ پہچانا اور بے خبر رہے۔

خامساً! پھر یوں ہی تائید کرنا کہ جو بڑے نشان ہیں وہ بجز استعارات اور مجازات کے نہیں واقع ہوتے اور ظاہر طور پر ہرگز نہ جلوہ گر ہوتے یا کہ ہوسکتے ہیں۔

سادساً! اس کو چند آیات قرآنی سے یوں مؤید کرنا کہ پوشیدہ اور بے خبری کی حالت میں ہی بڑے نشانوں کا واقع ہونا ثابت ہوتا ہے۔

سابعاً! امارات کبریٰ اگر ظاہر اور حقیقت میں جلوہ گر ہوں تو اس پر منع تفصیلی کرنا اور ان میں طلوع الشمس من مغربہا کو شمار کر کے اس طرح بتلانا کہ ''کما اخبر عنہا رسول اللہ ﷺ'' پس کیا یہ سب ثبوت مرزا قادیانی کی انگلیوں نے تحریر نہیں کئے جو آپ حمامہ کے اندر ان کے وجود کا انکار کرتے ہیں ایہا المولانا شے بدیہی الثبوت پر عدم موجودگی کا ادّعا کرنا آپ کے ہی مبلغ علم کا مقتضا ہے۔ افسوس کیونکر آپ کو جرأت ہوئی کہ مرزا قادیانی جو طلوع الشمس من مغربہا کے واقع ہوچکنے پر زور دے کر بیان کر چکے۔ اس کے عدم وجود ہونے کو آپ سنادیں اور نیز اپنے دوسرے جواب میں بے سود تکلف کی طرف کی طرف مائل ہوکر یوں لکھیں کہ مرزا قادیانی نے جو (حمامہ ص۸۳) کے اعتراض کی تقریر پر کچھ انکار نہیں کیا۔ اس کی وجہ عدم ضرورت ہے اور یہ کہ مرزا قادیانی کتب کے معلمون کی طرح اطفال کے میاں جی تو نہیں کہ معترض کے قول میں جو جو اغلاط واقع ہوں۔ ان سب کو تعلیم فرمایا کریں۔ مولانا آپ کا یہ عذر تو ایسا ہے جس کو تو بدتر از گناہ کہا

جاوے تو بجا ہے اسے حضرت بحتریوں ہے کہ آپ اب الام کے حلقہ سے آزاد ہو کر سیدھے راہ پر الف قامت ہو جائے اور اور واضح ہووے کہ اس رقیمۃ الاخلاص کو ملحوظ رکھنے کے بعد آپ کے تار و پود شکستہ رقیمۃ الوداو پر کچھ التفات کرنے کی احتیاج نہیں رہی ہے۔" وما علینا الا البلاغ المبین وأخر دعونا ان الحمد لله رب العلمین والصلوٰة والسلام علی سید المرسلین محمد وعلیٰ اٰله واصحابه اجمعین "اور حمامۃ کی مطلوبہ عبارت یہ ہے ملاحظہ فرمایئے۔

الراقم خلیل الرحمٰن۔ مورخہ ۲۶؍ جولائی ۱۸۹۵ء

"ومن اعتراضاتهم انهم قالوا ان المسيح الموعود لاياتي الا عند قرب القيامة وظهور اماراتها يعني ظهور ياجوج وماجوج ودابة الارض والدجال الذي تسير معه الجنة والنار وطلوع الشمس من مغربها وما ظهر شيء من هذا العلامات فمن اين جاء المسيح الموعود مع عدم مجئ أيات اخرىٰ وكيف يطمئن القلب علىٰ هذا وكيف يحصل الثلج واليقين اما الجواب فاعلم ان هذه الانباء قد تمت كلها وقعت كما كان في الاثار المنتقاة المدونه عن الثقاة ولكن الناس ماعرفوها وكانوا غافلين...... ايضاً فثبت من قوله عزوجل اعن ولا يزال الذين كفرو في مرية منه ان العلامات القطعية المزيلة للمرية والامارات الظاهرة الناطقنا الدالة علىٰ قرب القيامة لا تظهر ابداً وانما تظهر ايات نظريه التي يحتاج الىٰ التاروبات ولا تظهر ولا في حلل الاستعارات والا فكيف يمكن ان تنفتح ابواب اسماء وينزل منها عيسىٰ اما عين الناس وفي يده حربة وينزل الملئكة معه وتنشق الارض وتخرج منها دابة عجيبة ويكلم الناس ان الدين عند الله الاسلام ويخرج ياجوج وماجوج بصورهم الغربية واذ انهم الطويلة ويخرج حمار الدجال ويرى الناس بين اذنيه سبعون باعاويخرج الدجال ويرى الناس الجنة والنار معه الخزائن التي يتبعه وتطلع الشمس من مغربها كما اخبر عنها رسول الله ﷺ ويسمع الخلق اصواتاً متواترة عن السماء ان المهدي خليفة الله وما ذالك يبقى الشك والشبهاة في قلوب الكافرين ولاجل ذلك كتبت في كتبي غير مرة ان هذه كلها استعارات وما اراد الله بها الاابتلاء الناس ليعلم من يعرفها بنور القلب ومن يكون من الضالين" (حمامۃ البشریٰ ص۸۳، خزائن ج ۷ ص ۳۰۲، ۳۰۳)

اور معترضون کی باتوں سے ہے کہ انہوں نے کہا بے شک مسیح موعود آئے گا۔ مگر جب ہے کہ قیامت کے نزدیک اور اس کی بڑی نشانیوں کا ظہور ہوگا۔ یعنی ظہور یاجوج وماجوج ودابۃ الارض اور دجال کے جس کے ساتھ جنت اور نار چلتے ہوں گے اور طلوع ہونے سورج کے اس کے چھپنے کی جگہ سے۔ حالانکہ ان علامات سے کوئی شے نہیں ظاہر ہوئی تو مسیح موعود کہاں سے آ گیا؟ باوجود دوسرے نشان نہ آنے کے اور کیونکر دل اطمینان اس پر پاوے اور کیسی ٹھنڈک اور یقین حاصل ہووے۔ پس جواب معلوم رہے کہ بلاشک یہ خبریں البتہ سب تمام ہو چکیں اور واقع اس طور پر ہوئیں جیسے حدیثوں میں ثقہ سے جمع شدہ تھیں۔ ولیکن لوگوں نے نہ پہچانا اور بے خبر رہے...... پس ثابت ہوا قول اس بزرگ غالب سے اور ہمیشہ کافر اس سے شک میں رہیں گے۔ یہ کہ بلاشبہ نشانیاں قطعیہ جو شبہ مٹاویں اور نشانات ظاہری جو صریح دلالت قیامت کے قرب پر کریں کبھی نہیں ظاہر ہوتی۔ اس کے سوائے نہیں کہ فکری طور سے نشانیاں ظاہر ہوتی ہیں جو تاویلات کی طرف ظاہر ہوں اور نہیں ظاہر ہوتیں مگر پیرایہ استعارات میں۔ ورنہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ اگر کھولے جاویں آسمان کے دروازے اور ان سے عیسیٰ لوگوں کی آنکھوں کے آگے اتریں اور اپنے ہاتھ میں حربہ لئے ہوں اور ان کے ساتھ جیسے اتریں اور زمین پھٹے اور اس میں سے دابہ عجیبہ نکلے جو لوگوں سے کہے کہ بیشک مقبول دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے اور نکلے یاجوج وماجوج اپنی عجیب صورتوں اور لمبے کانوں کے ساتھ اور نکلے گدھا دجال کا اور لوگ دیکھیں کہ اس کے دونوں کانوں کے درمیان فاصلہ ستر ہاتھ کا ہو اور نکلے دجال اور لوگ دیکھیں کہ اس کے ساتھ جنت اور نار ہے اور خزانے جو اس کے پیچھے ہو لیتے ہوں اور طلوع کرے آفتاب اپنے چھپنے کی جگہ سے جیسے کہ اس سے خبر دی رسول اللہ ﷺ نے اور لوگ آواز پے در پے آسمان سے سنیں کہ بیشک مہدی اللہ کا نائب ہے اور باوجود اس کے شک وشبہ کافروں کے دلوں میں باقی رہے اور اس وجہ سے میں نے اپنی کتابوں میں کتنی ہی دفعہ لکھا کہ بے شک یہ سب استعارات ہیں اور ان سے اللہ تعالیٰ نے نہیں ارادہ کیا۔ مگر ان کی آزمائش تاکہ دیکھے کون ان کو دل کی نور سے پہچانتا ہے اور کون بہکے ہوؤں سے ہوتا ہے۔

مورخہ ۲۶ رجولائی ۱۸۹۵ء، از خلیل الرحمٰن

پرچہ نمبر: ۴...... از محمد احسن قادیانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

نحمده ونصلى على رسوله الكريم!

”هذه معارضة بقلب جوابكم . فان كان قولكم صواباً فهذا

صوابکم ''این جہاں کوہست وقعل و ماندایازی آیدنا اہاراصدا ایہا المولا نا معلوم رہے کہ حسب ارشاد وفوق کل ذی علم علیم کی یہاں تو فخر علمی پہلے سے ہی نہیں ہے اور افسوس یہ ہے کہ جن صاحبوں کو زعم اعلم الناس ہونے کا ہے وہ اپنے مبلغ علم کو کام میں نہ لاسکے۔ ان پر فرض تھا کہ سچ پر گواہی دینے سے نہ شرماتے۔''کما قال اللہ تعالیٰ ولو علیٰ انفسھم اولوالدین ''اس پر نظر کر کر حق گوئی سے منہ نہ پھیرتے اے مخدوم۔

شکستہ قدح گربہ بند ند چست

نیاحہ وخواہد بہائے درست

جب کہ قرآن وحدیث سے مرزا قادیانی کے اقوال مؤید ومبرہن ہیں تو آپ کے تکلفات سے کب شکستہ ہوسکتے ہیں۔

مشک انست کہ خود بوید نہ آنکہ عطار بگوید

علم مناظرہ کے اصول اگر عاجز بیان کرتا تو بھی انشاءاللہ عنداللہ جواب مقبول ہوتا اور اب جو تحریر نہیں کئے تو کون سی کمی محولہ جواب میں خیال کی جاتی ہے۔ مجھ کو امید ہے کہ بخاری کی تفسیر کے مطابق آیت شریف''الا تطغوا فی المیزان واقیموا الوزن بالقسط'' کی بات سچی ہوئی۔ بیان فرماتے۔ انصاف تو کیجئے کہ عاجز کے جواب میں یہ عذر کہ شے معدوم کیوں طلب کی جاتی ہے اور یہ کہ (طلوع الشمس من مغربہا کا واقع ہوچکنا) کہیں مرزا قادیانی نے تحریر نہیں فرمایا کیا نفس الامری عذر ہے۔ اس عبارت حمامہ سے جو آپ نے نقل فرمائی۔ اعتراض قائم ہی نہیں ہوسکتا۔ خواہ خاتمہ پر آپ اس کو نقل فرمادیں یا اوّل میں۔ یہی توجیہ ہے کہ خاتمہ ٹھیک نہیں۔ لہٰذا آپ اس کو بجز ان سوال وجوابوں کے ساتھ شامل ومحفوظ رکھئے گا۔ تاکہ جناب کے شبہات سب ہباء منثورا ہی رہیں اور جو کہ آپ نے بیان میں الفلام الانباء کے الام حوالہ قلم کئے ہیں اور سوال دوم کے جواب الجواب میں اس لام کے عدم اعتاد پر مجیب سائل کے حق میں ملامت کی طرف متوجہ ہوئے۔ اے مخدوم اصطلاحات علمیہ سے واقف شخص کون ہے جو نہیں جانتا کہ بیان کے موقع میں یہ الف لام بہت سے مطلبون کے بیان کا فائدہ دیا کرتا ہے۔ پس وہ امارات کبریٰ جن کی تفصیل اعتراض کی تقریر اور حمامہ ص۸۲ میں موجود ہے۔ خواہ وہ امارات از راہ معترض کی خام خیالی ہوں اور واقع میں نہ ہوں۔ خواہ مطابق واقع کے ہوویں۔ لیکن جب کہ مرزا قادیانی کو انہیں علامات خاصہ نزول مسیح موعود کی بحث منظور ہے اور بے ساختہ جواب میں کہہ دیا ہے کہ سب خبریں جو مسیح سے مقدم ہیں بے شک تمام ہوچکیں۔ جس کی طرف الف لام دلالت کرتا ہے تو آپ

کا یہ فرمانا کب معتبر ہوسکتا ہے کہ طلوع الشمس من مغربہا کا واقع ہو چکنا مرزا قادیانی نے تحریر فرمایا ہے۔ کیونکہ اولاً معترض کا اعتراض ہی یہ ہے کہ امارات مسیح ابھی نہیں واقع ہوئیں۔ اگرچہ اپنی بے علمی سے طلوع الشمس من مغربہا کو بھی علامت مقدمہ مسیح اس نے شمار کیا ہے۔ یہ امر خود دلالت کرتا ہے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک مسیح موعود کے نزول کے لئے پہلے سے ظہور یاجوج وماجوج اور دابۃ الارض اور دجال کا مع اپنی کل نشانیوں کے ہونا مسلم ہے۔ جس طرح سے کہ وہ واقع ہوئیں اور طلوع الشمس من مغربہا مسیح موعود کی مقدم نشانی ہی نہیں جو وہ بھی پہلے واقع ہولے۔

ثانیاً! اس میں اشارہ متوسطہ سے اشارہ کرنا انہیں مذکورہ بالا خبروں کے لئے ہے کہ جو امارات مسیح ہیں اور وہ وہی درمیانی اور متوسطہ بھی ہیں اور یہ سب خبریں پوری ہو چکی ہیں۔ یہ دلالات صریحہ ہیں۔ تعجب ہے کہ آپ جیسے فہیم کے فہم میں نہیں آئیں۔

ثالثاً! اس پر یوں زور دینا کہ یہ سب ایسے واقع ہو چکے جیسا کہ چیدہ خبریں ثقہ لوگوں سے جمع ہوئیں ہیں۔ کیونکہ کسی چیدہ خبر میں جو ثقات سے مروی ہو یہ وارد نہیں ہوا۔ طلوع الشمس من مغربہا بھی مسیح کے مقدم ایک امارت ہوئے گی۔ ''ومن ادعی فعلیه البیان''

رابعاً! اس پر ترقی اس طور سے دینا کہ لوگوں نے ان علامات کے پورے ہو چکنے کو نہ پہچانا اور بے خبر رہے۔ کیونکہ طلوع الشمس من مغربہا جو وجود قیامت تک متصل ہوگا اس کو سب پہچان لیویں گے۔ کیونکہ سب ایمان لے آویں گے اور وہ ایمان نفع نہ دیوے گا۔ لیکن ابھی تک سب کفار کب ایمان لائے ہیں اور اگر کشفی طلوع شمس من مغرب سے اب شروع ہو چکا ہے تو وہ بطور استعارہ کے ہے نہ حقیقی۔ ''کما فی ازالہ الاوھام خامساً'' پھر یوں تائید کرنا کہ جو بڑے نشان میں مگر وہی جو مسیح کے مقدم ہوں تو وہ بشمر استعارات اور مجازات کے نہیں واقع ہوتے اور اگر ظاہری طور پر ہوویں تو پھر سب لوگ ایمان لے آویں اور وہ ایمان نفع بھی نہ دیوے۔ لاکن زمانہ مسیح کا بالاتفاق دار التکلیف ہے نہ دار الجزاء اور مولوی احمد علی صاحب کا خلاف اس میں معتبر نہیں کہ ان کو ہم نے رقیمۃ الوداد میں بخوبی منقوض کر دیا ہے۔ سادساً پھر اس کو چند در چند آیات قرآنی سے یوں مؤید کرنا کہ پوشیدہ اور بے خبری کی حالت میں ہی بڑی نشانیوں کا قبل قیامت واقع ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اگر مسیح کے وقت میں بھی طلوع الشمس من مغربہا اپنے ظاہری معنوں پر واقع ہوتا تو پھر ایمان واسلام کب قبول ہو۔ کیونکہ شروع قیامت تو اس وقت طلوع شمس من مغربہا سے ہو جاوے گا نہ مسیح کے وقت سے۔

سابعاً! امارات کبریٰ پر اگر ظاہر اور حقیقت جلوہ گر ہوں تو اس پر منع تفصیل کرنا اور ان میں طلوع الشمس من مغربہا کو شمار کرکے اس طرح پر جتلانا ”کما اخبر عنہا رسول اللہ ﷺ“ (یعنی ظاہری طور پر) مسیح کے وقت میں نہیں واقع ہوسکتا۔ کیونکہ اندریں صورت پھر ایمان قبول نہ ہو۔ لیکن مسیح کے وقت میں تو ایمان واسلام مقبول ہے تو ہرگز نہیں ہوسکتا کہ مسیح کے وقت میں طلوع الشمس من مغربہا حقیقی طور پر واقع ہو۔ ہاں بطور استعارہ یعنی طلوع الشمس اسلام ممالک مغربی سے ہوسکتا ہے۔ لیکن اس کا زمانہ بھی ہزار یا دو ہزار برس یا کم وبیش ہوسکتا ہے۔ ”کما برهنت عليه في رقيمة الوداد“ ایہا المولا نا شے معدوم کا بدیہی الثبوت کہہ دینا آپ کے مبلغ علم کا مقتضا ہے۔ افسوس کیونکر آپ کو جرأت ہوئی کہ مرزا قادیانی جو طلوع الشمس من مغربہا کے نہ واقع ہوچکنے کے بعد دیگر بیان کر چکے۔ پھر بھی اس کے واقع ہوچکنے کو آپ سنا دیں اور نیز جب کہ مرزا قادیانی نے طلوع الشمس من مغربہا کا بیان ان تصریحات اور توضیحات کے ساتھ کر دیا اگر مع ہذا پھر بھی کسی معترض ذکی صاحب کے سمجھ میں نہ آوے تو پھر یہ عذر کہ حضرت مرزا صاحب معلمان اطفال کی طرح نہیں ہے کہ بار بار کسی معترض ذکی کو سبق یاد کرایا کریں۔ کیا عذر قوی ہے کہ بغیر قبول ہوئے آپ کو چارہ ہی نہیں۔ اے حضرت بہتر یوں ہے کہ اب آپ اسلام کے حلقہ میں پورے پورے داخل ہوکر مرزا قادیانی کے اسلام پر آئیں اس لام کو خصوصاً جو بیان الف لام میں لکھے گئیں ہیں تصدیق فرماویں اور اپنے الف قامت کو اس لام اسلام کی روبرو مثل لام کے خمیدہ کر کر بتوضیح وادب اسلام کے ساتھ پیش آویں۔ تاکہ ”وعيد من لم يعرف امام زمانه فقد مات ميتة جاهلية“ پیش نہ آجاوے اور واضح ہو کہ اس رقیمۃ الاخلاص کے ملحوظ رکھنے کے بعد بھی آپ کو کچھ شبہ باقی ہے تو پھر رقیمۃ الوداد کا پیالہ آپ سے نہ ٹلے گا اور بعد طبع کرانے اس کے آپ کے جملہ شبہات متعلقہ مسئلہ متنازعہ کا تار و پود ادھڑ دیا جاوے گا۔ لہٰذا اس کے طبع تک آپ انتظار کریں اور واضح ہو کہ جب قرارداد کے جلسہ میں بیٹھ کر آپ کو اور عاجز کو آئندہ مثل سابق کے جواب وسوال لکھنا ہوگا اور آپ کا خانہ ساز جواب مقبول نہ ہوگا اور نہ لیا جاوے گا۔“ وما علينا الا البلاغ المبين وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين محمد واله واصحابه اجمعين “اور حمامہ کی عبارت میرے مطلوبہ نہیں تھی۔ کیونکہ وہ عاجز کے پاس موجود ہے۔

الراقم: محمد احسن امروہی۔ مورخہ ۲۷؍ جولائی ۱۸۹۵ء

پرچہ نمبر:۵......از مولانا خلیل الرحمٰن
الجواب

"ھذا دفع المعارضة لرفع المناقضة"

مخدوما آپ کا مقلوب جواب پہنچا اور کیفیت مرقومہ سے مطلع کیا۔ فرمایئے تو کب تک آپ حق پذیری اور انصاف گزینی کی طرف سے منقلب رہیں گے۔ اگر مرزائی طریقہ میں راہ صواب سے پلٹ جانے کو ہی صواب مان رکھا ہے تو آپ کو ہی مبارک رہے۔ نہاں کے ماند آن رازے کزو سازند محفلہا۔ مرزا قادیانی کا قول امارات کبریٰ معہ طلوع شمس من مغربہا کے واقع ہو چکنے کی بابت جو حمامہ ص۸۳ میں موجود ہے اور آپ اس عبارت کو اس سوال وجواب کی تقریر میں درج کرنے کے لئے مخاطب کئے گئے ہیں۔ اے مولانا وہ ایسا مصرح نہیں ہے کہ اس میں سے آپ کے طلوع شمس من مغربہا مستثنیٰ کرنے کو بمقابلہ مرزا قادیانی کی تصریح کے وقعت ہو سکے اور الانباء کے لام کے حلقہ میں کو کتنے ہی آپ الجھے رہیں اور ہذہ سے جو اشارہ میں کلیۃ وہ خبریں کہ اعتراض کی تقریر میں مذکور نہیں متعین ہوئیں اس سے گریز اس طرف کریں کہ مرزا قادیانی کے نزدیک معترض کے قول میں طلوع شمس من مغربہا واقع ہو چکنے کی بابت کوئی اقرار نہیں ہے اور نہ آپ کا یہ فرمانا مفید ہوسکتا ہے کہ طلوع شمس من مغربہا جب کہ احادیث میں نزول مسیح موعود کے واسطے علامت نہیں بیان ہوئی تو کیونکر مرزا قادیانی اس کو معترض کے قول کے موافق علامت مان لیتے۔ کیونکہ عبارت جو حمامہ کی ہے۔ وہ ہرگز آپ کے اس توجیہ کو جگہ نہیں دیتی ہے۔ جیسا کہ ناظرین پر مخفی نہیں ہے۔ اے حضرت کہ برہان قوی بائد ومعنوی۔ نہ رگہائے گردن بحجت قوی۔ گو آپ مرزائی ہیں ولیکن بحث شدہ مسئلہ میں مرزا قادیانی کے خیالات سے آپ کے خیال کہیں پرے ہیں۔ چنانچہ جوابوں سے ناظرین پر پوشیدہ نہیں ہے کہ آپ ص۸۳ حمامہ والی مرزا قادیانی کی تقریر کو محرف کرتے ہیں۔ کیونکہ مرزا قادیانی نے حمامہ کے اندر جو کہ پچھلے تصانیف سے ہے کہیں دعویٰ نہیں کیا کہ طلوع شمس من مغربہا یا خروج دجال موعود یا خروج دابۃ الارض موصوف سے ظاہر عبارت احادیث کے مطابق طلوع وخروج مراد ہے جو قیامت سے باتصال حقیقی واقع ہوگا۔ "ومن ادعی بوجودہ فعلیہ البیان" البتہ اس کی نفی کبھی ظاہری طور پر احادیث مظہرہ کے مطلب نہ ہونے کا ثبوت تحریر کیا ہے۔ چنانچہ بار بار اس کا مقام آپ کو یاد دلایا گیا اور آپ نے اپنی تحریر میں طریق مذکور کو پیش کیا ہے۔ چنانچہ آفتاب کی بابت آپ کا مرزا قادیانی کے خلاف تو ان ہی سوالوں کے جواب میں موجود ہے اور نیز طلوع شمس میں معہ خروج دجال دابۃ الارض کے

اس پرچہ میں ہے۔ جو مورخہ بست وچہارم رمضان سنہ غلط میں تحریر کیا جیسا کہ اب کی دفعہ تاریخ میں غلطی کی ہے کہ بجائے ۲۸ یا ۲۹ رجولائی کے ۲۷ رجولائی لکھی ہے۔ حالانکہ جس پرچہ کا جواب ہے وہ آپ کے پاس ۲۸ رجولائی ۱۸۹۵ء کو پہنچا تھا۔ ”عبارتہ ھکذا فطلوع الشمس من مغربها والدجال ودابة الارض اعنی الایات الثلاث التی اذا اخرجن لا ینفع نفسا ایمانها کما فی المسلم هی التی تکون متصلاً بالقیامة باتصال حقیقی والصادق تحقیقی“ پھر طرفہ ماجری یہ ہے بہت کہ آپ اپنی مقلوب جواب کی پہلی صورت میں باوجود غرض کے اعتراض کو غلط مان لینے کے طلوع شمس میں مغربہا کے سوا لینے ظہور یاجوج وماجوج ودابۃ الارض ونزول مسیح کے لئے پہلے سے ہونے کو مرزا قادیانی کے نزدیک مسلم مانتے ہیں۔ اجی حضرت وہ حدیث پیش تو کیجئے جس میں بیان ہوا ہو کہ نزول مسیح کے لئے پہلے علامات سے ظہور یاجوج ودابۃ الارض ہے۔ لیکن اگر آپ اس طرح کی حدیث پیش نہ کر سکے تو معترض کے اعتراض کی تقریر میں سے نزول مسیح موعود کے لئے مرزا قادیانی کے نزدیک مجملہ علامات کے جیسے ظہور یاجوج وماجوج ودابۃ الارض کا ہونا مسلم ہے طلوع شمس من مغربہا کا وقوع مسلم ہے جیسے کہ کلیت قدتمت کلہا سے روشن اور یہ کہ آپ جو طلوع شمس من مغربہا کو استثناء کرتے ہیں۔ فضول ہے اور جس قدر آپ نے الایات کے لام کے دائرہ میں گردشیں کھا کر استثناء کرنے طلوع الشمس میں زور لگائے۔ سب کے سب بے سود ہیں۔

اب میں اس تقریر کو اسی قدر تحریر پر ختم کرتا ہوں۔ اہل انصاف خود پرکھ لیویں کہ حق بات کس کی طرف ہے اور یہ معلوم کریں گے کہ ان تحریرات کے ساتھ حمامہ کی وہ عبارت مع ترجمہ کے شامل رہنے سے آپ کی تاویلات کس قدر رکیک ہیں۔ براہ نوازش اس کو علیحدہ نہ فرمائے گا اور مکان کے اندر بیٹھ کر جواب نویسی کا آغاز تو خود آپ سے ہی ہوا ہے۔ اگر بالمواجہ وبالمشافہ ی تحریر مدنظر تھی تو گھر میں بیٹھ کر جواب مت لکھا ہوتا۔ اس احقر نے آپ کا جواب اگر اپنے مکان پر لکھ دیا تو کیا خطاء کی۔ ”اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم کبر مقتاعند الله ان تقولوا ما لا تفعلون“ نیز التماس ہے کہ خواہ آپ کسی خلاف واقع کے رقیمۃ الوداد گنج خانہ کی تصنیف کردہ کو طبع کرادیں یا اس رقیمۃ الاخلاص کی تحریرات کو چھپوادیں تا اختتام گفتگو اس تحریر کے توقف تحریر کے طبع میں کریں اور کوئی تبدیلی اور کچھ کمی وبیشی نہ فرمادیں۔“ واخر دعوٰنا ان الحمدلله رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسوله محمد وعلیٰ آله واصحابه اجمعین“ الرقم: خلیل الرحمٰن مورخہ ۲۹ رجولائی ۱۸۹۵ء

پرچہ نمبر:۶......از مولانا خلیل الرحمٰن

حامداً ومصلیاً ومسلماً! مخدوم ومکرم مولانا صاحب بعد از سلام مسنون، معروض آنکہ میرا جوابی پرچہ جو جناب کی نظر سے گذر چکا ہے اور اس کو آپ کی خدمت میں گئے ہوئے دن بھی آج تیسرا ہے۔ غالب ہے کہ بحقق طور سے عبارت میری ہر سہ اور مطلوبہ کی آپ نقل فرما چکے ہوں گے۔ یعنی ایک یہ کہ مرزا قادیانی نے حمامہ کے اندر جو پچھلے تصانیف سے ہے اور بلاد عرب تک بھی گئی ہے۔ کس مقام پر تحریر کیا ہے کہ احادیث صحیحہ میں جو طلوع الشمس من مغربہا آیات کبریٰ میں سے قرب قیامت کے لئے بیان ہوا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ طلوع ظاہری طور پر اسی آفتاب کے لئے آئندہ زمانہ میں ہووے گا۔ دوسری یہ عبارت کہ طلوع آفتاب کا مغرب کی جانب سے جو ہوگا وہ قیامت کے قریب باتصال حقیقی ہوگا۔ تیسری عبارت ان احادیث صحیحہ کی جن میں بیان ہوا ہے کہ مسیح موعود کے لئے علامت پہلے نزول سے ظہور یاجوج وماجوج ودابۃ الارض کا ہے۔ تاکہ معلوم ہووے کہ بحث شدہ مسئلہ میں آپ کا اور مرزا قادیانی کا ایک مسلک اور بیان ہے اور یہ کہ آپ نے جو شق اوّل میں دعویٰ کیا ہے وہ درست اور ثابت ہے۔

الراقم: خلیل الرحمٰن مورخہ یکم راگست ۱۸۹۵ء

پرچہ نمبر:۷......از مولانا خلیل الرحمٰن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

جناب مخدوم ومکرم سید مولوی محمد احسن تسلیم مسنون کے بعد گذارش ہے آج ماہ اگست ۱۸۹۵ء کی بارھویں تاریخ میں آپ کا مرسلہ رقیمہ ردی الطلب جواب پہنچا۔ حضرت من اگرچہ بات تو یوں ہے کہ یہ شنے کہ پس از جنگ یاد آید بر کلہ خود باید زد۔ جب کہ آپ علانیہ مجلس عام میں زک پاچکے اور آپ کے منہ کا لا تابند گیا۔ چنانچہ حاضرین جلسہ برابر دیکھتے تھے کہ بار بار پانی کے گھونٹ پی پی کر اپنی خشک لبی مٹاتے تھے اور پھر وہی حالت ہوجاتی تھی آج اختراعی دجالی بیانات لکھ کر طبع کر کے طالب جواب بنتے ہیں۔ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔

اجی حضرت! اس قصہ کو بھی جانے دیجئے۔ پہلے یا اپنی عجز اور لاجواب رہ جانے کا میرے سابقہ سوالات مرسلہ کے جواب کا اقرار لکھ بھیجے یا تحریری محققانہ جواب ثبوت ان ہر سہ امور کا عنایت کیجئے۔ یعنی:

۱...... یہ کہ حمامہ جو پچھلی تصانیف مرزا سے ہے اور عربستان تک پہنچ گئی ہے۔ اس میں مرزا قادیانی نے کس مقام پر تحریر کیا ہے کہ آیات کبریٰ میں سے قرب قیامت کے لئے جو احادیث

صحیحہ میں طلوع شمس من مغربہا بیان ہوا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ طلاع ظاہری طور پر اسی آفتاب کے لئے آئندہ زمانہ میں ہووے گا تا کہ ثابت ہو کہ آپ کا استثناء باطل نہیں ہے۔

۲...... حمامہ سے جس کی عبارت پر بحث واقع ہے وہ عبارت مرحمت فرمائیے۔ جس میں مذکور ہو کہ آفتاب کا طلوع مغرب کی طرف سے جو ہوے گا وہ قیامت کے قریب باتصال حقیقی والصاق تحقیقی ہوگا۔ تا کہ معلوم ہو کہ آپ کا ادعاء الحقول بما لا یرضے بہ القائل نہیں ہے۔

۳...... عبارت ان احادیث صحیحہ کی جن میں بیان ہوا ہے کہ مسیح موعود کے لئے علامت پہلے نزول سے ظہور یاجوج وماجوج اور دابۃ الارض کا ہے۔ تا کہ ثابت ہووے کہ کیونکر آپ کی شق اوّل کی تقریر درست ہے؟ اور کیسے مرزا قادیانی کے اقوال احادیث صحیحہ سے منطبق ہیں۔ جس کے آپ اپنے جوابات کے اندر مدعی ہیں اور بوجہ شہادت صحیحہ پیش نہ کر سکنے کے مطالبہ کا میرا پرچہ آپ نے یہ غلط بیانی کر کے واپس کر دیا کہ بالمشافہ تحریر کی شرط ہو چکی تھی۔ لہٰذا واپس ہے۔ حالانکہ کوئی شرط تحریر سوال وجواب کے وقت مقرر نہیں ہوئی۔ بلکہ گھر بیٹھ کر جواب نویسی کی ابتداء آپ سے ہوئی۔ لہٰذا اگر شرط یہی تھی تو خلف وعدہ کے آپ ہی مرتکب ہوئے اور جب آپ کی طرف سے شرط فوت ہوئی تو مشروط کی جو آپ کے خیال میں سے مجھے رعایت کچھ لازم نہ ہوئی۔ پس الزام کی وجہ آپ کے اوپر ہی عائد رہی۔ بالجملہ جب آپ اس بحث سے کہ میرے اور آپ کے درمیان واقع سے فراغت پا کر سائل ہونے کا منصب حاصل کر لیویں۔ اس وقت خواہ مجھ سے خواہ میری معرفت مولوی احمد علی سے اپنے رقیمہ ودی کا جواب طلب کیجئے پھر دیکھئے بطلہ نوحی مرزا قادیانی کے طوفان یا آپ کے خاص اپنی نیرنگی بیان سے کیسا کامل جواب حسب ان شرائط کے جو آئندہ مقرر ہو جائیں گے۔ پاتے ہیں۔ الراقم: خلیل الرحمٰن امروہی دوازدہم ۱۲/اگست ۱۸۹۵ء

عبارت منصفانہ بنام محمد احسن قادیانی

ایہا المولانا مولوی محمد احسن صاحب۔ السلام علیکم! کیوں حضرت جو مناظرہ فی مابین آپ کے اور جناب مولوی احمد علی صاحب کے ہوا تھا۔ آپ کو یاد ہے کہ طلوع شمس من مغربہا کے بارہ میں آپ نے پیر جی خدا بخش صاحب کی دکان پر جب کہ اتنا شبہ جناب مولوی احمد علی صاحب نے آپ کے طالب ہونے پر بالمواجہ منشی محمد حنیف صاحب خلف پیر جی خدا بخش صاحب ظاہر فرمایا تھا کہ بموجب حدیث نبوی کے بعد طلوع شمس من مغربہا کے ایمان لانا نفع نہیں دے گا اور نہ معتبر ہوگا۔ آپ چونکہ مرزا قادیانی الشمس من مغربہا کا گذر جانا حمامہ میں تحریر فرماتے ہیں اور پھر دعوت اسلام کے لئے بلاتے ہیں۔ بموجب حدیث کوان کے ایمان کب نفع دے گا کہ آپ نے

نہیں فرمایا تھا کہ بعد طلوع شمس میں مغربہا کے ایمان نفع دے گا اور معتبر ہوگا اور ہم بیضاوی سے ثابت کریں گے اور دکھلا دیں گے باوجود روز جلسہ منعقد رہنے کے آپ نہ دکھلا سکے اور الحمد شریف کا وعظ اختیار فرمایا۔ اب آپ کی اس مناظرہ میں اس طرح کروٹ لینا کہ اقرار کر لیا گیا کہ بعد طلوع الشمس من مغربہا کے ایمان نفع نہیں دے گا۔ اس نے آپ کی صاف ہٹ دھرمی بایں اس جلسہ کے پائی جاتی ہے۔ ناظرین بعد ملاحظہ ہر دو مناظرہ معلوم کر سکتے ہیں کہ عقائد باطلہ پر کون ہے۔ (دوست محمد خان عفی عنہ)

قابل غور عبارت

۲۹ر جولائی ۱۸۹۵ء کو مولوی خلیل الرحمٰن صاحب نے جواب الجواب خط مولوی محمد احسن کے نام تحریر فرما کر روانہ فرمایا تھا۔ دو روز منتظر جواب رہ کر یکم راگست ۱۸۹۵ء کو ایک خط بطور یاددہانی وطلبی جواب نامہ اوّل کے تحریر فرما کر مولوی محمد احسن کے پاس روانہ فرمایا۔ جس کو نہیں لیا زبانی عذر کر کے واپس کر دیا۔ وہی نامہ ۵راگست ۱۸۹۵ء کو پھر معرفت منشی حسن محمد مختار مولوی محمد احسن کے پاس بھیجا گیا۔ پھر نہیں لیا۔ لفافہ عبارت ذیل لکھ کر واپس کر دیا۔ ”یہ خط گھر میں بیٹھ کر لکھا گیا ہے۔ لہٰذا خلاف شرط مسلمہ ہے۔ بالمشافہ جو کچھ گفتگو ہو وہ لکھی جاوے۔ جیسا کہ قرارداد ہے۔ لہٰذا واپس ہے۔ ۵راگست ۱۸۹۵ء محمد احسن“ اگرچہ لینے سے عذر مولوی محمد احسن قادیانی کا نا قابل اعتبار ہے۔ کیونکہ وقت تحریر سوال وجواب کے کوئی شرط بالمشافہ تحریر کی نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ گھر پر بیٹھ کر مباحثہ کے مندرجہ سوال نمبر ۳ کی جواب نویسی کی ابتداء مولوی محمد احسن سے ہوئی اور پھر عذر یہ کہ خانہ ساز تحریر کو نہیں مانوں گا۔ اگر بالمشافہ تحریر مناظرہ مدنظر تھا تو نامہ رکھ کر یہ جواب لکھ دینا چاہئے تھا کہ بالمشافہ تحریر کے لئے جلسہ فلاں تاریخ اور فلاں جگہ منعقد کیا جائے۔ آپ تشریف لا دیں۔ واپس کرنا نامہ کا اگر بغور دیکھا جاوے تو تاویلات اور استعارات غلط ہیں اور پھر اس پر طرہ یہ کہ ایک پرچہ اختراعی وجعلی بیانات لکھ کر اور طبع کرا کر طالب جواب بنے۔ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ ۱۲راگست ۱۸۹۵ء کو مولوی خلیل الرحمٰن صاحب نے ایک نامہ پھر مولوی محمد احسن قادیانی کے پاس بھیجا تھا۔ کہ ہنوز جواب ندارد ناظرین پرچہ طبع شدہ مولوی محمد احسن قادیانی ونیز ہر دو مباحثہ تحریر شدہ در جواب پرچہ طبع شدہ کو ملاحظہ فرما کر معلوم کر سکتے ہیں کہ تحریر باطلہ کا مرتکب کون ہے۔ مورخہ ۲۴راگست ۱۸۹۵ء المشتہر دوست محمد خان

تمت ..... تمام شد

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

نصرۃ الحق

فی

رد القول الزاہق

حضرت مولانا خلیل الرحمٰن بھوپالی رحمہ اللہ

جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا

رسالہ نصرۃ الحق فی رد القول الزاھق

فی رد سواء السبیل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

ولا تلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ۔ اما بعد!

کمترین آل عباس خلیل الرحمٰن "تعمدہ اللہ بالغفران" عرض کرتا ہے کہ راقم الحروف کے ہم وطن مولوی محمد احسن متبع قادیانی کا جواب باصواب دینے کا زبانی دعویٰ جب دہرہ کے قیام میں مقابلہ مولوی احمد علی مدرس مدرسہ سہارنپور کے کچھ پایہ ثبوت کو نہ پہنچا جس کے باعث مجمع عام میں شرمندہ ہونا پڑا تو بعد میں انہوں نے دو کاروائیاں کیں۔ ایک اس نیازمند سے تحریری گفتگو، اس میں بھی آخر لاچار دلا جواب رہے۔ چنانچہ میری تحریر "رقیمۃ الاخلاص" سے ناظرین معلوم کر سکتے ہیں۔ دوئم ایک فرضی تحریر بنام "سوء السبیل" چھپوا کر شائع کی تاکہ جو لوگ ان کے کھوٹے احوال کو بھلا اور کھرا جانتے ہیں اور اس سے نکل نہ جاویں اور ناواقف اشخاص آپ کو فتح مند سمجھیں۔ لیکن درحقیقت اس میں بھی خام خیالی سے کام لیا ہے۔ چنانچہ میری اس تحریر "نصرت الحق" سے واضح ہوگا اور اس کا چھپا ہوا ایک نسخہ میرے پاس ہے جو مولوی محمد احسن قادیانی نے بھیجا ہے۔ جس کی عبارت ذیل میں درج ہے۔ "لھذا لاعلاء کلمۃ اللہ" جواب لکھا گیا۔" واللہ ولی التوفیق "نقل عبارت مولوی محمد احسن قادیانی جو پیشانی پر اپنے رسالہ کے انہوں نے لکھی تھی۔ "مولوی خلیل الرحمٰن یا خود اس کا جواب شائع کرو۔ مولوی احمد علی صاحب سے جواب بغرض اشاعت تاکہ ناظرین کو عذر کرنے کا موقع ملے۔"

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

(وضع) ہمارے مولانا صاحب نے جو حدیث مسلم کے یعنی حضرت ابی ہریرۃؓ کی روایت سے جس میں بعد طلوع شمس من مغرب کے کفار کے ایمان کی عدم قبولیت بیان ہوئی ہے۔ بیان فرما کر شبہ کو تقریر فرمایا۔ افسوس کہ اس کے بعد متصل کے حدیث کو نظر انداز (یعنی خیال سے دور) فرما دیا ہے۔ جس کو عاجز سابق بیان کر چکا ہے اور اب بھی بیان کرتا ہے۔ ”عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ ثلث اذا خرجن لا ينفع نفساً ايمانها لم تكن أمنت من قبل اوكسبت فی ایمانها خیر اطلوع الشمس من مغربها والدجال ودابة الارض“

(رفع) اے عجیب صاحب کوئی شخص تو دوسرے کی بات نہیں سمجھا کرتا۔ آپ اپنی بات ہی نہیں سمجھتے ہیں۔ سچ ہے ۔

چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد
صد حجاب از دل بسوی دیدہ شد

حضرت من جب آپ پہلے یہ ظاہر کر چکے کہ الزامی جواب عاجز نے جو اس وقت عرض کیا بحوالہ حدیث صحیح مسلم وغیرہ (اور یہاں اقرار کر کے کہتے ہیں کہ) جس کو عاجز سابق بیان کر چکا ہے (تو محض اتہام ہے کہ حدیث مذکور کو مولوی احمد علی صاحب نے نظر انداز فرما دیا ہے) اجی حضرت مولوی صاحب موصوف نے تو پہلے ہی جس وقت آپ نے اس حدیث ابی ہریرۃؓ کو ان کے سامنے پیش کیا تھا۔ آپ کو جتلا دیا تھا کہ میرے دوسرے سوال کے لئے یہ حدیث حجت ہے چنانچہ اس دم کی پوری تقریر سے واضح ہے۔ جسے منشی دوست محمد خان نے تحریر کیا ہے اور آپ نے اسے چھوڑ دیا ہے۔ پس مولانا کا اس حدیث کو نظر انداز فرمانا کیا معنی ہیں۔ آپ سے تو اس حدیث متصل والی کے ذریعہ سے دوسرا مطالبہ پیش کیا گیا ہے۔ لہٰذا نظر انداز کا الزام تو آپ کی طرف ہی عائد ہے کیونکہ اولاً جب آپ حدیث مذکور پیش کر چکنے کے مقر ہیں تو گو آپ کے زعم کے موافق اس کو بیان سے چھوڑ دینا مان لیا جاوے۔ خیال سے دور کرنا مولوی صاحب کا ثابت نہیں ہوتا۔

ثانیاً! جب مولوی صاحب آپ کو جتلا چکے کہ حدیث مذکور کے ساتھ مرزا قادیانی سے میرا دوسرا سوال ہے۔ ثالثاً! آپ کی یہ مطبوعہ گنج خانہ کی تصنیف آپ کی توصیف ظاہر کرتی ہے کہ آپ عمداً نظر سے احادیث کے مضامین کو چھوڑتے ہیں۔ اسی حدیث کا ترجمہ آپ نے ایک تو درود شریف میں اصل کے مطابق نہیں کیا۔ قطع برید طبعی سے صلی اللہ چھوڑ دیا۔ دوسری ''او کسبت فی ایمانها خیــــراً'' کا ترجمہ غلط کر دیا اور ایمان کو ترک کیا۔ حالانکہ کہنا چاہئے تھا کہ یا ایمان میں بہتری حاصل نہ کی۔ رابعاً! آپ کی نسبت نظر اندازی کو عمداً سے اور قطع برید کو طبعی سے میں نے مفید بیان کیا ہے۔ اس پر آپ اور آپ کے ہمدرد برا نہ مانیں۔ کیونکہ ایک اور بھید کی بات اس جگہ میں ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ دیکھئے پہلے جو میرے اور آپ کے مابین خط وکتابت ہوتی تھی۔ اسے حدیث ابی ہریرہؓ کے پیش کرنے پر جسے یہاں الزامی وقت میں آپ لکھتے ہیں۔ چنانچہ میرے پاس اب تک وہ تحریر موجود ہے۔ یعنی ''فطلوع الشمس من مغربها والدجال دابة الارض اعنی الایات الثلاث التی اذا خرجن لا ینفع نفساً ایمانها کما فی المسلم التی تکون متصلاً بالقیامة ما تصال حقیقی والصاق تحقیقی لا التی تکون فی زمن المسیح والمهدی ''(اے غیر الموعودین)'' ولا نکذبها قط وننکرها وهب نقول ان الایمان لا یقبل معها کما قال تعالیٰ یوم یأتی بعض آیات ربك لا ینفع نفسا ایمانها''

پس نکلنا اپنی چھپنے کی جگہ سے آفتاب اور دجال اور دابۃ الارض یعنی ان تین نشانیوں کا کہ جب وہ ظاہر ہوں گی تو کسی شخص کو (یعنی کافر کو) اس کا ایمان نفع نہ دے گا۔ جیسے کہ مسلم میں ہے وہ تین نشان ہیں جو قیامت سے متصل باتصال حقیقی اور پیوستہ تحقیقی ہوں گی نہ کہ وہ جو زمانہ مسیح اور مہدی (یعنی غیر موعود) کی اور ہم ہرگز نہیں جھٹلاتے ہیں اور نہ انکار کرتے ہیں اور ہاں ہم کہتے ہیں کہ بیشک ایمان معہ ان کے قبول نہیں ہونے کا جیسے کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ جب آپ کی بعض نشانیوں سے تیرے پروردگار کے تو کسی شخص (یعنی غیر مؤمن) کو اس کا ایمان نفع نہ دے گا۔ انتہی!

باوجود اس بات کو تسلیم کر چکنے کے کہ حسب حدیث مسلم کے جب آفتاب کا طلوع اس کے غروب گاہ سے اور دجال موعود اور دابۃ الارض موصوف کا خروج ہوگا اور یہ خروج قیامت سے قریب ہوگا۔ تو بیشک وہ شبہ بہت یہ ہے کہ کسی کافر کا ایمان مقبول نہیں ہونے کا گو آپ اپنی سادہ

رائے سے ان ہر سہ امور کے ظہور موعود کو قیامت سے متصل باتصال حقیقی سمجھے۔ حالانکہ ان کا ظہور قیامت سے باتصال حقیقی ہونا عقل اور نقل کے خلاف ہے۔ تو بھی منکرانہ مولوی احمد علی صاحب کے مقابلہ میں حدیث مذکور کا مفہوم آپ ظاہر کرتے ہیں اور اس پر اصرار کرتے ہیں تو بیشک واضح ہوا کہ حدیث مذکور کا مفہوم آپ نے عن نظر انداز کیا اور یہ آپ کا فعل عمداً اور طبعی قطع و برید سے ہوا۔ ”فاعتبروا یا اولی الابصار“

(اطلاع) اس مقام پر چند امور غور طلب ہیں۔

۱..... یہ کہ مولوی محمد احسن قادیانی اپنی عربی تحریر میں بڑی مضبوطی سے جب شہادت دے چکے ہیں کہ حدیث مسلم پیش کردہ کے موافق بیشک دشبہ آیات ثلث یعنی اپنے چھپنے کی جگہ سے آفتاب کی طلوع ہونے اور دجال موعود اور دابۃ الارض موصوف کی خروج پر ہرگز کسی کافر کا ایمان قبول نہ ہوگا تو ان کو اس اپنی شہادت سے پھر جانے کے گنجائش نہیں ہے اور نہ مسلمانوں کا شیوہ ہے کہ شہادت ایسے طور پر دیویں جس کی اپنے دل میں معتقد نہ ہوں۔ بلکہ یہ خصلت منافقین کی ہے۔ چنانچہ سورہ منافقین میں بیان ہوا کہ اے محمد ﷺ۔ جب تیرے پاس منافق آئے۔ انہوں نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں۔ بے شک تو اللہ کا رسول ہے اور اللہ جانتا ہے کہ البتہ تو اس کا رسول ہے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں۔ کیونکہ ان کا دل زبان کے ساتھ موافقت نہیں رکھتا۔

۲..... اپنی شہادت مسطورہ پر اگر انہوں نے قیام نہ کیا اور تاویل کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ بقرینہ اسباب کے جو کہا ہے کہ قیامت سے متصل باتصال حقیقی عرض شہادت میں صرف آفتاب کا طلوع اس کے چھپنے کی جگہ سے ہے تو اس پہلو بدلنے کی بھی ان کو گنجائش نہیں ہے۔ اس لئے کہ اتصال حقیقی محض غلط اور قلت تدبر سے بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ اتصال حقیقی میں ضرور ہے کہ جو متصل کسی سے ہے۔ ہرگز جس سے جو متصل ہے ان کی درمیان فاصلہ نہ ہووے۔ جیسے اس خبر کی حرکت جسے پانی بہا کر لے جائے۔ لیکن مغرب سے آفتاب کے طلوع ہونے کے ساتھ ایسا اتصال نہیں۔ ثابت ہوتا ہے جیسے کہ کسی چیز کی حرکت پانی بہا لے جانے والی کے ساتھ ہوتی ہے یا کہ آسمان کے کنارہ سے آفتاب کا نکلنا اور دن کا ہونا بلا فاصلہ ہے اور اس لئے کہ انہوں نے اپنی تحریر میں طلوع آفتاب میں مغرب اور خروج دجال اور دابۃ الارض ہر ایک بیان کرکے پھر تشریحاً سب کو ایک حکم کے ساتھ مقید اور جمع کیا۔ چنانچہ کہا کہ ”اعنی الایات الثلاث التی اذا خرجو لا ینفع نفساً ایمانها“

۳...... یہ کہ جب اس عربی عبارت میں کہا کہ ”لا التی تکون فی زمن المسیح والمھدی “یعنی نہ وہ نشانات جو مسیح اور مہدی کی زمانہ میں ہوں تو اس سے واضح ہوا کہ مولوی محمد احسن قادیانی کے نزدیک مسلم ہو چکا ہے کہ در حقیقت مرزا قادیانی موعود مسیح اور مہدی نہیں نہ مرزا قادیانی کا یہ دعویٰ احادیث نبوی کے مطابق ہے جو اپنی زمانہ میں دجال دابۃ الارض کے خروج موعود کا وجود بڑے شدومد سے بیان کیا اور مغرب سے طلوع ہو چکنا۔ سنایا ہے۔ اس واسطے میں نے خطوط وحدانی میں ناظرین کے واسطے جتلا دیا ہے (ای غیر الموعودین) کیونکہ بقول مولوی محمد احسن قادیانی کی حدیث مسلم کے موافق بغیر انکار اور تکذیب کے مقرر ہوا کہ حسب موعود اپنے چھپنے کی جگہ سے آفتاب کا طلوع اور معہود دجال اور دابۃ الارض کا خروج ہووے گا تو نص قرآنی ”یوم یاتی بعض آیات ربك “کے مطابق کسی کافر کو مقبول ایمان نصیب نہ ہوگا اور کوئی شخص اپنے ایمان میں بہتری حاصل نہ کر سکے گا۔ کیونکہ جب شئے پائی جاتی ہے تو اس کے لوازم بھی اس کے ساتھ ہوتے ہیں۔ مثلاً ایمان کے وقت کا ختم ہو چکنا ان نشانیوں مذکورہ کے ظہور پر تو یقیناً ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی کو موعود مسیح و مہدی ہونے کا مرتبہ حاصل نہیں ہے۔ دجال معہود کے ظاہر ہو چکنے پر مسیح موعود کا نزول ثابت اور ہمارے اور مرزائیوں کے نزدیک مسلم ہے۔

۴...... ان کی اگلی عبارت نے اس ہمارے نمبر سوئم کی توضیح کو پختہ کر دیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔ ”خروج دجالی النصاریٰ وان وقع الان ایضا وتسلم انه علامة کبری للقیامة لا صغریٰ ولکن ھذا الخروج لیس کخروجھم متصلاً بالقیامة “ترجمہ اور نصاریٰ دجال کا خروج اگرچہ اس وقت بھی واقع ہوا اور ہم مانتے ہیں کہ وہ البتہ قیامت کے لئے بڑی علامت ہے۔ چھوٹی نہیں ہے۔ لیکن یہ نکلنا ایسا نہیں ہے جیسے کہ ان کا نکلنا قیامت سے متصل ہوگا اور اسی قیاس پر دابۃ الارض ضرور ہے کہ قیامت قائم ہونے کے نزدیک صادر ہوگا۔ جیسے کہ قرآن میں آیا ہے۔

۵...... جب حدیث حضرت ابی ہریرہؓ کے جس میں تین علامتوں مذکورہ بالا کا بیان ہے۔ مجیب صاحب مان چکے کہ اس کا ہم انکار نہیں کرتے اور اس کو ہم نہیں جھٹلاتے ہیں اور ہاں ہم کہتے ہیں۔ کہ ان نشانیوں کے ساتھ ایمان مقبول نہیں ہونے کا اور یہ کہ موعود ظہور ان علامتوں کا ابھی تک نہیں ہوا ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ اپنی اس قدر تشریح کو اگر نظر انداز کریں اور ابن صیاد کے لئے جن روایات میں دجال ہونا بیان ہوا ہے ان کو اس خدیث کے معارض ٹھہرا دیں اور لکھیں کہ جب ابن

صیاد کا وجود درصورت اس کو دجال کہا جائے کہ ایمان کی حد نہ ہوا تو موعود دجال کا خروج ہی جس کے ہلاک کرنے کو نزول عیسیٰ خداتعالیٰ نے مقرر کیا ایمان کی قبولیت کے لئے حد نہیں ہوسکتا تو صاف ظاہر ہوگا کہ وہ انصاف اور حق کے راہ سے ہٹتے اور بناوٹی مسیح کے طرفدار ہوتے ہیں۔ کیونکہ ابن صیاد کا ظہور اور وجود اگر اس کے موعود دجال ہی ہونے سے واقع ہوتا تو ضرور ہوتا۔ تو اس کو ہلاک اور دفع کرنے کے لئے موعود مسیح ابن مریم کا نزول اب تک کب کا واقع ہو چکتا اور سوائے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے تمام روئے زمین کے باشندے خاص اس کے فتنہ سے آزمائے جاتے۔ لیکن نہ تمام روئے زمین کے باشندے اس کے فتنہ سے آزمائے گئے اور نہ مسیح موعود کا نزول اس کو ہلاک اور دفع کرنے کے لئے واقع ہوا تو ہرگز نہیں ہوسکتا ہے کہ دجال موعود کا خروج واسطے بقائے وقت ایمان کے قبولیت کے مماثل زمانہ سے ظہور ابن صیاد کے ہوے۔ بلکہ متعین ہوا جن روایات میں دجال ہونا ابن صیاد کے حق میں آیا ہے وہ اس کے بعض ابتدائی حالات پر نظر کرنے سے ہے جو دجال موعود کے حالات سے تشابہ رکھتے تھے۔ جیسے کہ ابی بکرہ کی روایت سے ظاہر ہے جو ترمذی میں بیان ہوئی۔ یعنی اس نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ دجال کے باپ اور ماں کے تینتیس برس تک بچہ نہیں پیدا ہونے کا پھر ان کے ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ بھینگا۔ نقصان کی چیز زیادہ اور فائدہ کی چیز کم رکھتا ہوگا۔ اس کی آنکھیں سودیں گی اور اس کا دل جاگتا ہوگا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے دجال کے ماں باپ کی صورت بتلائی۔ چنانچہ فرمایا کہ اس کا باپ لمبی قد کا جس کے بدن میں گوشت کچھ یوں ہی ہوگا اور ناک پرندکی چونچ سے ہوگی اور اس کی ماں ایک عورت پستان بہت موٹے اور لمبے رکھتی ہوگی۔ ابوبکرہؓ نے کہا کہ مدینہ میں میں نے ایک لڑکا کو سنا۔ پس میں زبیر بن عوام کو ساتھ لے کر گیا۔ حتیٰ کہ اس کے والدین کے پاس ہم داخل ہوئے تو اتفاق سے رسول اللہ ﷺ کی صفت بتلائی ہوئی ان میں تھی۔ ہم نے ان سے پوچھا کہ تمہارے کوئی لڑکا ہے سو وہ دونوں بولے کہ تینتیس برس ہم اس حالت میں رہے کہ ہمارے بچہ نہیں ہوتا تھا۔ پھر ہمارے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ بھینگا نقصان کی چیز زیادہ اور فائدہ کی چیز کی کمی والا اس کی آنکھیں سوتی ہیں اور اس کا دل نہیں سوتا۔ کہا راوی نے پھر ہم نکلے ان کے پاس سے تو اتفاق سے وہ لڑکا ایک چادر اوڑھے ہوئے۔ دھوپ میں لیٹا ہوا ہے اور کچھ گھسر پسر کرتا ہے۔ پھر اس نے سر کھولا اور بولا کہ تم نے کیا کہا تھا۔ (یعنی اس کے والدین سے) ہم نے جواب دیا کہ تو نے کیا سن لیا جو ہم نے کہا۔ اس نے کہا کہ ہاں میری آنکھیں سوتی ہیں میرا دل نہیں سوتا۔

وضع...... یہ امر مسلم فریقین ہے کہ زمانہ دجال اور حضرت مسیح کا ایک ہے۔

رفع...... یہ اتحاد زمانی جو نہایت قلیل عرصہ کے لئے مابین مسیح الدجال اور مسیح ابن مریم احادیث سے لے کر پیش کی ہے۔ ہرگز اس بات کی دلیل نہیں ہوسکتی کہ اس وقت میں عند اللہ کفار کا ایمان قبول ہوگا تاوقتیکہ نص قطعی کو مجیب صاحب اپنے مدعا کے ثبوت پر پیش نہ کریں۔ کیونکہ جو حدیث یہاں پر مجیب صاحب نے لکھی ہے اس سے اصل مدعا کو کچھ تائید نہیں ہے۔ اس لئے کہ بحث اس بارہ میں نہیں قائم ہوئی کہ کچھ وقت باہم دجال اور عیسیٰ موعود کی متحد ہی نہیں ہے۔ علیٰ ہذا وہ اتحاد زمانی جو امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے لئے آپ سناتے ہیں۔ آپ کے مدعا کو مثبت نہیں ہے۔

وضع...... پس اس حدیث مسلم کی بموجب جس کے راوی ابوہریرہؓ ہیں زمانہ مسیح ومہدی میں ہی آپ کی تقریر شبہ کے بموجب کسی نفس کو ایمان نفع نہ دیوے گا۔ پھر جس مسیح ومہدی کا آپ کو انتظار ہے۔ ان کی بھی جملہ کوششیں اور سعیاں دربارہ دعوت اسلام وایمان بالکل لغو اور بے کار ہوگئیں۔

رفع...... تقریر شبہ کی بابت آئے حضرت آپ تو پہلے کہہ چکے تھے کہ مولوی احمد علی صاحب نے وہ حدیث ابی ہریرہؓ والی جس میں تین علامتوں کا ظہور بیان ہوا ہے۔ افسوس ہے کہ نظر انداز کردی جن کا یہ نتیجہ ٹھہرتا ہے کہ شبہ کی تقریر صرف اس پر تھی کہ آپ نے مغرب سے آفتاب کے طلوع کرنے پر بموجب اوّل کی حدیث ابی ہریرہؓ کی کسی کافر کا ایمان قبول نہ ہوگا اور یہاں تین علامتوں والی حدیث کو شبہ کی تقریر آپ جتلا رہے ہیں۔ فرمایئے تو آپ کے متناقض جواب کی بدرنگی ظاہر ہورہی ہے۔

شادم کہ از رقیبان دامن کشان گذشتے
گومشت خاک ماہم برباد رفتہ باشد

اے مولانا اب فرمایئے کہ آپ اپنے پہلے قول کو مانتے ہیں جہاں نظر اندازی پر افسوس لکھا ہے تو آپ کے یہ اتحاد زمانے کی سب تقریر غلط ہوگئی یا کہ شبہ کی تقریر میں حضرت ابی ہریرہؓ کی وہ تین علامتوں والی حدیث تسلیم کرتے ہیں تو آپ کا پہلا افسوس آپ ہی کے اوپر عائد ہوا اور جب کہ دجال موعود کے خروج سے زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ٹکر جائے اور امام مہدی کے قافلہ میں دجال کے خروج کرنے کی دھوم مچ جائے۔ اسی وقت میں ایمان مقبول ہونے کفار کے بابت تاوقتیکہ آپ نص قطعی نہ پیش کریں گے۔ صحیح مسلم کی حدیث نبوی جو حضرت ابوہریرہؓ سے منقول

ہوئی۔ ساقط الاعتبار نہیں ہوسکتی۔ بلکہ ایمان کی تحدید بیان کرنے میں محکم مانی جائیگی اور مہدی صادق اور ابن مریم موعود کی آمد اور کوشش وسعیاں جن کے ہم منتظر ہیں۔ آپ کا ان کو مومنین کی نصرت اور تائید کے واسطے نہ ماننا اور کفار کی حمیت میں زور لگاتے رہنا یہ کیسی آپ کے بے اصل سرگرمی ہے۔ نعوذ باللہ منہ! اے مولانا غیر موعود عیسیٰ کی طرفداری چھوڑی۔ جس کی ہم پہلے اطلاع دے چکے ہیں۔ یعنی آپ اپنی عربی اقراری تحریر یاد کر کے صحیح مسلم کی حدیث سے منہ نہ موڑ یئے اور آپ اپنے اس فہم نادرست کو واپس لیجئے کہ رسول اللہ ﷺ کے وجود باجود سے ایمان کی تحدید کی خبر نکالتے ہیں۔ ’’نعوذ بااللہ من شرالوسواس الخناس‘‘

وضع...... جو جواب اپنی مسیح ومہدی ومنتظر کا عنایت فرماویں۔

رفع...... حضرت مسیح موعود ومہدی موصوف جن کا انتظار اور ان کی نعت کا اظہار احادیث نبوی ﷺ میں مومنین کو سنایا گیا ہے وہ تو آپ کو جتلا دیا گیا ہے کہ مہدی اور عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو خداتعالیٰ اس لئے بھیجے گا کہ اس سے مومنین بندوں کو نصرت وتائید ہووے اور کفار کو ذلت پہنچے اور ان کے شرور کو دفع کریں۔ ’’واللہ ولی المؤمنین وان اللہ مخزی الکافرین ‘‘ کا مضمون صدہا جگہ قرآن وحدیث میں موجود ہے پر کہیں ایک جگہ بھی نہ قرآن کریم میں بیان ہوا کہ طلوع الشمس من مغربہا کے یا کہ خروج دجال موعود کی یا ظہور دابۃ الارض موصوف کے ہونے پر یا کہ یاجوج وماجوج کے دنیا میں پھیل کر سطوت پاجانے کے بعد جب کہ ارواح مومنین قبض ہوچکیں گی۔ کفار کا ایمان مقبول ہوگا۔ اگر آپ اس خاص خاص اوقات کے اندر کفار کے مقبول ایمان ہونے کی بابت آیات قرآنی اپنے پاس رکھتے ہیں تو کیوں نہیں پیش کرتے اور کس لئے اپنے قیاس کو قرآنی آیات ٹھہراتے ہیں۔ ’’نعوذ بااللہ منہ ‘‘ اور نہ احادیث نبویہ میں کہا گیا کہ ان مخصوصہ اوقات میں کسی کافر کا ایمان نفع دیوے گا یا اپنے ایمان میں کوئی شخص بہتری حاصل کرے گا۔ ہاں قرآن وحدیث میں ہے تو آپ کا اور آپ کے جعلی مسیح کا زعم غلط کر دینے والا بیان موجود ہے۔ فرمایا خداتعالیٰ نے ’’یوم یاتی بعض اٰیات ربك لا ینفع نفساً ایمانها لم تکن اٰمنت من قبل او کسبت فی ایمانها خیراً ‘‘ اور حضرت ابی ہریرہؓ کی حدیث سے واضح ہوا کہ وہ نشانیاں رب کی جن میں سے ایک ہے کہ ظہور سے کفار کو ایمان مقبول نصیب نہیں ہوسکتا وغیرہ! وہ تین چیزیں ہیں یعنی اپنی چھپنے کی جگہ سے آفتاب کا طلوع اور دجال موعود کا خروج اور دابۃ الارض موصوف کا ظہور وہ سورہ نمل میں ارشاد ہوا۔ ’’واذ وقع القول علیهم ‘‘

یعنی جب کفار پر حجت الٰہی قائم ہو جاوے گی۔ ''اخرجنا لھم دابۃ الارض '' ہم ان کے لئے دابۃ الارض کو نکالیں گے ''تکلمھم ان الناس کانوا بایتینا لا یوقنون '' ان سے کہے گا کہ تحقیق لوگ ہماری آیتوں کا یقین نہیں کرتے تھے اور سورۂ انبیاء میں فرمایا۔ ''حتیٰ اذا فتحت یاجوج وماجوج وھم من کل حدب ینسلون '' یعنی جو تین چیزیں اوپر بیان ہوئیں اور جمع عطفی کے لئے بوسیلہ واؤ کے ذکر ہوئیں ایک یہ کہ جو شخص بحالت ایماندار ہونے کے نیکیوں سے عمل میں لاوے تو اس کی کوشش مشکور ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کو خدا تعالیٰ اس کے اعمالنامہ کے اندر درج کرتا ہے۔

تیسری یہ کہ خدا تعالیٰ نے جس بستی کو ہلاک کیا ان کے رجوع کی حرمت ان کے وقت کا ختم ہو چکنا اس پر ہے کہ یاجوج وماجوج کشادگی پاویں اور وہ ہر ایک بلندی پر پھیل جاویں۔ اب دیکھ لیجئے کہ جس مہدی ومسیح کا انتظار ہے ان کی آمد کس قدر مطابق تر وعدہ الٰہی سے ہے جو فرمایا۔ ''انا لننصر رسولنا والذین اٰمنوا فی الحیوٰۃ الدنیا ویوم یقوم الاشھاد '' ترجمہ البتہ ہم بے شک اپنے پیغمبروں کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے مدد دیتے ہیں درمیان زندگی یعنی دنیا کے اور اس دن کہ گواہی دینے والی کھڑی ہوں گے پھر اپنے مرزا قادیانی غیر موعود مسیح ومدعی مہدی کے نشان دیکھئے کہ انہوں نے امت محمدیہ کے مؤمنین میں کیسے پھوٹ ڈالے اور الہامات کا ڈھونگ بنا بنا کر کیسے خدا تعالیٰ کی طرف سے ذلت پائی۔ اس پر بھی مرزائیوں کو عبرت نہ ہو تو وہ جانے رہتے ہے۔

ظلم کی ٹہنی سدا پھلتی نہیں
ناؤ کاغذ کی کہیں چلتی نہیں

وضع...... پھر صحیح مسلم کی حدیثوں میں یہ بھی موجود ہے۔

رفع...... اے مولانا آپ کی استدلال کا ابطال پہلے گذر گیا ہے۔ یعنی تاوقتیکہ آپ ابن صیاد کے زمانہ میں مسیح موعود کا نزول اس کے ہلاک کر چکنے کے واسطے ثبوت کے ساتھ پیش نہ کر چکیں گے۔ ابن صیاد کا دجال موعود ہونا ہرگز نہیں ثابت ہوتا ہے اور یہ بات پہلے بھی کہی گئی ہے۔ اب پھر جتلائی جاتی ہے کہ ابن صیاد کے حق میں دجال کہے جانے کا سبب یہ ہے کہ جب حدیث ابی بکرہ کی ابن صیاد میں دجال کی طرف بعض صفات مشترک تھیں جن کے اوپر نظر کر کے اور اس کی ابتدائی کیفیت دیکھ کر اس وجہ سے کہ وہ کسی قدر صفات موعود دجال کے ساتھ متصف تھا۔ اس کے دجال

ہونے پر بعض صحابہؓ نے باہم مذکور کیا اور حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت عمرؓ نے ابن صیاد کو حلف کر کے دجال کہا تا کہ یوں حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ:" واللہ ما اشك ان ابن صياد هو المسيح الدجال "یعنی میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ابن صیاد کے دجال ہونے میں شک نہیں کرتا ہوں اور مسلمات سے ہے کہ اگر چہ بعضے رائے حضرت حضرت عمر کے موافق اللہ تعالیٰ نے وحی پہنچی۔ لیکن یہ بات ہرگز اس کو مستلزم نہیں ہے کہ ہر ایک ان کی رائے یا کہ ہر ایک ان کا قول خداتعالیٰ کی وحی کے منطبق ہوتا تھا۔" ومن ادعى فعليه البيان "اور یہ بھی یقینی امر ہے کہ آئندہ کی خبر بغیر خداتعالیٰ کے بتلائے کوئی نہیں جانتا ہے۔ چنانچہ خدائے تعالیٰ نے فرمایا۔" وما تدری نفس ماذا تكسب غدا "پس مذکور بالا وجوہات سے روشن ہے کہ نہ جابر بن عبداللہؓ اور حضرت عمرؓ یا کہ دوسرے صحابہ کا ابن صیاد کو دجال کہنا اور خیال کرنا غلط ہے اور نہ ابن صیاد کا موعود دجال ہونا ثابت ہے۔ پس بجز سفسطہ کی نہیں ہے۔ جو مولوی محمد احسن قادیانی نے ابن صیاد کی روایات کو قلم بند کیا کہ:"ان جابر بن عبدالله حلف بالله تعالىٰ ان ابن صياد هو الدجال وانه سمع عمر يحلف بالله على ذلك عند النبى ﷺ وروى ابوداؤد باسناد صحيح عن ابن عمر انه كان يقول والله ما اشك ان ابن صياد هو المسيح الدجال "اور یہ خیال بھی مولانا کا غلط ہے جو وہ سوچتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے جب رسول اللہ ﷺ کے سامنے حلف کر کے ابن صیاد کو دجال کہا اور آنحضرت ﷺ نے اس وقت سکوت فرمایا تو اس سے ابن صیاد کا موعود دجال ہونا مقرر ثابت ہوا۔ کیوں نہ دوسری احادیث میں مصرح ہو چکا ہے کہ حضرت عمرؓ نے آنحضرت ﷺ سے اپنے زعم کے موافق ابن صیاد کو قتل کر ڈالنے کی اجازت مانگی تو جواب یہ ملا کہ ابن صیاد اگر وہی موعود دجال ہے تو اس کے قتل کرنے پر تم قابو نہ پاؤ گے اور جو ابن صیاد موعود دجال نہیں ہے تو اس کا قتل بے ضرورت ہے۔ پس جب آنحضرت ﷺ کے نزدیک ابن صیاد کا موعود دجال ہونا محقق نہ ہوا تو حضرت عمرؓ کی حلف کرنے اور ابن صیاد کے دجال کہنے پر سکوت فرمانا آنحضرت ﷺ کا محض اسی وجہ سے ہوا کہ دجال کی کچھ صفات ابن صیاد میں موجود تھیں۔ فقط نہ یہ کہ درحقیقت وہ دجال موعود تھا اور کیونکر وہ دجال موعود ٹھہر سکتا ہے۔ جب کہ بعد میں وہ اسلام لایا اور مسکونہ زمین بلکہ مدینہ منورہ کے باشندوں میں سے ایک شخص تھا۔ حالانکہ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ کہا میں نے سنا فرماتے ہوئے نبی ﷺ کو وفات سے ایک مہینہ پہلے کہ تم مجھ سے قیامت کا وقت پوچھتے ہو اور بجز اس کے نہیں کہ اس کا علم خدا کے پاس ہے

اور میں اللہ کی قسم کے ساتھ کہتا ہوں کہ انہیں میں سے زمین پر کوئی سانس لینے والا شخص (یعنی آج) کہ اس پر سو برس آویں اور وہ اس وقت تک جیتا رہے یہ روایت بھی صحیح مسلم کی ہے تو کیا قبل آمد مسیح موعود کے ابن صیاد بموجب حدیث نبی کے سو برس کے اندر مر نہ چکا؟

الحاصل جب تحقیق ہو چکا کہ ابن صیاد دجال موعود نہیں تھا تو اس کا وجود اور ظہور کوئی بھی مولوی محمد احسن قادیانی کے واسطے نہ جواب کے صلاحیت رکھتا ہے اور نہ اس سے مولوی احمد علی کے پیش کردہ شبہ پر کچھ اعتراض عائد ہوتا ہے۔ اب مجیب صاحب ہے تمسکات کو دیکھیں کیسے کمزور گی اور قادیانی کے لئے کچھ بھی فائدہ مند نہ ہوئے۔

وضع...... آپ کے شبہ کی تقریر کے بموجب جو اعتراض مرزا قادیانی پر وارد ہوتا ہے اس سے بہت ہی بڑھ کر ان اجلہ صحابہؓ پر وارد ہوتا ہے۔

رفع...... واہ مولانا اسی فہم کے بھروسہ پر مجیب بننے کا حوصلہ کرتے تھے اور اپنے ارادہ باطل کے سوأالسبیل کو سواءالسبیل سے نامزد کرتے تھے۔ اجی حضرت جو شبہ مولوی احمد علی صاحب نے پیش کیا ہے اس سے ہرگز نہ کسی صحابی پر اعتراض وارد ہے اور نہ بزرگان دین میں سے کسی پر۔

گرت چشم خدا بینی بخشند

نہ بینی ہیچ کس عاجز تراز خویش

اب فرمایئے! آپ کا اور آپ کے مرزا قادیانی کا غلط بیان میں کیا حال ہے۔ اعتراض کے ورود سے کوئی مخلص نہیں ہے۔

للّٰہ الحمد ہر انچیز کہ خاطر می خواست

آخر آمدر پس پردہ تقدیر پدید

وضع...... اور مرزا قادیانی کی عبارت حمامۃ البشریٰ پر آپ نے بالکل غور نہیں فرمایا۔ اگر غور فرماتے تو ایسا شبہ ہرگز پیدا نہ ہوتا۔

رفع...... مولانا جانچ کردے گئے تو آپ پر واضح ہو کہ آپ حمامہ کے مضمون سے کہاں تک بچتے ہیں۔ عبارت کیا ہے اور آپ کیا کہتے ہیں۔

وضع...... کیونکہ مرزا قادیانی نے معترض کے قول میں تو البتہ طلوع الشمس کو منجملہ دیگر امارات مسیح کے ذکر کیا ہے۔

رفع...... یہ بات آپ کی بے اصل ہے۔ بلکہ یہ آپ کا قول اس امر کو مستلزم ہے کہ یا تو آپ اور

آپ کے مرزا قادیانی دونوں شخص مسیح موعود کے علامات متقدم کے پہچاننے سے بے خبر ہیں یا جان بوجھ کر عمداً غلط کی راہ ناپتے ہیں۔ کیونکہ کسی اسلامی کتاب میں نہیں بیان ہوا کہ مسیح موعود کی یہ علامت ہے کہ ان کے نزول سے پہلے آفتاب اپنی مغرب سے طلوع کرے گا یا کہ یاجوج وماجوج کا ظہور ہوگا یا دابۃ الارض خروج کرے گا۔ تاکہ مرزا قادیانی پر ان چیزوں کی عدم ظہور سے کوئی شخص معترض ہوتا اور اس کے جواب دینے کی طرف توجہ کی جاتی اور جب باوجود ان تینوں چیزوں کے مسیح موعود کے لئے نزول سے پہلے نشان مقرر نہ ہونے کے مرزا قادیانی بجائے تردید کرنے زعم معترض کے اس کے جواب میں بولے۔ ”فاعلم ان هذه الانباء قد تمت كلها ووقعت كما كانت فى الآثار “تو جان کہ تحقیق لئے سب خبریں البتہ کل تمام ہوچکیں اور واقع اس طور ہوچکیں جیسے احادیث میں ہیں۔

اور آپ لاطائل تکلفات سے کو حمامہ کی عبارت میں سے جب کہ مرزا قادیانی پر سخت اعتراض وارد ہوا طلوع الشمس من مغربہا کو مستثنیٰ ٹھہرا کر کہنے لگے کہ ہذہ! اشارہ متوسط کے ساتھ اور لام عہد کا لفظ الانباء میں موجود ہونے سے مرزا قادیانی کے مراد علاوہ طلوع الشمس من مغربہا کی مسیح سے متقدم علامات میں اس آپ کے کمزور توجیہ پر جب راقم الحروف نے چند مرتبہ تحریری زور دے کر آپ سے پوچھا کہ وہ کون سی علامات متوسط ہیں۔ جن کے آپ ”هذه الانباء“ سے مراد لیتے ہیں تو جواب میں یاجوج وماجوج اور دابۃ الارض کا ظہور آپ نے لکھا۔ اس پر کسی حدیث کی شہادت راقم الحروف نے جب طلب کی تو پیش کرنے سے درماندہ رہ کر جواب نویسی کی طرف سے ایسا دم سادھا جیسا کہا کرتے ہیں کہ فلانے کو سانپ سونگھ گیا۔ پس آپ کا یہ لاچار رہنا اور مرزا قادیانی کا معترض کے قول کے موافق ان چیزوں کو نزول مسیح سے پہلے علامات کے طور پر وقوع کے ساتھ تسلیم کر لینا اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ یا تو آپ اور آپ کے مرزا قادیانی دونوں شخص مسیح موعود کے علامات متقدم کی پہچاننے سے بے خبر ہیں یا جان بوجھ کر غلطی کی راہ چلتے ہیں۔ نعوذ باللہ منہ!

وضع...... اس کے آگے مرزا قادیانی مفصل طور پر جواب تفصیل سے دیتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ فلاں پیشین گوئی رسول مقبول ﷺ کی اس طرح واقع ہوچکی اور فلاں اس طرح پر۔

رفع...... اے مولانا غت ربود نہ کیجئے اور ”لا تقربوا الصلوٰة“ کا طور نہ لیجئے۔ اگر آپ یہ خیال کر کے گھٹا گھٹو کر بات لکھ دیجئے کون در پے سراغ ہوتا ہے تو یہاں آپ کی چالاکی نہ چلے گی۔

کتاب دیکھو کہ کلام مفصل میں پہلے قیامت کی نشانیاں ظاہر ہونے کا طور بتلایا ہے اور قیامت کی جو بڑی نشانیاں ہیں ان کی بابت بڑی مضبوطی سے کہا کہ وہ بجز استعارات کے اور محاورات کے کبھی ظاہر نہیں ہوتی ہیں اور اپنی ظاہری صورت پر ہرگز ظاہر نہیں ہوں گے اور اسی دعویٰ کے توثیق میں کلام کو خوب طول دیا ہے۔

وضع...... لیکن اس تفصیلی جواب میں طلوع الشمس من مغربہا کی نسبت ایک حرف تک تحریر نہیں فرمایا کہ یہ بھی پوری ہوچکی۔

رفع...... مجیب صاحب نے یہاں طبیعت کے نہایت سادگی سے کام لیا ہے یا یوں سمجھئے کہ بغرض تحریف بیان مرزائی کے ص۸۳،۸۴ حمامہ کی عبارت کو چھپایا ہے۔ یہ کتاب کچھ ایسی عنقاء صفت نہیں کہ مقام تحریف شدہ کو اس میں سے نکال کر کوئی سمجھدار شخص دیکھ نہ سکے یا کہ کسی دوسرے کی معرفت سے پڑھوا کر سمجھ نہ سکے۔ کیا جہاں میں سب مرزائی اور بزاخفش کے مانند آدمی ہیں جو مولوی محمد احسن قادیانی کے غلط بیانی پر کہہ نہ لیویں گے اور زہر شدہ یا کہ سر جھکا لینے کے ساتھ اس پر فخریا کہ سکوت کریں گے۔ اے مولانا چشم عبرت کھولئے اور جواب کی تفصیل ص۸۳،۸۴ کو حمامہ کے اندر دیکھئے کہ پہلے یہ قاعدہ کلیہ آپ دیکھیں گے۔ مرزا قادیانی نے بیان کیا کہ جو قیامت کی بڑی نشانیاں ہیں وہ بجز استعاروں اور مجازات کے جلوہ پذیر نہیں ہیں اور ظاہری صورت پر ہرگز کبھی نمودار نہیں ہونے کی پھر ان قیامت کے نشانات کو جن کے واقع ہوچکنے کا کلیت کے ساتھ دعویٰ کیا ہے۔ انہیں کی تفصیل کرتے ہوئے اور ظاہری طور پر ان کے وقوع مراد لینے پر اعتراض کرتے ہوئے (حمامتہ البشریٰ ص۸۴، خزائن ج۷ ص۳۰۴) میں جگہ طلوع الشمس من مغربہا کا ذکر کیا ہے۔ ایک چوتھی سطر میں ان لفظوں کے ساتھ کہ ”طلوع الشمس من مغربها كما اخبر عنها رسول اللهﷺ“

دوسری بارھویں سطر میں اس قدر توضیح اگر آپ کے نزدیک بمقدار ایک حرف کے شمار نہیں ہوتی تو یوں کہئے کہ بیان مرزا قادیانی نے کسی نشان کی بجز دابتہ الارض کے تفصیل ہی نہیں کی اور وہ بھی احادیث نبوی سے مطابق نہ ہونے کے سبب اور قرآن شریف کے مخالف پائے جانے کے سبب محض غلط ہے۔ چنانچہ سابقہ واضح کیا گیا۔

وضع...... اور مرزا قادیانی نے طلوع الشمس من مغربہا کو مسیح موعود کی امارات اور مقدمات میں سے کہیں نہیں شمار کیا۔

رفع...... مولانا آپ کی ابلہ فریب تقریر مردود ہو چکی اور جیسے کوئی عالم معتبر سلف خلف میں سے اس کا قائل نہیں ہے کہ طلوع الشمس من مغربہا مسیح سے مقدم ہو چکے گا۔ ایسے ہی اس کا بھی قائل نہیں ہے کہ مسیح موعود کے نزول کے مقدم علامت ''فتحت یاجوج وماجوج وهم من کل حدب ینسلون '' ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی حمامہ ص۲۹ حاشیہ سطر۴ سے ۱۴ تک میں ان کے لئے ایسے ہی ظہور کے قائل ہیں۔ علیٰ ہذا محدثین میں سے کسی نے صحیح حدیث نہیں بیان کی۔ جس میں دابۃ الارض کا ظہور واسطے مسیح موعود کے نزول سے مقدم علامت ہونے کا مذکور کیا ہو۔ ہاں آپ اور آپ کے مرزا قادیانی نے دلیل کے اس بارہ میں مدعی ہوئے دیکھو۔ رقیمۃ الاخلاص کے اندر اپنی تاریخ غلط والی شق اوّل میں جس کا ثبوت آپ سے طلب کیا گیا ہے اور ہنوز اس کا جواب ندارد ہی ہے۔ دونوں امور صریح اس پر گواہ ہیں کہ آپ اور مرزا قادیانی دونوں ہوئے نفسانی کے پیرو ہیں نہ کہ احادیث نبوی کے تابع۔ پس کیونکر باور ہو سکے کہ طلوع الشمس من مغربہا کو نزول مسیح کے لئے پہلی امارات شمار کرنے سے اس بناء پر مستثنیٰ مانا ہے کہ اس کو کسی عالم نے سلف وخلف میں سے علامت مقدم المسیح نہیں کہا ہے۔

وضع...... اور مرزا قادیانی پر یہ کب ضرور ہے کہ ہر لغویات معترض پر توجہ فرما کر مثل مدرسوں اور معلموں کے ان کو پڑھانے بیٹھتے۔

رفع...... آپ کا یہ عذر محض واہی اطفال ہرزہ گرد کا سا ہے۔ کیونکہ ظہور یاجوج وماجوج اور خروج دابۃ الارض جو کسی حدیث صحیح میں نزول مسیح کے لئے مقدم علامات سے بیان نہیں ہوئی ہیں۔ جس حال میں کہ آپ مان چکے ہیں کہ مرزا قادیانی کے نزدیک آپ کا نزول سے مقدم ہو چکنا مسلم ہے اور حمامہ کی عبارت میں ''ھذہ الانبیاء'' کے اشارہ متوسط اور الف لام معہود سے انہیں کو معہود اور مقصود وبالاشارہ اپنی تحریر میں جو غلط تاریخ کے ساتھ لکھی ہے آپ تسلیم کر چکے ہیں تو مرزا قادیانی اور آپ لغویات کے پیرو ثابت ہوئے۔ اس صورت میں آپ کا طلوع الشمس من مغربہا کو جب کہ قد تمت کلہا کے ساتھ جتلانے سے دیگر لغویات میں شامل ہے۔ مستثنیٰ کرنا اور مرزا قادیانی نے جو اس کا مستثنیٰ ہونا بیان نہیں کیا اس کی وجہ عدم ضرورت کہنا سراسر لغو اور بے سمجھ اطفال کا سا بہانہ ہے اور چونکہ (حمامہ ص۸۳، خزائن ج۷ ص۳۰۲) میں اعتراض والی عبارت مرزا قادیانی کی بناوٹی بات ہے۔ کیونکہ جیسے کسی حدیث میں نہیں آیا نزول مسیح کے لئے پہلی علامت یاجوج وماجوج کا ظہور اور دابۃ الارض کا خروج ہے۔ لہٰذا بحیثیت ایجاد تقریر اعتراض کی مرزا قادیانی کو آپ خواہ سفیہ لکھیں خواہ سفاہت سے بیان کنندہ اس کو آپ کا ذہن جانے اور مرزا قادیانی کا ذہن وفن۔

وضع ...... جو امارات مقدمہ مسیح تھیں ان کا پورا ہونا ارشاد فرمایا۔

رفع ...... آپ کا یہ قول بھی غلط ہے اور حق یہ ہے کہ جو نشانیاں مقدمہ نزول مسیح نہیں تھیں ان کو بھی نزول مسیح کے لئے مقدمہ ٹھہرایا ہے۔

وضع ...... اور دلائل سے اس کو ثابت بھی کر دیا۔

رفع ...... مرزائیوں کے زعم فاسد میں آمد مسیح موعود کے نشانوں کا پورا ہو چکنا مرزا قادیانی نے دلائل سے ثابت کیا ہوگا۔ ورنہ حقیقت استدلال کی دیکھئے تو وہ ابلہ فریبی کی تخیلات سے فوقیت نہیں رکھتی۔

وضع ...... اگر اب بھی آپ کا شبہ دفع نہ ہوا تو آپ پر ضرور ہے کہ کسی کتاب میں پتہ ونشان دیویں کہ مرزا قادیانی نے طلوع الشمس من مغربہا کو لکھا ہے کہ پورا ہو چکا یعنی اپنی ظاہری معنوں پر۔

رفع ...... اے مولانا آپ کا مولوی احمد علی سے یہ مطالبہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ جب حمامہ کی عبارت میں جو شبہ کا مقام ہے آپ کو جتلا دیا تھا کہ مرزا قادیانی کے نزدیک طلوع الشمس من مغربہا کے خواہ کچھ ہی معنی ہوویں جس حالت میں کہ اس کا کلیت کے ساتھ اس حدیث سے پورا ہو چکنا وہ کہہ چکے۔ جس طور کہ اس کا واقع ہونا آثار چیدہ اور ثقہ راویوں کے جمع کئے ہوئے میں تھا تو آپ کو کیا مجاز رہا کہ شبہ کی اصل تقریر میں سے عبارت کم وبیش کر کے آپ بات کے طالب بنیں۔ مولوی احمد علی صاحب طلوع الشمس من مغربہا کے بابت مرزا قادیانی کو وہ قول دکھلا دیں جس میں مذکور ہو کہ ظاہری معنوں پر آفتاب کا اپنے چھپنے کی جگہ سے نکلنا پورا ہو چکا۔ اجی حضرت کیا آپ کو یاد نہیں رہا کہ مولوی احمد علی صاحب نے اپنے شبہ کی تقریر کو مذکورہ بالا عبارت کے ساتھ جب واضح کر دیا تھا جو ابھی تحریر ہوئی ہکے بکے سے آپ رہ گئے تھے۔ یہ آپ کی لاچاری دیکھ کر صدمہ آدے جو موقعہ پر مباحثہ کے موجود تھی۔ دائیں بائیں سے آپ کے دعویٰ باطل جاننے سے ہنسنے لگے۔ زردروئی آپ کی بڑھے خوش لبی نے ترقی کی بار بار پانی پیکر سخن کا پہلو بدلنے لگے اور اعتراض کے جواب سے گریز کر کے اس طرف متوجہ ہوئے کہ ایک گھنٹہ وعظ گوئی کی اجازت ملی تو حضرت مسیح اور امام مہدی کے زمانہ میں ایمان کا مقبول ہونا سنایا جاوے۔ بجواب اس کے بعد اس عذر کی کہ یہ جلسہ ادلہ کے ساتھ مباحثہ ومناظرہ کے واسطے منعقد ہے۔ وعظ گوئی میں وقت ختم کرنے کے لئے نہیں ہے۔ جب آپ کو یہ کہا گیا کہ اچھا وعظ شروع کیجئے اور بجائے ایک گھنٹہ کے ہمارے طرف

سے وقت دو گھنٹہ کا لیجئے۔ لیکن پہلے یہ وعدہ کر لیجئے کہ بعد ختم وعظ کے بیضاوی یا کسی حدیث کی کتاب میں عبارت اپنے پہلے وعدہ کے مطابق دکھلاویں گے کہ طلوع الشمس من مغربہا کی بعد اور نیز مہدی ومسیح کا جو زمانہ دجال کے زمانہ سے مل جاوے اور ٹکرا جائے اس میں کفار کا ایمان لانا فضول نہ ہوگا۔ تو اس شرط کی ایفاء کرنے پر نہ جے اور صرف بیان وعظ ہی کے واسطے اجازت طلب کرتے رہے۔ لیکن یوں بلا ایفائے وعدہ کیوں اجازت آپ کو ملنے لگی تھی۔ آخر آپ نے زک پانے سے پوری ندامت اٹھائی جب گھر پہنچے تو الٹ پلٹ کر تقریر شائع کرنے کے لئے بنائی۔ مگر سچ ہے غلط بیانی کے پاؤں کم ہوتے ہیں۔ آپ کی یہ تحریر بھی غلط بیانوں سے مرتب ثابت ہوئے۔

اے مولانا ''ولا تقف ما لیس لك به علم ان السمع والبصر والفوأد كل اولئك كان عنه مسئولا ولا تمش فی الارض مرحا انك لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا كل ذلك كان سیئة عند ربك مكروها''

وضع ...... ذوبنہ خرط القتاد۔

رفع ...... شاباش مولانا مرزا قادیانی کی مفروضہ معنی کی بابت جو ظاہری طور پر نہیں ہیں آپ کے ہی منہ سے خرط القتاد نکلا۔ واقعی زعم مرزا بے خیال نبح سے مناسب ہے۔

وضع ...... ''ایها الناظرین'' ایسے بے جا نکتہ چینیوں سے حضرت اقدس پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حضرت اقدس نے ص۸۳ حمامہ میں خود تصریح فرما دی ہے کہ طلوع الشمس من مغربہا قبل مسیح نہیں ہو سکتا۔

رفع ...... اے مولانا گھبرایئے نہیں ناظرین ابھی دیکھ لیتے ہیں کہ مرزا قادیانی پر اعتراض کا ورود اور ان کی بابت نکتہ چینی کیسے چسپاں ہے کہ انگوٹھی کا تنگ ہونا ان کی صفت کہنی چاہئے اور ابھی کھل جاتا ہے کہ آپ نے بے جا تعصب میں سرگرم ہو کر عبارت ص۸۳ میں کیسی تحریف کر چکی ہیں۔

وضع ...... دیکھو اس عبارت کو۔

رفع ...... اجی حضرت عبارت تو دیکھئے۔ فرمایئے تو جس عبارت کو آپ نے لکھا ہے اس میں کہاں مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ طلوع الشمس من مغربہا قبل مسیح نہیں ہو سکتا۔

راست گفتند یک زوجیند لوچ

افسوس! کیسے دروغ گوئی اپنے تہ دل میں جما رکھی ہے۔ لیجئے! اصل عبارت محولہ لکھی جاتی ہے اور آپ کی غلط بیانی کی قلعی کھلی جاتی ہے۔

’’ولا جل ذلك كتبت في كتبي غير مرة ان هذه كلها استعارات وما اراد الله بها الا ابتلاء الناس ليعلم من يعرفها بنور القلب ومن يكون من الضالين ولو فرضنا انها تظهر بصورها الظاهرة فلاشك ان من ثمراتها الضرورية ان يرتفع الشك واشبة والمرية‘‘

(حمامۃ البشریٰ، خزائن ج۷ ص۳۰۴، خزائن ج۷ ص۳۰۴)

اور اس لئے میں نے اپنی کتابوں میں کئی مرتبہ لکھا کہ بے شک یہ کل استعارے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان سے نہیں ارادہ کیا مگر آزمائش آدمیوں کی تاکہ معلوم کرے کون ان کو دل کے نور سے پہچانتا ہے اور کون بھٹکنے والوں سے ہوتا ہے اور اگر ہم فرض کر لیتے کہ البتہ وہ اپنی ظاہری صورتوں سے ظاہر ہوں گے تو بے شک تو اس فرض کر لینے کا ضروری نتیجہ یہ ہے کہ اٹھ جاوے شک اور شبہ اور کھٹکا۔

’’من قلوب الناس كما يرتفع في يوم القيمة فاذا زالت الشكوك ورفعة الحجب فاى فرق بقي بعد انكشاف هذه العلامات المهيبة الغريبة في تلك الا يام و في يوم القيمة انظر ايها العاقل انه اذا رأى الناس رجلاً نازلا من السماء وفي يده حربة ومعه ملئكة الذين كانوا غائبين من بدء الدنيا وكان الناس ليشكون في وجودهم فنزلوا وشهدوا ان الرسول حق وكذلك سمع الناس صوت الله من السماء ان المهدى خليفة الله وقروالفظ الكافر في جبهة الدجال ورؤان الشمس قد طلعت من المغرب تشققت الارض وخرجت منها داية الارض التي قدمه في الارض وراسه تمس السماء وسمت المؤمن والكافر وكتب ما بين عينهم مؤمن اوكافر وشهدت باعلى صوتها بان السلام حق وحصحص الحق وبرق من كل جهة وتبينتنت انوار صدق الاسلام حتى شهد البهائم واسباع والعقارب علے صدقه فكيف يمكن ان يبقى كافر علے وجه الارض بعد روية هذه الايات العظيمة او يبقے شك في الله وفي يوم الساعة فان العلوم الحسية البديهية شئ يقبله كافر ومؤمن ولا يختلف فيه احد من الذين اعطو قوى الانسانية مثلاً اذا كان النهار موجوداً والشمس طالعة والناس مستيقظين فلا ينكره احد من الكافرين والمؤمنين

فكذالك اذا رفعت الحجب كلها وتواترت الشهادات وتظاهرت الأيات وظهرت المخفيات وتنزلت الملئكة وسمعت اصوات السماء فاى تفاوت بقيت بين تلك الايام وبين يوم القيامة واى مفربقي للمنكرين فلزم من ذلك ان يسلم الكفار كلهم في تلك الايام ولا يبقي لهم شك في الساعة ولكن القرآن قد قال غيرمرة أن لكفار يبقون علیٰ كفرهم الیٰ يوم القيمة يبقون في مريتهم وشكهم في الساعة حتیٰ تاتيهم الساعة بغتة وهم لا يشعرون ولفظ البغتة تدل بدالة واضحة على ان العلامات القطعية التى لا تبقى شك بعد على وقوع القيامة لا تظهر ابداً ولا تجليها الله بحيث ترتفع الحجب كلها"

(حمامۃ البشریٰ ص ۸۴، خزائن ج ۷ ص ۳۰۴، ۳۰۵)

آدمیوں کے دلوں سے جیسے کہ اٹھ جائے گا قیامت کے دن میں سو جب مٹ گئی شکوک اور اٹھ گئی پیروی تو کیا فرق باقی رہا (یعنی بابت شک دل سے اٹھ جانے کے) بعد کھل جانے ان نشانیوں دہشت ناک عجیب کے ان دنوں میں (یعنی علامتوں کے زمانہ ظہور میں) اور قیامت کے دن میں اے عقلمند غور کر لے یہ کہ جب آدمی دیکھیں ایک شخص کو آسمان سے اترتے ہوئے اور ایک حربہ اس کے ہاتھ میں ہو اور اس کے ساتھ فرشتے ہوں جو کہ ابتداء دنیا سے غائب رہے اور لوگ ان کے ہونے میں شک رکھتے تھے۔ سو وہ اتر کر گواہی دیویں کہ تحقیق یہ رسول سچا ہے اور علیٰ ہذا اگر آدمی خداتعالیٰ کی آواز آسمان سے سنیں کہ بیشک مہدی خداتعالیٰ کا نائب ہے اور لفظ کافر کا دجال کی پیشانی میں پڑھیں اور دیکھیں کہ بے شک آفتاب مغرب سے طلوع کر چکا اور زمین پھٹے اور اس سے دابۃ الارض نکلا۔ جو کہ قدم اس کے زمین میں اور سر کا لگے آسمانوں کو اور نشان لگا دے مؤمن اور کافر کے کہ ان کی آنکھوں کے درمیان کہ مؤمن ہے یا کافر اور گواہی دیویں اپنی نہایت اونچی آواز سے کہ بیشک اسلام سچ ہے اور حق ظاہر ہوا اور ہر سمت سے چمک گیا اور اسلام کے صداقت کی روشنیاں واضح ہوئیں۔ یہاں تک کہ اس کی سچائی پر چوپایوں اور درندوں اور بچھوؤں نے گواہی دی تو کیونکر ہو سکے کہ زمین کے اوپر بعد ان بڑے نشانوں کے دیکھ لینے کے کافر باقی رہے۔ یا کہ خدا میں اور قیامت کے ان میں شک رہ جاوے۔ کیونکہ علوم محسوس وظاہری ایسی چیز ہیں کہ ان کو کافر اور مؤمن قبول کرتا ہے اور ان میں ایسے لوگوں میں سے کوئی شخص اختلاف نہیں کرتا ہے۔ جن کو انسانی قویٰ دیئے گئے ہیں۔ بھلا جب کہ دن موجود اور سورج نکلا ہوا

ہے اور لوگ جاگتے ہیں تو کوئی کفار اور مومنین میں سے اس کا منکر نہیں ہوتا۔ سو اس طرح جب تمام پردے اٹھ گئے اور پے در پے گواہیاں ہوئیں اور نشانیاں ظاہر ہوگئیں اور پوشیدہ چیزیں کھل گئیں اور فرشتے اترے اور آسمان سے آوازیں سنیں تو کون سا فرق باقی رہا درمیان ان دنوں (یعنی معلومات میں ان علامات کے دنوں) اور درمیان قیامت کے دن کے (یعنی معلومات قیامت کے دن کے) اور منکروں کے واسطے بھاگنے کی کون سی جگہ باقی رہی۔ پس اس (یعنی علم حسی بدیہی) سے یہ لازم ہوا کہ ان دنوں یعنی علامات کبریٰ ظاہر ہونے کے زمانہ میں کل کفار مسلمان ہو جاویں اور ان کو قیامت میں کچھ شک باقی نہ رہے۔ لیکن قرآن نے البتہ کئی مرتبہ کہا کہ بیشک کفار اپنے کفر پر قیامت کے دن تک رہیں گے اور اپنے شک وشبہ میں قیامت کی بابت رہیں گے۔ یہاں تک چپ چپاتی قیامت اور نہیں آجاوے گی اور وہ تمیز نہ کریں گے اور لفظ البغتۃ دلالت واضح سے اس پر دلالت کرتا ہے کہ تحقیق علامتیں قطعیہ کہ ان کے بعد قیامت کے واقع ہونے پر شک باقی نہ رہے۔ کبھی نہیں ظاہر ہونے کی اور ان کو اللہ تعالیٰ اس طرح ظاہر نہ کرے گا کہ حجاب تمام اٹھ جاویں۔

نوٹ: اس کل تقریر کا حاصل جو حمامہ کے ص۸۴ میں ہے اور مولوی محمد احسن قادیانی نے برخلاف مرزا قادیانی کی مراد کے اور اس کا مطلب لکھا ہے۔ یہ ہے کہ قیامت کی بڑی نشانیاں ہرگز ہرگز ظاہری طور پر نہیں ہوئیں۔

لیجئے مولانا اب تو حمامہ ص۸۴ کے عبارت آپ کی منقولہ عبارت والی معہ بیان اوّل وآخر ودرمیان کے جسے اپنے لوگوں کو غلطی میں ڈالنے کی غرض سے حذف کر کے لکھا تھا وہ کافی طور پر لکھ دیئے گئے۔ فرمائیے اور دکھلائیے مرزا قادیانی نے کہاں اور وہ کون سا فقرہ ہے۔ جس میں بیان ہوا کہ طلوع الشمس من مغربہا قبل مسیح نہیں ہوسکتا۔

ناظرین! مرزا قادیانی کی عبارت دیکھ کر بخوبی جان لیویں گے کہ مرزا قادیانی بار بار یہ جتلاتے رہے ہیں کہ طلوع الشمس من مغربہا اور نزول مسیح وغیرہ جتنے قیامت کے بڑے نشان ہیں۔ ہرگز ہرگز ان میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے۔ جس کی واقع ہوچکنے کا پورا علم لوگوں کو ہوسکے اور یقین سے قیامت کی بابت اس کا قریب العہد ہونا جان جائیں۔ کیونکہ قرآن شریف میں قیامت کی آمد بغتۃ کے ساتھ یعنی چپ چپاتے بیان ہوئی ہیں اور ص۸۴ میں یہ بھی کہا ہے کہ آیت ''ولا یزال الذین کفروا فی مریۃ'' سے۔ جس کے یہ معنی ہوئے کہ کفار قیامت کی آمد تک ہمیشہ شک میں رہیں گے۔ ثابت ہوا کہ قیامت کی بڑی نشانی کبھی ظاہری صورت پر ظاہر نہیں ہوسکتی اور

یہ سب تفصیل اس بارہ میں کی گئی ہے کہ اعتراض کی عبارت میں جو کہا گیا تھا کہ جب طلوع الشمس من مغربہا وغیرہ نہیں ہو چکا۔ تو مسیح موعود کہاں سے آ گیا اور اس کے جواب میں ان سب نشانات کبریٰ قیامت کے تمام ہو چکنے کی بابت سنایا تھا کہ یہ سب ویسے ہی واقع ہو چکے جیسے کہ حدیث میں ہے تو یہ بھی کہا گیا تھا کہ ان نشانات کے مقامی لوگوں نے نہ پہچانے اور غافل رہے۔ لہٰذا مولوی محمد احسن قادیانی کے یہ دعویٰ سب غلط ثابت ہوئے جو انہوں نے کہا۔

۱...... قیامت کی کبریٰ نشانات بطور استعارات کے ظاہر ہونے سے وہی نشانات مراد ہیں جو نزول مسیح سے مقدم ہیں۔

۲...... یہ کہ علاوہ طلوع الشمس من مغربہا کی ہذہ الانباء سے نزول مسیح کے لئے مقدم نشانات مرزا قادیانی نے مراد لئے ہیں۔

۳...... مرزا قادیانی کی بابت یہ کہ ص۸۴ حمامہ میں خود تصریح فرمادی ہے کہ طلوع الشمس من مغربہا قبل مسیح نہیں ہو سکتا۔ علیٰ ہذا باقی دعویٰ پر مولوی محمد احسن قادیانی کو اپنی غلط بیانی کی خبر تو جب ہوئی کہ حمامہ ص۸۳،۸۴ کی عبارت کو چشم عبرت کھول کر دیکھیں لیکن انہوں نے تو اپنا خواب غفلت میں ہونا خود ہی اس شعر میں جتلا دیا۔

آنکھیں اگر موندی ہیں تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں قصور کیا ہے بھلا آفتاب کا

وضع...... ہاں البتہ اس پیشین گوئی کی نسبت مرزا قادیانی ص۵۱۵،۵۱۶ ازالہ میں مفصل طور پر تشریح فرما چکے ہیں۔

رفع...... اس مقام پر مولانا نے ازالہ کی عبارت اس غرض سے لکھی کہ اس میں یہ بیان ہے کہ مرزا قادیانی نے کشفی طور پر خواب میں جانب مغرب سے آفتاب اور آفتاب کا طلوع اور اپنے آپ کو شہر لنڈن میں اسلامی وعظ کہتے ہوئے منبر پر تیتروں کے سامنے دیکھا اور اس کی تعبیر اپنا فیض انگ[illegible]ں تک پہنچنا سنائی۔ دوسری یہ کہ اس میں کہا ہے کہ یاد رہے کہ مجھے اس بات سے انکار نہیں کہ طلوع الشمس من مغربہا کے کوئی اور بھی معنی ہوں۔ تا کہ مولوی محمد احسن قادیانی دکھلا دیں کہ مرزا قادیانی بالکل طلوع الشمس من مغربہا نہیں کہتے ہیں۔ لیکن مولوی صاحب کا یہ استدلال بھی ٹھیک نہیں ہے۔

اولاً اس لئے کہ ازالہ پہلے کے تصنیف ہے اور حمامہ اس سے بہت عرصہ بعد کی۔ پس

ازالہ اوہام کی عبارت سے دلیل پیش کرنی غلط کاروائی ہے۔ کیونکہ یہ کیا ضرور ہے کہ مرزا قادیانی کو حمامہ کی تصنیف کرنے تک طلوع الشمس من مغربہا کے کچھ اور معنی نہ کھلے ہوں۔ خصوصاً جب کہ بطریق اعتراض وجواب کے وہ کلیتاً اور احادیث سے مطابقۃ طلوع الشمس من مغربہا واقع ہوچکنے کو حمامہ کے اندر لکھ چکے اور تاویلی معنی کسی غیر پر استہزاء کر چکے۔

ثانیاً اس واسطے کہ احادیث میں جو قیامت کی نشانیوں سے آفتاب طلوع ہونے کی بابت مذکور ہے تو اس کے چھپنے کی جگہ سے طلوع بیان ہوا ہے۔ چنانچہ من مغربہا کا لفظ صریح موجود ہے۔ یوں نہیں وارد ہوا کہ طلوع الشمس من المغرب تاکہ صرف مغرب سے ملک مغرب معنی ہوتے اور پنجمیوں میں بھرتے ہوکر مرزا قادیانی اپنے آپ کو آفتاب مانتے اور اپنی تصانیف کو اس کی شعاع جانتے۔ پس جب کہ حدیث میں جو لفظ تھا کہ اپنے چھپنے کی جگہ سے طلوع آفتاب جس سے ظاہر ہے کہ اسی محسوس آفتاب کا طلوع نبی ﷺ کے نزدیک مراد ہے تو اس سے صاف ثابت ہے کہ ازالہ میں طلوع الشمس کے بابت جو رویا کشفی طور پر دیکھنا بیان کیا ہے محض غلط ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ کی حدیث کے مطابق نہیں ہے۔ پس وہ غلط قول جس سے بحث ہی واقع نہیں ہے۔ مولوی محمد احسن قادیانی کا اس کو یہاں پیش کرنا لا طائل ہے۔

ثالثاً حمامہ ص۸۳ میں جس پیشین گوئی یعنی قیامت کے بڑے نشانات پورے ہوچکنے کو اور حسب بیان احادیث ان کی واقع ہوچکنے کا دعویٰ کر کے ان کے جان لینے سے بے خبر رہ جانے کی جو تفصیل کی ہے۔ ان سب کے شمول میں نام لے کر طلوع الشمس من مغربہا کو بھی لکھا ہے۔ چنانچہ ناظرین عبارت منقولہ ص۸۳ حمامہ سے کی خود دیکھ سکتے ہیں۔ پس اس سے بخوبی ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک جیسے دوسرے نشانوں کے پورے ہوچکنے سے لوگ غافل رہے۔ ایسے ہی آفتاب کے طلوع من مغربہا ہوچکنے سے لوگ غافل رہے۔

رابعاً ص۸۳ حمامہ کے اندر جو ان علامتوں کے کلیۃً واقع ہوچکنے کی بابت بیان کیا ہے۔ نہ صرف ان کے ساتھ طلوع الشمس من مغربہا کا گنا ہے۔ بلکہ اس طرح پر زور دے کر کہا ہے کہ ''کما اخبر عنہا رسول اللہ ﷺ'' یعنی جس طور پر کہ طلوع آفتاب سے رسول اللہ ﷺ نے خبر دی۔

وضع..... قبل قیامت جب تک عالم دنیا کا نظام موجود ہے یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ اس دار تکلیف میں کسی شخص کا ایمان قبول نہ ہووے۔

رفع...... اے مولانا جو آپ چاہتے ہیں اپنی رائے خطا ناجائز اجتہادی سے لکھ دیتے ہیں۔ اجی! حضرت فرمائیے تو آپ کے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ جب تک نظام عالم دنیا موجود ہے تو ہر کسی کا ایمان ضرور مقبول ہے۔ دیکھئے قرآن کریم آپ کے زعم کو توڑتا ہے۔ فرمایا "ان الذین کفروا بعد ایمانهم ثم ازدادو کفرا لن تقبل توبتهم واولئك هم الضالون تحقیق جن لوگوں نے کفر کیا بعد اپنے ایمان کے پھر زیادہ کیا کفر کو ہرگز نہ قبول ہوگی ان کی توبہ اور وہ لوگ گمراہ ہیں۔

اب غور کیجئے کہ اس آیت میں باری تعالیٰ نے جن کفار کے عدم قبولیت توبہ کی بابت ذکر کیا یہ عدم قبولیت ان کی توبہ کی عالم دنیا کے نظام موجود رہنے کی حالت میں ہے یا نہیں اور اسی دار تکلیف میں ان کا ایمان مردود ہے یا نہیں۔ اگر اس عدم قبولیت توبہ کو بعد از مرگ پر آپ محمول کریں تو یہ بھی غلط ہے۔ چنانچہ اس آیت مذکور سے جو اگلی آیت ہے مردہ کفار کی توبہ مقبول نہ ہونے کا اس میں بیان ہے۔

وضع...... کہ مخالف نصوص قطعیہ ہے کما سیاتی۔

رفع...... ہم دیکھیں کہ کون سی نص آپ کے پاس ہے۔

وضع...... البتہ قیامت میں جب زمانہ طلوع الشمس کا ہو چکے گا اور متصل اس کے قیامت بھی شروع ہوجاوے گی تو البتہ البتہ اس وقت ایمان کسی کا جو پہلے سے مؤمن نہیں ہے قبول نہ ہوگا۔

رفع...... دیکھ لیجئے مولانا یہ وہی آپ کی بات ہے منجملہ ان باتوں کے جس پر آپ کو رقیمۃ الاخلاص میں کہا گیا ہے کہ مرزا قادیانی کے خیالات سے آپ کے خیال کہیں پرے ہیں۔ اجی! حضرت حمامہ کے اندر کہاں بیان ہوا ہے کہ قیامت سے متصل جب آفتاب کا طلوع ہوجاوے تو اس وقت ایمان کسی کا جو پہلے سے مؤمن نہیں ہے قبول نہ ہوگا تاکہ آپ کا اور قادیانی صاحب کا ایک مسلک ٹھہرے۔ جن کی حمایت ناجائز میں قرآن حدیث کے بیانات بھی آپ نہیں مانتے ہیں اور یاد رکھئے کہ حمامہ کی عبارت سے کسی مقام سے بھی آپ کبھی یہ بات نہیں دکھلا سکتے ہیں۔ جہاں قادیانی نے یہ کہا ہو کہ آئندہ زمانہ میں آپ نے مغرب سے آفتاب متصل بالقیامت طلوع کرنے والا ہے اس کے طلوع کر چکنے پر کسی کافر کا ایمان قبول نہ ہوگا اور حمامہ کی عبارت سے اس طلوع آفتاب کا اپنے ظاہری صورت پر قیامت سے قریب ہوسکنے پر قادیانی کا اقرار بھی دکھلانا آپ کے لئے ناممکن ہے۔ چنانچہ یہ دونوں باتیں چند مرتبہ سابق میں آپ کو سنائی گئیں۔ جن کے ثبوت پیش

کرنے سے آپ عاجز ہیں۔ نہ رقیمۃ اللاخلاص تحریر ہونے کے وقت جواب دے سکے، نہ اب جواب مطلوب پیش کر سکتے ہیں۔ اگر اس پر آپ کہیں کہ ہم قرآن وحدیث سے توضیح اپنے دعویٰ کی پیش کریں تو قادیانی صاحب نے جو کچھ بیان کیا ہے جس کی بار بار تصریح گذری اس کے ناحق ہونے کا اقرار کر کے راہ راست پر آجایئے۔ ورنہ قادیانی ملا صاحب گوشمالی کر کے آپ کو ان کی مسجد ضرار وتفریق کے مخالف کرنے پر یہ مضمون قول سعدی کا سنائیں گے۔

ترا تیشہ دادم کہ منبرم شکن
نگفتم کہ دیوار مسجد بکن

وضع...... کیونکہ امور ایمانیہ میں کسی قدر اخفا کا ہونا بھی بہت ضروریات سے ہے۔الیٰ قولہ ہمیں وجہ علامات کبریٰ زمانہ مسیح کے اپنی ظاہری معنوں پر محمول نہیں ہو سکتے۔ میں ورنہ مسیح کی تصدیق میں خفا نہ رہے۔

رفع...... امور ایمانیہ میں پوشیدگی بعد ظہور ان امور کے ماننے محض مرزائی تخیلات ہیں ان کے ظاہر ہو چکنے کے پیچھے کچھ ضرورت ان کے خفا کی نہیں ہے۔ کیونکہ علامت نہیں ہے۔ مگر پہچاننے کے واسطے اور وہ بڑی نہیں کی گئی۔ مگر زیادہ پہچان کا فائدہ دینے کے واسطے پس جو شئے کہ بڑی نشانی کسی شے کی پہچان کے واسطے کر کے خدا تعالیٰ دنیا میں ظاہر کرے تو ممکن نہیں کہ اس بڑی نشانی کو خدا تعالیٰ کے پیچھے ہیں اس بڑی نشان ظاہر ہو چکنے کا پورا علم دیکھنے والوں کو نہ ہووے۔ کیونکہ نشان کا بڑا ہونا بڑی حجت قائم ہونے کا اگر فائدہ نہ دیوے تو اس کو بڑی علامت کہنا غلط ہے۔ لہٰذا قیامت تک بڑے نشانات کا مثل طلوع الشمس من مغربہا اور خروج دجال اور دابۃ الارض کے کھلا ہوا اور آشکارا ظاہر ہونا ضرور ہے تاکہ کفار پر کامل حجت قائم ہووے۔ اگرچہ اس پر بھی کفار اپنے کفر پر رہیں۔ مثلاً عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ جو شخص دنیا میں پیدا ہوا ایک نہ ایک دن وہ ضرور مرتا ہے تو بھی لوگ امور دنیا میں بڑی امیدیں رکھتے ہیں۔ ”انک لا تھدی من احببت“ خود اس پر شاہد ہے کہ بجز ہدایت بخشنے خدا تعالیٰ کے کوئی شخص ہدایت یافتہ نہیں ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر قیامت کے بڑے نشان محسوس طور پر کفار کے سامنے پیش ہوں۔ جب کہ خدا تعالیٰ انہیں ایمان کی قبولیت اور ہدایت نہ بخشے تو ان سے اولاً مومن ہونے کی امید نہیں ہے۔

ثانیاً! ان پر وعید الٰہی قائم ہو چکنے کے وقت ظاہر ہونے سے ان کا ایمان مقبول نہیں۔ پس ایمان کی حلاوت انہیں کیوں حاصل ہونے لگی ہے۔ اس لئے یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ آیت

قرآنی ''ولا یزال الذین کفروا فی مریة من لقائه ''اورنیز آیت'' ولا یزال الذین کفروا فی مریة منه حتیٰ تاتیهم الساعة بغتة وهم لا یشعرون '' وغیرہ سے جس میں یہ بیان ہوا ہے کہ کفار خداتعالیٰ کے سامنے حاضر ہونے اور قیامت یا کہ عذاب چپ چپاتی آنے تک درحالیکہ وہ تمیز نہ کرتے ہوں گے۔ شک وشبہ میں رہیں گے۔ لازم نہیں آتا ہے کہ قیامت کی بڑی علامتیں اپنی ظاہری صورت پر جلوہ گر نہ ہوں۔ کیونکہ بے عمل کے علم جیسے محال نہیں ہے۔ ویسے مشاہدہ بغیر یقین کے ممکن الوقوع ہے۔ مثل شق القمر کے پیغمبر خدا ﷺ سے، اور ناقہ کشی صالح علیہ السلام اور مردوں کو زندہ کرتے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام سے فی البدیہی دیکھنے پر بھی بدنصیب کفار ایمان نہ لائے۔ تکذیب کرتے رہے یا منافق ہوئے۔ چنانچہ سورہ منافقون وغیرہ سے ظاہر ہے اور جس حالت میں کہ جاننے والا شخص جاہلوں کی طرح اطوار رکھے تو بے شعور گنا جاتا ہے۔

چو دانا ہمچو نادان گشتہ غرق ست
زدانائی بنا دانی چہ فرق ست

لہٰذا کفار وهم لا یشعرون کے مصداق بنے۔ الحاصل جب ثابت ہوا کہ قیامت کی علامات کبریٰ اپنے ظاہری صورت پر جلوہ گر ہونے والے لامحالہ ہیں تو قادیانی کے استنباط لغو اور مولوی محمد احسن قادیانی کے استدلال غلط ہیں اور قائل کا یہ کہنا کہ علامات کبریٰ زمانہ مسیح کے اپنے ظاہری معنوں پر محمول نہیں ہوسکتیں۔ ورنہ مسیح کی تصدیق میں خفاء نہ رہے۔ سراسر وہی قول ہے۔

وضع...... بسبب عدم ایفائے شرط مسلم کے۔

رفع...... اس لایعنی کلام کا جواب پہلے گذر چکا ہے۔

وضع...... الحاصل جو معنی حدیث مسلم کے آپ نے سمجھے ہیں وہ مخالف قرآنی آیتوں اور حدیثوں کے ہیں۔

رفع...... اے مولانا آپ کا بے دلیل دعویٰ یہ بھی غلط ہے۔ چنانچہ جب وہ آیات اور حدیث کہ ان کو آپ سوچ رہے ہیں۔ پیش کریں گے۔ آپ کو ان کا حال جتلا دیا جاوے گا۔

وضع...... جس سے تمام کبار امت اور عوام خواص کا ایمان بے کار ہوا جاتا ہے۔

رفع...... مجیب نے اسی مضمون کو دجال وابن صیاد کے بیان میں بھی لکھا ہے۔ لیکن کوتاہ فہمی کے

ساتھ قلم گھسنے کے سوا اس کا نتیجہ نہیں دکھلایا۔ اے مولانا آپ کا پہلا زعم تو ٹوٹ گیا اور یہ دعویٰ بے سروپا بھی آپ کا عنقریب ٹوٹ جائے گا۔

وضع...... اب میں بقدر پانچ چار صفحوں کے یہ عرض کرتا ہوں۔

رفع...... یہاں پر قادیانی صاحب کے اسی کشفی رؤیا ازالہ ص ۵۱۵، ۵۱۶ والے کو پھر اس بارہ میں مجیب صاحب نے بیان کیا ہے کہ اس کی بطالت کو صداقت کے مانند جاننا چاہیے۔ لیکن ناظرین پر مخفی نہیں ہے کہ بطالت صداقت کے مانند ہرگز نہیں ہوتی ہے۔ مجیب صاحب اس جگہ پر نیچری تفسیر یعنی سید احمد خان کے رائے سے لے کر اس قصہ کو قرآن شریف کے اندر ۲۴ رکوع سورہ بقرہ میں مردے کو زندہ کر کے دکھلانے کی بابت خدا تعالیٰ نے سنایا ہے۔ خواب کا قصہ مانا ہے۔ حالانکہ معتبر تفاسیر کے مخالف نیچری تفسیر ہے۔ لہٰذا قادیانی کی کشفی رؤیا کی تاویل لغو تاویل ہے اور یہ پہلے جتلا دیا گیا ہے کہ اگر احادیث نبوی میں طلوع الشمس من المغرب ہوتا تو کچھ قادیانی تاویل کو موقع اپنے زور دینے کا ملتا۔ لیکن خدا تعالیٰ کے فضل سے احادیث میں رسول اللہ ﷺ کے جو الفاظ قیامت کے نشانی طلوع الشمس کی بابت وارد ہیں ان میں من مغربہا آیا ہے۔ جس سے واضح ہے کہ قادیانی اور مولوی محمد احسن قادیانی دونوں غلط رؤیا میں رہ رہے ہیں۔ اگر جاگتے ہوتے تو پیمانہ بڑاتے۔

وضع...... عاجز نے ترقی کر کر عرض کیا تھا کہ طلوع الشمس تو بموجب احادیث اصح الصحاح کے اوّل الآیات ہے۔ جس کے معنی آپ نے مجھ کو نہ کہنے دیئے۔ وہ یہ ہیں۔

رفع...... اے مولانا بار بار آپ کو کہا گیا کہ آپ کے خیالات قادیانی کے خیالات سے کہیں پرے ہیں۔ اجی حضرت! آپ قادیانی کے مسلک سے جو حمامہ کے اندر مصرح ہے پہلے اتفاق پیدا کیجئے تب ان معانی کو جو یہاں بیان کئے ہیں ذکر کیجئے۔ تاکہ آپ کے کچھ بات باقاعدہ بنے۔ ’’مذبذبین بین ذلک لا الیٰ ہولاء ولا الیٰ ہؤلاء‘‘ کا طور آپ برت رہے ہیں کہ کبھی مرزائی بنتے ہیں کبھی اہلحدیث کی طرف جھکتے ہیں اس تردد کی حالت میں کب تلک پڑے رہیں گے۔ جواب آپ سے جو طلب کیا گیا ہے اس میں دریافت طلب مولوی احمد علی صاحب کی جانب سے صرف یہ بات ہے کہ آپ ان اعتراضوں کو جو قادیانی صاحب پر وارد کئے گئے حدیثوں سے حسب مسلمات قادیانی صاحب کے اٹھا دیں اور یہ امر طلب نہیں کیا ہے کہ مسئلہ بحث شدہ میں آپ اپنی رائے محض لکھیں۔ خواہ قادیانی صاحب کے مسلمات سے ربط اس کو حاصل ہو یا کہ نہ ہو۔

پس طلوع الشمس من مغربہا کے اوّل الآیات ہونے کی جو توجیہ آپ نے حسب تصریح حاشیہ ابن ماجہ کے حوالہ قلم کی اور مع اقرار اس بات کے کہ طلوع الشمس من مغربہا قبل قیامت کے ہی ہے۔ لیکن اس کے متصل جب کہ مؤمنین دنیا میں نہ رہیں گے اور مع تسلیم اس امر کے کہ قادیانی صاحب کے کشفی رؤیا موعودہ طلوع الشمس من مغربہا کا مصداق نہیں ہے۔ یہ بھی آپ نے لکھا کہ یمکن طلوع الشمس من مغربہا جسمانی طور پر ہی کسی وقت میں واقع ہو یہ آپ کی توجیہ مذکور اور اقرار مشرح بالا قول قیامت کے پہلے جسمانی طور پر کسی وقت میں طلوع الشمس من مغربہا واقع بالامکان کی بابت جب ہے قادیانی صاحب کے طرف سے جواب ہونے کے لائق ہے کہ آپ کے اس بیان کو قادیانی صاحب کے حمامہ والے ص ۸۳، ۸۴ سے مطابق ہو ورنہ آپ کے ان جوابوں کو سن کر قادیانی ملا جی کو آپ کو سبق پڑھاتے ہیں۔ از روئے عتاب کہیں گے کہ من چہ مے گوئم وطنبورہ چہ می سراید۔ اعتبار نہ ہو تو لفظ بغتۃ کی تشریح دیکھئے۔

وضع ...... اور جب تک کہ نظام دنیا کا قائم ہے آنحضرت ﷺ کا دین اسلام اور ایمان ضرور نافع اور مفید ہے۔

رفع ...... لیکن اس شرط پر کہ ایمان لانے کے وقت ختم ہو چکنے سے پہلے وہ شخص مسلم اور مؤمن بن جائے جو کہ اسلامی وایمانی نفع اور فائدہ چاہتا ہے اور جب ایمان لانے کا وقت ختم ہو چکا پھر نظام دنیا قائم رہے یا نہ رہے۔ کفار یکسر سے کسی کو ایمان لانا مفید نہیں ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سورہ انعام میں ”یوم یأتی بعض آیات ربك لا ینفع نفساً ایمانها لم تكن آمنت من قبل اوكسبت فی ایمانها خیراً“ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ ثلث اذا اخرجن لا ینفع نفساً ایمانها لم تكن آمنت من قبل اوكسبت فی ایمانها خیراً طلوع الشمس من مغربها وخروج الدجال ودابة الارض رواه مسلم “ ترجمہ آیت اور حدیث صحیح کا پہلے گذر چکا ہے اور ان کے خلاف پر جو کچھ شبہات مولوی محمد احسن قادیانی کے تھے وہ سب رد ہوئے ہیں۔ یہاں پر اتنی بات اور معلوم رہے کہ جو حکم نصوص قرآنی اور حدیث رسول ربانی ﷺ سے بالتفصیل بیان ہو چکے اس کے مقابل میں غیر منصوص حکم نہ آیت قرآنی سے کسی شخص کا پیش کیا ہوا حجت ہو سکتا ہے اور نہ حدیث رسول ربانی ﷺ سے۔ سو یہ مذکور بالا کی آیت اور حدیث اس بات کا صریح ثبوت سناتے ہیں کہ دنیا کی موجودگی ہی میں ایک دن آوے گا۔ جس میں کفار کا ایمان لانا مقبول نہ ہوگا اور وہ

دن وہ ہے جب کہ آیات میں سے کوئی نشانی آوے اور صحیح مسلم کے اندر بروایت ابی ہریرہؓ ان نشانیوں کی توضیح اپنے چھپنے کی جگہ سے آفتاب طلوع ہونے اور دجال کے خروج کرنے اور دابۃ الارض کے نکلنے کے ساتھ بیان ہوئی۔ پس مولوی محمد احسن قادیانی ان مخصوصہ اوقات میں کفار کے ایمان قبول ہونے کی بابت جب تک ایسی ہی صریح نصوص قرآنی وحدیث صحیح سے پیش نہ کریں ان کا جواب ہرگز نہ صحیح ہوسکتا ہے نہ مقبول۔

وضع...... اور سب طرح کی نصرت اور رحمت اللہ کی شامل حال مؤمنین کے رہے گی۔

رفع...... اے مولانا جو لوگ ایمان کی تجدید کے وقت سے پہلے مؤمنین مخلصین لہ الدین ہوئے آپ ان کے واسطے دنیا میں نفع ایمانی اور نصرت یزدانی شامل کیا سناتے ہیں۔ ان کے لئے تو دنیا اور آخرت دونوں جگہ میں فیضان الٰہی لامتناہی پہنچنے کی بشارتیں قرآن وحدیث میں بھری ہوئی ہیں اور ان کے واسطے نصرت پہنچنے کو نظام دنیا کے قائم رہنے اور نہ رہنے کی کسی کی بھی شرط نہیں ہے۔ انہیں آیات میں سے ایک یہ آیت ہے جو آپ خارج از بحث لکھ رہے ہیں۔

وضع...... ایسا کوئی زمانہ اس دنیا میں ہوتے ہوئے نظام دنیا کے بلا رویت عذاب نہیں آسکتا کہ مذہب محمدی دین اسلام کا بیکار ہوجاوے اور ایمان نفع نہ دیوے۔

رفع...... اے مولانا مذہب محمدی و دین اسلام کا کارآمد رہنا اور مؤمنین کے واسطے ہر زمانہ میں ایمان سے نفع پہنچنا شے دیگر ہے اور کفار کو تابقائے دنیا ایمان لانے کی مہلت اور قیامت قائم ہونے کی اتصال حقیقی تک ایمان ان سے مقبول ہونے کی بشارت شی دیگر، آپ بلا موافقت باہمی مقیس اور مقیس علیہ کے کہاں ذہن دوڑا رہے ہیں۔ یاد رکھئے کہ آپ کفار کے لئے ایمان نافع کا دائمی وقت ہرگز قرآن وحدیث سے پیش نہیں کرسکتے ہیں۔

وضع...... فرمایا اللہ تعالیٰ نے ''انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیوٰۃ الدنیا ویوم یقوم الاشھاد'' تحقیق البتہ ہم مدد دیتے ہیں پیغمبروں اپنوں کو اور جو لوگ کہ ایمان لائے بیچ زندگانی دنیا کے اور اس روز کہ کھڑے ہوں گے گواہی دینے والے۔

رفع...... مجیب صاحب اس آیت کو اپنے اس مدعا کے ثبوت میں لکھتے ہیں کہ نظام دنیا باقی رہنے تک کوئی وقت ایسا نہیں ہے کہ کوئی کافر ایمان لاوے تو اس کا ایمان مقبول نہ ہو۔ اے مولانا فرمایئے تو اس آیت میں کہاں اور کس لفظ میں بیان ہوا ہے کہ دنیا کے نظام باقی رہنے تک کافروں کا ایمان لانا مقبول ہے۔ کیا یہ بات روشن تر نہیں ہے۔ ''ویوم یقوم الاشھاد'' کا عطف

"فی الحیوٰۃ الدنیا" کے اوپر ہے اور یہ دونوں یعنی معطوف علیہا اپنے معطوف سے مل کر فعل "لننصر" کے ظرف زمان ہوئے ہیں اور امنوا کے لئے یہ ظرف نہیں بیان ہوئی۔ بلکہ "امنوا الا" بلا ذکر ظرف کے اسم موصول "الذین" کا صلہ تعتیہ ہے۔ پس جب یہ بات روشن تر ہے اور از روئے قواعد علم نحو کے مسلمات سے ہے کہ بغیر معطوف کے معطوف علیہ کلام کے اندر نہ ظرف ہوسکتا ہے نہ فاعل یا کسی طرح کا مفعول وغیرہ۔ نہ مبتداء ہوسکتا ہے۔ نہ خبر نہ صفت وغیرہ ولہٰذا متعین ہوا کہ ظرف مخصوص لعصر کی ہی واسطے مذکور ہے فقط۔ ورنہ لازم آئے گا کہ بعد از مرگ بھی کفار کا ایمان مولوی محمد احسن قادیانی مقبول مانیں۔ حالانکہ یہ صورت نص قرآنی کے خلاف ہے۔

"ولیست التوبة للذین یعملون السیئات حتیٰ اذا حضر احدھم الموت قال انی تبت الاٰن ولا الذین یموتون وھم کفار" یعنی فرمایا خدا تعالیٰ نے توبہ نہیں مقبول ان لوگوں کی جو گناہوں کو کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ آ لگے ان میں سے ایک کو موت تو کہنے لگا اب البتہ میں تائب ہوا اور نہ ان لوگوں کی جو مرتے ہیں کفر کی حالت میں۔

بالجملہ جب متعین ہوا کہ آیت مذکورہ بالا میں جو ظرف یعنی فی الحیٰوۃ الدنیا واقع ہے۔ وہ لننصر ہی کے لئے مذکور ہوا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ نصرت الٰہی مرحمت ہوئی۔ جو آیت میں سنائی گئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کے اور ان لوگوں کے واسطے ہے جو کہ ایمان کی قبولیت کے وقت ختم ہوچکنے سے پہلے مؤمنین صالحین ہوویں اور یہاں سے بخوبی واضح ہوا کہ قادیانی کے بیان پر جس قدر مولوی احمد علی صاحب نے اعتراض کیا نہایت صحیح اور قوی ہے اور مولوی محمد احسن صاحب اس کے دفعہ کرنے میں مجمع عام مسلمین کے سامنے لاچار رہے ہی تھے۔ آپ نے رقیمۃ الودی...... کنج خانہ کی تصنیف کردہ میں بھی سوء فہمی کے اندر تحریر کرتے ہوئے درماندگی میں رہے۔ فقد بروان کان امر۔

دفع...... بڑی حد اصرار سے کہنے لگے کہ ہاں بالضرور مسیح ومہدی کے وقت میں بھی ایمان واسلام مقبول نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ زمانہ دجال کا ہے۔

رفع...... اے مولانا عجب خلاف واقع کے آپ کی تحریر ہے۔ حضرت من جو اعتراض قادیانی پر وارد کیا گیا تھا۔ مولوی احمد علی صاحب پر اس کا یا اس سے بدرجہا بڑھ کر پلٹنا تو صرف آپ کا زبانی جمع خرچ ہے۔ حاضرین جلسہ آپ کی تقریر بے دلیل کی کیفیت بخوبی دیکھ چکے ہیں۔ فرمایئے تو کون سی حدیث یا کہ قرآنی آیت مولوی احمد علی صاحب کے سامنے اپنے مدعا کے مثبت یا اعتراض

جو قادیانی پر کیا گیا تھا اس سے بدرجہا اعتراض بڑھ کر مولوی احمد علی صاحب کے اوپر وارد ہونے کی مظہر آپ نے بیان کی تھی۔ اجی حضرت! جب آپ مدعی ہوئے کہ مسیح اور مہدی کے زمانہ میں ایمان واسلام معتبر ہونے کی بابت سو حدیثیں میں پیش کردوں گا اور اس پر مولوی احمد علی صاحب نے آپ کو کہا کہ جو زمانہ مسیح ومہدی زمانہ خروج دجال سے مطابق ہو جاوے اور ٹکرا جاوے اس میں کفار کے ایمان واسلام معتبر ہونے کو ظاہر کرنے والی ایک ہی قرآنی آیت کسی تفسیر سلف یا تفسیر بیضاوی میں جو یہ موجود ہے یا کوئی معتبر حدیث کسی حدیث کی کتاب سے دکھلا دیجئے۔ لیکن آپ ہرگز نہ دکھلا سکے اور اس جلسہ سے ندامت کے ساتھ زک پا کر جھنجلاتے ہوئے علیحدہ ایک گوشہ میں جا بیٹھے اور مولوی احمد علی صاحب نے وعظ سنایا اور کون حاضرین جلسہ سے اس وقت نہیں جان گیا تھا کہ مولوی محمد احسن قادیانی کا سارا دعویٰ ہیچ ہو گیا۔ جب مباحثہ میں یہ صورت مذکور واقع ہوئی تھی تو قائل کا یہ قول بالکل غلط واضح ہوا کہ مولوی احمد علی صاحب نے جب دیکھا کہ ان پر بدرجہا بڑھ کر وہ اعتراض وارد ہوا جو مرزا قادیانی پر سوءِ فہم سے وارد ہوتا تھا وغیرہ وغیرہ۔ ’’فاتق الله ایها المولانا ولا تکن من الغاوین‘‘

وضع...... فرمایا اللہ تعالیٰ نے ’’انما التوبة علی الله للذین یعملون السوء بجهالة ثم یتوبون من قریب فاؤلئك یتوب الله علیهم وکان الله علیماً حکیما الیٰ ماقال‘‘ بحکم اس آیت کریمہ کے ہرگز نہیں ہوسکتا کہ دنیا میں بحالت موجودگی نظام دنیا کے یعنی رویت عذاب دنیا کے کوئی کافر جو صدق دل سے ایمان لاوے اور کفر وشرک سے توبہ کرے محض اس کی توبہ قبول نہ ہووے خواہ زمانہ توبہ کا زمانہ مسیح کا ہو یا مہدی یا دجال کا۔

رفع...... کسی حدیث سے ہرگز نہیں ثابت ہوتا ہے کہ دجال کے نکلنے کے زمانہ میں کوئی شخص صدق دل سے ایمان لاوے گا اور کفر وشرک سے توبہ کرے گا۔ اس کے سواء یہ حکم جو اس آیت سے مجیب صاحب نے لکھا ہرگز ٹھیک نہیں۔ محض تحکم وتوہم ہے اور نص قرآنی کے خلاف ہے۔

اوّلاً اس لئے کہ گفتگو خاص دربارہ ایمان کے قبولیت ہونے کے کفار میں ہے۔ گنہگار مؤمنین کی توبہ کے باب میں نہیں ہے اور یہ آیت خاص دربارہ کفار کے ایمان وتوبہ مقبول ہونے کے بیان میں نہیں۔ بلکہ الفاظ کی روانگی اور کلام کا طرز یہ چاہتا ہے کہ گنہگار مؤمنین کی توبہ کے بابت اس آیت میں اس طرح فرمایا کہ سوا اس کے نہیں کہ توبہ مقبول خدا تعالیٰ کے نزدیک واسطے ان لوگوں کے ہے جو گناہ کو نادانی سے کرتے ہیں پھر جلدی توبہ کرتے ہیں سو یہ لوگ ہیں جن پر

خدا رجوع ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا حکمت والا ہے۔ خصوصاً لفظ بجہالۃ اسی بات کو مقتضی ہے۔ کیونکہ مومنین کی شان گناہ سے نفرت ہے اور ان سے گناہ سرزد ہونا بیشتر نادانی سے ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی مطلب کو خدا تعالیٰ نے سورۂ انعام کے اس آیت میں توضیح کے ساتھ یوں فرمایا ہے۔ "واذا جاء ك الذين يؤمنون بايتنا فقل سلام عليكم كتب ربكم على نفسه الرحمة انه من عمل منكم سوء بجهالة ثم تاب من بعده واصلح فانه غفور رحيم " ترجمہ اور جب آویں تیرے پاس وہ لوگ جو ایماندار ہیں۔ ہمارے آیتوں کے ساتھ پس کہہ دو سلامتی ہو تم پر مقرر کیا تمہارے رب نے اپنے اوپر رحم کرنے کو یہ کہ تحقیق جو کوئی تم میں سے بدی کرے نادانی کے ساتھ پھر توبہ کرے اس کے بعد اور درستی کر لیوے تو البتہ وہ معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ مومنین کے برابر انعام اور رحمت پانے میں کفار نہیں ہیں۔

ثانیاً! اس لئے کہ دوسری آیت میں جو بیان ہوا "ولا الذين يموتون وهم كفار " ظاہر ہے کہ اس کا عطف "وليست التوبة " پر ہے۔ پس یہ آیت توبہ کی عدم قبولیت سنانے والی ہے۔ اس کو ہرگز لازم نہیں ہے کہ اگر مرتے وقت کسی کی توبہ قبول [illegible] تو اس کی توبہ زمانہ دجال سے ٹکراتے ہوئے زمانہ مسیح ومہدی میں قبول ہووے۔ "لولا یاتون علیهم بسلطان بيّن "

ثالثاً! یہ قول بھی مولوی محمد احسن کا غلط ہے کہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ دنیا میں بحالت موجودگی نظام دنیا کی الخ اور پہلے بھی اس زعم کی غلطی بیان ہوئی۔ دیکھئے پارہ لن تنالوا سے دو آیت پہلے خدا تعالیٰ نے فرمایا "ان الذين كفروا بعد ايمانهم ثم ازدادوا كفر لن تقبل توبتهم واولئك هم الضالون ان الذين كفروا وماتوا وهم كفار فلن يقبل من احدهم ملء الارض ذهباً ولو افتدى به اولئك لهم عذاب اليم وما لهم من نصرين " تحقیق جن لوگوں نے کفر کیا بعد اپنے ایمان لانے کے پھر کفر کو زیادہ کیا ہرگز قبول نہ ہوگی ان کی توبہ یعنی اسی نظام دنیا کی موجودگی میں اور وہ لوگ گمراہ ہیں۔ تحقیق جن لوگوں نے کفر کیا اور مر گئے اس حالت میں کہ وہ کفار ہیں تو ہرگز قبول نہ ہوگا ان میں سے کسی سے زمین بھرا ہوا سونا۔ اگرچہ اس کے ساتھ بہت دیوے وہ لوگ ہیں کہ ان کے لئے عذاب دردناک ہے اور کوئی ان کے لئے مددگار نہیں ہے۔ اس پہلی آیت سے صاف ظاہر ہے کہ بعض کفار تائب کی توبہ ہرگز قبول نہیں

ہے اور نظام دنیا کی موجودگی ان کی توبہ کو کچھ مفید نہیں ہے اور "اولئك هم الضالون" اس مطلب کو قوی کرتا ہے کیونکہ نہایت سخت وہی گمراہ ہیں کہ ابقائے نظام دنیا میں وہ توبہ کریں۔ لیکن توبہ قبول نہ ہووے اور آیت جو دوسری ہے وہ کفار کے حالت بعد از مرگ کی سناتی ہے۔

وضع...... ایضاً فرمایا خدا تعالیٰ نے "ولوا من اهل الکتاب لکان خیراً لهم" فرمایا اللہ تعالیٰ نے "فاستجاب لهم ربهم انی لا اضیع عمل عامل منکم من ذکر او انثیٰ"

رفع...... ناظرین بخوبی جان سکتے ہیں کہ ان دونوں آیتوں میں مطلقاً اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ خروج دجال کے زمانہ میں کفار کا ایمان مقبول ہوگا۔ قادیانی صاحب کے بزاخفش صفت چیلوں کو خوش کرنے کے لئے محض سادہ لوحی سے مولوی محمد احسن قادیانی نے بحث شدہ مسئلہ سے قطع نظر کر کے یہ آیتیں گنتی دکھلانے کے طور پر لکھ دی ہیں۔ کیونکہ پہلی آیت میں یہ خبر دی گئی ہے کہ اگر اہل کتاب ایمان لاتے تو البتہ ان کے واسطے بہتر ہوتا۔ یعنی ان کے لئے بہتری جو نہیں ہے سو ان کے ایمان نہ لانے سے ہے۔ یہ کلام ایسا ہے بیان ہوا ہے۔ جیسے فرمایا "لوکان فیهما الهة الا الله لفسدتا" یعنی آسمان وزمین کے اندر اگر بجز خدا کے واقعی معبود ہوتے تو البتہ آسمان وزمین تلف ہو جاتی۔ پس جیسے آسمان وزمین کا قیامت سے پہلے برباد نہ ہو چکنا مشرکین پر اس بات کی حجت ہے کہ وہ جو ماسوا خدا تعالیٰ کے اپنے زعم میں دوسرے معبود مانتے ہیں۔ وہ غلط خیال ہے۔ ایسے ہی یہود ونصاریٰ میں بہتری نہ ہونا کہ وہ "مغضوب علیهم" اور "ضالین" جتلائے گئے۔ اس بات کی حجت ہے کہ وہ جو اپنے آپ کو خدا پر ایمان لانے والا جانتے ہیں اور اپنے تخیلات کے ساتھ انہوں نے کہا کہ "لن یدخل الجنة الا من کان هودا او نصاریٰ" یعنی بہشت میں ہرگز داخل نہ ہوگا مگر وہی جو یہودی ہے یا نصرانی۔ بات تو یہ تھی کہ جیسے تشریح گذری آیت "ولو امن اهل الکتاب" میں خدا تعالیٰ نے اہل کتاب کی ہجو اور بے ایمانی کی حالت سنائی ہے۔ لیکن مجیب صاحب فہم نارسا پر غران ہو کر آیت مذکور کو دلیل اس بات کی ٹھہراتے ہیں کہ دجال کے زمانہ میں کفار کا ایمان مقبول ہوگا۔ اے مولانا۔

آدمی عقل باید در بدن
ورنہ جان در کالبد دارد حمار

سمجھ کر بات کہئے اپنے قیاسات جیب میں ہی رکھیئے اور دوسری آیت یعنی "فاستجاب لهم" میں اس طرح فرمایا کہ مؤمنین صالحین نے جو دعائیں مانگیں جن کی تفصیل

آیات بالا سورۂ آل عمران کے پچھلے رکوع میں بیان ہوئے ان کے لئے وہ دعائیں ان کے رب نے قبول کیں کہ البتہ میں ضائع نہ کروں گا عمل کام کرنے والے کا تم میں ہے خواہ مرد ہو خواہ عورت۔ پس ناظرین غور کریں کہ وہ کون سا لفظ اس آیت میں آیا ہے۔ جس سے یہ ظاہر ہووے کہ دجال کے زمانہ میں کفار فجار کو ایمان نصیب ہووے گا۔

بہت مغرور تھا وہ شوخ اور بھرتا تھا ہو حقین
مشعبد کی صفت نکلیں سبھی اس کے وہ فوشنکین

وضع..... ایضاً فرمایا اللہ تعالیٰ نے "یایها الذین اوتوا الکتاب اٰمنوا بما نزلنا مصدقاً لما معکم من قبل ان نطمس وجوهاً فنردها علیٰ ادبارها"

رفع..... اس آیت میں بھی کوئی لفظ ایسا مذکور نہیں ہوا جس میں دلالت ہو کہ دجال کے زمانہ میں کفار کا ایمان قبول ہوگا۔ بلکہ قبولیت کی نفی اگر دیکھئے تو ثابت ہوسکتی ہے۔ کیونکہ آیت شریف کا ترجمہ یہ ہوا کہ اے وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی ایمان لاؤ اس پر جو ہم نے نازل کیا تصدیق کرتے ہوئے اس کلام کی جو تمہارے پاس ہے اس کے پہلے جو ہم چہروں کا مسخ کریں گے یعنی بدل ڈالیں گے پس ہم ان کو الٹا پھیریں گے ظاہر ہے کہ کفار کے واسطے قیامت کا دن دوزخ میں داخل ہونے کا ہے اور ان کو نامراد پیچھے واپس کرنے اور مسخ کرنے کا وقت دنیا میں قیامت سے پہلے ہی اور خود عربی خط میں آپ بھی جو لکھ چکے ہیں اس بارہ میں وہ آپ کے اوپر حجت ہونے کو کافی ہے۔ عبارت ہٰذا۔ "یقع القیامة علیٰ الاشرار والاشقیاء" یعنی قیامت شریروں اور ہدایت سے محروموں پر واقع ہوگی اور جب فرمایا اللہ تعالیٰ نے "من قبل ان نطمس وجوها" چہروں کو بدل ڈالنے سے پہلے کہ الٹے پھیرے جاویں تو واضح ہوا کہ کفار کی دنیا میں اس حالت کی واقع ہوجانے سے تنبیہ کی ہے۔ جو سورہ بقرہ کے شروع میں فرمائی۔ "ختم اللہ علیٰ قلوبهم وعلیٰ سمعهم وعلیٰ ابصارهم غشاوة" مہر کردی خدا نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر دہ ہے۔ کیونکہ جب یہ کیفیت کسی کی ہوجاتی ہے تو "حقت علیه کلمة العذاب" کے یعنی اس پر عذاب کا قول ثابت ہوچکا تحت میں آجاتا ہے۔ چنانچہ ساتھ ہی فرمایا۔ "ولهم عذاب عظیم" ان کے واسطے بڑا عذاب ہے اور کیوں نہ ہو دنیا کے اندر ہی والی وہ حالت اس لئے کہ جس آیت کو مجیب صاحب لکھ رہے ہیں اس کا ٹکڑا یہ ہے۔ "او نلعنهم کما لعنّا اصحاب السبت لسبت" یعنی یا ہم ان اہل کتاب کو ملعون کریں پورا بدل ڈالیں جیسے ہم

نے اصحاب سبت کو ملعون کیا۔ یعنی فرمایا "کونوا قردة خاسئین" ہوجاؤ بندر نامراد۔ چنانچہ زمانہ آنحضرت ﷺ میں بے ایمانی کی حیثیت سے بندر کی موافق کفار فساق ہوئے۔ سورۂ یونس رکوع ۴ میں ہے۔ "كذلك حقت كلمة ربك على الذين فسقوا انهم لا يؤمنون" اسی طرح ثابت ہوئی بات تیرے رب کی ان لوگوں پر جنہوں نے بے راہی کی کہ تحقیق وہ ایمان دار نہ ہویں گے۔ بالجملہ جب وہ آیت جو مولوی محمد احسن قادیانی نے لکھی ہے۔ اس میں نظام دنیا کے باقی رہتے ہوئے حال میں مسخ ہو جانے کی حالت سے پہلے ایمان لانے کی طرف اہل کتاب کو مخاطب کیا گیا ہے اور آیت مذکورہ سے ظاہر ہے کہ وہ مسخ دجال کے زمانہ سے پہلے واقع ہونا ممنوع نہیں ہے تو مولانا مذکور کا استدلال آیت سے بھی باطل ہے۔"

دفع...... "ومن يعمل من الصلحت من ذكرا وانثىٰ وهو مؤمن ايضاً ما يفعل الله بعذابكم ان شكرتم وامنتم" ان دونوں آیات کو بھی مسئلہ بحث شدہ سے نہ کوئی تعلق ہے نہ دجال کے نکلنے کے زمانہ میں ایمان مقبول ہونے کا کچھ ثبوت کیونکہ ان دونوں آیتوں میں خداتعالیٰ نے جو بہشت میں داخل ہونے کے بشارت اور عذاب الٰہی سے حفاظت جن لوگوں کے واسطے فرمائی ہے سو وہ لوگ ہیں جو کہ صالحین مؤمنین ہیں اور شکر گذار ایمان کے ساتھ ہیں۔ ان پر دجال کے زمانہ کے کفار کو قیاس مولوی محمد احسن قادیانی کا کرنا محض ناانصافی ہے۔ "مثل الفريقين كالاعمىٰ والاصم والبصير والسميع هل يستويان مثلاً افلا تذكرون" اے مولانا غور تو کیجئے۔ دجال کے زمانہ کے کفار ایمان سے اندھے بہرے لوگ کیونکر ایمان کے نور سے بینائی اور ہدایت الٰہی کی گوش شنوار کھنے والوں کے برابر ہو سکتے ہیں۔ "نعوذ بالله من ذلك" آپ اپنے ان ہی کمزور خیالات پر نازاں ہو کر فرما رہے تھے کہ مولوی احمد علی صاحب کے اعتراض بزرگان وصالحان کے مانے ہوئے عقیدہ سے مخالف ہیں۔ اجی حضرت خوب سمجھ لیجئے کہ آپ منصوص قرآنی اور حدیث رسول ﷺ کے خلاف پر مصر ہیں اور مولوی احمد علی صاحب پر آپ ناحق الٹا الزام لگاتے ہیں۔ امید ہے کہ اگر آپ منصف بنیں گے تو اپنے حسب حال اس مصرع کا ورد کریں گے۔

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

اور آپ کے صواحب سدا جو دجالو کف افسوس ملتے رہیں گے۔

دفع...... بڑا تعجب ہے کہ باوجود ہونے ایسے نصوص قطعیہ کے مولوی صاحب کو اصرار ہے کہ مسیح اور دجال کے زمانہ میں ایمان نفع نہ دے گا۔

رفع...... مجیب صاحب کا عجب زہر خندہ تعجب ہے۔ایک آیت اور حدیث تو اب تک ایسی پیش نہیں کی جس کو اسباب سے کچھ بھی لگاؤ ہوے کہ جو زمانہ موعود مسیح کا دجال کے زمانہ سے منطبق ہونے والا ہے۔اس میں کسی کافر کا ایمان خدا تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہووے گا۔ پھر نصوص قطعیہ تو کہاں پیش کر سکتے۔

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
کین راہ کہ تو میروی بترکستان ست

وضع...... جب تک دنیا میں قرآن مجید موجود ہے الیٰ قولہ ہر ایک کافر کا ایمان واسلام بھی مقبول ہوگا۔

رفع...... مجیب کا دعویٰ مذکور محض کذب وافتراء ہے۔کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ”ولقد ذرئنا لجهنم كثيراً من الجن والانس لهم قلوب لا يفقهون بها ولهم اعين لا يبصرون بها ولهم اذان لا يسمعون بها اولئك كالانعام بل هم اضل اولئك هم الغافلون ”البتہ ہم نے جہنم کے واسطے پیدا کئے کتنے ہی جن اور انسان سے کہ ان کے دل میں جن سے نہیں سمجھتے ہیں اور ان کی آنکھیں ہیں جن سے نہیں دیکھتے ہیں اور ان کے کان ہیں جن سے نہیں سنتے ہیں۔وہی لوگ ہیں جو غافل ہیں۔”ان الذین حقت علیهم كلمت ربك لا يؤمنون ولو جاء تهم كل اٰية حتىٰ يرو العذاب الاليم ”تحقیق جن لوگوں پر مقرر ہو چکی بات تیرے رب کی وہ ایمان نہ لائیں گے۔اگرچہ آجائیں ان کے پاس کل نشانیاں یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں۔اے باخبر ناظرین دیکھ لیجئے جب کہ دوزخ کے واسطے جو لوگ یا جنات پیدا کئے گئے۔وغیرہ وغیرہ۔قرآن مجید سے صراحۃً ثابت ہیں تو کب ہوسکتا ہے کہ ایسے لوگوں کا خدا تعالیٰ کے نزدیک ایمان مقبول ہوگا تا کہ مولوی محمد احسن قادیانی جو کہتے ہیں کہ جب تک قرآن مجید موجود ہے اور اس میں آیتیں محفوظ ہیں۔ ہر ایک کافر کا ایمان واسلام بھی مقبول ہوگا اور نیز جن لوگوں پر عدم ایمان کی بات خدا تعالیٰ ثابت کر چکا کیونکر مانا جاسکتا ہے کہ وہ مؤمن ومسلم سچے ہویں گے۔اعاذنا اللہ من تلك الهفوات التي اخذها المجيب المذكور وعصمنا من كل الكفريات كما عصم الله منها عباده الشكور۔

وضع...... پس میں نے حدیث کی۔

رفع...... مولوی محمد احسن قادیانی نے جو یہ تقریر بطور اپنی تحریر کے نتیجہ کے لکھی ہے۔محض بے کار وغلط ہے اور اس کا جواب مفصلاً گذر چکا ہے اور جن کشفی معنوں کا دعویٰ کیا ہے۔وہ بھی مردود

ہو چکے ہیں اور کیونکر نہ رد ہو جاتے۔ اس لئے کہ قادیانی کے رؤیا میں طلوع مغرب سے آفتاب کا جو ہو ود حال سے خالی نہیں یا یہ کہ برخلاف حدیث نبوی ﷺ کی مراد کے ہوئے تو جیسے وہ قیامت کے آثار سے نہیں ویسے کچھ فخر کی بھی چیز نہیں ہے۔ کیونکہ قادیانی صاحب نے اپنے آپ کو لندن میں نصاریٰ کے منبر پر پایا جو اہل اسلام کی وعظ گوئی کی نشست گاہ سے نہیں ہے۔ البتہ نصاریٰ کی یہاں دسترخوان کی زیب اس کے بغیر ہرگز نہیں ہوتی ہے۔ جس کا خلاصہ صحیح طور پر یہ ہوا کہ اسلامی باتوں کے پیرایہ میں کھانے پینے کی تبلیل قادیانی صاحب نے اپنی تصانیف کے ذریعہ سے قائم کی ہے اور تیتر اور بٹیر کے دورنگی نفس سے میل رکھتی ہوئی دو دوے لے آدمی ان باتوں پر کان لگاتے ہیں۔

خطا میکند مرد تفسیر دان
کہ علم و ادب مے فروشد بنان

اور اگر طلوع الشمس من مغربہا جو پیغمبر خدا ﷺ کی حدیث میں بیان ہوا۔ اسی خاص قرب قیامت کی علامت کا واقع ہو چکنا بہ فرض محال اس طور تسلیم کرلیا جاوے کہ اس سے مراد یہ ہے جسے قادیانی صاحب نے کشفی الہام کر کے بیان کیا تو ضرور ہوا کہ قادیانی کا وعظ و پند نہ کسی کافر کے حق میں مفید ہے نہ کسی مؤمن کے بلکہ مؤمنین پر واجب ہے کہ قادیانی کے دام سے کنارہ کر کے قرآن و حدیث کو حسب تفسیر دیگر علمائے صالحین کی مضبوطی سے اپنا ہادی واجب الاتباع مانتے رہیں اور اسی کے اوپر عمل کرنے میں مضبوط رہیں۔ پس مولوی محمد احسن قادیانی کی تمام خامہ فرسائی لغو ہے اور انہوں نے قادیانی کے رؤیا کشفی میں جو کچھ رو دیا ہے سب اکارت ہے اور ان کا یہ قول بھی محض غلط ہے کہ جب شمس اپنی مغرب سے طلوع ہو چکے گا یعنی اس کے طلوع کا زمانہ جس قدر علم الٰہی میں اس کے مقدار ہو گذر چکے تب البتہ سب ایمان لے آویں گے۔ کیونکہ حضرت ابی ہریرہؓ کی حدیث جو پیش کی گئی جو کہ قرآنی آیت سورۂ انعام والی کی تفسیر میں ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس آیت میں یوم انقضی یا کہ یوم مضے یا کہ اذا جاء بعض آیات کے مثل ماضی کی صیغوں سے نہیں فرمایا ہے تا کہ کسی طرح پر دلالت سے مولوی محمد احسن قادیانی کو اپنی اس تاویل کی صحت کا موقع مل سکے کہ جب طلوع الشمس من مغربہا کا زمانہ گذر چکے۔ تب البتہ سب لوگ ایمان لے آویں گے۔ بلکہ یوں فرمایا ہے کہ ”یوم یاتی بعض ایات ربك“ جس دن آوے تیرے پروردگار کے نشانیوں سے بعضی مثلاً اپنے چھپنے کی جگہ سے آفتاب کا نکلنا جس میں مضارع کے صیغہ کو لانے سے باری تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے کہ طلوع الشمس من مغربہا کی پائی جاتی ہے۔ کفار جو ایمان لاویں گے ان

کو ایمان نفع نہ دے گا۔ کیونکہ ایمان بالغیب نہ رہا۔ لہذا طلوع الشمس من مغربہا کے زمانہ کا گذر چکنا ہر کفار کے ایمان لانے کے واسطے معین نہیں ہو سکتا ہے۔ اے مولانا کلام کے محاورہ میں آپ کی تبدیلی کرنی ہرگز مقبول نہ ہوگی۔ "یوم تأتی السماء بدخان مبین یغشی الناس" یعنی جس دن آسمان دھواں ظاہر کرے گا لوگ بیہوش ہوویں گے۔ کیا آپ اس کے یہ معنی سمجھ رہے ہیں کہ دخان کا زمانہ گذر جانے کے بعد میں لوگ بیہوش ہوویں گے۔ "استغفر الله" جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "یوم نقول لجهنم هل امتلئت وتقول هل من مزید" سے آپ یوں خیال کرتے ہیں کہ جب دوزخ سے خدا تعالیٰ فرماوے گا کہ آیا تو بھر گئی ہے تو اس دن دوزخ چپ کیئے رہے گی۔ اگلے دن جب قیامت کا روز ہو چکے گا تب دوزخ کہے گی آیا کچھ اور زیادہ ہے۔ "نعوذ بالله من ذلك" الحاصل جب معلوم ہو چکا کہ آیت قرآنی میں مضارع کا صیغہ موجود ہے۔ جس کی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث ہے تو اس میں جو بیان کہ "امن الناس کلهم اجمعون" کا وہی وقت ہے جو کہا گیا ہے کہ "فاذا طلعت الشمس من مغربها" پس جیسے "النهار موجود" کا ظرف اذا کانت الشمس طالعۃ یعنی اس وقت میں دن موجود ہے جب کہ سورج طلوع کیئے ہوئے موجود ہے۔ ایسی ہی اس حدیث میں کل آدمیوں کے ایمان لانے کا جو وقت بیان ہوا ہے وہ اپنی چھپنے کی جگہ سے آفتاب کے طلوع کیئے ہوئے اور موجودگی کا ہے۔ نہ مولوی محمد احسن قادیانی کے غلط فہمی کے موافق۔ "واحفظ منی لعلك تذكر و تخشی"

وضع...... اور اگر کوئی ٹکڑا زمانہ عیسیٰ یا حضرت مہدی کا یا کل زمانہ ان کا بہ موجب قول حضرت مولوی صاحب کے ایسا ہو کہ اس زمانہ میں ایمان و اسلام لانا کفار کا بیکار ہو جائے تو پھر دعوت الی الاسلام حضرت امام مہدی اور مسیح کی بالکل لغو اور بیکار ہو جائے گی۔ انتہی اذ اخلی من مقصودہ۔

رفع...... اے مولانا ابھی آپ بھی نہیں سمجھے ہیں کہ امام مہدی علیہ السلام کس لئے ظہور کریں گے اور عیسیٰ علیہ السلام کس واسطے آسمان سے نزول فرماویں گے۔

زدعوئی تہی آں کی نابر شوی
لواز خود پر نئے ان تہی میردے

یاد رکھئے کہ ان دونوں بزرگواروں کے ظہور و نزول سے مقصود الٰہی دین اسلام کے نصرت اور کفار کے ذلت ہے بیشک اس سے خالی ہونا ممنوع ہے۔ چنانچہ سابقہ مذکور ہوا اور آئندہ بھی انشاء اللہ واضح کیا جاوے گا۔

وضع...... حالانکہ حدیث صحاح سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسلام کے طرف دعوت کریں گے اور ان کے زمانہ میں بہت لوگ اسلام میں داخل ہوں گے۔

رفع...... اے مولانا سوال از آسمان اور جواب از ریسمان کا طریق اختیار نہ کیجئے۔ گفتگو جس بارہ میں تھی اس کا جواب دیجئے۔ آپ سے پہلے بھی بار بار مجمع عام میں کہا گیا اور اب پھر گوش گزار کیا جاتا ہے کہ آپ جمع کر کے صرف ایک ہی ایسی جید حدیث پیش کر دیجئے جس میں تصریح ہو کہ حضرت مہدی و حضرت مسیح کا جو زمانہ خروج دجال سے منطبق ہوگا یا کہ جس وقت دابۃ الارض ظہور کرے گا۔ یا کہ جب اپنے چھپنے کی جگہ سے آفتاب نکلے گا ان اوقات میں کس کافر کا ایمان مقبول ہوگا۔ لیکن کوئی حدیث آپ نے پیش نہ کی۔ بلکہ یہ بھی آپ سے نہ ہوسکا کہ اوقات مذکورہ میں کفار کو حضرت مہدی و حضرت عیسیٰ کا ایمان و اسلام کی دعوت کرنے پر دلالت کرنے والے حدیث سناتے یا قرآن شریف کی کسی تفسیر میں دکھلاتے جو علماء اسلام کے نزدیک معتبر ہے اور بڑی جانفشانیوں کے بعد آپ نے لکھا ہے تو فتح الباری سے حافظ کا قول جس میں ہرگز نہیں کہا گیا کہ دجال کے زمانہ میں کفار کو حضرت عیسیٰ دعوت اسلام کریں گے اور علیٰ ہذا جو عبارت تفسیر بیضاوی سے نقل کی اس میں بھی نہیں بیان ہوا کہ دجال کے زمانہ میں حضرت عیسیٰ کفار کو ایمان کی طرف بلاویں گے۔ اب اگر کہئے کہ حافظ نے جو بحوالہ حدیث حضرت ابی ہریرہؓ کی بیان کیا کہ ''یدعوا الناس الی الاسلام'' سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول کے لوگوں کو دعوت اسلام کریں گے اور خداتعالیٰ بجز اسلام کے سب ملتوں کو ہلاک کر دے گا۔ وغیرہ یا تفسیر بیضاوی میں جو بیان ہوا ''انہ اذا نزل من السماء اٰمن بہ اھل الملل جمیعاً'' تحقیق حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے اتریں گے تو سب مذاہب کے تمام لوگ ایمان لے آویں گے۔ وغیرہ سو اس کے دو جواب ہیں۔

اوّلاً! وہی پہلی بات کہ مولوی احمد علی صاحب نے جو آپ سے جواب طلب کیا اس بارہ میں کہ آپ ثابت کریں خروج دجال کے خاص زمانہ میں کفار کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام دعوت اسلام کریں گے اور اس مخصوص وقت میں ان سے عند اللہ ایمان قبول ہونا کسی نص شرعی سے بتلادیں۔ کیونکہ عام کے وجود سے خاص کا موجود ہونا ضروری نہیں۔ مثلاً حیوان کے موجود ہوتے کو ناطق کا موجود ہونا ضروری و لازم نہیں ہے۔ نہ یہ کہ اس خاص وقت کے اندر قبولیت ایمان کی بابت ثبوت دینے سے پہلو بدل کر دوسرے اوقات غیر بحث شدہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے

دعوت اسلام کرنے کی بابت کوئی سند پیش کریں جو کہ قادیانی صاحب کے زمانہ سے مطابق نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے زعم کے موافق یہ زمانہ دجال موعود کے فتنہ کا ہے۔ جیسے کہ حمامہ ص ۴۴ کے حاشیہ اور دیگر مقامات میں مذکور ہے یا یہ کہ مؤمنین سابقین کے مقبول الایمان ہونے پر کفار کے ایمان کی قبولیت قیاس کر کے سنا دیں۔

ببین تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

سخن کچھ تھے دے کچھ کر کے بولے
ترازو عقل کی جس کی ہو تولے

ثانیاً بقول مشہور نظم سعدیؒ۔

تو براوج فلک چہ دانی چیست
چون ندانی کہ در سرائے تو کیست

یہ روایات جن کو آپ نے حوالہ قلم کیا ذرا حمامہ کے اندر بھی دیکھئے۔ قادیانی صاحب کب باور کرتے ہیں اور جب قادیانی صاحب نے ان روایات کو قبول نہ کیا تو مجیب صاحب آپ کا ان عبارت کے پیش کرنے سے مدعا تو کیا ثابت ہوتا۔ آپ کو اور ندامت کھینچنا پڑ گیا۔ کیونکہ یہ روایات دو حال سے خالی نہیں یا یہ کہ آپ کے نزدیک غلط ہیں تو آپ کا ان روایات کے موافق خود تمسک اپنے عقیدہ کی صحت کا غلط ہوا۔ اس لئے کہ جو شخص کسی غلط بات سے اپنے عقیدہ کے موافقت بتلا کر اس کو تمسک سمجھے وہ محض غلطی میں گرفتار ہے اور یا یہ کہ آپ کے نزدیک یہ روایت معتبر نہیں تو نتیجہ یہ ٹھہرا کہ قادیانی صاحب نے جو اپنے دعویٰ مسیحیت کی بابت لکھا وہ سب غلط ہے اور اس کا آپ کے اوپر اظہار مقصود ہے۔ کیونکہ حضرت ابی ہریرہؓ کی روایت سے جو قول حافظ کا منقول ہے اس میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''تقع الامنة'' یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایسا امن واقع ہوگا کہ شتر کے ساتھ شیر چریں گے اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے اور بیضاوی کے قول میں یہ بیان ہوا'' ولا یبقیٰ احد من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ '' یعنی اہل کتاب میں سے کوئی بھی حضرت عیسیٰ پر ایمان لائے بغیر نہ رہے گا۔ چنانچہ قادیانی صاحب نے جب دیکھا کہ ان روایات کو اگر مان لیا جاوے تو اپنے موعود مسیح ہونے کا دعویٰ صریح غلط پڑتا ہے۔ لہٰذا ان روایتوں کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

(حمامۃ البشریٰ ص۳۶، خزائن ج۷ ص۲۳۹) پر ہے: ’’ثم اذا نظرنا نظرا آخرو تأملنا فی قولهم وعقیدتهم واتفاق ندوتهم علیٰ ان الموجودین زمان نزول المسیح یدخلون فی دین الاسلام کلهم ولا تبقی نفس واحدة منهم منکرة للاسلام وتهلك الملل کلها الا اسلام فما وجدنا هذه العقیدة موافقة لتعلیم القرأن بل وجدناها مخالفة لقول رب العالمین فان القرآن یعلم بتعلیم واضح ویشهد بصوت عال علیٰ ان الیهود وانصاریٰ یبقون الیٰ یوم القیمة کما قال عزوجل واغرینا بینهم العداوة والبغضاء الیٰ یوم القیامة…… واعلم ان حدیث هلاك الملل صحیح ولکن اخطاء العلماء فی فهمه وما فهموا من هلاك اهل الادیان فهو لیس بصحیح بل المعنی الصحیح هو الذی یشیر الیه القرآن فی أیة هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ ودین الحق لیظهره علی الدین کله فقد اشار فی هذه الأیة علیٰ علیه دین الاسلام علیٰ کل مذهب ودین وانت تعلم ان دیناً اذا صار مغلوباً مقهوراً فهو نوع من هلاك اهله بسلطان مبین‘‘

(حمامۃ البشریٰ ص۴۷، خزائن ج۷ ص۲۴۰) پر ہے: ’’واما ماروی فی البخاری عن ابی هریرةؓ فی هذا الباب فلا تحسبه شیئا یتوجه الیه وعندنا کتاب الله‘‘

(حمامۃ البشریٰ ص۴۷، ۴۸، خزائن ج۷ ص۲۴۱) پر ہے: ’’قد اختلف اهل التفسیر فی مرجع ضمیر به فقال بعضهم ان هذا الضمیر الذی یوجد فی أیة لیؤمنن به راجع الیٰ نبیناﷺ وهذا ارجح الاقوال وقال بعضهم انه راجع الیٰ القرأن وقال بعضهم انه راجع الیٰ الله تعالیٰ وقیل انه راجع الیٰ عیسیٰ وهذا قول ضعیف ما التفت الیه احد من المحققین‘‘ پھر جب ہم نے دیکھا نظر ثانی کر کے اور تامل کیا درمیان ان کے قول اور عقیدہ اور اتفاق ان کی ہم کلامی کے اس پر کہ تحقیق جو لوگ موجود ہوں گے نزول مسیح کے وقت میں وہ کل دین اسلام کے اندر داخل ہو جائیں گے اور ایسا کوئی ایک بھی ان میں سے نہ بچے گا کہ اسلام کا منکر ہووے اور تمام ان کے مذاہب جز اسلام کے ہلاک ہو جاویں گے۔ سو ہم نے اس عقیدہ کو تعلیم قرآن کے موافق نہیں پایا۔ بلکہ ہم نے اس کو رب العالمین کے قول سے مخالف پایا۔ کیونکہ قرآن واضح تعلیم کے ساتھ سکھلاتا اور بلند آواز کے ساتھ

اس پر گواہی دیتا ہے کہ البتہ یہود اور نصاریٰ باقی رہیں گے۔ قیامت کے دن تک فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ ہم نے خیال ڈال دیا ہے۔ ان کے آپس میں عداوت اور بغض کا قیامت کے دن تک ایضاً اور معلوم ہوئے کہ البتہ حدیث مذاہب کے ہلاک ہونے کی صحیح ہے۔ ولیکن علماء نے اس کے سمجھنے میں غلطی کی اور جو کچھ وہ سمجھے اہل ادیان کے ہلاک کی بابت سو وہ صحیح نہیں ہے۔ بلکہ صحیح معنی وہ ایسے ہیں کہ ان کی طرف قرآن اشارہ کرتا ہے۔ درمیان اس آیت کے کہ خدا وہ ہے جس نے اپنا رسول بھیجا ہدایت اور دین حق کے ساتھ تا کہ اس کو غالب کردے ہر ایک دین پر۔ پس البتہ اشارہ کیا اس آیت میں دین اسلام کا غلبہ ہر ایک مذہب اور دین پر اور تو جانتا ہے کہ بیشک کوئی دین جب مغلوب اور پست ہوا تو وہ ایک قسم کی ہلاکت اس دین والوں کی ہے روشن دلیل سے۔ (ایضا ص ۴۷) پر ہے: ’’لیکن جو بخاری میں ابی ہریرہؓ سے اس باب میں روایت کیا گیا ہے۔ پس تو اس کو ایسی چیز مت گمان کر کہ اس کی طرف توجہ کی جاوے۔ حالانکہ ہمارے پاس کتاب اللہ ہے۔ ایضاً ص ۴۷، ۴۸ میں ہے کہ البتہ ان اہل تفسیر نے بہ کے ضمیر کے مرجع میں اختلاف کیا ہے۔ پس ان میں سے کسی نے کہا کہ تحقیق بہ ضمیر جو کہ پائی جاتی ہے درمیان آیت ’لیؤمنن بہ ‘‘ کی پھرتی ہے۔ ہمارے نبی ﷺ کی طرف اور یہ قول نہایت زبردست ہے اور ان میں سے بعضے نے کہا کہ وہ البتہ قرآن کی طرف پڑتی ہے اور کہا گیا کہ البتہ وہ عیسیٰ کی طرف پھرتی ہے اور یہ ایسا کمزور قول ہے کہ اس کی جانب کوئی محققین سے نہیں متوجہ ہوا۔

لیجئے! مولانا آپ جو قادیانی کے دلی حمیم بن کر ان کے حمایت میں علمائے اہل سنت والجماعت کے اقوال سے دلیل لائے تھے اور اس مقام پر اور نیز جو کچھ اگلی سطروں میں آیت ’’وان من اهل الكتاب ليؤمنن به ‘‘ سے جو آپ تمسک پکڑتے ہیں خود آپ کے مرشد صاحب نے قبول نہیں کیا۔ بلکہ ان پر جرح کر دی فرمایئے اب بھی آپ کو معلوم ہوا کہ نہیں کہ مولوی احمد علی صاحب نے قادیانی صاحب کے باب میں جو کچھ اعتراض کیا اور اس راقم الحروف نے رقیمۃ الاخلاص میں جو کچھ آپ کی خدمت میں گذارش کیا وہ واقعی درست اور بجائے خود ہیں اور آپ کے توجیہات قلت تدبر سے یا مرزائی مسلک سے باہر ہے۔ اب آگے جو آپ نے حدیث تحریر فرمائی ہے کہ ’’لا يزال طائفة من امتي يقاتلون على امر الله قاهرين بعد ولا يضرهم من خالفهم حتى تاتيهم الساعة ‘‘ بجز اس کے نہیں کہ امت محمدیہ میں سے اہل حق کا گروہ اللہ تعالیٰ کا بول بالا کرنے کے لئے مخالفین پر ہمیشہ مقاتلہ کے ساتھ غالب رہے گا

اور قیامت کے آنے تک ان اہل حق کے دین میں مخالفین اسلام رخنہ انداز نہیں ہو سکتے ہیں۔ سو اس کو کب لازم ہے کہ دجال موعود کے زمانہ میں کفار اسلام کو قبول کر لیویں گے اور ہر ایک مقاتلہ کب کہ اسلام کے اندر کفار کو داخل ہی کرنے کے واسطے ہو۔ امام مہدی صاحب کے معرفت سے ہو خواہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معرفت سے اگر یہ امر لازم یا ضروری ہوتا تو مقہورین ومخالفین نہ رہتے۔ جن کا وجود قاہرین اور خالف سے ظاہر ہے۔ ہاں البتہ اہل حق جب مقاتلہ علے امر اللہ کریں تو بے شک اللہ تعالیٰ کا بول بالا ہی کرنے کے لئے ہوگا اوران کو فی سبیل اللہ سعی کا اجر برابر ملتا رہے گا۔ جیسے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ''ومن یعمل من الصالحات وھو مؤمن فلا کفران لسعیہ وانا لہ کاتبون ''سواس بارہ میں بحث ہی واقع نہیں ہوئی ہے چنانچہ سابقاً جتلایا گیا اور یہاں بھی واضح کیا جاتا ہے کہ اے مولانا آپ اپنے قیاس کو تو بالائے طاق رکھئے۔ کسی نص قرآنی وحدیث رسول ربانی ﷺ سے شہادت پیش کیجئے کہ طلوع الشمس من مغربہا اور خروج دابۃ الارض اور عین فتنہ دجال کے زمانہ میں کفار سے ایمان مقبول ہوگا۔ لیکن اس کا ثبوت اگر آپ کے پاس ہوتا تو پیش ہی کیوں نہ کرتے۔ کس لئے غیر مبحث باتوں کو دلیل میں لاتے۔ کیونکہ اگر مولوی احمد علی صاحب کا اعتراض اس طور پر ہوتا جس میں کہا جاتا کہ ظہور پر آیات ثلاث مذکورہ سے کل یا بعض کے اہل اسلام صلحاء اور مقبول الایمان قائمین علے امر اللہ کا ایمان ضائع ہو جاوے گا یا ان کے لئے مساعی جمیل پر کچھ اجر عند اللہ مترتب نہ ہوگا یا یوں کہا جاتا کہ فتنہ دجال کے زمانہ سے لے کر پھر اگر چہ دجال مقتول ہو چکے۔ خواہ زمانہ مہدی علیہ السلام کا ہووے۔ خواہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عہد کبھی کسی کفر کا ایمان لانا قبول نہ ہوگا۔ اگر چہ ہنوز دابۃ الارض موصوف کا ظہور اور طلوع الشمس من مغربہا کا وقوع نہ ہوا ہو تو البتہ مولوی احمد علی صاحب کا اعتراض جو قادیانی کے بابت ہوا ہے غلط رہتا اور جمہور علماء اسلام کے مسلمات سے مخالف ٹھہرتا اس صورت میں آپ کا جواب بوئے۔ صداقت رکھتا لیکن جب کہ آپ کا جواب بحث شدہ امر سے خارج ہے اور اس بات کے اوپر کہ زمانہ میں دجال موعود کے کفار کا ایمان مقبول ہوگا۔ قرآن وحدیث سے کوئی نص آپ نہیں لاسکتے۔ وغیرہ وغیرہ تو جتنے کچھ مقاصد آپ کے اور قادیانی صاحب کے مسلمات پر واقع ہیں۔ سب کے سب قائم وثابت ہیں اور مرزا قادیانی کے توابع کا زمرہ مع اپنے معلم قادیانی کے باطل عقیدہ پر مصر ہے۔ اے مولانا کیا آپ اس بات کو باور نہیں کر سکتے کہ بعض آیات دوسری بعض آیات کی تفسیر بھی ہوتی ہیں اور بعض احادیث کی توضیح بھی کرتی ہیں۔ پس کون سا محال لازم ہے۔

اگر حضرت ابی ہریرہؓ کی دونوں حدیثیں جن کے ساتھ بحث واقع ہوئی اور آیت ''یوم یأتی بعض آیات ربك لا ینفع نفساً ایمانها لم تکن أمنت من قبل اوکسبت فی ایمانها خیراً'' اور آیت ''وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به'' باہم اس طور سے موافق کی جاویں کہ طلوع الشمس من مغربہا اور خروج دابۃ الارض کے ہونے پر کفار کے حق میں ایمان کی محرومی آئندہ ہمیشہ کے لئے ہے اور فتنہ دجال کے وقت میں ایمان سے کفار کے لئے محرومی معین بوقت خاص یعنی جب ہی تک رہی کہ دجال اپنے خروج کے بعد قتل کیا جاوے اور کفار اس کو مانے ہوئے ہوں۔ کیونکہ آیت ''واذا وقع القول علیهم اخرجنا لهم دابة الارض'' کے بموجب ظاہر ہے کہ موعودہ دابۃ الارض کا ظہور کفار پر وعید الٰہی لازم ہو چکنے کے بعد ہوگا اور اپنی تحریرات میں حسب آیت ''یوم یأتی بعض أیات ربك'' کے آپ مان ہی چکے ہیں کہ طلوع الشمس من مغربہا کے واقع ہونے پر بھی کفار کا ایمان قبول نہیں ہونے کا اور عبداللہ ابن عمرو کی روایت سے جو صحیح مسلم کے اندر ہے کہ کہا ''سمعت رسول اللهﷺ یقول اوّل الایات خروجاً'' یعنی دلالت یقینی کے ساتھ قرب قیامت پر ''طلوع الشمس من مغربها وخروج الدابة علی الناس ضحی وایهما کانت قبل صاحبها فالاخری علیٰ اثرها قریباً'' سنا میں نے رسول اللہﷺ سے فرماتے ہوئے از روئے نکلنے کے پہلے نشانیوں کے آفتاب کا نکلنا اس کے چھپنے کی جگہ سے ہے اور دابۃ کا لوگوں کے سامنے چاشت کے وقت نکلنا اور جو نشانی دونوں میں سے اپنے ساتھ والی کے پہلے ہوگی تو دوسری اس کے قدموں پر قریب ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ علم اس بات کا ان دونوں میں پہلے کون سی نشانی واقع ہوگی۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک ہے۔ پس اگرچہ ایسے وقت میں بموجب حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث کے جیسے مولوی احمد علی صاحب نے پیش کیا۔ کفار ایمان لاویں گے پر نفع نہ دے گا اور بروز قیامت وہ ایسے گروہ میں سے ہوں گے جو بیان ہوا۔ ''وقال الرسول یا رب ان قوی اتخذوا هذا القرآن مهجورا'' پس اس صورت میں جیسا کفار کا ایمان ہوا ویسی ہی رسول کی ان پر گواہی ہوئی اور حسب حدیث حضرت ابو ہریرہؓ ''والی ثلث اذ اخرجن'' کے کفار ایسے فاسق بنے رہیں جیسا کہ سورۂ یونس والی آیت سے گذشتہ مقام پر کفار کی حالت راقم الحروف نے بیان کی۔ یہاں تک کہ ان کو موت کی غرغرہ کی حالت پہنچ جاوے اور ''یروا العذاب'' کی کیفیت میں ہوتے ہوئے ''مثل فرعون'' کے اخیر حالت میں ایمان لے آویں۔ لیکن قبول نہ ہوے۔ لہٰذا یہ فریق بھی

قساوت قلبی کے ساتھ فریق اوّل کے قسم سے بدنصیبی میں ہوا اور جب فتنہ دجال کا وقت نکل گیا اور کفار نے فسق کو طلوع الشمس من مغربہا اور خروج دابہ سے پہلے ترک کیا اور سچے دل سے ایمان لائے تو البتہ اسلام کے اندر داخل ہونے کے لائق ہوئے۔ اس صورت میں ہر آیت قرآنی اور جملہ روایات احادیث پیش کردہ باہم متفق ہیں۔ اے مولانا ہر سخن وقتے ہر نکتہ مکانے دارد۔

”خذ منی ولو علیٰ رغم انف قادیانی ۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ“

تمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

سعد اللہ لدھیانویؒ

یا رب نہ غرور خوش بیانی پر ہے — کچھ فخر نہ دل میں نکتہ دانی پر ہے
موجود جو کچھ ہے سب ہے تیری بخشش — جو آس ہے تیری مہربانی پر ہے
یہ آنکھ جو فیض آسمانی پر ہو — امید خدا کی مہربانی پر ہو
کاغذ کا یہ صفحہ ہو سپر میرے لئے — خامہ میرا حربہ قادیانی پر ہو

دجال قادیانی کی فضیحت اور اس کے چیلوں کو نصیحت

سعدی سے خفا نہ قادیانی ہوتا — دور ازراہ بغض وبدگمانی ہوتا
سچ کہتا ہوں سن کے آگ مت بن ظالم — لازم تجھے شرم سے ہے پانی ہوتا
جفار ہے یا تو قادیانی رمال — مدت سے سمجھ چکے ہیں تیری ہم چال
یہ علم ہے روسیاہ تجھ کو کرتا — دشنام ہمیں نہ دے مثیل دجال
قادیانی رافضی بے پیر ہے — کفر اس کی آج کل جاگیر ہے
یوں صحابہ کا محقر ہے۔ خبیث — ہے فقط نواس باقیٔ حدیث
اس نے مشرک کر دیئے سارے سلف — ہائے کیا پیدا ہوا ہے ناخلف
کہتا ہے عیسیٰ کا وہ خلق طیور — شرک ہے ذات خدا میں بے قصور
خیال مشرکانہ ہے فقط — اور وہ احیاء موتی ہے غلط
مر کے زندہ ہو نہیں سکتا کبھی — ہیں غلط بیہودہ تفسیریں سبھی
ابن مریم کو چڑھایا دار پر — جو مناسب ہو وہ اس مکار پر
کچھ یہودی بھی ہے مگر کچھ رافضی — کچھ ہے نصرانی بطور عارضی
قائل ابنیت عیسیٰ ہوا — حامی تثلیث چون ترسا ہوا

تا کہ امت کالے خود بھی مقام
کس قدر ظالم ہوا ہے بدلگام

رنگ چوں گرگٹ بدلنا دمبدم
بھانڈ بھی دنیا میں ہوں گے ایسے کم

خارجی بھی ہے کہ مہدی بن گیا
ذات کا چنگیز خانی میرزا

گاہ محدث گاہ مجدد بن گیا
نیچری کا اب مقلد بن گیا

مہدی وعیسیٰ سے کیا ہونا حلول
بن گیا دجال خود احمد رسول

اس کے سسرے کی شکایت ہے درست
شعر دو موزوں کئے ہیں خوب چست

بدمعاش اب نیک از حد بن گئے
بو مسیلم آج احمد بن گئے

عیسیٰ دوران بنے دجال ہیں
ہر طرف مارے انہوں نے جال ہیں

مدعی مسند پیغمبری
اصل میں دجال ہے یہ نیچری

مرسل یزداں مریدوں کا ہے یہ
دشمن جانی سعیدوں کا ہے یہ

قادیان کو خود بتاتا ہے دمشق
ہے ریاست کادیان کی دل میں عشق

ہیں یزیدی طبع لوگ اور خود یزید
دشمن جان حسین وبو سعید

یہ خبر ہے سرور عالم نے دی
قاتل دجال ہیں عیسیٰ نبی

جب دوبارہ اس جہان پر آئیں گے
دین کی خدمت بجا پھر لائیں گے

قادیانی فتنہ گر کہتا ہے یوں
میں وہی عیسیٰ نبی اللہ ہوں

مجھ پہ وحی آتی ہے مثل انبیاء
وحی میں میری نہیں دخل خطا

حق سے جو حکم انبیاء کو آئے ہیں
انبیاء نے ان میں دھوکے کھائے ہیں

لیکن اس عاجز کی پیشین گوئیاں
ہیں غلط سر بسر حسب بیان

مرگ عمرائیل آتھم کا فساد
اور وہ سلطان کا بیٹا بامراد

قادیانی کی چاکی کر گئے
خوب روشن روسیاہی کر گئے

لیکن یہ بے شرم باز آتا نہیں
اپنے دعووں سے شرماتا نہیں

مارا اس پر میں نے اک ثاقب شہاب
آج تک اس سے رہا یہ لاجواب

اور گیدڑ نامہ اک شائع کیا
اشتہار اس کی شغالی کا دیا

لیکن از مرزا صدائے برخواست
شد مسلم کان مثال وی بجاست

اور پنجابی میں دو کی حرفیاں
جس میں دجالی کا تھا اس کے بیان

جب ہوا دہلے کا ہنگامہ بپا
انہرام کادیانی بھی چھپا

آتھم وسلطان کا جو قصہ ہوا | نظم پنجابی میں کچھ حصہ ہوا
اس میں حقوق چھپی دجالیاں | آریو پوپو کی جو تھی رسالیاں
وہ ستمبر کی چھٹی کے اشتہار | پھر وہ اکتوبر میں ہشتم کی پکار
قادیانی سخت کھسیا نہ ہوا | رنج میں غصے سے دیوانہ ہوا
یاوہ گوئی پر دلیری کی بہت | تھا تو گیدڑ لیکن شیری کی بہت
گالیاں لکھ لکھ کے بھیجیں بر ملا | حامد واقبال کا بھی منہ چلا
ایک ہی تف سن کے حامد بچ گیا | اور بد اقبال نے پیچھا دیا
گربہ مسکین یہ اب اک اور ہے | جس کا مسکن غالباً سنور ہے
نام سے معلوم ہوتا ہے وہی | الغرض چیلا ہے اک کوئی سہی
دل میں سازش آریہ سے ہے اسے | ہوگئی ہے ہضم ان کی ستے اسے
رافضی کی روح آئی دانہ کہا | ہے تناسخ اعتقاد آریا
بن کے اس جاہل نے شاعر کیا لیا | قادیانی کا اس پر کہا لیا
ہندو ہندو کو بھی کہتا نابلد | کہا گیا یوں پائے ہندو بے خرد
کچھ نہیں چیلے گرو کو آگہی | بے محل تشدید ہے اک ابلہی
منع یا تشدید لایا بے شعور | قادیانی جس طرح لفظ غیور
گوست بنیا بولتا ہے جائے گوشت | یا جولاہا دوست کو کہتا ہے دوشت
تہمت تقلیدِ شخصی دی مجھے | طنز ہندوزادہ کہہ کر کے مجھے
پائے جامہ دھوتی پگڑی پہینگ وال | دیکھئے رائین کی ہے کیا بول چال
ہجو گوئی کا لگایا اتہام | کام جو مرزائیوں کا ہے مدام
میں حقیقت اپنی کرتا ہوں عیاں | سنئے گوشِ دل سے یہ سچا بیان
میں میرے ماں باپ ہندو تھے سبھی | میں نے پائی کفر سے آزادگی
رحمت حق نے نکالا کفر سے | بن کے ہادی دور ڈالا کفر سے
بحرِ ایمان میں شناور کر دیا | تھا ضعیف اس نے تناور کر دیا
بحر ایمان میں ہوا گھر سے غریب | نیک بختوں نے کیا مجھ کو قریب
میں تھا عائل مجھ کو حق نے زر دیا | سالک راہ ہدایت کر دیا
خوش لباس کفر سے چھوٹا بدن | جامہ شرعی ہوا ملبوس تن

عقل کی میزان عطاء کی پھر مجھے — دے نہ دھوکا تا کوئی کافر مجھے
پاک کھانے بخشے کھانے کے لئے — ڈال ہیں جو چیز پر ساتھی دے
اہل عزت بن گئے سب میرے دوست — وایں ہمہ فضل وعطاء لطف اوست
میرا دل اسلام پر قائم کیا — اور عقیدہ اہل سنت کا دیا
اہل بدعت سے کیا بیزار دل — راہ سنت میں ہوا بیدار دل
صالحوں سے دل میں الفت دی مجھے — دی نہ صحبت اہل بدعت کی مجھے
اولیاء رحمٰن کے بندہ جو ہیں — جان ودل سے خاک پا ان کا ہوں میں
ہیں جو شیطان اولیاء شیطان کے — سخت بغض وکینہ ہے ان سے مجھے
وہ کہیں اس کو تعصب یا حسد — تابہ مقدور ان کو میں کرتا ہوں رد
میرے مولا تو صحیح ادراک دے — سعی مشکور اور نیت پاک دے
جو خطانسیان ہو تو کر دے معاف — اہل ایمان سے رہوں میں سینہ صاف
نوکری اچھی ملی عزت ملی — مل گئیں ساری مرادات دلی
اور جو حاجت ہو یارب کر عطاء — بے نہایت ہے تیری سب پر عطاء
میں نہ منشی ہوں نہ کوئی مولوی — تیری رحمت سے ملی ہمت قوی
وانچہ از افضال رب اکرم ست — علم الانسان مالم یعلم ست
برزبان ست آنچہ ازالقائے حق — شد ہمہ تحدیث نعمہائے حق
ورنہ میں کیا اور میری سعی کیا — رحمت ربی کا ہے سب آسرا
دور رکھے حق غرور وکبر سے — خود پسندی میں نہ عاجز دل پھنسے
لاتزغ یارب قلبی شد دعا — صبر وتقویٰ دارم از حق مدعا
حق نے جب بیٹے کو مؤمن کر دیا — کیا ضرر دے کفر اسے ماں باپ کا
قصہ آزر بہت مشہور ہے — اور ابی ذاہب مذکور ہے
انت ربی انت حسبی انت نور — سیدی لا تخزنی یوم النشور
باکلے دجال کے اوپر جفاء — مجھ پہ ہندو زادگی کا طعن کیا
اس سے دنیا میں نہیں ہے عیب کچھ — تو بتا دے کہ کہیں ہے عیب کچھ
حیف ہے التقوازادہ ہو جو — یوں نسب میں اپنی افتادہ ہو جو
کچھ بھی شرمندہ نہ ہو وہ بدزبان — بلکہ دے لوگوں کو الٹی گالیاں

غور کر اس میں یہ کیا انصاف ہے — گالیاں خود شیوہ اجلاف ہے
ظاہری اعمال سے کیا بن سکے — ہوں عقائد ہی اگر کفار کے
سب عمل اسلام کے کرتا قبول — لیکن بنتا خود نبی احمد رسول
لفظ جزئی سے اسے پھر ٹالنا — کفر کو درپردہ اپنے پالنا
وحی میں ہوا انبیاء سے ہمسری — بلکہ ان سے بھی دکھانا برتری
گر نہیں یہ کفر پھر ہے کفر کیا — کر نہ یوں بدنام نام اولیاء
کس ولی حق نے یہ دعویٰ کیا — وحی میں ہوں میں مثال انبیاء
انبیاء کی گو غلط جائے خبر — ہے غلط سے پاک یہ عاجز مگر
مخبر صادق نے ہے فرما دیا — میں ہوں ختم مرسلین وانبیاء
میری جانب سے انہیں صبح شام — اس پر اس کی آل پر میرا سلام
بعد میرے اب نبی کوئی نہیں — جو کرے دعویٰ ہے جھوٹا بالیقیں
تیس دجالوں کے آنے کی خبر — دے گیا وہ ہادی جن وبشر
ہوں گے اپنے زعم میں وہ سب نبی — یہ نشانی ہے ہر ایک دجال کی
قادیانی کا ہے صاف اس میں بیاں — مرتضیٰ ہوں میں رسول غیب داں
ذکر جن کا سورۂ جن کے اخیر — غیب کے بارے میں کرتا ہے خبیر
پھر محدث بھی بڑھایا ہے وہاں — فن دجالی دکھایا ہے وہاں
اہل ایمان جب کہ ایسا حال ہو — قادیانی پھر نہ کیوں دجال ہو
گر ہو اس سے شک وہ پڑھتا ہے نماز — تم کو دھوکا دیتا ہے یوں حیلہ ساز
اس کے دھوکے میں نہ ہرگز آؤ تم — سن کے وہ فتویٰ نہ کچھ گھبراؤ تم
کیا منافق تھے نہ کہتے برملا — تو رسول اللہ ہے یا مصطفےٰ
کیا نمازیں ساتھ وہ پڑھتے نہ تھے — جنگ میں ہمراہ کیا چڑھتے نہ تھے
حق نے فرمایا ہے بیشک تو رسول — پر ہے جھوٹوں کی شہادت نا قبول
آڑ میں ایمان کے بے ایمان ہیں یہ — ان سے بچ بدخواہ دین وجان ہیں یہ
آؤ اب مرزائیوں عیسائیو! — یعنی ان مثلثیوں کے بھائیو
باز آؤ چھوڑو اس دجال کو — قتل میں رسال کو اے ہالکو
اس سے پہلے کیا مسلمان تھے نہ تم — لگ گئی ہے کون سی اب اور دم

ہاں یہ سمجھے ہو کہ عیسیٰ مر گیا   دست اعداء سے وہ سولی پر گیا
نیچری نے یہ سکھایا بیشتر   قادیانی کا ہے اس میں کیا ہنر
میں ہوں عیسیٰ اس قدر بیہودہ ہے   فی الحقیقت نیچری استاد ہے
قادیانی نے فقط اپنے لئے   مہدی و عیسیٰ کے ہیں دعوے کئے
قادیانی مہدی و عیسیٰ ہے اب   کہتے ہو سید مغل کو ہے غضب
بچہ انقواء کو قلم سے   مہد صدیقہ میں تم رکھنے لگے
معجزے عیسیٰ کے عجل سامری   یوسف نجار کی کاری گری
پھر کبھی کہتے ہو تھا ترپی عمل   کشف عیسیٰ میں رہا اکثر خلل
وحی کو سمجھے نہ ختم الانبیاء   قادیانی نے وہ اب ظاہر کیا
دابہ ہے کیا چیز ہے دجال کیا

ہندوؤں عیسائیوں کا رد بہت   چھپ کے شائع ہو چکا بے حد بہت
فی الحقیقت اب کسی میں جان نہیں   کوئی بسمل سا تڑپتا ہے کہیں
کس لئے کوئی نئی تصنیف ہو   کیوں بھلا بے فائدہ تکلیف ہو
فتنہ ترسا فساد آریا   عالمان دین نے رد کر دیا
گر دل بینا ہے کافی ہے نوید   کھل گئے ہیں مذہب ترسا کے بھید
بت شکن کا خلعت زیبا ہے خوب   مذہب ہندو کا مرآۃ العیوب
خلعت حشش پارچہ تحفہ عجیب   ہو سکا ہرگز نہ پھر ہندو مجیب
شوکت اسلام ہے اس میں عیاں   اور بیاں ہیں دین حق کی خوبیاں
پھر ہے سوط اللہ بھی عمدہ کتاب   فتنہ اندر منے کا سد باب
الغرض ایسے رسالے ہیں بہت   دین باطل کے ازالے میں بہت
حق کی تائیدی مقالے ہیں بہت   باغ جنت کے قبالے ہیں بہت
اور کچھ حاجت نہیں تحریر کی   طبع میں ہاں چاہئے کچھ زیر کی
کافر ان کو پڑھ کے ایمان لاتے ہیں   دین حق کے جلوے ان میں پاتے ہیں
کفر کی ظلمت میں جو گھبرا گئے   امت ختم رسل میں آ گئے
تھے جو شپر چشم میں وہ لاعلاج   واں نہیں رکھی ازل سے احتیاج
کادیانی کی کتابیں دیکھ کر   کون کافر آیا راہ راست پر

گر کوئی ہو تو نشان دیجئے کہیں | جب نہیں انصاف سے کہہ دو نہیں
بلکہ کچھ دیندار کافر ہوگئے | صدق دل سے کادیان میں جو گئے
جس نے مانے ہیں دعاوی اس کے سچ | لگ گیا اس کفر کی کرنے وہ جچ
بعض بھولے بھالے احمق پھس گئے | مثل خر دلدل بن جا کر دھس گئے
کرتے ہیں تاویل ان اقوال کی | کیا حمایت کرتے ہیں دجال کی
مدعی سست اور شاہد چست ہیں | کس قدر تحقیق حق میں سست ہیں
کہتے ہیں مرزا کو کافر مت کہو | حق کو سونپو مشفق من چپ رہو
بیوقوفی کا ہے ان کے کیا علاج | ہم تو سمجھے اس مرض کو لاعلاج
راج پور کے ایک فدوی میں کلن | قادیانی سے لگائے ہے لگن
دور ہی سے بھیجتے ہیں نذر بھیٹ | قادیانی کا رہے خالی نہ پیٹ
بعض جاہل امر دین سے بے خبر | کہتے ہیں خذما صفا دع ما کدر
قادیانی کے ہیں پیچھے جا رہے | ہیں نجاست میں سے حلوا کھا رہے
اور پھر کہتے ہیں ہم محتاط ہیں | راہ دین میں جانب اوساط ہیں
یہ نہ سمجھے کھا گئے ناپاک وہ | احتیاط اس میں ہے کرتے خاک وہ
قادیانی فتنہ نوزائیدہ ہے | کام اس مکار کا پیچیدہ ہے
سب پہ لازم اس کی سرکوبی ہوئی | حسب طاقت ہے جو حق نے دی ہوئی
عالم اس کے کفر کو ظاہر کریں | عام کی غمخواری اور خاطر کریں
تاکہ اس کے داؤ میں آئیں نہ لوگ | پھیلے اس کے کفر وبدعت کا نہ روگ
ہو مہارت جن کو فن شعر میں | دین کی تائید چون حسان کریں
نظم میں لکھیں جو ان کا حال ہو | جس سے کشف سیرت دجال ہو
چاہیئے لیکن زبان بھی عام فہم | مٹ سکیں لوگوں کی جس سے شک ووہم
نظم ایسی نیزہ ہے دجال پر | ناگہانی مرگ ہے محتال پر
ہوش اڑ جائیں سنے جب برملا | اپنے اسرار خفیہ کا پتا
نیچری بھی اس پہ پیٹیں تالیاں | واہ مرزا آپ کی رمالیاں
کوچہ وبازار میں ہوں شادیاں | وہ کٹا دیکھو مسیح قادیاں
راستوں پر ہوں یہ خوش الحانیاں | کھل گئی جھوٹے کی سب بے ایمانیاں

قادیانی وائے برنا کا میت	برد سلطان زوجہ الہامیت
قادیانی پر ہیں کیا بیداویاں	....
ہر طرف سے جب سنے اس شور کو	قادیانی سر بسر مبہوت ہو
سر دھنی بکواس پر باندھی کمر	سب پہ ظاہر ہو کہ ہے جھوٹا نچر
ایسا بکواسی ولیٔ حق نہیں	جس کو شرم واتقاء مطلق نہیں
ہے جو ہاجی ہائم فے کل واد	منزل شیطان ہے ہاجی نامراد
راہ دین میں شاعری بھی ہے ہنر	انتصار دین حق ہے سر بسر
ہے غرض دجال کی پردہ دری	جس سے ہو اظہار کذب مفتری
ہجو گوئی سے اسے کیا واسطہ	ہے فقط تائید دین کا واسطہ
کفر صادق ہو چکا دجال سے	بے سند کافر نہیں کہتے اسے
ہم جو دیتے ہیں حوالہ دیکھ لو	فتح وتوضیح وازالہ دیکھ لو
اب بھلا توضیح کی توضیح کیا	شک رہا کیا جب ازالہ ہوچکا
ان کی تاویلات ہیں سب چوچلے	ان میں دعوٰی ہو چکے کھلم کھلے
آئینے میں نقش ہے دجال کا	بن کے اندھا ہوگیا تو بالکا
دخل یاں تقلید کا مطلق نہیں	مسلک اپنا غیر راہ حق نہیں
بے سند مانیں نہ کوئی بات ہم	دل سے ہیں مشتاق تحقیقات ہم
بوحنیفہ شافعی مالک تمام	اور احمد ہیں سبھی دین کے امام
بو حنیفہ کو نہیں ہم چھوڑتے	فقہ سے ہرگز نہیں منہ موڑتے
ہم وصیت پر ہیں ان کے کاربند	ویسے کرتے ہیں طریق ان کا پسند
رکھتے ہیں پیش نظر قول امام	فاضربوا اور اترکوا قولی مدام
جب نہ ہو معلوم کوئی مسئلہ	عالموں سے پوچھتے ہیں برملا
دیجئے حضرت ازرہ صدق وصفا	کوئی آیت یا حدیث مصطفیٰ
جب کہ دل میں ہوتی ہے صادق طلب	مدعا بھی مل ہی جاتا جب نہ تب
اگر نہیں اس نے تو پھر اس سے سہی	بند کچھ حاجت نہیں اب تک رہی
جس جگہ اجمال ہے قرآن میں	شرح ملتی ہے حدیثوں میں ہمیں
کچھ معانی میں تردد ہو جہاں	ہے حدیث مصطفیٰ قاضی وہاں

غزل

شرح قرآن ہے حدیث مصطفیٰ — نور ایمان ہے حدیث مصطفیٰ
مؤمنوں کے واسطے قرآن کے ساتھ — فضل رحمٰن ہے حدیث مصطفیٰ
مصطفیٰ کو مثل قرآن جو ملا — وہ میری جان ہے حدیث مصطفیٰ
جنت الفردوس ہے قرآن ہمیں — باغ رضوان ہے حدیث مصطفیٰ
بے خزاں رہتے ہیں اس کے فصل و باب — کیا گلستان ہے حدیث مصطفیٰ
دین کے بھوکو چلے آؤ ادھر — دین کا خوان ہے حدیث مصطفیٰ
حق نے یسرا کہا قرآن کو — کیوں کہ آسان ہے حدیث مصطفیٰ
خوان نعمت ہائے قرآن جب بچھے — وان نمک دان ہے حدیث مصطفیٰ
مصطفیٰ جو حکم دیں مانو اسے — حق کا فرمان ہے حدیث مصطفیٰ
اہل بدعت گر کمی بیشی کریں — اس کی میزان ہے حدیث مصطفیٰ
نیچری مرزائیوں پہ لا کلام — سخت تاوان ہے حدیث مصطفیٰ
بھرو نیچری مرزائیاں — تیز پیکان ہے حدیث مصطفیٰ
آؤ سعدی سے سنو مرزائیو — حق قرآن ہے حدیث مصطفیٰ

قادیانی کے مریدو بالکو — فیصلہ لو ہوگیا اب مت بکو
ہم نے مانا قادیانی کو مسیح — آئے گا عیسیٰ سے پہلے جو مسیح
ہو مثیل اس کا سہی گو اصلی نہیں — پر تمہارا بند نہ بھی ہو کہیں
اب تو خوش ہو جاؤ جھگڑا طے کرو — بس نہ اتنا شور وغل ہے ہے کرو
لو یہاں اب ختم کرتا ہوں کلام — پیرو راہ ہدایت پر سلام

عبارت منصفانہ

"بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغه فاذا هو زاهق ولکم الویل مما تصفون" "ہم جھینک مارتے ہیں سچ کو جھوٹ پر پھر وہ اس کا سر پھوڑتا ہے پھر وہ فنا ہوتا ہے اور تم کو خرابی ہے ان باتوں سے جو بناتی ہو ویسے۔

"ان الله یدافع عن الذین آمنوا ان الله لا یحب کل خوان کفورا" اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے دغا بازوں کو ہٹا دے گا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں آتا کوئی دغا باز ناشکر۔

مرزا قادیانی اور ان کے حواری مولوی محمد احسن قادیانی نے اپنی سوء السبیل میں شاگردی سید احمد نیچری کی اختیار کی ہے۔ اگرچہ طرز بیان جدا ہے بقول شخصے ؎

اگرچہ قندیل سخن کو مزہ دیا تو کیا ہوا
ٹھاٹھ میں تو ہیں وہی اگلے برس کی تیلیاں

سوء السبیل کے دیکھنے سے جہاں تک خیال کیا جاتا ہے۔ مولوی احمد علی کا اصل اعتراض اٹھا نہیں بلکہ اور مضبوط ہو گیا ہے۔ جب یہ کہہ دیا کہ مرزا قادیانی طلوع الشمس من مغربہا کے حقیقی طور پر ابھی وقوع کے اقراری نہیں اور اس کے ساتھ یہ بھی تسلیم کر لیا کہ نفع ایمان وغیرہ کا قصہ حقیقی وقوع سے متعلق ہے جو قیامت سے قریب واقع ہوگا تو لازمی طور پر مولوی محمد احسن قادیانی کو ماننا پڑے گا کہ حقیقتاً بھی کبھی ہوگا اور لا ینفع نفسا ایمانہا اس وقوع سے متعلق ہوگا جب مرزا قادیانی کا کلام سے مشابہت ہے کہ طلوع الشمس من مغربہا واقع ہو چکا ہے تو ضرور مولوی محمد احسن قادیانی کو ماننا چاہئے کہ ایمان اور توبہ وغیرہ اب غیر نافع ہے۔ جس قدر اب تک معلوم ہو چکا ہے۔ اس سے میں خیال کرتا ہوں کہ عمدہ جواب مولوی محمد احسن قادیانی سے ادا نہیں ہوا۔ یہ رائے صرف میری ہی نہیں ہے بلکہ یہ فیصلہ میرے بڑے بھائی مخدوم جناب حافظ محمد یعقوب خان صاحب کہ جو عرصہ سے مرزا قادیانی کے معتقد ہیں اپنے خط مورخہ ۷/ اگست ۱۸۹۵ء میں کہ جو منشی محمد حنیف کے نام جیپور سے روانہ فرمایا ہے۔ عبارت ذیل تحریر فرماتے ہیں۔ کیوں نہ تحریر فرمائیں کہ ان کو مد نظر طلب حق ہے۔ ”وھو ھذا“

مباحثہ کی کیفیت یہ ہے کہ اوّل تو حافظ محمد شریف خان نے مجھے خبر دی تھی پھر محمد حسین مظلوم نے بہت مفصل کیفیت لکھی۔ پھر دوست محمد خان نے کچھ مختصر خبر دی۔ پھر آپ کی طرف سے کچھ خبریں پہنچی۔ چھپا ہوا مباحثہ پہنچا مجھے آپ کی رائے سے اتفاق ہے۔ کیونکہ میں خیال کرتا ہوں کہ ان کا اصل اعتراض اٹھا نہیں بلکہ اور مضبوط ہو گیا ہے۔ جب یہ کہہ دیا کہ مرزا قادیانی طلوع الشمس من مغربہا کے حقیقی طور پر ابھی وقوع کے اقراری نہیں اور اس کے ساتھ یہ بھی تسلیم کر لیا کہ نفع ایمان وغیرہ قصہ حقیقی وقوع سے متعلق ہے تو لازمی طور پر یہ ماننا پڑے گا کہ حقیقتاً بھی کبھی واقع ہوگا اور ”لا ینفع نفساً ایمانها“ اس وقوع سے متعلق ہوگا اور جس قدر اب تک معلوم ہو چکا ہے اس سے میں خیال کرتا ہوں کہ عمدہ جواب ادا نہیں ہوا۔ ناظرین ہر دو مباحثہ وجواب سواء السبیل بلکہ خود سوء السبیل کو ملاحظہ فرما کر معلوم کر سکتے ہیں کہ میری یہ ۱۸/ اگست ۱۸۹۹ء تحریر درست ہے یا نادرست ہے۔ فقط والسلام!

دوست محمد خان عفی عنہ

اس خاکسار نے معرفت مولوی عبدالرشید پانی پتی جو آج کل دہرہ میں رونق افروز ہیں۔ استفتاء ذریعہ خط جناب قاری ومحدث مولانا حضرت عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی دریافت کیا۔ جس کا مضمون یہ ہے کہ قادیانی اور ہم لوگوں کے گروہ حنفیہ کی عالموں میں باہمی مباحثہ اس امر میں تھا کہ بعد طلوع الشمس من مغربہا ایمان نفع نہیں دے گا اور خروج دجال دابۃ الارض اور طلوع الشمس من مغربہا کے وقت بھی ایمان لانا نفع نہ دے گا۔ بحکم لاینفع نفسا ایمانہا کے عالم حنفی بھی فرماتے تھے کہ اس وقت ایمان نفع دے گا اور عالم قادیانی کہتے ہیں کہ ایمان نفع دے گا۔ ازراہ عنایت آپ جوابی کارڈ پر جواب مرحمت فرماویں کہ اس وقت ایمان نفع دے گا تو ہر دو حدیث کے کیا معنی ہوں گے اور یہ جواب منشی دوست محمد خان کے پاس مرحمت ہو۔ فقط والسلام!

الراقم: عبدالرشید عفی عنہ، مورخہ ۱۳ راگست ۱۸۹۵ء

الجواب...... مشفق مہربان مولوی عبدالرشید سلمہ

بعد سلام مسنون آنکہ آیت ’’وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن ‘‘ ایمان لانا اہل کتاب کا قبل موت کے ثابت ہوتا ہے اور محتضر سب عالم آخرت کو دیکھ لیتا ہے تو اس کا ایمان بعد دیکھنے عذاب کے ہوا اور ایمان بالغیب نہ ہوا اور نافع اور مقبول ایمان بالغیب ہوتا ہے نہ بعد دیکھنے کے جیسا کہ آیت ’’قل یوم الفتح لا ینفع الذین کفروا ایمانھم ‘‘ میں مراد یوم فتح سے قیامت ہے اور قیامت کے کافروں کا ایمان اور یقین بعد دیکھنے امور آخرت کے ہے وہ نافع نہ ہوگا۔ ایمان ہونے سے نافع ہونا لازم نہیں آتا۔ نافع ایمان اختیاری ہوتا ہے نہ اضطراری اور بعض آیات رب یعنی خروج دجال وطلوع الشمس من مغربہا کے بعد اور خروج دابہ کے بعد اضطراری بعد معاینہ کے ہوگا جو نافع نہیں ہوتا نہ ایمان اختیار اور بالغیب جو مقبول اور نافع ہوتا ہے۔ اگرچہ بعد مشاہدہ ان آیات کے مؤمنین کے توبہ گناہوں سے مقبول ہوا اور جب نفع نہ دیا اور قبول نہ ہوا تو گویا وہ ایمان ہی نہیں ہے۔ پس سب آیتوں اور حدیثوں کی توفیق خوب ظاہر ہوگئی۔

الراقم: حضرت مولانا عبدالرحمٰن بقلم مولوی عبدالسلام از پانی پت

مورخہ ۵ ربیع الاوّل سنہ ۱۳۱۳ھ

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

اعلاء الحق الصریح

بتکذیب المسیح

حضرت مولانا محمد اسماعیل علی گڑھی رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

تعارف

مرزا قادیانی نے ۱۸۹۱ء میں فتح اسلام وتوضیح مرام نامی رسائل قلم کئے اور ان کے حواری، مولوی محمد احسن امروہی قادیانی نے تائید مرزا میں ''اعلام الناس'' نامی کتاب رقم کی تو علی گڑھ کے مولانا محمد اسماعیل مرحوم نے ان کے رد میں ایک کتاب ''اعلاء الحق الصریح بتکذیب المسیح ''تحریر فرمائی۔ اس کتاب پر مولانا لطف اللہ علی گڑھی، میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی، شیخ حسین بن محسن یمانی، مولانا محمد بشیر سہسوانی، مولانا محمد، مولانا سلامت اللہ جیراجپوری، ملا محمد صدیق پشاوری، مولانا عبدالجبار عمرپوری نے تقاریظ تحریر فرمائیں۔ اس کتاب اوراس پر موجود تقاریظ سے معلوم ہوتا ہے کہ متفقہ فتویٰ تکفیر مرزا کے سامنے آنے سے قبل بھی مذکورہ بزرگ ردقادیانیت میں سے سرگرم تھے۔

یاد رہے کہ یہ وہی کتاب ہے جس کے متعلق مرزا قادیانی کا کہنا تھا کہ:''اس میں مولانا اسماعیل نے ان سے یک طرفہ مباہلہ کیا تھا اوراس مباہلے کی وجہ سے مولانا اسماعیل اس کی زندگی میں ہلاک ہوگئے۔'' جیسا کہ مرزا قادیانی اپنی موت سے ایک سال پہلے شائع ہونے والی کتاب میں لکھتے ہیں:''الذین باھلوا وماتوا بعد المباھلة منھم الرجل المسمی بالمولوی غلام دستگیر القصوری ومنھم الرجل المسمی بالمولوی چراغ الدین الجمونی ومنھم الرجل المسمی بالمولوی عبدالرحمن محی الدین اللکوکی ومنھم الرجل المسمی بالمولوی اسماعیل علی گڑھی''

(ضمیمہ حقیقت الوحی ص۶ حاشیہ، خزائن ج۲۲ ص۶۲۶)

اوراسی حقیقت الوحی میں لکھتے ہیں:''مولوی اسماعیل باشندہ خاص علی گڑھ وہ شخص تھا جو سب سے پہلے عداوت پر کمربستہ ہوا اور جیسا کہ میں نے اپنے رسالہ فتح اسلام میں لکھا ہے۔ اس نے لوگوں میں میری نسبت یہ شہرت دی کہ یہ شخص رمل اور نجوم سے پیش گوئیاں بتلاتا ہے اور اس کے پاس آلات نجوم کے ہیں۔ میں نے اس کی نسبت ''لعنت اللہ علی الکاذبین'' کہا اور خداتعالیٰ کا عذاب اس کے لئے چاہا۔ جیسا کہ رسالہ فتح اسلام کے لکھنے کے وقت اس کی زندگی میں ہی میں نے یہ شائع کیا تھا اور یہ لکھا تھا:''تعالوا ندع ابناء نا وابناء کم ونساء نا ونساء کم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنة اللہ علی الکاذبین ''چنانچہ

قریباً ایک برس اس مباہلہ پر گزرا ہوگا کہ وہ یک دفعہ کسی ناگہانی بیماری میں مبتلا ہو کر فوت ہوگیا (یعنی مباہلہ مرزا قادیانی نے یک طرفہ کیا تھا۔ نیز فتح اسلام ۱۳۰۸ھ میں شائع ہوئی۔ مولوی اسماعیل صاحب شوال ۱۳۱۱ھ مطابق مئی ۱۸۹۴ء میں، یعنی مرزا قادیانی کے مزعومہ مباہلہ کے تین سال بعد، فوت ہوئے۔ مرزا قادیانی نے ایک اور تین کا کوئی فرق ملحوظ خاطر نہیں رکھا یا تو وہ حساب میں کمزور تھے، یا جان بوجھ کر غلط بیانی کر رہے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ مباہلہ ہو تو اس کا اثر ایک سال کے اندر ظاہر ہونا چاہئے۔ تین سال کے عرصے کو قریباً ایک سال قرار دینے کا مقصد ناظرین وقارئین کو یہ بتانا تھا کہ فریق مخالف کی موت مہلت مقررہ کے اندر واقع ہوئی ہے۔ یہ بات ہم علی سبیل التنزل لکھ رہے ہیں۔ ورنہ ہمارے نزدیک تو ان دونوں کا مباہلہ انعقاد ہی نہیں ہوا) اور اس نے اپنی کتاب میں جو میرے مقابل پر اور میرے رد میں شائع کی تھی یہ لکھا تھا کہ جاء الحق وزھق الباطل۔ پس خدا نے لوگوں پر ظاہر کر دیا کہ حق کون سا ہے جو قائم رہا اور باطل کون سا تھا جو بھاگ گیا۔ قریباً سولہ برس ہوگئے کہ وہ اس مباہلہ کے بعد فوت ہوا۔"

(حقیقت الوحی ص۳۲۹، ۳۳۰، خزائن ج۲۲ ص۳۴۲، ۳۴۳)

(حقیقت الوحی مئی ۱۹۰۷ء میں شائع ہوئی۔ اس کی اشاعت سے سولہ برس قبل ۱۸۹۱ء ہوتا ہے۔ جب کہ مولوی اسماعیل صاحب ۱۸۹۱ء میں نہیں بلکہ ۱۸۹۴ء میں فوت ہوئے اور مولوی اسماعیل کی اعلاء الحق الصریح ۴۴ صفحات پر شائع ہوئی تھی۔ اس کی ایک ایک سطر غور سے پڑھ لیجئے۔ اس میں جاء الحق وزھق الباطل کے الفاظ موجود ہی نہیں ہیں۔ گویا یہ بھی مرزا قادیانی کا جھوٹ ہے) حاشیہ میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے: "مولوی اسماعیل نے اپنے ایک رسالہ میں میری موت کے لئے بددعا کی تھی۔ پھر بعد اس بددعا کے جلد مر گیا اور اس کی بددعا اسی پر پڑ گئی۔"

(حقیقت الوحی ص۳۳۰، خزائن ج۲۲ ص۳۴۲)

(اور رسالہ "اعلاء الحق الصریح بتکذیب مثیل المسیح" ۱۳۰۹ھ، ۱۸۹۱ء کا طبع شدہ موجود ہے۔ اس میں کہیں مباہلے کی طرف اشارہ بھی نہیں اور اگر مباہلہ ہوا بھی ہو تو مرزا قادیانی اثر کے لئے ایک سال کی مدت مقرر کرتے تھے۔ جب کہ یہاں رسالہ شائع ہونے اور مولوی اسماعیل صاحب کی وفات کے درمیان دو سال کا وقفہ ہے)

اس دعویٰ کی حقیقت پر بحث کرتے ہوئے مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں:

"مرزا قادیانی نے جو اپنا علم کلام ایجاد کیا تھا اس میں ایک طریق استدلال یہ تھا کہ کوئی مخالف مر جاتا تو آپ فوراً اس کی بابت لکھ دیتے کہ ہم سے جھوٹا (پہلے) مر جائے گا۔ چنانچہ وہ جھوٹا تھا۔ اس

لئے وہ (مجھ مرزا سے پہلے) مرگیا۔ اس لئے وہ جھوٹا تھا اور میں سچا ہوں۔"

مولانا (اسماعیل علی گڑھی) مرحوم اہل حدیث میں بڑے ذی اقتدار عالم اور رئیس تھے۔ مرزا قادیانی نے ۱۳۰۸ھ میں دعویٰ مسیحیت کیا تو مرحوم نے فوراً ۱۳۰۹ھ میں ان کی تردید میں ایک رسالہ لکھا۔ جس کا نام ہے: "اعلاء الحق الصریح بتکذیب مثیل المسیح" اس کتاب کا جواب مرزا قادیانی کی طرف سے ہم نے نہیں دیکھا۔ مولانا محمد اسماعیل علی گڑھی مرحوم شوال ۱۳۱۱ھ مطابق مئی ۱۸۹۴ء میں فوت ہوئے۔ رحمہ اللہ! یعنی کتاب کی اشاعت کے دو سال بعد مرزا قادیانی نے اپنے جدید علم کلام سے جھٹ لکھ دیا۔ مولوی اسماعیل نے صفائی سے خدا تعالیٰ کے روبرو یہ درخواست کی کہ: "ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ مرجائے۔ سو خدا نے اس کو بھی اس جہان سے جلد تر رخصت کر دیا۔" (اشتہار انعامی پانچ سو روپیہ ص ۷)

۔ ہم نے مرزا قادیانی کی زندگی ہی میں یہ سوال اٹھایا تھا کہ مولوی اسماعیل صاحب کی عبارت کا حوالہ بتایئے۔ مرزا قادیانی نے ثبوت نہ دیا۔ حال ہی میں (یعنی ۱۹۴۲ء میں) کسی معترض نے مولانا علی گڑھی کی بابت یہ سوال کیا تو (مرزائیوں کے اخبار) پیغام صلح لاہور (۳ر ستمبر ۱۹۴۲ء) نے لکھا۔

"رہا مولوی محمد اسماعیل علی گڑھی کا معاملہ یہ صرف آپ جیسے مولویوں کی بددیانتی اور ناخدا ترسی کا نتیجہ ہے کہ ان کی کتاب کے وہ الفاظ اور وہ بددعا جو ان کی موت کا باعث ہوئی۔ آج ہمارے سامنے نہیں۔ کیونکہ کتاب ابھی زیر طبع تھی کہ مولوی اسماعیل مرگیا۔ اس کی موت کے بعد مولویوں نے اس خیال سے کہ وہ الفاظ مرزا قادیانی کی صداقت کے لئے ایک زبردست گواہ کا کام دیں گے۔ انہیں کتاب سے نکال دیا۔ اصل کتاب کو ایک احمدی، عبداللہ سنوری نے دیکھا تھا۔ جن کی شہادت کی بناء پر مرزا قادیانی نے حقیقت الوحی میں لکھا کہ: "مولوی اسماعیل نے اپنے ایک رسالہ میں میری موت کے لئے بددعا کی تھی۔ پھر بعد اس بددعا کے جلد مرگیا اور اس کی بددعا اسی پر پڑ گئی۔"

(مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں) کوئی قادیانی مسیح کے حواریوں سے پوچھے کہ تمہارے اس بیان کا ثبوت کچھ ہے؟ جس کو تم نے بددیانت مولویوں کی طرف منسوب کر کے اپنی اور اپنے قافلہ سالار کی غلط بیانی کو مٹانا چاہا؟ او ظالمو! کب تک ناداتوں کی آنکھوں میں خاک ڈالو گے۔ یہ کتنا جھوٹ ہے جو تم نے لکھا ہے کہ کتاب ابھی زیر طبع تھی کہ مولوی اسماعیل مرگیا؟

کیاتم سمجھتے ہو کہ مرحوم (مولانا اسماعیل) کی کتاب نایاب ہوگئی؟ سنو دفتر اہل حدیث (امرتسر) بچشم خود دیکھ لو۔ اس پر سن طباعت ۱۳۰۹ھ لکھا ہے۔ (دفتر اہل حدیث امرتسر تو اب موجود نہیں ہے۔ تاہم ۱۳۰۹ھ کی مطبوعہ یہ کتاب جامعہ سلفیہ بنارس کی لائبریری اور اسی طرح سنٹرل لائبریری بہاولپور میں اصل کتاب اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان میں اس کی فوٹو کاپی موجود ہے۔ فقیر مرتب) اور مرحوم (مولانا اسماعیل علی گڑھی) کی تاریخ وفات درکار ہو تو مرحوم کے صاحبزادہ کی تحریر دیکھ لو۔ یعنی دو سال بعد وفات ہوئی۔ نیز مولانا مرحوم کوئی معمولی آدمی نہ تھے۔ علی گڑھ میں عالمانہ اور رئیسانہ حیثیت رکھتے تھے۔ اب بھی آپ لوگ علی گڑھ جاکر موتی مسجد کے متولی خاندان سے مرحوم کی تاریخ وفات معلوم کر سکتے ہیں۔ مگر اس تحقیق کے بعد یہ ظاہر کرنا ہوگا کہ مرزا قادیانی نے غلط لکھا ہے۔ ہاں ۱۳۰۹ھ سے پہلے کی کوئی مطبوعہ کتاب ان کی ہو، تو پیش کرو۔ مگر یاد رہے کہ مرزا قادیانی نے ۱۳۰۸ھ میں دعویٰ کیا۔ دعویٰ سے پہلے تردیدی کتاب شائع نہیں ہو سکتی۔" (اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۱۸ر ستمبر ۱۹۴۲ء ص ۴، ۵)

الغرض مولانا اسماعیل کی کوئی کتاب ایسی موجود نہیں ہے جس کی اشاعت اول ان کی وفات کے بعد ہوئی ہو۔ نہ کوئی ایسا غیر مطبوعہ مسودہ کہیں موجود ہے۔ جس میں مولانا نے بقول مرزا قادیانی یک طرفہ مباہلہ کیا ہو۔

مطبع انصاری دہلی سے باہتمام مولوی عبدالمجید دہلوی، ۱۳۰۹ھ میں ۴۴ صفحات پر شائع ہو کر مرزا قادیانی کی تکذیب پر بیّن شہادت پیش کرنے والی یہ کتاب اعلاء الحق الصریح مکمل صورت میں قارئین کی نذر کی جارہی ہے۔ (اب احتساب قادیانیت کی جلد ہذا میں۔ مرتب!) ملاحظہ فرمائیے۔ (ڈاکٹر بہاء الدین)

اعلاء الحق الصریح بتکذیب مثیل المسیح

"بسم الله الرحمن الرحیم ۰ الحمدلله الذی هدانا سبیل الرشاد ونجانا من الغوایة والضلالة والفساد والصلوة والسلام علی سیدنا محمد النبی الامی وآله الامجاد واصحابه المتقین"

اس زمانہ پر شور و شر میں جو ضعف و ناتوانی اسلام کو مخالفین کے حملوں سے تھی اور جو تذلیل و تضحیک اس کی اعداء دین کر رہے تھے اور جو پستی اس کو اپنے اعوان وانصار کی قلت سے مشاہدہ و منتظر تھی۔ وہی کیا کم تھی جو ایک اور صدمہ اس کو خود اپنے ہی موافق اور مؤید گروہ سے نصیب

ہوا۔ یعنی جو حضرت اس کے حامی و مددگار تھے وہی اس کے تہ و بالا کرنے کا علم ہاتھ میں لے کر کھڑے ہو گئے۔ ایسی حالت میں کیا وہ دل جن میں ذرا بھی محبت اسلام سے ہے اس کے دیکھنے اور سننے سے درد مند نہ ہوں گے کہ آج یہ اسلام خود ان مقدس نما مسلمانوں کی ایسی حرکات کی بدولت جو فی الواقع اضحوکہ ءطفلاں ہیں۔ برباد ہوا چاہتا ہے اور جو تفضیح اور شکست اس کی ان بزرگوار مسلمانوں کے ہاتھ سے ہو رہی ہے وہ اس کے لئے بڑی بھاری مصیبت ہونے والی ہے۔

"انا للہ وانا الیہ راجعون"

دیکھو ان دنوں مرزا غلام احمد قادیانی نے علی الاعلان نبوت یعنی عیسویت کا دعویٰ کیا ہے اور اپنے اوپر نزول وحی اور نزول ملائکہ کا اشتہار دیا ہے اور جس عیسیٰ بن مریمؑ کے نزول کی بشارت ہمارے نبی آخر الزمان خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے دی ہے اور جس پر کتاب اللہ اور کتاب الرسول ناطق ہے۔ اس سے صریح انکار کیا ہے اور نصوص کتاب وسنت کو بالکل مصروف عن الظاہر مانا ہے۔ لیلۃ القدر کے ایک متبرک رات ہونے سے بالکل انکار کیا ہے اور علی الاستعارہ اس سے ظلمانی زمانہ مراد لیا ہے۔ دجال سے گروہ منکرین عیسویت خود مراد لیا ہے اور عیسیٰ بن مریم موعود و مبشر سے مثیل عیسیٰ بن مریم مراد لے کر اپنے آپ کو اصلی مسیح موعود قرار دیا ہے اور پھر یہ بھی اقرار کیا ہے کہ مجھ کو اس سے انکار نہیں ہے کہ کوئی دوسرا بھی مسیح ہو، جو آئندہ نازل ہو۔ لیکن وہ میری ذریت میں سے ہوگا۔ اعاذنا اللہ من کل ذلک!

پس اے مسلمانو! ہر چند کہ ایسے واقعات کا پیش آنا فی نفسہ تو کچھ حیرت کی بات نہیں۔ کیونکہ درحقیقت ایسے حوادث کا حدوث ہمارے نبی آخر الزمان کی پیش گوئیوں کے موافق قبل قیام الساعۃ ضرور ہے اور اس لحاظ سے ایسے واقعات کا پیش آنا اہل نظر کی نظر میں اپنے سچے نبی کی زیادہ تصدیق کا باعث ہے۔ مگر افسوس البتہ صرف اسی قدر ہے کہ ایسے امور انہیں لوگوں سے دیکھنے میں آویں جو اعلیٰ درجہ کے مقدس مسلمان اور پرلے درجہ کے حامی اسلام کہلاویں۔ ہمارے نزدیک مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ دعویٰ ہمارے نبی پاک کی اس سچی پیش گوئی کا ظہور ہے۔

"لاتقوم الساعۃ حتیٰ تخرج ثلاثون دجالا کلھم یزعم انہ رسول اللہ رواہ ابوداؤد"

"وایضا قال رسول اللہ ﷺ سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی رواہ ابوداؤد

والترمذی "نہ قائم ہوگی قیامت جب تک کہ تیس دجال ظاہر نہ ہولیں گے اور ہر ایک ان میں سے یہ کہے گا کہ میں رسول ہوں خدا کا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے، اور فرمایا رسول خدا ﷺ نے کہ میری امت میں آئندہ تیس جھوٹے پیدا ہوں گے۔ ہر ایک کہے گا کہ میں نبی ہوں۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا۔

پس یہ پیش گوئی ہم کو بتارہی ہے کہ ایسے دعووں کا ہونا لابد ہے اور اس میں تخلف کا گمان "مفضی الی تکذیب نبینا محمد رسول اللہ ﷺ" ہے اور گو بزعم اہل باطل ایسے شروغ اور فتن باعث تضحیک اسلام سمجھے جاتے ہوں۔ مگر ارباب نظر اسی کو بشارت کاملہ ترقی اسلام کی سمجھیں گے اور سمجھنا کیا معنی۔ آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ اسلام کی اس سستی اور ضعف کے زمانہ میں لیور پول کے اسلام کا چمکارہ، یورپ کی سوسائٹیوں میں اسلام کی خوبیوں کا نعرہ، ایسی ظلمت کے زمانہ میں صدہا شپر چشموں کی آنکھوں کا اسلامی نور کی چکا چوند سے خیرہ ہونا، بڑے بڑے قبائل کفر کا کفر کی تیرگی سے نکل کر اسلامی روشنی میں آجانا، افریقہ کے کنارہ پر اسلام کے پرجوش دریا کا امنڈنا، ظاہراً کسی اور محرک کی تحریک کا نتیجہ نہیں ہے۔ بلکہ صرف ہمارے سچے اور پیارے نبی محمد ﷺ کی ایسی پیش گوئیوں ہی کا پورا پورا ظہور ہے جو منکروں سے اقرار کراتا چلا جاتا ہے اور مقروں کی تجلی ایمانی کو بڑھاتا چلا جاتا ہے اور باوجود اسلام کی ایسی مخالفتوں کے اور اعداء دین کی ایسی کوششوں کے اسلامی روشنی کا مکدر نہ ہونا اور ہمارے سچے نبی کی پیش گوئیوں کا تیرہ سو برس کے بعد ہو بہو ظاہر ہونا، بڑے بڑے تیرہ دلوں کو حسن وجمال کا جلوہ دکھا رہا ہے۔ جس کا یہی شیریں ثمر ہے کہ وہ بلا تحریک غیرے اسلام کے زمرہ میں شامل ہوتے چلے جاتے ہیں اور جب ایسے کذاب اپنے دعویٰ باطل سے اپنے کو رسوا کرتے ہیں تو وہی دعویٰ ان کی رسوائی اور ہمارے نبی آخرالزمان کی زیادت تصدیق کا باعث ہوتا ہے۔ پس جو اہل اللہ کامل الایمان ہیں وہ ہرگز ایسے حوادث کے ظہور سے نہیں گھبرا سکتے۔ بلکہ ان کی استقامت اور زیادہ ہوتی چلی جاتی ہے اور ان کو کامل یقین ہے کہ ایسی اکاذیب اور ادعاء باطل سے اسلام کی چمک دمک میں کچھ خلل نہیں آوے گا اور اس کے پرجوش دریا کے بہاؤ کو ایسے قاذورات نہیں رک سکیں گے اور اس کی لمعات وبرق کو بھی شپر چشم کی تیرگی نقصان نہ پہنچا سکے گی۔ کیونکہ اس کی نصرت کے واسطے بھی ہمارے سچے نبی نے ایک دوسری پیش گوئی فرمائی ہے جو ہماری بڑی تسلی اور اطمینان کا باعث ہے۔

"قال رسول اللہ ﷺ لا تزال طائفة من امتی ظاهرین علی الحق لا یضرهم من خالفهم حتی یأتی امر الله رواه ابوداؤد"

''قال رسول اللہ ﷺ یحمل هذا العلم من کل خلف عدوله ینفون عنه تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاهلین رواه رزین''

اس کے تحت میں ملا علی قاری لکھتا ہے:''قوله ینفون عنه جملة حالية ای طاردین عن هذا العلم''

''قوله تحريف الغالين، ای المبتدعة الذين يتجاوزون فی کتاب الله وسنة رسوله عن المعنى المراد فيحرفون عن جهته''

''قوله انتحال المبطلين الانتحال ادعاء قول اوشعر يكون قائله غيره بانتسابه الىٰ نفسه وهو ههنا كناية عن الكذب والمعنى ان المبطل اذا اتخذ قولاً من علمنا ليستدل به على باطله او اعتزى اليه مالم يكن منه نفوا عن هذا العلم ونزهوه عما ينتحله''

''قوله تاويل الجاهلين، ای معنى القرآن والحديث الىٰ ماليس بصواب''

پس یہ پیش گوئی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی مسلمانوں کے واسطے بشریٰ (بشارت) ہے اور ان کے دلوں کے لئے سکینہ اور تسلی ہے اور اس بات سے کہ کسی جاہل کی تاویل اور کسی محرف کی تحریف اور کسی منتحل کا انتحال اور کسی مبطل کے اکاذیب اور اباطیل خدا تعالیٰ کے دین کو بدلنے اور خدا اور رسول کی مراد کو اپنے ہوائے نفسانی کے تابع بنانے میں کبھی کارآمد نہ ہوں گے۔ بلکہ خدا کا دین بمصداق''انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون ''ایسے غلط اندازوں کی غلط اندازی سے ہمیشہ محفوظ رہے گا اور ایسی تلبیسات کی مدافعت میں ہمیشہ اس کے بندوں کا ایک گروہ کمربستہ رہے گا۔ جس کو کسی کی مخالفت اور عداوت ضرر نہ پہنچا سکے۔ بلاشبہ اگر ہمارا خدائے برحق اپنے دین کی حفاظت کا آپ ذمہ نہ فرماتا اور اس کے خالص ومخلص بندے اس کی ہدایت کے سبب دین پر پوری جان فدائی نہ کرتے تو ہرگز یہ دین قیامت تک باقی نہ رہتا اور کسی طرح اہل فریب کی تلبیسات سے اس کو امن نہ ہوتا۔ لیکن چونکہ خدا خود حافظ اپنے دین کا ہے اور اس کے رسول پاک نے ایک سچی ترازو دین کی جانچ تول کے واسطے اپنے فرمانبرداروں کو عطاء فرمائی ہے تو اب ہم کو متاع کاسد اور ناقص کے جانچنے میں کچھ مشکل نہیں ہے۔ وہ ترازو ہمارا قرآن وحدیث ہے۔ جس کے ساتھ تمسک کرنے میں دین کی گمراہی سے ہم کو ہمیشہ امن مل سکتا ہے۔

"قال رسول الله ﷺ ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما کتاب الله وسنة رسوله"

اس ترازو کا حامل وہی گروہ اہل حق کا ہے جس کو کسی کی مخالفت کچھ مضرت نہ کرے گی۔ پس اب جس خدا ع کا جی چاہے وہ متاع کاسد کو ہمارے دین میں پیش کرے۔ ہم اس کو اسی ترازو میں تولیں گے۔ اگر ہم برابر پاویں گے تو قبول کریں گے۔ ورنہ کالائے بد بریش خاوند کے بموجب اس کو اسی پر رد کریں گے۔ چنانچہ اسی ترازو میں ہم نے مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت اور دعویٰ عیسویت کو اور انکار نزول عیسیٰ بن مریم کو بھی تولا۔ تو ہم کو ان کی یہ متاع کاسد انہیں پر رد کرنے کے لائق ثابت ہوئی۔ پس ہم ان کے ایسے ملحدانہ دعویٰ کو انہیں پر رد کرتے ہیں۔

مرزا قادیانی اور ان کے حواریّن نے اس بے سروپا دعویٰ کے سرسبز کرنے کے واسطے اوّل یہ انتظام فرمایا ہے کہ وہ خدا کی مراد کو استعارات وکنایات میں ہونا تجویز فرماتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: "خداتعالیٰ ہمیشہ استعاروں سے کام لیتا ہے اور طبع اور خاصیت اور استعداد کے لحاظ سے ایک کا نام دوسروں پر وارد کر دیتا ہے۔"

لیکن اہل نظر خوب جانتے ہیں کہ اگر مرزا قادیانی اور ان کے حواری یہ تجویز پہلے سے نہ کرلیں اور نصوص شریعت کو "علی ظواهرها" باقی نہ رکھیں تو وہ نہ مثیل مسیح بن سکتے ہیں اور نہ عیسیٰ بن مریم کے نزول سے انکار کر سکتے ہیں۔ مگر مرزا قادیانی اور ان کے حواری شاید اس سے غافل ہیں کہ ہماری شریعت غرّا نے ایسے فریب کا بھی پہلے ہی سے انتظام کر دیا ہے اور اہل حق کا یہ عقیدہ راسخ اور اجماعی مسئلہ ہو چکا ہے کہ نصوص شرعیت محمول علی ظواہرہا ہیں۔ ما لم یصرف عنها صارف قطعی!

قال العلامة التفتازانی فی شرح العقائد "والنصوص من الکتاب والسنة تحمل علی ظواهرها مالم یصرف عنها دلیل قطعی کما فی الآیات التی تشعر بظواهرها بالجهة والجسمیة ونحو ذلك والعدول عنها ای عن الظواهر الی معان یدعیها اهل الباطن وهم الملاحدة وسموا الباطنیة لادعائهم ان النصوص لیست علی ظواهرها بل لها معان باطنیة لا یعرفها الا المعلم وقصدهم بذلك نفی الشریعة بالکلیة"

"الحاد ای میل وعدول عن الاسلام واتصال والتصاق بکفر لکونه تکذیبا للنبی ﷺ فیما علم مجیئه به باالضرورة"

''واما ما ذهب اليه بعض المحققين من ان النصوص مصروفة على ظواهرها ومع ذلك فيها اشارات خفية الىٰ دقائق تنكشف على ارباب السلوك يمكن التطبيق بينهما وبين الظواهر المرادة فهو من كمال الايمان ومحض العرفان''

''وايضافيه ورد النصوص بان ينكر الاحكام التى دلت عليها النصوص القطعية من الكتاب والسنة كحشر الاجساد مثلاً كفر''

اور جب یہ معلوم ہوگیا کہ اہل سنت والجماعت کے عقائد حقہ میں سے یہ بات ہے کہ نصوص کتاب وسنت محمول علی ظواہر ہا ہیں اور دقائق ارباب سلوک اور حقائق اہل باطن وہاں تک مقبول ہیں۔ جہاں تک کہ موافق ظاہر نص کے ہوں اور جو دقائق مبطل احکام شرعیہ ہوں وہ مقبول نہیں ہیں۔ بلکہ وہ عدول اور میل عن الشریعت ہے۔ جس سے اصل مقصود نفی الشریعت بالکلیہ ہوتا ہے تو اب مرزا قادیانی کا یہ زعم باطل کہ خدا کی مراد ہمیشہ کنایات میں ہوتی ہے۔ کس قدر بے وقعت اور کیسا افتراء ہے اور وہ کنایات اور استعارات اور بے سروپا تاویلات جو بعض جاہل متصوفہ سے ثابت ہیں۔ اہل حق کے نزدیک ان کا حکم تحریف سے زائد نہیں ہے جو ہمیشہ اہل دین کے نزدیک مردود مانے گئے ہیں۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ اتقان میں لکھتا ہے: ''واما كلام الصوفية فى القرآن فليس بتفسيره قال ابن الصلاح فى فتاويه وجدت عن الامام ابى الحسن الواحدى المفسر انه قال صنف ابو عبدالرحمن السلمى حقائق التفسير فان كان قد اعتقد ان ذلك تفسير فقد كفر قال ابن الصلاح وانا اقول الظن بمن يوثق به منهم اذا قال شيئا انه لم يذكره تفسيرا ولا ذهب به مذهب الشرح للكلمة فانه لوكان كذلك كانوا اقد سلكوا مسلك الباطنية وايضا قال فيه قال الله تعالىٰ ان الذين يلحدون فى آياتنا لا يخفون علينا قال ابن عباس هو ان يوضع الكلام فى غير موضعه اخرجه ابن ابى حاتم''

اور باعث ایسی تفاسیر پر اکثر اوقات یہ ہوتا ہے کہ یا تو بعض لوگ کسی غرض فاسد کے واسطے پہلے سے اپنے زعم باطل میں ایک معنی گھڑ لیتے ہیں اور پھر اپنے خیال اور اعتقاد کے موافق الفاظ قرآن واحادیث کا ان پر حمل کرتے ہیں اور تاویلات فاسدہ اور باطلہ سے ان الفاظ کو زبردستی اپنے معانی مخترعہ پہناتے ہیں اور یا کبھی بعض جاہل تفسیر اور تاویل نصوص میں ان امر کا

مطلق لحاظ نہیں کرتے کہ یہ کس کا کلام ہے اور کون اس کے ساتھ متکلم ہے اور یہ کس پر اتارا گیا ہے اور کون اس کے ساتھ مخاطب ہے۔ بلکہ وہ نصوص قرآن وحدیث کے صرف وہ معنی لیتے ہیں جو ایک متکلم بلغت عرب بلا لحاظ کسی اور امر کے صرف محاورہ لسانی کے موافق ترجمہ کر سکتا ہے۔ عام اس سے کہ وہ مراد الٰہی کے مخالف ہو یا موافق۔ پس جو لوگ اپنے معانی مزعومہ اور عقائد مخترعہ کے موافق نصوص کتاب وسنت کے الفاظ کو تاویلات فاسدہ سے اپنی مراد کا مؤید بناتے ہیں۔ ان کو مراد الٰہی کے موافق یا مخالف ہونے کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی۔ جن کی ایسی ہی تاویلات فاسدہ سے شریعت میں رخنہ پیدا ہوتا ہے اور امن جاتا رہتا ہے اور جو لوگ ترجمہ نصوص شرعیہ صرف محاورہ لسانی اور صحت قواعد عربیت پر قانع ہوتے ہیں اور معانی نصوص میں اتباع سلف کو چھوڑ دیتے ہیں اور جو مراد الٰہی بیان شارع ﷺ اور صحابہ رسول سے ثابت ہو چکی ہے۔ اس کی پیروی نہیں کرتے۔ ان کے لفظی ترجمہ اور ایک بازاری شخص کے کلام کی یکساں حالت ہو جاتی ہے۔ جس کے سبب سے خدا ورسول جیسے متکلم کے کلام کی شان اور عوام الناس کے کلام کی حالت برابر ٹھہر جاتی ہے۔ پس ایسی تاویلات باطلہ کب خطا اور انکار سے خالی ہو سکتی ہے۔ اسی ضرورت سے نصوص قرآن وحدیث میں اتباع سلف صالح ہم پر واجب کیا گیا ہے جو اعلم بالتفسیر اور اعلم بمعانی النصوص اور اعلم ان امور حقہ کے تھے جو ہمارے نبی صادق ﷺ ہماری طرف لے کر آئے اور جو امین شریعت اور اعلم باسباب نزول اور اعلم بشان المتکلم اور اعلم بشان المنزل علیہ والمخاطب تھے۔ وہی امین لوگ محل تاویل وغیرہ کو خوب جانتے تھے۔ بناءً علیہ جو لوگ اس باب میں اتباع سلف صالح کو چھوڑ کر مراد الٰہی کو اپنے مزعومات کے موافق بنانے میں کوشش کریں بلا شبہ وہ دائرہ کفر وابتداع سے کسی طرح باہر نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ اسی تفصیل کے متعلق سیوطی نے لکھا ہے: "قوم اعتقدوا معانی ثم ارادوا حمل الفاظ القرآن علیها والثانی قوم فسروا القرآن بمجرد ما یسوغ ان یریده من کان من الناطقین بلغة العرب من غیر نظر الی المتکلم بالقرآن والمنزل علیه والمخاطب به فالاولون راعوا المعنی الذی رأوه من غیر نظر الی ما یستحقه الفاظ القرآن من الدلالة والبیان والآخرون راعوا مجرد اللفظ وما یجوز ان یرید به العربی من غیر نظر الی ما یصلح للمتکلم وسیاق الکلام ۔ ثم هؤلاء کثیراً ما یغلطون فی احتمال اللفظ لذلك المعنی فی اللغة فی صحة المعنی الذی فسروا به القرآن کما یغلط فی ذلك الاخرون وان کان نظر الاولین الی المعنی اسبق ونظر الآخرین الی اللفظ اسبق

الاوّلون صنفان تارة يسلبون عن لفظ القرآن مادل عليه واريد به وتارة يحملونه على مالم يدل عليه ولم يرد به وفي كلام الامرين قد يكون ما قصدوا نفيه واثباته من المعنى باطلاً فيكون خطاء وهم في الدليل والمدلول وقد يكون حقاً فيكون خطاء وهم في الدليل لا في المدلول فالذين اخطاء وافيهما مثل طوائف من اهل البدع اعتقدوا مذاهب باطلة وعمدوا الىٰ القرآن فتاولوه على رأيهم وليس لهم سلف من الصحابة والتابعين لافي رأيهم ولا في تفسيرهم"

پھر بعد اس کے لکھتا ہے: "وفي الجملة من عدل عن مذاهب الصحابة والتابعين وتفسيرهم الىٰ ما يخالف ذلك كان مخطئًا في ذلك بل مبتدعا لانهم كانوا اعلم بتفسيره ومعانيه كما انهم اعلم بالحق الذي بعث الله به رسوله واما الذين اخطاؤا في الدليل لافي المدلول فمثل كثير من الصوفية والوعاظ والفقهاء يفسرون القرآن بمعان صحيحة في نفسها لكن القرآن لا يدل عليها مثل كثير مما ذكره السلمي في الحقائق فان كان فيما ذكروه معاني باطلة دخل في القسم الاوّل انتهى كلام ابن تيميه ملخصاً وهو نفيس جدا. انتهى!"

بعض علام کو اس مقام پر ایک شبہ ہوا ہے کہ اگر تفسیر نصوص میں صرف مذاہب صحابہ پر اکتفا واجب ہو اور استنباطات مفسرین ومجتہدین سب تفسیر بالرائے میں داخل ہوں تو حدیث لکل آیۃ ظہر وبطن کے کیا معنی ہوں گے اور نطاق تفسیر نہایت تنگ ہو جاوے گا اور اسی شبہ کی وجہ سے مطلقاً جواز تفسیر بالرائے پر کلام غزالی وغیرہ سے استدلال کیا ہے اور ایک طویل عبارت کی نقل میں اپنے وقت کو صرف فرمایا ہے۔ حالانکہ یہ ایک بڑی غلطی غزالی کی مراد سمجھنے میں ان سے ہوئی ہے۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ کس قسم کے نصوص محمول علی ظواہر ہا ہیں اور ان میں تاویل باطل ہے اور مؤول معذور نہیں ہے اور کس قسم کے نصوص میں ایسے استنباطات کی اجازت ہے جو مخالف نصوص ظاہرہ نہ ہوں اور اس میں معذور مانا گیا ہے۔ دیکھو اس کی تصریح سیوطی، تفسیر بالرائے کی تفصیل کے متعلق کرتا ہے۔

"الثالث علوم علمها الله نبيه مما اودع كتابه من المعاني الجلية والخفية وامره بتعليمها وهذا ينقسم الىٰ قسمين قسم لا يجوز الكلام فيه

الا بطریق السمع وهو اسباب النزول والنساخ والمنسوخ والقرآت واللغات وقصص الامم الماضیة واخبار ماهو کائن من الحوادث والحشر والمعاد‘‘

پس امام غزالی کے اس کلام سے اگر ان امور میں جو مبنی علی السماع نہیں ہیں۔ جواز نظر واستدلال ثابت ہوا تو کیا اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جن نصوص کو نظر اور رائے سے علاقہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ محض مبنی علی السماع ہیں اور سلف صالح سے ان کے محمول علی ظواہرہا ہونے کی تصریح اور اجماع ہو چکا ہے اور جن کی مراد کو خود شارع علیہ السلام نے ظاہر فرمادیا ہے اور وہ منجملہ ضروریات اور اعتقادیات اسلام کے ٹھہر چکے ہیں۔ ان میں بھی عقلی ڈھکوسلہ چل سکتا ہے۔ ہرگز نہیں اور چونکہ نزول عیسیٰ ابن مریم اور خروج دجال وغیرہ اشراط ساعت اور ’’ماهو كائن من الحوادث‘‘ میں داخل ہیں اور ان میں رائے کو کچھ دخل نہیں ہے اور یہ سب امور محض مبنی علی السماء ہیں تو ایسے امور کو امور قیاسیہ کے ساتھ خلط فرما کر بعض اعلام کا ان میں رائے لگانا اور خلاف تصریح سلف صالح تحریف نصوص کرنا دیانت کے بالکل خلاف ہے اور غزالی کے کلام کا اس مطلب کے واسطے نقل کرنا محض فضول اور لغو ہے اور جب ان تمام تصریحات سے ثابت ہوگیا کہ جو تفسیر منصوصات شرعیہ کے مخالف اور سلف صالح کے خلاف ہو اور جس تفسیر میں مذاہب صحابہ سے عدول ہو اور جن امور میں کسی کو رائے لگانے کی اجازت شارع سے نہیں ہے۔ ان میں رائے لگائی جاوے وہی درحقیقت تفسیر بالرائے ہے۔ جو فی الواقع تفسیر نہیں ہے بلکہ تحریف ہے۔ جیسے کہ مرزا قادیانی کی لیلۃ القدر کی تفسیر جو انہوں نے ظلماتی زمانہ کے ساتھ کی ہے جو سراسر تحریف کلام ربانی اور ابطال مراد الٰہی ہے۔ ہمارے شارع علیہ السلام نے تو ہم کو لیلۃ القدر کی حقیقت ایک اعلیٰ درجہ کا نورانی زمانہ بتایا ہے اور مرزا قادیانی اس کو ظلماتی زمانہ فرماتے ہیں۔ ہمارے رب کریم نے اس کو لیلہ مبارکہ ارشاد فرمایا ہے اور مرزا قادیانی اس کو بدتر زمانہ ثابت کرتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے اس بابرکت زمانہ کے شوق میں اپنی عمریں ختم کر دیں اور مرزا قادیانی اس کو قابل حذر وقت تجویز کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک وہ ایک ظلمانی زمانہ کا نام ہے۔ جس میں برکات ایمانی منقطع ہو کر فیضان ربانی سے حرمان ہو اور جس کے بعد خداوند کریم کو کسی ایسی روشنی کے بھیجنے کی ضرورت ہو۔ جیسا کہ مرزا قادیانی کا وجود باجود ہے۔ اعاذنا الله من ذلك الارتداد!

اگر ہم ان تمام روایات اور احادیث صحیحہ کو جو لیلۃ القدر کے فضائل اور اس کی تفسیر کے متعلق ہیں نقل کریں تو طولانی رسالہ ہو جاوے۔ ہم کو تحیر مرزا قادیانی کے بعض حواریین سے بھی ہے کہ انہوں نے بمقتضائے ’’حبك الشئ يعمى ويصم‘‘ مرزا قادیانی کی عیسویت اور نبوت

قبول فرما کر سفارت کا ذبہ میں بہت عجلت فرمائی اور ہمارے نبی پاک کے سلام کو کہاں کا حکم تھا اور کہاں پہنچا دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

چنانچہ ان میں سے بعض حضرات نے مولوی عبدالحق (غزنوی) امرتسری کے اشتہار کے مقابلہ میں بجواب حدیث ''لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم'' لکھا ہے کہ مرزا قادیانی کب کہتے ہیں کہ میں حقیقتاً ابن مریم ہوں۔ بلکہ جن احادیث صحاح میں پیش گوئی نزول عیسیٰ بن مریم کی نبی ﷺ نے فرمائی ہے۔ اس میں وہ تاویل کرتے ہیں جو بموجب قواعد عربیہ کے صحیح معلوم ہوتی ہے۔

پس ان حضرت کی تصریح سے بخوبی واضح ہے کہ جن احادیث میں نزول عیسیٰ بن مریم کی پیش گوئی نبی ﷺ سے وارد ہے۔ گو وہ احادیث صحیح تو ہیں۔ مگر مرزا قادیانی ان کو مصروف عن الظاہر ٹھہرا کر اس کی ایسی تاویل فرماتے ہیں۔ جو صرف بموجب قواعد عربیہ کے صحیح ہے اور چونکہ انہوں نے ان کے مصروف عن الظاہر ہونے کے واسطے کسی صارف شرعی کا ذکر نہیں کیا اور جواز تاویل کے واسطے صرف اس قدر کافی سمجھا ہے کہ وہ قواعد عربیہ کے موافق ہو۔ گو وہ مخالف اصول شریعت ہو تو اس تقدیر پر کیا اب ہر ملحد کو گنجائش نہیں ہے کہ وہ نصوص قرآن وحدیث کے جو معنی چاہے بموجب قواعد عربیہ گھڑ ڈالے۔ جیسا کہ ''اتموا الصیام الی اللیل'' کی تفسیر میں ایک شخص کہہ سکتا ہے۔ ''ای اتموا الا مساك عن الاكل حتیٰ تاكلوا افراخ الحباری لان المراد باللیل هو افراخ الحباری''

اور اگر یہ باطل ہے تو آپ کا مزعوم بھی باطل ہے۔ کیونکہ قواعد عربیت کے مطابق دونوں صحیح ہیں اور اصول شریعت کے دونوں خلاف ہیں۔

یا جس طرح بعض روافض نے آیہ ''مرج البحرین یلتقیان بینهما برزخ لا یبغیان یخرج منهما اللؤلؤ والمرجان'' کی تفسیر میں لکھا ہے۔ بحرین سے علیؓ وفاطمہؓ مراد ہیں اور لولو اور مرجان سے حسنؓ اور حسینؓ مراد ہیں اور اس تفسیر میں قواعد عربیت کے مطابق کوئی نقصان نہیں۔ کیونکہ باب تشبیہ واستعارہ واسع ہے اور مرزا قادیانی اور ان کے حواری مراد الٰہی کو ہمیشہ استعارات وکنایات میں مانتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ روافض کی یہ تفسیر الحاد ہو اور مرزا قادیانی کی تفسیر عین مراد ہو۔ حالانکہ شیخ جلال الدین ایسی تفسیر کی نسبت لکھتا ہے: ''واما التاویل المخالف للآیة والشرع فمحظور لانه تاویل الجاهلین مثل تاویل الروافض قوله تعالیٰ مرج البحرین یلتقیان ۰ انهما علیؓ وفاطمةؓ یخرج منهما

اللؤلؤ والمرجان الحسنؓ والحسینؓ اعاذنا الله من ذالك "

اورزیادہ تعجب یہ ہے کہ وہ اس تاویل باطل کو مصداق "یوم یأتی تاویله " فرماتے ہیں اور مرادالٰہی کو اپنے مزعوم باطل کے موافق اعتقاد کرتے ہیں اور ہمارے سلف کا اس بارہ میں عقیدہ یہ ہے۔ " ولو قال المراد کذا ولم یسمع فیه شیئاً فلا یحل له وهو الذی نهی عنه "

پس اگر ان کے پاس سوائے اختراع عقلی کے اور کچھ ذخیرہ سماع ونقل کا اس بارہ میں ہے تو وہ ہم کو کیوں محروم کرتے ہیں۔ ورنہ ان کو ضرور لحاظ چاہئے کہ ایک روز خداتعالیٰ کے روبرو مقام ہوگا۔

انہیں علام نے بڑی شدومد سے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ لفظ نزول سے نزول بجسم عنصری مراد لینا کچھ ضرور نہیں ہے اور اس کے چند امثلہ بیان کرنے میں تطویل لاطائل فرمائی ہے۔ حالانکہ ضرورت کا کسی نے دعویٰ نہیں کیا اور یہ کوئی نہیں کہتا کہ لفظ نزول سے مراد ہمیشہ نزول بجسم عنصری ہی ہوا کرتا ہے۔ بلکہ یہ دعویٰ ہے کہ لفظ نزول منافی نزول جسم عنصری نہیں ہے۔ بلکہ نزول جسد عنصری کو بھی شامل ہے اور جہاں بضرورت تصریح شارع علیہ السلام مراد نزول سے نزول بجسم عنصری ثابت ہوا ہو۔ وہاں اس کا ترک کرنا من غیر دلیل شرعی باطل ہے۔ جیسے کہ نزول عیسیٰ بن مریم جس پر نصوص شریعت ناطق ہیں جو جمہور اہل سنت کا عقیدہ حقہ ہے اور جس کے انکار کی کوئی وجہ کسی مدعی کے پاس نہیں ہے۔ پس مرزاقادیانی اور ان کے حواری کس ضرورت سے اس کے مخالف ہیں اور یہ سب تو اس تقدیر پر ہے۔ جس کو ہم بقول حواری ایسی تاویلات کو قواعد عربیہ کے موافق بھی مان لیں۔ حالانکہ یہ قواعد عربیت کے بھی بالکل خلاف ہے۔ اس واسطے کہ قواعد عربیت کے موافق معنی حقیقی اصل ہیں اور تاوقتیکہ تعذر حقیقت ثابت نہ ہو۔ " صیرورت الی المجاز " باطل ہے اور ان حضرت حواری نے تعذر حقیقت ہنوز ثابت نہیں فرمایا تو صرف امکان مجاز ان کو مفید نہیں ہوسکتا۔

پس اب بجواب سوال انہیں علام کے لکھا جاتا ہے کہ جب حدیث صحیح میں لفظ ابن مریم وارد ہے اور ابن مریم کے حقیقی معنی مثیل مسیح کے نہیں ہیں اور لفظ نزول شامل نزول جسدی کو بھی ہے اور نصوص شریعت اس کی تعیین پر ناطق ہیں اور موافق عقیدہ اہل سنت کے وہ محمول علی ظواہرہا ہیں اور صرف (پھیرنا) ان نصوص کا، من غیر دلیل شرعی، جائز نہیں ہے۔ تو مرزاقادیانی کے قصور کے واسطے یہی کافی ہے کہ انہوں نے خلاف نصوص شریعت، نزول جسدی عیسیٰ ابن مریم سے انکار کیا

اور عیسیٰ ابن مریم سے مثیل عیسیٰ مراد لے کر مخالف قواعد عربیت ترک حقیقت اور ارتکاب مجاز کیا اور اس سے زیادہ دین میں کیا قصور ہو سکتا ہے۔

''وفی العقائد: وصرف النصوص عن الظاهر والعدول عنها الحاد''

یہ حضرات یہ نہیں سمجھتے کہ وقوع وصحت استعارہ کلام عرب میں بحسب قواعد عربیت اور چیز ہے اور جواز استعارہ نصوص شرعیہ میں بغیر اعتماد نقل شارع کے اور چیز ہے اور جو شخص نصوص شرعیہ کے صرف عن الظاہر من غیر دلیل شرعی کا مانع ہو اس کے واسطے ان حواریین کا کلام اور لاطائل امثلہ تشبیہ واستعارہ ایک فسانہ نہیں ہے تو کیا ہے۔

اب ہم اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں اور چونکہ اصل مخاطب ہمارے مرزا قادیانی ہیں۔ اس لئے ہم ان حضرات کے خیالات کی نسبت اس موقع پر اس سے زیادہ اور کچھ کہنا نہیں چاہتے اور چونکہ درحقیقت مدار عیسویت مرزا قادیانی اور حواریت حواریین صرف اس ڈھکوسلہ پر ہے کہ نصوص شرعیہ مصروف عن الظاہر ہیں اور تمام خرافات کی بناء اسی بناء فاسد پر ہے کہ خدا کی اور اس کے رسول کی مراد ہمیشہ استعارات وکنایات میں ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے ہمیشہ ضرورت ہے کہ ہم صرف اس بحث کو اوّل ختم کر لیں۔

پس یہ تو بخوبی ثابت ہو گیا کہ اہل سنت والجماعت کے عقائد حقہ کے موافق نصوص شرعیہ محمول علی ظواہرہا ہیں۔ مالم یصرف عنہا صارف شرعی اور خدا کی مراد کا ہمیشہ استعارات وکنایات میں ماننا ابطال شریعت بالکلیہ ہے۔ بایں لحاظ کسی مدعی کی رائے فاسد اور تاویل باطل سے صرف نصوص عن الظاہر جائز نہیں ہو سکتا۔ مگر ایک احتمال باقی ہے وہ یہ کہ مرزا قادیانی کے الہامات کو صارف شرعی اعتقاد کیا جاوے اور بربناء الہام ان نصوص ظاہرہ اجماعیہ کو مصروف عن الظاہر مانا جاوے۔ پس یہ زعم بھی ان کا باطل محض ہے۔ کیونکہ الہام غیر النبی، حجۃ شرعیہ نہیں ہے اور بعض کے نزدیک جو الہام غیر النبی صرف بحق ملہم حجۃ ظنیہ مانا گیا ہے۔ وہ بھی بشرط موافقت شرع ہے۔

''قال شارح المنار فی مقام تقسیم الوحی، الثالث ما تبدی لقبه بلا شبهة بالهام من الله تعالی بان اراه بنور من عند وهو المسمی بالالهام ویشترك فیه الاولیاء ایضا وان كان الهامهم یحتمل الخطاء والصواب وایضافیه والهام الاولیاء، حجة فی حق انفسهم ان وافق الشریعة ولم یتعد الی غیرهم وایضا فی التوضیح الثالث ما تبدی لقلبه بلا شبهة بالهام من الله تعالیٰ بان اراه بنور الله من عنده كما قال الله تعالیٰ لتحكم بین

الناس بما اراك الله وكل ذلك حجة بخلاف الهام الاولياء فانه لا يكون حجة على غيرهم"

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ الہام غیر النبی، حجت ملزمہ علی الغیر نہیں ہے اور خود ملہم کے حق میں بھی حجت ظنیہ، بشرط موافقت شرع ہے اور چونکہ مرزا قادیانی کے الہامات بالکل خلاف شرع ہیں اور ان میں اس قدر بھی صلاحیت نہیں ہے کہ وہ مرزا قادیانی کے لئے بھی حجت ظنیہ ہوسکیں۔ تو اب یہ زعم کہ ایسے الہامات نصوص شرعیہ کے ردو ابطال کے واسطے کافی ہوں گے یا ان کے ذریعہ سے صرف النصوص عن الظاہر جائز ہوگا۔ باطل محض ہے اور در حقیقت یہ ردو اباء نصوص کا ہے جو قطعاً الحاد اور عدول عن الاسلام ہے۔

غرض کہ جب یہ محقق ہوگیا کہ نصوص کتاب وسنت محمول علی ظواہر ہا ہیں۔ مالم یصرف عنہا دلیل قطعی اور نیز یہ ثابت ہوگیا کہ ایسے الہامات جو ناشی از وسوسہ نہیں ہیں۔ دلیل شرعی نہیں ہوسکتے۔ جو صارف نصوص ہوسکیں اور خدا کی مراد اگر ہمیشہ استعارات وکنایات میں مانی جائے تو ظاہر شریعت باطل ومتروک ہوجائے گی تو اب ہم کہہ سکتے ہیں کہ مرزا قادیانی کا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے نزول سے قطعاً انکار کرنا اور عیسیٰ ابن مریم سے مثیل عیسیٰ ابن مریم مراد لے کر خود دعویٰ نبوت وعیسویت کرنا انکار امر منصوص ہے اور وہ الحاد ہے۔ اہل حق کا یہ عقیدہ ہے کہ نزول عیسیٰ بن مریم اشراط ساعۃ میں سے ہے۔ (چنانچہ حدیث صحیح مسلم میں پیغمبر ﷺ نے قیامت کی دس نشانیاں بیان فرمائیں اور ان میں نزول عیسیٰ بن مریم کا بھی ذکر فرمایا) اور فیما اخبر به النبی ﷺ وفیما علم مجیٔه بالضرورة میں داخل ہے۔ پس اس سے انکار کرنا تکذیب النبی فیما اخبربه وفیما علم مجیٔه به بالضرورة ہے۔ چنانچہ علامہ تفتازانی شرح عقائد میں لکھتا ہے:

"وما اخبر به النبی ﷺ من اشراط الساعة من خروج الدجال ودابة الارض ویاجوج وماجوج ونزول عیسیٰ ابن مریم وطلوع الشمس من مغربها حق"

بخاری اور مسلم میں نزول عیسیٰ ابن مریم کی بابت جو روایت ہے وہ یہ ہے: "عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ والذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویفیض المال حتیٰ لا یقبله احد حتیٰ تکون السجدة الواحدة خیراً من الدنیا وما فیها ثم یقول

ابوھریرہ فاقرؤا ان شئتم وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ، متفق علیہ وفی مسلم عن ابی ھریرة قال قال رسول اللہ ﷺ لینزلن ابن مریم حکماً عدلاً فلیکسرن الصلیب ولیقتلن الخنزیر ولیضعن الجزیة ولیترکن القلائص فلا یسعی الیھا ولیذھبن الشحناء والتباغض والتحاسد ولیدعون الی المال فلا یقبلہ احد''

ایسے نصوص صریحہ کے بعد ہر وہ شخص جو دین کی آنکھ رکھتا ہو۔ سمجھ سکتا ہے کہ مرزا قادیانی کا عیسیٰ ابن مریم کے نزول سے انکار اہل حق کے عقیدہ کے خلاف اور بلاشبہ تکذیب النبی فیما علم مجیٔہ بہ بالضرورة میں داخل ہے اوران کا یہ الہام اوہام شیطانی کے قبیل سے ہے اور ایسی نصوص صریحہ کا انکار جو حکم متواترات میں ہیں۔ کمال جسارت اسلام میں ہے۔ شوکانی رسالہ توضیح میں ان احادیث کے نقل کے بعد جو نزول عیسیٰ ابن مریم کے متعلق ہیں۔ لکھتا ہے:

''فھذہ تسعة وعشرون حدیثاً تنضم الیھا احادیث آخر ذکر فیھا نزول عیسیٰ منھا ما ھو مذکور فی احادیث دجال ومنھا ما ھو مذکور فی احادیث المنتظر وتنضم الی ذلک ایضاً الآثار الواردة عن الصحابة فلھا حکم الرفع اذ لا مجال للاجتھاد فی ذلک فمنھا عن ابی ھریرہ عند ابن ابی شیبہ ومنھا عنہ ایضا ذکرہ فی کنز العمال، ومنھا عنہ ایضا ذکرہ فیھا ومنھا عن ابن عباس ذکرہ فی الکنز ومنھا عنہ ایضا ذکرہ فیہ ومنھا عن عبداللہ ابن عمر ذکرہ ابن ابی شیبةؒ ومنھا عن ابن مسعود ذکرہ فی کنزالعمال وجمیع ما سلفناہ بالغ حد التواتر کما لا یخفی علی من لہ فضل اطلاع''

مرزا قادیانی کا یہ اعتقاد بھی اہل حق کے عقیدہ کے خلاف ہے کہ وہ تعدد مسیح کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ میں اس بات سے بھی انکار نہیں کرتا کہ کوئی اور بھی مسیح ہو۔ حالانکہ شریعت محمدیہ علی صاحبہا الف الف صلوٰة وتحیة صرف ایک ہی مسیح کا وجود ہم کو بتاتی ہے اور اس کے اصول ہرگز تعدد مسیح کو مقتضی نہیں ہیں۔ بلکہ مقتضی کیا معنی، تعدد ان کے منافی ہے۔ کیونکہ اگر ایک اور بھی مسیح مرزا قادیانی کے عقیدہ کے موافق محتمل ہو تو ان شقوق سے خالی نہ ہوگا کہ:

۱..... یا تو وہ اور مرزا قادیانی دونوں نبی ہوں گے۔

۲..... یا وہ اور مرزا قادیانی دونوں نبی نہ ہوں گے۔

۳..... یا مرزا قادیانی نبی ہوں وہ نبی نہ ہوگا۔

۴..... یا وہ نبی ہوگا مرزا قادیانی نبی نہ ہوں گے۔

اور یہ سب شقوق باطل ہیں۔

احتمال اوّل یعنی یہ کہ مرزا قادیانی اور وہ دونوں نبی ہوں۔ اس لئے باطل اور کفر ہے کہ انکار ختم رسالت کو مستلزم ہے اور آیت ''ولکن رسول الله وخاتم النبیین ''اور حدیث ''انا خاتم النبیین لا نبی بعدی'' سے بالکل منافی ہے۔

اور احتمال ثانی اس لئے باطل ہے کہ اگر دونوں نہ ہوں تو سلب النبوۃ عن المسیح موعود لازم آئے گا۔ حالانکہ یہ عقیدہ اہل حق کے خلاف ہے۔ جیسا کہ حجج الکرامۃ میں ابن ابی ذہب سے منقول ہے۔

''فهو رسول ونبی کریم علی حاله لا کمایظن بعض الناس انه یاتی واحدا من هذه الامة بدون نبوة ورسالة وجهل انهما لا تزولان بالموت فکیف بمن هو حی''

چنانچہ یہی عقیدہ تمام اہل حق کا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم بعد نزول بھی رسول ہوں گے۔ جیسے کہ وہ قبل الرفع رسول تھے اور جیسا کہ بعض جہلاء نے خیال کیا ہے کہ وہ بعد نزول احد من الناس ہوں گے ایسا نہ ہوگا۔

احتمال ثالث، یعنی یہ کہ مرزا قادیانی نبی ہوں اور وہ نبی نہ ہو۔ یہ بھی باطل ہے۔ کیونکہ وہ پھر مسیح موعود نہ ہوگا۔ مسیح موعود کو تو نبوت لازم ہے اور جب مرزا ''نعوذ بالله من ذلك ''نبی ہوں اور وہ نبی نہ ہو تو وہ مسیح نہ ہوگا اور مسیح غیر موعود کا نزول باطل ہے۔ پھر مرزا قادیانی کا یہ فرمانا کہ مجھے اس سے انکار نہیں ہے کہ اور بھی کوئی مسیح ہو۔ بجز فریب کے اور کیا ہوگا؟

اب شق رابع رہی۔ یعنی یہ کہ مرزا قادیانی نبی نہ ہوں اور وہ مسیح محتمل نبی ہو اور پھر مرزا قادیانی کو اس وقت اصلی مسیح موعود مانا جاوے۔ یہ بھی صریح باطل ہے۔ کیونکہ مسیح موعود کو تو نبوت لازم ہے اور جب مرزا قادیانی نبی نہ ہوں گے تو آنے والے یعنی مسیح موعود کیوں کر ہوں گے۔ گو وہ اپنے کو مثیل سے تعبیر کریں۔ مگر جب موعود کہیں گے تو اصیل آپ ہی بن جاویں گے۔

مرزا قادیانی پر یہ بھی کھول دیا گیا کہ مسیح ابن مریم جس پر انجیل نازل ہوئی تھی۔ وہ فوت ہوگیا اس کی روح بہشت میں سیر کر رہی ہے۔ اس پر دوبارہ موت طاری نہ ہوگی۔ پس وہ ہرگز نازل نہ ہوگا۔

مگر ہم یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ اگر مرزا قادیانی پر یہ کھول دیا گیا ہے تو سبیل شریعت اسلام ان پرضرور مسدود کردی گئی ہے جو نزول عیسیٰ بن مریم پر ناطق ہے اور جس میں یہ مصرح ہے کہ عیسیٰ ابن مریم فوت نہیں ہوا۔ بلکہ زندہ اٹھالیا گیا ہے۔ تفسیر ابوالسعود میں تحت قولہ تعالیٰ ’’انی متوفیك ورافعك الیّ ‘‘ لکھا ہے۔

’’قوله انی متوفیك ای مستوفی اجلك ومؤخرك الیٰ اجلك المسمی عاصماً لك من قتلهم او قابضك من الارض من توفیت مالی اومتوفیك نائما اذ روی انه رفع نائما وقیل ممیتك فی وقتك بعد النزول من السماء ورافعك الآن اوممیتك من الشهوات العائقة عن العروج الیٰ عالم الملکوت وقیل اماته اللّٰه سبع ساعات ثم رفعه الیٰ السماء والیه ذهبت النصاری قال القرطبی والصحیح ان اللّٰه تعالیٰ رفعه من غیر وفات ولا نوم کما قال الحسن وابن زید وهو اختیار الطبری وهو الصحیح عن ابن عباس‘‘

صاحب بیضاوی لکھتا ہے: ’’ای مستوفی اجلك ومؤخرك الیٰ اجلك المسمی عاصماً ایاك من قتلهم‘‘

فخر رازی، کبیر میں لکھتا ہے: ’’معنی قوله تعالیٰ انی متوفیك ای متمم عمرك فح اتوفاك فلا اترکهم حتیٰ یقتلوك بل انا رافعك الیٰ سمائی ومقربك الیٰ ملائکتی واصونك عن ان یتمکنوا من قتلك وهذا تاویل حسن‘‘

اس کے بعد لکھتا ہے: ’’الوجه الرابع فی تاویل الآیة ان الواوفی قوله تعالیٰ متوفیك ورافعك الیّ تفید الترتیب فالآیة تدل علی انه تعالیٰ یفعل به هذه الفعال فاما کیف ومتی یفعل فالامر فیه موقوف علی الدلیل وقد ثبت بالدلیل انه حی ورد الخبر عن النبی ﷺ انه سینزل ویقتل الدجال ثم انه تعالی یتوفاه بعد ذلك‘‘

اس کے بعد ایک اور توجیہ لکھی ہے۔ چنانچہ کہتا ہے: ’’التوفی هوا خذا الشئ وافیا ولما علم اللّٰه تعالیٰ ان من الناس من یخطر بباله ان الذی رفعه اللّٰه هو روحه لا جسده ذکر هذا الکلام لیدل علی انه علیه الصلوٰة والسلام رفع بتمامه الیٰ السماء بروحه وبجسده ویدل علی صحته هذا التاویل قوله تعالیٰ ولا یضرونك من شئ‘‘

کمالین حاشیہ جلالین میں اس مقام کے متعلق لکھا ہے:''التوفی هو القبض یقال وفانی فلان دراهمی واوفانی وتوفیتها منه غیر ان القبض یکون بالموت وبالاصعاد فقوله رافعك الیّ من غیر موت تعیین للمراد وفی البخاری قال ابن عباس متوفیك ای ممیتك معناه فی وقت موتك بعد النزول من السماء ورافعك الآن''

دیکھو مفسرین کی ان تمام تصریحات اور تعیین مراد سے کالشمس فی نصف النہار ثابت ہے کہ عیسیٰ ابن مریم زندہ ہیں اور متوفیک کے معنی متمم عمرک اور مستوفی اجلک کے ہیں۔ مگر چونکہ مرزا قادیانی کو خود عیسیٰ بننے کے واسطے ضرورت ہے کہ وہ عیسیٰ موعود کے نزول سے انکار کرے اور اسلام کے اس ضروری عقیدہ کو اپنے افتراء کے ذریعے باطل قرار دے۔ پس اسی ضرورت سے اس نے ایک نیا قاعدہ اسلام میں ایسا اختراع کیا ہے۔ جس کی کوئی اصل ہم کو شریعت محمدیہ سے نہیں ملتی۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ عیسیٰ موعود تو بہشت بریں میں داخل ہو چکے ہیں۔ اب ان پر دوبارہ موت طاری نہیں ہو سکتی۔ لیکن اس خرافات کا کوئی مطلب ہرگز ہم نہیں سمجھتے۔ کیونکہ اگر اس کا یہ مطلب ہے کہ جو ایک بار بہشت بریں میں کسی طرح داخل ہو گیا۔ پھر وہ وہاں سے نکل ہی نہیں سکتا۔ تو یہ مشکل ہوگی کہ ہمارے نبی پاک حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا شب معراج میں بہشت بریں میں داخل ہونا شرعاً ممتنع ہوگا۔ ورنہ بعد دخول جنت وہ پھر دنیا میں کس طرح لوٹ کر آتے اور اگر وہ بہشت بریں میں داخل ہو کر دنیا میں آسکے تو عیسیٰ موعود کا پھر نازل ہونا کیونکر شرعاً مستبعد ہو سکتا ہے؟ کیونکہ جس طرح آنحضرت ﷺ قبل الاجل، بطریق سیر، بہشت بریں میں داخل ہو کر پھر دنیا میں آگئے۔ عیسیٰ موعود بھی قبل الاجل ایک زمان معین تک بہشت میں رہ کر پھر آسکتے ہیں۔ گو سبب دخول اور زمان قیام میں دونوں کے فی الجملہ اختلاف ہو۔ مدعا تو ''نزول فی الدنیا بعد دخول الجنة '' ہے اور وہ بہرکیف عقلاً اور شرعاً ثابت ہے اور اگر مرزا قادیانی کا مطلب یہ ہے کہ جس پر ایک بار موت طاری ہوگئی ہو۔ اس پر دوبارہ موت طاری ہونا مستحیل ہے تو اس کے لئے بھی کوئی اصل شرعی نہیں ہے۔ بلکہ اس کے ابطال صریح کے واسطے آیت:''کالذی مرّ علی قریة وهی خاویة علی عروشها قال انّٰی یحیی هذه الله بعد موتها فاماته الله مأة عام ثم بعثه''

اور قصہ اصحاب حزقیل کما قال اللہ تعالیٰ!

''الم تر الیٰ الذین خرجوا من دیارهم وهم الوف حذر الموت فقال لهم اللّٰه موتوا ثم احیاهم''

اور بہت سے معجزات انبیاء اور خود اعجاز عیسوی کافی وافی ہیں اور جب کہ دوبارہ موت کا طاری ہونا کسی طرح پر خلاف اصول شریعت نہیں تھا تو اسی بناء پر صاحب فتح الباری لکھتا ہے کہ جو لوگ حضرت عیسیٰ کی موت ''قبل الرفع'' کے قائل ہیں۔ اگر ان کا یہ قول ضعیف بھی مان لیا جائے تو کوئی استحالہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ بعد نزول پھر فوت ہوسکتا ہے۔ چنانچہ عبارت اس کی یہ ہے:

''وعلیٰ هذا فاذا نزل الیٰ الارض ومضت المدة المقدرة یموت ثانیاً''

تو اب مرزا قادیانی کے اس اصل فاسد کے واسطے کہ عیسیٰ تو ایک بار فوت ہوگیا۔ اس کی روح بہشت بریں میں سیر کر رہی ہے۔ اس پر دوبارہ موت طاری نہ ہوگی۔ کون سی اصل شرعی ہے۔ ہم تو کہہ سکتے ہیں کہ اگر خلاف جمہور ہم آپ کے اس زعم باطل کو بھی تسلیم کرلیں کہ عیسیٰ موعود فوت ہو چکا۔ تاہم وہ ضرور نازل ہوگا اور خدا اپنا وعدہ پورا کرے گا اور وہ دوسری بار فوت ہو جاوے گا تو بجز اس کے کہ مرزا قادیانی کو عیسیٰ بننے کا موقع نہ ملے گا اور کیا حرج لازم آوے گا اور اگر مرزا قادیانی کا یہ مطلب ہے کہ جو شخص ایک بار اپنی اجل معین فی الدنیا کو پورا کر کے بہشت بریں میں داخل ہوگیا۔ وہ بہشت بریں سے اس طرح نہ نکالا جاوے گا کہ پھر وہ اس میں داخل نہ ہو سکے اور اس پر وعدہ الٰہی کے موافق دوسری بار موت بھی طاری نہ ہوگی تو یہ مسلم ہے۔ مگر عیسیٰ موعود پر اجل معین فی الدنیا پورا ہونے کے بعد کب موت طاری ہوئی ہے اور وہ ''بعد اتمام الاجل فی الدنیا'' کب بہشت میں داخل ہوئے ہیں جو ان کا بہشت سے آنا مستحیل ہو۔ بلکہ اس کی اجل تو ہنوز باقی ہے تو اب اس کا ''نزول فی الدنیا'' اور ''خروج من الجنة'' اس طرح نہ ہوا کہ وہ بہشت میں نہ جاسکے۔ بلکہ وہ اپنی باقی ماندہ اجل کو پورا کر کے بعد وفات پھر جنت میں داخل ہوگا اور اس کے بعد کبھی پھر نہ نکالا جائے گا۔ مگر ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ بعض بطلاء اپنے زعم میں پہلے سے ایک غرض فاسد قرار دے کر اصول شریعت کو اپنے زعم باطل کا تابع بنایا کرتے ہیں جو انہیں پردے کے لائق ہوتی ہے اور اس کو تحریف شریعت کہا جاتا ہے۔

اب بڑا استدلال مرزا قادیانی کا عبداللہ بن عباسؓ کی اس تفسیر سے ہے جو بخاری میں ابن عباسؓ سے منقول ہے۔ ''متوفیك ای ممیتك'' مگر ہم اس کے معنی اور بخاری کی مراد کو پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ابن عباس کی تفسیر لفظ ''متوفیك'' کی لفظ ''ممیتك'' کے ساتھ ہرگز اس پر دال نہیں ہے کہ وہ قبل النزول عیسیٰ بن مریم کی موت کا قائل ہے۔ بلکہ اپنے وقت پر موت کا قائل

ہے اور اگر فرضاً اس سے منقول بھی ہو تو ابو سعود کی تفسیر کے موافق بناء بر اصح الروایتین ابن عباس کا مذہب یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ رفع من غیر موت کا قائل ہے اور اس کی تفسیر کی صحیح توجیہ یہ ہے۔
''ای ممیتك عند اجلك المسمی بعد النزول من السماء ورافعك الآن''
تو اب مرزا قادیانی کا اس ضعیف بنیاد پر عیسیٰ ابن مریم کے نزول سے انکار کرنا اور ایسے حکم منصوص سے اباء کرنا اور عیسیٰ بن مریم کی موت کا قائل ہو کر نصاریٰ کے مذہب کی تائید کرنا، قانون شریعت اسلامیہ کے بالکل خلاف ہے۔

اس مقام پر (مرزا قادیانی کے) بعض حواریین نے لکھا ہے کہ اگر خدا کی مراد یہ مانی جاوے کہ اوّل عیسیٰ بجسم عنصری اٹھائے جاویں گے۔ اس کے بعد وفات پاویں گے تو خدا کے کلام میں بلاغت نہیں رہتی۔ کیونکہ اس تقدیر پر یوں کہنا مناسب تھا۔
''یا عیسیٰ انی رافعك بجسمك العنصری ثم متوفیك، الخ''
اور نقصان بلاغت کا منشاء غالباً یہ سمجھا ہے کہ رفع اوّل واقع ہوگا اور موت اس کے بعد ہوگی تو گویا ترتیب واقعات اور قصہ میں تقدیم وتاخیر لازم آوے گی۔ پس ان حضرت حواری نے بلاغت صرف قصوں کی ترتیب کا نام سمجھا ہے اور نعوذ باللہ اگر اسی کا نام بلاغت ہو تو تمام قرآن پاک میں شاید بلاغت نہ رہے۔ کیونکہ یہ ترتیب قصص وامثال میں کہیں ملحوظ نہیں ہے۔ دیکھو سورۃ بقرہ میں اوّل ارشاد ہے۔''ان اللہ یأمرکم ان تذبحوا بقرۃ''اور آخر میں مذکور ہے:
''واذ قتلتم نفساً، الخ''
اور ان حضرت حواری کی بلاغت مقتضی یہ چاہتی ہے کہ خدا یوں فرماتا:''واذ قتلتم نفساً فادارأتم فیها امرکم اللہ تعالیٰ ان تذبحوا بقرۃ''
(اور سورۃ قاف میں ہے۔کذبت قبلهم قوم نوح واصحاب الرس وثمود وعاد وفرعون واخوان لوط اس جگہ اللہ نے عاد کو ثمود کے بعد اور اخوان لوط کو فرعون کے بعد ذکر فرمایا ہے اور جس کو قرآن سے کچھ بھی لگاؤ ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ثمود، عاد کے بعد ہوئے ہیں اور فرعون لوط کے بعد دیکھو سورہ اعراف اور عنکبوت میں یہ دو آیتیں ہیں۔''واذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد عاد وبوأکم فی الارض''نے ان میں صریح ذکر ہے کہ ثمود بعد عاد کے ہوئے ہیں اور لوط، ابراہیم کے زمانہ میں اور موسیٰ اور فرعون، ابراہیم کے بعد ہوئے ہیں تو اب محاورہ قرآنی اور ترتیب زمانی برائے حجت قادیانی باطل ولایعنی ہوگئی)

پس بیان فرماویں کہ اس بے ترتیبی سے کس قدر بلاغت میں نقصان لازم آتا ہے۔
''اعاذنا الله من ذلك '' وہ نہیں سمجھتے کہ بلاغت عبارت ہے۔کلام کے مطابق مقتضی حال ہونے سے، اور چونکہ اس مقام پر پروردگار عالم کورد زعم یہود مدنظر تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل سے دھمکاتے تھے اور حضرت عیسیٰ کی تسلی خدا تعالیٰ کو ملحوظ تھی۔تو ارشاد فرمایا کہ:''یعیسیٰ انی متوفیك ''یعنی اے عیسیٰ تو اپنی اجل معین کو پورا کرے گا اور معمول کی موت سے مرے گا۔یہود کو دسترس نہ ہوگی کہ وہ تجھ کو قتل کر سکیں اور اس اجل معین کے پورے ہونے تک ہم تجھ کو زمین سے اٹھالیں گے اور ان کے کید وایذاء سے محفوظ رکھیں گے۔پس اب حواری صاحب خدا تعالیٰ کے کلام میں دخل دینے کے واسطے ذرا اپنی قابلیت کا تو اندازہ فرمالیں۔دیکھو عبارت فتح الباری بھی اسی مدعا پر دال ہے۔

''قال العلماء الحکمة فی نزول عیسیٰ دون غیرہ من الانبیاء الرد علی الیھود فی زعمھم انھم قتلوہ فبین الله تعالیٰ کذبھم وانه الذی یقتلھم''

علامہ رازی لکھتا ہے:''معنی قوله تعالیٰ انی متوفیك ای متمم عمرك فح اتوفاك فلا اترکھم حتی یقتلوك بل انا رافعك الیٰ سمائی ومقربك بملٰئکتی واصونك عن ان یتمکنوا من قتلك وھذا تاویل حسن''

اس مقام پر (مرزا قادیانی کے) بعض حواریین نے حضرت ابوہریرہؓ کے اس استشہاد پر جوانہوں نے آیت''وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن به ''سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی نسبت کیا ہے۔جرح فرمائی ہے اور ضمیر''قبل موته ''کا مرجع''کتابی ''کو سمجھا۔حالانکہ ابوہریرہؓ کا استشہاد اس وقت صحیح ہوتا ہے۔جب کہ اس ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں۔پس حضرت ابوہریرہؓ قائل ہوئے کہ''کتابی ''اس کا مرجع نہیں ہے اور یہی مذہب حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا ہے۔چنانچہ فتح الباری میں اسی استشہاد کے متعلق لکھا ہے:

''ھکذا عبارته وقوله فی الآیة وان بمعنی ما ای لایبقی احد من اھل الکتاب وھم الیھود والنصاریٰ اذا نزل عیسیٰ الا آمن به وھذا مصیر من ابی ھریرةؓ الیٰ ان الضمیر فی قوله الا لیؤمنن به وکذلك فی قوله قبل موته یعود علی عیسیٰ ای الا لیؤمنن بعیسیٰ قبل موت عیسیٰ وبھذا جزم ابن عباس فیما رواہ جریر من طریق سعید بن جبیر عنه باسناد صحیح ومن

طریق ابی رجاء عن الحسن قال قبل موت عیسیٰ واللہ انه الآن لحی ولکن اذا نزل آمنوا به اجمعون ونقله عن لکثر اهل العلم وراجحه ابن جریر وغیرہ''

پس اب اہل حق خیال کریں کہ اگر یہ عدول عن مذہب الصحابہ نہیں ہے تو کیا ہے اور جو لوگ اعلم بمعانی القرآن تھے اور جن کی تفسیر ایسے امور میں واجب الاتباع ہے۔ ان کی تفسیر کا ردوابطال نہیں ہے تو کیا ہے؟

''وهل هذا الابلاء مبین وهذا خلاف بین اصحاب محمد رسول اللہ وبین اصحاب القادیانی اعاذنا اللہ من ذلك التهانی ولا حول ولا قوة الا باللہ''

اور سنئے حضرت قادیانی نے ملائکہ کے وجود سے انکار کیا ہے اور ان کے حواریین نے بھی دبی زبان سے اسی کا اقرار فرما کر تحریر فرمایا ہے کہ ملائکہ کے بازوؤں سے قوائے ملکیہ مراد ہیں اور عقلی تائید اس کی یوں فرمائی ہے کہ پرندوں کے سوائے دو بازو کے تین یا چار بازو نہیں ہوتے۔

''کبرت کلمة تخرج من افواههم ان یقولون الا کذبا''

اللہ پاک صاف اپنے کلام میں ارشاد فرماتا ہے: ''الحمد للہ فاطر السماوات والارض جاعل الملائکة رسلا اولی اجنحة مثنیٰ وثلاث ورباع یزید فی الخلق مایشاء''

اس کلام سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ملائکہ پروں والے ہیں۔ دو پر والے اور تین پر والے اور چار پر والے اور اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ جس قدر چاہے اور زیادہ کرے۔ جس کی تصدیق احادیث صحیحہ میں ہے۔ چھ سو پروں والے فرشتے بھی ہیں اور ان حواری صاحب کا نیچر فرماتا ہے کہ دو پروں سے زیادہ ناممکن ہے۔ ''وهل هذا الاخلاف بین حواری القادیانی وبین اللہ تعالیٰ اعاذنا اللہ من ذلك''

حضرت حواری نے نیچر کے حکم کے موافق اس امر کو مستبعد سمجھا ہے کہ ایک پرند کے تین یا چار بازو ہو سکیں۔ حالانکہ نیچر کے موافق بھی وہ مستبعد نہیں ہے۔ کیونکہ ان حضرت حواری نے ایک چھوٹا سا جانور غیر پرند، جس کو ہزار پایا کہتے ہیں۔ ضرور دیکھا ہوگا۔ دیکھو وہ ہزار پاؤں سے کیسی صاف رفتار چلتا ہے۔ اسی طرح اگر ہزار پر کا طائر خدا ایسا بنادے۔ جو ہزار پروں سے اسی

طرح اڑ سکے۔ جس طرح ہزار پاؤں سے ہزار پایا چلتا ہے۔ تو کیا خدا کی قدرت سے بعید ہے۔ باقی زبدہ کی تحریر پر غرہ ہونا اہل علم کا کام نہیں۔ کیا ضرورت عقلی یا نقلی داعی ہے جو ہم "صرف النصوص عن الظاهر" کے قائل ہوں اور مذاہب صحابہ سے عدول کر کے الحاد اختیار کریں۔ حواری مذکور نے اس لفظ حدیث پر بہت تعجب کیا ہے۔ "واضعا کفیه علی اجنحة ملکین" اور وہ فرماتے ہیں کہ اوپر سے اترنے والا پروں پر ہتھیلیاں کیونکر ٹیک سکتا ہے اور پھر فرماتے ہیں کہ حدیث "لتضع اجنحتها لطالب العلم" کے پھر کیا معنی ہوں گے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں۔ مجمع البحار میں ہے۔ "قیل هو بمعنی التواضع تعظیما لحقه" اور اس سے یہ ثابت کیا ہے کہ جو معنی تواضع کے یہاں ہیں۔ وہی معنی تواضع کے حدیث "واضعا کفیه علی اجنحة الملکین" میں ہوں گے۔ "فیا اسفاه علی ضیعة العلم واهلیها" اے حضرات اہل حق ذرا خیال فرمائیے کہ معنی لفظ اجنحہ کے تواضع کے ہیں تو حدیث نزول عیسیٰ ابن مریم میں "واضعا کفیه علی اجنحة الملائکة" کے یہ معنی ہوئے کہ حضرت عیسیٰ فرشتوں کی تواضع پر ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے اور وہ شاید اہل مذاق کے اس محاورہ کے موافق ہو کہ فلاں شخص اپنی شرم پر ہاتھ رکھ کر آیا اور اس تقدیر پر بے چارے صاحب مجمع البحار کے کلام سے استشہاد کی کیا ضرورت ہوگی۔ کیونکہ وہ تو "وضع اجنحة" کے معنی تواضع کے بیان کرتا ہے۔ "اجنحة" کا محاورہ نہیں بیان کرتا اور "وضع اجنحة" بمعنی "تواضع وخفض اجنحة" بمعنی "العجز" عین محاورہ ہے۔ "کما فی مجمع البحار وکما قال الله تعالیٰ واخفض لهما جناح الذل" اور اگر مراد حواری صاحب کی یہ ہے کہ "وضع اجنحة" بمعنی التواضع ہے تو حدیث نزول عیسیٰ میں "وضع اجنحة" کہاں ہے جو تواضع مراد ہو۔ وہاں تو "وضع الکف علی الاجنحة" ہے جو خلاف تواضع تسلط علی الغیر ہے۔ پھر تواضع کے کیا معنی ہوں گے؟ اور اگر یہ مراد ہے کہ "وضع الکف علی اجنحة الملائکة" کے معنی بھی تواضع کے ہیں۔ تو اس کے استشہاد کے واسطے کوئی اور محاورہ نقل کیجئے جو مدعا ثابت ہو۔ مجمع البحار میں اس کا کہیں نشان نہیں اور اگر یہ مراد ہے کہ جہاں لفظ "اجنحة" دیکھ لیا۔ وہیں تواضع کے معنی سمجھ لئے کلام کے سیاق وسباق سے کچھ بحث نہیں تو اس فہم عالی کا کیا جواب ہے یہ علوم لدنیہ وہبیہ جو صرف حواریین قادیانی کا حصہ ہے۔ مسجد کے ملاں نرے خدا اور رسول کے فرمانبردار اس کو کیا جانیں۔

اب ہم ان واقعات کو دیکھتے ہیں جو اصلی مسیح ابن مریم کے نزول کے وقت ہونے

چاہئیں اور جن کی تصریح من غیر ریب و مریہ ہمارے شارع سے ثابت ہے۔ چنانچہ سب سے بڑا واقعہ جو عیسیٰ ابن مریم کے زمانہ میں ہوگا۔ قتل دجال ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں نواس بن سمعان سے مروی ہے:

''قال ذكر رسول اللهﷺ الدجال فقال ان يخرج وانا فيكم فانا حجيجه دونكم وان يخرج ولست فيكم فامرؤ حجيج نفسه والله خليفتي على كل مسلم، انه شاب قطط عينه طافئة كاني اشبهه بعبد العزى بن قطن فمن ادركه منكم فليقرأ فواتح سورة الكهف وفي رواية فليقرأ بفواتح سورة الكهف فانها جواركم من فتنة انه خارج خلة بين الشام والعراق فعاث يمينا وعاث شمالاً يا عباد الله فاثبتوا قلنا يا رسول الله وما لبثه في الارض؟ قال: اربعون يوما يوم كسنة ويوم كشهر ويوم كجمعة وسائرا يامه كايامكم قلنا يا رسول الله فذالك اليوم الذي كسنة اتكفينا فيه صلوة يوم؟ قال لا اقدروا اله قدره قلنا يا رسول الله وما اسرعه في الارض؟ قال كالغيث استدبرته الريح فيأتي على القوم فيدعوهم فيؤمنون به ويستجيبون له فيأمر السماء فتمطر والارض فتنبت فتروح عليهم سارحتهم اطول ما كانت ذرى واسبغه ضروعاً وامده خواصر ثم يأتي القوم فيدعوهم فيردون عليه قوله فينصرف عنهم فيصبحون ممحلين ليس بايديهم شئ من اموالهم ويمر بالخربة فيقول لها: اخرجي كنوزك فتتبعه كنوزها كيعا سيب النحل ثم يدعوا رجلاً ممتلئا شبابا فيضربه بالسيف فيقطعه جزلتين رمية الغرض ثم يدعوه فيقبل ويتهلل وجهه ويضحك فبينما هو كذلك اذ بعث الله المسيح بن مريم فينزل عند المنارة البيضاء شرقي دمشق بين مهروذتين واضعاً كفيه على اجنحة م'' ن اذا طأطأ رأسه قطر، واذا رفعه تحدر منه جمان كاللؤلؤ فلا يحل لكافر جد من ريح نفسه الا مات ونفسه منتهى حيث ينتهي طرفه فيطلبه حتى يد كه بباب لد (فيقتله ثم يأتي عيسىٰ ابن مريم) قوم قد عصمهم الله منه فـ سح على وجوههم ويحدثهم بدرجاتهم في الجنة فبينما هو كذلك اذ اوحى الله الىٰ عيسىٰ عليه السلام اني قد اخرجت عباد الىٰ لا يدان لا احد بقتالهم فحرز عبادى الىٰ الطور ويبعث الله يأجوج

وماجوج وهم من كل حدب ينسلون فيمراوائلهم على بحيرة طبرية فيشربون مافيها ويمر آخرهم فيقولون لقد كان بهذه مرة ما ويحصر نبى الله عيسىٰ واصحابه حتى يكون رأس الثور لاحدهم خير امن مأة دينار لاحدكم اليوم فيرغب نبى الله عيسىٰ واصحابه فيرسل (الله) عليهم النغف فى رقابهم فيصبحون فرسى كموت نفس واحدة ثم يهبط نبى الله عيسىٰ عليه السلام واصحابه الى الارض فلا يجدون فى الارض موضع شبر الا ملاه زهمهم ونتنهم فيرغب نبى الله عيسىٰ عليه السلام واصحابه الى الله فيرسل الله طيراً كاعناق البخت فتحلمهم فتطرحهم حيث شاء الله ثم يرسل الله مطراً لا يكن منه بيت مدر ولا وبر فيغسل الارض حتى يتركها كالزلفة ثم يقال للارض أنبتنى ثمرتك وردى بركتك فيومئذ تأكل العصابة من الرمانة ويستظلون بقحفها ويبارك فى الرسل حتى ان اللقحة من الابل لتكفى الفئام من الناس واللقحة من البقر لتكفى القبيلة من الناس واللقحة من الغنم لتكفى الفخذ من الناس فبينماهم كذلك اذا بعث الله ريحاً طيبة فتأخذهم تحت اباطهم فتقبض روح كل مؤمن وكل مسلم ويبقى شرار الناس يتهارجون فيها تهارج الحمر فعليهم تقوم الساعة“

(قاضی محمد سلیمان منصور پوری غایۃ المرام میں بتاتے ہیں کہ اس حدیث کے آدھے حصے کا ترجمہ مرزا قادیانی نے بھی اپنے ازالہ اوہام میں کیا ہے۔ مگر ترجمہ کرتے کرتے بھی بہت ایچ پیچ ڈالے ہیں۔ ایک فقرہ کا ترجمہ کیا اور دو تین ورق غیر مربوط لکھ ڈالے۔ پھر اس طرح تا کہ اصل حدیث کا مطلب ناظرین کی سمجھ میں ذرا نہ آئے۔ غرض اس حدیث کے آدھے حصے کے ترجمہ کو صفحہ ۲۰۲ سے ۲۲۸ تک طول دیا ہے اور پھر تمام حدیث کے مضامین کی نسبت لکھا ہے کہ وہ عقل وشرع سے مخالف پڑے ہوئے ہیں۔ لطف یہ ہے کہ اسی ضمن میں جو بعض الفاظ ایسے آگئے ہیں جن کی تاویل آپ کر سکتے ہیں۔ ان کی تاویل جھٹ کر کے اپنے آپ کو مصداق صحیح ان کا بنالیا ہے۔ مثلاً زرد کپڑوں سے مراد بیار رہنا، دمشق سے مراد قادیان بتلانا دم کی بھاپ سے قاطع حجتیں مراد لینا۔ دو فرشتوں سے مراد علوم عقلی ونقلی بیان کرنا، منارۂ شرقی سے مراد اپنی مسجد کے منارہ کو ٹھہرانا اور اس کے ساتھ (اپنی) ایک الہامی عبارت کا جوڑ دینا ”انا انزلناه قريباً من القاديان بطرف شرقى عند المنارة البيضاء“ (ازالہ اوہام ص۷۵، خزائن ج۳ ص۱۳۹)

لیکن جہاں تاویل سے بالکل ہی رہ گئے۔ اس کا ترجمہ بھی چھوڑ دیا یا چپ سادھ کر خاموشی اختیار کر لی۔ ناظرین اس حدیث کے ترجمہ کو ازالہ اوہام میں دیکھیں اور جو کچھ مرزا قادیانی کے دل پر اس حدیث کے مضامین سے گزرتی ہے اس کا اندازہ کریں۔ حدیث ایک ہی ہے۔ اسی حدیث کو ایک جگہ بالکل صحیح مانتے ہیں اور اپنی بشارت اس میں سے نکالتے ہیں۔ اسی کے ایک حصہ کی نسبت ایسا سکوت ہے۔ گویا حدیث میں اس عبارت کے ہونے کا علم وخبر تک بھی نہیں۔ اسی حدیث کے ایک حصہ کی نسبت ایسے غیظ وغضب سے بھر جاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی پر وضعی حدیث بنانے کا اتہام لگانے لگتے ہیں اور چیخ اٹھتے ہیں کہ اس کا بانی مبانی نواس بن سمعان ہے۔ یہ سب کچھ لکھ کر جب بھول جاتے ہیں۔ تو اسی حدیث کے مطالب سمجھنے کے واسطے حکیم نورالدین کا درخواست کرنا اور خود بارگاہ الٰہی میں ملتجی ہونا اور کشفی طور پر الفاظ حدیث کے معانی کا اپنے اوپر ظاہر ہوجانا، تحریر کرتے ہیں۔ کوئی نہیں پوچھتا کہ حضرت! اگر اس حدیث کے مضامین عقل وشرع کے خلاف تھے۔ اگر اس کا بانی مبانی نواس بن سمعان ہی تھا۔ اگر بخاری نے اس کو موضوع سمجھ کر چھوڑ دیا تھا۔ اگر آپ کی تحقیق میں یہ حدیث مسلم شریف کی دوسری حدیثوں سے بھی بالکل منافی ومبائن تھی۔ تو پھر آپ نے حکیم نورالدین صاحب کو بھی یہی جواب کیوں نہ دے دیا اور خدا نے بھی کیوں اس کے معنی نہ بتلائے اور یہ نہ کہہ دیا کہ اس کے مضامین تو عقل شرع کے خلاف اور شرک سے بھرے ہوئے اور الوہیت کے تمام اقتدار ایک دجال خبیث کو دینے والے ہیں۔ اللہ اکبر! اس تحریر ”ینرد بعضه بعضا“ پر بھی لوگ خیال کرتے ہیں کہ مرزا قادیانی بڑے انشاء نگار ہیں۔ بہاء)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب دجال خروج کرنے کے بعد اپنا فساد شروع کر دے گا۔ اس وقت مسیح موعود نازل ہوگا اور اس کو تلاش کر کے عند باب لد قتل کرے گا اور نیز یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ آسمان سے نازل ہوگا۔ قادیان میں نہیں پیدا ہوگا اور نیز یہ معلوم ہوتا ہے کہ محل نزول اس کا شرقی دمشق عند منارۃ البیضاء ہوگا اور نیز معلوم ہوتا ہے کہ وہ ملائکہ کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے ”بین مهرودتین“ نزول فرمائے گا اور اسی کی مثل کئی اور روایات ہیں جو نزول عیسیٰ ابن مریم اور خروج دجال کی خبر پر مشتمل ہیں اور جن میں مصرح ہے کہ دجال سے مراد گروہ منکرین مرزا قادیانی نہیں ہے اور نزول مسیح موعود خروج دجال کے بعد ہوگا۔ چنانچہ شوکانی نے خروج دجال کی اخبار کی نسبت بالغ حد التواتر لکھا ہے۔

”قال الشوکانی فی التوضیح واما الاحادیث الواردة فی الدجال

فالذی انکره منها ماة حدیث"

اس کے بعد احادیث کونقل کر کے لکھتا ہے:"ولنقتصر علی هذا المقدار فلیس المراد الابیان کون احادیث خروج الدجال متواترة والتواتر یحصل بالبعض مما سلفناه وقد بقیت احادیث وآثار عن جماعة من الصحابة ترکنا ذکرها ووقفنا علی هذه الماة الحدیث التی اشرنا الیها والی من خرجها"

اسی طرح بعض روایات میں عیسیٰ موعود کا حلیہ بھی مذکور ہے: عن ابی هریره عن النبی ﷺ قال لیس بینی وبینه (یعنی عیسیٰ) نبی وانه نازل فاذا رأیتموه فاعرفوه رجل مربوع الیٰ الحمرة والبیاض بین ممصرتین کأن رأسه یقطروان لم یصبه بلل فیقاتل الناس علی الاسلام فیدق الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویهلك الله فی زمانه الملل کلها الا الاسلام ویهلك المسیح الدجال فیمکث فی الارض اربعین سنة ثم یتوفی فیصلی علیه المسلمون۔ رواه ابوداود (باسناد صحیح فتح الباری)

چنانچہ اس روایت سے ہم کو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کا حلیہ بھی ہمارے شارع کی طرف سے متعین ہے اور اس کے بعض وہ کام بھی خاص فرمائے گئے ہیں جو وہ دنیا میں کرے گا اور مرزا قادیانی کا نہ وہ حلیہ ہے نہ وہ کام مرزا قادیانی سے ظہور میں آئے ہیں۔ نہ ہنوز دنیا سے مذاہب باطلہ کا بمقابلہ اسلام کے زوال ہوا ہے۔ بلکہ برخلاف اس کے آریہ مذہب کی ترقی خود مرزا قادیانی کی عنایت کی ہوئی ہے تو اب ایسی حالت میں مرزا قادیانی نے کیوں بے وقت اور بے محل نزول فرمایا۔

اور ایک دوسرا واقعہ جو سچے مسیح موعود اور جھوٹے مسیح کے درمیان امتیاز کرنے کی عمدہ علامت ہے۔ یہ ہے کہ سچے مسیح موعود کے نزول سے مہدی منتظر کا ظہور ہوگا اور وہ عیسیٰ ابن مریم کے نزول کے وقت دنیا میں موجود ہوگا اور امامت کی تواضع کرے گا اور عیسیٰ ابن مریم "تکرمة لهذه الامة" اس تواضع کو قبول نہ فرمائیں گے۔ بلکہ خود مہدی کا اقتداء کریں گے۔

عن ابی هریرةؓ قال قال رسول الله ﷺ کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم۔ رواه البخاری

اس کے تحت میں شیخ نے لکھا ہے:"قوله وامامكم منكم اى من قريش وهو المهدى عليه السلام اى عيسىٰ يقتدى به تكرمة لهذه الامة"

حضرت جابرؓ سے مروی ہے۔ صحیح مسلم میں:"قال قال رسول الله ﷺ لا تزال طائفة من امتي يقاتلون على الحق ظاهرين الىٰ يوم القيامة قال فينزل عيسىٰ بن مريم فيقول اميرهم تعال صل لنا فيقول لاان بعضكم على بعض امراء تكرمة الله هذا الامة"

اور سنن ابوداؤد میں ہے:"قال لولم يبق من الدنيا الايوم قال زائدة لطول الله ذلك اليوم حتىٰ يبعث رجلاً منى اومن اهل بيتى يواطى اسمه اسمي واسم ابيه اسم ابى (وسكت عنه)"

اور جامع ترمذی میں ہے:"عن عبدالله بن عمر قال قال رسول الله ﷺ لا يذهب الدنيا حتىٰ يملك العرب رجل من اهل بيتى يواطى اسمه اسمى وقال هذا حديث حسن صحيح"

ان روایات کی نسبت شیخ نے لمعات میں لکھا ہے:"قد تظاهرت الاحاديث البالغه حد التواتر معنى فى كون المهدى من ولد فاطمة وقدورد فى بعض الاحاديث كونه اولاد الحسن وبعضها من اولاد الحسين سلام الله عليهم اجمعين وقدورد فى الاحاديث الغريبة انه من ولد عباس وقال الشيخ الهيثمى ولا منافاة بينهما اذلا مانع من اجتماع الولادات فى شخص من جهات مختلفة"

علامہ شوکانی نے توضیح میں لکھا ہے:"وقد ورد السوال عن بعض الاعلام عن الاحاديث الواردة فى هؤلاء هل هى متواترة ام لاء فاقول اما الاحاديث الورادة فى المهدى فالذى امكن الوقوف عليها خمسون حديثاً"

اور پھر نقل احادیث کے بعد لکھتا ہے:"فهذه الاحاديث الواردة فى المهدى خمسون حديثاً فيها الصحيح والحسن واضعيف المنجبر وهى متواترة بلا شبهة بل يصدق وصف التواتر على مادونها على جميع الاصطلاحات المجردة فى الاصول والى ههنا انتهى الكلام على الاحاديث الواردة فى

المهدی واما الآثار من الصحابة المصرحة بالمهدی فهی کثیرة انتهی من حجج الکرمة"

مگر ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے زمانہ میں مہدی منتظر کا بھی وجود تحقیق ہے۔ جس سے کچھ شبہ ہوتا کہ مرزا قادیانی ہی شاید آنے والے مسیح ہوں۔ پس جب کہ مرزا قادیانی کے زمانہ میں خروج دجال کا نشان نہیں ہے اور مہدی منتظر کا پتہ نہیں ہے۔ بجائے اس کے کہ ادیان باطلہ دنیا سے جاتے رہیں۔ شباب کفر اور ترقی ادیان باطلہ ہے اور بجائے اس کے کہ آپ کا نزول شرقی دمشق میں آسمان سے ہوتا۔ قادیان میں خروج ہوا ہے (مگر شاید قادیان کو قافیہ آسمان کا سمجھ کر کافی سمجھا ہو۔ بلبل ہمیں کہ قافیہ گل بود بس ست) پھر ہم کیونکر مرزا قادیانی کو مسیح موعود تسلیم کر لیں جو آثار ہم کو اخبار صحیحہ سے مسیح موعود کے معلوم ہوئے ہیں۔ وہ تو یہ ہیں کہ مسیح موعود، عیسیٰ ابن مریم ہوگا۔ جس کی نسبت ہمارے مخبر صادق ﷺ نے قسم کے ساتھ یہ فرمایا ہے۔" واللہ لینزلن فیکم ابن مریم"

(بعض علام نے اس مقام پر لکھا ہے کہ جب کوئی منکر نہ تھا تو اس تاکید کی کیا ضرورت تھی۔ پس ہمارے نزدیک وہ یہی ضرورت تھی کہ غالباً آنحضرت ﷺ کو بالوحی معلوم تھا کہ آئندہ منکر ایسے پیدا ہوں گے کہ جو عیسیٰ ابن مریم کے رفع بجسدہ اور نزول بجسدہ سے انکار کریں گے اور ان منکرین کے مقابلہ میں تاکید ضرور ہوگی۔ گو بظاہر وہ امت اجابت میں ہوں۔" وهذا علی زعمهم "ورنہ تخصیص امت اجابت کے کیا معنی خطاب مخصوص امت اجابت کے واسطے نہیں ہے۔ تمام قوم یہود منکر موجود تھے اور اب بھی بعض یہود اور بعض مثیل یہود موجود ہیں جو امت میں شامل ہیں۔ چنانچہ فخرالدین رازی لکھتا ہے۔" ولما علم الله تعالیٰ ان من الناس من یخطر بباله ان الذی رفعه الله هو روحه لا جسده نکر هذا الکلام لیدل علی انه علیه الصلوٰة والسلام رفع بتمامه الیٰ السماء بروحه وبجسده "پس جب خدا تعالیٰ ایسے منکروں کو جانتا تھا تو اس نے اپنے رسول کو بھی ضرور بتایا ہوگا)

اور نیز عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں سوائے اسلام کے کوئی ملت باقی نہ رہے گی اور بغض وحسد جاتا رہے گا۔ نصرانیت کو وہ باطل کرے گا اور اقتناء خنزیر کو حرام کرے گا اور جزیہ کو ساقط کرے گا اور سوائے اسلام یا سیف کے دوسری بات قبول نہ کرے گا۔ دعوت اس کی قہری ہوگی۔ مہدی منتظر کا اقتداء کرے گا اور دجال کو عند باب لد قتل کرے گا اور یاجوج وماجوج کے قتل کرنے

کے واسطے اس پر وحی نازل ہوگی اور وہ بھی اسی کے ہاتھ سے قتل ہوں گے۔ اگر شہد کا دریا بہانے کا قصد کرے گا تو بہادے گا۔ کافر علی سبیل الاعجاز اس کے سانس سے ہلاک ہوں گے اور سانس اس کا اس کے منتہاء بصر تک پہنچے گا اور اس کے زمانہ میں مال ودولت اس قدر ہوگا کہ اگر صدقہ چاہے گا کہ کوئی اس کا صدقہ قبول کرے تو اس کو صدقہ کا لینے والا میسر نہ ہوگا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تم اس کو دیکھو تو پہچان لینا کہ وہ رجل مربوع بین البیاض والحمرۃ ہوگا نہ کہ وہ ایک ڈھگا ہوگا۔ پس جب کہ یہ روایات صحیحہ اور احادیث نبویہ حقہ تو ہم کو مسیح موعود کے یہ نشان بتاتے ہوں جو ہم نے مشتے نمونہ از خروارے بیان کئے اور مرزا قادیانی میں ان میں سے کوئی نشان بھی نہ ہوتو پھر مرزا قادیانی ہرگز مسیح موعود نہیں ہوسکتے۔ ہمارے نزدیک وہ بلاشبہ مسیح کاذب ہیں۔

مگر مرزا قادیانی اپنے مسیح صادق ہونے کی یہ علامت بیان فرماتے ہیں کہ چونکہ مسیح ابن مریم فوت ہوگیا تو وہ اب دنیا میں ہرگز نہیں آوے گا۔ پس میں ہی مسیح ہوں اور جو منکر وفات عیسیٰ ابن مریم ہو۔ وہ ثابت کرے۔

پس اوّل تو ہم اس التزام ہی کو نہیں سمجھتے کہ وفات مسیح اگر مسلم بھی ہوتو مرزا قادیانی ہی کیوں مسیح ہوں۔ دوسرے منکر وفات سے ثبوت کیوں طلب کیا جاتا ہے؟ درحقیقت اثبات وفات تو مرزا قادیانی کے ذمہ ہے جو اس کے مدعی ہیں اور اگر بطور معارضہ مرزا قادیانی کا یہ خیال ہوتو تم لوگ مدعی حیات عیسیٰ بن مریم ہو۔ اس لئے ثبوت حیات تمہارے ذمہ ہے۔ تو یہ مرزا قادیانی کی بڑی غلط فہمی ہے۔ کیونکہ جمہور مسلمین کسی حیات جدید کے مدعی یا مثبت نہیں ہیں۔ بلکہ ان کا تو یہ عقیدہ ہے کہ وہی اصل حیات جو عیسیٰ علیہ السلام کو دنیا میں ان کے پیدا ہونے کے ساتھ دی گئی اور جو مسلمہ مرزا قادیانی ہے۔ تاوقتیکہ اس کا کوئی رافع ثابت نہ ہو اور وفات طاری کا کوئی مثبت نہ ہو۔ اس وقت تک وہی حیات علی حالہ باقی ہے اور باقی رہے گی۔ اس وقت تک جب تک کہ اس حیات کا کوئی رافع اور وفات طاری کا کوئی مثبت نہ ملے۔ پس بریں تقدیر جمہور مسلمین تو مثبت حیات جدید نہیں ہوئے۔ بلکہ مرزا قادیانی ہی وفات طاری کے مدعی ہوئے۔ پس یہ معارضہ بالقلب کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا اور اثبات وفات انہیں کے ذمہ ہوا۔ چنانچہ اسی وجہ سے مرزا قادیانی نے اثبات وفات میں دو طرز اختیار بھی کئے ہیں۔ ایک عقلی، دوسرا نقلی۔

دلیل عقلی تو ان کی یہ ہے کہ ہر انسان اپنی عمر طبعی پر پہنچ کر مرجاتا ہے۔ اس لئے عیسیٰ علیہ السلام بھی عمر طبعی کو پہنچ کر زندہ نہیں رہ سکتے۔ ضرور مرگئے ہوں گے۔ مگر اس دلیل کا اتمام اس امر پر

موقوف ہے کہ مرزا قادیانی اوّل تو عمرطبعی کی کوئی حد عقلاً ونقلاً ثابت فرمادیں۔ ودونہ خرط القتاد!

کیونکہ ممکن ہے کہ علی اختلاف الطبائع عمرطبعی کم وبیش ہو۔ جیسا کہ امم سابقہ میں پایا جاتا ہے اور کمی بیشی کی کوئی حد نہیں۔ پس عقلاً تو کسی طرح ناممکن نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب تک زندہ ہوں اور نقلاً بھی حضرت نوح علیہ السلام کی عمرطبعی ساڑھے نوسو برس کی قرآن پاک سے ثابت ہے۔ ’’فلبث فیھم الف سنة الا خمسین عاماً‘‘ تو کیا عجب ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی عمرطبعی ساڑھے نوہزار برس کی ہو اور وہ بعد اس عمر کے انتقال فرمادیں اور اگر مرزا قادیانی کے نزدیک ان دونوں صورتوں میں کوئی استحالہ عقلی یا نقلی ہو تو بیان فرمادیں۔

اور دلیل نقلی مرزا قادیانی کی جو مایہ افتخار ہے یہ آیت ہے: ’’فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم‘‘

وہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے باقرار عیسیٰ علیہ السلام وفات ثابت ہوتی ہے اور توفی کے اصلی معنی موت کے ہی ہیں۔ پس اگر ہم علی حسب زعم باطل مرزا قادیانی توفی کے معنی موت ہی کے لیں اور عیسیٰ علیہ السلام کا یہ اقرار بھی موت ہی کا ہو۔ تو مرزا قادیانی فرمادیں کہ یہ اقرار کب واقع ہوگا اور رسل الٰہی سے سوال وجواب متعلقہ معاد کب ہوگا؟ اور وہ بحوائے آیہ کریمہ: ’’یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم یوم ینفع الصادقین صدقھم‘‘

قیامت کے روز ہوگا تو یہ کیا مرزا قادیانی کے مفید ہے؟ اس کے تو سب قائل ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے وفات پاویں گے اور قیامت کے روز وفات کا یہ اقرار صحیح ہوگا۔ مگر اس وفات کے ثبوت سے مرزا قادیانی کا کچھ مطلب برآمد نہیں ہوسکتا۔ اگر جمہور مسلمین کا یہ دعویٰ ہوتا کہ نہ عیسیٰ اب مرے۔ نہ آئندہ مریں گے۔ بلکہ یوں ہی اہل حشر کے ساتھ شامل ہو جاویں گے۔ تو مرزا قادیانی کا یہ مہمل خیال کچھ مفید ہوسکتا تھا اور جب وہ خود اس بات کے قائل ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے قبل وفات پاویں گے۔ (چنانچہ حدیث نزول عیسیٰ بن مریم میں بھی صریح موجود ہے۔ ثم یتوفی) اور قیامت کے روز وفات کا اقرار کریں گے تو مرزا قادیانی کے اس استدلال کی وقعت علماء کے نزدیک تو کیا۔ جہلاء کے نزدیک بھی واضح ولائح ہے اور یہ سب اس زعم کی بناء پر ہے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک توفی کے اصل معنی موت ہی کے ہیں۔ حالانکہ یہ صریح جہل ہے۔ توفی کے اصل معنی باعتبار وضع کے: ’’اخذ الشئ وقبض الشئ وافیا‘‘ کے ہیں اور چونکہ موت میں بھی قبض روح ہوتا ہے۔ اس لئے موت پر بھی ’’توفی‘‘ کا اطلاق کیا جاتا ہے جو ایک فرد ’’توفی‘‘ ہے۔

صاحب بیضاوی لکھتا ہے: ’’التوفی اخذ الشئ وافیا الموت نوع منه (اور قسطلانی اورجمل میں بھی یہی لکھا ہے)۔‘‘ صاحب کمالین لکھتا ہے: ’’التوفی هو القبض یقال توفیت دارهمی منه ای قبضت‘‘

صاحب قاموس لکھتا ہے: ’’اوفی فلانا حقه اعطاه وافیا کوفاه فاستوفاه وتوفاه‘‘

اور جب کہ ثابت ہوگیا کہ توفی کے معنی قبض الشئ وافیا کے ہیں تو اب اس آیت کریمہ کا یہ مطلب ہوگا۔ ’’فلما توفیتنی ای قبضتنی من الدنیا‘‘

اور پھر اس کا یہ ترجمہ کر لیجئے کہ اے خداوند کریم جب تو نے مجھے دنیا سے اٹھالیا تو اس وقت صرف تیری نگہبانی میں ہوں گے اور جب تک میں ان کے پاس رہا میں بھی ان کی نگہبانی کرتا رہا۔ تو اس تقدیر پر بھی مرزا قادیانی کا استدلال اس آیت سے بالکل لغو ہو گیا۔

مرزا قادیانی نے وفات عیسوی پر اس آیت سے بھی استدلال فرمایا ہے۔ ’’اذ قال الله یعیسیٰ انی متوفیك ورافعك الیّ‘‘ کیونکہ مرزا قادیانی تو جہاں لفظ توفی دیکھ لیں گے موت ہی سمجھ لیں گے اور خدا معلوم ’’وتوفی کل نفس ماکسبت‘‘ کے کیا معنی کرتے ہوں گے۔ مگر مرزا قادیانی کو بہت شرمانا چاہئے کہ لفظ ’’متوفیك‘‘ استقبال کے واسطے ہے۔ اس لئے اس آیت سے وعدہ وفات ثابت ہوتا ہے۔ وقوع وفات پر اس کی کوئی دلالت نہیں اور اگر آپ کو یہ خلجان پیدا ہو کہ لفظ ’’رافعك‘‘ بھی تو استقبال کے واسطے ہے۔ پس وقوع رفع پر کیوں کر دلالت ہوگی۔ تو یہ مسلم ہے۔ بلاشبہ اس آیت سے وعدہ رفع ہی ثابت ہوتا ہے نہ کہ وقوع رفع۔ مگر وقوع رفع پر یہ دوسری نص ناطق ہے: ’’وما قتلوه یقیناً بل رفعه الله الیه‘‘

تو اب یہ ثابت ہوا ہے کہ آیت ’’اذ قال الله یا عیسیٰ انی متوفیك ورافعك الیّ‘‘ میں جو اللہ پاک نے عیسیٰ علیہ السلام سے دو وعدہ فرمائے تھے۔ ایک وفات معمول سے مارنے کا۔ دوسرا رفع الی السماء کا، اس میں سے رفع کا وعدہ تو پورا ہو گیا۔ جس کی اس نے خود خبر دی اور دوسرے کے ایفاء کے لئے اس نے آئندہ کوئی وقت موعود فرمایا اور غیر معمول کی موت سے محفوظ رہنے پر اس نے یہ نص ناطق نازل فرمائی۔ ’’وماقتلوه وما صلبوه ولکن شبه لهم‘‘ پس اب جو نص مرزا قادیانی کے پاس نہ عیسیٰ علیہ السلام کی معمول کی موت سے مرنے کی رہی۔ نہ غیر معمولی موت سے مرنے کی اور اصل حیات مسلمہ مرزا قادیانی ہے۔ جس کا کوئی رافع اب تک ثابت نہیں ہوا اور رفع جسمانی پر ’’بل رفعه الله‘‘ نص ناطق موجود ہے تو پھر

مرزا قادیانی کے تمام خیالات فاسدہ کا کیا منشاء ہے؟'' من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ''

مرزا قادیانی کو ایک یہ شبہ پیدا ہوا ہے کہ آیت:''بل رفعہ اللّٰہ ''سے رفع جسمانی مراد نہیں ہے۔ مگر وہ اپنی نافہمی سے یہ نہیں سمجھتے کہ اگر اس رفع سے یہاں رفع روحانی مراد ہو تو کلام الٰہی میں بل رفعہ اللہ کے اضراب کے کیا معنی ہوں گے۔ کیونکہ رفع روحانی تو قتل اور صلب میں بھی ہوتا ہے۔ صرف معمولی کی موت کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہے جو یہ کہا جاوے کہ قتل وصلب واقع نہیں ہوا۔ جس میں رفع روح نہیں ہوتا۔ بلکہ معمولی کی موت سے مرنا ثابت ہوتا ہے جس میں رفع روح ہوا اسی واسطے صاحب بیضاوی لکھتا ہے:''فیہ رد وانکار لقتلہ واثبات لرفعہ''

پس مرزا قادیانی رفع روحانی کی تقدیر پر رد وانکار قتل واثبات رفع فرماویں تاکہ یہ اضراب صحیح ہو۔ (اور سیاق والفاظ قرآنی بھی بآواز بلند پکار رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسی کے رفع کی خبر دی ہے۔ جس کو یہود پکڑ کر قتل کرنا چاہتے تھے اور وہ جسم عنصری مع الروح تھا۔ نہ صرف روح اور نہ فقط جسم۔ دیکھو نامحسب اللہ کا دوسرا رکوع)''ودونہ خبط العشواء!

ہاں البتہ اگر مرزا قادیانی رفع روحانی کی تخصیص معمولی کی موت کے ساتھ ثابت کر دیں تو مضائقہ نہ ہوگا اور اگر وہ رفع جسمانی کو خدا کی ہدایت کے موافق مان لیں تو پھر اضراب بالکل صحیح ہوگا اور یہ مطلب ہوگا کہ تمہارا زعم قتل وصلب عیسیٰ کا باطل ہے۔ وہ تو صحیح وسالم جسد کے ساتھ اٹھالیا گیا۔

مرزا قادیانی کے پاس ایک اور دلیل قطعی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ سو برس کے دورہ میں جو شخص علی وجہ الارض ہے۔ وہ زندہ نہ رہے گا۔ حضرت عیسیٰ بھی حسب فرمان آنحضرت ﷺ ضرور اس دورہ میں تمام ہوگئے ہوں گے۔

پس مرزا قادیانی کے اس زعم کے بموجب ثابت ہوتا ہے کہ یا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس ارشاد کے وقت تک''علی وجہ الارض ''موجود تھے۔ اس وجہ سے وہ اس عموم میں شامل ہوگئے اور اس صورت میں باعتراف مرزا قادیانی ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات آنحضرت ﷺ کے زمانہ تک تو ثابت ہوگئی اور عمر طبعی مزعومہ مرزا قادیانی سے تجاوز ثابت ہوگیا۔ کیونکہ اب تو اس ارشاد کے سو برس بعد تک بھی مرزا قادیانی کو انکار کی گنجائش نہیں رہی اور یا مرزا قادیانی یہ سمجھے ہیں کہ ہمارے نبی ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہی عہد میں پیدا ہوکر ان کے مرنے سے پہلے فرمایا تھا۔ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مرنا لازم ہوگیا اور ان دونوں

صورتوں میں مرزا قادیانی کے خیالات عجیبہ سے ان کی محدثیت اور مجددیت کا ثبوت ہوتا ہے۔ جمہور اہل علم کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس ارشاد کے عموم میں شامل ہی نہیں ہوسکتے۔ اگر شامل ہوسکتے ہیں تو ''من علی وجه الارض'' شامل ہوسکتے ہیں اور حضرت عیسیٰ تو اس وقت ''علی وجه الارض'' نہ تھے۔ بلکہ ''علی السماء'' تھے۔

مرزا قادیانی بطور سحریہ باشریعت وتضحیک اہل شریعت فرماتے ہیں کہ اگر حضرت عیسیٰ بجسدہ العنصری آسمان پر موجود ہوں گے تو وہاں ان کو پاخانہ اور غسلخانہ اور باورچی خانہ کی بھی ضرورت ہوتی ہوگی۔

پس اس کے جواب میں، ہم کو اس قدر لکھنا کافی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جب بجسدہ العنصری مخلوق ہوکر جنت میں رکھے گئے تھے تو انہوں نے ان تمام ضرورتوں کے رفع کرنے کے واسطے وہاں پاخانہ، غسل خانہ، باورچی خانہ وغیرہ سب بنوایا ہوگا۔ اسی میں حضرت عیسیٰ بھی گذارا کرلیں گے اور اگر مرزا قادیانی کے نزدیک حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ بھی خلاف نیچر ہے تو مزید براں ہے۔ ہم اسی کا اقرار چاہتے ہیں اور اگر ان کے نزدیک حضرت آدم علیہ السلام کو جنت کے قیام کے زمانہ میں کوئی اور جسم عطاء ہوا تھا اور دنیا میں آنے کو کوئی اور جسم دیا گیا تھا اور جنتی جسم چھین لیا گیا تھا تو بھی کچھ مشکل نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی وہاں کے لئے اور جسم حسب سنت آدم علیہ السلام پہنایا گیا ہوگا۔ مگر بہرکیف مرزا قادیانی کی لغویت استدلال میں تو کچھ شبہ نہیں رہتا۔ اعاذنا الله من کل ذلك!

مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر رہتے ہوں گے تو جن لوگوں کے نزدیک وجود آسمان ہے۔ ان کے نزدیک وہ متحرک بھی ہوگا اور اس تقدیر پر عیسیٰ علیہ السلام کبھی نیچے اور کبھی اوپر گردش میں رہتے ہوں گے۔ (اس کا معارضہ کوئی یوں کرسکتا ہے کہ جن کے نزدیک زمین متحرک ہے۔ ان کے نزدیک مرزا قادیانی بھی گردش میں ہوں گے اور کبھی سر نیچے اور ٹانگیں اوپر ہوتی ہوں گی۔ نعوذ بالله من هذه الهفوات والخرافات) اور بڑی تکلیف سے زندگی بسر کرتے ہوں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک وجود آسمان اور آنحضرت ﷺ کی معراج بھی ثابت نہیں۔ کیونکہ جب آنحضرت ﷺ آسمانوں پر گزرے ہوں گے تو آنحضرت ﷺ کو بھی اس وقت یہی وقت آسمان پر قدم رکھتے ہی۔ پیش آئی ہوگی اور ملائکہ کی آمد وشد اور بود وباش کا تو راستہ ہی بند ہوگا۔ استغفرالله! اے میرے رب کریم جب تیرے نبی پاک

کی شریعت اور تیرے دین کی ایسی تضحیک کی جاوے تو سوائے اس کے کہ تو ہی اپنے دین کا حامی ہو تیرے عاجز بندے کیا کر سکتے ہیں۔

مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ یاجوج ماجوج کروڑوں آدمی اگر دنیا کے پردے پر ہوتے تو کیا ان کا حال ایسی تحقیقات کے وقت میں معلوم نہ ہوتا جیسا کہ یہ وقت ہے۔ جس میں امریکہ کا حال معلوم ہو گیا۔

پس عرض ہے کہ امریکہ بھی تو بہت پہلے سے دنیا میں موجود تھا۔ اب صرف چار سو برس سے اس کا حال معلوم ہوا ہے۔ پس اگر دنیا میں کسی چیز کا ہونا فوراً اس کے معلوم ہو جانے کو بھی مستلزم ہے۔ تو پہلے سے یہ امریکہ کے محقق کہاں مر گئے تھے۔ جن کو آدھی دنیا کی اب تک خبر نہ ہوئی اور اگر امریکہ کے بتدریج ایک زمانہ کے بعد معلوم ہو جانے میں کچھ حرج نہیں تو ایمان لاؤ کہ جیسے امریکہ کا حال تم کو باوجود موجود ہونے کے اب معلوم ہوا ہے۔ اسی طرح ایک دن یاجوج ماجوج بھی نکل آویں گے اور جس طرح قبل العلم امریکہ کے، نادان لوگوں کے نزدیک اس کا وجود مستبعد تھا۔ اسی طرح ایک زمانہ موعود تک یاجوج وماجوج کا وجود بھی دین کے اندھوں کو مستبعد معلوم ہوتا ہو تو کیا عجب ہے۔

مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ مجھ کو الہام نے بتایا ہے کہ یاجوج وماجوج سے مراد انگریز اور روس کی قومیں ہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ ”طلوع الشمس من مغربها“ کے معنی یہ ہیں کہ مغربی سلطنتیں نور ایمانی سے منور ہو کر ترقی پاویں گی۔

کیونکہ مرزا قادیانی نے لندن کے ممبر پر خواب میں خطبہ پڑھا ہے۔ جس سے ان کو معلوم ہوا ہے کہ جو قومیں یاجوج وماجوج ہیں آخرکار وہ بھی مسلمان ہو جاویں گی۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک قوم یاجوج وماجوج کا خاتمہ بھی اسلام پر ہوگا۔

مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ ”دابة الارض“ سے مراد گروہ علماء ہے جو کسی کو کافر کسی کو مسلمان بناتے ہیں۔

اور یہ تو مسلمہ اہل اسلام ہے کہ دابۃ الارض موعود جس پر اسلام کی مہر لگا دے گا وہ مسلمان ہوگا اور جس پر کفر کی مہر لگاوے گا وہ کافر ہوگا۔ تو اب انصافاً باعتراف مرزا قادیانی فیصلہ ہو گیا کہ مرزا قادیانی کی نسبت مرزا قادیانی کی مجوزہ دابۃ الارض نے جب کفر کا فتویٰ لگا دیا اور دابۃ الارض گروہ علماء کی مہر آپ کی نسبت ہو گئی تو آپ کے لئے تو قیامت ہو گئی اور آپ کی عیسویت تو ختم ہو گئی۔ کیونکہ مسیح موعود کی نسبت دابۃ الارض کفر کا فتویٰ نہ دے گا اور مرزا قادیانی کو یہ بھی

جتایا گیا ہو کہ دابتہ الارض الہٰی بھی نعوذ باللہ بددیانت ہوگا اور جھوٹے فتوے لگادے گا تو ارشاد فرمایئے کہ آپ اب وہ کیا چیز چھوڑی ہے۔ جس کا نام ہم اسلام رکھیں اور آپ کو مسلمان کہیں۔

واضح ہو کہ مرزا قادیانی نہ جنت کے قائل ہیں، نہ دوزخ کے، نہ آدم کے، نہ حوا کے، نہ قصہ آدم کے، نہ قیامت کے، نہ حشر اجساد کے، نہ معراج کے، نہ ملائکہ کے، نہ معجزات کے جس کی تفصیل ہم بشرط فرصت انشاء اللہ ازالۃ الاوہام کے رد میں کریں گے۔ پس اب جو شخص کہ خدا کا منکر ہو اور کہے "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" اس کی شہادت ایسی ہے۔ جیسے قالوا انشهد انك لرسول الله میں شہادت ہے۔

اب اخیر پر ہم یہ لکھتے ہیں کہ ہماری شریعت محمدیہ "علی صاحبها الف الف صلوة وتحية" مرزا قادیانی کو مسیح موعود تو کیا مسلمان بھی نہیں مانتی اور جو آثار ہمارے نبی ﷺ نے ہم کو بتائے وہ وہی ہیں جو مشتے نمونہ از خروارے بروایات صحیحہ نقل کئے گئے ہیں۔ مرزا قادیانی کا الہام اور ان کے حواریین کا اجتہاد بمقابلہ ان روایات صحیحہ محمولہ علی ظواہرھا کے ہم کو یہ بتاتا ہے کہ مسیح ابن مریم ہرگز نازل نہ ہوگا اور مراد مسیح موعود سے مثیل موعود ہے اور وہ میں ہوں۔ گو مجھ میں ایک بھی نشان موافق اخبار مخبر صادق کے نہ پایا جاتا ہو۔ تو ہم بجز اس کے کہ ایسے الہام کو وسوسہ شیطانی اور ایسے اجتہاد کو کفر اور ارتداد کہیں اور کچھ نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ اگر ہم یہ بھی فرض کریں کہ مراد مسیح موعود سے مثیل مسیح موعود ہے۔ تو جو اوصاف اور آثار اس مثیل کے کالشمس فی نصف النہار بطریق تواتر کتب حدیث اور روایات سنت سے ثابت ہوتے ہیں۔ پھر وہ کس میں ہوں گے۔ اگر اس مثیل میں ہوں گے تو مرزا قادیانی میں ضرور ہونے چاہئیں جو مثیل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور چونکہ وہ اوصاف و آثار ان میں نہیں پائے جاتے۔ اس لئے وہ مثیل مسیح بھی نہیں ہو سکتے۔ نہ ہنوز مہدی کا ظہور ہوا ہے۔ نہ دجال کا خروج ہوا ہے۔ نہ بغض وکینہ رفع ہوا ہے۔ نہ ادیان باطلہ کا زوال ہے۔ نہ مال کی کثرت ہے۔ یہاں تک کہ مرزا قادیانی کا رسالہ جس کا نام فتح الاسلام ہے۔ فی الواقع برعکس نہند نام زنگی کافور کے موافق شکست اسلام ہونے کے لائق ہے۔ خود مرزا قادیانی کا کاسہ گدائی ہے۔ جس میں مرزا قادیانی نے تمام دنیا کے مسلمانوں سے خود ہی صدقہ مانگا ہے اور جس میں پہلے اور بہت سے صدقہ کے وصول ہونے کا بھی اقرار کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ اگر مسلمان صدقہ سے میری مدد نہ کریں گے تو یہ کام نہ چلے گا (اور حقیقت میں کیونکر چل سکتا ہے۔ ہنوز سواری تک کا بندوبست نہیں ہوا) پھر آپ کیسے مثیل مسیح ہیں کہ آپ کو خود تو صدقہ سے غنا ہی نہیں ہے۔ آپ کے زمان بابرکت میں کیا اس کی امید ہوگی کہ کوئی اور صدقہ قبول کرنے کے لئے

میسر نہ ہو۔یا وہ شل ہے۔

مژدہ باد اے مرگ، عیسیٰ آپ ہی بیمار ہے

یا یوں کہو!

اگر گدا پیش رو لشکر اسلام بود

کافر از بیم توقع برود تا درچین

سبحان اللہ! ایسے اوصاف اور ان آثار کے ساتھ دعویٰ عیسویت آپ ہی کا کام ہے۔ مسیح موعود کی دعوت تو قہری ہوگی۔ یعنی سوائے اسلام یا سیف کے دوسری بات کی گنجائش ہی باقی نہ رہے گی اور مرزا قادیانی کی دعوت ایسی بے کسی کے ساتھ ہے کہ سننے والوں کو بھی رحم آتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ: مسیح جو آنے والا تھا وہ یہی ہے چاہو تو قبول کرو۔

پس مرزا قادیانی کیسے آنے والے مسیح ہیں کہ جن کا قبول کرنا چاہنے والوں کے اختیار میں دیا گیا۔ مسیح موعود کی تو یہ شان ہوگی کہ کوئی چاہے یا نہ چاہے وہ بذریعہ سیف کے قبول کراوے گا۔ پس ایسے مجبور مسیح کو تو ہم قبول نہیں کرتے۔

واضح ہو کہ ہم نے اس تحریر کے ذریعہ سے بموائے ''من رأى منكم منكراً فاستطاع ان يغيره بيده فليغيره بيده فان لم يستطع بيده فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه وذلك ادنى الايمان''

صرف مرزا قادیانی کے اس دعویٰ منکر کو رد کیا ہے اور اپنے مسلمان بھائیوں کو ان کے دھوکے سے بچایا ہے اور ہم نے بہت زیادہ تفصیل اشراط ساعۃ اور نزول ابن مریم اور ظہور مہدی اور خروج دجال اور عدم وفات عیسیٰ بن مریم قبل نزول اور حمل النصوص علی ظواہرہا اور حجیت الہام کے نسبت نہیں کی۔ بلکہ صرف بطور نشان بعض روایات کے نقل پر اکتفا کیا ہے۔ تاکہ عام لوگوں کی نظر میں عیسیٰ صادق اور کاذب میں امتیاز کے واسطے کافی ہو اور اگر ہم استیعاب کے ساتھ نقل روایات کا قصد کرتے اور ان کے مالہ وماعلیہ کا بسط کرنا چاہتے تو غالباً ایک کتاب ضخیم تیار ہو جاتی۔ لیکن چونکہ ہم کو صرف ضرورت اسی قدر تھی نظر بریں ہم نے ''وما علينا الا البلاغ المبين'' پر کفایت کی۔ ''وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين''

اعلاء الحق الصریح پر مولانا اسماعیل علی گڑھی کے ہم عصر علماء کی تقریظات

☆…… ''هذا هو الحق الصريح الذى صرح بها اساطين الاسلام واجمعوا عليه ولا ياتيه الباطل من خلفه ولا من بين يديه رقمه'' محمد لطف اللہ!

☆...... ”الحق لا يتجاوز عما في هذه الرسالة فماذا بعد الحق الا الضلال كما لا يخفى على اهل العدل والكمال “سید محمد نذیر حسین!

☆...... ”لا يخفى على كل ذى عقل سليم الماشى على الهدى المستقيم كذب دعوى مرزاغلام احمد المدعى انه مثيل عيسىٰ وقد حررت وريقات فى الرد عليه واطلعت على هذا التحرير الآن فاذا هو الحق الصريح وما عداه ريح والله يهدى من يشاء الىٰ صراط مستقيم “الراقم: شیخ حسین عرب!

☆...... ”لاريب فى ان مافى هذه الرسالة من نقض اباطيل مرزاغلام احمد القاديانى الذى ادعى ان عيسىٰ لا ينزل وان المراد بنزول ابن مريم فى الاحاديث نزول مثيل عيسىٰ وانه هو مصداقه حق وفى ان مرزا المذكور خرج بهذا الاعتقاد الزائغ من طائفة اهل السنة والجماعة ودخل فى الفرق الضالة المبتدعه وانه ضال مضل مبتدع فاسق وليعلم ان مايتوهم من عبارات اعلام الناس تاليف المولوى محمد احسن مهتمم المصارف من ان كاتب الحروف موافق لمرزا فى هذه الاباطيل او معتقده او ناصره اوناصر ناصريه فانا بفضل الله تعالىٰ برىء منه والله عى ما نقول وكيل“

کتبہ محمد بشیر (سہسوانی) عفی عنہ!

☆...... ”لاشبة فى ان ما فى هذه الرسالة حق صراح وان القاديانى خالف الكتاب والاحاديث الصحاح وضل عن طريق السلف اهل العدل والصلاح وسلك مسلك الخلف اهل الزيغ والطلاح “کتبہ الراجی رحمۃ ربہ الاحد العبد الضعیف المدعو محمد تحمدہ واللہ بفضلہ المؤید!

☆...... ”لاريب فى ان ماكتب فى هذه الرسالة فهو حق وان ما ادعاه الشيخ القاديانى من دعاويه المشهورة فهو كفر والحاد وخروج عن الاسلام يجب الاعراض عنه“ کتبہ: سلامت اللہ عفی عنہ

☆...... ”لا شبة فى ان هذه الرسالة من نقض اباطيل القاديانى فهو حق ولا شك ان القاديانى خالف الله فى دعاويه الباطلة وشاقق رسوله واتبع غير سبيل الاسلام والمؤمنين ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدىٰ ويتبع غير سبيل المؤمنين نوله ماتولى ونصله جهنم وساءت

مصیرا" العبد محمد صدیق پشاوری بمہر خودا

☆...... "لاشك ان المرزا القادياني قد اظهر في رسائله اساس الضلالة وعيون الجهالة (توضيح المرام وفتح الاسلام، وازالة الاوهام) عقائد كفريه ومقالات بدعية خرج بها عن اتباع السنن والاسلام وتبع فيها الفلاسفة والآريه والنصارى والملاحدة الباطنية اللئام ولقد رد عليه بعضها فيهذه الرسالة الفاضل الجليل الحبر النبيل اخي وحبي المولوى محمد اسماعيل مدظلهم الله الجليل وافي فيه بما يروى الخليل ويشفى العليل فلله دره وعلى الله اجره هذه جملة كلامي في القادياني واعتقادي وبه ثقتي وعليه اعتمادي ومن شاء تفصيل المقال فليراجع رسالتي اشاعة السنة التي طبعت في الحال يجدوا ان شاء الله جامعة لرد جميع مقالات القادياني ومزخرفاته الاقاصي والاداني والله يقول الحق وهو يهدى السبيل ومن يضلله فما له من ولي ولا دليل." محمد ابوسعید محمد حسین عفا اللہ عنہ

☆...... "لاشك ان المرزا القادياني قد عارض الحق الصريح وانكر ضروريات الدين واجماع السلف الصالحين واتي بشئ شنيع وقبيح فهو ضال مفسد ملحد زنديق خارج عن جماعة اهل الايمان والتصديق كانما خرمن السماء فتخطفه الطير اوتهوى به الريح في مكان سحيق لا ينبغي للمسلمين ان يجالسوا امثال هذا الرجل لان فيه نوع اعانة وتايد للباطل وقد قال تعالىٰ تعاونوا على البر والتقوىٰ ولا تعاونوا على الاثم والعدوان وقد نزل عليكم في الكتاب ان اذا سمعتم آيات الله" عبدالجبار عمر پوری عفی عنہا

☆...... "لاريب ان ما في هذه الرسالة حق مستبين وان القادياني خالف جميع اهل الاسلام والدين واختار سبيل الملحدين وانحاز عن طريق السلف الصالحين وكتبه مشحونة بتحريف الغالين وانتحال المبطلين وتاويل الجاهلين فنفاها المؤلف سلمه الله تعالى وابطلها بنصوص القرآن المبين واحاديث خاتم النبيين ﷺ فجزاه الله خير الجزاء عنا وعن جميع المسلمين" کتبہ الراجی محمد حمایت اللہ عفی عنہ

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

الفتح الربانی
فی
الرد علی القادیانی

جناب شیخ حسین بن محسن انصاری یمنی رحمہ اللہ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله موهب كيد الكاذبين وقاطع اعناق الملحدين بالحجج والبراهين..... واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له..... واشهد ان محمداً عبده ورسوله..... صلى الله وسلم عليه وعلىٰ آله الطيبين الطاهرين واصحابه وبعد......

فانه حدث من بعض الملحدين في الدين قول مخالف لنص القرآن المبين والاحاديث المتواترة عن الرسول الامين وهو انكار حياة عيسىٰ بن مريم عليه وعلىٰ سائر الانبياء صلوٰة رب العالمين وانه لم يرفع بجسمه الشريف بل بروحه وانه لا ينزل الىٰ الارض بذاته بل مثاله فاردت ايراد آيات قرآنية واحاديث متواترة نبويه ترد قول هذا المفترى المضل المبين لتكون رادعة له ولمن سولت له نفسه الامارة بالسوء صحة دعوىٰ هذا الجاهل واتباع فاسد رأيه وزوره الظاهر المستبين

فاقول وبالله استعين وعليه اتوكل في الهداية الىٰ الصواب واليقين لا يخفى علىٰ كل عالم منصف ان نزول عيسىٰ عليه السلام الىٰ الارض حكماً مقسطاً بذاته الشريفة ثابت بالكتاب والسنة واتفاق اهل السنة وانه الآن حي في السماء لم يمت بيقين

اما الكتاب فقال الله تعالىٰ في كتابه المبين رداً على اليهود المغضوب عليهم الزاعمين انهم قتلوا عيسىٰ بن مريم وما قتلوه يقيناً بل رفعه الله اليه ففي هذه الآية اخبرنا الله ان الذى اراد اليهود قتله واخذه هو عيسىٰ بجسمه العنصرى لا غير رفعه الله اليه ولم يظفروا منه بشئ وبرفع جسده حياً فسره ابن عباس كما ثبت عنه باسناد صحيح فثبت بهذا انه عليه الصلوٰة رفع حياً ويدل على ماذكرناه الاحاديث الصحيحة المتواترة الآتية المصرحة بنزوله بذاته الشريفة التي لا تحتمل التاويل

وقال تعالىٰ: ان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته، اى قبل موت عيسىٰ كما قال ابن عباسؓ وابوهريرةؓ وغيرهما من السلف وهو الظاهر

كما في تفسير ابن كثير وفتح القدير للشوكاني وبه قال المنكر القاديانى فى التوضيح فثبت ان عيسىٰ لم يمت بل يموت فى آخرالزمان يؤمن به كل اهل الكتاب وقد ذكر الله فى كتابه العزيز ان نزوله الىٰ الارض من علامات الساعة قال الله تعالىٰ: وانه لعلم للساعة . وقال الحافظ ابن كثير فى تفسيره الصحيح ان الضمير عائد الىٰ عيسىٰ فان السياق فى ذكره وان المراد نزوله قبل يوم القيامة كما قال تعالىٰ وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته، اى قبل موت عيسىٰ ثم يوم القيامة يكون عليهم شهيداً ويؤيد هذا المعنى القرأة وانه لعلم للساعة يعني بفتح العين والام اى امارة ودليل على وقوع الساعة وقال مجاهد وانه لعلم للساعة اى آية للساعة خروج عيسىٰ بن مريم قبل يوم القيامة وهكذا روى عن ابى هريرةؓ وابن عباسؓ وابى العالية وابى مالك وعكرمة والحسن وقتادة والضحاك وغيرهم وتواترت الاخبار عن رسول اللهﷺ انه اخبر بنزول عيسىٰ قبل يوم القيامة اماماً عادلاً وحكماً مقسطاً

وقال الامام الشوكانى فى تفسيره: وقال مجاهد والضحاك والسدى وقتاده ان المراد عيسىٰ وان خروجه اى نزوله مما يعلم به قيام الساعة اى قربها لكونه شرطاً من اشرطها لان الله سبحانه وتعالىٰ ينزله من السماء الىٰ الارض قبل يوم القيامة كما ان خروج الدجال من اعلام الساعة وهذا اولىٰ وقال ابن عباسؓ اى خروج عيسىٰ قبل يوم القيامة واخرجه الحاكم وابن مردويه مرفوعاً عن ابى هريرة قرأ الجمهور لعلم للساعة بصيغة المصدر جعل المسيح علماً للساعة مبالغة لما يحصل من العلم بحصولها عند نزوله وقرأ جماعة من الصحابة بفتح العين واللام اى خروجه علم من اعلامها وشرط من شروطها وقرئ للعلم بلامين مع فتح العين واللام اى للعلامة التى يعرف بها قيام الساعة

وفى صحيح مسلم من حديث حذيفه قال اطلع النبىﷺ علينا ونحن نتذاكر. فقال ماتذكرون. قالوا نذكر الساعة. فقال انها لن تقوم حتىٰ

تروا قبلها عشر آيات فذكر الدخان والدجال والدابة وطلوع الشمس من مغربها ونزول عيسىٰ بن مريم. الحديث ففى هذه الروايات المذكورة المرفوعة والموقوفة دلالة ظاهرة على ان المراد بالعلم للساعة نزول عيسىٰ لا وجوده فقط كما يزعمه هذا الكاذب وان الضمير يرجع الىٰ عيسىٰ لا الىٰ القرآن كما زعم هو ايضاً وغيره فهذه الروايات ترد كل قول خالفها فظاهر الأيات القرآنية ان المراد نزول عيسىٰ عليه السلام وبذاته الشريفة وانه حي لم يمت لاكما يقول هذا المفترى الكذاب ويدل على ذلك الاحاديث الصحيحة الصريحة المتواتره اخرج الامام مسلم بن الحجاج في صحيحه من حديث ابي هريرةؓ قال رسول الله والله لينزلن عيسىٰ بن مريم حكماً عادلاً فيكسرن الصليب وليقتلن الخنزير وليضعن الجزية وليتركن القلاص فلا يسعى عليها والتذهبن الشحناء والتباغض والتحاسد وليدعون الىٰ المال فلا يقبله احد.

واخرج الشيخان وابوداؤد والترمذى من حديث ابي هريرةؓ قال قال رسول اللهﷺ والذى نفسي بيده ليوشكن ان ينزل فيكم ابن مريم حكماً مقسطاً فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويفيض المال حتىٰ لا يقبله احد حتىٰ تكون السجدة الواحدة خيراً من الدنيا وما فيها ثم يقول ابوهريرةؓ واقرؤا إن شئتم وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته.

وقال الحافظ السيوطى فى الاكليل قوله تعالىٰ وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته. فيه نزول عيسىٰ بن مريم. اخرجه الحاكم عن ابن عباسؓ واخرجه احمد من حديث ابي هريرةؓ مرفوعاً ينزل عيسىٰ بن مريم فيقتل الخنزير ويمحي الصليب ويعطى المال حتى لا يقبل ويضع الجزية قال ثم تلا ابوهريرةؓ وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته. ففى هذه الرواية دلالة ظاهرة ان الضمير فى قبل موته يعود على عيسىٰ ومعناها وما من اهل الكتاب احد يكون في زمن نزول عيسىٰ الا امن بعيسى وانه عبد

الله وابن امته ويدل على هذا انهﷺ اقسم بقوله الشريف والله لينزلن ابن مريم حكماً عادلاً الحديث كما تقدم قسماً مؤكداً مصرحاً بان المراد نزوله بذاته وجسمه الشريف وهو حي۔

واخرج مسلم من حديث جابر قال قال رسول اللهﷺ لا تزال طائفة من امتى ظاهرين على الحق الىٰ يوم القيامة فينزل عيسىٰ بن مريم فيقول اميرهم تعال صل لنا فيقول لا ان بعضكم علي بعض امراء تكرمة الله هذه الامة۔ واخرج مسلم من حديث ابى هريرةؓ بلفظ كيف انتم اذا نزل ابن مريم فيكم فامكم۔

وعن ابى هريرةؓ مرفوعاً عند ابى داؤد باسناد صحيح كما قاله الحافظ ابن حجر فى فتح البارى بلفظ ليس بينى وبين عيسىٰ نبى وانه نازل فاذا رأيتموه فاعرفوه رجل مربوع الىٰ الحمرة والبياض ينزل بين ممصرتين كأن رأسه يقطروان لم يصبه بلل فيقاتل على الاسلام ويدق الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويهلك الله فى زمان المسيح الدجال فيمكث فى الارض اربعين سنة ثم يتوفى فيصلى عليه المسلمون۔

واخرج الامام احمد من حديث ابى سعيد باسناد فيه كثير بن زيد وثقه احمد وجماعة وبقية رجاله رجال الصحيح بلفظ يوشك المسيح بن مريم ان ينزل حكماً مقسطاً فيقتل الخنزير ويكسر الصليب وتكون الدعوة واحدة فاقرؤه من رسول اللهﷺ وبعضه فى الصحيح واخرج الامام احمد باسنادين رجالهما رجال الصحيح من حديث ابى هريرةؓ انى لا رجو ان طال بى عمران القى عيسىٰ بن مريم فان عجل بى موت فمن لقيه فليقرأ منى السلام۔

واخرج الحاكم من حديث ابى هريرةؓ ايضاً بلفظ ليهبطن عيسىٰ بن مريم حكماً واماماً مقسطاً وليسلكن فجاجا حاجاً او معتمراً وليأتين قبرى حتىٰ يسلم ولاردن عليه۔

وغير ذلك من الاحاديث المتواترة الصريحة فى نزوله الىٰ الارض

بذاته الشريفة التي لا تحتمل التاويل وفى صحيح مسلم ايضاً من حديث عبدالله بن عمرو بن العاصؓ قال قال رسول اللهﷺ يخرج الدجال فى امتى فيمكث اربعين لا ادرى اربعين يوماً او شهراً او اربعين عاماً فيبعث الله عيسىٰ بن مريم كأنه عروة بن مسعود فيطلبه فيهلكه الحديث۔

قال الامام النووى فى شرح مسلم قوله فيبعث الله عيسىٰ بن مريم اى ينزله من السماء حاكماً بشرعنا۔ قال القاضى عياض نزول عيسىٰ وقتله الدجال حق وصحيح عند اهل السنة للاحاديث الصحيحة وليس فى العقل ولا فى الشرع ما يبطله فوجب اثباته۔

وانكر ذلك بعض المعتزلة والجهمية ومن وافقهم وزعموا ان هذا الاحاديث مردودة بقوله تعالىٰ وخاتم النبيين وبقولهﷺ لا نبى بعدى وباجماع المسلمين انه لا نبى بعد نبيناﷺ وان شريعته موبدة الىٰ يوم القيامة لا تنسخ وهذا استدلال فاسد لانه ليس المراد بنزول عيسىٰ انه ينزل نبياً بشرع ينسخ شرعنا وليس فى هذه الاحاديث ولافى غيرها شئ من ذلك بل صحت هذه الاحاديث هنا وما سبق فى كتاب الايمان وغيرها من ان عيسىٰ ينزل حكماً مقسطاً يحكم بشرعنا ويحيى من امور شرعنا ما هجره الناس۔

وقال الامام الشوكانى فى رسالته المسى بالتوضيح فى تواتر ماجاء فى الاحاديث فى المهدى والدجال والمسيح قدورد فى نزول عيسىٰ من الاحاديث تسعة وعشرون حديثاً وما ذكرناه فى هذه الرسالة من الاحاديث هو من رسالته المذكورة والحاصل ان هذه الدعوىٰ من هذا الرجل بان عيسىٰ قد مات فتنة عظيمة فى الدين ونزغة شيطانية من ابليس العدو اللعين ليهلك من هلك عن بينة ويحيى من حى عن بينة نسال الله السلامة من ذلك وان يوفقنا السلوك انهج المسالك۔

وقال الحافظ ابن حجر فى فتح البارى تواترت الاخبار بان المهدى من هذه الامة وان عيسىٰ يصلى خلفه۔ والمقرر عند ائمة الحديث

والاصول والفقه ان رد الاحاديث المتواترة وعدم قبولها كفر۔

قال العلامة احمد بن محمد القشاشي بضم القاف اكدنى فى منظومته فى العقائد والراد اذ تواتر الحديث بدعة وطبعه خبيث فهو كرد المحكم التنزيل ورده كفر لدى العليم۔

قال تلميذه العلامة الشيخ ابراهيم بن حسن الكردى المدنى فى شرحها فالمراد اى لمادل عليه الحديث اذا تواتر بدعت وطبعه خبيث حيث لم يقبل الحق لان الطيب يقبل الحق ولايرده فهو اى رد الحديث المتواتر كرد القرآن لكونه...... دلالة؟ علم من الدين بالضرورة لان التواتر يفيد العلم الضرورى بان هذا هو المراد من تلك الاحاديث۔

ولا شك ولا ريب ان هذا المدعى مرزا القاديانى بدعت وطبعه خبيث حيث لم يقبل الحق وماذا بعد الحق الا الضلال نسأل الله السلامة من ذلك وان يوفقنا طريق الصواب ويجنبنا ما نستوجب به العقاب۔

واما استدلاله بقوله تعالىٰ انى متوفيك ورافعك الىّ...... فلا دليل له فى ذلك الان ظاهر الآية كما قاله العلامة الكرخى ان الكلام على حاله من غير ادعا تقديم وتاخير ومعنى الآية انى متوفيك اى اخذك وافيا اى مستوفى اجلك ومؤخرك وعاصمك من ان يقتلك الكفار الىٰ ان تموت حتف انفك من غير ان تقتل ورافعك الىٰ سمائى وذلك لان التوفى يستعمل فى اخذ الشئ وافيا اى كاملاً والموت نوع منه والمعنى المتبادر من الآية الموافق للاحاديث الصحيحة هوالاخذ وافيا لا الموت وانما احتاج اكثر المحققين من المفسرين الىٰ تفسير المتوفى بالاخذ وافيا اى كاملاً لاالنوع المراد منه الموت لما صح فى الاخبار عن النبیﷺ من نزوله وقتله الدجال وكذلك ايضاً معنى قوله فلما توفيتنى اى اخذتنى وافياً الىٰ السماء۔

وقال الشوكانى فى تفسيره فتح القدير تحت قوله متوفيك قال الفراء فى الكلام تقديم وتاخير۔ تقديره انى رافعك ومطهرك من الذين كفروا ومتوفيك بعد انزالك من السماء وقال ابوزيد قابضك وقال فى الكشاف

مستوفي اجلك ومعناه اني عاصمك من ان يقتلك الكفار ومؤخر اجلك الىٰ اجل كتبته لك ومميتك حتف انفك لا قتلاً بايدهم وانما اختار المفسرون الىٰ تاويل الوفاة بما ذكر لان الصحيح ان الله رفعه الىٰ السماء من غير وفاة كما رجحه كثير من المفسرين واختاره ابن جرير الطبرى ووجهه ذلك انه قد صح في الاخبار عن النبيﷺ نزوله وقتل الدجال وقيل المراد بالوفاة هنا النوم ومثله وهو الذى يتوفاكم بالليل اى ينيمكم وبه قال كثيرون. انتهى بلفظه!

وقال في قوله تعالىٰ فلما توفيتني قيل هذا يدل على ان الله توفاه قبل ان يرفعه وليس بشئ لان الاخبار قد تظاهرت بانه لم يمت وانه باق فى السماء على الحياة التى كان عليها فى الدنيا حتىٰ ينزل الىٰ الارض آخر الزمان وانما المعنى فلمّا رفعتنى الىٰ السماء قيل ان الوفاة فى كتاب الله جاءت على ثلاثة اوجه:

بمعنى الموت ومنه قوله تعالىٰ الله يتوفى الانفس حين موتها. وبمعنى النوم، ومنه قوله تعالىٰ وهو الذى يتوفاًكم بالليل اى ينيمكم وبمعني الرفع ومنه قوله تعالىٰ فلما توفيتني. انتهى بلفظ!

وقال الحافظ ابن حجر فى فتح البارى الصحيح ان عيسىٰ رفع وهو حى. انتهى!

فمن زعم ان عيسىٰ ليس بحى وانه قدمات وانه لا ينزل من السماء الىٰ الارض قبل يوم القيامة بذاته الشريفه فهو ضال مضل مخالف لكتاب الله وسنة رسول اللهﷺ المتواتره واتفاق اهل السنة فماذا بعد الحق الا الضلال. فالواجب على كل مسلم ان يبين للناس ضلال هذا الرجل المفترى المدعى ان المسيح قدمات وانه لا ينزل من السماء الىٰ الارض وانه مثيل عيسىٰ. بل عيسىٰ حى فى السماء لم يمت وينزل فى آخر الزمان بذاته الشريفة ويصلي خلف المهدى ويقتل الدجال ومما يؤيد كذب هذاالمفترى ان نزول عيسىٰ لا يكون الا بعد وجود المهدى والدجال وهذا يدعي انه مثيل

عيسىٰ ولا وجود للمهدى ولا للدجال۔

وفى صحيح مسلم ان عيسىٰ ينزل عند المنارة البيضاء شرقى دمشق ولا المنارة البيضاء بلدة القاديانى ولا منارته فهذا صريح فى كذبه وافتراءه وانه ضال مضل۔

وايضاً فقد قال رسول اللهﷺ فى وصف عيسىٰ بانه رجل مربوع الىٰ الحمرة والبياض وانه ينزل بين ممصرتين كأن رأسه يقطر وان لم يصبه بلل وانه بنزوله تذهب الشحناء والتباغض والتحاسد وانه يدعوا الىٰ المال فلا يقبله احد وانه يحثوا المال حثوا وانه يقاتل على الاسلام ولا وجود لهذه الاوصاف الشريفة المذكورة فى هذا الرجل المدعى انه مثيل عيسىٰ ومما يدل علىٰ كذبه وافترائه أن عيسىٰ يوحى اليه كما تدل علىٰ ذلك رواية مسلم الآتية ودعاوى هذا المفترى كلها اما بالالهام الكاذبة او الدعاوى العقلية الواهية التى ليست من شان من يوحى اليه ومما يؤيد كذبه ان لفظ مثيل المسيح لم يرد فى كتاب الله ولا فى سنة رسول الله ولا فى لسان الصحابة والسلف والخلف بل هو قول محدث احدثه من اضله الله وختم على سمعه وقلبه وجعل على بصره غشاوة فمن يهديه من بعد الله۔ ومنها ان عيسىٰ لا اب له وهذا له اب وجد وليس فيه من الصفات ما يصح دعواه بل دعاويه كلها اكاذيب واهية تدل على ضلاله وفساد رأيه ومن يضلل الله فما له من هاد وفى الفتاوى الحافظ جلال الدين السيوطى الحديثية وقد سئل رحمه الله عن حياة عيسىٰ ومقره فاجاب بانه حى فى السماء الثانية لا يأكل ولا يشرب ملازم للتسبيح كالملائكة۔ انتهى!

وقال العلامة الشيخ حسن العدوى المالكى فى كتابه مشارق الانوار سئل شيخنا الاجهورى هل ينزل جبريل على عيسىٰ بعد نزوله من السماء فاجاب بانه ينزل عليه جبريل كما فى حديث مسلم من قولهﷺ فى ذكر ياجوج وماجوج فاوحى الله الىٰ عيسىٰ انى قد اخرجت عباداً لا يدَ لا حد بقتالهم فحرز عبادى الىٰ الطور الحديث فانه ظاهر فى نزول جبريل

اليه واما ما فى حديث الوفاة من قوله هذا آخر وطأتى فى الارض فضعيف۔

ومن جملة ضلال هذا الرجل انه يزعم انه ملهم من الله وان الالهام حجة من الحجج القاهرة مقام الدلائل الشرعية ومراده بذالك التوصل الى صحة دعوه انه مثيل المسيح وهو فى ذلك كاذب ضال مضل مخالفا الاقوال اهل السنة والجماعة فان هذه الدعوى منه من الامانى الكاذبة وقد قال معاوية اياكم والامانى التى تضل اهلها كما فى الصحيح البخارى وقال تعالىٰ: ومنهم اميّون لا يعلمون الكتاب الا امانى وان هم الا يظنون۔

والالهام ليس بحجة شرعية يستدل به على اثبات حكم اونفيه كما هو مقرر عند ائمة الحديث والاصول والفقه۔

قال الحافظ ابن حجر فى فتح البارى ان المحدث منهم اى من هذه الامة اذا تحقق وجود الالهام منه لا يحكم بماوقع له بل لا بد عن عرضه على القرآن فان وافقه او وافق السنة عمل به والاتركه وهذا وان جاز ان يقع لكنه نادر لا يكون الامن كان امره مبينا على اتباع الكتاب والسنة۔

وهذا الكاذب المفترى المدعى ان عيسىٰ قدمات وانه مثيله وان ملهم فالهاماتهن التى يدعيها ليست من الالهامات التى توافق الكتاب والسنة ولا حاله مبنيا على اتباع الكتاب والسنة بل الكتاب والسنة دالان على حياة عيسىٰ وانه ينزل الىٰ الارض فى آخر الزمان حكماً مقسطاً كما ثبت فى الاحاديث الصحيحة المتواترة المروية عن رسول اللهﷺ ولفظ مثيل عيسىٰ لم يرد فى كتاب الله ولا فى سنة رسول اللهﷺ ولا فى لسان الصحابة والسلف والخلف بل هو قول محدث وكل محدث بدعة وكل بدعة ضلالة وكل ضلالة فى النار فالهامه المخالف لما ثبت فى الكتاب والسنة واقوال السلف والخلف واهل السنة من الالهامات الشيطانية والشهوات النفسانية اعاذنا الله من ذلك۔ آمين!

ولقد صدق رسول اللهﷺ حيث قال ماضل قوم بعدهدى كانوا عليه الا اوتو الجدل اخرجه الامام احمد فى مسنده (حدثنا عبدالواحد

الـحـداد حدثنا شهاب بن خراش عن حجاج بن دينار عن ابي غالب عن ابي امامة قال قال رسول الله ماضل قوم بعدهدى كانوا عليه الااوتوا الجدل ثم تـلاهـذه الاية. مـا ضـربـوه لك الاجـد لا بـل هـم قـوم خصمون مسند احمد حـديـث نـمبـر٢١١٤٣) والترمذى وابن ماجه والحاكم من حديث ابى امامة وفـى مثـل دعـوىٰ هذا الكاذب الفاجر انزل الله عزوجل فى كتابه العزيز. بل هـم قـوم خـصـمون فالواجب على كل من له قدرة من علماء المسلمين وحكام الـمـؤمـنين زجر هذا المفترى الكاذب عن دعاويه الكاذبة وتعزيره والتعزير الشـديـد الـرادع عـن دعـاويـه الـواهية وتـعـزير من اعانه او نصره او قواه وهـجـره وتـرك مودته لله عزوجل كما قال الله عزوجل: لتجد قوماً يؤمنون بـالله والـيـوم الآخريوادون من حاد الله ورسوله ولوكانوا آباءهم اوبناءهم او اوخوانهم او عشيرتهم اولئك كتب فى قلوبهم الايمان...... الآيه (مجادله:٢٢)

وما استـدلالـه بـدلائل عقلية عن سنن...... او بغير الكتاب المنزل على خير البرية او بغير السنة الصحيحة التقية المرضية فلا يلتفت الىٰ ذلك الامـن اتبع هواه وضله الله وخذله وغواه وفى هوة الضلالة القاه وارده هذا مـا ظهـر الـلـحـقـير اسيـر الـقصور والتقصير من كلام الائمه المحققين اهل الـمعـرفة والتـمكين فان كان صواباً فمن الله والحمدلله وان كان خطأ فمنى ومـن الشيـطـان واستـغـفـرالله والـحمد لله رب العالمين وحسبنا الله ونعم الوكيل ولا حول ولاقوة الا بـالله الـعـلـى العظيم وصلى الله علىٰ خير خلقه محمد وآله وصحبه وسلم. وكان الفراغ من تحرير هذه الرسالة يوم الاثنين عشـريـن مـن شهـر ربيـع الـثـانـى ١٣٠٨هـ الـمبارك من الهجرة النبوية على شـرفهـا افـضـل الـصلوٰة وازكى التسليم والتحية فى بلدة بوفال (بهوپال) بالتماس بعض الاحبة منى ذلك وان كنت اهلا لما هنالك.

ثـم بعد الفراغ من تحرير هذه الرسالة ورد على الحقير سوال آخر ايـضـاً يتـعـلـق بـحـال هـذا الرجـل المفترى الكاذب والفظه: ما قول العلماء الاعـلام الهـادين الىٰ نهج خير الانام فى القاديانى وصنيعه بالوحيين اعنى

الكتاب والسنة وصرفه النصوص الشرعية عن ظاهرها بما تهواه نفسه الغوية هل تحريفه لذلك من جنس تحريف المذموم المشابه لتحريف اليهود الذين يحرفون الكلم عن مواضعه ام لا؟ افيدونا جزيتم خير.

فاجبت بقولي بسم الله الرحمن الرحيم ـ بالله استعين بالتوفيق لا صابة الصواب. اعلم وفقنا الله للصواب ان الله سبحانه وتعالى ذم اليهود في كتابه العزيز فقال تعالى:

يحرفون الكلم عن مواضعه ونسوا حظاً مما ذكروا به.

ولا تزال تطلع على خائنة منهم، وتحريف هذا الرجل المسئول عن حاله للآيات القرآنيه والاحاديث النبوية وصرف النصوص عن ظاهرها من جنس تحريف اليهود بلاشك ولا ريب. قال الامام ابن القيم في اغاثة اللهفان وقد اختلف في التوراة التي بايدي اليهود هل هي مبدلة ام التبديل وقع في التاويل دون التنزيل على ثلاثه اقوال فقالت طائفة كلها أو اكثرها مبدلة وغلا بعضهم حتى قال يجوز الاستنجاء بها وقالت طائفة من آئمة الحديث والفقه والكلام انما وقع التبديل في التاويل قال البخارى في صحيحه يحرفون يزيلون الكلم عن مواضعه وليس احد يزيل لفظ كتاب من كتب الله ولكنهم يتاولونه على غير تاويله وهو اختيار الرازى ايضاً وسمعت شيخنا يقول وقع النزاع بين الفضلاء فاجاز هذا المذهب وهي غيره فانكر عليه فاظهر خمسة عشر نقلابه.

المقصود والغرض من نقلنا الكلام ابن القيم المذكور ان التحريف على مذهب البخارى ومن وافقه يصدق على تاويله على غير معناه الموضوع له شرعا فهذا المفترى قد شابه اليهود بتحريف معاني الآيات القرآنيه والاحاديث النبويه على غير معناها منها شرعا فمن زعم ان فعل هذا الرجل المفترى ليس من التحريف المشابه لليهود على ما نقله ابن القيم فهو مثله ضال مضل ومن يضلل الله فما له من هاد.

ختمنا الله بالايمان. ثم بعد الفراغ من تحرير هذه الرسالة المباركة

انشاء الله وقفت على واقعة ذكرها الامام شيخ الاسلام ابو العباس تقى الدين احمد بن عبد الحليم بن تيميه فى رسالته المسمى بغية المرتاد فى الرد على المتفلسفة والقرامطه والباطنيه اهل الالحاد من القائلين بالحلول والاتحاد، ولفظها وقد كان عندنا بدمشق الشيخ المشهور الذى يقال له ابن هود وكان من اعظم من رأيناه من هؤلاء الا تحادية زهداً ومعرفة ورياضة وكان من اشد الناس تعظيماً لا بن سبعين ومفضلاً له عنده على ابن عربى وغلامه ابن اسحق واكثر الناس من الكبار والصغار كانوا يطيعون امره وكان اصحابه الخواص به يعتقدون فيه انه اعنى ابن هود المسيح بن مريم ويقولون ان امة اسمها مريم وكانت نصرانية ويعتقدون ان قول النبى ﷺ ينزل فيكم ابن مريم هذا وان روحانية عيسىٰ تنزل عليه وقد ناظرنى فى ذلك من كان افضل الناس عندهم اذ ذاك معرفة بالعلوم الفلسفية وغيرها مع دخوله فى الزهد والتصوف وجرى لهم فى ذلك مخاطبات ومناظرات يطول ذكرها. جرت بينى وبينهم حتىٰ بينت لهم فساد دعواهم بالاحاديث الصحيحة الواردة فى نزول عيسىٰ المسيح وان ذلك الوصف لا ينطبق على هذا الرجل وبينت لهم فساد ما دخلوا فيه من القرمطة حتىٰ اظهرت مباهلتهم وحلفت لهم ان ما ينتظرونه من هذا الرجل لا يكون ولا يتم وان الله لا يتم امر هذا الشيخ فابر الله تلك الاقسام والحمد لله رب العالمين هذا مع تعظيمهم لى وبمعرفتى عندهم والافهم يعتقدون ان سائر الناس محجوبون بحال حقيقتهم وذوامضهم وان الناس عندهم كالبهائم.

المقصود من نقل من هذه الحوالة وفيها تائيد لما حررت فى رسالتى من الاحاديث الصحيحة الواردة فى نزول عيسىٰ وان الاوصاف المذكورة فيها فى وصف عيسىٰ لا ينطبق على هذا المدعى الفاجر مرزا القاديانى ولله الحمد على ذلك.

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذهديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب وصل على خير خلقه محمد وآله وصحبه اجمعين!

الفتح الربانی

(اردو ترجمہ)

حمد و صلوٰۃ کے بعد شیخ حسین بن محسن انصاری یمانی لکھتے ہیں کہ دین میں کج روی کرنے والے بعض لوگوں نے مخالف نصوص قرآن اور احادیث متواترہ کے یہ مذہب نکالا ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم مر چکے ہیں اور یہ کہ وہ اپنے جسم مبارک کے ساتھ زمین سے نہیں اٹھائے گئے۔ بلکہ روح کے ساتھ اور یہ کہ وہ بذاتہ زمین کی طرف ہرگز نہیں آئیں گے۔ بلکہ ان کا ایک مثیل یعنی ہم شکل آوے گا۔ اس لئے میں نے چاہا کہ آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ ایک جگہ جمع کر دوں۔ جو اس مفتری اور گمراہ کن کے مذہب کو رد کرتی ہیں۔ تا کہ اس کو اور جس کو نفس امارہ نے اس جاہل کا دعویٰ درست اور صحیح کر دکھایا ہے اس دعویٰ باطل سے ہٹادے اور اس کی رائے فاسد اور ظاہر باہر جھوٹ کی پیروی سے باز رکھے۔

سو میں کہتا ہوں اور اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں اور اسی پر بھروسہ کرتا ہوں۔ اس میں کہ وہ مجھے غلطی سے محفوظ کر کے یقینی اور صحیح بات پر قائم رکھے۔ ہر عالم منصف پر مخفی نہ رہے کہ عیسیٰ کا زمین کی طرف اترنا اپنے جسم عنصری کے ساتھ حاکم عادل ہو کر قرآن اور حدیث سے باجماع اہل سنت ثابت ہے اور یہ کہ وہ اب بھی آسمان میں زندہ ہیں اور یقیناً ہرگز نہیں مرے۔ سو قرآن شریف کے دلائل یہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ یہودیوں کے رد میں جن کا یہ زعم تھا کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم کو مار ڈالا۔ فرماتا ہے نہیں قتل کیا انہوں نے یقیناً بلکہ اس کو اللہ نے اپنی طرف اٹھالیا۔ سو اس آیت میں اللہ نے ہم کو اس بات کی خبر دی ہے کہ یہود جس کو پکڑنا اور مار ڈالنا چاہتے تھے اور وہ جسم عنصری تھا نہ غیر۔ اس کو اللہ نے اپنی طرف اٹھالیا اور یہود ان کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے اور اس آیت میں رفع جسمانی کی تفسیر خود ابن عباسؓ نے کی ہے۔ جیسا کہ (تفاسیر میں) ان سے باسناد صحیح ثابت ہے۔ پس اس آیت و تفسیر ابن عباسؓ اور ہماری تقریر سے ثابت ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ اٹھائے گئے۔

اور اس پر دلالت کرتی ہیں احادیث صحیحہ متواترہ جو آگے آئیں گی۔ جن میں نزول ذاتی کی صراحت ہے اور تاویل کی گنجائش ہی نہیں۔

اور اللہ فرماتا ہے۔ ''وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به'' یعنی سب اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئیں گے۔ یہ تفسیر ابن عباسؓ

وابوہریرہؓ ودیگر سلف سے باسناد صحیح ثابت ہے اور یہی ظاہر ہے جیسا کہ تفسیر ابن کثیر اور شوکانی میں اسی کو ظاہر کیا ہے اور منکر قادیانی نے بھی توضیح المرام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ضمیر پھیری ہے۔ پس اس آیت سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں مرے۔ بلکہ آخر زمانہ میں بعد نزول کے۔ جب سب اہل کتاب ان پر ایمان لا دیں گے انتقال کریں گے۔

اور اللہ نے اپنی کتاب میں ان کے نزول کو علامت قیامت فرمایا۔ ''وانہ لعلم للساعۃ'' یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قرب قیامت کی علامت ہے۔ ابن کثیر اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف عائد ہے۔ کیونکہ سیاق انہیں کے ذکر میں ہے اور مراد اس سے ان کا نزول ہے۔ قیامت سے پہلے جیسا کہ دوسری جگہ اللہ نے فرمایا۔ سب اہل کتاب ان کے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مرنے سے پہلے ان پر ایمان لے آئیں گے۔ پھر قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوں گے اور شاہد اس تفسیر کا قرأت ''لعلم للساعۃ'' بفتح عین ولام ہے۔ مجاہد بھی اس کی تفسیر یہی کرتے ہیں کہ خروج عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے نشان قیامت ہے اور یہی مروی ہے۔ ابوہریرہؓ وابن عباسؓ وابو عالیہ وابو مالک عکرمہ وحسن وقتادہ وضحاک وغیرہم سے اور احادیث نبویہ بھی متواتر آئی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے نازل ہوں گے۔ حاکم وعادل ہوکر۔

امام شوکانیؒ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ مجاہدؒ اور ضحاکؒ اور سدیؒ اور قتادہؒ کہتے ہیں کہ مراد اس سے یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قرب قیامت کا نشان ہے۔ کیونکہ وہ علامات قیامت سے ایک علامت ہیں کہ اللہ ان کو قیامت سے پہلے آسمان سے زمین کی طرف نازل کرے گا۔ جیسا کہ خروج دجال بھی قیامت کا ایک نشان ہے اور یہی تفسیر لائق قبول ہے اور ابن عباسؓ نے بھی اس کی تفسیر خروج عیسیٰ قبل از قیامت کے ساتھ کی ہے اور اس کو حاکم وابن مردویہؒ نے ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ جمہور نے علم بصیغہ مصدر پڑھا ہے۔ یعنی مسیح کے نزول کے وقت قرب قیامت کا علم ہو جائے گا تو مبالغۃً عیسیٰ کو خود علم فرمایا۔

اور ایک جماعت صحابہ نے علم بفتح عین ولام پڑھا ہے۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول علامات قیامت سے ایک علامت ہے اور نزول کے علامت قیامت ہونے پر۔ حدیث صحیح مسلم بھی دال ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہم پر ظاہر ہوئے اور ہم کچھ تذکرہ کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا تم کیا تذکرہ کرتے ہو۔ ہم نے عرض کیا کہ قیامت کا۔ فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ

دس نشان نہ دیکھ لوگے۔ دخان، دجال، دابہ، طلوع آفتاب از مغرب، نزول عیسیٰ بن مریم۔ الخ!

پس ان روایات مرفوعہ موقوفہ سے ثابت ہوا کہ مراد علامت سے ان کا نزول ہے نہ ان کا پیدا ہونا۔ جیسا کہ مدعی کاذب سمجھا ہے اور یہی ثابت ہوا کہ ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھرتی ہے نہ طرف قرآن کے۔ جیسا کہ مرزا قادیانی وغیرہ نے گمان کیا ہے۔

اور روایات مذکورہ ہر قول مخالف کو رد کرتی ہیں۔ پس ظاہر آیات قرآنیہ کا یہی ہے کہ اس سے مراد عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بذات الشریف ہے اور یہ کہ وہ زندہ ہیں مرے نہیں۔ بخلاف اس مفتری کذاب کے قول کے۔

اور احادیث صحیحہ متواترہ بھی اس پر دلالت کرتی ہیں۔ چنانچہ مسلم میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اللہ کی بے شک عیسیٰ بن مریم حاکم عادل ہوکر نازل ہوں گے۔ پھر صلیب توڑ دیں گے اور خنزیروں کو ہلاک کریں گے اور جزیہ اٹھادیں گے اور حاملہ اونٹنی چھوٹی پھرے گی اور کوئی اس کو نہ پکڑے گا اور آپس کا کینہ اور بغض اور حسد جاتا رہے گا اور مال کو باوجود بلائے جانے کے کوئی قبول نہ کرے گا۔

اور بخاری ومسلم وابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ قسم ہے مجھ کو اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ بیشک ابن مریم تم میں نازل ہوں گے حاکم عادل ہوکر۔ پس صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو ہلاک کریں گے اور جزیہ اٹھادیں گے اور مال بہت ہوگا۔ یہاں تک کہ اس کو کوئی قبول نہ کرے گا۔ الخ! پھر حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ (قرآن مجید میں بھی اس کی شہادت موجود ہے) چاہو تو پڑھو کہ سب اہل کتاب عیسیٰ کے مرنے سے پہلے ان پر ایمان لے آئیں گے۔

اور سیوطی نے تفسیر اکلیل میں تحت آیت ''وان من اهل الكتاب'' یوں لکھا ہے کہ اس میں دلیل ہے۔ نزول عیسیٰ بن مریم کی۔ اس کو حاکمؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے اور امام احمدؒ نے ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بن مریم نازل ہوں گے تو خنزیر کو ہلاک کردیں گے اور صلیب کو مٹادیں گے۔ پھر ابوہریرہؓ نے یہ آیت پڑھی سب اہل کتاب عیسیٰ کے مرنے سے پہلے ان پر ایمان لے آویں گے۔

پس اس روایت میں صریح دلالت ہے کہ ''قبل موته'' کی ضمیر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے اور معنی اس کے یہ ہیں کہ سب اہل کتاب نزول عیسیٰ علیہ السلام کے عہد مبارک

میں ان پر ایمان لے آویں گے اور اس پر کہ وہ اللہ کے بندے ہیں اور اللہ کی بندی مریم کے بیٹے ہیں اور اس پر دال ہے۔ حضرت ﷺ کا قسم کھانا نہایت تاکید اور صراحت کے ساتھ کہ مراد نزول ذات مع جسم شریف ہے اور وہ زندہ ہیں۔

مسلم نے روایت کی ہے۔ جابرؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت سے ہمیشہ ایک گروہ حق پر رہے گا قیامت تک۔ پس اتریں گے عیسیٰ بن مریم تو کہے گا۔ امیر ان کا کہ آیئے نماز پڑھایئے۔ پس کہیں گے کہ میں نہیں پڑھاتا۔ بلکہ بعض تمہارا تم پر امیر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس امت کو یہ عزت بخشی ہے۔

اور مسلم نے حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ تمہارا کیا حال ہوگا۔ جب ابن مریم تم میں نازل ہوگا۔ پھر وہ تمہارا پیشوا ہوگا اور ابوداؤد میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں اور بے شک وہ اترنے والے ہیں۔ جب تم ان کو دیکھو تو ان کی پہچان یہ ہے کہ ایک مرد ہیں۔ میانہ قد، گندم گوں، گیروے کپڑے پہنے ہوئے اتریں گے۔ گویا ان کا سر ٹپکتا ہوگا۔ اگرچہ اس کو تری نہیں پہنچی۔ پس اسلام کے قبول پر جنگ کریں گے اور صلیب توڑ دیں گے اور خنزیر کو ہلاک کریں گے اور جزیہ اٹھا دیں گے اور اسلام کے سوا کل مذاہب کو اللہ مٹا دے گا اور مسیح دجال بھی ان کے زمانہ میں ہلاک ہوگا۔ پس زمین پر چالیس برس رہیں گے۔ پھر وفات پائیں گے تو مسلمان ان پر جنازہ پڑھیں گے۔

اور امام احمدؒ نے ابوسعیدؓ سے مرفوعاً روایت کی ہے جس کے کل راوی صحیح کے ہیں۔ سوائے کثیر بن زید کے کہ اس کو بھی احمد اور ایک جماعت نے ثقہ کیا ہے۔ لفظ حدیث کے یہ ہیں کہ عنقریب مسیح بن مریم نازل ہوں گے۔ حاکم عادل ہوکر۔ پس خنزیر کو ہلاک کریں گے اور صلیب کو توڑ دیں گے اور دعوت اسلام کی ایک ہی ہوگی۔ پس جب وہ نازل ہوں گے تو رسول اللہ ﷺ کا سلام ان کو کہہ دینا اور بعض الفاظ اس کے صحیح میں بھی ہیں اور امام احمدؒ نے دو اسناد سے کہ جن کے کل راوی صحیح کے ہیں۔ ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ اگر میری عمر دراز ہوئی تو امید رکھتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے ملاقات ہوگی اور اگر مجھے جلد موت آگئی تو جو کوئی ان سے ملاقات کرے ان سے میرا سلام کہہ دے اور حاکم کے لفظ یہ ہیں کہ بے شک عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے حاکم اور امام عادل ہوکر اور حج یا عمرہ کرتے ہوئے۔ پہاڑوں کے دروں میں چلیں گے اور میری قبر پر مجھ کو سلام کہیں گے اور میں سلام کا جواب دوں گا۔ یہ اور

ان کے مانند بہت سی احادیث متواترہ مروی ہیں جو نزول ذاتی میں صریح ہیں۔ تاویل کی گنجائش نہیں رکھتیں اور صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں دجال نکلے گا۔ پس زمین میں چالیس دن رہے گا (راوی کو یاد نہیں رہا کہ چالیس دن یا ماہ یا برس) پھر اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو بھیجے گا۔ شکل ان کی عروہ بن مسعودؓ کے مانند ہوگی۔ پس دجال کو ہلاک کریں گے۔ الخ! امام نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ بھیجے گا اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو یعنی آسمان سے اتارے گا۔ ہماری شرع کے مطابق حاکم کر کے۔ قاضی عیاضؒ نے کہا کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کا اور ان کا دجال کو قتل کرنا بدلیل احادیث صحیحہ اہل سنت کے نزدیک حق اور صحیح ہے اور شرع اور عقل دونوں میں اس کے بطلان کی کوئی دلیل نہیں تو اس کا قبول کرنا واجب ہوا۔

اور بعض معتزلہ اور جہمیہ اور ان کے موافقین نے اس کا انکار کیا ہے اور گمان کیا کہ یہ حدیثیں مردود ہیں۔ اللہ کے اس قول ”وخاتم النبیین“ سے اور آنحضرت ﷺ کے قول ”لا نبی بعدی“ سے اور مسلمانوں کے اجماع سے کہ ہمارے نبی کے بعد کوئی نبی نہیں اور اس سے کہ ہمارے نبی کی شریعت قیامت تک ہے۔ منسوخ نہیں ہوگی۔

یہ دلیل ان کی فاسد ہے۔ اس لئے کہ نزول سے یہ مراد نہیں کہ وہ اتریں گے نبی ہوکر ساتھ ایسی شرع کے جو ہماری شریعت کی ناسخ ہو اور نہ کسی حدیث میں آیا ہے۔ بلکہ اس باب کی حدیثیں اور کتاب الایمان کی اور اس کے سوا اور حدیثیں صحیح وارد ہوئی ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام حاکم عادل نازل ہوں گے اور ہماری شریعت کے ساتھ حکم کریں گے اور لوگوں نے جو ہماری شرع کی باتیں چھوڑ دی ہیں ان کو زندہ کریں گے۔

امام شوکانیؒ اپنے رسالہ ”التوضیح فی تواتر ماجاء فی المهدی والدجال والمسیح“ میں لکھتے ہیں کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام میں ۲۹ حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ پھر ان کو لکھا اور اس رسالہ کی حدیثیں اسی رسالہ سے ہم نے ذکر کی ہیں۔ حاصل یہ کہ اس شخص کا یہ دعویٰ کرنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے۔ دین میں ایک فساد عظیم برپا کرنا اور ابلیس لعین کا وسوسہ اور بہکانا ہے۔

اور حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ حدیثیں متواتر آئی ہیں کہ مہدی اس امت سے ہوگا اور عیسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

اور آئمہ حدیث، اصول وفقہ، کے نزدیک مقرر ہو چکا ہے کہ احادیث متواترہ کا رد کرنا اور قبول نہ کرنا کفر ہے علامہ احمد بن محمد قشاشی اپنے منظومہ عقائد میں کہتے ہیں کہ حدیث متواتر کا رد کرنے والا مبتدع اور خبیث الطبع ہے حدیث متواتر کا رد کرنا آیت محکمہ کا رد کرنا ہے اور علیم کے نزدیک کفر ہے۔ اور ان کے شاگرد شیخ ابراہیم بن حسن کروی بھی اس کی شرح میں یہی کہتے ہیں کہ خبیث الطبع اس لئے ہے کہ طبع پاکیزہ حق کو قبول کرتی ہے اور قرآن کی طرح متواتر احادیث میں بھی علم یقینی ہوتا ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ اس مدعی مرزا قادیانی کی بدعت اور طبع بھی خبیث ہے جب کہ حق کو قبول نہ کیا اور حق کے بعد گمراہی کے سوا اور کیا ہے اللہ اس سے محفوظ رکھے اور طریق صواب کی توفیق دے اور مستوجب عذاب سے بچا دے۔

اور اس کا استدلال کرنا آیت ’’انی متوفیك ‘‘ سے وفات عیسیٰ علیہ السلام پر، سو اس پر کوئی دلیل نہیں کیونکہ ظاہر آیت کے معنی بقول کرخی کے بغیر تقدیم وتاخیر کے یہ ہیں کہ میں تجھ کو بھرپور لینے والا ہوں۔ یعنی لوگوں کے قتل کرنے سے محفوظ کر کے تیری اجل کو پورا کرنے والا اور مؤخر کرنیوالا ہوں اور تجھ کو آسمان کی طرف اٹھانے والا ہوں اور یہ اس لئے کہ توفی کے معنی شئی کو بھرپور لینے کے ہیں اور موت اس کی ایک نوع ہے اور احادیث صحیحہ کے موافق متبادر معنی آیت کے بھی بھرپور لینے کے ہیں۔ نہ اس کے ایک نوع یعنی موت کے اور مفسرین نے اصلی معنی کو اس واسطے اختیار کیا ہے کہ احادیث صحیحہ میں ان کا نزول اور دجال کا قتل کرنا وغیرہ (دلائل حیات) وارد ہیں اور یہی معنی ہیں۔ ’’فلما توفیتنی ‘‘ کے یعنی جب تو نے مجھ کو بھرپور آسمان کی طرف اٹھالیا۔

اور امام شوکانیؒ اپنی تفسیر فتح القدیر میں فرماتے ہیں کہ فراء نے کہا اس کلام میں (ازروئے معنی کے) تقدیم وتاخیر ہے۔ معنی یہ ہوئے کہ میں تجھ کو اٹھانے والا ہوں اور کافروں سے صاف وپاک کرنے والا ہوں اور مارنے والا ہوں تجھ کو آسمان سے اتار کر اور ابوزید نے کہا یعنی تجھ کو (بھرپور) قبض کرنے والا ہوں اور کشاف میں ہے کہ تری اجل کو جہاں تک کہ میں نے لکھا ہے پورا کر دونگا یعنی تجھ کو کفار قتل نہ کرسکیں گے تیری اصلی موت سے تجھ کو مارونگا، نہ ان کے ہاتھوں سے۔

اور مفسرین نے اس کے یہ معنی اختیار کئے ہیں اس لئے کہ صحیح یہ ہے کہ اللہ نے ان کو بغیر وفات کے اٹھالیا جیسا کہ اس کو بہت مفسرین نے ترجیح دی ہے اور ابن جریر طبری نے اسی کو

اختیار کیا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ حدیثوں میں ان کا نزول اور دجال کا قتل کرنا صحیح ہو چکا ہے اور بعض نے وفات کے معنی نیند کے لئے ہیں جیسا کہ دوسری آیت میں ہے کہ اللہ تم کو رات میں وفات دیتا ہے۔ یعنی سلاتا ہے اور بہت مفسرین بھی معنی نیند کے کرتے ہیں۔ انتھی ماقال الشوکانی!

اور آیت "فلما توفیتنی" میں فرماتے ہیں کہ بعض نے کہا کہ اللہ نے ان کو آسمان پر (زندہ) اٹھانے سے پہلے (تین یا سات ساعت) مارا تھا اور یہ قول باطل ہے۔ اس لئے کہ احادیث سے ظاہر ہو چکا ہے کہ وہ نہیں مرے اور آسمان پر اس زندگی کے ساتھ، جو دنیا میں تھی، زندہ ہیں۔ یہاں تک کہ آخر زمانہ میں زمین پر اتریں گے اور آیت کے معنی یہی ہیں کہ جب تو نے مجھ کو آسمان کی طرف اٹھالیا۔ چنانچہ بعض نے کہا وفات، کلام اللہ میں تین معنوں پر آئی ہے۔ ایک بمعنی موت جیسا کہ اللہ کے اس قول میں "الله يتوفى الانفس حين موتها" دوم بمعنی نیند جیسے اللہ کے اس قول میں "هو الذي يتوفلكم بالليل" یعنی تم کو سلاتا ہے۔ سوم بمعنی رفع جیسا کہ اللہ کے اس قول میں "فلما توفيتني" یعنی تو نے مجھ کو اٹھالیا۔

اور حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ اٹھائے گئے۔ انتہی!

پس جو کوئی یہ گمان کرے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ نہیں ہیں مر گئے ہیں اور قیامت سے پہلے آسمان سے زمین کی طرف اپنی ذات بابرکات سے نہیں اتریں گے تو وہ گمراہ ہے۔ گمراہ کرنے والا، اور کتاب اللہ وسنت متواترہ اور اجماع اہل سنت کا مخالف ہے اور حق کے بعد گمراہی کے سوا اور کیا ہے۔ پس جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ مسیح وفات پاچکے اور وہ آسمان سے زمین کی طرف نہیں اتریں گے اور دعویٰ کرتا ہے کہ میں مثیل عیسیٰ ہوں۔ (جس کا تم کو وعدہ دیا گیا ہے) ایسا شخص مفتری ہے۔ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اس کی گمراہی کو لوگوں پر ظاہر کرے۔ بلکہ یہ اعتقاد رکھیں کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں مرے نہیں اور آخر زمانہ میں اپنی ذات بابرکات کے ساتھ نازل ہوں گے اور مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور اس مفتری کے کذب پر یہ بات بھی تائید کرتی ہے کہ نزول عیسیٰ کا بعد وجود مہدی اور دجال کے ہوگا اور یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں مثیل عیسیٰ ہوں۔ (جس کا تم کو وعدہ دیا گیا) حالانکہ مہدی اور دجال ابھی تک نہیں ہوئے۔

اور مسلم میں حدیث ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دمشق کے سفید منارہ جانب شرق پر نازل

ہوں گے اور شہر دمشق اور اس کا سفید منارہ قادیان اور اس کا منارہ نہیں اور یہ اس کے کذب اور افتراء اور گمراہی پر صریح دلیل ہے۔

نیز رسول اللہ ﷺ نے عیسیٰ علیہ السلام کے اوصاف میں یہ بیان فرمایا ہے کہ وہ ایک مرد ہیں۔ میانہ قد، گندم گوں، گیروے کپڑے پہنے ہوئے اتریں گے۔ گویا کہ سر ان کا ٹپکتا ہے اگرچہ ان کو تری نہیں پہنچی، اور یہ وصف کہ ان کے زمانہ میں آپس کے کینے اور بغض وحسد جاتے رہیں گے اور وہ مال کی طرف بلائیں گے تو اس کو کوئی قبول نہیں کرے گا اور مال کو لپیں بھر کر دیں گے اور یہ وصف کہ وہ اسلام کے لئے قتال کریں گے اور ان اوصاف شریفہ مذکورہ کا اس شخص مدعی مثلیت مسیح میں وجود ہی نہیں اور اس کے کذب وافتراء پر یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ عیسیٰ پر وحی نازل ہوا کرے گی۔ جیسا کہ حدیث مسلم آئندہ دلالت کرتی ہے اور دعاوی اس مفتری کے الہامات کاذبہ یا عقلیہ واہیہ ہیں جو ان کی شان سے نہیں ہیں۔ جن پر وحی آتی ہے۔

اور اس کے کذب پر یہ بات بھی دال ہے کہ مثیل مسیح کا لفظ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور محاورہ صحابہؓ اور سلف وخلف میں کہیں نہیں آیا۔ بلکہ یہ قول بدعت ہے۔ اس کو نکالا ہے۔ اس شخص نے جس کو اللہ نے گمراہ کیا اور کان اور دل پر مہر لگائی اور آنکھ پر پردہ ڈالا ہے۔ پس اللہ کے بعد اس کو کون ہدایت دے سکتا ہے۔ اس کے علامات کذب سے یہ بھی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی باپ نہیں اور اس کا باپ دادا موجود ہیں۔

غرض کہ اس میں ایسے صفات نہیں ہیں جو اس کے دعویٰ کی تصدیق کریں۔ بلکہ اس کے کل دعویٰ جھوٹے ہیں جو اس کی گمراہی اور کوتاہی عقل اور فساد رائے پر دلالت کرتے ہیں اور جس کو اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

سیوطیؒ کے فتاویٰ حدیثیہ میں ہے کہ سیوطی سے عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے رہنے کی جگہ کے بارے میں سوال ہوا تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ دوسرے آسمان پر زندہ ہیں اور نہ کھاتے ہیں اور نہ پیتے ہیں۔ فرشتوں کی طرح ہمیشہ تسبیح پڑھتے ہیں۔

شیخ حسن عدوی مالکی اپنی کتاب مشارق الانوار میں فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ اجھوری سوال کئے گئے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر آسمان سے نازل ہوں گے یا نہیں؟ تو جواب دیا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ان پر نازل ہوں گے۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں ذکر یاجوج ماجوج میں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ پھر اللہ، عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کرے گا کہ میں

نے ایسے بندے ظاہر کئے ہیں۔ جن کے ساتھ جنگ کی کسی کو طاقت نہیں۔ پس میرے بندوں کو کوہ طور پر لے جاؤ۔ الخ! پس یہ حدیث نزول جبریل علیہ السلام میں دلیل ظاہر ہے اور حدیث وفات میں جبریل علیہ السلام کا یہ قول کہ یہ آنا میرا زمین میں آخری ہے۔ سو یہ حدیث ضعیف ہے۔

اور منجملہ اس کی گمراہی کے اس کا یہ دعویٰ ہے کہ میں اللہ کی طرف سے ملہم ہوں اور الہام حجت ہے۔ قائم مقام دلائل شرعیہ کے، اور اس کی غرض اس سے اپنے اس دعویٰ کو صحیح کرنا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں۔ حالانکہ وہ اس میں کاذب اور اہل سنت وجماعت کے مخالف ہے۔ کیونکہ یہ کل دعویٰ اس کے خیالات کاذبہ اور اٹکلیں ہیں اور صحیح بخاری میں ہے کہ معاویہؓ نے فرمایا کہ بچو خیالات اور اٹکلوں سے جو لوگوں کو گمراہ کرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بعض یہودان پڑھ ہیں۔ کتاب کو نہیں جانتے۔ مگر اپنی آرزوئیں اور ان کے پاس نہیں۔ مگر اپنے خیال اور الہام حجت شرعیہ نہیں ہے۔ جس سے اثبات یا نفی کسی حکم کی ہو سکے۔ جیسا کہ آئمہ حدیث واصول وفقہ کے نزدیک مقرر ہے۔ حافظ ابن حجرؒ جو فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ اس امت کے محدث کا الہام جب متحقق ہو تو اس سے کسی امر کے اثبات یا نفی کا حکم نہیں لگا سکتے۔ بلکہ اس کو قرآن وحدیث پر پیش کرنا ضروری ہے۔ اگر ان کے موافق ہو تو عمل کرے۔ ورنہ ترک کرے اور وقوع اس کا اگرچہ ممکن ہے۔ لیکن نادر ہے اور وہ بھی اس شخص کو جس کے کام کتاب وسنت پر مبنی ہوں۔ انتہی!

اور یہ مفتری وفات عیسیٰ علیہ السلام اور مثیل مسیح اور ملہم ہونے کا مدعی ہے۔ اس کے الہامات کتاب وسنت کے موافق نہیں ہیں اور نہ اس کے کام کتاب وسنت پر مبنی ہیں۔ بلکہ کتاب وسنت حیات عیسیٰ علیہ السلام پر دلالت کرتی ہیں اور اس پر کہ وہ آخر زمانہ میں زمین کی طرف حاکم عادل ہو کر نازل ہوں گے۔

اور لفظ مثیل عیسیٰ کتاب وسنت میں وارد نہیں ہوا اور نہ صحابہ اور سلف وخلف سے ثابت ہے۔ بلکہ یہ قول محدث ہے اور ہر محدث بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ پس یہ الہام اس کا جو کتاب اور سنت اور اقوال سلف وخلف اور کل اہل سنت کے مخالف ہے۔ الہامات شیطانیہ اور خواہش ہائے نفسانیہ ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا ہے کہ جو لوگ ہدایت کے بعد گمراہ ہو جاتے ہیں۔ جھگڑالو ہو جاتے ہیں۔ روایت کیا اس حدیث کو احمد اور ترمذی وغیرہ نے ابوامامہ سے، اور حق میں مثل دعویٰ اس کاذب فاجر کے اللہ نے اپنی کتاب میں یہ آیت نازل فرمائی ہے۔ یہ لوگ جھگڑالو

ہیں۔ پس علماء مسلمین اور حکام مؤمنین سے جو قدرت رکھتا ہے۔ اس پر واجب ہے اس مفتری کاذب کو ان جھوٹے دعوؤں سے منع کرنا اور ادب دینا جس سے وہ رک جائے اور ادب دینا اس کو جو اس کی مدد کرے اور اس کو اور اس کی دوستی کو اللہ کے واسطے چھوڑ دیں۔ جیسا کہ اللہ فرماتا ہے کہ مؤمنوں کو اللہ و رسول کے دشمنوں کا دوست نہ پاؤ گے۔ اگرچہ ان کے باپ یا بھائی یا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں اور دلائل عقلیہ یا کتاب و سنت کے ماسواء سے جو اس نے استدلال کیا۔ سو اس کی طرف کوئی التفات نہیں کرتا۔ مگر جو نفسانیت کا تابع اور چاہ ضلالت میں پڑا ہو۔

یہ اس فقیر نے کلام آئمہ محققین اہل معرفت و تمکین سے جو ظاہر ہوا لکھا ہے۔ پس صواب اللہ کی طرف سے ہے اور خطا میری اور شیطان کی طرف سے ہے۔ یہ رسالہ دوشنبہ ۲۰؍ربیع الثانی ۱۳۰۸ھ کو بھوپال میں مکمل ہوا۔ بعد فراغ تحریر ہذا میرے پاس یہ سوال آیا جو اس مفتری کاذب کے بارے میں ہے۔

کیا فرماتے ہیں۔ علمائے دین، مرزا غلام احمد قادیانی کے حق میں اور جو قرآن و حدیث کو اس نے ظاہر سے پھیرا ہے۔ کیا یہ تحریف مذموم یہودیوں کی سی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا!!

تو میں نے جواب دیا۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں یہود کی مذمت یوں فرمائی ہے۔ (ترجمہ) یہود کلام الٰہی کو اس کے ٹھکانوں سے پھیرتے ہیں اور بھول گئے ایک فائدہ لینا۔ اس نصیحت سے جو ان کو تھی اور ہمیشہ تو خبر پاتا ہے ان کے دغا کی۔

اور اس شخص مسئول عنہ کی تحریف اور اس کے نصوص کو ظاہر سے پھیرنا بلاشک یہود کی سی تحریف ہے۔ امام ابن قیمؒ، اغاثۃ اللہفان میں فرماتے ہیں کہ اس میں اختلاف ہے کہ توریت جو یہود کے پاس ہے۔ اس میں تحریف لفظی ہے یا معنوی۔ اس میں تین قول ہیں۔ ایک طائفہ نے کہا ہے کہ کل یا اکثر مبدل ہے اور بعض نے غلو کیا کہ اس کے ساتھ استنجاء جائز ہے۔ ایک گروہ نے آئمہ حدیث وفقہ وکلام سے یہ کہا کہ تبدیلی فقط تاویل میں واقع ہوئی ہے۔ امام بخاری اپنی صحیح میں ''یحرفون'' کی تفسیر یوں کرتے ہیں کہ دور کرتے ہیں کلام کو اس کے ٹھکانے سے، اور لفظ کتاب کو کتب اللہ سے کوئی زائل نہیں کرتا۔ لیکن اس کی بے جا تاویل کرتے ہیں اور رازی نے بھی اختیار کیا ہے اور میں نے اپنے شیخ (ابن تیمیہؒ) سے سنا وہ کہتے تھے۔ فضلاء کے درمیان اس میں نزاع واقع ہوئی ہے۔ پس اس قول کو صحیح اور غیر کو ضعیف کہا۔ پس اس پر ان کا انکار کیا گیا تو اس نے پندرہ نقلیں اس ... میں پیش کیں۔

میرا مقصود اور غرض اس کلام ابن قیمؒ سے یہ ہے کہ بموجب مذہب بخاری وغیرہ کے یہ مفتری بھی تحریف معنوی آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ میں یہود کے مشابہ ہے اور جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ اس کی تاویل یہود کی سی تاویل معنوی نہیں ہے۔ پس وہ بھی مثل اس کے گمراہ ہے۔ گمراہ کرنے والا اور جس کو اللہ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔

پھر بعد فراغ اس تحریر کے میں ایک واقعہ پر مطلع ہوا۔ جس کو ابن تیمیہؒ نے اپنے رسالہ ''بغية المرتاد فی الرد علی المتفلسفة والقرامطة والباطنية اهل الالحاد من القائلين بالحلول والاتحاد'' میں ذکر کیا ہے کہ ہمارے پاس شہر دمشق میں ایک بڑا شیخ مشہور تھا۔ جس کو ابن ہود کہتے تھے اور جن وحدت وجودیوں کو ہم نے دیکھا ہے۔ وہ ان سب میں زہد ومعرفت وریاضت میں بہت بڑا تھا اور ابن سبعین کی بہت تعظیم کرتا تھا اور ان کو ابن عربی اور اس کے غلام ابن اسحاق پر بھی فضیلت دیتا تھا اور بہت سے بڑے اور چھوٹے اس کے حکم کی اطاعت کرتے تھے اور اس کے مریدان خاص اس کے حق میں یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ ابن ہود، مسیح ابن مریم ہے اور کہتے تھے کہ اس کی ماں کا نام بھی مریم ہے اور وہ نصرانیہ تھی اور نسبت حدیث رسول کی کہ تم میں ابن مریم اترے گا تو ان کا عقیدہ تھا کہ وہ یہی ابن ہود ہے اور اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روحانیت نازل ہوئی اور مناظرہ کیا مجھ سے اس بارہ میں اس شخص نے جو ان لوگوں کے نزدیک اس وقت فلسفہ وغیرہ میں سب سے افضل تھا۔ علاوہ اس کے زہد وتصوف میں بھی دخل رکھتا تھا اور اس معاملہ میں ان سے کئی گفتگوئیں اور مناظرے واقع ہوئے کہ ان سب کے ذکر کرنے سے طول ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ میں نے ان کے دعویٰ کا بطلان ان احادیث صحیحہ سے اچھی طرح بیان کر دیا۔ جو نزول عیسیٰ میں آئی ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وہ اوصاف بیان کئے جو ابن ہود پر مطابق نہیں آتے اور میں نے خرابی ان کی قرمطہ کی جس میں وہ داخل ہوگئے تھے۔ وضاحت سے بیان کر دی۔ یہاں تک کہ میرا ان کا مباہلہ ٹھہرا اور میں نے ان سے حلف اٹھا کر کہہ دیا کہ جن باتوں کا تم انتظار کرتے ہو ہرگز پوری نہ ہوں گی اور اللہ اس شیخ کا یہ ڈھکوسلا پورا نہیں کرے۔ سو اللہ نے میری ان سب قسموں کو سچا کیا اور اللہ کا شکر ہے۔ یہ بھی اس واسطے ہوا کہ میں ان کے نزدیک معظم تھا اور مجھ کو خوب جانتے تھے۔ ورنہ وہ تو یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ سب لوگ ان کی حقیقت اور باریک بھیدوں سے محجوب ہیں اور لوگ ان کے نزدیک مثل چوپایوں کے ہیں۔ انتہی!

اس حکایت میں میری اس تحریر کی پوری تائید ہے کہ اوصاف عیسیٰ علیہ السلام کے ابن ہود کی طرح مرزا قادیانی پر مطابق نہیں آتے۔ ولله الحمد علىٰ ذالك!

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

قادیانی دجال کا استیصال

حضرت مولانا محمد سعد اللہ لدھیانوی

قادیانی دجال کا استیصال!

(حصہ نثر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

ایک مسلمان اور قادیانی میں سوال وجواب کیونکر ہو سکتے ہیں؟

مسلمان...... قادیانی صاحب اپنا دعویٰ اپنی زبان سے بیان کرو۔

قادیانی...... میں محدث (بفتح دال مشدد) ہوں۔ مجھے اللہ نے اس صدی کا مجدد بنایا ہے۔ میرے نام غلام احمد قادیانی کے اعداد پورے ۱۳۰۰ اس پر شاہد ہیں کہ میں تیرھویں صدی کے انجام اور چودھویں صدی کے آغاز پر مجدد ہوں۔

مسلمان...... صرف نام سے اعداد کا نکلنا مجدد ہونے کی دلیل نہیں۔ کیا معلوم آپ اس وقت کے کیا ہیں۔ اگر حساب ابجد سے کوئی دعویٰ مدلل ہوسکتا ہے تو گزارش ہے کہ آپ کے لئے یہ پورا جملہ جس کے اعداد بھی پورے ہیں، بہت درست ہوگا۔ ''غلام احمد قادیانی دجال ہے۔'' سامعین! واہ واہ! واہ وا! جزاک اللہ! اس مبتداء کی خبر کیسی برجستہ نکالی ہے۔

قادیانی...... صرف یہی ایک دلیل نہیں۔ بڑی دلیل میری وحی، الہام ہے جو اللہ پاک کی طرف سے مجھ پر بارش کی طرح برستا ہے۔ من بی زیم بوحی خدائے کہ بامن ست پیغام اوست چوں نفس روح پرورم۔

مسلمان...... انبیاء ورسل علیہم السلام کے سوا کسی کا وحی والہام قطعی نہیں ہوسکتا۔ ممکن ہے ان کے ماسواء کو اس میں کبھی نفسانی، گاہ شیطانی آمیزش سے دھوکا ہوجائے۔

قادیانی...... چونکہ میں محدث ہوں۔ میری وحی والہام بھی آمیزش شیطان سے پاک ہے۔

مسلمان...... اس پر کوئی دلیل شرعی؟ قرآن وحدیث میں تو محدث کو یہ رتبہ نہیں دیا کہ قرآن میں محدث کا نام بھی نہیں۔

(قادیانی کا ایک اعرج مرید جو آتھم کی جنگ مخنث میں قادیانی کا معاون تھا)

جھٹ قرآن شریف کھول کر سورۂ انبیاء کی آیت ''مایاتیهم من ذکر من ربهم محدث الا استمعوه وهم یلعبون'' پر انگلی رکھ کر سامنے کردی۔ (قادیانی آنکھ کے اشارے

سے گھورتا ہی رہ گیا) دیکھو تو یہ قرآن کی آیت ہے یا نہیں؟

مسلمان...... کسی قدر حیران ہو کر میاں دیکھوں کہیں جلد باندھتے وقت کوئی کسی کی تحریر تو بیچ میں نہ باندھ دی ہو۔ (دیکھ کر) بھئی واہ! اس لفظ کی حرکات پر تو نظر کر لیتے۔ محض حروف ہی دیکھ کر بول اٹھے۔ (اس لفظ کا ترجمہ نیچے لکھا ہوا دیکھتے واعظ اسی خوبی پر بنے ہو۔ قادیانی کی قرآن فہمی پر ناز اس لیاقت سے کیا کرتے ہو کہ مرزا قادیانی کے برابر قرآن کوئی نہیں سمجھتا۔ شرم کرو)

قادیانی...... جھنجلا کر نہیں نہیں تم ادھر دیکھو۔ صحیح بخاری میں سورۂ حج کی آیت یوں بھی لکھی ہے۔ ”وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی ولا محدث الا اذا تمنیٰ القی الشیطان“ یعنی رسول اور نبی اور محدث کا بھی الہام، جب اس میں شیطان دخل دیتا ہے تو وہ دخل شیطان سے پاک کیا جاتا ہے۔

مسلمان...... قطع نظر اس سے کہ آیت شریف میں وحی والہام میں دخل کا ذکر ہی نہیں۔ صرف تمنائے ولی، نبی ورسول کا ذکر ہے۔ یہ تو بتاؤ ”فبای حدیث بعده یؤمنون“ کی تفسیر جو تم نے کی تھی کہ قرآن کے بعد کوئی حدیث قابل تسلیم نہیں اور اشتہار مورخہ یکم ر اگست ۱۸۹۱ء میں آپ کا یہ دعویٰ کہ ”قرآن کریم کے اخبار اور قصص اور واقعات ماضیہ پر نسخ وزیادت ہرگز جائز نہیں۔“ (مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۲۹) یہاں یہ دعویٰ بالکل ردی ہو گیا۔ اب اس بخاری کی روایت (جو ایک صحابی کا قول ہے۔ حدیث نبوی بھی نہیں) قبول کر کے قرآن میں لفظ بڑھانا بھی جائز کر لیا اور صحیح بخاری، وہی جس کی احادیث معراج نبوی کے تعارض اور عدم وفا وحافظہ روایت جناب (مرزا قادیانی) نے اپنے ازالے کے آخیر میں بامداد کتب روافض لکھے ہیں۔ سچ ہے صاحب غرض دیوانہ بود!

قادیانی...... کھسیانا سا ہو کر ہائے اس کمبخت نے وہ اشتہار کہاں سے دیکھ لیا۔ میں نے تو دفع الوقتی کے لئے یہ ڈھکوسلا بنایا تھا کہ کسی طرح ابن مریم کا زندہ ہونا اور نکر ر آنا لوگوں کے خیال میں مشتبہ ہو جائے۔ لیکن جواب ندارد۔ ندامت نے پانی پانی کر دیا۔ دل ہی دل میں پیچ تاب کھا گیا۔

قادیانی کا شاگرد خاص ہم اعور وہم اعراج

حضرت اقدس (مرزا قادیانی) اس جاہل سے آپ کیا مغز خراشی فرماتے ہیں اور کہیں ضعف دماغ ہو جائے گا۔ جانے بھی دو۔

مسلمان...... مسیح صاحب! جب آپ محدث ہیں تو نبی بھی ہیں۔ (توضیح المرام ص ۱۹، خزائن ج ۳

ص ۶۰) المحدث نبی والنبی محدث ۔ یعنی محدث نبی ہے اور نبی محدث ہے۔ اب یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ میں محدث تو ہوں۔ لیکن نبی نہیں۔ یہ فقرہ کہیں مستی میں نکل گیا تھا؟

قادیانی...... بڑی جلدی سے طیش میں آ کر من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب۔

(ازالہ اوہام ص ۱۷۸، خزائن ج ۳ ص ۱۸۵)

مسلمان...... جس کتاب میں یہ مصرعہ درج ہے اس کے عنوان پر حضور (مرزا قادیانی) مرسل یزدانی بنے بیٹھے ہیں (ٹائٹل قدیم ازالہ، خزائن ج ۳ ص ۱۰۱) اور پھر اس کے (ص ۶۷۳، خزائن ج ۳ ص ۴۶۳) پر جناب عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی بشارت ''رسول یاتی من بعدی اسمہ احمد'' کے مصداق خود بدولت بنے ہوئے ہیں۔ یہ دھوکہ وہ کھائے جس نے آپ کے رسالہ ازالہ نہ دیکھے ہوں۔ ورنہ دیکھنے والا آپ کا دھوکا کب کھاتا ہے۔ محدث ہونے کے مدعی فی الحال ہو۔ محدث اور نبی کو ایک ہی مانتے ہو۔ وحی والہام میں انبیاء کی ہمسری بلکہ بعض مکاشفات میں ان سے بڑھ کر ہونے کے مدعی ہو۔ خصوصاً ختم الرسل سے بھی دجال، دابۃ الارض، یاجوج ماجوج کی کیفیت سمجھنے میں زیادہ قابلیت رکھتے ہو۔ اب ادعائے نبوت میں کیا کسر ہے۔ ''انا النبی لا کذب'' نہ لکھا، یوں کہہ دیا۔ میں محدث ہوں والمحدث نبی اور یہ تو فرماؤ کہ رسول و نبی اور عامہ خلائق میں بجز وحی کس بات کا فرق ہے؟ بظاہر ''انما انا بشر مثلکم'' سے ثابت ہے کہ کچھ فرق نہیں۔ بجز یوحی الیّ، سو اس وحی میں آپ ان برگزیدوں سے کسی طرح کم نہیں رہتے۔ آپ کے مکاشفات اور سمجھ حضرت عیسیٰ روح اللہ اور محمد رسول اللہ علیہما السلام سے بڑھ کر ہیں؟ آپ کے سامنے حضرت عیسیٰ کے معجزات یوں ہی کھیل تماشہ، لہو ولعب، سامری جادوگر کا بچھڑا۔ پھر یہ سب آپ کے نزدیک قابل نفرت۔ باوجود ان سب باتوں کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آپ نبی اللہ ہونے دیں اور اپنے لئے باوجود کمالات نبوت سے خالی رہنا گوارا کرتے ہوں ممکن نہیں۔ یہ انکار از نبوت محض دھوکا ہے۔ ناصر مرید برملا دعائیں کر رہے ہیں۔ اپنے مرسل کی مدد کرائے خدا، حضور کا ازالہ بر سر عنوان بزبان حال پکار رہا ہے۔

توئی مامور رحمان قادیانی مرسل یزداں
توئی مرزا غلام احمد از اولاد جگستان

نذیرے آمدی از جانب حق اندریں دنیا
نگردند ت قبول وحق کند صدق ترا تاباں

تو نورے آمدی سر تاپا زالتقوا پیکم
نباشد والد روحانیت زانبجا کسے انسان

ترا بائست دعوائے نبوت برملا کردن
چہ حاصل زیں چنیں روباہ بازی بایت اے نادان

توشیر نیستاں بجائی آمدی ز اوّل — شغالے بودی وشیرے شدی ازخم صباغاں
چہ باک اندرچنیں عہدت کہ ہرکس داردآزادی — نبوت جرم تعریزی نباشد نزد قانون داں
مترس از شور وغوغائے مسلماناں کہ دراسلام — قلندر چوں تو بسیار دنمی ترسد کسے زیشاں
رسول احمد نبی اللہ ومرسل چوں بخود گفتی — رسولے عیستم گفتن بود کفر از تو در ایمان
مجدد ہم محدث بودی وحارث شدی آخر — نبی مرسل جری اللہ مسیح ومہدی دوراں
مکن کفران نعمتہا مگو مرسل نیم ہرگز — نبوت را رسالت را مدارا سے بےخرد پنہاں
زچند الہام ووحیت یازدہ صفحات شد مشحوں — چرا گفتی نیا وردم کتابے از حق سبحاں
سراج خود بکن روشن کتاب مستبین بنما — بہ جفر ورمل خودخودرا رسول غیب داں گرداں
بتائید ہبہ بہر کے دام طمع گستر — کسے را در حق دختر زمرگ ناگہاں ترساں
اگر باشد بہ زوجہ شاد کام آں دختر نیکو — پس ازیں ماہ روئے خود سیہ کن در غم ہجراں
بگو آں زن کہ زد چنکہا الہامش آوردم — بود حسب رضائے من کنوں در قبضۂ سلطاں
الا اے قادیانی حق شنواز سعدی ناصح — کہ الہام تو شد زاحلام نفس ووحیت از شیطان

اصل یوں ہے کہ مضمون سب تحریروں میں ادا ہو چکا ہے۔ مریدوں کے ذہن نشین کر دیا گیا ہے۔ اب ”لا الــہ الا اللہ “ کے ساتھ قادیانی رسول اللہ لگانا باقی ہے۔ بڈھا آتھم کرسچن تیرے پندرہ ماہ رونے سے بھی نہ مرا۔ پر نہ مرا۔ سلطان محمد اڑھائی برس گزار کر خدا کے فضل سے زندہ ہے۔ عموانئیل بشیر جو جہان کو روشن کرنے آیا تھا۔ تیرے گھر میں اندھیرا کر گیا۔ ان پے در پے کی مصیبتوں نے تجھ کو ادھر کی سوچنے نہ دی۔ ورنہ اب تک کلمۂ شہادت میں کبھی کی ترمیم ہو گئی ہوتی۔ جناب رسول خدا ﷺ نے جو قبل از قیامت قریباً تیس کذاب دجالوں کے آنے کی خبر دی ہے۔ ان کا نشان بھی فرمایا ہے کہ وہ سب اپنے آپ کو رسول سمجھتے ہوں گے۔

یعنی یہ ضرور نہیں کہ اپنے آپ کو ہر جگہ صاف طور پر رسول اللہ کہیں بھی۔ خدا تعالیٰ کے غیب پر مطلع ہونے کے لئے اس آیت ”عـالـم الـغـيـب فلا يظهر على غيبه احد الا من ارتـضـىٰ من رسـول “ میں بھی رسول بن کر تجھ کو بجز رسوائی اور کچھ نہ ملا۔ (صفحہ آخر کرامات) چھ ستمبر اور ۸/ اکتوبر ۱۸۹۴ء کے دن تجھ پر وہ لعنت برسی کہ اگر تو توبہ نہ کرے۔ تا قیامت تجھ سے علیحدہ نہ ہو گی۔ ورنہ از روئے احادیث جس عیسیٰ کا مکرر آنا ثابت ہے۔ اس کا نبی اللہ ہونا ضروری ہے۔ اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ ”لا نـبـی بـعـدی “ کی حدیث صاف کہہ رہی

ہے۔ میرے بعد نبی ہونے والا کوئی نہیں۔ اب اگر وہی عیسیٰ نبی اللہ جو چھ سو برس پہلے نبوت ادا کر چکے ہیں۔ آ جائیں تو حدیث کے ساتھ کوئی تعارض نہ ہوگا۔ لیکن اگر کوئی اور شخص عیسیٰ نبی اللہ بن کر آئے تو ''لا نبی بعدی'' غلط ہو جائے گی۔ یہ شخص تو عیسیٰ موعود بنتا ہے۔ اس لئے نبی اللہ ضرور ہوا اور اس عیسیٰ کے لئے تو کیا کسی کے لئے بھی جزئی نبوت کا تذکرہ کہیں نہیں فرمایا گیا، نبوت، نبوت ہے۔ جزئی اور کلی تیرے اختراعی لفظ ہیں۔ ان کو اپنے گھر رکھ چھوڑ۔ جب تو سب اوصاف نبوت اپنے لئے تجویز کرتا ہے تو کم کس بات میں رہا؟ اس بات کا نام لے۔ یہ ایسی مثال ہے جیسے کوئی شیطان کہے کہ میں زمین وآسمان کا خالق ہوں۔ سب کا رازق ہوں۔ سب کی موت وحیات میرے ہاتھ میں ہے۔ لیکن میں اللہ نہیں ہوں۔ یونہی جزئی الوہیت مجھ میں ہے۔

قادیانی..... سلطان محمد سے اب میری تکذیب کرادو پھر دیکھو کیا ہوتا ہے۔ وہ ابھی عذاب کے قابل نہیں ہوا۔

مسلمان..... او بے حیا، بے شرم، بد بخت! بتا تو سہی سلطان محمد جو تیری الہامی زوجہ کو شرعی بیوی بنائے بیٹھا ہے اور اس سے صاحب اولاد بھی ہوگیا ہے۔ تیری کس بات کی تصدیق کرتا ہے؟ خبیث ڈوب مر۔ اس کے اس تصرف پر بھی تو اس کو اپنا مکذب نہیں سمجھتا۔ لعنت اس بے حیائی پر۔ ہاں البتہ وہ تیری بے حیائی کی تصدیق ضرور کرتا ہے۔

قادیانی..... دیکھو ایسی سخت کلامی نہ کرو۔ تم گالیاں دیتے ہو، بہتان لگاتے ہو۔ اگر تم باز نہ آئے تو ابھی تمہارے حق میں ایک سخت منذر الہام نازل کردوں گا۔

مسلمان..... جناب فرمائیے جو گالی یا بہتان سرزد ہوا ہو وہ فرمائیے۔ کیا ازروئے الہام ''زوّجنکھا'' تو دس برس سے وہ عورت آپ کی الہامی زوجہ نہیں ہو چکی۔ کیا اب وہ پانچ برس سے عزیز سلطان محمد کے گھر میں صاحب اولاد نہیں؟

قادیانی..... گو یہ سب کچھ درست ہے۔ لیکن تم ہم کو کیوں سناتے ہو۔ یہ ذکر سن سن کر ہماری روح سلب ہوئی جاتی ہے۔ کیا تم کو اس میں مزہ آتا ہے۔ بس ہم سے سخت کلامی نہ کرو۔

مسلمان..... نہیں۔ مسیح قادیانی، یہ سخت کلامی حکمت سے خالی نہیں۔ خفتہ دل اس سے بیدار ہوتے ہیں۔ (ازالہ ص۲۹ تا ۳۱، خزائن ج۳ ص۱۱۷، ۱۱۸) واشگاف اور علانیہ اپنے کفر وکینہ کو بیان کرنا شروع کردیتے ہیں۔ خواب غفلت سے اس ٹھوکر کے ساتھ بیدار ہو جاتے ہیں۔ اس رسالت ونبوت کے خیال نے تجھ کو مسلمانوں کے نزدیک دجال ثابت کردیا اور اس سے تو رسول اللہ کی پیش گوئی کا مصداق بن گیا اور قریباً تیس دجالوں میں سے ایک شمار ہوا۔

سب مسلمان یونہی کہیں گے جب تک تو جیتے جی صاف طور پر ان خیالات سے اپنی توبہ شائع نہ کردے۔ باقی رہا۔ صلیب مسیح ومرگ مسیح کا قصہ اس کو واقف مسلمان سب جانتے ہیں کہ تو نے یہ سید احمد خاں نیچری علی گڑھی کی تفسیر سے چرایا ہے اور نورالدین تیرے بظاہر مرید نے تجھ کو سکھایا ہے۔ البتہ تو نے اس میں خود مسیح وعیسیٰ بننے کے لئے کہیں کہیں کچھ بڑھایا ہے اور نیا لباس پہنایا ہے۔ خدا تعالیٰ تو قرآن میں فرمائے۔ ''ما صلبوہ'' یعنی یہودیوں نے عیسیٰ کو سولی نہیں چڑھایا اور تو کہے چڑھایا تو سولی پر جان نہیں نکلی تھی۔ یہ صرف اس لئے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کی روایت غلط نہ ہو جائے اور علی گڑھی کی وحی جو بذریعہ نورالدین بھیروی تجھ پر نازل ہوئی ہے۔ آسمانی وحی سے جو بذریعہ جبرائیل امین محمد رسول اللہ پر اتری تھی رد نہ ہو جائے۔ ورنہ کوئی ضرورت اس نفی صلیب کے مقابل اثبات صلیب کی نہ تھی۔ آج تک مسلمانوں میں سے کسی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سولی پر لٹکنا بمقابلہ ماصلبوہ نہیں مانا۔ نیچری ناخلفوں کے سوا۔

رہا حضرت عیسیٰ کو تیرا مردہ کہنا اور ان کے بذات خود دوبارہ آنے سے انکار کرنا۔ اپنی اسی مٹری لبی بودی براہین کو دیکھ لے۔ جس سے تو نے مسلمانوں کو فریب دیا ہے۔ تیرا صاف اقرار موجود ہے کہ میں ظلی طور پر راہ صاف کرنے آیا ہوں۔ حضرت عیسیٰ قرب قیامت میں جلال کے ساتھ تشریف لائیں گے۔ یہ وہی براہین ہے جو تو نے اللہ کی طرف سے ملہم ومامور ہو کر لکھی تھی۔ صحیح بخاری میں ''انه لعلم للساعة'' (بے شک وہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے لئے ایک نشان ہیں۔ قیامت میں ان کا پھر آنا ہوگا) کی تفسیر حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے۔ جس بخاری کی شہادت سے تو اپنے تئیں محدث بناتا ہے۔ اہل سنت کے لئے تو ایک کافی سند ہے۔ لیکن نیچری اس کو کیوں تسلیم کرنے لگے؟ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں سے فرمایا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام مرے نہیں وہ قیامت سے پہلے تمہاری طرف لوٹ کر آئیں گے۔ تفسیر ابن کثیر دیکھ لے۔ ان روایتوں کے سامنے تیرے احلام کو کون پوچھے؟

قادیانی...... کھسیانا ہو کر۔ بس اب زیادہ بک بک نہ کرو۔ اگر کچھ حوصلہ ہے تو سب مسلمان مولوی میرے ساتھ مباہلہ کرلیں۔

مسلمان...... مسیح قادیانی غضب کرتا ہے۔ مرگ آتھم کی پیش گوئی سے چار پانچ روز پہلے امرتسر میں عبدالحق کے ساتھ تیرا مباہلہ ہی ہوا تھا یا کچھ اور؟

قادیانی...... ہاں مباہلہ ہی تھا۔

مسلمان...... پھر اور مباہلہ کیسا؟ بار بار مباہلہ کیا؟ اب دیکھتا جا کیا کیا ہوتا ہے۔ کوئی پیش گوئی کر پھر دیکھ مزہ۔ نو سال مقررہ گزر چکے اب عموائیل ضرور پیدا ہو چکا ہوگا؟ ان لڑکوں کو وہیں سے کسی کو مقرر کر دو کہ فلاں وہ عموائیل بشیر ہے۔ لیکن گھر میں سے پہلے اجازت لے لینا۔ پہلے کی طرح دنگہ فساد نہ ہوتا پھرے۔

قادیانی...... یہ مولوی مجھ کو کافر، دجال، کذاب، ملعون، دوزخی کہنے سے باز نہیں آتے۔

مسلمان...... عبدالحق باز آ گیا؟

قادیانی...... نہیں باز تو وہ بھی نہیں آیا۔ وہ بڑا سخت دل ہے۔ میں نے اس کے حق میں کوئی بددعا نہیں کی تھی۔ (انجام آتھم) پہلے سے بھی تیز ہو گیا۔

مسلمان...... ارے بے شرم! تو کتنا بے حیا ہے۔ مباہلے میں اگر بددعا نہیں کی تھی تو کیا دعائے عافیت مانگی تھی؟ کمبخت! پھر کہے گا سخت کلامی کرتا ہے۔

قادیانی...... ....میں نے جھوٹے پر لعنت کی تھی اور کوئی بددعا نہیں کی تھی۔

مسلمان...... عبدالحق تیرے نزدیک سچا تھا یا جھوٹا؟

قادیانی...... ہاں تھا تو جھوٹا ہی۔

مسلمان...... تو پھر تیرے مباہلے نے اس کا کیا بگاڑ دیا کہ تو اب اوروں کو دھمکاتا ہے۔

قادیانی...... اگر میں اللہ پر جھوٹ باندھتا ہوں تو اللہ مجھ کو جلدی سے ہلاک کیوں نہیں کر دیتا۔ خدا فرماتا ہے۔ ’’فمن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا‘‘ مجھ سے بڑھ کر کون ظالم ہے؟ خدا مجھ کو بیس برس سے مہلت دے رہا ہے۔ اس کی غیرت کیا کہتی ہے۔

مسلمان...... اس کی غیرت تو کہتی ہے کہ ابھی تجھ کو نیست کر دے۔ لیکن یا تو رحمت سفارش کر رہی ہے یا غضب دھکے دے رہا ہے کہ تو اچھی طرح کامل طور سے قابل سزا ہو جائے۔

’’املی لھم ان کیدی متین‘‘ پڑھ کر دیکھ لے۔ دیر گیر دسخت گیر دمر ترا۔ اگر تو سچا ہے تو تیرے مقابلے والے سب سے بڑھ کر ظالم ہیں۔ باقی حصہ آیت جس کو تو دانستہ حذف کر گیا ہے۔ ’’او کذب بآیاتہ‘‘ صاف کہہ رہا ہے۔ اب تو بتا کہ تیرے مقابلے والے جلد کیوں نہیں ہلاک ہو جاتے؟ اور تو کہتا ہے پادریوں کا دجل سب سے بڑا ہے۔ یہی دجال اکبر ہیں ایسا دجل کرتے ہیں۔ جس سے آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ اب تو بتا ڈیڑھ ہزار برس سے زیادہ گذر گیا۔ زمین و آسمان تو اس طرح قائم ہیں اور پادری روز بروز دنیاوی حیثیت سے ترقی پر ہیں۔

تیرے دجال اکبر جب ہلاک نہ ہوئے پھر اگر تجھ کو یہ بیس برس مہلت مل گئی۔ تو کیا ہوا کمبخت تو رسول ہی بنا ہے۔ فرعون نے خدا بن کر کتنی مہلت پائی تھی اور اس عیش میں تھا کہ اس کے خاکروب تجھ سے اچھے ہوں گے۔ دور کیوں جائیں ابلیس لعین جو تیرا ملہم اور رسول ساز ہے اور ایسے سب ظلموں کا منبع، اس کو قیامت تک کی مہلت ملی ہوئی ہے تو بیس پچیس برس کی مہلت سے غرور میں آگیا۔ یہ تیری بے شرمی ہے۔ جو مہلت مہلت کہہ رہا ہے۔ جو پیشین گوئیاں تو نے اپنے معیار صدق وکذب قرار دی تھیں۔ وہ جھوٹی ہو چکیں اور تمام جہان نے اس کو نصف النہار کی طرح دیکھ لیا۔ بجز چند سپر چشموں کے جنہوں نے آفتاب کی روشنی بھی نہیں دیکھی۔ کوٹلے اور لدھیانہ میں تیرے مرید معتقد بھی بن گئے ہیں کہ ہاں پیش گوئی حسب بیان پوری نہیں ہوئی۔ اب پیچھے سے تو خواہ کتنے ہی پر پے اڑائے۔ تیری ذلت کافی ووافی ہو چکی۔ تیری رگ گردن قطع ہو چکی۔ اب تو اس ذلیلہ میں خواہ اور بیس سال تڑپتا رہ ایک مسلمان سے مباہلہ کر کے تیری یہ نوبت ہوئی ہے۔ اب اور کیا چاہتا ہے۔

قادیانی..... بس میں تو اور مولویوں سے ضرور مباہلہ کروں گا۔ کم سے کم دس ہی سامنے آجائیں۔ برس روز کے اندر ہلاک ہوں گے۔

مسلمان..... بے حیا تیری چالاکیاں ہم خوب سمجھتے ہیں۔ برس روز تو یوں گزر جائے گا۔ ممکن ہے کہ اس میں سے بعض کی اجل مسمی ہی آجائے۔ کسی کو کوئی اور تکلیف باذن الٰہی پہنچ جائے۔ اس کو تو اپنی طرف منسوب کرے کہ یہ ہمارے مباہلے کا اثر ہے اور جن کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ ان پر بہ تعلیم شیطانی۔ یہ الزام لگادے کہ دل میں مجھ سے ڈر گئے تھے۔ اس لئے خدا نے عذاب روک لیا۔ تیرا گذشتہ قصہ آتھم سب کو یاد ہے۔ پھر تو ان کو قسمیں دے اور اس طرح دو چار برس اور گزر جائیں۔ آخر تجھے بھی مرنا ہے۔ اگر جلدی مر گیا تو چلو فیصلہ ہوا۔ مرتے کی ٹانگ کون پکڑے گا کہ حضور مخنث ذرا دیکھتے جاؤ کیا ہوتا ہے؟ اور اگر جیتا رہا تو پھر کوئی اور حیلہ سہی۔ آخر اوروں نے بھی مرنا ہے۔ جب کوئی مر گیا تو کہہ دیا۔ دیکھو مرا یا نہ مرا؟ تیری بے حیائی کے مقابلے میں گذارہ مشکل۔ فرو ماند آوار چنگ از دہل تکلیب کند سیر بر بوئے تگل۔ تیری دروغگوئی کی کوئی حد نہیں۔ مباحثہ لدھیانہ میں جھوٹ بولا کہ بخاری میں یہ حدیث ہے کہ قرآن سے حدیث کی تصدیق کیا کرو۔ جب کہا گیا کہ بخاری میں دکھا اور ہزار روپے لے۔ خبیث تو اٹھ کے بھاگ گیا۔ اس میں امام بخاری پر اتہام لگایا۔ جناب رسول اللہ پر بہتان باندھا۔ لیکن شرمندہ نہ ہوا۔ تیری روسیاہی کو سارا جہاں دیکھ چکا

ہے۔ ۶ رستمبر ۱۸۹۳ء کو تیرا منہ کالا ہو کر گلے میں لعنتوں کا ہار ایسا پڑا تھا کہ اگر اس کو تیری جنگ مقدس کا فوٹو کہیں تو بہت مناسب ہے۔ جا بے غیرت، بے حیا چپ ہو کے بیٹھ۔ کچھ شرم کر روٹی کے لئے اور فن اور فریب تھوڑے ہیں۔ تیرے ہم پیشہ بہت سے ہیں۔ جفار بے شمار ہیں۔ جوتشی پنڈت بکثرت ہیں کیا ایسے دعاوی کئے۔ بغیر ان کو روٹی نہیں ملتی۔ ایسی گیدڑ بھبکیاں کسی مشرک کو سنایا کر۔ مسلمان تو اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ ”لن تصیبنا الا ما کتب الله لنا هو مولنا وعلیٰ الله فلیتوکل المؤمنون “ ہمیں تو وہی پہنچے گا۔ جو ہمارے لئے اللہ نے لکھ رکھا ہے۔ وہی اللہ ہمارا مالک ہے اور اللہ ہی پر ایمان والوں کو بھروسا رکھنا چاہئے۔

قادیانی...... مجھے تیرے حق میں ابھی ایک بڑا خوفناک الہام ہوا ہے۔

مسلمان...... بہت تیرے الہام کی...... ایسے الہام کو اپنے سیاہ نامہ میں لکھ رکھ۔ تو تو کہتا ہے میں جمالی طور پر آیا ہوں۔ تجھ میں یہ جلال کہاں سے آ گیا۔ شاید تو جلال ہے۔ جا اپنی غذا پیٹ بھر کر کھا اور میں پڑھتا ہوں۔ ”حسبی الله ونعم الوکیل “

قادیانی دجال کا استیصال!

(حصہ نظم)

بسم الله الرحمن الرحیم!

رباعی نمبر:۱

ابن مریم کا محقر بہ حسودی ہے تو
ناقۃ اللہ کا بدخواہ ثمودی ہے تو
قادیانی تیرا عیسیٰ کو چڑھانا سولی
سن کے کہتے ہیں مسلمان کہ یہودی ہے تو

رباعی نمبر:۲

نہ مرا آتھم تر سایہ سہ ماہ دیک سال
پانچواں سال ہے سلطان کو بھی اے رمال
قادیانی تیرا منہ کر گیا کالا وہ بشیر
بن کے اب مرسل یزداں تو ہوا ہے دجال

کادیانی نہ شکوہ کر نہ گلہ
تھا یہی نظم ناصری کا صلہ

نظم نمبر:۱

حضرت حق میں تحیات دعود | مصطفےٰ پر اس کے تسلیم و درود
حمد حق نعت رسول حق کے بعد | عرض کرتا اہل ایمان سے ہے سعد
صاف فرماتے ہیں ختم المرسلین | میرے بعد اب ہو نبی کوئی نہیں
ہاں قریباً تیس دجال آئیں گے | جو رسول اللہ نبی کہلائیں گے
کادیانی مرسل یزداں بنا | واہ کیا دجال بے ساماں بنا
دیکھو اس کاذب کی توضیح مرام | خود محدث بن کے کرتا ہے کلام
جو محدث ہو وہ ہوتا ہے نبی | ہے محدث بھی وہی جوشی نبی
انبیاء کا وحی میں ہمسر بنا | کشف میں ان سے بھی کچھ بڑھ کر بنا
معجزات ابن مریم سے نفور | پھر مثیل ان کا بنے کاذب کفور
خود ہی عیسیٰ کی بشارت بن گیا | مرسل ازراہ شرارت بن گیا
دیکھ کر چلتا ہوا یہ چال اسے | اہل دین نے لکھ دیا دجال اسے
کادیانی بن چکا دجال جب | خر نہ کیوں پائے مرید اس کا لقب
پیٹھ پر جن کی یہ رہتا ہے سوار | مل کے ستر ہاتھ کی باندھیں قطار
آگے آگے چیلا اک اعور چلے | ہر طرف سے آئے آواز بلے
کادیانی چیلی اک بولی ہے اور | اس کی ہے پردہ نشینی جائے غور
ناصر مرزا ہے بکواسی یہ ایک | خواہ بے نصرت بنے سفلہ کمین
جانتا ہوں خوب میں اس کو بھی | کادیانی پر تھا پہلے نکتہ چین
قبضہ اس کے گھر ہی پر کرنے کو تھا | کادیانی حیلہ گر کا نور دین
تھا لگاتا اس کو بیماری کا عیب | یوں کہہ اس کی شاخ بار آور نہیں
اور ہمارے پاس تھا یہ پیٹنا | فتنہ دجال ہے یہ بالیقین
کادیانی کے بھی رکھتا تھا نام | یہ مسیلمہ اور دجال لعین
جب وہ تھا خاطب سوئے ہشیار پور | اس کے دل میں بھر رہا تھا جوش کین
آبرو کھووے نہ بیچاروں کی ہائے | اس کے گھر میں آ کے وہ درنشین

اس کو جب سلطان محمد لے گیا — کادیانی رہ گیا اندر غمگین
اس لئے ہے اب یہ دلجمعی کے تھا — قادیاں میں ہو کے بیٹھا جاگزین
نام کو اپنے چھپاتی خوب ہے — حسن چھپ چھپ کر دکھاتی خوب ہے
چھپ کے پردے میں ہیں کیا نخرے کئے — مادۂ خر کے دولتی دیکھئے
منہ دکھانے سے ہے کیوں کرتی حذر — ہے یہ خناسی خواصوں میں مگر
خیر خواہ خلق بن کر آئی ہے — نظم اک میراثیانہ گائی ہے
اس حیا والی کے ہے کیا حسب حال — جفت کنجد گر کے کولہو کی مثال
قول اسی کا اس پہ صادق آگیا — اب کسی کو کیا کہے گی بے حیا
کلمہ پڑھنے کے لئے تھی جو زبان — اس سے بکنے لگ گئی خود گالیاں
لفظ ٹھیک اس سے نہیں ہوتا ادا — کر سکے گی یہ شہادت کیا ادا
نظم حقانی سنے کب وہ گدھی — جس کو ہو تعلیم والغوافیہ کی
کادیانی کے سرائر جب سنے — خاص چیلی کیوں نہ پیٹے سر دھنے
کافروں نے ہزل قول فصل کو — خبث باطن سے کہا تھا دیکھ لو
کادیانی چیلی اب کہہ دے اگر — ہزل میری نظم کو بھی کیا ضرر
کر کے الزاموں سے کاذب کو بری — پھر دکھاتی گر یہ اپنی شاعری
دیکھنے والے سمجھتے کچھ کیا — اس سیہ کاری سے اس نے کیا لیا
یہ سگ وخرہ جی میں جو آئے کہے — دیکھ دیکھ آئینے میں نالاں رہے
بھونکتی ہے اپنی صورت دیکھ کر — ہے نظر آتا کبھی سگ گاہ خر
سن کے حال عفت النقوا — کہہ رہی اوروں کو ہے یوں دوغلا
کھایا ہوگا اس نے مغز استاد — باؤلاپن اس کا اب آتا ہے یاد
سب قیاس اس کے ہیں اپنی ذات پر — کوئی کیوں گھبرائے ایسی بات پر
کچھ نہیں اوباش کے کہنے کا رنج — اور نہ اس خفاش کے کہنے کا رنج
کوتی حشل زناں مردوں کو ہے — اور بلاتی پھر جواں مردوں کو ہے
مر نہیں چکتا کہیں کہتی ہے گاہ — کوئی کوڑھی ہو گا پھر بھرتی ہے آہ!
منہ پہ برقع اور بنی گمنام ہے — اس پہ پھر دیتی صدائے عام ہے

ہر مخالف کو صدا دیتے ہیں ہم ہر مکفر کو ندا دیتے ہیں ہم
اس لڑائی کے لئے تیار ہو صدق دل سے عازم پیکار ہو
منہ چھپائے مثل زن اور جنگجو اور پکارے یوں جواں مردوں کو تو
تف ہے تجھ پر اور تیرے اس شور پر ہے تیری بکواس یہ کس زور پر
کادیانی جو تیرا استاد ہے لدھیانہ دلی اس کو یاد ہے
ہے فراری ہو چکا جیسے ہو چور وہ نہیں بھولے گا اس کو تا بگور
اس نے امرتسر میں منہ کی کھائی ہے روز افزوں جس سے ذلت پائی ہے
خود گلے میں ہے رسہ ڈالوا چکا اور سیاہی منہ پہ ہے ملوا چکا
اپنے منہ سے خود ہے لعنت پا چکا ہاویئے میں اپنے پاؤں دبا چکا
بحث میں عیسائیوں کے سامنے کیا دکھایا تھا نشان ناکام نے
قوم ترسا کے مقابل ہو کے یہ باقی عزت رہا ہے کھو کے یہ
پھر مسلمانوں کو بلوانے لگا شاید اب پھر سر ہے کھجلانے لگا
حمد ہے سب حق رب العالمین جس نے اس شر بچائے اہل دین
خارج از اسلام اگر پہلے ہی سے کر نہ چکتے عالمان دین اسے
ہوتی بدنامی بہت اسلام کی جو غرض اصلی تھی اس خود کام کی
شکر ہے اس خالق علام کا ہے محافظ آپ وہ اسلام کا
کہنہ دنو دونوں عیسائی ذلیل ہو گئے جس سے نکالی وہ سبیل
ایک بولا میں نشان دکھلاؤں گا آئے جب بیمار عاجز رہ گیا
دوسرے پر بھی لگا الزام خوب کھل گئے اس کے بھی ایمانی عیوب
کیا کٹا ہے سینہ دشمن پہ سانپ مر گیا دشمن بھی بیچے کانپ کانپ
مرزا سلطان محمد کی خبر عرصہ سی ماہ میں جائے گا مر
گرچہ اس قصے کو پنجم سال ہے اب تک اپنے گھر میں وہ خوشحال ہے
پر نہ چیلوں نے کبھی اتنا کہا کیا ہوا الہام زوجتکھا
کچھ حیا اس سے نہیں بے شرم کو غیر کے گھر میں وہ زوجہ شاد ہو
یہ نہ بولے اور دیکھے صبح وشام شرع میں اس بے حیا کا کیا ہے نام

قادیانی تیمیائی کا ہے چند　　پیٹتے ہیں چلیاں چیلے لیکر
روتے ہیں آتھم کے مرنے کے لئے　　اور وہ سلطان خواہ عشرت سے سجے
آتھم آتھم پیٹتے ہیں بے حیا　　نام تک لیتے نہیں سلطان کا
قادیانی تو تو تھا دجال ایک　　تیری یہ چیلی بھی دجالہ ہے لیک
واہ کیا دجال کی دجالہ ہے　　بلکہ سچ پوچھو تو اس کی خالہ ہے
وہ ہے اک رمال یہ رمالہ ہے　　اس سے کچھ بڑھ کر بنی محتالہ ہے
ہے بخاری اور عبداللہ کا نام　　لے رہی یہ تا کہ دھوکہ کھائیں عام
ابن قیم ابن تیمیہ کا ذکر　　سن کے دھوکہ کھائیں گے بے عقل
سن کے ان ناموں کو سمجھیں گے عوام　　قائل ان باتوں کے ہوں گے یہ امام
مردہ وہ عیسیٰ کو ہوں گے جانتے　　اور مصلوبیت ان کی مانتے
اب نہ خود عیسیٰ مکرر آئیں گے　　ہو چکے مدفون کیونکر آئیں گے
اب جو آئے گا فقط ہو گا مثیل　　قادیانی ایک کذاب ذلیل
قادیان کا رہنے والا ایک مغول　　نسل سے الخوا کے بو الفضول
بن کے آئے گا پیمبر خود غرض　　زرد جوڑا منہ پہ زردی مرض
نورے اور خنو کے کندھوں پر سوار　　یہ فرشتے ہوں گے اس کے نابکار
کہہ گیا ایسا ہے کب کوئی بزرگ　　خود ہے گھڑتا قادیانی کہنہ گرگ
ہے بزرگوں پر لگاتا اتہام　　نیچری سید کا ناشکرا غلام
اس کی تحریروں سے ثابت ہو چکا　　قادیانی ہے ولی شیطان کا
پھر یہ چیلی ہے ولی کہتے اسے　　جس کو نفرت قتل روح اللہ سے
دیکھئے بچھیا کے باوا کی خری　　معجزے عیسیٰ کے عجل سامری
مدعی ہے وحی اور الہام کا　　مثل ذات مرسلین وانبیاء
مصطفےٰ کے بعد جو اپنے تئیں　　مرسل یزداں لکھے ہے وہ لعین
نظم کے آخر مرامن کی دعا　　اپنے مرسل کی مدد کرائے خدا
صاف ناطق ہے کہ وہ دجال ہے　　خود نبی بننے کی یہ سب چال ہے
ہاں ولی ہے تو ولی شیطان کا　　دیں کا دشمن راہزن ایمان کا

سن اری ادبے حیا دجالچی
کہتا ہے خود کادیانی لالچی

ایک سو چالیس ازالہ دیکھ لے
اپنے باوا کا قبالہ دیکھ لے

یہ مسیحا کے پھر آنے کا یقین
کچھ نہیں ہے جزو ایمان رکن دین

اس خبر سے پہلے دین ناقص نہ تھا
بعد اس کے کچھ نہ کامل ہوگیا

یعنی اس عیسیٰ ابن مریم کا نزول
دین وایمان میں عقیدہ ہے فضول

کوئی اس نقال کو مانے نہ گر
طعن ارے دجالچی اس پہ نہ کر

عالموں سے تو یہ لڑنا چھوڑ دے
حق کے آگے یوں اکڑنا چھوڑ دے

کیوں تجھے شیطان اکساتا ہے یوں
راست اپنا تجھ پہ ظن لاتا ہے یوں

مرسل یزداں جسے کہتا ہے تو
ہے یہ شیطان کادیانی زشت خو

کفر بالطاغوت وایمان باخدا
لازم و ملزوم ہیں اے پر جفا

کادیانی بالیقیں طاغوت ہے
اس سے جو بیعت کرے وہ اوت ہے

مناجات بحضرت قاضی الحاجات

اے خدا ایمان پہ قائم رکھ ہمیں
مصطفےٰ کی راہ پہ دائم رکھ ہمیں

فتنۂ دجال سے دیجیو امان
سب سے بڑھ کر ہم پہ تو ہے مہربان

جتنے ہوں دجال یا دجالچے
ان کی زد سے دین اور دنیا بچے

ہم کو یاں دل شاد رکھ آباد رکھ
اپنے فرمانوں کا تو منقاد رکھ

عافیت سے رکھ ہمیں دارین میں
دے مرادیں دین و دنیا کی ہمیں

دین پر قائم رہیں جب تک جئیں
وقت رحلت کاسہ وحدت پئیں

کچھ نہ ابلیس لعین کا بس چلے
تیری رحمت سے ہوں طے سب مرحلے

قبر میں مثل عروس تو سلا
وقت نفخہ مہربانی سے بلا

جب چلیں اٹھ کر تو شاد و سرخرو
تجھ سے ہم راضی ہوں یارب ہم سے تو

جنت الفردوس میں منزل ملے
دور ہو جائیں سبھی شکوے گلے

آمیـــــــــــــــــن!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

نظم نمبر:۲

کادیانی کے سب ستائش خر
اس مسدس کو سن کے ہیں ششدر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

ہے لم یمت حسن سے مختار کی زبانی — قبل از قیامت آنا عیسیٰ کا بار ثانی
چالیس سال آکر ہو اور زندگانی — ہو جائے ان کے آگے دجال گل کے پانی

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

ممتاز خلق میں ہیں صدیقہ ان کی ماں ہے — عیسیٰ کی یہ فضیلت قرآن میں بیان ہے
ہیں چوتھے آسمان پر ان کا وہ اب مکان ہے — منزل دمشق ہوگا اور منتظر جہان ہے

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

معلوم سب کو ہے کیا تھی عمر نوحؑ و آدمؑ — ختم الرسلؐ ہیں افضل پھر یہ بھی ہے مسلم
کیا ہے کمال نقصان ہو عمر بیش یا کم — زندہ ہیں ابن مریم زندہ ہیں ابن مریم

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

جب انہ لعلم للساعۃ آچکا ہے — اور ابن مریم اس میں مرجع ضمیر کا ہے
قول ابوہریرہؓ تشریح مدعا ہے — اب بار ثانی آنے میں شک و شبہ کیا ہے

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

قرآن میں...... وان من اہل الکتاب دیکھو مستقبل مؤکد سمجھو لیؤمنن کو
یا ہے اس کے آگے پھر قبل موتہ جو عیسیٰ کے زندہ ہونے پر ہیں گواہیاں دو

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

سب دہلوی محدث ہیں ترجموں میں لکھتے حسب بیان بالا معنی ان آیتوں کے
ان کادیانیوں کے سب ادعا ہیں جھوٹے بدظن ہیں انبیاء سے اور صالح سلف سے

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

مذکور قد خلت میں کب ہے کسی کا مرنا معنی خلا کا ہے بس ایک جا سے ہو گزرنا
معنی اذا خلوا کا جب مر گئے نہ کرنا ہاں دیکھ سنت اللہ کو مارنے سے ڈرنا

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

دجال کادیانی نے جال اک بچھایا ہے معنی توفی مرنا فقط اڑایا
نفس لم تمت کے حق میں توفی آیا تقریر بے سروپا میں اس کو ہے چھپایا

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

خود بھی منتظر تھا عیسیٰ بنا نہ تھا جب اب ان کے مارنے میں اس کا فقط ہے مطلب
عیسیٰ اور مہدی سے آپ ہو ملقب اہل الغرض کی باتیں دانا ہیں مانتے کب

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

بلبل نے کیا گلستاں میں نغمے ہیں سنائے معدوم ہی ہے کیوں دنیا سے ہو نہ جائے
الو کے زیر سایہ کوئی کبھی نہ آئے اس زاغ کادیانی نے پڑھ کر سب بھلائے

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

کہتا تھا میں مجدد ہوں سیزدہ صد　　آخر بنا نبی اور مرسل رسول احمد
خود بن کے عیسیٰ ان کو کہتا ہے شوخ مرتد　　مر کر ہوا وہ مٹی اب کیسی اس کی آمد

زندہ ہیں ابن مریم با رفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

مرزا بطور خفیہ چیلا ہے نیچری کا　　مرگ و صلیب عیسیٰ یہ سب اسی سے سیکھا
البتہ اس سے بڑھ کر بن بیٹھا آپ عیسیٰ　　وہ پیر پر شکم تھا چیلا تھا پر یہ بھوکا

زندہ ہیں ابن مریم با رفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

زردار ہے وہ بڈھا اور یہ دیوالیا ہے　　وہ پنشنر اور اس نے ریزائن دے دیا ہے
نقد اس کا سود کی اس نے مزروع گرو کیا ہے　　پر وعدہ کتب سے عالم کو ٹھگ لیا ہے

زندہ ہیں ابن مریم با رفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

کہتا تھا تین سو جز میری کتاب ہوگی　　پینتیس جز پھر لی دس پچیس قیمت اس کی
تھا اک سراج فرضی سادہ دلوں کی دھمکی　　روغن پیا بہت سا وہ شمع پر چمکی

زندہ ہیں ابن مریم یا رفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

پانچ ہیں کادیانی تے ہر طرح کے بیلے　　الہام و وحی و قانون کیا کیا نہ کھیل کھیلے
ناصر معاون اس کے اٹھے ہیں چند چیلے　　گھبرا نہ مومن ان کے تو دیکھ دیکھ میلے

زندہ ہیں ابن مریم با رفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

عیسیٰ سے معجزوں میں یہ سفلہ ہے منافر　　اسلامیوں نے اس کو ثابت کیا ہے کافر
اپنے ہی اعتقادوں پر گر ہو مسافر　　کس منہ سے ہوگا حاضر پیش خدائے غافر

زندہ ہیں ابن مریم با رفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

مرزائیوں نے ہر سو اک شور ہے مچایا — عیسیٰ یہودیوں نے سولی پہ تھا چڑھایا
قرآن اس کی حق سے تکذیب کرنے آیا — نفی صلیب کر کے رفعت کو ہے جتایا

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

ان نو مسیحیوں کو انجیل بھی دکھاؤ — عیسیٰ حواریوں سے کہتے ہیں جو سناؤ
تم مثل برق مجھ کو آتا فلک سے پاؤ — جھوٹوں کو دشت و حجرہ میں ڈھونڈنے نہ جاؤ

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

میں ہوں مسیح کہہ کر جھوٹے بہت سے آئیں — جھوٹی کرامتیں اور کچھ شعبدے دکھائیں
بس ہو تو راستکاروں کو بھی کچھ سکھائیں — کر فضل یا الٰہی رکھ دور یہ بلائیں

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

لکھتے ہیں ابن قیم تو نیہ دیکھو ان کا — معراج مصطفیٰ کو سوئے فلک ہوا تھا
ہیں چڑھ چکے ادھر ہی کو پہلے ان سے عیسیٰ — ہاتھوں سے جن کے ہو گئی ٹکڑے صلیب ترسا

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

کیاد کادیانی دیکھو یہ کیا ہے بکتا — سولی سے عیسیٰ اترا تھا آدھ موا سسکتا
موت اس کو آ گئی پھر اب آ نہیں وہ سکتا — مکار خود غرض ہے کیا جعل ساز یکتا

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

ہے مجمع بحار الانوار میں یہ مظہر — عیسیٰ کی لم یمت پر ہے اتفاق اکثر
بیس اور ایک سو پھر پینتیس پر نظر کر — وہ مات لم یمت کے آگے ہے مات منکر

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

ہیں ساتھ مصطفےٰ کے دو صاحبان عالی — دو چاند ایک سورج چل جھانک دیکھ جالی
عیسیٰ کے واسطے وہاں چوتھی جگہ ہے خالی — جیتے کو مردہ کہنا بے شک ہے ایک گالی

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

کہتا ہے یوں ازالہ دجال مفتری کا — عیسیٰ کا معجزہ تھا گوسالہ سامری کا
تھا صرف معجزہ یہ کھیل اک فسونگری کا — کالا کرے خدا منہ مکار نیچری کا

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

الہام و وحی مرزا مانند انبیاء ہے — صاف انکشاف اس کا گمان سے بھی سوا ہے
من نیستم رسول اک دھوکا نہیں تو کیا ہے — مرزائیو تمہاری عقلوں کو کیا ہوا ہے

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

جب کذب وکفر برسیں مکار کی قلم سے — بچتے نہ ہوں نبی جن کی بدگوئی وستم سے
کیا سود ست بچن سے نہ آریہ دھرم سے — واقف ہیں با فراست سب اس کے پیچ و خم سے

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

ان کفریات سے ہو جب تک نہ آپ تائب — کیا فائدہ جتانا کفار کے معائب
عیسیٰ نہ بن سکے گا ہرگز بقول صائب — ثابت ہوا شریعت میں خاسر اور خائب

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

سلطان کمین پٹی نے کیا غضب کیا ہے — وہ جام وصل گویا مرزا کا خون پیا ہے
اب پیشین گوئیوں سے منہ اس کا سی دیا ہے — اللہ نے جس کو جنتی وی زندگی جیا ہے

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

مشہور ہو کے برسوں مرزا غلام احمد ۔۔۔ بننے لگا رسول اب سرکش بنام احمد
عیسیٰ ہوں جب تصیر دین ہمام احمد ۔۔۔ کہتا جو ان کو دیکھے سعدی سلام احمد

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

سعدی کلیہ مسدس سب کو پسند ہوگا ۔۔۔ مرزائیاں منصف کو سود مند ہوگا
شائع بہ شش جہت یہ ترجیع بند ہوگا ۔۔۔ تاگنبد چہارم نعرہ بلند ہوگا

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

نظم نمبر:۳۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب رسالت مآب کی پیش گوئی

اہل ایمان ہے یہ قول حضرت خیر الورا ۔۔۔ ہادی و غمخوار امت شافع روز جزا
احمد مرسل حبیب حق امام المرسلین ۔۔۔ باعث تکوین موجودات و ختم الانبیاء
اس گھڑی سے پہلے جھوٹے تیس دجال آئیں گے ۔۔۔ ہو رسول اللہ بننا جن کا اصلی مدعا
یاد رکھو تم نبوت ختم مجھ پر ہو چکی ۔۔۔ اب نبی مرسل نہ میرے بعد کوئی آئے گا
اک گروہ ایسا رہے گا میری امت میں ملہم ۔۔۔ لوم لائم کا نہ جن کے دل میں ڈر ہوگا ذرا
امر معروف ہوں گے حق سے نصرت پائیں گے ۔۔۔ راہ حق میں راستی پر پاؤں رکھیں گے جما
اس روش پر آج تک گزرے ہیں تیرہ سو برس ۔۔۔ مخبر صادق نے جو فرما دیا ہوتا رہا
اس جہاں سے جب ہوئی رحلت رسول اللہ کی ۔۔۔ ہو گئے دجال اسود اور مسیلمہ برملا
یہ مسیلمہ جس کا امت میں لقب کذاب ہے ۔۔۔ تھی نبوت اس کی بہر علت خمر و زنا
عہد میں صدیق اکبرؓ کے کیا خالدؓ نے قتل ۔۔۔ اور اسود ہاتھ سے فیروز کے تھا مارا گیا
شعبدہ بازی کا پھیلایا تھا اس نے دام خوب ۔۔۔ اس کو سجدہ کرتا تھا اس کی سواری کا گدھا
قرمطی تھا اک ابوطاہر بعہد مقتدر ۔۔۔ سنگ اسود لے گیا کعبے سے وہ کر کے جدا
عیسیٰ اک کہتا تھا مدثر ہے میرا ہی لقب ۔۔۔ غالب آیا شام پر مقتول بھی واں ہی ہوا

اک محمد بن علی کہتا تھا میں بھی ہوں خدا
مردہ زندہ کرتا ہوں انجام سولی پر چڑھا

ایک کہتا تھا کہ مجھ میں اتری ہے روح علی
ہے میری بیوی میں روح فاطمہ خیر النسا

ایک شخص اپنے تئیں کہتا تھا میں جبرائیل ہوں
بن کے سید چھوٹ گیا جب دست حاکم سے پٹا

ایک کہتا تھا کہ میں ہوں لا نبی حسب حدیث
نام اس نے کر لیا تھا پہلے ہی مشہور لا

ایک عورت تھی جو کہتی تھی ہوئی تھی نبی
میں نبیہ ہوں نبیہ سے نہیں جائز ابا

زہر کھائی تھی مقنع نے ہوا تھا قید جب
ماہ نخشب کا بھی صناع تھا کاتا عطا

اک خلیل اللہ ابراہیم کہلاتا رہا
نوح صاحب فلک اک تھا مدعی طوفان کا

الجماہر اک نے کوثر کے مقابل میں گھڑی
چڑھ کے سولی پر عجب عود وعمود اس کو ملا

عیسیٰ موعود میں ہوں مدعی تھا ابن عود
قادیانی ہی تھا گویا یہ دمشقی مسخرا

ابن تیمیہؒ نے اس پر ہوں خدا کی رحمتیں
جس طرح سے چاہئے خوار و ذلیل اس کو کیا

کادیانی کے لئے ہے ابن تیمیہ حسنین
مرحبا اے حامی دین پیمبر مرحبا

حق رکھے تجھ کو سلامت باکرامت دیر تک
مؤمنوں کے سر پہ ہو سایہ ترا مثل ہما

تیری حق گوئی کو روکے لوم لائم کس طرح
حق سے تو منصور ہے پاتا ہے تائید خدا

اہل ایمان کو بچایا فتنہ دجال سے
کر دیا سب دور کفر کادیانی کا خفا

نیچری معقول سرسید کا ناشکرا غلام
فارسی الاصل بن کر مہدی سید بنا

عیسیٰ مریم ہوا آلان قوا کی نسل ہیں
جس کی عفت کا ہے مظہر روضہ صدق وصفا

شامت اعمال سے ہیں چند چیلے بن گئے
سب نے رکھا طاق نسیان میں جو کچھ لکھا پڑھا

چند گیا دیں رخ آورند سوئے قادیاں
دام دجالی نہادند ابلہاں چندرا

اس صدی کا میں مجدد ہوں کہا یوں چندر پال
پھر محدث بن کے جوڑا اس پہ اور اک افتراء

جو نبی ہے وہ محدث ہے محدث ہے نبی
وحی اور الہام میں دونوں کا ہے اک مرتبہ

وحی والہامات ہر دو دخل شیطان سے ہیں پاک
خود اسے توضیح میں ہے خوب واضح کر چکا

من پیمبر نیستم لکھنا ہے اک دھوکا فقط
کادیانی! ہے تیری پیغمبری میں مکر کیا

حق نے کہلایا نبی سے انما یوحی الیّ
دیکھ قرآن میں بشر سب انبیاء تھے مثلنا

انبیاء میں اور لوگوں میں نہیں جز وحی فرق
کادیانی تو ہی کہہ دے ہو جو کچھ اس کے سوا

غیب کا اظہار بھی غیر از رسل ہوتا نہیں — وحی سے ممتاز ہیں مرسل بہ حصر انما
اس لئے تبلیغ میں معصوم بھی رہتے ہیں وہ — کیونکہ ان کی پیروی میں منحصر ہے اہتداء
پھر خطا پر بھی کبھی رہنے دئے جاتے نہیں — ان کو ہر دم حضرت سبحان سے آتی ہے ندا
سوء وفحشا سے بچائے جاتے ہیں وہ مخلصین — حضرت یوسف کے حق میں دیکھ لولا ان راء
یاد کر اپنی وہ تفسیر اخیر مرسلات — بعد از قرآن حدیثوں کی طرف ہرگز نہ جا
سورۂ حج میں نبی آیا ہے یا لفظ رسول — کادیانی خود غرض لفظ محدث مت بڑھا
انبیاء میں اور اپنے میں دکھا کر کے تمیز — محض خدعت ہے پیمبر میستم کہنا ترا
جس کی عیسیٰ نے خبر دی میں ہوں وہ احمد رسول — ہے ازالے میں تیرے چھ سو تہتر پر لکھا
تیرا ابنیت کا دعویٰ بھی سراسر کفر ہے — کیا نصارا کی ہے ابن اللہ کہنے میں خطا
ان میں بھی فرزند صلبی تو کوئی کہتا نہیں — حق نے کیوں اس بات پر تکفیر کی ان کی بھلا
ہے نصاریٰ سے تیرا جنگ مخنث کس لئے — استعاروں کا ہے استعمال تو بھی مانتا
معجزات انبیاء کو تو کہے لہو ولعب — بلکہ ان پر شعبدہ بازی کا بہتان تھپا
کہتا ہے اعجاز عیسیٰ کھیل بازی تھی فقط — سامری کا جس طرح سے سحر وہ گوسالہ تھا
مرسل یزدان مسیح وقت بننے کے لئے — اہل دین میں تو نے اے منحوس ڈالا تفرقا
ہو گیا ثابت براہین سے کہ ہے تو مفت خور — دے کے وعدہ تین سو جز کا ہزاروں کھا گیا
وہ براہین چار جلدوں تک چلی پینتیس جز — اور آخر میں مسلمانوں کو دی تو نے دغا
کہہ دیا بس ہے یہی کافی ہدایت کے لئے — اس سخن سازی پہ خسرا میر ناصر ہے گوا
وہ شب قدر مبارک اور عیسیٰ کا نزول — فخ سے پوری براہین ہو گئی مثل ہبا
مدعی تھا تو براہین میں کہ عیسیٰ آئیں گے — نیچری کے چیلے اب کہتا ہے ان کو مرگیا
ان کو اب سولی پہ لٹکاتا ہے تو اے بے ادب — حق نے جن کے حق میں کی نفی صلیب اشقیا
بہر ذلت دست اعداء میں پھنساتا ہی نہیں — کافروں سے کرتا ہے تطہیر جن کی کبریا
کیا یہی اسرار معارف میں ہے کامل دستگاہ — ساتھ قرآن کے نہ مانے تو حدیث مصطفےٰ
قابل ایمان نہیں ہے بعد قرآن جو حدیث — تو نے قول مصطفےٰ کو اس میں داخل کر دیا
ہیں عبث تیری کتابیں اور رسالے اشتہار — کون کافر تیری تصنیفات سے مومن ہوا

تحفہ وخلعت ہدیہ اور سوطہ اللہ دیکھ — سیکڑوں ان سے ہوئے ہیں سالک راہ ہدا
تیری تصنیفات سے مؤمن بھی کافر ہوگئے — سمجھے تیرا وحی اور الہام مثل انبیاء
لگ گئے کہنے وہ سب عیسیٰ نبی اللہ تجھے — مرسل یزداں کا تجھ کو کر دیا نا کل عطا
شامت آئی تیری عبدالحق سے ہو کر مبتہل — وقت پر کیا قدرت حق سے ترا غا کہ اوڑا
آتھم وسلطان نے تجھ کو روسیاہی دی عجیب — لعنتوں کا سخت رسا تیری گردن میں پڑا
چھ تجبر شور تھا صورت پہ تیری چار سو — کیا عجیب جنگ مقدس کا ہے فوٹو واہ وا
جب مہینہ بعد اکتوبر کی آئی آٹھویں — حضرت سلطان سے ویوٹی کا ڈپلوما ملا
مرگ عموائیل تازہ ان کے جینے سے ہوئی — تیری بیت الفکر میں ماتم ہوا برپا نیا
گزری وہ مدت سوا سال اور اڑھائی سال کی — گزری نو سال اور نہ عموائیل کا نکلا پتا
کیا تیرے ابلیس ملہم نے کیا تجھ کو ذلیل — مشتہر کروا دیا الہام زوجنکھا
خانہ سلطان محمد بیگ آباد اس سے ہے — اور ہے تو حسرت بھری آنکھوں سے کاذب دیکھتا
پیش گوئی سے تیری معیار صدق وکذب تھی — تیرا جھوٹا ہونا ثابت ہو گیا بے امترا
سیزدہ صد نام سے اپنے نکالے فائدہ؟ — بے خبر جملہ نہ پورا کر سکے گا مبتداء
اس سے کچھ ثابت نہیں ہوتا کہ مرزا کون ہے — یعنی اک دجال ہے یا ہے مجدد رہنما
گر غلام قادیانی کو کہیں دجال ہے — اس میں تیرہ سو ہیں پورے جملہ ہے پورا ادا
ہیں اگر اعداد ابجد مثبت دعویٰ کہیں — ہو گیا دجال ثابت قادیانی میرزا
قول عیسیٰ دیکھ لو انجیل میں منقول ہے — بادلوں میں سے مثال برق میں پھر آؤں گا
از حسنؓ ابن کثیر آورد انظم راجع — ان عیسیٰ لم یمت قول رسول مجتبیٰ
زندہ ہیں عیسیٰ ابن مریم اور وہی پھر آئیں گے — وہ کہا یہ کادیانی فتنہ گر جھوٹا کہا
یا الٰہی شر سے اس دجال کے دیجیو امان — اور اس دجال کے شر سے جو ہے اس کا بڑا
فتنہ موت وحیات وحشت وتنگی گور — اور دوزخ کا عذاب ان سب سے تو ہم کو بچا
یا الٰہی حاملان عرش بھی آئیں کہیں — ہم زبان اہل ایمان سن کے سعدی کی دعا

لدھیانے میں ایک عاجز نے پردے میں بیٹھ کر دجال کی حمایت کی تھی۔ اس کو انہی دنوں میں انعام دیا گیا۔

ارے محجوب بالکل خام عاجز　　ہے فن شاعری ناکام عاجز
میری معجز کلامی دیکھ لے تو　　مقابل میں ہے تیرا نام عاجز
بنا تو حامی دجال افسوس　　ارے کمبخت نافر جام عاجز
حمایت تجھ کو ایک کافر کی سوجھی　　کیا شیطان نے کیا الہام عاجز
تیرا مرزا ہے اک دجال جس کے　　عیاں ہیں کفر اور آثام عاجز
ملی دجال کی تجھ کو محبت　　برائی کو دی واصنام عاجز
مسلمان کہہ رہے ہیں ہر طرف سے　　ہے بے شک دشمن اسلام عاجز
تیری بے جا حمایت کے صلے میں　　ملا ہے یہ تجھے انعام عاجز
بقول عالم و قاضی و مفتی　　ہوا ہے اشتہار عام عاجز
اسے کافر غلام کادیانی　　پھنسے ہیں اس کے زیر دام عاجز
وہ تنبیہات صرف اظہار حق ہیں　　نہیں ہرگز کوئی دشنام عاجز
یہ ہے نام بزرگان سے تفاؤل　　ہے بیہودہ تیرا الزام عاجز
ارے تو مسلمی بھی عیب ہے کچھ　　نہ کوئے جہل میں رکھ گام عاجز
شہادت دین کی فضل خدا سے　　رہوں دیتا میں تا انجام عاجز
مسلمانوں سے ہو مجھ کو محبت　　نہ ہوں دجال کے جورام عاجز
خلیل اللہ سے اف تلم سن　　میری حجت کا دیکھ اتمام عاجز
تیرا منہ توبہ میں ہے مذکور　　نہیں یہ رفض پہ اقدام عاجز
سمجھ آیا نہ تجھ کو نام وہاب　　ارے اوذاکر اصنام عاجز
یہ کلمہ ہے غلط تیری زبان پر　　نہ بن بدمست پی کر جام عاجز
جو پھر تو نے زبان ناحق ہلائی　　تو ہوگا تیرا خوب افحام عاجز
پھنسائی تو نے ناحق ٹانگ اس میں　　یہاں تیرا بھلا کیا کام عاجز
جو پوچھیں کیوں ہے عیسیٰ کادیانی　　رہے تو وقت استفہام عاجز
اگر ہے کچھ سمجھ یا شرم تجھ کو　　یہ ہے کافی پئے افہام عاجز
نہیں دجال سے ڈرتے مسلمان　　تجھے ہے جس سے استسلام عاجز
نہ پھنستے جال میں دجال کے تم　　جو سنتے سعد کا پیغام عاجز

نظم نمبر:۴۰ ...... افہام وتنبیہ بہ مرزائیاں سفیہ
مرزائیو کیا کہتا ہے اسلام تمہارا، گر تم ہو مسلمان
عیسٰی پر ہے کیوں سحر کا الزام تمہارا، کیا ہے یہی ایمان
اس امت مرحومہ کو اندھی جو بتائے، ٹھٹھے میں اڑائے
صد حیف وہ مرزا ہے دلارام تمہارا، اے فرقہ ناداں
تم صاف لگے لکھنے اسے مرسل یزداں، مامورز رحمٰن
شاہد ہے یہ گنجینہ اوہام تمہارا، دیکھو سرعنوان
کہتے ہو رسل کو عمل الترب کا عامل، ناقص تھے نہ کامل
دشنام سے کچھ کم نہیں یہ کام تمہارا، شیطان کے اخوان
جب لم یمت آیا ہو حدیث نبوی میں، کیا اور سند دیں
معنا ہی توفی ہے بہت خام تمہارا، موجود ہے فرقان
تم ماصلبوا کو صلبوا سمجھو غضب ہے، کیا تم سے عجب ہے
مانے نہ اگر لم یمت الہام تمہارا، کایں نیست بقرآں
وہ روح خدا لائیں گے تشریف مکرر، ہے یونہی مقدر
کرتے حسن بصری ہیں الہام تمہارا، خوش ان سے ہو یزداں
زور اس پہ ہے سولی پہ چڑھ گیا عیسٰی، اب آئے گا پھر کیا
بس ورد یہی ہے سحر و شام تمہارا، حیف ازراہ طغیاں
کافر تھے کہا کرتے ابھی لاوے، قیامت بروقت ندامت
عیسٰی کو اتارے یہ پیغام تمہارا، جب ہوتے ہو حیراں
شب پانچ ستمبر کی سال تو دو چار، دوڑی خبرتار
تھا قادیاں میں دیدنی کہرام تمہارا، ہر ایک تھا نالاں
دی روسیا ہی آتھم وسلطان نے تم کو، دجال کے چیلو
شیوہ ہوا ہر بات میں دشنام تمہارا، تہذیب کے قرباں
تم داڑھیاں منڈوا کے بھی کچھ باز نہ آئے، جوہر یہ دکھائے
کیا ہوتا ہے دیکھیں ابھی انجام تمہارا، اے بے سروساماں

سلطان سے کہو پونچھ دے آ کر وہی آنسو، دیکھو یہ روسیہ
روتا ہی پڑا مہدی ناکام تمہارا، بایاں فراواں
دی جعفر نے مرزا کو دغا ریل نے دھوکا، کس بھاڑ میں جھوکا
اب آ گیا سورج بلب بام تمہارا، کچھ دم کی ہو مہماں
ثابت ہوا دجال احادیث سے بے گت، بازعم نبوت
پھر کیوں نہ ہو دجالچی اب نام تمہارا، اے زمرہ غیلاں
مست ہے بدعت ہو مخالف ہو سلف سے، برعکس خلف سے
بھر سکتا ہے کوثر سے کہاں جام تمہارا، تائب نہ ہو گریاں
کچھ نظم تم اسلامیوں کی نذر تھے لائے، پر سچ تھے چھپائے
سعدی کی طرف سے ہے یہ انعام تمہارا، یوں ہے وہ غزلخواں

نظم نمبر:۵

تیرباراں بہ سینہ دجال	**ساختش ہچو صورت غربال**
خدائم اندر پناہ دارد ہمہ دجال قادیانی	کنم زحق استعارہ ہردم کہ ایں بلا ئیست ناگہانی
نعوذ باللہ من شرور الغلام فی الکفر مثل دجال	منافقانہ کند باسلام و دین حق دعوئ لسانی
نخست بودہ غلام احمد کنوں عقوق از غلامیش کرد	بگفت احمد منم رسولے کہ کردہ عیسیٰ گہر فشانی
محدثم گفت ابتداء بامردیں گشت محدث آخر	رسید تا کفر منزل وے بانبیا کرد بدگمانی
کہ معجزات مسیح شد شعبدات ولہو ولعب سراسر	من وخیالات روح پرور مسیح واندیشہائے فانی
ہمیں ست باعث کہ دردلم شد معجزات مسیح نفرت	وگرنہ از وے نبودے کم بفضل خلاق ومہربانی
ہمیں بقولش کہ موبمو منکشف نہ گردید بر پیمبر	زحال ماجوج وداپہ ہم زاگور وایں خرد خانی
منم کہ امروز کاشفم از حقیقت ایں ہمہ خبرہا	چرا کیں کار شد مفوض بمہر کہ باشد مثیل وثانی
مکاشفات مسیح والہام انبیاء غلط بگوید	کہ پیش گوئی خویش رانیز پے نبردند در معانی
بہ چار صد عا کفان جعلی نبوت حق عطا نمودہ	بکذب شان بازگشت قائل نفاق تا کہ بود نہانی
بسوئ ابنیت حق آید باستعارہ شریک عیسیٰ	باتخاذ ولد نماید بقوم تثلیث ہمزبانی
مثیل عیسیٰ وافضل از وے کہ گویا کنوں کجاست عیسیٰ	قدم نہد تا بہ منبر من کمی چہ عجب ست سرگردانی
یکی زامر دہہ یک زجیرہ دو صاحبانش فرشت کاتش	مریض مہر ودز تمن پوش ست دائم از رنگ زعفرانی

مسیح موعود مہدی وقت فارسی اصل وحارث آمد　　نہ از عراق ست و نہ ایران نہ حجاز آنچنانکہ دانی
نہ مادر ے بوی بتول ومریم نہ منزل او دمشق شامی　　تفرج روضۃ الصفا کن کہ حال الخو انجوانی
زنسل چنگیز خان سفاک کا صل او شد چینی　　اگر چہ شد قادیانش مسکن زکید با گشتہ کادیانی
بقول وے قادیان گورداسپور جائے یزیدیاں شد　　ہم او رئیس یزید طبعاں ازیں سخن در عجب تمانی
چو قادیانش دمشق گردو رئیس آنجا یزید باشد　　نہ آن یزیدی کہ قاتلے بود لیک بالحاد وکفر بانی
گہے مثیل مسیح گردد بغربت زعجز و انکسارش　　نشان مہدی گہے فرازد سیاستش مہر حکمرانی
ہمہ بہ تحریر او بیابی ہر آنچہ گفتم اگر بجوئی　　مبالغہ نیست در کلامم کہ آمدہ رسم شاعرانی
زنچری علیگڑی خواندہ حرف مرگ وصلیب عیسیٰ　　بر قصہ تجدید دین شدست ایلچے چساں بانی مبانی
للہ کہ مغرور گشتہ بر حیات ہشتاد سالہ خویش　　مر حرث از عذاب نبود ہزار ہا سالہ زندگانی
رسول ومرسل مسیح ومہدی نبی ہما بخود گرفتی　　ہم از مخالف ہم از موافق ہزار ہا نقدی ستانی
ہنوز برہان تست ناقص یکی نشانہ سہ صد براہین　　بہ بند بال و پرت شکستہ حمامہ سوئے عرب پرانی
تو ئی کہ گفتی جلال عیسیٰ نزول خواہد نمود آخر　　بطور ظل آمدی زاکنوں کہ از وے افضل گہے ہمانی
شکستہ ہا ست بتیغ روشن بود بہ تیغ تو مبرہن　　شدست اوہام پر تو غالب کہ نیچری صاحب نشانی
تراست انکار روز محشر بپا الاز القصص کو است خواں　　چگونہ تاویلہا نیش کردے پی مریداں بخوش بیانی
بتیں چساں مذہب سلف ادعیاں بہ بدزال مدعوی　　قولہ ما تولی آمد زخالق از بہر چوں تو جانی
مباش بیباک در راہ دیں چنیں تکوں مکن چو جزما　　متاع دنیائے دوں نیرزد جوی باآن عیش جاودانی
نزول رحمت بدل زخواندن درود بر مصطفےٰ دائمش　　زحمد وحمد حق بہ سعدی ست سربلندی وتر زبانی

تمت!

۱۱ر رمضان ۱۳۱۴ھ مطابق ۱۳ر فروری ۱۸۹۷ء

تبصرہ!

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم...... بسم اللہ الرحمن الرحیم

ویوم القیمۃ تری الذین کذبوا علی اللہ وجوھھم مسودہ

یک قاطع نسل ویک مسیحائے زماں　　یک مہتر لال بیگیاں دوراں
افتد چو گذر بہ قادیانت گاہے　　ایں خانہ تمام آفتابست بخواں

کذب کی عادت ہیں جو اللہ پر ڈالے ہوئے
دیکھنا روز قیامت ان کے منہ کالے ہوئے
رمل وجفاری نہ چھوڑیں گو اٹھائیں ذلتیں
بے حیا کیا جھوٹ کے سانچے میں ہیں ڈھالے ہوئے

اے اہل اسلام! اے معزز برادران دینی آپ دیکھتے ہیں کہ آج کل فتنہ قادیانی نے پھر سر اٹھایا ہے اور اس کے چیلے ابلہ فریب تحریروں سے ناواقفوں کو حیران کر رہے ہیں۔ اس قادیانی نے زمانہ ابتداء میں کسی قدر عربی تعلیم پائی۔ چونکہ اس کے استاذ ملک شاہ اور گل شاہ علم رمل وجفر میں بھی دخل رکھتے تھے۔ اس نے یہ علوم بھی سیکھے۔ ایک فالنامہ لدھیانہ سے بھی نقل کرا کے لے گیا تھا۔ عدالت ضلع سیالکوٹ میں محرری اختیار کی۔ جب وہاں نہ نبھی، تو استعفاء دیا اور امتحان قانون کے لئے سر کھپایا۔ آخر امتحان مختاری میں فیل ہوا۔ (اخبار وزیر ہند سیالکوٹ ماہ ستمبر ۱۸۹۲ء) پیٹ خالم کی خاطر بہت پھرا۔ جب کچھ نہ بنا تو آخر اپنے رشتہ دار بھائیوں کو دیکھ کر (کہ ایک بھنگیوں کا لال بیگ دوسرا اجڑوں کا پیر بنا ہوا ہے) اس نے بھی سلسلہ پیری ومریدی ہی میں پاؤں رکھنا فری کی چیز سمجھا کہ چلو ہم مسلمانوں ہی کو کھائیں گے۔ بے اعداد رمل الہام بازیاں کریں گے۔ (اس کی مثالیں اکثر شہروں میں موجود ہیں کہ نوکری سے دق آئے تو کسی کے مرید بنے۔ اس سے خلافت لے کر پیر بن بیٹھے) اس رمال نے گیارہ بارہ سال ہوئے ایک پسر (بہمہ صفت موصوف حتیٰ کہ گویا اللہ ہی آسمان سے اترا ہے) کی پیشین گوئی کی تھی۔ لیکن اس وقت پیدا ہوئی تو دختر نکلی۔ اپنی رمالی سے نہایت شرمندہ ہوا اور بات بنائی کہ میں نے اسی حمل سے لڑکا ہونا نہیں کہا تھا۔ اکثر اہل اسلام اور دیگر قوموں نے اس کی بہت ہنسی اڑائی۔ خیر حسب معمول گھر میں پھر امید ہوئی تو خاموش رہا۔ مدت معلومہ کے بعد ایک دفعہ لڑکا ہی پیدا ہو گیا تو فوراً ایک پرچہ خوشخبری چھاپ کر شائع کر دیا کہ دیکھو جیسا کہ ہم کہتے تھے۔ اسی طرح سے لڑکا پیدا ہوا ہے مخالفین کو یہ پیشین گوئی ماننی پڑے گی۔ کیونکہ ہم نے جس طرح سے کہا تھا لڑکا پیدا ہو گیا۔ محض جھوٹ ایک اور بولا کہ ہم نے پہلے حمل کے وقت کہا تھا۔ اگر اب کے نہیں تو اگلے حمل میں ضرور پیدا ہوگا۔ حالانکہ پہلے حمل کے وقت آئندہ حمل کا نام بھی نہیں لیا تھا۔

اہل اسلام پھر بھی چپ رہے کہ بڑا بکنے ہمیں کیا۔ ایسے رمال ارڑپوپو ہزاروں پھرتے ہیں۔ ایک یہ بھی سہی۔ لیکن غیرت الٰہی نے برس روز کے اندر ہی اندر ''اس کے گویا اللہ'' کو خاک میں ملا دیا۔ پھر تو مخالفوں نے ایسی کی کہ قادیانی کو اس کے سامنے مرگ پسر کا صدمہ بھی ہلکا نظر

آیا۔اس وقت تک اس مکار نے اسلام کی مخالفت نہیں کی تھی۔ بلکہ اسلام کا مؤید بن کر دکھلاتا تھا۔ اس لئے مسلمان حتی الوسع اس کی تائید کرتے تھے۔اس وقت کچھ رویا پیٹا۔ حیلے بہانے کئے۔کبھی کہا دو بیٹوں کی خوشخبری ہم کو ملی تھی ایک تو یہ مرنے والا اور ایک وہ جس نے گویا اللہ ہی بن کر آسمان سے اترنا تھا۔کہیں لکھ دیا کہ نو سال کے اندر اندر ضرور پیدا ہوگا اور یہ گپ لگائی کہ مدت حمل نو سال بھی ہوتی ہے ہم نے غلطی سے اسی جانہار کو وہ لڑکا سمجھ لیا۔خیر جوں توں کر کے وقت ٹالا۔

براہین احمدیہ جس کے تین سو جز ہونے کی خبر دی تھی۔وہ پینتیس جز میں ختم ہوگئی اور پیشگی قیمت کسی سے پانچ روپیہ کسی سے دس،کسی سے پچیس لے کر کھا گیا۔آخر میر ناصر اس کے خسر شریف کی زبانی معلوم ہوا کہ آگے اور مضمون ہی نہیں ہے۔باقی کی جز فی بطن شاعر ہیں۔میں قسم کھاتا ہوں کہ آگے ایک ورق بھی نہیں ہے تم کیا انتظار کر رہے ہو۔آخر دیکھا تو واقع میں یہی سچ نکلا۔(کیوں نہ ہو گھر کا بھیدی جو تھا) سراج منیر ایک پیش گوئیوں کی کتاب مشہور کی جس کے خرچ طبع کے لئے سینکڑوں روپے چندہ کروا کے بادام روغن چڑھا گیا۔لیکن وہ سراج ذرا بھی نہ ٹمٹمایا۔ وزیر پٹیالہ اور سید احمد خاں جیسے معزز لوگوں کو پیش گوئی کی دھمکیاں دیں۔لیکن انہوں نے اس کے بکواس کی پرواہ بھی نہ کی۔اس وقت اس کا دعویٰ صرف یہ تھا کہ میں براہین احمدیہ الہام سے مامور ہو کر لکھتا ہوں اور میں اس صدی کا مجدد ہوں۔ محدث ہوں۔ مجھے الہام ہوتا ہے۔ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مثیل بن کر آیا ہوں۔غرض اس کے ویسے دعاوی بھی مسلمانوں نے برداشت کئے اور ممکن سمجھا کہ شاید اب نہیں تو آخر کبھی نہ کبھی کوئی کام اسلام کی تائید میں اس سے صادر ہوگا۔ یہ غضب ہوا کہ سید احمد خاں نیچری نے اپنی تفسیر القرآن میں لکھ دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے سولی چڑھایا۔پھر وہ اپنی موت سے کہیں مر گئے اور دفن ہوئے۔ان کے معجزے خلق طیور وغیرہ سب بچوں کے کھیل تھے۔جیسے بچے مٹی کے جانور چڑیا وغیرہ بنا کر کہا کرتے ہیں۔آہاہا! میری چڑیا اڑی یونہی حضرت عیسیٰ بچپن میں کیا کرتے تھے۔بڈھے نیچری کو اس میں ذاتی غرض تو تھی نہیں۔اسے نہ عیسیٰ بننا تھا نہ الہامی وہ نیچری بات کہہ کر آگے چل دیا۔قادیانی کے مصاحب خاص نورالدین بھیروی نے اس مضمون کو اپنے پیرومرشد(اسی قادیانی کے سامنے پیش کیا کہ حضرت اقدس بہت چوکے سید احمد کو خوب سوجھی تو قادیانی پیر نے کہا۔نہیں اس نے محنت کی اور کھائیں گے ہم۔اب کیا بگڑا ہے اچھا ہوا عیسیٰ مر گیا۔اب ہم خود عیسیٰ بن کر دکھاتے ہیں۔مصالحہ لگانا ہم کو خوب آتا ہے۔وہ تو الہام کا مدعی نہ تھا اور ہم ملہم بھی ہیں۔تقریر وہ بے سودپا کریں گے کہ پڑھنے والا پڑھتے پڑھتے بھول جائے۔ جہاں کچھ نہ بن سکے گا الہام کا ڈنکا ایسا لگائیں گے کہ اگر

غیر نہیں تو چیلے چانٹے تو سجدے میں پڑ جائیں گے۔ لیکن ابھی جلدی نہیں چاہیئے۔ لوگ سمجھیں گے سید احمد خاں کا مضمون چرالیا۔ آخر کچھ عرصے کے بعد فتح اسلام جو اس کی توضیح مرام تھی۔ لکھ ڈالی اور پھر ایک کچی اینٹ رسالہ اوہام ہاتھ کر رکھ دیا۔ اس میں مرسل یزدانی، رسول احمد، بشارت عیسیٰ نبی اللہ سب کچھ بن بیٹھا اور حضرت عیسیٰ کے سولی چڑھانے اور مارنے پر وہ زور مارا کہ یہود کمبخت نے بھی کیا کیا ہوگا۔ قرآن کے ماصلبوہ کی صاف تکذیب کردی اور لکھ دیا کہ عیسیٰ کو یہودیوں نے ضرور سولی پر چڑھادیا۔ میخیں لگائی گئیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توفی ہو چکی اور توفی کے معنی صرف مرنا ہی ہیں۔ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر چکے۔ پھر نہیں آسکتے۔ میں تھا تو قائم مقام مثیل اب اسامی خالی ہوگئی اور بجائے متوفی مستقل عیسیٰ ہو گیا۔ خدا نے فرمادیا ''جعلناك المسیح ابن مریم'' جو ای عیسیٰ کے منتظر ہیں وہ اس کو ابھی آسمان سے اتار کر دکھائیں۔ (رسول خدا سے مشرکین عرب کا کہنا اگر تو سچا ہے ابھی قیامت لا کر دکھادے۔ اسی کی مثال ہے) معجزات عیسوی کو بازی طفلاں اس کا حقیقی پیر و مرشد کہہ ہی چکا تھا۔ اس نے اس پر مصالحہ یہ لگایا کہ مسمریزم یا سحر سامری کا گوسالہ تھا۔ مجھ کو اس سے بالطبع نفرت ہے۔ ورنہ ایسی شعبدہ بازیوں میں میں عیسیٰ سے کم نہ تھا۔ چلو چھٹی پائی کوئی یہ بھی نہ کہہ سکے کہ اگر مسیح ابن مریم تم ہو تو کوئی معجزہ دکھاؤ۔ اپنے لئے تو ایسا کن اور اقتداری خوارق تجویز کرتا ہے کہ الٰہی کام اس سے صادر ہو سکیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات جو باذن اللہ ہوئے ہیں شرک باری ٹھہرا کر ان سے منکر ہو جاتا ہے۔ علماء نے بہت سمجھایا خصوصاً حضرت ابوسعید محمد حسین بٹالوی سلمہ اللہ القوی جو پہلے اس پر حسن ظن بھی رکھتے تھے اور در بارہ براہین احمدیہ اس کی تعریف بھی کر چکے تھے کہ میاں جانے دو، باز آجاؤ۔ حد سے نہ بڑھو۔ لیکن یہ اسامی ایسی کب تھی ہر چند کہا کہ یا تو بٹالہ میں میرے مکان پر آؤ اور تنہاء گفتگو کر کے تصفیہ کرلو یا مجھے بلاؤ۔ میں کادیان میں حاضر ہوں گا۔ وہاں بات چیت کرلو۔ اس روباہ منش نے ایک نہ مانی۔ آخر لدھیانہ، دہلی، لاہور، سیالکوٹ، کپورتھلہ وغیرہ میں جو ذلت اٹھائی۔ مفصل ہمارے رسالہ اتہام کادیانی میں دیکھو۔ میر عباس علی مرحوم جو اس وقت اس کے اخص مریدین میں سے تھے۔ اس کے مکر کو سمجھ گئے اور علی الاعلان اس سے اپنی تبری ظاہر کردی اور یہ وہ مرید تھے جن کے حق میں اس کذاب دجال کو یہ الہام ہوا تھا کہ: ''اصلہ ثابت وفرعہ فی السماء'' یعنی اس کی جڑ قائم ہے اور شاخ آسمان میں۔ اس آسمانی شاخ والے نے دجال کی وہ مٹی خراب کی کہ ایک جہاں جانتا ہے۔ (اچھی طرح مٹی پٹ کے چھوڑی) مکار آخر قادیان میں جا گھسا۔ کچھ عرصہ وہاں بیٹھا رہا۔ پھر امرتسر میں عیسائیوں کے ساتھ بحث کی

ٹھائی۔ بحث تو جو تھی سو تھی۔ اپنے حریف عبداللہ آتھم پیر فرتوت کو دیکھ کر رمال کا رمل پیٹ میں گدگدایا اس کے مرنے کی پیش گوئی ہانک دی۔ لکھ دیا کہ اگر آتھم پندرہ ماہ کے اندر اندر مر کر ہاویہ میں نہ جا پڑے تو کادیانی کا منہ کالا کر کے رسہ گلے میں ڈالو۔ خواہ سولی دو، لعنت باڑی کرو۔ مریدوں معتقدوں نے عیسائیوں سے شرطیں لگائیں کہ داڑھی منڈوالیں گے۔ اگر اختتام ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء سے پہلے آتھم نہ مر گیا۔ آخر ۶ ستمبر کو عیسائی شوخ استرہ لے کر جو موجود ہوئے کہ آتھم تو زندہ ہے۔ آؤ میاں داڑھی صاف کروالو۔ لیکن مکان میں داڑھی والے کی صفائی تھی۔ ایام مباحثہ میں عبدالحق غزنوی سے مباہلہ کیا تھا۔ جس کی یہ شامت کادیانی کو بھگتنی پڑی۔ ایک مہینہ بعد ۸ اکتوبر کو ایک اور آسمانی کوڑا پشت کادیانی پر برسا یعنی مرزا سلطان محمد بیگ (جس نے احمد بیگ ہوشیار پوری کی دختر نیک اختر سے نکاح کر لیا تھا اور کادیانی کا نکاح بذریعہ الہام شیطانی باالفاظ زوجنکھا یعنی ہم نے تیرا نکاح اس عورت سے کر دیا۔ اس سے کئی برس پہلے ہو چکا تھا) کی مدت سی ماہہ بخیر و عافیت پوری ہو گئی۔ کادیانی کہتا تھا کہ اڑھائی سال کے اندر اندر یہ مر جائے گا۔ وہ عورت بیوہ ہو کر مجھ کو پھر ملے گی۔ ان ذلتوں ندامتوں کو چھپانے کے لئے مکار نے عربی کتابیں لکھ لکھا کر یہ دعویٰ کیا کہ مولوی لوگ اگر میرے برابر ہیں تو عربی میں رسالے لکھیں اور لوگوں کا خیال ادھر لگانا چاہا۔ بڈھے آتھم نے آخر مرنا ہی تھا۔ ''کل نفس ذائقة الموت'' دو برس اور پورے کر کے مر گیا تو اس رمال نے پھر شور مچایا کہ دیکھا آتھم مر ایا نہ مرا۔ ہم کہتے نہ تھے کہ آخر مرے گا۔ (مر اے بے حیا۔ اب وہ کبھی مرتا ہی نہ؟) مولوی میرے ساتھ مباہلہ کر لیں۔ ورنہ مجھ کو دجال کافر کہنے سے باز آجائیں۔ اگر مباہلہ کریں گے تو برس روز کے اندر سب پر عذاب آئے گا۔ کوئی اندھا کوئی کوڑھی ہوگا۔ کوئی مر جائے گا۔ غرض یہ سال بھر تو گزر جائے گا۔ پھر کچھ اور سہی پنجابی مثل مشہور ہے۔ موہنا او موہنا اگے کی کہو ہنا جن کی کہو ہنا۔ فرعون نے کہا تھا کہ ہامان ایک برج بناؤ میں موسیٰ کے خدا کو اوپر چڑھ کے دیکھ آؤں۔ غرض یہ تھی کہ مکان بننے تک تو لوگ میرے معتقد رہیں گے۔ یہی چال دجال کی ہے۔ ایک نہ ایک بات کھڑی کر لیتا ہے اور اس کے سہارے سے مریدوں کو دم دلاسہ دیئے جاتا ہے۔ اس سال میں اگر کسی پر کوئی مصیبت بقضائے الٰہی آ گئی تو کہوں گا میرے مباہلے کا اثر ہے اور جو سلامت رہے ان کو کہوں گا دل میں ڈر گئے۔ اگر نہیں ڈرے تو قسم کھائیں سال دو سال پھر یوں نکل جائیں گے۔ اتنے عرصہ میں کوئی اور صورت سہی۔

کادیانیو! عقل کے اندھو! یہ ہے تمہارا مثیل مسیح دجال تم جس کو ملہم مامور مرسل یزدانی وغیرہ بنائے بیٹھے ہو۔ جس کے عیسیٰ بنانے کے لئے جناب عیسیٰ علیہ السلام کو مارنے کے درپے

ہوئے۔ سولی پر چڑھائے ہوئے نہیں جانتے۔

کس نیاید بزیر سایۂ بوم
درہما از جہاں شور معدوم

تم کو اس نے بجز اس کے اور وظیفہ نہیں سکھایا۔ عیسیٰ سولی پر چڑھ گیا۔ دفن ہوا۔ مرزائیو! عیسیٰ سولی پر چڑھ گیا تمہارا وظیفہ باطنی ہے، اور مر گیا۔ دفن ہوا۔ وظیفہ ظاہری، وظیفہ ظاہری میں لفظ توفی کے محتمل المعانی ہونے سے کسی قدر بظاہر ہاتھ مارنے کو جگہ مل گئی تو ظاہر چلا رہے ہو۔ لیکن وظیفہ باطنی میں ماصلبوہ کی نفی سے تمہارے سب منصوبے نیست ونابود ہو رہے ہیں۔ اندر ہی اندر دل پر ضربیں لگا رہے ہو۔ آخر اسی طرح سے مر رہو گے۔ اگر تم کو تھوڑی سی حرف شناسی بھی ہوتی تو سمجھ لیتے کہ جس طرح سے قادیانی ماصلبوہ میں بپاس خاطر یہود ونصاریٰ تحریف لفظی سے باز نہیں آیا۔ لفظ انی متوفیک کی تحریف معنوی سے کب رک سکتا ہے۔ قرآن میں موجود ہے۔ ”اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا “یعنی اللہ لے لیتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت اور جو نہیں مرے اس کو اس کی نیند میں۔ تمیں آیتوں کا شور مچاتے ہو۔ اس ایک آیت کو دیکھو تم پر کیسی پھٹکار ڈال رہی ہے۔ باقی اسی پر سمجھ لو۔ یہاں لفظ توفی کا معنی ایک جان کا لے لینا ہے۔ خواہ موت سے ہو خواہ نیند میں۔

وفات دینا مارنا ہرگز نہیں۔ کادیانی کو جب الہام ہوا تھا کہ یا عیسیٰ (کادیانی) انی متوفیک تو مکار نے ترجمہ یوں کیا ہے۔ اے عیسیٰ میں تجھے پورا اجر دوں گا یا مار دوں گا۔ اب حضرت عیسیٰ کے لئے صرف مارنا ہی معنی ہوگئے۔ کیونکہ اس وقت مثیل ہی بننا مقصود تھا اور اب اصل عیسیٰ موعود۔

زاہل غرض تا سخن نشنوی
مبادا کہ روزے پشیماں شوی

مرزائیو! تم تو متوفیک کے معنی ممیک کہتے ہو اور کادیانی (ازالہ اوہام ص۹۲۳، خزائن ج۳ ص۶۲۱) میں موت کے معنی سولانا اور بیہوش کرنا بھی مانتا ہے۔ پس معنی آیت یوں ہوگئے کہ اے عیسیٰ میں تجھ کو سولا کر اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ خدا کے لئے آنکھیں کھولو اور دیدہ ودانستہ اندھے نہ بنو۔ کیا غضب ہے کہ اوروں کے حق میں تو موت کا لفظ بہ معنی نیند، بیہوشی وغیرہ ضروری سمجھو۔ لیکن حضرت عیسیٰ کے لئے محض مارڈالنا۔ (ازالہ اوہام ص۹۲۱، خزائن ج۳ ص۶۰۵) میں تمہارا باوا لکھتا ہے کہ: ”اگر کوئی موت اور اماتت کی جگہ جو نیند اور بیہوشی وغیرہ کے معنوں میں بھی آیا

ہے۔توفی کا لفظ کہیں دکھا دے۔اس کو بلا توقف ہزار روپیہ دیا جائے گا۔'' اور کہیں تو کیا قرآن میں ہی دکھا دیا۔'' وھو الذی یتوفکم بالیل ویعلم ماجرحتم بالنھار ثم یبعثکم فیہ ''یعنی اور وہ اللہ ایسا ہے جو رات کے وقت تمہاری توفی کرتا ہے اور تمہارے دن کے کام جانتا ہے۔ پھر تم کو دن میں اٹھا کھڑا کرتا ہے۔اس کادیانی بے شرم نے دینا دلانا تو کیا تھا شرمندہ بھی نہ ہوا، اور وہی مرغی کی ایک ٹانگ بکے جاتا ہے۔ یہاں توفی کے معنی بہت واضح طور پر قرآن کریم ہی نے بتا دیئے کہ سلانا ہیں۔موت کے حقیقی معنی مرنا ہیں۔ نیند بیہوشی پر لفظ مجازاً بولا جاتا ہے اور توفی کے معنی روح کو بدن سے الگ کرنے کے ہوئے۔خواہ نیند میں خواہ موت سے اس کے معنی محض مار ہی ڈالنا کادیانی کیا دکا افتراء ہے۔لغت میں توفی کے معنی پورا پورا لے لینا بھی ہیں۔تفسیر ابن کثیر میں آنحضرت ﷺ بخطاب یہود یہ حدیث منقول ہے۔''ان عیسیٰ لم یمت وھو راجع الیکم قبل یوم القیامۃ '' بے شک حضرت عیسیٰ نہیں مرے اور قیامت سے پہلے تمہاری طرف واپس آنے والے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے صاف طور پر یہود کی تکذیب کر دی ہے کہ انہوں نے نہ حضرت عیسیٰ کو قتل کیا ہے اور نہ سولی ہی دیا ہے۔ بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا۔اب یہاں یہ حجت کرنا کہ مع الجسد العنصری اٹھا لیا۔کہاں ہے محض حماقت ہے۔ یہود مسیح عیسیٰ بن مریم کو مع الجسد سولی پر لٹکانے کے مدعی تھے یا محض روح کو؟ پس جس کو سولی پر لٹکانے کے مدعی تھے خدا نے اسی کو اٹھا لیا ہے۔قرآن میں کہیں نہیں آیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس مع الجسد العنصری آئے تھے یا حضرت یونس علیہ السلام کو جسد عنصری والی مچھلی نے مع الجسد العنصری نگل لیا تھا۔جب تک یہ لفظ جسد عنصری نہ ہو کیا کسی شخص کو جسد عنصری بہمیت چلا گیا یا مر گیا یا ڈوب گیا یا اوپر چڑھ گیا نہ سمجھنا چاہیے؟ خدا ایسے مغالطوں سے بچائے کہ جو معنی ۱۳۰۰ برس بلکہ ۱۹۰۰ برس سے سمجھے چلے آتے ہیں۔آج ایک فریبی خودغرض کے کہنے سے چھوڑ کر حضرت عیسیٰ کو یہود کے پنجے میں پھنسایا جائے اور سولی پر لٹکایا جائے۔ معاذ اللہ!

پندرہ سو روپیہ لینے کے لئے گنگی چھچڑی میں منہ دھلوالو۔ چونکہ حضرت عیسیٰ کو بحالت نوم اٹھایا گیا تھا۔قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حق میں توفیتنی عرض کریں گے اور خاتم الانبیاء اپنے لئے حالت موت وارد ہونے کی وجہ سے کادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لفظ من بعدی کے معنی من بعد موتی یعنی میرے پیچھے کرتا ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو آکر'' بئسما خلفتمونی من بعدی ''فرمایا تھا۔وہاں کیا کہے گا۔اے قوم! تم نے میرے مرے پیچھے بری خلافت ادا کی۔خدا اس کادیانی کا اور منہ کالا کرے۔مجمع البحار الانوار میں

جہاں امام مالک کا ایک قول عیسیٰ مرگیا جب کہ وہاں ان کے ایام زندگی بھی سینتیس برس لکھے ہیں۔ جس کو کادیانی تسلیم نہیں کرتا۔ کیا امام مالک کا قول آدھا ہی قابل تسلیم ہے۔ اگر آدھا ضعیف ہے تو آدھے میں زور کہاں سے آ گیا؟

کل صحابہ اور تابعین بلکہ کل فرق اہل اسلام (بجز نیچری معتزلہ جن کو معراج نبوی سے بھی انکار ہے اور جناب عائشہ صدیقہ کو بھی۔ ایسوں ہی نے منکر لکھا ہے۔ حاشا جنابها عن ذالك!) حضرت عیسیٰ کے آسمان پر جانے اور پھر آنے کے قائل ہیں۔ اگر کہیں کوئی قول توفی کے بمعنائے موت ہونے کی بابت لکھا ہے تو یہ ساتھ ہی لکھا ہے کہ پھر زندہ ہوکر آسمان پر چلے گئے اور دوبارہ جلال کے ساتھ تشریف لائیں گے۔ کادیانی کا اقرار مندرجہ براہین اسی تعلیم کا نتیجہ تھا۔ لیکن نیچری تعلیم اور شامت خودغرضی نے اس کو پاگل کر دیا۔ اب بے تکی ہانکتا ہے۔ مولوی عبدالعزیز صاحب لدھیانوی کا بحث کے لئے کہنا کہ مکہ معظمہ میں کریں گے۔ تھا تو ٹھیک کیونکہ کادیانی مسیح بن مریم بن ہی چکا تھا۔ اس کا بیت اللہ میں جانا ازروئے حدیث نبوی ضروری تھا اور روپیہ بہت لوگوں کا مارا ہوا ہے۔ حج بھی فرض ہوگا۔ ایک پنتھ دوکاج۔ مولوی صاحب سے بحث بھی ہو جاتی اور عیسویت کا نشان بھی ظاہر ہوتا اور بیت اللہ میں اگر ضرورت پڑتی دامن پاک پکڑ کر لعنۃ اللہ علی الکاذبین کہنے کو بھی اچھا موقع تھا۔ زندگی اسی سال مقرر ہو ہی چکی تھی۔ اس کا اندیشہ ہی نہ تھا۔ بہت ہوتا۔ سو پچاس چابک لگ جاتے۔ شاید دجالی خرمستی نکل جاتی اور توبہ ہی نصیب ہو جاتی۔ جیسا کہ جناب عمر فاروقؓ کے سامنے صبیغ اسلمی ایسے ہی مجتی کو سر میں چابک کھا کر توبہ نصیب ہوگئی تھی۔ ہم تو کہتے ہیں اگر مولوی صاحب اب بھی مانتے ہوں تو مرزا فوراً چلنے کی ٹھہرائے اور یاد رکھو کہ کادیانی مثیل مسیح دجال ہے۔ کبھی حرمین کے قریب نہ جائے گا اور نہ جاسکے گا۔ یہ ایک پیشین گوئی ہی سہی۔

نظم

بے محل کس لئے یہ آپ بھلا کہتے ہیں ۔۔۔ ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو برا کہتے ہیں
کب یہ ثابت ہوا لوگوں کے برا کہنے سے ۔۔۔ وہ سب اچھے ہیں جنہیں لوگ برا کہتے ہیں
ہوتی نقارہ خالق ہے زباں مخلوق ۔۔۔ تم نہ بیجا کہو سب جس کو بجا کہتے ہیں
ہوتے سب حال سے اپنے ہیں برے یا اچھے ۔۔۔ تم ہی کچھ ٹھیک کہو ہم جو خطا کہتے ہیں
آج کل مرسل یزدانی ہو جس خر کا لقب ۔۔۔ نہیں کہتے اسے دجال تو کیا کہتے ہیں؟

اب چار کامل علامتوں کی سن لو۔ پیش از وقوع بشارتیں اور خوشخبریاں اس کی گواہی محوائیل بشیر دے ہی گیا ہے۔ لوگ ابھی بھولے نہیں سلطان محمد زندہ موجود ہے۔ قادیانی دلہا بنا بنایا بھی بیٹھا رہ گیا۔ تبلیغ کے لئے امور غیبیہ کی اطلاع رسول کے سوا کسی اور کو دی ہی نہیں جاتی۔ کادیانی کے رسول بننے کی بھی تو ایک چال ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وماکان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء '' یعنی اللہ ایسا نہیں کہ تم سب کو غیب کی اطلاع دے دے۔ لیکن وہ اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے اس بات کے لئے چن لیتا ہے۔ ''عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احداً الا من ارتضی من رسول '' یعنی وہ اللہ عالم الغیب ہے اپنے غیب پر کسی کو اطلاع نہیں دیتا۔ مگر جس رسول کو اس کے لئے پسند کرے۔ یہ اطلاع امور غیبیہ رسالت کا دعوی ہی دعویٰ رسالت ہے۔ کادیانی کو جو اور امور غیبیہ پر اطلاع ہوئی سب غلط نکلی۔ جس سے بجز روسیاہی وندامت کچھ حاصل نہ ہوا۔ دعاؤں کا قبول ہونا واقعات بتلا رہے ہیں۔ کون سی دعا قبول ہوتی ہے۔ بشیر نہ جیا، آتھم نہ مرا، سلطان جیتا جاگتا کادیانی کو جلا رہا ہے۔ قرآنی دقائق جو کادیانی پر کھلے ہیں سب وحی علی گڑھی کا فیض ہے یا اپنی خود غرضی کا فسا داور بہت سا الحاد وبس مولوی محمد حسین نے (اشاعۃ السنہ ج۷ نمبر۱۱ ص۳۴۵) میں صاف لکھ دیا ہے کہ: ''ہم بجز الہام رسول کسی کے الہام کے قائل نہیں۔ ہم صرف کتاب اللہ اور سنت کے پیرو ہیں۔ غیر نبی کے الہام کو کوئی حجت ودلیل نہیں جانتے۔''

مولانا نے کادیانی کا ملہم من اللہ ہونا اس کے اس ایمان کی وجہ سے ممکن تصور کیا تھا جو (براہین احمدیہ ص۴۹۸، خزائن ج۱ ص۵۹۳) پر اس منافق نے ''ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ '' کی تفسیر میں یوں ظاہر کیا تھا: ''یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔'' مولانا محمد حسین کو اس کے ارتداد کی کیا خبر تھی کہ آخر یہ کمبخت مرتد ہو جائے گا اور حضرت عیسیٰ کو مار کر خود ہی عیسیٰ موعود بن بیٹھے گا۔ تمہارے کادیانی کی عربی دانی (اشاعت السنہ نمبر۱۲ ج۱۵) میں خوب ظاہر کی گئی ہے۔ لیکن تمہارے ماتھے کی پھوٹ کہیں تم دیکھ نہیں سکتے۔ یہ بات خوب یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کوئی شخص کسی مولوی کے فتویٰ اور حکم سے کافر نہیں ہو جاتا۔ اپنے عمل واعتقاد سے ہوتا ہے۔ مثلاً خاتم الانبیاء کے بعد مرسل یزدانی کہلائے۔ صفائی کشف میں انبیاء سے اپنے لئے

زیادتی دکھائے کہ نبی کے معجزات کو سحر سامری ولہو ولعب بتائے۔ خدا تعالیٰ سے اپنا رشتہ ابنیت ملائے۔ ”انا انزلناہ قریباً من القادیان “ جیسے فقرے قرآن میں (قریباً نصف پ) بڑھائے۔ یا رسول اللہ کی صحیح وثابت سنتوں سے دیدہ ودانستہ کترائے۔ بعض سنتوں کو ٹھٹھے میں اڑائے۔ یا سلف صالحین کی توہین کرے۔ وغیرہ ذلک! اور نہ بعض احمقوں کی تصدیق سے کوئی خر عیسیٰ بن سکتا ہے۔ بنمائے بہ صاحب نظرے گوہر خود را۔ عیسیٰ نتواں گشت بہ تصدیق خرے چند۔ ”واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنك رحمة انك انت الوھاب ۰ آمین“

الراقم: محمد سعد اللہ عفی عنہ مدرس ایم. بی سکول لدھیانہ

ماہ رمضان ۱۳۱۴ھ فروری ۱۸۹۷ء

کادیانی اور ایک نصرانی کی گفتگو میں ایک مسلمان کی ثالثی

نصرانی..... جو یسوع مسیح خدا کا اکلوتا بیٹا ہمارے گناہوں کی خاطر سولی پر چڑھ گیا۔ دفن ہوا تین دن مدفون رہا۔ پھر آسمان کو چلا گیا۔ پھر بادلوں میں سے مثل برق دوبارہ آئے گا۔

کادیانی..... اس میں شک نہیں کہ یہودیوں نے اس کو سولی پر چڑھایا۔ میخیں لگائیں۔ وہ ایلی ایلی پکارتا رہا۔ کچھ پیش نہ چلی۔ آخر ادھ موا اتارا گیا۔ پھر کچھ عرصے کے بعد مر کر قبر میں جا پڑا۔ مجھے وہ قبر معلوم ہے۔ ملعون رہنے کی بابت اس مسلمان کے سامنے کچھ کہنا ذرا مشکل ہے۔ اس کے معجزوں کے حق میں لہو ولعب شعبدات وتجل سامری کہہ کر اس قوم سے اب تک پیچھا نہیں چھٹا۔ کوئی تو مجھے گستاخ کہتا ہے۔ کوئی اس گستاخی کے باعث کافر بناتا ہے۔ ہاں ایک اور طریق میں نے نکالا ہے کہ ملعون بھی کہہ سکوں اور شاید مسلمانوں کو برا نہ لگے۔ تمہارا یسوع بے شک ملعون بھی رہا جہنمی بھی ہوا۔ تم اس کو اکلوتا بیٹا کیوں کہتے ہو۔ میں اس کے برابر کا بھائی ہوں۔ بطور استعارہ ایسا ہی استحقاق ابنیت میں بھی رکھتا ہوں۔ بلکہ مجھے اس مستعار باپ نے مسیح ابن مریم ہی بنادیا ہے۔ چونکہ اب میں اس کا قائم مقام بن کر آیا ہوں۔ لہٰذا وہ نہیں آسکتا۔ وہ مر گیا قبر میں جا پڑا۔ نہ اس کے ہاتھ سے کوئی مردہ زندہ ہوا نہ وہ اب زندہ ہوسکتا ہے۔ دوبارہ آنا میرا ہی تھا۔ سو میں آگیا۔ اس بھید کو نہ خود عیسیٰ سمجھا نہ خود پیغمبر عربی۔ عیسیٰ نے کہہ دیا۔ میں آؤں گا پھر عربی نے کہہ دیا عیسیٰ آئے گا۔ اصل بات کوئی نہ سمجھا آتا تھا ایک قادیانی مغل بچے نے سو یہ عاجز آگیا۔ خواہ مانو خواہ نہ مانو۔

مسلمان..... کادیانی سے مخاطب ہوکر! او دجال کے پیش خیمے اللہ تبارک وتعالیٰ ان نصاریٰ اور یہود کو

صلیب کے بارے میں جھوٹا فرما چکا۔ قرآن میں ماصلبوہ فرما کر صلیب کی نفی کر دی۔ ابن اللہ کہنے والوں کو گمراہوں میں شمار کیا تو پھر بھی ان جھوٹوں کی تصدیق کرتا ہے۔

کادیانی...... ارے کیا قرآن قرآن لئے پھرتا ہے تو قرآن کو کیا جانے۔ تجھے ماصلبوہ کی حقیقت کیا معلوم ہے۔ میں نے بذریعہ الہام معلوم کر لیا کہ یہاں ''ما'' یوں لگا ہوا ہے۔ اصل میں صلبوہ ہے۔ بقول کریم بخش ساکن جمال پور حسب کشف سائیں گلاب شاہ'' میں قرآن کی غلطیاں نکالنے آیا ہوں۔''انا انزلناہ قریباً من القادیان ''جو قرآن شریف کے دائیں صفحے میں قریب نصف کے الہامی عبارت موجود تھی۔ اب کسی قرآن میں نہیں ملتی۔ شاید قادیان کا نام عداوۃً نکال دیا گیا تا کہ ان مکے اور مدینے کی طرح اعزاز کے ساتھ یہ نام قرآن میں درج نہ رہے۔ ایسی خرابیاں واقع ہوئی ہیں تو میں بھیجا گیا ہوں۔ دابۃ الارض، یاجوج وماجوج، دجالی خر دجال کی حقیقت واصل کیفیت اس قرآن کے لانے والے پر بھی نہ کھلی۔

مسلمان...... ارے کمبخت اب تو تیرا انفاق خوب پھوٹ نکلا۔ بے شرم۔ اب بھی تجھ میں جرأت ہے کہ اپنے آپ کو مسلمان کہے؟ رسول اللہ تو فرماتے ہیں۔ یدفن معی فی قبری۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام میرے ساتھ دفن ہوں گے۔ (جیسا شیخینؓ) اور تو کہے ان کی قبر شام میں ہے۔ وجود قبر کے بارے میں تو نصاریٰ کا مصدق بنا اور ان کے دوبارہ آنے میں (جس کی تصدیق اسلام میں ہو چکی ہے) تو نصاریٰ کا مکذب ہے۔ وجہ یہی ہے کہ تجھے خود عیسیٰ بننا ہے۔ کبھی کہتا ہے کہ مسلمان تو ایک خونی مہدی اور خونی مسیح کے منتظر ہیں۔ کبھی خود ہی کہتا ہے۔ ممکن ہے کہ عاجزی جلال واقبال کے ساتھ بھی (مسیح) آئے اور ممکن ہے کہ اوّل وہ دمشق میں ہی نازل ہو (اے دروغ گو دیکھو اپنا ازالہ اوہام ص۲۹۵، خزائن ج۳ ص۲۵۱) تیرا حافظہ ٹھیک نہیں۔ بس مسلمان اسی عیسیٰ کے منتظر ہیں وہ خونی نہیں۔ دائم المرض کنگال مفت خور دغا باز مسیح کو کیا کریں۔ حضرت عیسیٰ کو سخت سست کہنے کا کیا ڈھنگ نکالا ہے۔ اے بدزبان کیا مسلمانوں کا عیسیٰ کوئی اور شخص ہے اور نصاریٰ کا یسوع کوئی اور۔ کمبخت! توبہ کر باز آ۔ فقط

رباعی:

مرزائیو چیلے جو بنایا تم کو
دجال نے کیا ورد سکھایا تم کو
عیسیٰ سولی پہ چڑھ گیا دفن ہوا
ڈر ماصلبوہ سے نہ آیا تم کو

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

دو سہ حرفیاں

(چودھویں صدی کا جھوٹا مسیح)

حضرت مولانا محمد سعد اللہ لدھیانوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

حامداً ومصلیاً

''قالوا معذرة الیٰ ربکم ولعلهم یتقون (اعراف) ''وہ بولے (ہم نصیحت کرتے ہیں) تمہارے رب کے سامنے عذر کرنے کے واسطے اور شاید وہ (نافرمانی سے) بچ رہیں۔

ایہ عذر ہے اپنے رب اگے کیے نال جھگڑا نہیں جنگ نائیں
راہ کفر دلوں بھلا بچے کوئی حق آکھنے تھیں دلا سنگ نائیں
ایہ بھی یادرکھیں باجھوں سخت رگڑے کدی دور ہوندا ڈوہنگا زنگ نائیں
بھارے مسلماں دیتاں باج سعدی جاندی ویردی بلغمی کھنگ نائیں
لا تبتغی الجھلین پڑھیں پیارے برا آکھن تاں ہوئیں دل تنگ نائیں
حق اللہ دے واسطے رہیں کہند اجرا اس بن کسے تھوں منگ نائیں
سچی گل ہے تلخ الحق مر شفا چاہئے تاں گھٹ چا بھریئے
ہوے کوئی تاں غرض ہے ناصحاندی روکرن تھیں اوس نوں بہت ڈریئے
پیر ہووے یا سکے ماں باپ ہوون جھوٹھ وچ تاں کسے دا پاس کریئے
طلب حق دی رکھئے وانگ سعدی مگر مومناں صادقاں لگ رہیئے
کھوہ وچ پیا مثیل مسیح محدث ولی مجدد
نبی بنے نوں کیتے پھوکن اہل حدیث مقلد
مرزائیو! اج حقو حق سنو انصاف کماؤ
مرزے نوں تاں احمد مرسل نبی رسول بناؤ
اہل اسلام نوں چھڈ کے مرزا تساں خلیل بنایا
پچھو تا سو دھوکا دسی اوہ جد ویلا آیا
ربا عاجزی کریں قبول ساڈی لبھا کجھ تاں بجز سوا سانوں
توہیں آپ حکیم طبیب داتا ساڈے درد دی دسیں دوا سانوں

دنیا وچ بھلیایاں دئیں ربا پھر وچ فردوس دہ جا سانوں
موت زندگی دے سارے فتنیاں تھیں ربا فضل دے نال بچا سانوں
ربا میں ظلوم جہول بندی ساڈی بخشدے بھل خطاء سانوں
جیہنے بھار چکائے توں اگلیاں توں اوہو جیہنے ناں بھار چکا سانوں
ساڈے زور تھیں دوجے بھار ہووے اس ہیٹھ ناں کدی دیا سانوں
عفو مغفرت رحم چا کریں مولا اوپر دشمناں مدد فرماء سانوں
فتنہ شر دجال دا سخت بھارا ایس ابتلاء وچ ناں پا سانوں
وچ امن رکھیں فتنے قبر دے تھیں تتی اگ دی بھاہ نہ لا سانوں
وچ قبر دے جد نکیرین آون توں ئیں سب جواب سکھلا سانوں
ناں امن امان دے حشر تائیں نویں دلہن واننگ سوا سانوں
اسرافیل نوں جد تیرا حکم ہووے پھوک مار کے لوی جگا سانوں
سدن والا جد تیز یوں ہاک مارے حشر گاہ ول لئے بلا سانوں
دھپ سخت جاں کرن حیران لگے اوس حوض دا جام پلا سانوں
تیرا مصطفے ہے جتھے آپ ساقی اوہدے ساتھیاں وچ رلا سانوں
سنے آل اولاد ازواج نبر پلی صراط تھیں پار لنگھا سانوں
جیہڑے اوتھے اگے پچھے وچھڑے ہاں اوتھے وچ فردوس ملا سانوں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

(پہلی سہ حرفی)

چودھویں صدی دا جھوٹا مسیح

الف اللہ دی آس نگاہ جیا اوہدے فضل دا واسطا پا جیا
تیرا مصطفے اے پیشوا جیا لکھ لکھ سلام پوچاہ جیا
نالے آل اصحاب رلاء جیا لازم اوہنا دا اے اقتداء جیا
جھوٹھے عیسٰی دی گل سنا جیا بھانویں برا منن تتیا جیا

بے بہت خبراں نبی دسیاں نیں اللہ اک نے سبے خبردار کیتا
پھیر اپنا فضل عظیم کر کے جن انس دا اوہنوں سردار کیتا
ساڈا آ دکھ اوہنوں بڑا بھار لگے ساڈی جیہاندا کیہا غمخوار کیتا
فتنے شر مسیح دجال کولوں امت اپنی نوں ہوشیار کیتا
تے تیہہ (۳۰) دجالاں دی خبر دتی جھوٹھے نبی کہاوندے آوینگے
امت رہے ہوشیار فریباں تھوں ایہ بہت فساد مچاوینگے
امت وچہ گروہ اک رہے ایسا سدا جھوٹھیاں تے فتح پاوینگے
اللہ باجھ نہ کسے تھوں ڈرن لگے اوہ حق کہن تے نہیں شرماوینگے
ثے ثابت نال یقین رکھیں غیب مخبر بات اک اوکھڑی اے
کہیا نبی کریم سرتاج نبیاں عیسیٰ آوناں یار پھر دو جڑی اے
اللہ پاک نے جنہاں تے فضل کیتا پر اونہاں نوں ایہ گل سوکھڑی اے
پچھے مہدی دے پڑھے نماز آ کے شان امت محمدی دی بڑی اے
جیم جدوں عیسیٰ دوجی وار آوے دونہ فرشتیاں دے رکھ ہتھ کنّھے
آوے شرقی منارے دمشق اتے مارے سوراں تے ہور صلیب بھنے
کھٹے کانے دجال گرجاوے نوں باب لد تے رب دا حکم منے
جھوٹا عیسیٰ اک اٹھیا قادیانی لگے تکر لنگڑے کانے دلوں انھے
چے حال اوہدا سنیں کن دھر کے خالی رحم توں وانگ یہود ہویا
لک بنیا عیسیٰ دے مارنے نوں ابراہیم تے جوئیں نمرود ہویا
جھوٹھ لاوندا ناؤں مجدد اندے مکتوبات وچہ کہے موجود ہویا
میرے آونڑ دی اتھے خبر لکھی جھوٹھ بول کے ہور مردود ہویا
ئے خدا دا خوف کر مرزیا اوئے لغویات دا کی تینوں ہتھ آیا
دیکھ لئی تفسیر اس نیچری دی اتھوں چک مضمون توں ایہ چرایا
معنے باطنی توں کیڑے گھروں کڈھے جھوٹھ نیچری دے جا کے ہتھ لیایا
تیرے چیلے کیوں بھیں پڑتال کردے اکھاں اگے سبے کی انھیر چھایا

وال دولت عرفان قرآن والی لبھے راہ حدیث والیاں توں
تن قرن دسے نبی خیر والے خیر ملے اوہناں مگر چلیاں توں
اللہ پاک جے آپ ناں کرے راکھی کون بچے شیطان دے ہلیاں توں
سدا اللہ دا فضل توں منگ سعدی دور رکھے اوہ راہاں کولیاں توں
ذال ذرا انصاف ہن منصفاں نوں وینا چاہیئے رب دا پاس کر کے
تالے مہد اے آپ امام بن دا ڈبا حرص وانگوں سورداس کر کے
اک مغل بچیا عیسٰی بنن لگا ویکھو دین دا ستیاناس کر کے
نبی اپنے آپ نوں جاندا اے جھوٹھے وحی الہام دا پاس کر کے
رے راز نیاز اس گال دا ہن اصل اصل میں کھول سناؤندا ہاں
عیسٰی مر گیا آکھدا قادیانی ایس کوڑ دی وجہ جتاؤندا ہاں
ایویں لکھیا اے بڈھے نیچری نے اک اوہدی تفسیر دکھاؤندا ہاں
مرزا دیکھ حدیث نزول والی لگا کہن ہن میں اوہدی تھاؤندا ہاں
زے زور لا کے کوشش مگر والی عیسٰی مارن دے وچ لا دتی
استعارے سب لفظ بنا دتے مورکھ عاماں دی روح پرچار دتی
الو پھیر مڑ مگر تقلید لگے جو کجھ لبھی سی عقل گواہ دتی
من لیا معصوم اک کادیانی انھی امت مرحومہ بنا دتی
سین سنگ نہ آوندی جنھاں نوں موہوں آکھ دے چکدے مول ناہیں
ظاہر کہن پیغمبری ختم ہوئی دلوں منندے ایہہ مجہول ناہیں
مرزا نبی اے وحی الہام دلوں جن صاف تے کہن فضول ناہیں
مغز پھٹیا اے عیسٰی غن خاطر سچا علم نکات دا ڈھول ناہیں
شین شور پایا ابن ہونے بی اگے وچہ دمشق دے پیاریا جی
اتحادیاں چوں بڑا زاہدا آہا روپ عیسٰی دا اوہنے بی دھاریا جی
شیخ ابن تیمیہ نے رحمہ اللہ اوہدا جھوٹھ فریب نتاریا جی
کادیانی دی گل کجھ نویں ناہیں دیکھ دیکھ کے چال پساریا جی

صاد صبر دے نال ہن بیٹھ بیبا کن کھول کے بات سن عاشقاں دی
اللہ والیاں نبی دے تابعاندی مومن کاملاں لائقاں فائقاں دی
گواچی اپنی جاندے گل چنگی بھاویں گھیری ہوئی ہووے فاسقاندی
موسیٰ نبی یہودیاں من لیتا ایتھے ضد ہے خود نالائقاں دی
ضاد ضد ہے کجھ تینوں مول نائیں نال عین انصاف پڑھ پھیر میاں
نفی قتل صلیب بل رفعہ اللہ قرآن کھول کھاں کریں نہ دیر میاں
قتلوں سولیوں عیسیٰ بچا لیا اوپر چک لیا فضلوں گھیر میاں
پھر آوناں عیسیٰ دا گل سوہنی مومن جاندے تاں دل پھر میاں
طے طالباں صادقاں ردکیتا عیسیٰ مر گیا نیچری بولیا جاں
سولی چاہڑیا عیسیٰ یہودیاں نے اہدینال ایہ کفر بی تولیا جاں
خوب اٹھیا ساڑ مچدی دا گند نیچری دیں وچ گھولیا جاں
عیسیٰ ماردے مگر پیا مرزا جتھ دین ایمان تھیں ڈولیا جاں
ظے ظالم ایڈی ایڈی کوڑ دھڑے کدے چک تحریف قرآن مارے
کہے لیلۃ القدر تاں رات کوئی الف شہر داتوں ای گیان مارے
نبیاں پاس فرشتہ نہ کدے آوے جھوٹھا وحی خدائی دی شان مارے
سارے ملک تھاویں تھائیں جڑے ہوئے عزرائیل اوتھے بیٹھا جان مارے
عین عجب غرور نے پٹ دتا کہیں ایہ امت ساری ہوئی انھی
متوفی آیا پہلوں رافعک دے اوتھے اپنے منوں ترتیب منی
ذبح بقر پہلوں پچھوں اذقتلتم کادیانیا کسی ترتیب بھنی
کہیں واو ترتیب دے واسطے اوئے تیری لغو اے سب تقریر ظنی
غین غور دینال قرآن پڑھتوں قصے ناریاں تے جنت والیاندے
حشر نشر دے بعد اے نار جنت مگر لگ تاں نیچری چالیاندے
اللہ وچہ قرآن ہے رد کروا تیری فتح توضیح از الیاندے
مردے سارے نائیں دارالخلد ملدا پھٹ تیریاں جھوٹھ حوالیاندے

نے فکر کرو تسیں چیلیو اودے اکھاں مل لو تے کھولو کن نالے
اہدے حال مقال نوں خوب دیکھو چھڈ دیو پیغمبری ظن نالے
گل اوس الو والی کرو نائیں زندہ آپ سمجھے رنڈی رن نالے
حیلہ سازیاں اہدیاں صاف دیکھو موہنوں شور پاون دھن دھن نالے
قاف قہر پوے تینوں کادیانی کیکی زہر کفراندای ونڈدائیں
رد کرن حدیث رسولدی نوں آیت آیت قرآن دی ونڈ دائیں
عیسیٰ رب بنایا عیسایاں تے موت اوسدی جان دی ونڈداہیں
تیری جیہاندا رب شیطان ہویا کیوں ناں موت شیطان دی ونڈداہیں
کاف کانیاں کوڑھیاں نیاں توں نال کوڑھ دے کھاج بی ہوں لگی
دکھ درد تے دمصیبت آن لگی لگی دین ایمان دی ہون ٹھگی
نور ظاہری باطنی دور ہو یا ہائے ہائے کی رب دی مارو گی
کالس ظاہری بی ہوئی جمع اندر دل سیاہ ہوئے اکھ ہووے تگی
لام لج نائیں تینوں اک رتی پیش گوئی تمں کدوں صحیح کیتی
بھلاں کتھے ہے اوہ بشیر تیرا جیدی شاندی آہی توضیح کیتی
عیسیٰ جسم دے نال ناں چڑھن دی توں کھری نص دینال صحیح کیتی
وچہ آپنے اوس ازالہ دی جھوٹھی طول طویل تشریح کیتی
میم مولوی شرح دی خادمانوں توں بی کہیں ملوانے قلندرا اوئے
بھنگ گھوٹ داہڑی صفا چٹ کر کے کسے جانے بیٹھ مچھندرا اوئے
وحی اپنی دخل شیطان کولوں دسے پاک تیرے جیہا چندرا اوئے
اجے اہل سنت بنیں قسم کھا کر پڑے طہران دیا چندرا اوئے
نون نال تحقیق توں کدوں کیتا ثابت عیسیٰ ہن نہیں آکدائیں
پیشگوئی رسول مقبولدی نے پر ظاہر اجے ہو جاونائیں
تینوں خبرمیں استنبول اوتی قبضہ کافراں نے اجی پاونائیں
نسل علیؑ دی وچوں امام مہدیؑ مسلماناں دا تاج سہاونائیں

واہ وہ ولی شیطان دے سب جھوٹھے جیہڑے گل کہندے قسم کھاء کہندے
میں ہاں نوح خلیل مثیل عیسیٰ منوں اپنے آپ بناء کہندے
جھوٹھ موٹھ کتاب خداء اندر رائے اپنی نال ملاء کہندے
راسخ قدم نہ آوندے واہ اندریسن کے ربنا لاتزغ چاء کہندے
ہے ہاریا دلی دے وچ مرزا جدوں چھپن دی کوئی نال جا پائی
باہر شرم دا ماریا نکلے نال نال رن دے کھیل دا لک مچائی
اوتھوں رات نوں نٹھیا لک چھپکے لوکاں ستیاں تے فرصت ہتھ آئی
جدوں آیا پٹیالے اسحٰق ہوراں اک عام جلسے وچ گت بنائی
لام لاہور دے وچ جا کے پھر بحث دا شور مچایا جی
جدوں تنگ کیتا بو سعید ہوراں سیالکوٹ نوں اٹھ کے دھایا جی
اتھے بولیا تاں سیالکوٹیاں نے بو سعید نوں سد بلایا جی
بچ پہنچیا تاں جھوٹھ نٹھ تریا کوچ والا الہام سنایا جی
ہمزہ اصل دجال اسج آئو تاں ایں ایہ مثیل مسیح دا آن پہنچا
لوکو ویکھنا وقت ہے ابتلاء دا بدعت کفر والا لیکے خوان پہنچا
اج ہوراک چودھویں صدی اندر دیکھو کرن تحریف قرآن پہنچا
کلمہ اشہد میرزا کادیانی کانے کوڑھیاں تائیں سکھلان پہنچا
لئے یار اسلام دیا ساتھیاں اوئے میرے نال آکھیں بار بار آمیں
مرزا وچ گمراہی دے دور پہنچا اللہ راہ پاوے کہ ہزار آمیں
پڑھے پھیر اشاعتہ السنتہ اونویں کرے رفع یدین جہار آمیں
وارے جایئے راہ اسلام اوتے اوچی ہتھ کر کے کہیں یار آمیں

دوسری سی حرفی

الف۔ اللہ دی حمد ثناء کر کے اہدے نبی تے بھیج درود میاں
جیدے حکم تے چلیاں مڑن پچھوں ملے وچ بہشت خلود میاں

اوہدے واسطے اللہ تھوں پنج واری روز منگ مقام محمود میاں
نبی عرب والا تیرا پیشوائے جانئیں اللہ نوں اک معبود میاں
ب بدعتاں دل نہ مول جائیں بدعت والیاں دے مندے حال ہوسن
نبی کیہا قیامتوں اگے اگے کوئی تیہہ کذاب دجال ہوسن
نبی کہن گے اپنے آپ تائیں جھوٹھے دلاں دائے یہ خیال ہوسن
اک کادیان وچہ دجال ہویا اہدی جیہی جھوٹھی خال خال ہوسن
ت تمام امت اوہدے بھانے اپنی غلط فہم رسول بنا دتے
کہے نبی تاں سمجھدے پیش گوئی اینویں لوکاں نوں لفظ سنا دتے
مینوں کشف وچہ دیکھ کے آکھ دتا عیسیٰ آوے گا لوک بہکاء دتے
عیسیٰ سولی چڑھیا مر کے خاک ہویا جھگڑا اے ایس امت وچ پا دتے
ث ثبوت جے موت دا کوئی منگے اگوں لفظ توفی دا جھٹ بولے
رات والی توفی دا ذکر سن کے کرے جھوٹھ دا پوتلا بل پولے
دغا بازنوں کوئی نہ گل آوے پیا دین وچہ نیچری گند گھولے
منوں گھڑے الہام اسرار دسے جی کھول کے جھوٹھ طوفان تولے
ج جدوں جواب نہ کچھ آوے کہے ضعف دماغ نے ماریا میں
اللہ پاک نے اوہ مثیل عیسیٰ جوڑا زرد پہنا اوتاریا میں
بھاویں بیٹھ کے اٹھ نہ سکدا ہاں تاں بھی کم مریداں دا ساریا میں
رن اک انو کھڑی لئے دتی نوردین ڈبا ہوایا تاریا میں
ح حکم خدائی دا ہویا مینوں احمد بیگ دی دھی جو منگدا ہاں
نافرمان نہ ایسو چہ سعی کردے رن پتراں توں جدائی منگدا ہاں
گئی سال دی جنتری رن بڈھی طالب دوستونویں پلنگدا تاں
اک کم دے وچہ دوکاج ہوندے سودا بگڑدا درشنی گنگدا تاں
خ خیال کریو ایہ پیش گوئی دہی والے نوں غرض زمین دی اے
اک جھک کے ٹوبے نوں آوے آخر لگی پیاس جنھوں پانی پیندی اے

طمع دھمکیاں ایہ نویں رن خاطر کیوں مسیح نصرت ایہودین دی اے
اوپر بیٹھ تیرا دونویں کھل گئے اوتوں رنگ وچوں تھالی ٹین دی اے
د دس کہاں جھوٹھیا پاپیا اوئے جیہا توں مثیل کہاوندائیں
تیری وانگ دنیا وچہ رہا سی اوہ نالے توں پتر کیہڑی ماوندائیں
بھانڈا بھن چکا تیرا میر ناصر گلاں ایڈیاں کاہنوں بناؤندائیں
ہوچکیا فیصلہ آسمانی کیہڑا فیصلہ ہور سناؤندائیں
ذ، ذرا نہ خوف دل چہ تیرے دشمن پاک رسول دے قول دائیں
جھوٹھ موٹھ کریں دعوے ایڈا وچ بھل گیا کیڑا کیدے بولدائیں
بنیں پت حجازی خدا دا توں ماریا ہو یا شیطان دے دھولقائیں
دعویٰ بحث دا وڈیاں نال کر کے جدوں وقت آوے پیا ہوا ہوندائیں
ر، رب دیاں قدرتاں دیکھ لے توں وچہ لودیانے کہیا خوار ہویا
مرزا صاحب نال توں گیا دلی دھی مرگئی سخت لاچار ہویا
اوتھے عالماں نے جدوں گھیر لیا بحث واسطے پھیر تیار ہویا
وچہ چاندنی محل دے دیکھنے نوں جمع آدمی چار ہزار ہویا
ز، زور رئیس سب لاتھکے سارا بحث والا انتظام کر کے
بھیجے لین سواری بی نال وتی حیلہ ساز جھوٹا کویں گھروں سر کے
شیخ کل نذیر حسین حضرت بیٹھے منتظر بحث دا دھیان دھر کے
کیتا جھوٹھ بہانڑا جھوٹھڑے نے گھروں ہیر نہ چکیا مول ڈر کے
س، ساریاں لوکاں نے جان لیا مرزا گفتگو کرن تھیں بھجدا اے
کچا وعدیاندا جھوٹا دعویاندا خالی ڈھول وانگوں اینویں گجدا اے
اوتھے جاں تے جان دا خوف میتوں دسو ایہ حیلہ کیہڑے ججدا اے
اعتقاد گندے ڈاڈآں ماروے دین داؤ بازیاں نال ہن کجدا اے
ش، شرع دی گل نوں کرے ٹھٹھے اتوں ولی بندا وچوں نیچری اے
کھان پین وغیرہ دی کی صورت اوتھے عیسیٰ دا جسم بے عنصری اے

لوٹ پوٹ راہندا ہو دسدا ہوندا گردش وچ جے ایہ چرخ چنبری اے
شب قدر تیئیں اصلوں رات ڈٹھی لکھ کے وچ دتی یلی مکری اے
ص، صاف انکار اے فتح اندر براہین دی گل مردود ہوئی
عیسیٰ آو جلال دیتال آخر اوہ ساری تفسیر نابود ہوئی
ہو کے ملہم نامور جو لکھیا سی اج اوہ تحریر بے سود ہوئی
براہین تائید اسلام دی سی چوتھی جلد تے آن مسدود ہوئی
ض، ضعف آیا براہین تائیں جدوں فتح توضیح الہام ہویا
پہلوں عیسیٰ سی جدوں ازالہ آیا اوہو زرودرد مہدی امام ہویا
خبر جہاں بزرگاں دی آویندی ایہو سمجھاندا قائم مقام ہویا
اصل گل دجال دا پیش خیمہ وچ قادیاں ایہ غلام ہویا
ط، طمع تے حرص نے پٹ دتا ظاہر وچ خاصا مسلمان آہا
جدوں مدعی ہویا مجددی دا مسلماناں نوں نیک گمان آہا
احتیاط والا پاسا تکدے سن غن وچ نہ کجھ نقصان آہا
ظاہر وچ مسکین سی وانگ بلی دلوں گھات داہائے سامان آہا
ظ، ظلم کیتا ایس حد تائیں ظالم مدعی ہویا پیغمبری دا
دیکھو وچ قرآن نا ینبغی لہ جوڑ وحی دے نال کی شاعری دا
شاعر موہتاں باجھ فی کل واد وحی والیاں نوں کم منذریدا
کتنے خوب مسیح بنائے اپنے دوکھ دور کیتا کیدی اگوریدا
ع، عالماں تائیں یہود دے لک بجھ کے عیسیٰ دے مارنے نوں
کہے رب عیسائیاں دا مرن دیو اوہدے تھاؤں میں ہاں کم سارنے نوں
نفی قتل صلیب بل رفعہ اللہ جنہوں پچھو ہے کی جتارنے نوں
کون سمجھدا اے رفع پاپیا اوئے سولی چاڑھ ادھ مویا اوتارنے نوں
غ، غضب پوے تینوں مرزیا اوئے مسلماناں دے نال بی دغا بازی
ظاہر کریں حمایت اسلامیاں دی عیسیٰ نبی اوتے کریں ترکتازی

اوہنوں کدے ترکھان دا پت دسیں اوہدے معجزے کہیں نیرنگ سازی
سچے میں جاہاں عیسیٰ نالوں گھٹ نائیں میتوں ہے مکروہ ایہ کھیل بازی
ف، فن وچہ اپنے ہیں پورا لاہ دتی اے شرم دی سروں لوئی
داکھی جتھہ نہ پہنچیا تھوہ کوڑی تیری مرزیا ایہو مثال ہوئی
مذہب سلف دا آیا کتاب سنت چھڈ ترپاتوں سب کی کرے کوئی
جاکے شیعاں کولوں عبقات منگیں کریں صحیح بخاری دی عیب جوئی
ق، قدر توں اپنی سمجھ مرزا نبیانوالے الہام سنا وندائیں
ظاہر کریں ایمان منافقانہ دھوکے وچہ عوام نوں پاوندائیں
نالے کہیں محدث نبی ہوندا النبیؐ محدث گاوندائیں
نبیاں نال رلایا محدثاں نوں جھوٹھی توبہ دا شور مچاوندائیں
ک، کذب تیرا حدوں لنگ گیا مکتوبات دے وچہ کی گل تیری
تیری چیلے ہوئے انھے اکھیاں تھیں کیہی دتی ہے اوہناں نوں بھوت پھیری
کدے کہیں عیسیٰ تینوں کدے مہدی چھا گئی اکھاں اگ کی انھیری
بہت جاندے ہن تیرا حال وچوں بھولے بھالے دیکھیں ذرا نظم میری
ل، لوبھ ہنکاروں چھڈ دے توں مسلمانوں ہن صاف بن جاء مرزا
دلوں جاندیہ بغض چنگیز خانی مسلماناں نوں ناں ستاء مرزا
تیرے جیہے جھوٹے ہوندے سخت اظلم خوف اللہ دا تاں بھلا مرزا
تیرے بھلے دے واسطے کہے سعدی باز آ مرزا باز آ مرزا
م، مغل کد فارسی نسل ہوئے ایڈے جھوٹے طوفان کیوں جوڑ نائیں
نبی کیہا سی اوہ سلمانؓ نائیں توں تاں جھوٹھ تارے مرزا توڑ نائیں
خبر صاف اے عیسیٰ دے آوندی استعاریاں نال مروڑ نائیں
ساہ لین توں تینیں ہواء اوپر پیا نیچری مگند نچوڑ نائیں
ن، نبی کیہا تھیں مویا عیسیٰ اوہ نے پھر ددجی وار آوندائیں
کرو قتل دجال صلیب بھنو آ کے سوراندا چھون مکاوندائیں

گھراں وچ پالن جیھڑے کھان والے گندے کم تھیں اوہناں ہٹاؤنا ئیں
کریں مسخری چیلیاں وچ بہکے لے کے ناؤں شکار ہنساؤنا ئیں
وہ وقت کہیں آیا اونیدا دیر ہون توں کدے گھبراؤنا ئیں
حشر آونائیں حشر آونائیں دیر ہوئی دل وچ شک لیاؤنا ئیں
ایہ شبہے ہن کافراں ملحداندے اہناں دھوکھیاندے مکر جاؤنا ئیں
بدھے وقت اوپر سارے کم ہوندے اللہ پاک اتے چھیتی پاؤ نا ئیں
وہ ہلاک ہوئے تیرے جیہے جھوٹے جھگڑے رب رسول کہا گئے
لوکاں وچ مشہور اے اج تا ئیں اک بخشی چند بناء گئے
ابراہیمؑ ہاں نوحؑ ہاں علیؑ ہاں میں کئی تیری وانگوں شور پاء گئے
بڑی تیتھوں بی وہد کما گئے۔ بیجے اپنے داپھل کھاء گئے
لا، لائقی سب تیری دیکھ چکے براہین سی دھوکھیدی اک ٹٹی
مسلمان آئے تیرے داؤ اندر دساں روپیاندی بھری چٹی
سوداکل چکا لوک ٹھگ لئے گھر جاوڑیا چک لئی ہسٹی
آکے فتح توضیح ازالے لٹنے رہی سی تیری مٹی ہور پٹی
وہ استعارے تیرے مرزیا اوئے تینوں دین ایمان تھیں پٹ گئے
کوئی بنھ رستہ استعاریاندا ایتوں باطنی بی کھلے گھٹ گئے
مغز کڈھیا شرع دا وانگ تیرے روزہ ہور نماز سب چٹ گئے
سلف صالحین دا مگر چھڈنائیں پونجی آخرت دی اوھو کھٹ گئے
ی، یاوری اللہ دی رات دنے پلے پل گھڑی گھڑی منگ سعدی
پکی کریں توحید خدائی دی نوں چلیں شرعدے راہ نسنگ سعدی
اوس کانے دے فتنوں دور رہیں چھوڑے اگ نوں تاں تراانگ سعدی
قلم واہ اللہ دے راہ اندر ویکھ ویکھ دشمن رہن دنگ سعدی

اہل سنت والجماعت دے عقائد دا بیان وصیت دے طور اوتے

اللہ پاک نوں اک معبود جانیں جیدی خلق ہے زمین آسمان پیارے
اوہنوں منتقم جان تے قہر والا نالے سمجھ رحیم رحمٰن پیارے

اوہدے سخت عذاب دا خوف رکھیں لکے ظاہری چھڈ عصیان پیارے
نا امید نا رحمتوں کدی ہوئیں عفو مغفرت دا رکھیں دھیان پیارے
سورج لہندیوں چڑھسے نا جدوں تائیں ہوہا توبہ دا کھلا ہر آن پیارے
کوئی عمل ہووے نیت پاک رکھیں کریں نال ایمان احسان پیارے
لیکھے آدموں عرب دے نبیؐ تائیں سبھاں پیاریاں نوں سچے جان پیارے
اللہ ولوں توریت زبور آئی حق من انجیل فرقان پیارے
بندے اللہ دے پاک فرشتیاں تے رکھیں صدق دے نال ایمان پیارے
رکھ پاک یقین قیامت اوتے عمل سب ایس بن رائگان پیارے
نیکی بدی تقدیر خدائی دی اے ایس وچ کجھ شک نہ آن پیارے
آون قبر دے وچ نکیر منکر ہوندا بندیاں دا امتحان پیارے
عیسیٰ پھیر قیامتوں اگے آؤ اس گھڑی دا ایہ نشان پیارے
من لین یہود عیسائی اوہنوں کڈھسے کانے دجال دی جان پیارے
عیسیٰ مقتدی مہدی امام ہووے ایڈی ایس امت دی ہے شان پیارے
پہلاں ہور بی کئی دجال آون دیکھ دیکھ نہ ہوئیں حیران پیارے
دنیا وچ جان بدعتی کرن جھگڑے تکڑا پھڑیں حدیث قرآن پیارے
جدوں نبی دا قول صحیح لبھے کریں اس تے جان قربان پیارے
مجھیں اوہ مؤمن جیہڑا جاندا ہے میرے سامنے مال تے جان پیارے
اکھاں ولدیاں دے اگے سدا رکھیں نبی صاحب دا ایہہ فرمان پیارے
پچھیں مسئلہ دین دا عالماں توں جیہڑی گل وچ ہوویں انجان پیارے
نبی باجھ نہ کسی دی ہور منیں ٹکڑے ہون بھاویں استخوان پیارے
ابوبکرؓ تے عمرؓ عثمانؓ حیدرؓ جانیں دین دے چار ارکان پیارے
بڑے مجتہد دین دے وچ مالکؒ احمدؒ شافعیؒ ہور نعمانؒ پیارے
اوہناں باجھوں بی مجتہد بہت ہوئے سمجھ دین دی کیتی آسان پیارے
سبھاں دین وچ سعی مشکور کیتی حق اہناں دے سنگ رضوان پیارے

نفع مومناں مردیاں تائیں دیوے دعا خیر خالص پُن دان پیارے
سکھیں دین جا کے کسی متقی تھیں مریں پاک ہو کے مسلمان پیارے
سدا وچ دنیا نہیں رہیا کوئی جاناں اک دن وانگ مہمان پیارے
منگیں رحم تے مغفرت رب کولوں سعدی واسطے نیک سامان پیارے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سہ حرفی ارڑپوپو

جیہڑے مدح گوکہن مرزیا تھیں لیہے خوشامدی یار تیرے
تینوں جھڑک ملاماں کرنوا لے اوہو مرزیا ہن دوست دار تیرے
نورا حسو مبارکا لنگا جھوڈو یار ہن ایہ پنج چار تیرے
گھٹ ہو گئے وانگ عباس علی خیر خواہ دردی غمخوار تیرے
الف ارڑپوپو اک کادیانی پیش گوئیاں دے تیر چلاوندا اے
پیش گوئی دے باج نہ گل کوئی نویں نویں الہام سنا دندا اے
پت جناں کہے تاں وہی جے دوجے حمل دی پھیر ٹھہراوندا اے
اوہ پت موعود بھی جم مریا پھیر اکدے دوہناؤندا اے
ب، بہت ذلیل تے خوار ہویا نواں سالاں دی ہور تاریخ پائی
ایس گل نوں بھی باراں سال گذرے واری اس موعودی تھیں آئی
جلسے وچ ہاری اک ہورباری آتھم نال جد مرن دی شرط لائی
سعدی دیکھ سلطان دی زندگی نے پائی سروچ دیوث دے کھیہ چھپائی
ت، تاڑ گئے تینوں سمجھ والے مرزا جعفر یا اک رمال ہیں توں
ٹھگیں احمقاں گھڑ دے پوریاں نوں کیہا پاؤندا مکر دا جال ہیں توں
بنیں کنک بناں کالے منہ والے کدی لیاؤندا کدے بال ہیں توں
مومن جاندے چودھویں صدی اندر اوہناں تیہاں چوں اک دجال ہیں توں
ث، ثابتی نال ایمان والے تینوں مرزیا بہت سمجھاء چکے
حیلے بازیاں نال توں رہا بچدا بحث گفتگو دل بلاء چکے

سیالکوٹ، لاہور، پٹیالہ دلی تیرے منہ سارے کھیہ پاء چکے
لودیانوں بھی تینوں کہے سعدی بھرے جلسے دیے وچ بجاء چکے
ج، جم کے گھر مسلمان دے اوئے مسلماناں دا توں مددگار بنیاں
مسلماناں نے نیک گمان کیتا خاصہ اچھا تیرا کار بار بنیاں
تیرے خوب رسالڑے بکن لگے چنگا کتب فروش تجار بنیاں
سعدی کہے اومرزیا غضب کیتیو لورے کانے داتوں کاہنوں یار بنیاں
ح، حوصلے سب تیرے پست ہوئے براہین سراج منیر والے
اوہناں دناں تھوں تیری ہواء بگڑی جدوں ہوئے الہام بشیر والے
پہلوں کڑی جمی پھیر جمیاں اوہ جدوں مویاتاں عذر تعبیر والے
اوہ سب خوشخبریاں کھسر گیاں چھنگے رکھ ایہ ورق تقریر والے
خ، خاص مرید عباس علی وچ صوفیاں نیک نہاد بندہ
اللہ فضل کیتا اوہدے حال اوتے تیرے دام تھیں ہویا آزاد بندہ
جڑاں پکیاں شاخ آسمان اندر پٹ گیا اوہ تیری بنیاد بندہ
اللہ پاک اگے کرے عرض سعدی رہے وچ بہشت اوہ شاد بندہ
د، دماں دا کجھ وساہ نائیں آء موہنہ اسلام ول موڑ مرزا
بنیں نبی رسول مسیح مہدی ایڈ جھوٹھ طوفان نہ جوڑ مرزا
تینوں رہا ناں خوف عذاب دا اوئے ناں بہشت دی ہے کجھ لوڑ مرزا
اگے بہت دجال مکار گذرے توں ہیں سبھناں دا عرق نچوڑ مرزا
ذ، ذرہ نہ خوف حیاء تینوں ایہمیں گلیں گذر سکیں شیر ہیں توں
جھوٹھا اپنے منہ تھیں آپ ہوویں سچا بنیں پھر ایڈ دلیر ہیں توں
سروسری تڑاتڑی پیڈیاں تے مارا تیکی بولدا پھریں توں
بے حیاء ہو یا ہویر کوئی سب تھیں وہ مرزا سواء سیر ہیں توں
ر، راستی کج دے دشمناں اوئے کدی بھلکے کچ بی بولیا کر
بیت فکر تیرا بیت کفر ہویا راہ دین ایمان دا ٹولیا کر

کلا بیٹھ اندر گوشے ہو نادم خوف اللہ دے تھیں کدے رولیا کر
سعدی کہے او مرزیا مرن آخر ایڈے ایڈے توں کفرناں تو لیا کر
زور والے کدھر گئے حملے کدھر گئی اوہ مدد شیطان والی
تیرے دل وچ زعم پیغمبری دا تدے دین ایمان تھیں ہویا خالی
جتھے کال منگیں اوتھے ساں ہودے جتھے ساں منگیں ہووے قحط سالی
جنہوں رنج دیویں اوہنوں خوشی لبھے ہریا بھریا چاہیں سک جائے ڈالی
س، سارے جہان دے دنگے بازا کدھر گئے اوہ قول قرار تیرے
مدد کردوں گا دین اسلام دی میں مسلمان ہووَن مددگار میرے
کیتی اہل اسلام نے مدد تیری لگن نت وچ کادیان تویں ڈیرے
کھا پی ستوں دیکھے زور سعدی براہین خاطر لوگ پان پھیرے
ش، شرم حیاء دی لاہ چادر کنڈھے فتح توضیح رسالڑے اوئے
کتھوں کڈھ لیاں پتریاں جلیاں توں پہلوں جھلک دے آپ بدوشالڑے ہاوئے
تیرے کفر نے عمل برباد کیتے لکھ رہا تاں نیکی دے پالڑے اوئے
سعدی کہے ازالہ ایمان دا ہن ایہ تیرے آکھنے ازالڑے اوئے
ص، صاف ثابت ہویا کفر تیرا عیسیٰ نبی نوں جد سولی چاہڑیا توں
اوہدی موت دا ہن اشتہار دتا براہین دا ورق اوہ پاڑیا توں
سعدی مدتاں تھیں تینوں کہے مرزا کاہنوں آپنا آپ او جاڑیا توں
رن پت چھڈے تویں دیاہ خاطر کی کی دھمکیاں دتیاں لاڑیا توں
ض، ضال مضل ہوگیا مرزا مگر لگ علی گڑھی نیچری دے
اس بڈھے نے آکھیا پھیاندے کھیل آہے اعجاز پیغمبری دے
سعدی ایس رسالیاں وچہ لکھے اوہ معجزے شعبدے سامری دے
دعوے وحی الہام دے وچہ ظالم کرے نال پیغمبراں ہمسری دے
ط، طول تقریر نوں ایڈ دیوے جھوٹھ موٹھ دا اک طومار بنھے
رولا پاہ ماری مت چیلیاں دی اکھیں پاہ گھٹا کر لئے انھے

کادیانی دے مگر قطار چلے اک دوسرے دے رکھ ہتھ کھنے
سعدی کہے اکھیوں کھوہ اگے انہاں عقل والے باجھ کون بنے
ظ، ظلم دی حد نہ رہی کوئی بنیا تمیا پت خدا دا اے
ایس ساک وچ عیسیٰ نوں کرے ساجھی کی ڈھنگ دیکھو تمیا دا اے
مکھے مورکھاں نوں کہہ کے استعارہ جھڑا کم اس قوم ترسادا اے
اصل وچ کتابیاں کولوں مرزا لفظ سکھیا نحن ابناء دا اے
ع، عاق بیٹے زن طلاق دتی احمد بیگ دی دھی بیا ہونے نوں
ڈھائی سال اندر رنڈی ہووتے دا گھڑیا اک الہام ڈراونے نوں
گئی سال غریب نہ کسے بیاہی بری رسم دا شگن مناونے نوں
زوجہ نال الہام بنا بیٹھا جگ وچ توں نک وڈھاونے نوں
غ، غیرت وشرم دے وشمنا اوئے زوجتکہا ہو یا الہام تینوں
دیکھ نال تقدیر خدائی دی دے چھڈ گئی اوہ کیا ناکام تینوں
کدھر گئی تزویج تجویز تیری کیتا نفس نے کیہا بدنام تینوں
شاباتینوں سلطان محمد اوئے برکت مند ہووے دلارام تینوں
ف، فکر مرزا ہمیں آخرت دی طمع عیش دنیاوی نے پٹیا توں
مسلمان بنیا رہندا سدھر پدھرا بن کے لوڑ پوپو کی کھٹیا توں
پہلوں مدعی آہا مجددی دا تھوتھا نیچری دا آخر چھٹیا توں
عیسیٰ بنن خاطر کہیں زرد چادر زردی مرشدی ہٹیا کٹیا توں
ق، قہر پوے تینوں کادیانی گل عالماں دی تمیں منداتوں
اہل علم نوں کہیں بدذات کھوتے...... کریں حکم سب نوں حسن ظن داتوں
جھڑی گل دالوکاں نوں حکم دیویں آپے اوس نوں نہیں پہلوں منداتوں
دین وچ خسران مبین پایا کامل ہیں دجالی دے فن داتوں
ک، کید تیرے جدوں ہوئے ظاہر کیہا عالماں نے تینوں کادیانی
وچوں جلسیاندے نٹھ جائیں لکھیں گھر بیٹھ کر فیصلے آسمانی

دیویں آپ اعلان مباہلے دا جدوں کوئی سدے تیری مرے نانی
نال دین اسلام دے دشمن ہے اوہو رسم قدیم چنگیز خانی
ل، لج تینوں کجھ آوندی اوئے عبدالحق دے توں ہتھ دیکھ چکا
پھیر کہیں مباہلہ کرو کوئی توں نیزے حیا دے کجھ ڈھکا
آتھم آگے الہام دے گپ لاکے کھا واغضب الٰہی دا کیہا مکا
سعدی کہے کیوں مرزیا دلوں تیرے اوڈ خوف خدائی دا گیا اکا
م، مال حرام دے کھان خاطر پاک نبیاں نوں نال رلاوندا ئیں
کیہا مال ہووے کتوں لبھ جاوے نوکر اپنا بھیج منگاوندا ئیں
عطر کسبی دا جھوٹھیا ظالماں اوئے عیسیٰ نبیؑ دے کپڑیں لاوندا ئیں
بنیا آپ مثیل نہ اوہناں دا توں اوہناں تائیں مثیل بناوندا ئیں
ن، نک وڈھائکے جیوندا ئیں منہ کج ذرہ کجھ شرم کراوے
اک وار ہوشیار پور جا مرزا چیچی مار کے چوہ وچ ڈب مرا دے
جھنڈا یہ رمالیاں ہو تائب غیب داں اللہ کولوں آء ڈراوئے
پند سعدی دی خالی ہے غرض کولوں برخوردار بن سوچ کرکن دھراوئے
وڈھیوں پت محروم کر کے زمین رن دے ناں دیں رہن کیتی
کج دس کھاں ایہ کاہدا قرض چڑھیا ایڈی کی تختی تیرے نال بیتی
کیتے ہضم کتاباں دے سیکڑے تیں کیہی غضب دی مرزیا بھنگ پیتی
بھاں والی نے کی قصور کیتا تویں ویاہ دی بری جے کیں سیتی
ہ، ہور ناں معرفت ہوئی حاصل ایس باجھ دجال دے کھوتیا اوئے
عیسیٰ مرگیا مرگیا کریں ٹیں ٹیں علی گڑھی بڈھے دیا طوطیا اوئے
عیسیٰ بندیاں شرم نہ آئی تینوں الفوا داوی دیا پوتیا اوئے
سعدی کہے ناں موت بن گل تیری وچ بحر مردار منہ دھوتیا اوئے
ل، لائق ایسا جمیاں توں سارے سلف تے شرک دا عیب دھریا
کہیں خلق طیور احیاء موتیٰ جیہے غبیا اوس نے شرک کریا

عیسیٰ نال کیوں دشمنی ایڈی تینوں سولی چاڑھیں تے کہیں ناکام مریا
کاف نوں میرا کاف نون ربی آپ لکھن لگا ذرہ تکیں ڈریا
آتھم عیسائی جدنا مریا آکھیں ایس دے دل وچہ خوف آیا
جدوں اوس نے کیہا میں تکیں ڈریا اگوں قسم انعام تے زور پایا
پٹی والا رقیب جد رہا زندہ جندہ مرزیا آپنے منہ لایا
کوئی قسم نہ کجھ انعام اوسنوں جھوٹے دل وچ خوف دا پیا سایا
ی، یار تیرے کرن خوا جہان تینوں نبی رسول بنایا اے
جو کجھ بنیں اوہ کرن تصدیق تیری تیرا حق طلبیاں وہایا اے
سعدی شکر جناب خدائی دی نوں دھیان جاگیاں نہ ادھر آیا اے
موری دی الہام دی بند کیتی ڈاٹ قلم دا ٹھوک کے لایا اے

لطیفہ

روپ عیسیٰ کا ہاں بھرا تو نے
کام دجال کا کیا تو نے
تو نے جیسا کہا سنا ویسا
ہے مثل سچ جیسے کو تیسا

بہت ہیں یوں تو رمال ارڑپوپو ہے بڑھ کر سب سے دجال ارڑپوپو
عجب یہ مرسل یزداں بنا ہے نحوست شیوہ بدفال ارڑپوپو
نشان ومعجزات اس کے جتے ہیں کتابوں سے ٹھگے مال ارڑپوپو
ولادت کے ہیں یا مرنے کے اخبار اڑاتا ہے جو ہر سال ارڑپوپو
کہا جب ہوگا لڑکا آئی لڑکی ہوا ایسا کہ بدحال ارڑپوپو
حیات محسم یا موت پسر کو سکا ہرگز نہ کچھ ٹال ارڑپوپو
خداوند عالم ہے نگہبان نہ بیکا کر سکے بال ارڑپوپو
بشیر اوبار تجھ کو دے گیا ہے مگر توں خواہ اقبال ارڑپوپو
نہ یوں سعدی کو دھکا کادیانی
سمجھتا ہوں تری چال ارڑپوپو

فتنہ مرزا نے کر کے یہ برپا
اسم پیج آب با مسئے کیا

نیک آن ذات کو یک آبی شد
تف برآں کس کو پیچ آبی شد

مرزا بھی تو کرتا ہے دعویٰ
کہ میں ہوں پارسی نسل والا

اس میں نکتہ یہ اس نے ہے رکھا
پانچ میں اک تو پارسی ہوگا

تو بھی مادر سے ذات پوچھ تو لے
اس پہیلی کی اس سے بوجھ تو لے

ذات اپنی تو پہلے ٹھیک تو کر
پھر کسی کی صفت پہ کچھ نظر

اف رے کاذب دروغ کے پتلے
سب بیانات تیرے ہیں جھوٹے

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

مرزا قادیانی کے قرآن پر ایمان کی حقیقت سوال وجواب کے پیرایہ میں

مسلمان...... قادیانی صاحب! آپ قرآن کریم کو مانتے ہیں؟

قادیانی...... مانتے ہیں۔

مسلمان...... اہل اسلام کے عرف میں لفظ قرآن کتنے معانی پر بولا جاتا ہے۔

قادیانی...... تین معانی پر۔ نقوش اور الفاظ اور معانی۔

مسلمان...... قرآن مجید کس کا کلام ہے۔

قادیانی...... اللہ تعالیٰ کا۔

مسلمان...... اللہ تعالیٰ نے کیا اتارا تھا نقوش یا الفاظ یا معانی یا تینوں یا ان تین میں سے کون سے دو۔

قادیانی...... الفاظ اور معانی اتارے تھے۔

مسلمان...... الفاظ کے اتارنے کے کیا معنی ہیں اور معانی کے اتارنے سے کیا مراد ہے۔

قادیانی...... الفاظ کے اتارنے کے معنی الفاظ کا سنانا اور پڑھا دینا اور معانی کے اتارنے سے مراد معانی کا سمجھا دینا۔

مسلمان...... اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو بلاواسطہ قرآن پڑھا اور سمجھا دیا تھا یا باواسطہ

قادیانی...... باواسطہ۔

مسلمان...... وہ واسطہ کون ہے۔

قادیانی...... روح القدس۔

مسلمان...... روح القدس کس چیز کا نام ہے۔

کادیانی...... ایک درجہ کی محبت خدا کا نام ہے۔

مسلمان...... کادیانی صاحب آپ نے یہ جواب بسلامتی حواس دیا ہے؟

کادیانی...... ہم اہل اسلام کے عقائد کے منافی نہیں کہتے۔ جبرائیل ایک ایسی آسمانی روح کا نام ہے جس کا سورج سے ایسا شدید تعلق ہے جس کے سبب سے اس روح کا آفتاب سے جدا ہو کر زمین پر آنا ناممکن اور محال ہے۔

مسلمان...... جناب! پھر ایسی مقید روح کے وحی لے کر آنے کے کیا معنی۔

کادیانی...... وحی ایک خاص درجہ کی محبت خدا کو کہتے ہیں اور اس روح کے آنے سے یہ مراد ہے کہ جس طرح سورج کی گرمی اور روشنی ہر چیز کی استعداد کے موافق فائدہ پہنچاتی ہے اسی طرح یہ روح فائدہ پہنچاتی ہے اور ہر انسان کے دماغ اور دل پر اس کا اثر اور عکس پڑتا ہے اور میرا یہاں تک ایمان ہے کہ پاگل اور زانیہ عین حالت زنا میں بھی اپنے حصہ کا یہ اثر پا لیتے ہیں۔

مسلمان...... اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو سارا قرآن بخوبی سمجھا دیا تھا یا کسی بات کے سمجھانے میں کچھ کسر باقی رہ گئی اور محمد ﷺ نے سارا قرآن بخوبی سمجھ لیا تھا یا کسی بات کے سمجھنے میں غلطی بھی واقع ہوئی۔

قادیانی...... بعض باتیں اللہ تعالیٰ بھی بخوبی نہیں سمجھا سکا اور محمد ﷺ سے بھی بعض باتوں کے سمجھنے میں غلطی واقع ہوئی۔

مسلمان...... جب بعض قرآن کے سمجھنے میں غلطی واقع ہونے کا آپ اعتراف کر چکے تو باقی کے سمجھنے میں بھی وقوع غلطی کا احتمال پیدا ہو گیا۔ لہٰذا سارا قرآن پایہ اعتبار سے ساقط ہوا۔

مسلمان...... جتنا اور جیسا کچھ قرآن اللہ تعالیٰ کے سمجھانے سے مرزا قادیانی نے سمجھا تھا وہ کسی کو سمجھا بھی گئے یا وہ بھی ساتھ ہی لے کر راہی عالم بقا ہوئے؟

قادیانی...... یہ نماز وغیرہ جس پر تعامل پایا جاتا ہے قرین قیاس ہے کہ آپ کی تعلیم سے ہو۔ باقی پیش گوئیوں کے سمجھنے کے بارے میں "جب خود انبیاءؑ سے امکان غلطی ہے تو پھر امت کا کورانہ اتفاق یا اجماع کیا چیز ہے۔" (ازالہ اوہام ص ۱۳۱، خزائن ج ۳ ص ۱۷۲)

مسلمان...... آپ حدیث کو مانتے ہیں؟

قادیانی...... "ایک شرط سے مانتا ہوں۔ حدیث کا وہ حصہ جو اخبار اور مواعید اور قصص اور

واقعات گذشتہ سے متعلق ہے اس شرط سے قبول کیا جائے گا کہ قرآن کریم کے اخبار وغیرہ سے معارض نہ ہو۔" (ازالہ اوہام ص۶۲۸، خزائن ج۳ ص۵۷۰،۵۷۱)

مرزا قادیانی کی اس نئی روشنی کا ماحصل

قرآن شریف محمد ﷺ کا اپنا کلام ہے نہ اللہ تعالیٰ کا۔ حضرت ﷺ کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا نہایت درجہ کا جوش پیدا ہوا اور ایک ایسی روح آسمانی مجوزہ قادیانی کا جس کا آفتاب سے ایسا شدید تعلق ہے جس کے سبب سے وہاں سے چھوٹنا محال ہے۔ نہایت درجہ کا اثر اور عکس حضرت کے دل پر ہمیشہ پڑتا رہا۔ اسی واسطے حضرت ﷺ نے قرآن شریف خود تالیف کر کے خلاف واقعہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا اور اس میں ایسی آیتیں بھی درج کر دیں جن کا صحیح مطلب خود بھی نہیں سمجھتے تھے۔

تنبیہ: یہ شخص اصل میں بانی نیچر کا چور چیلہ ہے۔ اس نے زیر آیت "وان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا" صاف لفظوں میں لکھ دیا ہے کہ خدا تعالیٰ اور پیغمبر ﷺ میں کوئی ایلچی نہیں ہے اور نبوت مثل دیگر قویٰ انسانی کے ایک فطرتی چیز ہے اور نبوت اور وحی اور جبرائیل اور قرآن جو کچھ ہے سب پیغمبر کے دل ہی دل میں سے ہے۔ باہر سے کچھ نہیں آیا۔ وہی بات اس شخص نے چرا کر لکھ دی ہے۔ مگر اپنے منصب تلبیس کی کاروائی کے بعد اصل میں اسی طرح رہے صحیح دیکھ کر بھی۔

تنبیہ: یہ شخص الفاظ وہی بولتا ہے جو اہل اسلام بولا کرتے ہیں۔ مگر معانی ان کے اور مراد رکھتا ہے۔ اس کے قرآن کریم کو ماننے کی حقیقت تو خوب کھل چکی ہے۔ اسی طرح دیگر ایمانیات پر اس کا ایمان سمجھ لو۔ مثلاً:

مسلمان...... آپ خدا تعالیٰ کو مانتے ہیں؟

کادیانی...... مانتے ہیں۔

مسلمان...... کس طور پر مانتے ہو جس طور پر آپ کا جی چاہے۔ یا جس طور پر خدا تعالیٰ نے خود تعلیم کیا ہے؟

کادیانی...... جس طور پر خدا تعالیٰ نے خود تعلیم کیا ہے۔

مسلمان...... خدائے تعالیٰ نے وہ طور پر آپ کو بلا واسطہ تعلیم کیا ہے یا باواسطہ؟

کادیانی...... باواسطہ۔

مسلمان...... وہ واسطہ کیا ہے؟

کادیانی......وحی۔
مسلمان......کس کی وحی۔ کیا وہ وحی جو آپ پر نازل ہوتی ہے یا جو محمد ﷺ پر نازل ہوتی تھی۔
کادیانی......جو محمد ﷺ پر نازل ہوتی تھی؟
مسلمان......اس وحی کے نازل ہونے کے کیا معنی ہیں؟
کادیانی......ایک درجہ کی محبت یا روح مذکور کا اثر اور عکس یا مثلاً۔
مسلمان......آپ رسول اللہ ﷺ کو مانتے ہیں؟
کادیانی......مانتے ہیں۔
مسلمان......رسول کس کو کہتے ہیں؟
کادیانی......جس کو وحی آتی ہے۔
مسلمان......وحی کس کو کہتے ہیں؟
کادیانی......ایک درجہ کی محبت کو یا روح مذکور کے اثر اور عکس کو۔
مسلمان......یہ محبت اور اثر اور عکس غیر رسول پر بھی پڑتا ہے یا نہیں؟
کادیانی......حسب استعداد سب کے دل پر پڑتا ہے۔ بلکہ میرا یہاں تک ایمان ہے کہ پاگل اور زانیہ پر عین حالت زنا میں (جب......ہوئی ہو) بھی ضرور پڑتا ہے۔
مسلمان...... جناب آپ کا ایمان آپ ہی کو مبارک ہو۔ آپ کے حریف سعدی نے کیا خوب کہا ہے۔ ’’ویوم القیمة تری الذین کذبوا علی اللہ وجوھھم مسودۃ‘‘

کذب کی عادت ہیں جو اللہ پر ڈالے ہوئے
دیکھنا روز قیامت ان کے منہ کالے ہوئے
رل جفاری نہ چھوڑیں گو اٹھائیں ذلتیں
بے حیا کیا جھوٹ کے سانچے میں ہیں ڈھالے ہوئے

سارے جہان کے جھوٹے مسیحوں کی تردید کا بے مثال نغمہ

ہند کا عیسیٰ جھوٹا ہے قید سے کانا چھوٹا ہے
کالا کاگ کلوٹا ہے باغ فتن کا بوٹا ہے
قہر غضب کا ٹوٹا ہے ہائے نصیبا پھوٹا ہے
حشر نے ماتھا کوٹا ہے کفر نے دین کو لوٹا ہے

جھوٹا ہے بھئی جھوٹا ہے جھوٹے کا دعویٰ ٹوٹا ہے
ڈھول بجا بھئی ڈھول بجا پنچوں کا ہے بول بجا
کب ہے جھوٹ کا خول بجا بحث میں ٹال مٹول بجا
خالی کنوئیں میں ڈول بجا دلی سے تا کول
لنڈن لیور پول بجا کہتا ہے لڑکوں کا غول
جھوٹا ہے بھئی جھوٹا ہے جھوٹے کا دعویٰ ٹوٹا ہے
بول بھلا بھئی بول بھلا کانے کا ہے خول بھلا
دوران بجتا ڈھول بھلا کونے بہتر ڈول بھلا
تجھ سے مسیح کول بھلا لٹکا ہے یہ جھول بھلا
لال کتری کھول بھلا جھوٹے کا کیا مول بھلا
جھوٹا ہے بھئی جھوٹا ہے جھوٹے کا دعویٰ ٹوٹا ہے
مکر کی گٹھڑی کھولی ہے ہولی ہے بھئی ہولی ہے
پاس کتاب کی جھولی ہے ہولی ہے بھئی ہولی ہے
خاص مریدوں کی ٹولی ہے ہولی ہے بھئی ہولی ہے
جٹ ہے کوئی تجولی ہے ہولی ہے بھئی ہولی ہے
جھوٹا ہے بھئی جھوٹا ہے جھوٹے کا دعویٰ ٹوٹا ہے
منکر ختم رسالت کا یعنی مہر نبوت کا
ظاہر دشمن حضرت کا مصحف رب عزت کا
بانی فسق و بدعت کا طالب ہے پھر جنت کا
جاہل ہے یہ بڑی مت کا جاٹ ہے گویا سنپت کا
جھوٹا ہے بھئی جھوٹا ہے جھوٹے کا دعویٰ ٹوٹا ہے
ٹرٹر ٹرٹر ٹرٹر ٹر بات سمجھ یا بھاڑ میں پڑ
یہاں نہ چلے گی کچھ ٹرٹر دلی ہے یہ یا پٹ پڑ
دور پرے چل ہٹ کے سڑ گھر میں بیٹھا پائے گھڑ

مثل مسیح بنا مکر ‎ شیر کہاؤ کہا گیدڑ
جھوٹا ہے بھی جھوٹا ہے ‎ جھوٹے کا دعویٰ ٹوٹا ہے
بحث ہے تیری لاطائل ‎ تجھ کو سمجھیں گے لائل
قائل ہو گا کیا قائل ‎ جھوٹے ہیں تیرے سب قائل
تو ہے تہمت پر مائل ‎ جیب ہے پیش ہر سائل
تیغ فسق سے ہے گھائل ‎ کفر کا پردہ ہے حائل
جھوٹا ہے بھی جھوٹا ہے ‎ جھوٹے کا دعویٰ ٹوٹا ہے
بحث سے دیکھو بھاگ چلا ‎ باغ سے کالا کاگ چلا
بن سے بڈھا ناگ چلا ‎ کھیت سے بتھوے کا ساگ چلا
علم سے موڑ کے باگ چلا ‎ بحر سے ٹوٹ کے جھاگ چلا
بھاگ چلا بے بھاگ چلا ‎ بخت کا ستارہ جاگ چلا
جھوٹا ہے بھی جھوٹا ہے ‎ جھوٹے کا دعویٰ ٹوٹا ہے
کب ہے تو موعود مسیح ‎ یہ دعویٰ ہے کذب صریح
ورنہ بحث میں کر تنقیح ‎ تا ہو مطلب کی توضیح
کانے کے نام کی پڑھ تسبیح ‎ کر نہ مسیح کی ہجو قبیح
ہے یہ بے شک فعل قبیح ‎ کاذب ہے یہ مسیح وقیح
جھوٹا ہے بھی جھوٹا ہے ‎ جھوٹے کا دعویٰ ٹوٹا ہے
ہند میں نکلا ہے دجال ‎ جس کی چال میں ہے بھونچال
جس کے چیلے ہیں جہال ‎ جس کی برکت سے ہے کال
خوب بچھایا مکر کا جال ‎ ظاہر ہے مخلوق پہ حال
جھوٹی ہے سب قیل وقال ‎ بچے بچے کا ہے خیال
جھوٹا ہے بھی جھوٹا ہے ‎ جھوٹے کا دعویٰ ٹوٹا ہے
در در در در در در در ‎ چل دے یہاں جاہل لر
نغمہ میں تیری تال نہ سر ‎ جھوٹ کے باندھے تو نے گر

عبد درہم کب ہے حر   نقد دیں کا کیسہ بر
کاٹا باقی کر کر کر   سچ کہتے ہیں حق ہے مر
جھوٹا ہے بھئی جھوٹا ہے   جھوٹے کا دعویٰ ٹوٹا ہے
شہرت حسب مطلوب ہوئی   حکمت سب مسلوب ہوئی
بدعت جب مرغوب ہوئی   سنت سب محجوب ہوئی
جدت جب محبوب ہوئی   لطعت سب معتوب ہوئی
تم سے خودی منسوب ہوئی   خوب ہوئی بھئی خوب ہوئی
جھوٹا ہے بھئی جھوٹا ہے   جھوٹے کا دعویٰ ٹوٹا ہے
بات ہے تیری جھیلے کی   حجت طاقت ڈھیلے کی
کھا لے پھلیاں کیلے کی   چیز ہے دلی کے میلے کی
کر تیاری ٹھیلے کی   ٹانگ پکڑ لے چیلے کی
کافی ہے جو کریلے کی   دو کوڑی کم دھیلے کی
جھوٹا ہے بھئی جھوٹا ہے   جھوٹے کا دعویٰ ٹوٹا ہے
پیغمبر کی یہ سچ ہے بات   تیس ہیں سب دجال صفات
ہیں وہ دشمن مخلوقات   یعنی مضل جملہ جہات
شاید تابع ہیں جنات   کرتے ہیں جن سے معلومات
وہم سے کیونکر ہوگی نجات   ہے شیطان کے ہاتھ میں ہاتھ
جھوٹا ہے بھئی جھوٹا ہے   جھوٹے کا دعویٰ ٹوٹا ہے
کلمہ پڑھ کے توبہ کر   تیری کہانی ہے گھر گھر
باطن پر کر لیجئے نظر   مہر ضلالت ہے دل پر
شکل بشر ہو پر ہو بشر   کرتا ہے عقبیٰ کا سفر
موت ہے سر پر موت سے ڈر   ورنہ کہے گا یوں مسٹر
جھوٹا ہے بھئی جھوٹا ہے   جھوٹے کا دعویٰ ٹوٹا ہے
اب دام مکر کسی اور جا بچھایئے   بس ہو چکی نماز مصلّے اٹھایئے

تمت

حاشیہ جات

۱۔ نقوش حرفوں کی شکلیں جو قلم سے لکھی جاتی ہیں اور الفاظ وہ آوازیں جو ان نقوش کے پڑھنے سے پیدا ہوتی ہیں اور جس مراد سے لفظ بولے جاتے ہیں۔ اس مراد کو ان لفظوں کے معانی کہتے ہیں۔

۲۔ ''اگر یہ استفسار ہو کہ جس خاصیت اور قوت روحانی میں یہ عاجز اور مسیح بن مریم مشابہت رکھتے ہیں وہ کیا شے ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ایک عمومی خاصیت ہے جو ہم دونوں کے روحانی قویٰ میں ایک خاص طور پر رکھی گئی ہے۔ جس کے سلسلہ کی ایک طرف نیچے کو اور ایک طرف اوپر کو جاتی ہے۔ نیچے کی طرف سے مراد وہ اعلیٰ درجہ کی دلسوزی اور غمخواری خلق اللہ ہے جو داعی الی اللہ اور اس کے مستعد شاگردوں میں ایک نہایت مضبوط تعلق اور جوڑ بخش کر نورانی قوت کو جو داعی الی اللہ کے نفس پاک میں موجود ہے۔ ان تمام سرسبز شاخوں میں پھیلاتی ہے۔ اوپر کی طرف سے مراد وہ اعلیٰ درجہ کی محبت قوی ایمان سے ملی ہوئی ہے جو اوّل بندہ کے دل میں بارادہ الٰہی پیدا ہو کر رب قدیر کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور پھر ان دونوں محبتوں کے ملنے سے جو درحقیقت نر اور مادہ کا حکم رکھتی ہیں ایک مستحکم رشتہ اور ایک شدید مواصلت خالق اور مخلوق میں پیدا ہو کر الٰہی محبت کی چمکنے والی آگ سے جو مخلوق کی ہیزم مثال محبت کو پکڑ لیتی ہے۔ ایک تیسری چیز پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کا نام روح القدس ہے۔'' (توضیح المرام ص ۲۲، خزائن ج ۳ ص ۶۲)

''دوسرا درجہ محبت کا وہ ہے جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ جس میں دونوں محبتوں کے ملنے سے آتش محبت الٰہی لوح قلب انسان کو اس قدر گرم کر دیتی ہے کہ اس میں آگ کی صورت پر ایک چمک پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن اس چمک میں کسی قسم کا اشتعال یا بھڑک نہیں ہوتی۔ فقط ایک چمک ہوتی ہے جس کو روح القدس کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔''

(توضیح المرام ص ۲۴، خزائن ج ۳ ص ۶۳)

ہے مرکب وہ جہل میں ایسا ۔۔۔ جیسے کیچڑ میں پھنس گیا بھینسا
دل ہے مرزا کا یا وہ پتھر ہے ۔۔۔ ہے زباں موتہہ میں یا وہ اخگر ہے
وہ مسافر بشکل انسان تھا ۔۔۔ لیک باطن میں پورا شیطان تھا
کیسے عیسیٰ اور اس کے چیلے ہیں ۔۔۔ پیٹ بھرنے کے سب جھمیلے ہیں
واہ کیا نام اس نے پایا ہے ۔۔۔ جس سے شیطان بھی مسکرایا ہے

۳۔ ’’اس جگہ اس بات کا بیان کرنا بھی بے موقعہ نہ ہوگا کہ جو کچھ ہم نے روح القدس اور روح الامین وغیرہ کی تعبیر کی ہے یہ درحقیقت ان عقائد سے جو اہل اسلام ملائک کی نسبت رکھتے ہیں منافی نہیں ہے۔ کیونکہ محققین اہل اسلام ہرگز اس بات کے قائل نہیں کہ ملائک اپنے شخصی وجود کے ساتھ انسانوں کی طرح پیروں سے چل کر زمین پر اترتے ہیں۔‘‘
(توضیح المرام ص۲۹،۳۰، خزائن ج۳ ص۶۶)

۴۔ ’’پس اصل بات یہ ہے کہ جس طرح آفتاب اپنے مقام پر ہے اور اس کی گرمی وروشنی زمین پر پھیل کر اپنے خواص کے موافق زمین کی ہر ایک چیز کو فائدہ پہنچاتی ہے۔ اسی طرح روحانیات سماویہ خواہ ان کو یونانیوں کے خیال کے موافق نفوس فلکیہ کہیں یا دساتیر اور وید کے اصطلاحات کے موافق ارواح کواکب سے ان کو نامزد کریں یا نہایت سیدھے اور موحدانہ طریق سے ملائک اللہ کا لقب دیں۔‘‘ (توضیح المرام ص۳۱،۳۲، خزائن ج۳ ص۶۷،۶۸)

’’مثلاً جبرائیل جو ایک عظیم الشان فرشتہ ہے اور آسمان کے ایک نہایت روشن نیر (سورج) سے تعلق رکھتا ہے اس کو کئی قسم کی خدمات سپرد ہیں۔ انہیں خدمات کے موافق جو اس کی نیر سے لئے جاتے ہیں۔ سو وہ فرشتہ اگرچہ ہر ایک ایسے شخص پر نازل ہوتا ہے جو وحی الٰہی سے مشرف کیا گیا ہو۔ (نزول کی اصل کیفیت جو صرف اثر اندازی کے طور پر ہے نہ واقعی طور پر یاد رکھنی چاہئے) لیکن اس کے نزول کی تاثیرات کا دائرہ مختلف استعدادوں اور مختلف ظرف کے لحاظ سے چھوٹی چھوٹی یا بڑی بڑی شکلوں پر تقسیم ہو جاتا ہے۔‘‘ (توضیح المرام ص۶۸، خزائن ج۳ ص۸۶)

’’اور جبرائیلی نور کا چھیالیسواں حصہ تمام جہانوں میں پھیلا ہوا ہے۔ جس سے کوئی فاسق اور فاجر اور پرلے درجہ کا بدکار بھی باہر نہیں بلکہ میں یہاں تک مانتا ہوں کہ تجربہ میں آچکا ہے کہ بعض اوقات ایک نہایت درجہ کی فاسقہ عورت جو کنجریوں کے گروہ میں سے ہے۔ جس کی تمام جوانی بدکاری ہی میں گذری ہے۔ کبھی سچی خواب دیکھ لیتی ہے اور زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ ایسی عورت کبھی ایسی رات میں بھی کہ جب وہ بادہ بسر و آشنا ببر کا مصداق ہوتی ہے کوئی خواب دیکھ لیتی ہے اور وہ سچی نکلتی ہے۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ ایسا ہی ہونا چاہئے تھا۔ کیونکہ جبرائیلی نور آفتاب کی طرح جو اس کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ تمام معمورہ عالم پر حسب استعدادوں کی اثر ڈال رہا ہے اور کوئی نفس بشر دنیا میں ایسا نہیں کہ بالکل تاریک ہو۔ کم سے کم ایک ذرہ سی محبت وطن اصلی اور محبوب اصلی کی ادنیٰ سے ادنیٰ سرشت میں بھی ہے۔ اس صورت میں نہایت ضروری تھا کہ تمام بنی آدم پر یہاں تک کہ ان کی مجانین پر بھی کسی قدر جبرائیل کا اثر ہوتا اور فی الواقعہ ہے بھی۔‘‘ (توضیح المرام ص۸۵، خزائن ج۳ ص۹۰)

۵ ’’اور یہ کیفیت جو ایک آتش افروختہ کی صورت پر دونوں محبتوں کی جوڑ سے پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کو روح امین کے نام سے بولتے ہیں۔ کیونکہ یہ ہر یک تاریکی سے امن بخشتی ہے اور ہر یک غبار سے خالی ہے اور اس کا نام شدید القویٰ بھی ہے۔ کیونکہ یہ اعلیٰ درجہ کی طاقت وحی ہے۔ جس سے قوی تر وحی متصور نہیں اور اس کا نام ذوالافق الاعلیٰ بھی ہے۔ کیونکہ یہ وحی الٰہی کے انتہائی درجہ کی تجلی ہے اور اس کو رای مارای کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کیفیت کا اندازہ تمام مخلوقات کے قیاس اور گمان اور وہم سے باہر ہے اور یہ کیفیت صرف دنیا میں ایک ہی انسان کو ملی ہے جو انسان کامل ہے جس پر تمام سلسلہ انسانیہ کا ختم ہو گیا ہے۔‘‘

(توضیح المرام ص۲۵،۲۶، خزائن ج۳ ص۶۳،۶۴)

۶ ’’اور اسی بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر آنحضرتﷺ پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے موبمو منکشف نہ ہوئی ہو اور نہ دجال کے ستر باع کے گدھے کی اصل کیفیت کھلی ہو اور نہ یاجوج ماجوج کی عمیق تہ تک وحی الٰہی نے اطلاع دی ہو اور نہ دابۃ الارض کی ماہیت کماہی ہی ظاہر نہ فرمائی گئی اور صرف امثلہ قریبہ اور صور متشابہ اور امور متشاکلہ کی طرز بیان میں جہاں تک غیب محض کی تفہیم بذریعہ انسانی قویٰ کے ممکن ہے اجمالی طور پر سمجھا گیا ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں اور ایسے امور میں اگر وقت ظہور کچھ جزئیات غیر معلومہ ظاہر ہو جاویں تو شان نبوت پر کچھ جائے حرف نہیں۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۶۹۱، خزائن ج۳ ص۴۷۳)

۷ ’’سوچتے نہیں کہ ابن مریم یا یک چشم کا لفظ بھی اسی پاک منہ سے نکلا ہے جس سے لمبے ہاتھ کا لفظ نکلا تھا۔ بلکہ لمبے ہاتھ کے حقیقی اور ظاہری معنی مراد ہونے پر تو تصدیق نبوی بھی ہو چکی تھی۔ کیونکہ آنحضرتﷺ کے روبرو ہی سرکنڈہ کے ساتھ ہاتھ ناپے گئے تھے اور سودہ کے ہاتھ سب سے لمبے نکلے تھے اور یہی قرار پایا تھا کہ سب سے پہلے سودہ فوت ہوگی۔ کیونکہ آنحضرتﷺ ہاتھوں کے ناپتے دیکھ کر بھی منع نہیں فرمایا تھا۔ جس سے اجماعی طور پر سودہ کی وفات تمام بیویوں سے پہلے یقین کی گئی۔ لیکن آخرکار ظاہری معنی صحیح نہ نکلے۔ جس سے ثابت ہوا کہ اس پیش گوئی کی اصل حقیقت آنحضرتﷺ کو بھی معلوم نہیں تھی۔‘‘

(ازالہ اوہام ص۷۳۵، خزائن ج۳ ص۴۹۶)

۸ اس شخص کے نزدیک افضل البشر سید الکونینﷺ اپنے منہ سے ایسے کلمات بھی بولتے تھے جن کا صحیح مطلب خود بھی نہ سمجھتے تھے۔ جیسے ’’اطوالکن یدا‘‘ منہ سے بولا تو سہی مگر فوت ہونے تک اس کا صحیح مطلب نہیں سمجھ سکے۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

نظمِ حقانی

مسمّٰی بہ سرائرِ قادیانی

حضرت مولانا محمد سعد اللہ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

اور ایمان والے شاعر بدلہ ”وانتصروا من بعد ماظلموا“ لیتے ہیں جب ان پر ظالم ظلم کرتا ہے۔

نظم حقانی مسی بہ سرائر کادیانی

یا رب نہ غرور خوش بیانی پہ ہو
کچھ فخر نہ دل میں نکتہ دانی پہ ہو

موجود جو کچھ ہو تیری بخشش سمجھوں
جو آس ہو تیری مہربانی پہ ہو

یہ آنکھ جو فیض آسمانی پہ ہو
امید خدا کی مہربانی پہ ہو

کاغذ کا یہ صفحہ ہو سپر میرے لئے
خامہ مرا حربہ کادیانی پہ ہو

دجال کے حق میں گو فضیحت ہے یہ
چیلوں کے لئے مگر نصیحت ہے یہ

سچ بات سے کیوں ہو کادیانی کو رنج
کچھ ہجو نہیں اس کی مدحت ہے یہ

سعدی سے خفا نہ کادیانی ہونا
دور ازرہ بغض وبدگمانی ہونا

سچ کہتا ہوں سن کے آگ مت بن ظالم
لازم تجھے شرم سے ہے پانی ہونا

جھار ہے یا تو کادیانی رمال
مدت سے سمجھ چکے ہیں تیری ہم چال

یہ پیشہ ہے روسیاہ تجھ کو کرتا
دشنام ہمیں نہ دے مثیل الدجال

تاثیر ہوئی یہ کادیانی تیری
چیلوں نے جو سیکھی بدزبانی تیری

سعدی کو غرض نہیں اوئی سے ان کی
اس کو تو فقط ہے گت بنانی تیری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

کادیانی رافضی بے پیر ہے
کفر اس کی آج کل جاگیر ہے

کرتا اصحاب نبی پہ اتہام
کل سلف پہ اس کا بدظنی ہے کام

لکھتا ہے تواس کے حق میں خبیث
ہے وہ بانی مبانی حدیث

جس میں ہے ذکر نزول عیسوی
قاتل دجال یک چشم غوی

تھی نہ کچھ گنجائش تاویل یاں
کھول دی طعن صحابی پہ زبان

کادیانی کی سنو اک اور لاف
ہے یہ مرویات دیگر سے خلاف

پھر بھی کہتا ہے تھا یہ کشف وخواب — تجھ سے حق سمجھے ارے خانہ خراب
رافضی نے رفض کے حیلے کئے — کچھ بخاری میں تعارض بھر دیئے
راویوں پر کی یہ ظالم نے جفا — حافظے کو ان کے لکھا بے وفا
جو روایات آئی ہیں معراج میں — پر تعارض کہتا ہے ظالم انہیں
خود نہ تھی توفیق کی توفیق کچھ — عالموں سے بھی نہ کی تحقیق کچھ
رافضی انوار میں جو لکھ گیا — نقل وہ اس رافضی نے کر دیا
کہتا ہے گزرے ہیں مشرک سب سلف — ہائے کیا پیدا ہوا یہ ناخلف
حضرت عیسیٰ کا وہ خلق طیور — شرک ہے ذات خدا میں بے قصور
یہ خیال مشرکانہ ہے فقط — یہ تو کیا احیائے موتیٰ ہے غلط
مردہ زندہ ہو نہیں سکتا کبھی — ہیں غلط بیہودہ تفسیریں سبھی
کہتا ہے عیسیٰ چڑھے تھے دار پر — جو مناسب ہو وہ اس مکار پر
حق تو قرآن میں کرے نفی صلیب — یہ کہے سولی پہ لٹکا وہ غریب
رفعت وتطہیر بخشے حق اسے — دے بد دشمن میں یہ احمق اسے
کچھ یہودی بھی ہے گر کچھ رافضی — کچھ ہے نصرانی بطور عارضی
قائل ابنیت عیسیٰ ہوا — بانی تثلیث چوں ترسا ہوا
تاکہ ابنیت کا لے خود بھی مقام — کس قدر ظالم ہوا ہے بدلگام
خارجی بھی ہے کہ مہدی بن گیا — میرزا چنگیز خانی ذات کا
مثل حربا رنگ بدلے دمبدم — بھانڈ بھی دنیا میں ہوں گے ایسے کم
کھینچا آخر عیسویت نے وہ طول — بن گیا دجال خود احمد رسول
مدعی مسند پیغمبری — اصل میں دجال ہے نیچری
مرسل یزداں مریدوں کا ہے یہ — دشمن جانی سعیدوں کا ہے یہ
قادیاں کو خود بتاتا ہے دمشق — ہے ریاست کادیاں کی دل میں عشق
لوگ ہیں اسکے یزیدی یہ یزید — دشمن جان حسینؓ و بوسعید
یہ خبر ہے سرور عالمؐ نے دی — قاتل دجال ہیں عیسیٰ نبی
جب دوبارہ اس جہان میں آئیں گے — دین کی خدمت بجا یہ لائیں گے

کادیانی فتنہ گر کہتا ہے یوں — میں وہی عیسیٰ نبی اللہ ہوں
مجھ پہ وحی آتی ہے مثل انبیاء — وحی میں میری نہیں دخل خطا
حق سے جو حکم انبیاء کو آئے ہیں — انبیاء نے ان میں دھوکے کھائے ہیں
لیکن اس عاجز کی پیشین گوئیاں — ہیں نکلتی سر بسر حسب بیان
مرگ عموائیل آتھم کا فساد — اور وہ سلطان کا جینا بامراد
کادیانی کی تباہی کر گئے — خوب روشن روسیاہی کر گئے
لیک یہ بے شرم باز آتا نہیں — اپنے ان دعووں سے شرماتا نہیں
دیتا ہے دجال ابھی دھوکا ہمیں — طفل موعود آئے گا نو سال میں
نو برس بھی ہو چکے ہیں اب تمام — پر نہ آیا طفل عموائیل نام
گرچہ ہیں دو تین اب موجود بھی — ہے فلاں وہ یوں نہیں کہتا کبھی
مارا اس پر میں نے ایک ثاقب شہاب — لا سکا یہ سامنے جس کے نہ تاب
ایک گیدڑ نامہ پھر شائع کیا — اشتہار اس اک شغالی کا دیا
لیکن از کاذب صدائے برنخاست — شد مسلم کاں مثل بروئے بجاست
اور پنجابی میں دو سی حرفیاں — جن میں دجالی کا اس کی تھا بیان
جب ہوا دلی کا ہنگامہ بپا — انہزام کادیانی بھی چھپا
آتھم وسلطان کا جب قصہ ہوا — اس کا حقوحق میں پھر حصہ ہوا
اس کی شائع ہوگئیں دجالیاں — سربسر مکاریاں رسالیاں
وہ ستمبر کی چھٹی کے اشتہار — پھر وہ اکتوبر میں ہشتم کی پکار
کادیانی سخت کھسیانا ہوا — غیظ اور غصے سے دیوانا ہوا
یاوہ گوئی پر دلیری کی بہت — تھا تو گیدڑ لیک شیری کی بہت
آتھم وسلطان گو زندہ رہیں — پر مسلمان مجھ کو سچا ہی کہیں
گالیاں لکھ لکھ کر بھیجیں برملا — حامد واقبال کا بھی منہ چلا
ایک ہی تف سن کے حامد بجھ گیا — اس کے بد اقبال نے پیچھا دیا
گر پہ مسکیں اک اٹھا اور ہے — جس کا مسکن غالب سنور ہے
نام سے معلوم ہوتا ہے وہی — الغرض چیلا ہے اک کوئی سہی

دل میں سازش آریا سے ہے اسے | ہو گئی ہے ہضم ان کی ستے اسے
رافضی کی روح آگی ورنہ کیا | ہے تناسخ اعتقاد آریا
یہ تناسخ ان کا ہے مانا ہوا | لو یہ مرزائی بھی دیوانہ ہوا
بن کے اس جاہل نے شاعر کیا لیا | قادیانی کا سراپا کھا لیا
ہندو ہندو کو ہے کہتا نابلد | کھا گیا یوں پائے ہندو تجرد
منع بالتشدید لایا بے شعور | کادیانی جس طرح لفظ غیور
دیکھ لو چیلے گرو کا ایک حال | کیا مشدد بولنے میں ہے کمال
گو تشدید آئے نظم کے لئے | مشاعری ضرور کرنی چاہئے
گوست بنیا بولتا ہے جائے گوشت | یا جولاہا دوست کو کہتا ہے دوشت
یا ہوا ہے قافیہ چھوٹے کا تنگ | یوں نکالا شاعری کا تازہ ڈھنگ
پاجامہ دھوتی لکڑی پینگ دال | دیکھئے رائیں کی ہے کیا بول چال
اب گیا ہے بھول اس آواز کو | ٹوکرے میں سبزیوں کے ساز کو

مولیاں لیلواری کچھ گاجریں | دیکھ ہو مردار باسی کیا کریں
ساگ لے پالک کا تازہ ساگ لے | تازہ کچھ اوپر ہے اور باسی تلے
بیر لیلو بیر بچوں کے لئے | تول میں گیہوں سے ہیں آدھے دیئے
تو تو رونگا دینے میں دل تنگ ہے | اور تکڑی میں تیری پاسنگ ہے
پہنا پاجامہ وہ لہنگا کیا ہوا | جھاڑیوں میں پھٹ گیا لہنگا ہوا
جانئیں لو جانئیں سنور کی | دیکھی اور کھائی نہ ہوں اسطور کی
رہتی ہے بڑیوں کی حاجت گانوں میں | لالہ بڑیوں کا مصالح دے ہمیں
جنگ کی پڑیا اک اس میں ڈال دے | اور کالے ماش کی کچھ دال دے

بن کے پٹواری بھلا بیٹھا تمام | رہ گئے ہیں یاد کچھ چیزوں کے نام
کرتے اور ٹوپی پہ چھینٹے ڈال کے | کیا ملا اوپالکے دجال کے
ایک عورت بھی نہ وہ تجھ کو ملی | بر نہ آیا تیرا خشاء دلی
ہے کہاں وہ وعدہ صبر جمیل | تھی جو تیرے وصل پر کامل دلیل
آرزو وہ خاک ہی ہو کر رہی | بات کیا دجال نے سچی کہی

یعنی اس کو اور ہی اک لے گیا | داغ حرماں تیرے دل کو دے گیا
چشم دستی یاد تھی سلطان کی | آرزو تھی خاک دخوں میں مل چکی
قال بنی دیکھئے دجال کی | کھینچ دی تصویر اپنے حال کی
جال میں دجال کے تو پھنس گیا | مثل خر دلدل کے اندر دھنس گیا
ہم تجھے سمجھا چکے اس وقت بھی | تو نہ سمجھا پر نہ سمجھا اے غبی
عرش پر رکھے تو سرخی کی دوات | سو نکالے رفعت عیسیٰ میں بات
کیا وہاں کھاتا ہے کیا پیتا ہے وہ | کیا پہنتا کس طرح جیتا ہے وہ
خوان اس کے سامنے چنتا ہے کون | کون سیتا کپڑے اور بنتا ہے کون
کادیانی سے نہ پوچھے تو مگر | واں وہ سرخی کس نے رکھ دی گھول کر
انگلیوں کو لگ گئی جس کی تری | دیکھتی ہے جس کو چشم عنصری
رنگ ان کپڑوں پہ ایسا چڑھ گیا | آسماں پر کیوں نہ عیسیٰ چڑھ گیا
تف تعصب پر تیرے اوروش خر | کینہ عیسیٰ پہ کیوں باندھی کمر
چار سو کیوں غل مچایا بے حیا | دار پر عیسیٰ چڑھا پھر مر گیا
کیوں ہے تائید نصاریٰ اور یہود | کیوں تنا ہے کفر کا یہ تار و پود
حق کہے اس کو نہیں سولی دیا | بلکہ اس کا رفع ہم نے کر لیا
حق کرے تطہیر سے دل جن کا شاد | تو انہیں سولی چڑھائے نامراد
جانب حق رفعت ان کی ہو چکی | تو کہے میخ اس کے ہاتھوں میں ٹھکی
گر بہ سنور کی دیکھو یہ گھات | بے تحمل بیہودہ بالکل واہیات
تہمت تقلید شخصی دی مجھے | طنز ہندو زادہ کہہ کر کی مجھے
ہجو گوئی کا لگایا اتہام | اصل میں اس کے گرو کا ہے جو کام
میں حقیقت اپنی کرتا ہوں بیان | تا ہو سب پر اصل کیفیت عیاں
میں مرے ما باپ ہندو تھے سبھی | میں نے پائی کفر سے آزادگی
رحمت حق نے نکالا کفر سے | بن کے ہادی دور ڈالا کفر سے
مل گیا اوستاد ہمنام رسول | میرے مولیٰ سعی کر اس کی قبول
جنت الفردوس میں جا دے اسے | قرب پیغمبر میں ماوا دے اسے

بے اثر ہیں کی فقط تعلیم کا / دل میں ایمان میرے قائم ہوگیا
بوستاں سعدی شیراز میں / گلشن توحید دکھلایا ہمیں
مصلح الدین سعدی شیراز پہ / رحمتیں اللہ کی شام وسحر
لکھ گیا اک شعر میں وہ نیک ذات / قاعدہ کلیہ اک بہر نجات
سعد یا ممکن نہیں راہ صفا / چل سکیں جز پیروی مصطفاؐ
حق نے دی توفیق پھر جیسی جسے / بھر لیا دامن گل توحید سے
مزبلات کفر سے نفرت ہوئی / اور آخر ایک دن ہجرت ہوئی
بہر ایمان میں ہوا گھر سے غریب / نیک بختوں کیا مجھ کو قریب
میں تھا عائل مجھ کو حق نے زر دیا / سالک راہ ہدایت کر دیا
دین ودنیا میں عطاء کی منفعت / فضل سے بخشے مراغم اور سعۃ
اس لباس کفر سے چھوٹا بدن / جامہ شرعی ہوا ملبوس تن
عقل کی میزان عطاء کی پھر مجھے / تانہ دے دھوکا کوئی کافر مجھے
پاک کھانے بخشے کھانے کے لئے / وال ہوں جو خیر پر ساتھی دیئے
اہل عزت بن گئے سب میرے دوست / وایں ہمہ فضل وعطا ولطف اوست
میرا دل اسلام پر قائم کیا / اور مذہب اہل سنت کا دیا
اہل بدعت سے کیا بیزار دل / راہ سنت میں ہوا ہشیار دل
صالحوں سے دل میں الفت دے مجھے / دی نہ صحبت اہل بدعت کی مجھے
اولیاء رحمٰن کے بندے جو ہیں / جان ودل سے خاکپا ان کا ہوں میں
ہے جناب حق سے ہر دم التجا / حشر بھی ہمراہ انہیں کے ہو مرا
ہیں جو شیطان اولیاء شیطان کے / سخت بغض وکینہ ہے ان سے مجھے
وہ کہیں اس کو تعصب یا حسد / تا بمقدور ان کو میں کرتا ہوں رد
میرے مولا تو صحیح ادراک دے / سعی مشکور اور نیت پاک دے
جو خطا نسیان ہو تو کر دے معاف / اہل ایمان سے رہوں میں سینہ صاف
کر گناہوں سے مرے تو درگذر / عفو کر اے میرے مولیٰ عفو کر
مجھ سے رد کادیانی کر قبول / ہوں مرادات دلی میری حصول

نوکری اچھی ملی عزت ملی / مل گئیں ساری مرادات دلی
اور جو حاجت ہو یا رب کر عطا / بے نہایت ہے تیری سب پر عطاء
میں نہ منشی ہوں نہ کوئی مولوی / فضل سے تیرے مگر ہے دل قوی
تیرا عاجز بندہ سعد اللہ ہوں / تیری رحمت سے سعیدوں میں رہوں
وانچہ از افضال رب اکرم است / علم الانسان ما لم یعلم ست
برزبانم آمد از القائے حق / میکنم تحدیث نعمت ہائے حق
من چہ چیزم نیز کس من چہ چیز / شد ہمہ از رحمت رب عزیز
دور رکھے حق غرور وکبر سے / خود پسندی میں نہ عاجز دل پھنسے
صدق وتقویٰ وارم از حق مدعا / لا تزغ یا رب قلبی شد دعا
قصہ آزر بہت مشہور ہے / اور انی ذاہب مذکور ہے
ہے دعا لا تخزنی یوم النشور / اے مرے ہادی مرے رب غفور
حق نے جب بیٹے کو مومن کر دیا / کیا ضرر دے کفر اسے ماباپ کا
بالکے دجال کے او پر جفا / مجھ پہ ہندو زادگی کا طعن کیا
اس سے عقبیٰ میں نہیں ہے عیب کچھ / اور نہ دنیا میں کہیں ہے عیب کچھ
ہے غضب الغوا زادہ ہو جو / یوں نسب میں اپنی افتادہ ہو جو
فال ناموں سے کرے بدفالیاں / اور دے لوگوں کو فاحش گالیاں
ابن مریم عیسیٰ موعود ہو / آل احمد مہدی معہود ہو
جانے اپنے پر جفا کو تو ولی / وقت قسمت عقل کچھ تو نے نہ لی
یاد رکھ یہ بات بالکل صاف ہے / گالیاں خود شیوہ اجلاف ہے
حضرت عیسیٰ نے اک دن وقت سیر / تھا کہا خنزیر سے اذہب بخیر
چور کو چوری میں مشاغل دیکھ کر / بد گمانی کی تھی اپنی آنکھ پر
ظاہری اعمال سے کیا بن سکے / گر عقائد دل میں ہوں کفار کے
سب عمل اسلام کے کرتا قبول / لیک بنتا خود نبی مرسل رسول
لفظ جزئی سے اسے پھر ٹالنا / کفر کو در پردہ اپنے پالنا
وحی میں ہو انبیاء سے ہمسری / بلکہ ان سے بھی دکھانا برتری

گر نہیں یہ کفر پھر ہے کفر کیا | کر نہ یوں بدنام نام اولیاء
کس ولی حق نے یہ دعویٰ کیا | وحی میں ہوں میں مثال انبیاء
انبیاء کی گو غلط جائے خبر | ہے غلط سے پاک یہ عاجز مگر
مخبر صادق نے ہے فرمادیا | میں ہوں ختم مرسلین وانبیاء
بعد میرے اب نبی کوئی نہیں | جو کرے دعویٰ ہے جھوٹا بالیقین
تیس دجالوں کے آنے کی خبر | دے گیا وہ ہادیٔ جن وبشر
ہوں گے اپنے زعم میں یہ سب نبی | یہ علامت ہے ہر ایک دجال کی
کادیانی کا ہے صاف اس میں بیان | مرتضٰی ہوں میں رسول غیب دان
ذکر جس کا سورۂ جن کے اخیر | غیب بارے میں کرتا ہے خبیر
گو محدث یہ بڑھاتا ہے وہاں | فن دجالی دکھاتا ہے وہاں
خوب ثابت اور مبرہن ہوگیا | اب ہے دجالی میں اسکی کسر کیا
اس کے سسرے کی شکایت ہے بجا | ہاتھ سے ہے اس کے روتا برملا
شعر اس مضمون کے ہیں موزوں کئے | چند ان میں سے نمونہ دیکھئے

بدمعاش اب نیک از حد بن گئے | بو مسیلم آج احمد بن گئے
عیسیٰ دوراں بنے دجال ہیں | ہر طرف مارے انہوں نے جال ہیں
کچھ نہ صحبت میں اثر نے بات میں | ڈالتے ہیں ہم کو وہ آفات میں
اور کہیں تصنیف کے ہیں اشتہار | یہ ہی لوگوں نے کیا ہے روزگار
پیشگی قیمت مگر لیتے ہیں وہ | خلق کو اس طرح دم دیتے ہیں وہ
قیمتیں کھا کر نہیں لیتے ڈکار | جیسے آتا تھا کہیں ان کا ادھار
اپنی تعریفوں سے بھرتے ہیں کتاب | آیت قرآن ہیں گویا ان کے خواب
سیکڑوں کرتے ہیں گو وعدے خلاف | کم نہیں ہوتے مگر لاف وگزاف
بات کو ہوتی ہے گنجائش بہت | حیلہ سازی میں ہے آسائش بہت
مہدی وقت ہے کوئی مشہور | کوئی بنتا ہے عیسیٰ دوراں
نہ عیاں اس میں عیسوی برکت | نہ ہدایت کا اس میں نام ونشاں

آفریں اے میر ناصر آفریں | اپنے دیں کا حق ہے خیر الناصریں

پردہ در دجال کا تجھ کو کیا　　کام اپنے دیں کا تجھ سے لے لیا
ہوتا اس سے یہ ترا رشتہ نہ گر　　کون یوں ہوسکتا اس کا پردہ در
تو ہی تھا جو راز کو افشاء کرے　　کام اس خالق کے ہیں حکمت بھرے
تجھ سے بڑھ کر گھر کا بھیدی ہے کہاں　　ہے تیرا سچی شہادت پہ بیان
سب تجھے معلوم گھر کا حال ہے　　جانتا دجال کی تو چال ہے
خاص خلوت کے تجھے معلوم راز　　اپنی معلومات پر تھا تجھ کو ناز
ہے بہت تیرا ذریعہ معتبر　　اندرونی تجھ کو ملتی ہے خبر
کیونکہ صاحب جب کا ٹیلی گرام　　برق سے بھی کچھ سوا دیتا ہے کام
تو ہے خود حال براہین جانتا　　ہم نے خود تجھ سے سنا اس کا پتا
تین سو جز کی براہین جھوٹ ہے　　کچھ نہیں لکھا یہ تعین جھوٹ ہے
جلد چہارم کے سوا اب کچھ نہیں　　چاہئے زر اور مطلب کچھ نہیں
قیمت اس کی پانچ دس پچیس ہیں　　دیکھ لو گن کر یہ جز پینتیس ہیں
کر کے اللہ کے حوالے یہ کتاب　　کیا ٹکا سا دے دیا تم کو جواب
دیکھ لو جلد چہارم کا اخیر　　مال مردم اب اسے ماکا ہے شیر
جلد پنجم کا کوئی وعدہ نہیں　　بس یہی کافی ہے اب بہر یقین
شرط باندھ کر برملا کہتا ہوں آج　　سچا ہے مرزا تو دکھلائے سراج
کھا گیا لے لے کے اس پر سیکڑے　　اس طمع پر کس طرح پوری پڑے
بیع کیا معدوم کی کر لی حلال　　زر کمانے میں ہے یہ صاحب کمال
عیب ذاتی بھی بیاں کرتا تھا تو　　بے دھڑک سب پر عیاں کرتا تھا تو
تھے جتاتے یار تو جتا نہ تھا　　ایسے رشتہ پر بھی کچھ کہتا نہ تھا
نوردین سے بھی تھی بدظنی تجھے　　ماجرا طرفہ سنایا تھا مجھے
نسخہائے باہ کے قصے ہیں یاد　　روغن بادام کا وہ ازدیاد
اہل ایماں جب کہ ایسا حال ہو　　کادیانی کیوں نہ پھر دجال ہو
پڑھ کے ظاہر میں تشہد اور نماز　　تم کو دھوکہ دیتا ہے یوں حقہ باز
اس کے دھوکوں میں نہ ہرگز آؤ تم　　سن کے وہ فتوئی نہ کچھ گھبراؤ تم

کیا منافق تھے نہ کہتے برملا   تو رسول اللہ ہے یا مصطفیٰ
کیا نمازیں ساتھ وہ پڑھتے نہ تھے   جنگ کو ہمراہ کیا چڑھتے نہ تھے
حق نے فرمایا ہے بیشک تو رسول   پر ہے جھوٹوں کی شہادت ناقبول
آڑ میں ایمان کے بے ایماں ہیں یہ   ان سے بچ بدخواہ دین وجاں ہیں یہ
آؤ اب عیسائیو مرزائیو   یعنی ان تثلیثیوں کے بھائیو
باز آؤ چھوڑو اس دجال کو   فال میں رمال کو اے بالکو
اس سے پہلے کیا مسلماں تھے نہ تم   لگ گئی ہے کون سی اب اور دم
ہاں یہ سیکھے ہو کہ عیسا مرگیا   ہاتھ سے اعداء کے سولی پر گیا
کادیانی کا ہے اس میں کیا ہنر   نیچری نے یہ سکھایا پیشتر
میں ہوں عیسیٰ اس قدر ایجاد ہے   اصل میں وہ نیچری استاد ہے
اس نے جو احلام سے حاصل کیا   نیچری نے خود بخود وہ پالیا
کہتے ہو سید مغل کو ہے غضب   کادیانی مہدی وعیسیٰ ہے اب
بچۂ آلقوا ظلم سے   مہد صدیقہ میں تم رکھنے لگے
معجزے عیسیٰ کے عجل سامری   یوسف نجار کی کاری گری
پھر کبھی کہتے ہو تھا تربی عمل   کشف عیسیٰ میں رہا اکثر خلل
وحی کو سمجھے نہ ختم الانبیاء   کادیانی نے وہ اب ظاہر کیا
دابہ کیا چیز ہے دجال کیا   کیا گدھا اس کا ہے اس کی چال کیا
ہندوؤں عیسائیوں کا رد بہت   چھپ کے شائع ہو چکا بے حد بہت
فی الحقیقت اب کس میں جان نہیں   کوئی بسمل سا تڑپتا ہے کہیں
لایزالون آیا ہے قرآن میں   یوں رہے گا اختلاف ادیان میں
پھر ولو شئنا لاتینا بھی ہے   بات حق القول منی میں ہے طے
ہے مخالف گر کوئی لکھتا کتاب   اب بھی ملتا ہے اسے مفحم جواب
کس لئے کوئی نئی تصنیف ہو   اور کیوں بے فائدہ تکلیف ہو
فتنہ ترسا فساد آریا   عالماں دیں نے باطل کر دیا

گر ہے شوق بحث استفسار دیکھ ... شوکت اسلام کا اظہار دیکھ
گر دل بینا ہے کافی ہے نوید ... کھل گئے ہیں مذہب ترسا کے بھید
تحفۃ الہند اک صحیفہ ہے عجب ... قوم ہندو کی ہدایت کا سبب
بت شکن کا خلعت زیبا ہے خوب ... مذہب ہندو کا مرآۃ العیوب
اس میں ہے اسلام کا دل جوئیاں ... ہیں مبرہن دین حق کی خوبیاں
خلعت شش پارچہ بخشا عجیب ... ہو گیا نادم خجل ہندو غریب
اور سوط اللہ ہے عمدہ کتاب ... فتنۂ اندر منی کا سد باب
الغرض ایسے رسالے ہیں بہت ... دین باطل کے ازالہ ہیں بہت
حق کے تائیدی مقالے ہیں بہت ... باغ جنت کے قبالے ہیں بہت
اور کچھ حاجت نہیں تحریر کی ... طبع ہیں ہاں چاہئے کچھ زر کی
کافر ان کو پڑھ کے ایمان لاتے ہیں ... دین حق کے جلوے ان میں پاتے ہیں
کفر کی ظلمت سے جو گھبرا گئے ... امت ختم الرسل میں آگئے
تھے جو شپر چشم ہیں وہ لاعلاج ... واں نہیں رکھی ازل سے احتیاج
قادیانی کی کتابیں دیکھ کر ... کون کافر آیا راہ راست پر
گر کوئی ہو تو نشاں دے دو کہیں ... کیا نشاں دو گے کہیں کوئی نہیں
بلکہ کچھ دیندار کافر ہو گئے ... صدق دل سے قادیاں میں جو گئے
جس نے مانا ہیں دعاوی اس کی ہیچ ... لگ گیا اس کفر کے کرنے وہ پیچ
پھنس گئے کچھ بھولے بھالے جال میں ... پڑ گئے ہیں فتنۂ دجال میں
جب دیا جاتا ہے کچھ الزام انہیں ... سوجھتے ہیں کیسے عذر خام انہیں
کرتے ہیں تاویل ان اقوال کی ... یوں حمایت کرتے ہیں دجال کی
قادیانی مدعی اس بات کا ... ہے ہماری وحی معصوم از خطا
دخل سے شیطان کے بالکل ہے پاک ... ایسے جھوٹے مفتری کے منہ میں خاک
پیش گوئی ہی مری معیار ہے ... اور اسی پر باربار اصرار ہے
اور چیلوں کی ادھر سے ہے پکار ... پیش گوئی پر نہیں دارومدار

گر غلط نکلے تو نکلے کیا ہوا
ہم تو ہیں قرآں سمجھنے پہ فدا

کیا بیاں ہے سورہ زلزال کا
بن گیا نقشہ زمان حال کا

وہ قیامت کا بیان سب جھوٹ ہے
ہے جو تفسیروں میں ہاں سب جھوٹ ہے

ہے جو فی التکویر تعطیل عشار
اس کا باعث ہے یہ دجالی حمار

یہ نئی تفسیر اس کی خوب ہے
جو پرانی ہے وہ سب معیوب ہے

حضرت اخنس کی یہ تجدید ہے
واہ کیا الحاد کی تائید ہے

اور جو نشر صحف کا ہے بیاں
ڈاکخانوں کے ہیں یہ چٹھی رساں

نور واحسن دو ملک ہیں اس کے ساتھ
بازوں پر جن کے رکھتا ہے یہ ہاتھ

آسماں سے اترے ہیں لے کر اسے
ہیں بٹھاتے عرش وکرسی پر اسے

حضرت اقدس مسیحائے زمان
مرسل یزدانی وکہف الامان

اس نے دونوں کو بتایا ہے ملک
وہ کراتے ہیں اسے سیر فلک

ہو گیا ان کا یہی اب ماجرا
من ترا حاجی بگویم تو مرا

کیا مثل آئی ہے یہ ان پر درست
مدعی ہے سست اور شاہد ہیں چست

کہتے ہیں مرزا کو کافر مت کہو
حق کو سونپو اور مشفق چپ رہو

بے وقوفی کا ہو ان کی کیا علاج
یہ جہالت کا مرض ہے لاعلاج

راجپور کے ایک ہیں فدوی کلن
کادیانی کا نہ سمجھے مکروفن

دور ہی سے بھیجتے ہیں نذر بھیٹ
کادیانی کا کہیں بھر جائے پیٹ

بعض جاہل امر دیں سے بے خبر
کہتے ہیں خذما صفاء دع ماکدر

کادیانی کے ہیں پیچھے جا رہے
ہیں نجاست میں سے حلوا کھا رہے

اور پھر کہتے ہیں ہم محتاط ہیں
راہ دیں میں جانب اوساط ہیں

احتیاط اس میں بھلا کیا خاک کی
پاک میں کچھ کھا گئے ناپاک بھی

کادیانی فتنہ نوزائیدہ ہے
کام اس مکار کا پیچیدہ ہے

چاہئے ہر ایک کو اس سے حذر
دین سے ہیں جو خصوصاً بے خبر

سب پہ لازم اس کی سرکوبی ہوئی
حسب طاقت حق نے ہے جو دی ہوئی

عالم اس کے کفر کو ظاہر کریں — کچھ نہ گیدڑ بھبکی اس کی سے ڈریں
تا کہ اس کے داؤ میں آئیں نہ لوگ — پھیلے اس کے کفر و بدعت کا نہ روگ
جن کو فن شعر میں ہو دسترس — غیرت دینی سے بھی رکھتے ہوں مس
مثل حساں ہوں مؤید دیں کے — حق سے وہ مورد بنیں تحسین کے
نظم میں لکھ دیں جو اس کا حال ہو — جس سے کشف سیرت دجال ہو
چاہئے لیکن زباں بھی عام فہم — مٹ سکیں لوگوں کے جس سے شک ووہم
ہاتھ سے ہرگز نہ جائے راستی — ہو قلم گویا عصائے راستی
فخر کی اس میں طلب مطلق نہ ہو — مدعا غیراز رضائے حق نہ ہو
نظم ایسی نیزہ ہو دجال پر — ناگہانی مرگ ہے محتال پر
ہوش اڑ جائیں سنے جب برتلا — اپنے اسرار خفیہ کا پتا

نیچری بھی اس پر پیٹیں تالیاں — واہ مرزا آپ کی رمالیاں
کوچہ وبازار میں ہوں شادیاں — وہ کٹا دیکھو مسیح قادیاں
راستوں پر ہوں یہ خوش الحانیاں — کھل گئیں جھوٹے کی بے ایمانیاں
کادیانی وائے برتا کا میت — برو سلطاں زوجۂ الہامیت
کادیانی پیٹ بیٹھا ہاتھ پاؤں — اب مبارک ہو گیا منحوس گاؤں
گھر میں سلطاں کے مبارک بادیاں — ہائے تجھ پر ہیں یہ کیا بیدادیاں

ہر طرف سے جب سنے اس شور کو — کادیانی سر بسر مبہوت ہو
گالیاں دے اہل ایماں کو تمام — سب کو لکھے بد نسب نسل حرام
سر دھنے بکواس پر باندھی کمر — سب پہ ظاہر ہو کہ ہے جھوٹا لچر
ایسا بکواسی ولی حق نہیں — جس کو شرم واتقاء مطلق نہیں
منہ پہ ہیں بازاریوں کی گالیاں — یہ مسیحا کی بد استقلالیاں
ہے جو ہاجی ہائم فی کل واد — منزل شیطان ہے پاجی نامراد
راہ دیں میں شاعری بھی ہے ہنر — انتصار دین حق ہے سر بسر
ہے غرض دجال کی پردہ دری — جس سے ہو اظہار کذب مفتری

ہے یہ سب تائید دین کا واسطا — ہجو گوئی سے اسے کیا واسطا
کفر صادر ہو چکا دجال سے — بے سند کافر نہیں کہتے اسے
ہم جو دیتے ہیں حوالہ دیکھ لو — فتح وتوضیح وازالہ دیکھ لو
اب بھلا توضیح کی توضیح کیا — وہم کیا پھر جب ازالہ ہوچکا
آئینہ میں نقش ہیں دجال کے — بن کے اندھے ہو گئے تم بالکے
اب یہ تاویلات ہیں سب جو چلے — ادعا سارے ہیں وہ کھلم کھلے
گر رہا اس پر مصر کافر مرے — ہو مسلماں ان سے گر توبہ کرے
اشتہار توبہ ہو یوں مشتہر — دعویٰ اب ایسے کبھی ہوں گے نہ پھر
دخل یہاں تقلید کا مطلق نہیں — مسلک اپنا غیر راہ حق نہیں
دل سے ہیں مشتاق تحقیقات ہم — بے سند مانیں نہ کوئی بات ہم
بوحنیفہؒ شافعیؒ مالکؒ امامؒ — اور احمدؒ رہبر دیں ہیں تمام
بوحنیفہؒ کو نہیں ہم چھوڑتے — فقہ سے ہرگز نہیں منہ موڑتے
ہم وصیت پر ہیں ان کی کاربند — ہے ہمیشہ ہم کو را ان کی پسند
رکھتے ہیں پیش نظر قول امام — فاضربوا اور اترکوا قولی مدام
گر نہ ہو معلوم کوئی مسئلہ — عالموں سے پوچھتے ہیں برملا
پوچھتے ہیں کوئی آیت یا حدیث — دیں کی ہی قرآں نہایت یا حدیث
جس جگہ اجمال ہے قرآن میں — شرح ملتی ہے حدیثوں سے ہمیں
اہل سنت کا یہ مذہب ہے تمام — تابع راہ ہدایت پر سلام
کچھ معانی میں تردد ہو جہاں — ہے حدیث مصطفیٰ قاضی وہاں

نام قول مصطفیٰ تو نے لیا
اک غزل اس پر سنا دے سعدیا

شرح فرقاں ہے حدیث مصطفیٰ — نور عرفاں ہے حدیث مصطفیٰ
مومنوں کے واسطے قرآں کے ساتھ — فضل رحماں ہے حدیث مصطفیٰ
مصطفیٰ کو مثل قرآن جو ملا — وہ مری جاں ہے، حدیث مصطفیٰ

جس سے تبیین کلام اللہ ہو — بس وہ تبیان ہے حدیث مصطفیٰ
جنت الفردوس ہے قرآن ہمیں — باغ رضواں ہے حدیث مصطفیٰ
بےخزاں رہتے ہیں اس کے فصل وباب — کیا گلستاں ہے حدیث مصطفیٰ
دین کے بھوکو چلے آؤ ادھر — دین کا خواں ہے حدیث مصطفیٰ
کشتہ بدع وضلالت کے لئے — آب حیواں ہے حدیث مصطفیٰ
حق نے یسرنا کہا قرآن کو — کیوں؟ کہ آساں ہے حدیث مصطفیٰ
خوان نعمت ہائے قرآن جب بچھے — واں نمکداں ہے حدیث مصطفیٰ
اہل دیں تعمیل قرآں کے لئے — ساز وساماں ہے حدیث مصطفیٰ
مصطفیٰ جو حکم دیں مانو اسے — حق کا فرماں ہے حدیث مصطفیٰ
منت عظمیٰ ہے قرآن عظیم — اور احساں ہے حدیث مصطفیٰ
اہل بدعت گر کمی بیشی کریں — بہر میزاں ہے حدیث مصطفیٰ
نیچری مرزائیوں کے واسطے — سخت تاواں ہے حدیث مصطفیٰ
لا وربک تا بہ تسلیما پڑھو — شرط ایماں ہے حدیث مصطفیٰ
بہر قطع حجت مرزائیاں — اپنی برہان ہے حدیث مصطفیٰ
اہل بدعت کیوں نہ ہوں ہیبت زدہ — اپنا سلطاں ہے حدیث مصطفیٰ

آؤ سعدی سے سنو مرزائیو
مثل قرآن ہے حدیث مصطفیٰ

تمت!

رباعی

مرسل تو تجھے بنائیں چیلے چانٹے — تو کفر کے اشتہار ہم پر بانٹے
تیری وہ مثل ہے کادیانی دجال — الٹا چور اٹھ کے محتسب کو ڈانٹے
ثابت تو ہوا ہے کادیانی دجال — چھپ سکتی نہیں ہم سے تیری کوئی چال
بہروپیا بن کے دے نہ دھوکا ہم کو — یہ مانا کہ اس فن میں ہے تو اہل کمال

کادیانی کی درخواست بحضور گورنمنٹ پر مختصر ریمارک

اے صاحبان دانش! کیا یہ ممکن ہے کہ کادیانی تو انبیاء علیہم السلام کی توہین کر کے الہامات ومکاشفات وغیرہ میں ان سے بڑھ کر ہونے کا مدعی ہو کر جناب ابن مریم علیہم السلام کے معجزات کو شعبدہ بازی اور کھیل بلکہ سامری جادوگر کا گوسالہ لکھ کر جناب خاتم النبوۃ علیہ السلام والتحیۃ کے لئے دجال اور اس کے گدھے اور یاجوج موجوج کی کیفیت تامہ کا فہم ناممکن اور اپنے لئے ممکن بلکہ ضروری سمجھ کر اس آخری وقت میں نبی اللہ (گو کامل نہ سہی گھٹیا ہی سہی) ومرسل یزدانی بن کر بھی مؤمن بلکہ مہدی ومسیح موعود بن جائے اور کافہ اہل اسلام ایسے دجال کے کسی کام میں (جس کی علت غائی اسی دجال کا کوئی نفع ہو) بلحاظ مصالح دینی ودنیاوی اس کے شریک نہ ہوں تو کافر دجال وغیرہ ہو جائیں۔ حاشا وکلا! کادیانی اپنے کفر والحاد اور خود غرض ہونے کی وجہ سے جانتا ہے کہ مسلمان میری باتوں کا تو اعتبار کریں گے ہی نہیں۔ کوئی نیا دھندا شروع کرو۔ اگر وہ شریک نہ ہوں تو ان کو دھمکاؤ کہ اگر تم شریک نہیں ہوتے تو میں تم کو کافر دجال وغیرہ مشتہر کروں گا۔ اس بات کو بھول گیا کہ منافقوں کو ان کی شہادت ایمانی پر خدائے تعالیٰ نے کیا انعام دیا ہے جو آنحضرت ﷺ کو کہتے تھے۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو اللہ کا رسول ہے۔ اللہ سبحانہ نے فرمایا کہ بات تو سچ ہے کہ تو اس کا رسول ہے۔ لیکن یہ منافق جھوٹے ہیں۔ یعنی جو کچھ زبان سے کہتے ہیں۔ وہ ان کے دل میں نہیں مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے یہ شہادت ادا کرتے ہیں۔ مسیلمہ نے آنحضرت ﷺ سے کہا تھا کہ اپنے بعد نبوت میرے نام کردو۔ میں آپ کا مددگار بن جاتا ہوں۔ تم میری نبوت کی تصدیق کردو۔ میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں۔ یہی حال اس دجال کادیانی کا ہے۔ کہتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ برحق ہیں۔ لیکن باب نبوت بالکل بند نہیں ہوا۔ نبوت مجھے بھی مل گئی ہے۔ اگرچہ ظلی اور جزئی کی پچریں بھی مضبوطی کے لئے لگاتا ہے۔ لیکن اپنی تعریف میں انبیاء سے سرمو فرق نہیں رکھتا۔

اب کہتا ہے کہ میں دفعہ ۲۹۸ تعزیرات ہند کی ترمیم کی درخواست محض اعلاء کلمہ دین اسلام اور حمایت عزت حضرت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے چاہتا ہوں اور یہ وہی منافقانہ ادعا ہے۔ اگر صدق دل سے ہوتا تو کادیانی پہلے اپنے ان کفریات سے تائب ہونے کا اعلان کرتا اور اہل اسلام کو اپنے اسلام سے مطمئن بناتا تو مسلمان اس کو اسلام کا خیر خواہ سمجھ کر کوئی رائے ومشورہ دیتے۔ اب تو سب مسلمان یہی کہیں گے کہ کادیانی تو تو جھوٹا ہے۔ تیری کتابوں میں وہ

کفریات اور دعویٰ ترمیم دفعہ تعزیرات۔ کادیانی نے توہین، بدگوئی، بے سند الزام دینے سے کسی کو نہیں چھوڑا۔ کیا اہل اسلام کیا غیر اسلام دشنام دہی اور بدتہذیبی میں مخالفان اسلام سے دو قدم بڑھ کر ہے۔ درشت کلامی و سخن سازی کو اپنے لئے تو کمال ہنر سمجھتا ہے اور غیروں کے لئے عیب۔

ایک شخص نے اپنے حقیقی بھائی کو ماں کی گالی دے کر اپنے بچاؤ کے لئے یہ توجیہہ کی کہ میں نے اس حیثیت سے گالی دی ہے۔ جس کی حیثیت سے اس کی ماں ہے نہ کہ جس حیثیت سے میری۔ اسی طرح کادیانی کہتا ہے کہ جس عیسیٰ کو برا بھلا میں کہتا ہوں وہ نصاریٰ کا عیسیٰ ہے نہ کہ مسلمانوں کا، یہ بدزبانی کا نرالا منطقی ڈھنگ ہے۔ کسی کو ایک خاص حیثیت کے لحاظ سے گالی دے لینا ایک اور بندہ خدا کے حق میں لکھتا ہے کہ شاید وہ لڑکا پیٹ ہی میں ہضم ہو گیا اور یا اس کے گھر لڑکی پیدا ہوئی۔ اس روسیاہی کی وجہ سے اشتہار نہ دیا۔ اس دجال کادیانی کی بے غیرتی دیکھو اپنے بشیر مبشر عموائیل کی (جس سے نو سال بھی گزر گئے۔ اب تک سر نہیں نکالا شاید وہیں تحصیل کمالات میں لگا ہوا ہے) جگہ دختر نکل آنے کی روسیاہی کو ایسا بھلا دیا۔ گویا اس جانہار نے بے وقت خلاف توقع علی رغم انف دجال پیدا ہو کر اس کا منہ کالا کیا ہی نہ تھا۔

ایسے منہ پھٹ بدلگام ناعاقبت اندیش کو ساتھ لے کر اس غرض کے لئے کہ لوگوں کی بدگوئی سے بچایا جائے۔ گورنمنٹ میں جانا خود ملزم بننا ہے۔ چواز تو سے بیکے بیداشی کرد۔ نہ کہ را منزلت ماند نہ مہر را۔ سبھی کو دھتکار ملے گی کادیانی کا کیا بگڑے گا بقول پنجابی۔

چھتی پتاں اک لیہ گئی سبی

الگ کھڑا ہو کر صاف کہہ دے گا۔ میرا تم پر کچھ زور نہ تھا۔ میں نے تو تم کو بلایا ہی تھا۔ سو تم نے مان لیا (نہ مانتے) اب مجھے ملامت نہ کرو۔ اپنے آپ ہی کو ملامت کرو۔ فقط!

واہ رے بھروپئے کیا کیا بنا
دیکھ پھر تیرے لئے کیا کیا بنا

کادیانی تو عجب صورت کا آدم بن گیا
تھا مثیل اب آپ ہی عیسیٰ ابن مریم بن گیا

معجزوں سے ان کے نفرت کام میں ناکام وہ
پھر مثیل ان کا تو کیسے ٹھوک کر ثم بن گیا

فرض سمجھا ان کو سولی پر چڑھانا مارنا
کیوں تو بدخواہ رسول پاک مکرم بن گیا

مدعی ابنیت حق کا ہوا ازراہ ظلم
کیا نصارا قوم کا ہم راز وہمدم بن گیا

مرسل یزدانی وماموررحمانی بنا
ظلم اے ظالم کیا وہ جس سے اظلم بن گیا

حسن ظن سے تجھ کو سمجھا تھا مجدد بعض نے
ہائے اب تو ہادی راہ جہنم بن گیا

تو تو کہتا تھا میں ہوں موسیٰ و داؤد و خلیل — زال دنیا کے لئے افسوس بلعم بن گیا
ہے غضب یوں بجز د آلقتوا کی آل میں — کس طرح آل علی مہدی عالم بن گیا
جس کو تھا عیسیٰ نے من بعدی اسمہ احمد کہا — اے غلام عاق تو خود وہ معظم بن گیا
قابل دید اس کے بے شرمی ہے اے اہل نظر — تھا تو گیدڑ خم میں گر کر کیسا ضیغم بن گیا
فن رمالی وکذب کادیانی پہ گواہ — قصہ سلطان دعموائیل وآتھم بن گیا
آتھم فرتوت کے جینے سے مرگ طفل سے — روسیہ مرزا سراپا صورت غم بن گیا
مہر عالم تاب یعنی وہ بشیر ناتواں — جلد ان آنکھوں سے اڑ جانے میں شبنم بن گیا
قادیاں میں نغمۂ الہام زوجکہا — جور سلطانی سے آخر شور ماتم بن گیا
شہر دلی میں سنے جب میرزا حیرت مسیح — کادیانی میرزا حیران وابکم بن گیا
اے قلم اسفید یار قادیانی کے لئے — فضل حق سے تو بھی اچھا تیر رستم بن گیا
قیل مختاری میں ہوکر کادیانی اس قدر — مصلح قانون وآئین مسلم بن گیا
گوشۂ عزلت میں کر کے یاد تعزیرات ہند — دیکھئے کیسا محدث کیسا ملہم بن گیا
خامہ سعدی ہے میل سرمۂ اہل بصر — کادیانی کے لئے البتہ ارقم بن گیا

کادیانی چہا شد

کادیانی چہ سخت جاں شدہ — بہر تیغ قلم فساں شدۂ
قادیانیت اگر دمشق بود — تو یزیدے بہ قادیاں شدہ
بہ حسین بٹالوی زانرو — بہ سر کینہ وزیاں شدہ
آں محمد نشاں ومہدی — بہ ہتش تندو بدزباں شدہ
میکند کار عیسیٰ موعود — کہ تو دجال بدعناں شدۂ
بہ علی گڑھ زبحث اسماعیل — زار و بیمار وناتواں شدہ
نیز درلودیانہ پیش حسین — لاجواب آمدہ دواں شدہ
ہم بہ دلی زمیرزا حیرت — متحیر دروں نہاں شدہ
طبل ہل من مبارز زدہ — قیل در وقت امتحاں شدہ
جلسۂ بحث چوں بپا گردید — مورد مرگ ناگہاں شدہ
بیں کہ ازریل واژگونہ خویش — چہ رسول وچہ غیب داں شدہ

به حیات رقیب و مرگ پسر   مشتهر کاذب جہاں شدهٔ
بره عشق دختر ہشیار   شصت سالہ چہ نوجواں شده
شوہرش راز مرگ ترسانی   بہ مواعید جاں ستاں شده
مکر از مرگ خویش اے مغرور   بے غم و فکر در اماں شده
طعن بیوه بہ عبد حق بزنی   خود سپے بیوهٔ رواں شده
گویدت ملہم تو زوجنک   تو چہ اغیار برکراں شده
ہست آن زوجہ در بر سلطاں   کادیانی چرں شده
گویش زنده مرگیا ہوگا   اے مسیحا چہ خوش بیاں شده
قصے ہچو آتھمش مدعی   بہ رقیب ایں چہ مہرباں شده
بہ غم زنده ماند آتھم   سر بسر چرم و استخواں شده
بہ صلیب و بہ روسیاہی خویش   از حیاتش تو درشاں شده
گشتہ آگہ ازیں کس و ناکس   بہ تحیر چہ نوحہ خواہ شده
تو بہ نو حیلہا برانگیزی   گرچہ زاں کہنہ داستاں شده
ایں بود بر خجالت تو گواه   کہ بدشنام ترجماں شده
کادیانی بخواں کفر و ضلال   تو بہ دجال ایماں شدهٔ
ماز ناصر شنیده ایم کہ تو   بد غلهاش میماں شده
آں براہیں ترا خفیف نمود   چندے از بہر زرگراں شده
گویند اندر عدم سراج منیر   کہ تو بے نور چوں دخاں شده
لقب تو بجا بود حارث   نہ ازاں روکہ مرزباں شده
بلکہ بودی بہ راستاں معدود   بہ کجی دور ز آستاں شده
حارثے بودهٔ بگلھن دیں   براپا خارج از جناں شده
ست بچن آریہ دھرم خوانی   بہ یک وہم شادماں شده
گشت بابائے تو گرونانک   بہر سکھاں خلف عیاں شده
اے تو بے نام و بے نشاں کہ زوے   قائل خارق ونشاں شده
انبیاء منز مرست در نظرت   تیر کفار راکماں شده
عمل اقترب کو رسول کجا   بہ رسالت چہ بدگماں شده

گفتہ بودی مسیح می آید — زاں بدیں صاحب مکاں شدہ
چند روزے بکید و زور وفریب — خوش بیاں بودہ کامراں شدہ
پس بہ تقلید نیچری امروز — منکر از رفع آسماں شدہ
سردارش کشی بقول یہود — باز سوئے اجل کشاں شدہ
میکنی نفی نفی باصلبوہ — خصم قرآن بجیں چساں شدہ
شد خداع تو بامسلماناں — ہم صفیر یہودیاں شدہ
معجز آتش چو عجل پنداری — متنفر زدی ازاں شدہ
اے ستم گار افضل از عیسیٰ — بکرامات وعزوشاں شدہ
برملا برسر ازالہ خویش — مرسل خالق یگاں شدہ
پیروان تو اعور واعرج — اے خوشا عیسیٰ زماں شدہ
وہ چہ مہرو ذتمن پوشیدی — کز مرض ہچو زعفراں شدہ
آں ملازم کتب فروش مسیح — ہمہ اے دوں پے دوناں شدہ
حیف کز بہر جیفۂ دنیا — تارک عیش جاوداں شدہ
شاہد ایک کتب فروشی تست — درپے گری دکاں شدہ
ہاں بیائید اے خریداراں — زانکہ افسردہ دے گداں شدہ

مرحبا نوک خامہ سعدی
بہر دجال چوں سنا شدہ

تذکیر نفس وتبشیر روح

بندے ہے بندگی کا بھی راز دیکھنا — اعمال پر نہ کیجیو کبھیں ناز دیکھنا
عجب وریا سے پاک ہو نیت بحکم شرع — کرنے لگے جو کچھ دم آغاز دیکھنا
تقویٰ رب اگر تیرے اعمال میں ہوا — بہر دخول باب جناں باز دیکھنا
جو راہ حق میں دے سر تسلیم کو جھکا — دونوں جہاں میں اس کو سرفراز دیکھنا
دیدار حق نعیم مقیم آگ سے امان — جنت میں چل ظہور فقد فاز دیکھنا
مر جائیو پر دامن احمد نہ چھوڑیو — یہ امتحاں ہے عاشق جانباز دیکھنا

اس کے سوا نہ عرش پہ کوئی پہنچ سکا — کیا انبیاء حق میں ہے ممتاز دیکھنا
دو ٹکڑے چاند ہوگیا انگلی کے سامنے — اس مہروش کا چرخ پہ اعجاز دیکھنا
تیغ کلام سے ہے مسخر کیا جہاں — میرے حبیب پاک کا انداز دیکھنا
سجدے میں سر ہے لب پہ ہے یارب امتی — غمخواری شفاعت وانجاز دیکھنا
زیر لوائے حمد ہیں آدم سے تا مسیح — اس فخر کل کا حشر میں اعزاز دیکھنا
ہجراں میں جل رہا ہوں امید وصال پر — یہ سوز دیکھنا یہ مرا ساز دیکھنا

توحید حق ہے راس عبادات سعدیا
ہو جائے اس میں کوئی نہ انباز دیکھنا

تنبیہ بہر سفیہہ

آتا نہیں ستم سے ابھی باز دیکھنا — دجال قادیاں کی تگ و تاز دیکھنا
دس لے کے پیشگی دے پینتیس جز فقط — وعدہ تھا تین سو کا یہ دمباز دیکھنا
تھیں پیش گوئیاں جو سراج منیر کی — کھا پی کے نقد ان میں اب ایجاز دیکھنا
رسا گلے میں آتھم وسلطان نے کس دیا — ہے بند پیش گوئی کی آواز دیکھنا
کھولی دکان ست بچن و آریا دھرم — اہل نفاق کی طمع و آز دیکھنا
[illegible] رہا تھا اتریں گے عیسیٰ جلال سے — اور آج اہل دیں پہ ہے غماز دیکھنا
عیسیٰ سے آپ بنتا ہے افضل علانیہ — اور ان کے معجزوں پہ ہے لماز دیکھنا
مسمریزم کہتا ہے کہ عجل سامری — دجال کیا ہے موہن اعجاز دیکھنا
کہتا ہے شرک معجزہ عیسوی کو خر — کیا طعنہ زن سلف پہ ہے طناز دیکھنا
پیرو ہے نیچری کا صلیب مسیح میں — کرتا مجددی پہ ہے پھر ناز دیکھنا
ہو فتنہ گر جماعہ دجال کچھ اگر — فتوائے بوسعید کا شہباز دیکھنا
آمادہ نیچری پہ ہے اسلامیوں کی اب — کرتا ہے کیسے ویل میں ہماز دیکھنا
اعلان عام کرتا ہے سعدی خیر خواہ — دجال قادیاں ہے سخن ساز دیکھنا

تمت!

محمد سعد اللہ عفی عنہ، مدرس ایم۔ بی ہائی سکول لدھیانہ

مورخہ ۲۳رشعبان ۱۳۱۳ھ

أنا خاتم النبيين لا نبي بعدي

حملہ آسمانی

دربارہ شکست قادیانی

حضرت مولانا محمد سعد اللہ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

ہر عام وخاص پر واضح ہے کہ امرتسر کے مباحثہ میں جو نئے عیسائی مرزائیوں اور پرانے عیسائی پادریوں کے درمیان ہوا تھا اور کسی کو طرفین میں سے کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ آخری وقت مرزا کادیانی نے مسٹر عبداللہ آتھم پادری کے بارے میں ایک ڈینگ ہانک دی کہ: ’’یہ شخص پندرہ مہینہ کے اندر اندر ضرور ہی مر جائے گا اور اس کے نہ مرنے کی صورت میں خود ہی یہ اقرار کیا کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جاوے روسیاہ کیا جاوے۔ میرے گلے میں رسا ڈالا جاوے۔ مجھے سولی پر لٹکایا جاوے۔ پھانسی دیا جاوے۔ تمام شیطانوں، بدکاروں اور لعنتیوں سے زیادہ لعنتی قرار دیا جاوے۔ میں ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں۔‘‘ (جنگ مقدس ص۲۱۰،۲۱۱، خزائن ج۶ ص۲۹۲،۲۹۳)

اور اپنے مخالفین سے کہتا رہا کہ میری تکفیر کی اشاعت میں جلدی نہ کرو۔ اس پیش گوئی کے آخری فیصلہ تک انتظار کرو کہ یہ پیش گوئی میری تصدیق وتکذیب کے لئے خوب معیار ہے اور ادھر سے اپنے حواری اور جان نثار مریدوں کو دم دلاسا دیتا رہا۔ دیکھو استقلال سے رہو تسلی کرو۔ مخالفین سے مت ڈرو۔ ۵؍ستمبر۱۸۹۴ء کا سورج نہیں چھپ سکتا۔ جب تک آتھم نہ مرے۔ نماز عصر سے غروب تک کا وقت ہے خواہ دراز کیوں نہ کیا جاوے۔ یہ پیش گوئی ضرور اپنا کام کرے گی۔ تمام زمانہ مجھ پر ایمان لائے گا۔ ’’ان المسیح الذی یرقبونہ والمھدی المسعود الذی تنتظرونہ‘‘ (تذکرہ ص۲۵۷، طبع چہارم) یعنی میں وہ مسیح ہوں جس کی تشریف آوری کے تم مشتاق تھے اور میں وہ مہدی ہوں۔ جس کے لئے عرصہ سے تم انتظار کر رہے تھے۔ شروع ستمبر میں اکثر مریدان جان نثار اور معتقدان تخمکسار قادیان میں جمع ہوگئے۔ خود اور اپنے مریدوں سے چلے کھچوائے اور خاص خاص وقتوں میں دعاؤں کے تیر پھینکتے رہے۔ مگر چونکہ سچے خداوند کریم کو جعلی مسیح اور اس کے گروہ کا ذلیل کرنا منظور تھا اور یہ سیاہ دن دکھانا مدنظر تھا۔ کوئی تیر دعا کارگر نہ ہوسکا اور نشانہ مراد تک نہ پہنچا۔ الغرض ۵؍ستمبر۱۸۹۴ء کو جو آخری روز موعود تھا۔ آفتاب غروب ہوا اور میعادی گھنٹہ انجام کو پہنچا۔ اسی حالت میں عبداللہ آتھم کے نہ مرنے کا مژدہ آیا۔ سنتے ہی مرزائیان حاضرین محفل کادیانی پر ظلمت اور سیاہی چھیل گئی اور دیوانے ہوگئے۔ دیکھتے ہی جناب مسیح کاذب

مہدی مکذوب قادیانی اپنے بیت الفکر میں جو اس کے گھر میں ایک کوٹھڑی کا نام ہے۔ جس میں تنہا بیٹھ کر الہام بازی ہوتی ہے۔ تشریف لے گئے اور جھٹ ایک خام الہام گھڑ کر لائے۔ تمام حاضرین کو سنایا اور فرمایا کہ میں اس الہام کو طبع کرانے کے لئے بھیجتا ہوں۔ تاکہ غائبین کے لئے موجب تسلی ہو۔ بعض لوگ جو سمجھدار تھے وہیں بول اٹھے کہ حضرت جانے دیجئے۔ صبر کیجئے۔ اب ان بے تک ڈھکوسلوں سے کیا ہوتا ہے اور ایسی سوکھی سڑی زٹلوں کو کون پوچھتا ہے۔ غرض وہ الہام طبع ہوکر ۹ رستمبر ۱۸۹۴ء کو شائع ہوا۔ جس کے عنوان سے ناظرین خود ہی صدق وکذب کا پیمانہ لگا سکتے ہیں۔ وہ یہ ہے: ”مجھے خدا تعالیٰ نے اپنے خاص الہام سے جتلا دیا کہ انہوں نے عظمت اسلام کا خوف اور ہم اور غم اپنے دل میں ڈال کر کسی قدر حق کی طرف رجوع کیا۔“

(انوار الاسلام ص الف، خزائن ج۹ ص۵۶)

وعدہ موت میں تاخیر ہوئی...... وہی کریم خدا ہے جس نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ: ”من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ “یعنی جو شخص ایک ذرہ بھر بھی نیک کام کرے...... سو مسٹر آتھم نے اسلامی شرط کے موافق کسی قدر اسلامی سچائی کی طرف جھکنے سے اپنا اجر پالیا۔ ہاں جب پھر بیباکی اور سخت گوئی کی طرف میل کرے گا۔ (انوار الاسلام ص الف، خزائن ج۹ ص۵۶)

(نوٹ: مرزا قادیانی کی عبارت اس کی کتاب انوار الاسلام ص ا تا ص۸ تک کا مصنف نے خلاصہ درج کیا ہے جو یہ ہے۔ مرتب!)

اگر ہم جھوٹ بولتے ہیں تو آتھم ہم کو اپنے گھر بلا کر ہمارے سامنے تین دفعہ کہہ دے کہ اس پندرہ ماہ کے عرصے میں مجھ کو اس پیش گوئی سے ذرا خوف نہیں آیا اور عظمت اسلام نے ایک لحظہ بھی میرے دل کو نہیں پکڑا۔ تو ایک برس کے اندر اندر مجھ پر ذلت کی موت آجائے۔ ہم اس اقرار پر فوراً ہزار روپیہ دے دیں گے اور جو لوگ عیسائی میرے مباحثہ میں مقابل تھے ان میں سے ایک مر گیا اور فلاں بیمار ہوا اور فلاں کو رنج پہنچا۔ وغیرہ وغیرہ! ہمارے یہ ثبوت دیکھ کر بھی اگر کوئی مولوی جو عیسائی مذہب کا مددگار ہے ہم کو جھوٹا سمجھے تو آتھم کو اس ہزار روپیہ کے لئے آمادہ کرے ورنہ وہ محض اوباش، بازاری بدمعاش اور بدفطرت کاذب مولود ناجائز حلال زادوں کے خلاف کرنے والا ہے۔ چونکہ آتھم کے مرنے کی پیش گوئی بہت کمزور اور مشکوک ہوگئی تھی کہ لوگ کہنے لگے مرنا کیا نئی بات ہے۔ بڈھا ہے مر جاوے گا مرزا جادو کرتا جانتا ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے آتھم کا

دل حق کی طرف پھیر کر موت سے بچالیا۔ انتہی ملخصاً!

(ضمیمہ انوار الاسلام ص ۱ تا ۸، خزائن ج ۹ ص ۵۵ تا ۶۲)

اے نام تو حرز بہر جان ودل من … وے احمد تو چوں خمیر آب وگل من
فضل تو اگر نہ رہنمائی کردے … فردوس بریں کجا شدے منزل من
آں ہادی لا نبی بعدی فرمود … مولاش بہ خاتم النبیین بستود
دجال بود ہر آنکہ امروز نبی ست … دجل ست ہمیں کہ لفظ جزئی افزود
سعد باچند آنکہ می دانی بگو … حق نشاید گفتن لا آشکار
نشکند عہد من لا سنگدل … نشود قول من لا بختیار
رفتیم بقادیان کلیسا دیدیم … بیمار ترین خلق عیسا دیدیم
کافر شدہ مدعی ابنیت حق … گردش بجود چند ترسا دیدیم
یک قاطع نسل ویک مسیحائے زماں … یک مہتر لال بیگیاں دوراں
اکنوں چوگدز بقادیانیت گاہی … ایں خانہ تمام آفتاب ست بخواں
نصیحت کسے سود مند آیدش … کہ گفتار سعدی پسند آیدش

نظم

نصیحت سنو ایک مرزائیو … نئے کادیانی مسیحائیو
سنو غور سے اس کو اک بار تم … تفکر کرو مل کے دو چار تم
ہوئے دام تزویر میں کیوں اسیر … سمجھے لگے کادیانی کو پیر
نہ عیسیٰ ہے یہ اور نہ ان کا مثیل … توجہ سے دیکھو یہ روشن دلیل
نہیں بلکہ یہ اک مسلمان بھی … حدیثیں پڑھو اور قرآن بھی
ہے نفرت اسے ان کے اعجاز سے … لکھا ان کو اک شعبدہ باز سے
تھے گوسالہ وش معجزے آپ کے … ہدایت میں نمبر نہ کچھ پاسکے
بنا آپ یزداں کا مرسل رسول … ہے وحی نبوت کا ہر دم نزول
سنا اور دیکھا ہے تم نے یہ سب … مگر ہے تمہارا تجاہل غضب
سمجھے ہو اب بھی مسلماں اسے … دیا اپنا سب دین وایمان اسے

مسیحائے موعود ہرگز نہیں ۔۔۔ یہ دجال ہے اک گدھا بالیقین
کوئی جوتشی یا کہ رمال ہو ۔۔۔ نجومی ہو یا صاحب فال ہو
اوڑا دے زٹل باز ایسا اگر ۔۔۔ کسی کے برے یا بھلے کی خبر
وہ ہو پست ہمت تو ہوگا ضرور ۔۔۔ طبیعت کو کچھ رنج یا کچھ سرور
عجب کیا کہ سن کر خبر موت کی ۔۔۔ رہا ہی ہو بے چین آتھم کا جی
طبائع کا یہ حال مشہور ہے ۔۔۔ کتابوں میں بھی اس کا مذکور ہے
کہ بیماریئے وہم ہے لاعلاج ۔۔۔ نہیں پاس لقمان کے اس کا علاج
جو آتھم کہیں سیر کرتا رہا ۔۔۔ فقط کید سے اس کے ڈرتا رہا
پڑا اس پہ کیا رعب اسلام کا ۔۔۔ جو کچھ خوف تھا کادیانی کا تھا
کسی اپنے چیلے سے مروا نہ دے ۔۔۔ کہیں سازش زہر کروا نہ دے
اگر حق سے ڈرتا تو کیوں بھاگتا ۔۔۔ خدا سے کہیں چھپتا پھرتا تھا کیا؟
اسے جھوٹا جھوٹا مادہ کہتا ہے صاف ۔۔۔ گناہ اس کا کیونکر ہوا یہ معاف
جو وہ ذرۂ خنجر سے بچ گیا ۔۔۔ مرا کیوں نہ جب اس نے یہ شر کیا
کیا اس نے کب حق کی جانب رجوع ۔۔۔ ہوا دل میں کب اس کے پیدا خشوع
بجز میرزا کون اس کا گواہ ۔۔۔ اور اس میرزا سے خدا کی پناہ
یہ درپردہ دشمن ہے اسلام کا ۔۔۔ نہیں خوف حق اس کے دل میں ذرا
یہ کرتا ہے بدنام اسلام کو ۔۔۔ سمجھتا ہے فخر اپنے اس کام کو
ہو جب جھوٹا اپنی ہی تحریر سے ۔۔۔ ہنسانے لگے لغو تقریر سے
کہ ہو خوب تضحیک اسلام کی ۔۔۔ ہے مطلوب شہرت اسے نام کی
اگر نکلے جھوٹ اس کی کوئی زٹل ۔۔۔ تو اسلام کے صدق میں کیا خلل
برس اور مہلت بہانے ہیں سب ۔۔۔ یہ دجال کے کارخانے ہیں سب
وہ آخر میں لکھے ہیں جو تین دن ۔۔۔ نہیں وہ بھی لکھے کسی شرط بن
نہ آتھم وہ الفاظ منہ سے کہے ۔۔۔ نہ دجال پر اس کا کچھ حق رہے
تم اس کی نہ بیجا حمایت کرو ۔۔۔ نہ اب اس کی تصدیق کا دم بھرو

کہ اس میں ہے توہین اسلام کی | کرو شرم اسلام کے نام کی
اہانت سے تم دیں کی ڈرتے نہیں | کہ تکذیب کاذب کی کرتے نہیں
پڑا ہو جو بدنام اسلام ہو | ولے کادیانی تمکو نام ہو
یہ ہے قول سعدی شیراز کا | تمہارے لئے بوستان میں لکھا
ہمی میردت عیسیٰ ازلاغری | تو دربند آنی کہ خرپروری

آٹھ اکتوبر۱۸۹۴ءکادن

کادیانیوں کے لئے بڑا ذلت کا دن ہے۔اس لئے سلطان محمد بیگ کی شادی محمدی بیگم سے ۷/اپریل۱۸۹۲ءکو ہوئی۔مرزا کادیانی نے کہا کہ سلطان اڑھائی سال یعنی ۷/اکتوبر۱۸۹۴ء تک مرجائے گا۔وہ نہ مرا۔مرزا کادیانی جھوٹا ہوا۔۸/اکتوبر۱۸۹۴ء کے حوالہ سے مولانا سعداللہ نے یہ نظم لکھی۔

کادیانی کی بد اقبالی | اور تاریخ خاتمہ دجالی
آئی ہے بکے عجب آٹھویں اکتوبر کی | کادیانی پہ غضب آٹھویں اکتوبر کی
روسیہ ہوگیا دجال دوبارہ دیکھو | ہے عیاں قدرت رب آٹھویں اکتوبر کی
ہے یہ کذاب کہ شاہد ہے ستمبر کی چھٹی | اور پھر اس کے عقب آٹھویں اکتوبر کی
ہوگئی تیری مسیحائی سراسر ابتر | کٹ گئی تیری ذنب آٹھویں اکتوبر کی
ہوتی کیوں ہوتا مباہل جو نہ عبدالحق سے | تیری ذلت کا سبب آٹھویں اکتوبر کی
گھر میں شادی سے نہیں پاؤں زمیں پر لگتا | تجھ پہ ہے قتل کی شب آٹھویں اکتوبر کی
بعض کے دل میں رہی تیس مہینے تشویش | منتظر تھے کہ ہو کب آٹھویں اکتوبر کی
لو مبارک تمہیں سلطان محمد عشرت | فضل مولیٰ سے ہے اب آٹھویں اکتوبر کی
ہوئے ہوشیارپور دیپٹی وراولپنڈی | منزل عیش وطرب آٹھویں اکتوبر کی
کادیانی نے ستایا تو بہت لیک ہوئے | دور سب رنج وتعب آٹھویں اکتوبر کی
ہوئے کافور جو کچھ چیلے رہے تھے باقی | جلوہ گر ہوگئی جب آٹھویں اکتوبر کی
کادیانی کی زباں کٹ گئی اپنے منہ سے | ہوگیا مہر بلب آٹھویں اکتوبر کی
ارے مرزائیو نا دانو زباں بند کرو | اب ہے کیا شوروشغب آٹھویں اکتوبر کی

نہ کرو دین کی توہین سکھاتی ہے تمہیں دین کا پاس ادب آٹھویں اکتوبر کی
کادیانی کو ہوا روسیاہی کا موجب ہند سے تا عرب آٹھویں اکتوبر کی
کادیانی کو دعا دیجئے رہے خوار وذلیل مل کے آمین کہیں سب آٹھویں اکتوبر کی

سن کے سعدی سے بتبر کی چھٹی یاروں نے
شوق سے کی ہے طلب آٹھویں اکتوبر کی

المشتہران: مسلمانان کوٹلہ مالیر، ۱۰ اکتوبر ۱۸۹۴ء

تنبیہ ثالث

بدل کر قافیہ تنبیہ ثالث
یہ لکھتا ہوں کہ ہو بیدار مرزا

نہ دے دشنام زشت اقوال مرزا گریباں میں ذرا منہ ڈال مرزا
مسیلمؑ اور مقنع انسود دلا گئی اور ایسے ہی دجال مرزا
ہوا معلوم تاریخ سلف سے بہت گزرے ہیں تیرے خال مرزا
ارے اسلام کے دشمن منافق ارے سماع اور اکال مرزا
کہاں وہ مہدئے آل محمد کہاں آلغوا کی آل مرزا
کہاں عیسیٰ مفیضؑ المال والے کہاں ملحف گدا کنگال مرزا
مسیح ومہدی موعود مت بن ارے او مسخرے نقال مرزا
گی کو اپنی ہم سے مت چھپا یوں پہن کر شیر کی تو کھال مرزا
کمینہ مرسل یزداں بنا تو ہوئے پیرو تیرے جہال مرزا
گناہ یہ سب گناہوں سے ہے بھاری بنا ہے جس کا تو جمال مرزا
اٹھائے انتظار وحی میں گر ترے منہ میں گرے پیخال مرزا
یہ منہ مانگی تجھے لعنت ملی ہے نہ لے لعنت سے منہ پر ڈھال مرزا
اگر عیسائیوں نے رحم کھایا سخن کو تو تو اپنے پال مرزا
رخ پر نور پر اپنے لگا لے ذرا سا چونا اور ہڑتال مرزا
سیاہی سے نہ ڈر رسا کھینچے گا تو ہو جائے گا مکھڑا لال مرزا

براہین کے ٹکے کھا کھا کے تو نے — پھلائے خوب اپنے گال مرزا
رسالوں کا بہت سے نام لے کر — کیا اپنا پرایا مال مرزا
ملائے خاک میں فخر وفصاحت[۲۲] — ترے سودوں نے اے دلال مرزا
تری ہنڈیا میں وہ بادام روغن — ہے خود کامی پہ تیری دال مرزا
طلاق[۲۳] وعاق یوں بے جرم کرنا — ترا ہی کام ہے بدفال مرزا
لگی ہے اس قدر فکر زن تو — کہ اب بھاتی نہیں وہ زال مرزا
طمع دی دھمکیاں بھی دیں کہ ہو جائیں — ترے ہوشیارپور سسرال مرزا
عمل جو ہو سکے تو نے کئے پر — ہوا ان کا نہ بیکا بال مرزا
اڑھائی سال سے سلطان محمد[۲۴] — ہے چست وچاک وخوش احوال مرزا
ترے اس کوسنے سے کم نہ ہوں گے — مقرر ہو چکیں آجال مرزا
ہوئے ہیں تین میں سے دو تو پورے — ترے بطلان کے مکیال مرزا
دم آخر ۳ سہ مرگی پیش گوئی — خریدا جان کا جنجال مرزا
ملک شہ اور گل شہ تیرے استاد — تھا اک جفار اک رمال مرزا
ہوا ظاہر کر بیت الفکر میں ہیں — سدا تیرے بھی اشغال مرزا
یقیناً خود غرض خود کام ہے تو — یہ کہتے ہیں تیرے افعال مرزا
نہ کہہ تو اپنی ان خود کامیوں کو — خدا کے ہیں یہ سب اعمال مرزا
جو دیکھے بھائیوں کے جیز[۲۵] مہتر — ترے منہ سے بھی ٹپکی رال مرزا
کیا تو نے خلاف اہل اسلام — بیان سورۂ زلزال مرزا
سلف کی ساری تفسیریں غلط ہیں — خیالی ہیں سبھی بھونچال مرزا
نبی کے معجزے ہیں کھیل بازی — نہ ہے جبریل نے میکال مرزا
مسیحائی کو تیری خوب جانچا — عقائد کی بھی کی پڑتال مرزا
یہ کیا الٹی مسیحائی ہے تیری — ارے بے شرم اوبطال مرزا
جدھر جاتا ہے تو آتی ہے آگے — نحوست بجز استقلال مرزا
مخالف کی ہو تیرے عمر لمبی — ترے مطلوب کو لے کال مرزا

خدا کی پیش گوئی کہہ نہ اس کو ارادے پر ہے وہ فعال مرزا
مرا آتھم نہ اب تک اور گزرا مہینے تین اوپر سال مرزا
نہ اس عرصے میں وہ ایمان لایا بس اب بک بک نہ کر محتال مرزا
رجوع قلب کیسا بن گیا وہ نصاریٰ کا گرو گھنٹال مرزا
تری تذلیل اور تثلیث بازی جو ہے کچھ خیر کا مثقال مرزا
اور اس سے ہو گئی غفران آتھم چلو سب اس کے تم دنبال مرزا
نہ ذکر قوم یونس کر کہ یونس تجھے ان کے غایت لاآمال مرزا
ترے الہام جھوٹے ہو چکے ہیں بہ ماضی وزمان حال مرزا
نہیں الہام ہیں اضغاث احلام ہے شیطان کر رہا انزال مرزا
ہیں ختم مرسلان حق محمدؐ بعہد حال واستقبال مرزا
رسول ومرسل شیطان ہے گر تو مسلّم ہے ترا ارسال مرزا
چلے گا اب نہ تیرا کوئی افسوں گلے گی اب نہ تیری دال مرزا
کمال بے حیائی کا نشان ہے بظاہر تیرا استقلال مرزا
نصاریٰ کے مقابل میں گرا تو وہی تیرا بھی دیکھا حال مرزا
اگر اب کے بھی مارے تو میں جانوں بڑا کہتا تھا اک بقال مرزا
تو گر کر چاروں شانے چت زمیں پر ندامت کو رہا ہے ٹال مرزا
شغالؒ وبوم وطباخہ کے قصے ہوئیں شائع تیری امثال مرزا
نکل آئیں پرانی گدڑیاں بس وہ مانگے کے تھے رنگین شال مرزا
دکھا کر کچھ دنوں تائید اسلام چلا پھر اپنی الٹی چال مرزا
کہ اوہام ووساوس میں بتوضیح کیا اسلام کا ابطال مرزا
سلف سے تاخلف کوئی نہ چھوڑا کیا ہر ایک کو پامال مرزا
مسلماں سب ہیں عیسائی یہودی ترے مذہب میں اب اے ضال مرزا
ہے تو چنگیز خان کی یادگار ایک ہلاکو کا پسر قتال مرزا
کہاں تک کینہ چنگیز خانی مسلمانوں سے اے ختال مرزا

وہ بیت الفکر بیت الکفر تیرا — ہے ضرب کفر کی ٹکسال مرزا
شکست کادیانی فتح اسلام — ہے دینداروں کی قیل وقال مرزا
بہت خوش دیکھ کر ہیں فتح اسلام — مسلمانان بااقبال مرزا
ستمبر کی چھٹی تاریخ پوچھ — بجے چوں عیدیئے اطفال مرزا
کہ عبدالحق نے مارا وہ مباہل — بزعم خود نبی مختال مرزا
غضب کے تیر برسے ہر طرف سے — ترا سینہ ہوا غربال مرزا
تری آنکھوں سے غم کا خون برسا — جگر اور دل ہوئے سیال مرزا
ذلیل ایسا ہوا تو یہ خدا کے — مسلمانوں پہ ہیں افضال مرزا
اگر مر جاتا اس عرصے میں آتھم — یہ تھا اک موجب اضلال مرزا
ترے چیلے ہوئے ہیں بہرے اندھے — دلوں پر لگ گئے اقفال مرزا
مریض دائی تو قطب مرمر من — یہ لنگ اعور ترے ابدال مرزا
انہیں میں سیالکوٹی ایک شاعر — تری مجلس کا ہے قوال مرزا
ترے آہنگ بے آہنگ سن کر — لگاتا ہے عجب سرتال مرزا
بنایا اس کو تونے اپنا حامد — لیا سانچے میں اپنے ڈھال مرزا
ترا خادم ہوا حامد سے خامد — غلامی کا لگا کر خال مرزا
لگا ہے بولنے پیچھے سے اک اور — یہ مدبر کون بد اقبال مرزا
بنے دجالچے دو چار خاصے — تری تصویر بالاجمال مرزا
ارے خامد ترا حارث خلیفہ — ہے شیطان آدمی تمثال مرزا
بڑھی دل میں تیرے بے حد شرارت — خدا کا دیکھ کر اہمال مرزا
جو تو نے سرکشی اسلام میں کی — ہوا یوں تیرا استیصال مرزا
نبی سمجھیں نہ اپنی پیش گوئی — یہ کیا اسلام سے چنڈال مرزا
قفس میں سے لگے اڑنے پرانے — نئے مت ڈھونڈھ اٹھا لے جال مرزا
نفاق اب چھوڑ آنکھیں کھول کر دیکھ — سلاسل اور وہ اغلال مرزا
نہ ہو بے باک یوں مرتا ہے آخر — ہے گھڑیاں گن رہا گھڑیال مرزا

قلم کو روک لے سعدی کہ اس وقت ہے غمگین وہ اضمحلال مرزا
رقیب کادیانی خوب جیتے
جگر خوں حضرت اخنس ہیں پیتے
بد اقبال اور خادم سیالکوٹی
رہیں دائم جگر کے زخم سیتے

یہ جماعت اے غلام کادیانی آپ کی
چاہتی ہے خوب مل کر خاک اڑانی آپ کی

دشمن دانا ہی اچھا سچ ہے ناداں دوست سے
مدح کے پیرائے میں کیا خاک چھانی آپ کی

اعتقادات و مسائل میں نہیں کچھ گفتگو
گالیاں ہم کو ہیں یا ہے مدح خوانی آپ کی

آپ کے چیلے ہمیں کوسا کریں کچھ غم نہیں
ہم پہ لازم ہے فقط درگت بنانی آپ کی

اس صدی میں آپ ہیں دجال کاذب بالیقین
یہ نبوت ہے بڑی پکی نشانی آپ کی

دین کے چور آپ جیسے کم ہوئے ہیں آج تک
رشک دزداں ہوگئی ہے پاسبانی آپ کی

حضرت خناس دجال زماں کیا حال ہے
موت سے بدتر ہوئی ہے زندگانی آپ کی

آپ جس کو موت دیں بڑھ جائے اس کی زندگی
جلد مر جائے ہو جس پر مہربانی آپ کی

موت پر موت آپ کو دی آتھم و سلطان نے
اہل دوزخ سے ہے بڑھ کر سخت جانی آپ کی

ہم نے جھوٹی بات یا گالی نہیں لکھی کوئی
آپ کے ہیں لفظ یا سچی کہانی آپ کی

نثر میں جو کچھ مکائد اور عقائد تھے رقم
نظم میں کر دی ہے ہم نے ترجمانی آپ کی

کہتے ہو پیری میں اب اسلام والے سب ہیں کور
دعوئ اسلام میں گزری جوانی آپ کی

کیا نہ تھے التقوا کے تین نورانی پسر
کیا نہ تھی وہ پاک دادی خواہ نانی آپ کی

مہدیئے آل محمد بنتے ہیں سید جناب
کیا غلط ہے کچھ نسب چنگیز خانی آپ کی

معجزات عیسوی کیا قابل نفرت نہیں
کیا نہیں یاں مسمریزی بدگمانی آپ کی

مرسل یزداں نہیں کیا آپ یا احمد رسول
ہے بہ عنوان ازالہ ہذیانی آپ کی

سیالکوٹی خادموں کے اب بھی مرسل ہیں جناب
عذر بدتر از گناہ ہیں سب زبانی آپ کی

آپ پر لعنت ملامت جس قدر ہم سے ہوئی
حارث پنجاب ہم نے شرط مانی آپ کی

زندہ ہے سلطان محمد اور گزرے تین ماہ
حضرت کاذب کہاں ہے لن ترانی آپ کی

باکرہ آئے گی ورنہ بیوہ ہوکر آئے گی — دھمکی اناراژدھا تھی ڈرانی آپ کی
اب یہ کہتے دل میں ڈر کر ہم سے اس نے دی طلاق — بن سکے جس سے وہ زوجہ بارثانی آپ کی
نفی استماع کیجئے کیجئے ناقال اسے — حیلہ بازی بے حیائی ہے پرانی آپ کی
عام مجمع میں قسم دینے پہ پھر اصرار ہو — گر کرے تکذیب سے قطع لسانی آپ کی
گر نتیجے کی شہادت پیش ہو مانیں نہ آپ — گزری ہے التوام الامانی آپ کی
جب سے عیسیٰ بن کے آئے ساتھ آئی آپ کے — زرد یہ ردائے زعفرانی آپ کی
کر گیا ہلکا بشیر اچھی طرح سے آپ کو — آتھم وسلطاں لے کھودی سرگرانی آپ کی
حافظ وناصر اگر ہو جان کا مولیٰ کریم — کیا ضرر پہنچا سکے نقصاں رسانی آپ کی
اہل دیں لا تخلف المیعاد سے ہیں جانتے — سر بسر الحاد ہے طرز معانی آپ کی
دن نویں دسویں مہینے کا چھٹا اور آٹھواں — فیل ہونے کی ہے تاریخ امتحانی آپ کی
تار ٹوٹا ہو کہیں تو لگ سکے پیوند اسے — کیا بنے جب سر بسر ٹوٹی ہو تانی آپ کی
اسپرام کادیانی کا نہ لکھا کچھ جواب — دیکھتے ہم بھی طبیعت کی روانی آپ کی
فتح اسلام وشکست کادیانی پر ہوئی — زشت تر از صد خاموشی خوش بیانی آپ کی
آپ کی تکذیب کا پھل دے گئی ہے آپ کو — اصل ثابت اور فرع آسمانی آپ کی
ہے حرامی جو مغل سے فارسی سید بنے — آپ کو ہے خوار کرتی نکتہ دانی آپ کی

خدمت اسلام سعدی کو یہ حق نے کی عطا
کھول کر لوگوں کو دجالی دکھائی آپ کی

حاشیہ جات

۱ قولہ الہام سے جتلا دیا۔ الخ! نئے مسیحیو جائے غور ہے کہ خدا نے تو تمہارے مسیح کو رجوع بحق کی اطلاع دی اور ادھر آتھم بدستور تمہارے مسیح کی تکذیب کر رہا ہے۔ اگر کسی قدر رجوع بحق وعدہ موت کو ٹال دیتا ہے تو آتھم کی موت سے ہاتھ دھوئے۔ کیونکہ تمہارے مسیح نے اس کو نہ مرنے کا ایک نسخہ مجرب بتا دیا ہے۔ جب قادیانی اس کے مرنے کی پیش گوئی کرے گا تو وہ قریب ختم میعاد کے رجوع بحق کی گولی نوش کر کے وعدہ موت سے بچ جایا کرے گا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ اطلاع ہمارے خداوند کریم کی طرف سے نہیں۔ بلکہ کادیانی کے مہربان شیطان نے یہ سبق

بڑھاپا ہے کہ چل بچہ کوئی اور رنگ بدل لے۔ جہاں میں احمق بہت ہیں کہ تیرے رنگ سے ہم رنگ ہوکر دارین کی سیاہی سے روسیاہ کیا کریں گے اور اگر کسی قدر رجوع بحق موت سے بچانے کا مستحق ہے تو خود مسلمانوں سے کوئی بھی نہ مرنا چاہئے۔ کادیانی کی اس نادانی پر تمام کفار ہنود وغیرہ ہنستے ہیں کہ بے حیاباش ہرچہ خواہی کن۔ اس نازک زمانہ میں کون پوچھتا ہے۔

۲؎ قولہ وعدہ موت۔ الخ! یہ وعدہ قبل از وقت موت تھا یا عین وقت پر بہرکیف دونوں احتمال باطل ہیں۔ کیونکہ وقت موت سے قبل مرنا یا وقت مقرر سے تاخیر ہونا حکم الٰہی کے برخلاف ہے۔ ”واذا جاء اجلهم لا يستأخرون ساعة ولا يستقدمون“ یعنی جو وقت موت کے لئے مقرر ہے۔ اس میں کبھی تقدیم اور تاخیر نہیں ہوسکتی۔ شاید کادیانی کو اپنا اصلی مذہب کہ احکام الٰہی میں بھی نسخ کو گنجائش نہیں۔ فراموش ہوگیا ہے۔ دروغ گورا حافظہ نباشد!

۳؎ قولہ نیک کام کرے۔ الخ! ”ومن يعمل مثقال ذرة شرا يره“ یعنی جو شخص ایک ذرہ بھر بھی بدکام کرے وہ اس کی سزا پائے گا۔ اس آیت کو کادیانی نے اس لئے ذکر نہیں کیا کہ اس سے اس کا سزا یافتہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی نے اپنے جھوٹے دعویٰ کی وجہ سے کہ میں مسیح ہوں اور مسیح بن مریم انتقال کر چکے ہیں۔ وہ دوبارہ دنیا میں ہرگز نہیں آئیں گے۔ تو یہ ایک ایسا برا کام ہے کہ جس کی کوئی نظیر نہیں۔ خداوند کریم نے اس بدعملی کی شامت سے مرزا قادیانی کو تمام زمانہ میں رسوا کیا اور پوری پوری سزا دکھائی کہ وہ پیش گوئی جو کہ ہر طرف مشتہر ہورہی تھی۔ صاف جھوٹی نکلی اور ہر طرف بدنامی کا اشتہار پھرا۔ افسوس ایسی زندگانی سے مرنا کئی درجہ اچھا ہے۔ ہم مکرر یاد دلاتے ہیں کہ پہلی آیت کی رو سے بقول کادیانی جب عبداللہ آتھم کے نہ مرنے کی دلیل تراش ہوسکتی ہے تو دوسری آیت سے خود مرزا قادیانی کے ذلیل ہونے کی کافی دلیل مفہوم ہوسکتی ہے۔

۴؎ قولہ کسی قدر اسلام کی طرف۔ الخ! یہ سراسر بہتان اور افتراء ہے۔ کیونکہ کسی قانون شرعی سے یہ ثابت نہیں کہ کسی قدر اسلام قبول کرنے سے موت کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ اسلام کسی کے مرنے یا نہ مرنے کا ضامن نہیں۔ ہاں عذاب اخروی سے بچانا اسلام کا کام ہے۔ ورنہ لازم آتا ہے کہ بزعم خود مسیح کادیانی جو کہ معدن الحسنات والبرکات ہونے کا دم مارتا ہے۔ عالم فانی سے انتقال نہ کرے۔ بلکہ ہمیشہ کرسی نشین زندگانی ہوکر محافل فتن اور مفاسد کو گرم رکھے۔

۵۔ قولہ بیباکی اور گستاخی۔ الخ! سچ ہے کہ بحکم: ”کل نفس ذائقة الموت “ضرور ہی مرے گا۔ اس وقت قادیانی بول اٹھے گا کہ میری پیش گوئی کے سبب سے مرا ہے۔ مگر یہ سراسر ابلہ فریبی اور دھوکہ بازی ہے۔ کیونکہ اس میں مرزا قادیانی کی کچھ خصوصیت نہیں۔ ایسی پیش گوئی ہر کوئی کرسکتا ہے کہ فلاں شخص جب گستاخی اور بے ادبی کرے گا تو ضرور مرے گا اور دو چار اشتہار اس مضمون کے اطراف واکناف میں شائع کئے جاویں کہ فلاں شخص کی بھی سزائے موت مقرر ہوچکی ہے۔ پھر جب وہ مر جاوے اسی وقت مسیح پن کا دعویٰ ہوسکتا ہے۔ الغرض ایسی پیش گوئیوں کی رو سے تو ہزاروں لوگ مسیح اور مہدی ہونے کے مستحق ہیں۔

۶۔ قولہ اگر میں جھوٹ بولتا ہوں۔ الخ! (انوارالاسلام ص ب، خزائن ج۹ ص۵۷)

سبحان اللہ! قادیانی کو اب تک اپنی راست بازی اور نیک نیتی کا خیال چلا جاتا ہے اور افتراء سازی اور دروغ گوئی کا خمار سر سے نہیں اترا۔ ذرا ہوش میں آیئے اور خیالات فاسدہ سے ہاتھ دھو دیجئے کہ اس بوڑھے پرانے مسیحی (آتھم) نے آپ کی جھوٹی نئی مسیحیت کے پاش پاش کرنے کے لئے اخباروں اور اشتہاروں کے ذریعہ سے آپ کی تکذیب اور بدنامی کو تمام عالم میں مشتہر کردیا۔

۷۔ قولہ دل کو نہیں پکڑا۔ الخ! (انوارالاسلام ص ب، خزائن ج۹ ص۵۷)

بے شک اسلام کی عظمت کا ایسے شخصوں کے دلوں کا پکڑنا تیرہ سو برس سے مسلم ہے کہ اسلام نے کل مسلمانوں کو اطلاع دے دی کہ یہ اہل کتاب نصاریٰ اور یہودی قرآن کریم اور نبی مکرم ﷺ کو اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پاتے ہیں اور اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے ہیں۔ لیکن دشمنی اور عناد سے نہیں مانتے اور ایمان نہیں لاتے۔ یہی وجہ تھی کہ جب نصاریٰ کو مباہلے کے لئے بلایا گیا تو نبی علیہ السلام اور اہل بیت کرام کے مقابلے میں لعنة اللہ علی الکاذبین کہنے پر ان کا حوصلہ نہ ہوسکا اور بھاگ نکلے۔ یہ بڑی صاف دلیل ہے کہ وہ اپنے عقائد باطلہ کو دل سے صحیح نہ سمجھتے تھے اور اسلامی عظمت نے ان کے دل پکڑے ہوئے تھے۔ لیکن دل میں اس طرح سے حق کی طرف رجوع کرنا اور عقائد باطلہ کو غلط سمجھنا کسی طرح سے عمل نیک نہیں ہوسکتا۔ بلکہ یہ نہایت درجہ کی بیباکی اور سرکشی ہے۔ یہ تو کاذب قادیانی کا کام ہے کہ اس کا نام رجوع بحق رکھے اور اس پر خیر ابیرہ کو پڑھے۔ عجب بات یہ ہے کہ شیر ابیرہ قادیانی کو یاد نہیں آتا۔ حالانکہ آتھم میں

ہزاروں طرح کے شر ور خصوصاً تثلیث باری موجود تھی تو معلوم ہوا کہ یہ دونوں آیتیں تقسیم ہو کر آئی ہیں۔ پہلے آتھم کے بارے میں اور دوسری خود کادیانی کی شان میں۔

۸ قولہ ہزار روپیہ دے دیں گے۔ الخ! (انوار الاسلام ص ب، خزائن ج ۹ ص ۵۷)

ہم جانتے ہیں کہ آپ نے اس جھوٹے دعویٰ کی وجہ سے بہت کچھ کمایا ہے۔ مگر بہتر ہے کہ مسکینوں اور محتاجوں کو کھلائیں یا کوئی مسجد اور تالاب وغیرہ بنوائیں۔ ناحق ایک ہزار روپیہ کا بدرہ کھو کر زیادہ بدنامی اور روسیاہی نہ کرائیں۔ یکے نقصان مایہ دیگر شماتت ہمسایہ کا مضمون شاید گلستان میں پڑھا ہوگا۔ ملحوظ رکھیں۔

۹ قولہ اگر ایک سال میں فوت ہو گئے۔ الخ! (انوار الاسلام ص ب، خزائن ج ۹ ص ۵۷)

یہ تو پرانے عیسائیوں کا حال ہے۔ اب ذرا اپنے نئے مسیحوں اور مرزائیوں کی فہرست کا ملاحظہ کیجئے کہ انہوں نے اس پندرہ ماہ کے اندر کیا کیا صدمے اٹھائے۔ آپ کے پیارے مہربان مولوی نورالدین کا بیٹا اسی میعاد کے اندر مرا اور آپ کے دو نئے مسیحی مرزائی جو کہ بہت عرصہ سے جان نثار مرید تھے پرانے عیسائیوں نے خونخوار نہنگ کی طرح نگل لئے اور جن جن کی خاطر آپ نے مباحثہ کیا تھا۔ انہوں نے جناب کو جھوٹا کذاب مفتری سمجھ کر اپنے اسلام قدیمی سے بھی ہاتھ دھولیا اور آپ نے سخت بیماریوں کے صدمے اٹھائے۔ جیسا کہ علاج کرانے کے لئے لاہور میں جانا آپ کا ایک پختہ مرزائی کے خطوط سے ثابت ہے۔

۱۰ قولہ بازاری بدمعاش۔ الخ! (انوار الاسلام ص د، خزائن ج ۹ ص ۶۰، ۶۱)

یہ بھنگیوں جیسی گالیاں شاید بھائی امام الدین لال بیگی سے ورثہ پایا ہے۔ سو ایسے کلمات قبیحہ کی نسبت ہم کو اپنی طرف سے کچھ جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ انشاء اللہ! خود بخود اوروں کی طرف سے بھی صاف صاف گالیاں مزیدار جناب کی جناب میں نذر ہوں گی۔ از بیار یک اشارہ و از ما بسر دویدن۔ لوگ تھوڑی سی بے تہذیبی کے منتظر تھے۔ اب دیکھئے بے تہذیبی کے بڑے بڑے طومار تبرکی ہفتہ وار خدمت میں ارسال ہوتے رہیں گے۔

۱۱ قولہ کمزور اور مشکوک۔ الخ! (انوار الاسلام ص د، خزائن ج ۹ ص ۶۲)

کادیانی کے فرضی خدا نے جو مخالفوں کے اعتراض کو تسلیم کر کے آتھم سے موت کو ٹال دیا اور یہ نہ سمجھا کہ میرے بیٹے پیارے مسیح کو مخالفین بہت ستائیں گے اور تحفہ عشق اعتراضات بنائیں گے اور

ہر طرف سے ندامت اور ملامت کے تیر برسائیں گے۔ اگر اس پیش گوئی کو صادق کر دیتا تو ہزاروں نادان آپ کے مطیع فرمان ہو جاتے اور پرانے مرید علم الیقین سے ترقی کر کے عین الیقین کے مدارج حاصل کرتے۔ اگر آپ سچے ملہم ہوتے تو آپ کو یہ بات بھی الہام سے معلوم ہو جاتی کہ آتھم کی موت لوگوں کے اعتراضوں سے مشکوک اور کمزور ہوگئی ہے تو قبل اختتام میعاد کے یہ شائع کرتے کہ فلاں پیش گوئی فلاں تاریخ سے تبدیل ہوگئی اور چیف کورٹ کے مقدمات کی طرح اس کی تاریخ بڑھ گئی ہے تو شاید کوئی نادان اس کو قبول کر لیتا۔ اب چونکہ آتھم کی موت کی تاریخ سے کئی دن زیادہ گذر لئے اور فیصلہ قطعی ہو لیا تو آپ نے یہ الہامی اشتہار جو کہ سراسر دروغ گوئی اور افتراء سے مالا مال ہے۔ شائع کیا اب ایسی پوچ باتوں کو کون سنتا ہے اور بے اصل عذروں سے کیا ہو سکتا ہے۔ افسوس کہ آپ نے الہام کو بدنام کیا۔ تمام لوگ ہنستے ہیں۔ اگر ایسی چیز کا نام الہام ہے کہ جس کے کبھی کسی موقع میں صداقت نہیں پائی گئی تو اب کہیے دروغ اور افتراء کس چیز کا نام ہے۔ بہتر ہے کہ مسیح پن اور الہام بازی سے توبہ کر کے اسلام قدیم کو سرسبز کریں۔ آمین! راقم خیر خواہ اسلام بندہ محمود گنجوی عفی عنہ، اقبال طالبعلم سکاچ مشن کالج سیالکوٹ!! اب معلوم ہوا کہ نئے مسیح دجال کادیانی کا چپقسا بھی آپ نے لے رکھا ہے۔ آپ کی نظم میں بھنگیوں کے تلازمات اس بات کے شاہد ہیں کہ آپ بھنگیو ں کے چچا پیر یعنی امام الدین لال بیگی کے اخ مکرم غلام دجال کادیانی کے چیلے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے گندے تلازمات آپ کے دماغ سے برآمد ہوئے۔ بیشک تاثیر اسی کو کہتے ہیں۔ چونکہ اسی چچا پیر کا قصہ ضرورۃ سعدی سلمہ اللہ کی نظم میں ہے۔ اسی لئے ہر بیت آپ کی نظر میں خاک چاٹ کر بیت الخلاء اور اشعار گوہر بے راہ ہیں۔ ہر شعر میں اسی بھنگیوں کے چچا پیر کا نام مرزا موجود ہے۔ جو آپ کو بیت الخلاء اور گوہر بے راہ دکھائی دیتا ہے۔ چونکہ ان اشعار سے کادیانی پر ایک موت وارد ہوگئی ہے۔ اس لئے ہر اک شعر کو بغیر یا کے موتی کہنا بھی بجائے خود ہے آپ کا مصرع

دین اور ایمان کی دم میں واہ نمدہ دے دیا

بیشک آپ کے دین اور ایمان کی دم میں (جو مرزا قادیانی ہے ایسا نمدہ دیا ہے کہ کہیں رجم کی رے کہیں موت کا میم ہے اور اب لعنت کا نام آپ کے اس پر خواہ فرمائش لگائیں خواہ آزمائش کادیانی ایسا ڈھیٹ ہے کہ لات تک نہیں ہلائے گا اور اس نمدے سے اور بھی بیباک ہو گیا ہے۔

ناظرین کو یاد رہے کہ قادیانی کے عذر توڑنے کے لئے اس کے اس الہامی اشتہار کا

کچھ مختصر جواب نیچے کے فوٹو میں لکھا گیا۔

راقم: خیرخواہ اسلام، بندہ محمود گنجوی عفی عنہ حال وارد کوٹلہ مالیر

۱۲ جن میں تیس جھوٹے دجالوں کے آنے کی خبر ہے کہ وہ ہر ایک اپنے آپ کو نبی رسول گمان کرتا ہوگا۔

۱۳ خداتعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کے حق میں فرمایا ہے۔ ''ماصلبوہ'' یعنی یہود نے ان کو سولی نہیں چڑھایا۔ کادیانی نیم یہودی ونیم نصرانی کہتا ہے۔ سولی پر ضرور چڑھایا تھا۔ خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین ہیں۔ کادیانی کہتا ہے کہ بالکل باب نبوت مسدود نہیں ہوا۔ یعنی کادیانی جیسے اب بھی ۱تا۲ نبی نکل سکتے ہیں۔

۱۴ (ازالہ اوہام ص۳۰۹، خزائن ج۳ ص۲۵۷،۲۵۸ حاشیہ) میں معجزات عیسوی کی نسبت کہتا ہے۔ ''اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو ان اعجوبہ نمائیوں میں ابن مریم سے کم نہ رہتا۔'' ملخصاً!

۱۵ (ازالہ ص۳۲۲، خزائن ج۳ ص۲۶۳ حاشیہ) بہرحال یہ معجزہ ایک کھیل تھا جیسے سامری کا گوسالہ۔ ملخصاً

۱۶ (ازالہ ص۳۱۱، خزائن ج۳ ص۲۶۳) ''ہدایت اور توحید اور دینی استقامتوں کے دلوں میں قائم کرنے میں حضرت عیسیٰ کا نمبر ایسا کم رہا کہ قریب قریب ناکام کے رہے۔''

۱۷ (تاکمل ازالہ، خزائن ج۳ ص۱۰۱)۔ دیکھو مرسل یزدانی۔

۱۸ (ازالہ ص۶۷۳، خزائن ج۳ ص۲۶۳) ''میں بشارت عیسوی احمد رسول خود ہی بنتا ہے۔''

۱۹ توضیح کا نہایت مشہور ص۱۹، خزائن ج۳ ص۶۰۔

۲۰ کادیانی کی شکست اور فتح اسلام کے بارے میں مختصر تقریر میں لکھتا ہے کہ آتھم خوفناک حالت اور وہم وسراسیمگی سے شہر بشہر بھاگتا پھرا۔

۲۱ دیکھو نور افشاں ۲۱ر ستمبر ۱۸۹۴ء، تحریر آتھم۔

۔ اس سے یہ ثابت نہ ہوگا کہ اس نے اس کا مذہب بھی سچ مان لیا ہے۔

۲۲ جیسا ولادت بشیر پر خوشخبری کا پرچہ اور انجام مباحثہ پر اپنے لئے سیہ روئی اور سولی وغیرہ کا منظور کرنا۔

۲۳ جیسے تقریر دل پذیر بر وفات بشیر اور مندرجہ بالا مختصر تقریر۔

۲۴ یعنی اگر آتھم اپنے معبود کا عجز برس روز اور زندہ رکھنے سے ظاہر کرے تو ہم صرف تین دن کی مہلت دیں گے۔ دجال کیسے فریب کی تقریر لکھتا ہے۔ یاد رکھے مسلمان ایسے فریبوں میں نہیں آتے۔ عیسائیوں نے تو حضرت عیسیٰ کو معبود مانا ہے۔ وہ تو کیا کریں گے۔ انبیاء علیہم السلام بھی بغیر اطلاع خداوندی کوئی دعویٰ نہیں کر سکے۔ آتھم کادیانی جیسا خبیث نہیں ہوسکتا کہ جو کچھ چاہے کردے۔ پھر جھوٹا ہو کر بھی جھوٹا نہ ہو۔

۲۵ یہ چار دجال گزرے ہیں۔ ان کا مختصر حال گیدڑ نامے کے اخیر میں ہم نے لکھ دیا ہے۔ شائقین وہاں دیکھیں۔

۲۶ حضرت عیسیٰ کے زمان برکت توامان میں مال اس قدر ہوگا کہ کوئی زکوٰۃ لینے والا نہ ہوگا اور کادیانی کا گزارہ ما نگ کھانے پر ہے۔

۲۷ صاحبزادہ افتخار احمد اور غلام قادر فصیح مریدان مرزا اس سے خوب واقف ہیں۔

۲۸ دیکھو اشتہار نصرت دین کادیانی۔

۲۹ ساکن قصبہ پٹی علاقہ قصور میں جس نے مرزا قادیانی کی مطلوبہ سے حسب احکم شرع اسلام نکاح کیا ہے اور کادیانی نے اس کو اڑھائی سال کے اندر مرنے کی دھمکی دی ہے اور اس کو بھی مرگ آتھم کی طرح اپنے معیار صدق وکذب بتایا ہے۔ یہ اڑھائی سال بھی پورے ہو چکے۔

۳۰ ٹکڑے بتلی۔

۳۱ یہ تین مثالیں گیدڑ نامہ میں عمدہ طور سے مرزا قادیانی کے مطابق کر کے دکھائی گئی ہیں۔ قابل دید ہیں۔



انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

حقوق

حضرت مولانا محمد سعد اللہ لدھیانوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

مرزا کہ بدین گشت لقب دجالش
صد شکر کہ حق نمود استیصالش
قد خاب من افتری بیان حالش
وان حال بہ قطع قادیانی سالش

حقو حق

نکھیڑا ہویا ہن کی جھوٹھے بولن
ہن ڈاڈھے بے شرم ہے اس تھیں پچھے بی موتہہ کھولن

اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم!

”ان اللہ لا یصلح عمل المفسدین (یونس)“

جادوگراں نوں حضرت موسیٰ آکھیا حشر دھاڑے
کم فسادیاں دے نوں اللہ پاک نہ راس اتارے
جد حق ڈٹھا جادوگر ایمان لیائے آہے
عبدالحق دے آگے ڈھیٹھا مرزا اجتاں ڈاہے

”قل ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون (یونس)“

نبی نوں رب فرمایا جیہڑے جھوٹھ اللہ پر لاون
آکھ نہ تکسن اوہ الزاموں اتے مراد نپاون
انکل رملیاں دی بی کدی کداہیں سچ ہو جاوے
مرزا جھوٹھ اللہ پر لاوے کدی مراد نپاوے

”ویوم القیامۃ تری الذی کذبوا علی اللہ وجوھھم مسودہ (الزمر)“

حشر دھاڑے دیکھیں گا توں اسے لکھن والے
اللہ اوپر جھوٹھ جو بولن منہ انہاں دے کالے
غضب الٰہی ہن بی وقت ضرورت جد کدی آوے
ایہاں جیہاں دا ایتھے بی منہ کالا کر دکھلاوے
مرزے تائوں ودھ کسے دا منہ کالا کد ہویا
منہ کالا گل رسا اپنے موہوں من کھلویا

”ولنذیقنھم من العذاب الادنی دون العذاب الاکبر لعلھم یرجعون (سجدہ)“

بدکاراں نوں اسیں چکھاساں وتیا دیچ عذابوں
وڈے عذاب تھیں اسے بھلا ہے جرٹن اس کم خرابوں
ربا فضل کرم تھیں دیہہ سعد اللہ نوں توفیقاں
سعی مبارک تے مشکور جو رد کرے زندیقاں
نیت خالص قسمت کرتاں چنگے عمل کماوے
بخش ایمان جو پڑیاں نوں بھی نیکیاں کر دکھلاوے

دوہاں جہاناں وچ کھلیاناں ویکھیں بار خدایا   ایتھے اوتھے رحمت داتوں رکھیں سر پر سایا

"وقالوا لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر (ملک)"

کافر کہن دوزخ وچ جے حق اسیں سندے بجھدے   تاں نہ دوزخیل وچ ستاں اگ وچ بھجدے
مرزائیو اج حقوق سنو انصاف کماؤ   مرزے نوں تاں احمد مرسل نبی رسول بناؤ
کھوہ وچ پیا مثیل مسیح محدث ولی مجدد   نبی بنے نوں کتے پھوکن اہل حدیث مقلد
اہل اسلام نوں چھڈ کے مرزا تساں خلیل بنایا   پچھوتا سو دھوکھا دسی اوہ جدوں یاد آیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

اللہ پاک نوں سراہاں   یاری اسے دی میں چاہاں
منگاں اوہدیاں پناہاں   کران اوس نوں سجود میں
جاواں نبی دے قربان   مناں اوسے دا فرمان
جیہڑا لیایا ہے قرآن   بھیجاں اوس تے درود میں
وچ قادیاں دجال   اک اوٹھیا رمال
کیتے مکر والا جال   عیسیٰ مارنے دا شوق ہے
عیسیٰ نبی آپ بنے   سکھو کجھ مہدی سنے
پیش گوئیاں اوسے تنے   گل لعنتاں دا طوق ہے
نور دین ہے مشیر   اوتوں چیلا وچوں پیر
کیتا مرزے نوں اسیر   گل پایا پھاہا نیچری
دھوکھا کھان مسلمان   جیہڑے دین تھیں انجان
پڑھے ظاہرا قرآن   اندر گتی آہا نیچری
دیکھو ذات دا مغل   بنے احمد رسولے
دیوے دعویاں نوں طول   زور کفر وچ لاؤندا
اک بھائی لال بیگ   چٹے چوڑھیاں دی دیگ
اک کھسریاں دے نیگ   مردی اپنی چڑھاؤندا

لائی گپ قادیانی الہام دی نشانی
ایہہ نشان آسمانی میری دیکھو پیش گوئی ہے
ڈھائی سال درمیان مر جاؤ سلطانے
سوا برس دا نشان موت آتھے دی ہوئی ہے
کہے کر کے پیش گوئی لوکو جی ایہہ جھوٹھ ہوئی
کیہو جھوٹا سب کوئی رسا میرے گل پائیو
سولی رکھیو تیار نالے دیئیو پھٹکار
میری ایہو ہے معیار کالس ایس منہ لائیو
سچ سیانیاں نے کیہا شک کسی نوں نہ رہیا
کادیانی ایہا جیہا ارڑپوپو جب جنگ ہے
پتر جے سناوے دئی جے اوست جاوے
کہے موت تھیں ڈراوے سوٹے ہیٹھ راہدی ٹنگ ہے
داہبے عالماں نوں دسے اپنے آپ سچے رہے
پھیر فتویاں تھیں نسے جیہڑی جھوٹھیاں دی چال ہے
کھلی اہدی سب ٹھگی قلم عالماں دی وگی
سلیمانی مہر لگی کادیانی دجال ہے
سعدی اللہ دا احسان اوہ وڈا مہربان
رکھ لئے مسلمان اہدے کفر والے پھندیوں
کیتا اہدا منہ کالا دتی لعنتاں دی مالا
کرے اسے بی بے نالا بھلا ایس کموں گندیوں

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

بر بست چو کادیانی الہامے چند بازار نمود گرم ایامے چند
کارش ہمہ غش وہر متاعش کاسد بدنام کنندۂ نکونامے چند

چوں سوئے مال کادیانی بنی
قدخاب من افتری عیانی بنی
سلطان بمراد خویش وآتھم زندہ
گمنام نشان آسمانی بنی

وھو الفتاح العلیم

ونصلی علی رسوله الکریم وآله الفخیم!

حمد اللہ نوں جس نے سرجیا دھرتی انبر تائیں   لکھ صلوٰۃ سلام محمدؐ پاک پیمبر تائیں
نالے اوس دے آل ازواج اصحاباں تابعداراں   ہور رسولاں نبیاں اوتے کہاں سلام ہزاراں
احمد مرسل ختم نبیاں سب قوماں دا ہادی   اوہ بشارت روح اللہ دی دعا خلیل اللہ دی
ختم نبیاں آیا رحمت فضل ہدایت کارن   رب نے بھیجا خاص مہاتا اوہ ڈبدیاں نوں تارن
دبیاں نوں اوس بھائی بنایا ویر وکھودہ ونجائے   اگدے ٹوئے اندر ڈگدے باہوں پکڑ بچائے
ہر دم کرئے اللہ پاک دی نعمت دا شکراناں   نبیؐ رؤف رحیم اوس بھیجیا کارن اہل ایماناں
جس نے سچیاں خبراں دتیاں فتنیاں کنوں ڈرایا   فتنیاں ویلے دین تے ثابت قدم رہن فرمایا
جو کوئی اوسدیاں خبراں منے اوہ نصیباں والا   عربی ہندی روسی رومی گورا خواہی کالا
آکھیس اوس گھڑی تھیں پہلوں جھوٹھے تیہ اک آون   نبی نہیں کوئی میرے پچھے پر اوہ نبی کہاون
جھوٹے کئی مسیح آون گے عیسیٰ خبر سنائی   آخر میں آسماناں آواں نال جلال خدائیؑ
دجالاں دی بڑی نشانی اج نبوت دعوا   جزئیؑ کلی قسماں ہن سب دھوکے مکر بھراوا
ایسے جھوٹے نبی کئی ہو گزرے ہن اج تائیں   خوار ہلاک اونہاں نوں کیتا آخر اللہ سائیں
قادیاں وچ اونہاں دا بھائی اج کل ہور اک آیا   پیش گوئیاں رمالاں والیاں کر کر شور مچایا
آکھے میں ہاں آیا اوہ بشارت عیسیٰ والیؑ   سبھ دجالاں نالوں ودھ کے کیتی اس دجالی
ناؤں غلام احمدؐ پورے سال پنجاہ سدا کے   احمد آپ رسول اوہ بنیا ظالم آخر آکے
دیکھو قدرت رب دی نالے آپ مسیح سدایا   عیسیٰ نبی دا اوہ فرمودہ کیہا صادق آیا
آپے کیہا نہ مختی پاؤ سمجھو اہل ایمانو   مرن سچے تاں سلطان تے آتھم مینوں جھوٹھا جانو
میرے جھوٹھ تے سچ دی لوکو ہوئی ایہ کسوٹی   رنڈی تیہ ماہاں دے وچ سلطان دی ہوسی وٹی

آتھم نے مرجاناں سوا برس تھیں اگے اگے — چالکیاں مارن شرطاں لادن چیلے احمق ڈھگے
سنت رب دی کدی نہ بدلی ہن بی ہوئی اوئویں — منہ کالا دجال دا ہویا زندے رہے اوہ دوئویں
اپنی آپ کسوٹی اوپر خوب گیا آزمایا — اللہ پاک نے فضل کیتا اس صدمیوں دین بچایا
جے کتے ہندی موت انہاں دی لکھی تے لوہر جاندے — ایہ دجال خدا بن بہندا جاہل دھوکھا کھاندے
وانگ دوپہرے ظاہر ہویا ہن اس دا منہ کالا — چیلیاں دی بی اکھاں اگوں لیہ گیا دھند تے جالا
بعضے دل دے انھے اکھاں میچیں جیٹھے ورتے — دور گئے گمراہی وچ ایسے مول نہ پرتے
کھول حقیقت اس دی تینوں سچو سچ سناواں — کھسریاں[؟] چوہڑیاں پیری دیکھی کیتی ریس بھراواں
دنا مسلماناں نوں دھوکھا مونہوں کلمہ کہہ کے — نوکری چھٹی فیل ہویا مختاری[؟] دے وچ بہکے
پہلوں کیہا مجدد ہاں میں پھیر محدث بنیا — بنیا آخر مرسل نبی ہلاکو خاں دا جنیا
عیسیٰ بنیا مہدی بنیا حارث بنیا آپے — ابنیت دے دعوے ظالم وچ کتاباں چھاپے
جس نوں کرے ہدایت اللہ سدھے راہ اوہ چلدا — جس نوں اوہ توفیق نہ دیوے گمراہی دچ گلدا
سنجھ سویرے رات دوپہرے شکر اللہ دا کرے — منگدے سے جے اس دا فضل عذابوں اوس دیوں ڈرئیے
وعدہ وعیداوس دے سب سچے کوئی خلاف نہ جاوے — جو ہر شے پر حاضر ناظر اوہ کد غلطی کھاوے
ناں گل اوس دی بدلے ناں اوہ ظالم بندیاں اوتے — اس دے اگے جھگڑ نہ سکن کافر بھاگاں ستے
بھیجے کدے عذاب[؟] نصیحت کارن نافرماناں — ڈر کے عبرت پکڑن ہوون شامل اہل ایماناں
بھیجے جدوں ہلاک کرن نوں پھیر عذاب نہ موڑے — بہادیں اوہ ایمان لیاون وچ سمندر بوڑے
رحمت دیلے رحم کرے تے سختی وقت عذاباں — جس تھیں بدلا لینا چاہے سختی کرے حساباں[؟]
غیرت والا رب ہے تیرا کرے عذاب اوہ تھیدے[؟] — بھاویں رحم اتے غفران بی ہن بے انت اس دے
بندیاں تھیں جد چاہے وعدے پورے کرن ہمیشہ — اس تھیں وعد خلافی دا پھر کد ہووے اندیشہ
نیکاں نوں انعام ہے بدیاں[؟] اوپر جیہڑی سختی — درگزرن اس سختی تھیں ہے نیکاں دی کمبختی
جے اندیشہ ہوندا حضرت موسیٰ کدی نہ دیندے — ناں فرعون نوں دیکھ کے پچھے ناں دلیری کہندے
میرے نال ہے میرا رب ہدایت مینوں کرسی — یعنی مینوں خوف نہیں کجھ دشمن آپے مرسی
کہن منافق وعدیاں[؟] اندر اللہ دھوکھا کردا — مومن آکھن سچا وعدہ رب تے پیغمبر دا
مرزا آکھے وعدیاں دیوچ شرطاں رب لکووے — اوس دا وعدہ ظاہر باطن اک جہاناں ہووے
مومن آکھن ایہیاں گلاں جھوٹے ربی کردے — اندر کجھ تے باہر کجھ سناون رکھن پردے

گل کرن وچ کہڑا سچا ودھ کے اللہ نالوں
ماضی استقبال اوہ جانے واقف سب دے حالوں

کافراںؑ کول رسول اونہاندے کھلے نشان لیائے
اپنی عقل او تے اوہ بھلے کفر دے بدلے پائے

ویکیا جدوں عذاب اساڈا ڈردے مارے روئے
اللہ واحد منیا کفر تے شرکوں منکر ہوئے

پر اوس ویلے دیکھ کے من نفع نہ دتا کوئی
اپنے بندیاں نال سدا ایہ سنت ربدی ہوئی

ٹھٹھے باز تے کافر آخر آکے ٹوٹا پاون
وعدہ پہنچیا نفع نہ دیوے رووَن تے پچھتاون

جدتک وعدہ کرے نہ اللہ دیوے ڈھل سمجھاوے
پر جد وعدہ کردا گھڑی نہ اگے پچھے پاوے

اہل کتاباں دی تحریفاں پچھے مرزا لگا
اللہ نوں پچھتا یاد سے عقلوں خارج ڈھگا

ڈبن لگا وچ سمندر جد فرعون الایا
اسرائیلیاں دے رب او تے میں ایمان لیایا

منیا ہوئی ملیا اوس دم کیہا جواب اس فانی
ہن ایمان تے پہلوں مفسد کیتی نافرمانی

بالؑ کھنڈیاں تے ہتی بھریاندی گل خطا نہ جاوے
قسم سچے کہان اللہ دی اللہ اونویں کر دکھلاوے

یونس نبی نے قوم اپنی نوں خبر عذاب سنائی
اللہ ولوں حکم نہ آیا نبی شتابی پائی

نبی نوں اللہ سچا کیتا اونہاں عذاب دکھایا
قوم ایمان لیائی خوف اونہاندے دل وچ آیا

نبی اونہاندیاں خبراں پچھے بیٹھا اندر جنگل
جھوٹھا ہوکے ہن میں کیونکر جانواں پھیر اونہاں ول

پرتاں اتی خبر اوہ سچے دلوں ایمان لیائے
اللہ مینوں سچا کیتا دکھوں اوہ بچائے

اللہ ختم نبیاں آکھیا ایساتاں ہو جائیں
جگرا رکھیں ہمتے والیاں وانگوں صبر کمائیں

کافر دکھ سے دیکھن تاں پی بری دعاناں منگیں
میرے کم وچ دخل نہ دیکھیں اپنی حد نہ لنگھیں

اللہ چاہے کرے عذاب تے چاہے موڑا پاوے
کافر بے شک ظالم ہن پر ہوئی جو اوہ بھاوے

موسیٰ جدوںؑ دعا کیتی فرعونیاں حق عذابوں
ٹلیا اوہ عذاب تے مہلت مل گئی پاک جنابوں

حامی کیتی خامی آتھم قبطیاں نال رلایا
اس نے کدوں دعا کروائی کد مرزے دل آیا

مرزے نوں اوہ جھوٹھا آکھے اول تیں ہن تائیں
اللہ تے کد ڈردا پھریا ہوریں ہوریں جائیں

انبر سر تیں تھدا کیوں سبے اللہ کولوں ڈردا
ہے اک اللہ لدیانے فیروزپور انبرسر دا

ڈر خونی مرزائیاں دے تیں گھر دھیانے آیا
اپنی آپ حفاظت کیتی چوکی پہرہ لایا

گھڑی نہ اگے پچھے ہووے موت نہ ٹلے کداہیں
سچ مچ موت سچے آئی ہووے دیوے کون پناہیں

نوح نبی دے پت پہاڑیں چڑھ کے لیاں پناہاں
امر اللہ دیوں بچ تاں سکیا لایاں لاکھاں واہاں

جیکر ہوندا امر اللہ دا آتھم کد بچ سکدا
شہر بشہریں ملکیں دیسیں بھانویں نٹھ نٹھ تھکدا

قبطیاں نال ہلاکت وعدہ موسیٰ نے کد کریا　　مرزے والیاں انہاں سزاواں دا کد ذمہ بھریا

ذرا اللہ تھیں اسی تہمت نبیاں سرناں لاتوں　　من گھڑتی تفسیراں کرنے تھیں جاہل باز آتوں

تیرے مرزے آکھیا آتھم مرکے ہاویئے پے سی　　میرا ایس مقابلہ کیتا ٹھیک سزا ایہ لے سی

نہیں تاں میرا کالا منہ کر رسا گل وچ پاؤ　　رستے وچ گھڑ یسومیتوں پھیر صلیب چڑھاؤ

قسماں کھا کے آخر آکھیا ہونا ایہ ضروری　　زمین آسمان ٹلن پر ہوسی بات اللہ دی پوری

جے میں جھوٹا نکلاں پائیو دودھ دے پھٹکاراں　　میرے جھوٹھ تے سچ دیاں ایہو پیش گوئیاں معیاراں

دل وچ ڈریا اوہ ہن مرزا لاوے جھوٹھ بہانے　　یونس نبی دی قوم دا ایمان ساری خلقت جانے

آتھم اوہو جیہا مسیحی کد ایمان لیایا　　کس کافر نے لکے ایماناں دسو نفع اٹھایا

دل وچ جیہڑا کرے یقین تے آکھ چھڈے ناہیں　　ہے اوہ بے ایمان نہ ہوسی اوس نجات کداہیں

سورۃ نمل رکوع پہلے آخر رب فرمایا　　ساڈے کھلے نشاناں تائیں کافراں سحر بنایا

ظاہر منکر ہوئے تے دل وچ من یقین لیائے　　بے انصافی خودی تکبر کر کے باز نہ آئے

بے ایماناں جدوں فساد شرارت شوخی کیتی　　دیکھو توں آخر نال اونہاندے کیہی کیہی بیتی

مرزے سوا برس وچ لائی حد آتھم دا مرنا　　جے آتھم ناں مرے تاں مرزے دامن کالا کرنا

اللہ پاک دی قدرت دیکھو آتھم اجے نہ مریا　　ناں ایمان لیایا ناحق دل رجوع اوس کریا

دل وچ جے کجھ ڈریا ہوندا مرزے دے گھر جاندا　　مرزے نوں بی ٹکڑا دیندا بیٹھا پنشن کھاندا

چھ تاریخ ستمبر دی کیوں انبر سر وچ آکے　　پادریاں دا سنگی بندا پندا اس دے جا کے

انبرسر مرزائی آکھن آتھم لد سدھایا　　ایہ تاں پادریاں نے ربڑ دا پتلا کتوں منگایا

آتھم کیتا اگلے دن مرزائیاں نوں شرمندہ　　گڈی چڑھ کے ہوکا دیوے دیکھو میں ہاں زندہ

مرزے نے بی کیوں ناں دسیا جد اوہ دلوچ ڈریا　　آخر وقت الہام بنایا جد دیکھیا ناں مریا

آخر وچ کراماتاں دے لکھیا کھلم کھلا　　سوا برس وچ مرسی آتھم عنبرسری الٰہی عبداللہ

ہاوئے دی تے رجوع حق دی اوتھے شرط نہ کوئی　　بڈھے مرنے دی اس نوں صاف بشارت ہوئی

اکھاں اس دیاں کھل گیاں تے اطمینان بی ہویا　　عربی وچ ایہ دعویٰ لکھ کے عاماں کتوں لکویا

کوئی آکھے حضرت نے کدناؤں آتھم دا لایا　　ہاویہ لکھی سزا ہے دعویٰ موت دا کد فرمایا

رجوع حق دی دیکھو شرط الہامی آکے کوئی　　اوہ ایمان لیایا دلوچ رحمت رہدی ہوئی

حامی نے تفہیم بنائی دی اپنی خامی　　لعنت جیسے خاطر بنیا ایہ مرزے دا حامی

آخر تائیں مرزا مری کہندے رہے ایہ سارے
نال عیسائیاں داڑھی شرطاں لاون رب دے مارے

صاف کہن تاویل دا اس وچ دخل نہیں ہے کوئی
حضرت اقدس کولوں پچھیا خوب تسلی ہوئی

چھ تاریخ نوں جس دم آیا تار ہے آتھم زندہ
پھر گئی تارگاں پر سب دے ہر اک سی شرمندہ

چوتھے دن جد مرزے ولوں اک دو ورقی آئی
آتھم دل وچ ڈریا تاں تاں مریا گل مکائی

کسے نے پچھیا حضرت اموت سجدیاں تھیں مڑ جاندی
ڈر کے تساں نہ موڑی کیوں جد موت بشیر ہو آندی

رب تھیں آہے بیڈ تسی تے یا بیزار بشیروں
آتھم چنگا رہا تساں تھیں چنگا تاں تدبیروں

اگے نوں بی اوہ کد مریا موت آئی ڈر جاسی
استغفاراں کر کے موتوں جھٹ خلاصی پاسی

اگے سوا برس کی کھوہیا ہن جیہڑا کھوہ لینا
آتھم موت دا نسخہ جانے سہل اس نوں بچ رہنا

منہ تساڈا کالا کری پھیرا یہ سنت ربدی
رب دے بندے جھوٹھ ہولاون پے پی مار غضبدی

ایہ تاں گلاں ہویاں حضرت پر کی کہتا جاوے
موت اک گھڑی نہ اگے پچھے ہوندی رب فرماوے

ہور اک گپ کرلاتاں وچ اس جھوٹے نے لائی
احمد بیگ دی دھی دا قصہ جانے اک لوکائی

آکھیا میتوں ملو کواری نہیں تاں ہوکے رنڈی
جد اوہ لالچ وچ نہ آیا ایس مچائی بھنڈی

ڈھائی سال نہ رہو سہاگن سبھے کتے ہور ویاہی
جاہل ڈر گئے اس بدشگنیوں برساں کسے نہ چاہی

رن تے پتراں نے جد چاہیا ہور ساک ہو جائے
حضرت اقدس رن طلاقی پتر عاق بنائے

احمد بیگ نے دھی سلطان محمد نال ویاہی
موت جو آئی چار مہینے مگروں ہویا راہی

مرزے آکھیا ایہ میرے الہام دا حصہ ہویا
تیوں برساندے اندر اندر دیکھو سوہرا مویا

ہن میرا اکم لوکاں اوتے کد لکیا رہ جاوے
جس دی خاطر دوشہ جاناں نوں اللہ مار گواوے

ایہ کد جائز رب دعا اک ملحد کافر دی نوں
کرے قبول دعا مقبولاں بندیاں والی وانگوں

اللہ ظاہر کرے کسے پر اپنا غیب نہ مولے
باجھوں کسے رسول دے جسنوں کرے پسند قبولے

جس نوں بھیجے خلق سدھارن دی کرنے نوں کوشش
نبیاں اتے محدثاں والی اوپر دیکھے پوشش

اہل ایماناں دیکھو اہدی چوری ثابت ہوئی
اہل نفاقاں وانگوں کہے رسول نہیں ﷺ میں کوئی

اللہ پاک دی رحمت دے لئے سعدی وارے
وڈے بول منافق دے کیا ظاہر او لٹے مارے

بے شک ایہے وقت دعا اک کافر ملحد والی
رب حکیماں حکمت کیتی رکھی اثروں خالی

بندیاں تائیں جتھے کرم وا دسے کے آپ بچایا
چج مچ اٹھیاں ڈبدیاں وانگن بیڑا بنے لایا

جیہڑے بھولے بھالے لگے جناں دے جالوں
اونہاں پر بھی کر کے فضل بچائیں شر دجالوں

اجے نہ مینوں کافر آکھن اوتے جھتی پا کے　　میرے جھوٹھ تے سچ دی سارے ایہ معیار بنا کے
لوگو بس مراد مری ہن اللہ پوری کرسی　　ڈھایاں برساندے اندر سلطان محمد مرسی
جائے سکونت جس دی ہے منحوسہ قریہ پتی　　دسے نہ وسدی شالا اجڑ جاوے ایہ کپتی
گھڑ الہام اوڈیکاں اندر اٹھ برس میں گالے　　ویاہ لے گئے الہامی زوجہ میری پتی والے
پتی فتح محمدی کیتی دیکھ اس دی ہوشیاری　　بیت الفکر نے مرزیا تینوں بخشی ذلت خواری -
پئی نحوست تیرے اوپر رو رو وقت گزاریں　　فالاں کھولیں دن تے راتیں جفر تے رمل وچاریں
پتی نوں منحوس کہیں پر تینوں شرم نہ آوے　　ظالم آکھیں تاں بی تیرے موہوں بے سہاوے
ظالم ظالم موہوں آکھیں نالے ماریں دھاہاں　　لٹ لیا اس جڑ پٹی نے کر کے لمیاں باہاں
چیلے تیرے باہوں پھڑ پھڑ آکھن حضرت اقدس　　جان دیہو اس حرص نوں چھوکر کے صبر چلو بس
تو آکھیں ہن صبر نشانی دیوثاں دی آیا　　ایسے خاطر اگے میں خود جھگڑا چوڑ کرایا
رن طلاق تے پتر عاق میں ناتہ بن کے کیتے　　اوس پرانے بڑ ہتھوں زہر پیالے پیتے
مومن ایہ دیوثی والا متھے داغ نہ لاوے　　ہے دیوث جو اس فریادوں مینوں کوئی ہٹاوے
زوجنگ الہام ہویا جد تینوں ملہم ہولوں　　دیکھیں قابض غیر نہ بولیں ہیں دیوث اس گلوں
احمد بیگ دے مرنے نے کی تیرا کم سواریا　　زوجہ تیری لبے کسے دے بے شرماں ہتیاریا
چار ہزار انعام توں دیویں آتھم قسم کھلاویں　　ولیحکم اہل الانجیل دی آیت توں بھل جاویں
نہیں قسم دی وچ انجیل دے عیسیٰ تھیں جدائی　　بیشک ہے معذور نہ کھاوے قسم جے اک عیسائی
ہاں دی ہاں تے نہیں دی نہیں لکھی اوس صاف مقرر　　ہاں عیسائی مائل ول اسلام نہ ہویا ذرہ
توں جانیں اوہ قسم نہ کھاسی اسنوں دیویں قسماں　　ہے سلطان محمدی بیت کیوں الہامی کھسماں
رن سمہالیں بیٹھا اوہ توں لب تاں مول ہلاویں　　جیوندے جی اوہ مر گیا ہوکی چیلیاں نوں پرچاویں
جیوندے جی جے مر گیا ہوندا کدا اولاداں جندا　　جیوندا تیرا خادم بن کے جھڈ جھڈ کے دھندا
دل وچ ڈریا اوسنوں آکھیں شرم نہ تینوں آوے　　تیرا کالا منہ کرن نوں اوہ اولاد دکھاوے
شرم چہ کئی باشد تا خود جانب مرزا آید　　لعنت بروئے از ہر سو بارید کہ باند شاید
لے اپنے منہ منگی لعنت ہن تاں جھوٹھا ہویا　　زندہ ہے سلطان محمد جیوندے جی توں مویا
زن خاوندوں جدی کراون جادوگر ہتیارے　　اس نوں کوئی بگاڑ نہ سکے جس نوں رب سوارے
مرزیا دین اسلام دے اندر جد تیں ایہ پھٹ پائی　　عبدالحق دے نال مباہل ہویا شامت آئی

ایہہ موافق سنت رب دی فتح ہوئی اسلامی — تیں خود اپنے رطوں پائی بدنامی ناکامی
نویں مسیحی آکھن نقلی عیسیٰ غالب آسی — ایہہ نہ جانن بھس مسیحی اپنی دے سراپاسی
نویں مسیحیاں نال پرانے عیسائیاں دا دنگا — حکمت رب دی دیکھو کر گیا دوہاں دا کھنگا چنگا
لعنت اتے خجالت پائی موت اتے بیماری — دوہاں باطل فرقیاں اتے آئی ذلت خواری
اس دی بحث دا اک نتیجہ ظاہر ہور سناواں — نور ہدایت جھوٹے عیسیٰ مہدی دا دکھلاواں
دین دے اندر اس دجال نے کیتے جھیڑے جیہڑے — پادریاں نے سگے یوسف چیلا تے اوہ پاہڑے
خاطر جہاں دی امیر سر وچ بحث دے جلسے لائے — فیض اجیہا جاری کیتا اوہو روڑھ گوائے
مرزے دا اک خاص مقرب سالا ماسی جایا — نواں مسیحی فرقہ چھڈ پرا نیاندی دل دھایا
ہن ایہہ اوسنوں ولدا کھوٹا تے بدچلن بناوے — پر بدچلنی اس دی کوئی لکھ کے ناں دکھلاوے
دیکھن والے جانن گھر مرزے دے آیا رہندا — اللہ جانے ہن کیوں ہے بدچلن اوسنوں ایہہ کہندا
چیلا کوئی کدے نہ پچھے اپنے اس رہبر تھیں — جد بدچلنی اس دی ڈٹھی کڈھیا کیوں ناں گھر تھیں
بیت مبارک وچ کی کری خیانت بیٹھ رہانی — جے اوہ لکھن مناسب ناہیں دسو کجھ زبانی
کیہڑا کافر مومن ہویا اس دے دیکھ رسالے — اس ملحد نے لبھے مومن شکاں دیو چ گالے
عیسیٰ ہن سانتاں اوپر کی پہنچے کی کھاوے — کپڑے اس سد کون بنے تے کھانا کون پکاوے
سن سن ہسن مول نہ تھکن چیلے کرماں پھٹے — کس نے قلم گھڑی کس گھولے اوہ سرخی دی چھٹے
اک ستوری چیلے دی تساں ٹوپی چھینٹ بنائی — حضرت عرش دے اوتے لال دوات اوہ کتھوں آئی
چیلیاں دے وچ اوہ تبرک شیخی نال دکھاوے — خلوت اندر مٹھی چاپی دا احوال سناوے
وچ لاہور دے سعدی نال اس چیلے لایا جھگڑا — ابوسعید نے طال بقاء کیتا انت نبیڑا
چیلا آکھے ایہہ کرامت توں کیوں مندا ناہیں — میں آکھاں ایہہ گل نہ ہن قابل تیرے راہیں
توں ہیں بھولا بھالا مرزے کوئی مکر بنایا — تینوں کلا ویکھیا تازہ شعبدہ اک دکھایا
یا کسے موری راہوں چھٹے گھر دے ساتھی سٹے — یا مڑ جھکے تھیں سگے ہوئے ایہہ پرانے چھٹے
چیلا آکھے تو تاں منکر ہیں منکر اولیاواں — کوئی نہ کوئی ڈھچر ڈھائیں جیہڑی گل لیاواں
ابوسعید ہوراں نے آکھیا چھڈ اس جھگڑے تائیں — ایہہ کرامت ہور مریداں تائیں جا منائیں
اس چیلے نوں پچھیا میں سچ قادیاں تھیں توں آیا — قادیاں دی کجھ خبر سناتاں چیلے ذکر سنایا
بیت الفکر دے اندر مرزا قادیانی آپے سے — میتوں لایا مٹھیاں بھرن تے چٹی چادر اوتے

تختے بند تے پکھے والا باہروں پکھا کھچے   مرزا جی نوں ہوئی حضوری رب دی نیندر وچے
چادر اوتے چھٹے لال اچانک نظری آئے   میری ٹوپ کرتے اوپر بی اونویں دسیائے
میں حیران تاں بولے حضرت چادر موہوں لاہی   مسل مکمل اک مقدمے دی میں کیتی آہی
دستخطاں دی خاطر وچہ حضوری دے اوہ آندی   اللہ پاک نے جھاڑی قلم ایہ سرخی ہے چھٹیاندی
مجلس وچ جد چھیڑا ایہ قصہ پچھیا میں لدیانے   گل نہ میرے نال کرے تے لاوے عذر بہانے
تیرے نال کلام نہ کرساں توں بندہ نفسانی   کتھے رفعت عیسیٰ دے وچ چھیڑی ایہ کہانی
مڑ تاں چھیڑیا اس قصے نوں کیتے نال مٹولے   اکثر چیلے ہوئے ایسے گونگے انھے بولے
پر انکار بی کرتاں سکیا ہیبت اسکی چھائی   مجلس وچ ہویا شرمندہ منہ خشکی سر چھائی
سعدی دل ہن آون تھیں بی کر جاوے اوہ ٹالا   بھانویں سدو ٹھے جویں ازانوں ٹھگن والا
اپنی حدوں لنگھ کے جھوڑا باہر پیر پسارے   ناجائز پیدائش اوس دی پھلک پوے ہتیارے
اس مرزائی نویں مسیحی ٹولے لعنت والے   لعنت رب دی آپ قبولی بے غیرت منہ کالے
آپے کہن ایہہ گئی موتے ازمائش ساڈی کارن   نالے رلا ضروری آکھن نالے فتح پکارن
آتھم نوں ایہہ ملوطی مڑ مڑ قسم کھلاون   مرزے والی بے شرمی تھیں باز اسے تاں آون
رلا ضروری تے ازمائش فتح نمایاں نالے   موہوں کہندے نال شرماون دیون جھوٹھ حوالے
فتح مبین دے وعدے آکھن کدی تاں آتھم مری   کدے نہ کدے تاں مرزا بھی کوچ مجلس جہانوں کرسی
ہے مشہور درخت کتے بے شرم دے اوگیا آہا   خوش ہو بولیا ٹھگن گے ہن چھانویں یارا ہاہا
فتح مبین اسلامیاں نوں رب دتی کھلم کھلی   نویں پرانے عیسائیاں پر قہر انھیر ی جھلی
فتح دے شور آوازے عالم اندر اٹھ کھلوئے   لنگڑے لولے انھے ڈورے بھتے چنگے ہوئے
پرتاں پاسا پرتیا اونہاں بخت جنہاں دے سے   سگوں وعدہ خلافی تہمت لائی اللہ اوتے
تاؤن نبی توحید اتے قرآن دا موہوں لیکھے   اس دجال نے عیسیٰ بننا چاہیا بحث اچ چھیکے
پچھلی مئی دے جلسے اندر مرزے نے لکھوایا   ڈپٹی صاحب سدھا فیصلہ عقل مری وچ آیا
ساتوں عدہاں لوں قبر دے نیڑے سٹیا آن بڑھاپے   منگ دعا نشان دکھائیے کہن ایہ سیاپے
قاصر رہاں نشان دکھاون وقت جسے وچ مقابل   سب سزاواں سر پر جھلن دے میں ہوساں قابل
کھا کے قسماں مرزے دعوی رملیاں والا کریا   جیوں بیماراں نوں جد دیکھیا عیسیٰ بن کے ڈریا
عیسائیاں نے انھا لنگڑا گونگا تن لیاندے   آکھیا مرزا صاحب عیسیٰ بنو انہاں دکھیاندے

کچا ہویا آکوں لگا دین جواب الزامی ۔ پادری کچے ہوئے نالے کھلی اس دی خامی
پادریاں دی اکھ دے اندر پھولا اٹھ دکھایا ۔ اپنی انھی اکھ دا اس نوں کوئی جواب نہ آیا
ثابت ہویا پادریاں وچ خوبی ناہیں کوئی ۔ مرزے دی بی اکھ زبیکل انھی ثابت ہوئی
اہل اسلام دا جے ناں ہوندا اوہ فتوی تکفیری ۔ مرزے دی اس خجلت دے وچ ہوندے ساری سیری
خیر جزا فتوی دے ابوسعید خدا تھیں پاوے ۔ اس دجال دے مکر اشاعت وچہ جو کھول دکھاوے
رہا اہل اسلام نوں فتنیوں دجلوں ایس بچایا ۔ اپنے فضل کرم دا رکھیں ابوسعید تے سایا
فتنیاں تھیں اوہ آپ بچے تے سبھوں نال بچاوے ۔ سوہنا اجر قیامت دے دن تیرے فضلوں پاوے
عربی وچ دجال نے لکھ کے چھاپے کجھ رسالے ۔ اسی نبی بنن دی کوشش کیتی اس منہ کالے
جیہی عربی پڑھیا اوہی لکھ کے ایس دکھائی ۔ طالب علم رہا کجھ مدت جانے سب لوکائی
عربی ہے پنجابی اردو پکی جیہے کچالو ۔ تلے پکوڑے وچ وچ نظم دے پا کے چتے آلو
عیاں بھری عبارت تے مضمون بڑے الحادی ۔ اسودا تے مسیلمہ دی بی کیتی اس استادی
فارسی اردو لکھ نہ سکے عربی لکھ کی جانے ۔ عربی دانی فاضل بندا جاہل زور دھگانے
اک قصیدہ فارسی اس نے لکھیاسی الہامی ۔ خوب ازالہ اوسدا ہویا ظاہر ہوئی خامی
جو غیور غیور نوں آکھے کلمہ ٹھیک نہ بولے ۔ حیف نہ ہیاں بےشرم ہوتے الہامی لب جے کھولے
میت دا جو قافیہ نصرت ملت نال لیاوے ۔ یثرب راداوند فضیلت را ایہ فارسی آوے
جسدا ملہم ایہ نہ جانے کس تھیں بندا موتی ۔ ایسے جاہل نے ناحق الہام دی چکی جھوتی
سرے براہین اک رباعی تاریخی چھپوائی ۔ تیجے مصرع دے وچ ہے اک وادھو پچرلائی
چودیہ وزن رباعی دے اوہ کتے نہ تلدا پورا ۔ دیکھو شاعر نویں دا ہویا قادیاں وچ ظہورا
بے استادا ان گھڑ کھنڈ تے ناموزوں طبیعت ۔ شاعر بن بن جیٹھے نالے ملہم وچ شریعت
شعراں وچ الہام اوس ہووے جو گل کدے نہ ہوئی ۔ شعر دا اج تک دعویدار نہ ہویا ملہم کوئی
ما علمناہ الشعر آیا دیکھو وصف نبی دا ۔ نہیں ایہ فن نبی دے لائق مثنوی غزل قصیدہ
اس فن وچ متنبی جیہے آخر نادم ہوئے ۔ مرزے ورگے جاہل ہن متنبی اٹھ کھلوئے
اندر شعر شعور نہ اس نوں دینوں خالی کھیسا ۔ بے اوستادا فخر کرے تے بن بن جیٹھے عیسا
ظاہر دیوچہ آپ بنے بے پیرا بے اوستادا ۔ ناں کجھ شرم جہانوں اسنوں ناں کجھ خوف خدادا
آکھے اپنا باپ نہیں روحانی لکھے دلیلاں ۔ عیسا لیا پوتا تھیں پتسما وچ انجیلاں

اس عیسیٰ دا بھی پوچھنا ہے اک گلوڑھ والا — سید احمد نیچریاں دا پیر علی گڑھ والا
اس بچھسا پایا اس دی تھذیبوں تفسیروں — پیٹ بھرن دی خاطر ودھیا چیلا اپنے پیروں
ایہ غلام سدا دے اوس دا ہے اوہ اس دا آقا — وچ الہام جدا ہواوس تھیں کھا دا ایس تڑا قا
وچ الہام جدا ہور سبھنیں گلیں اوس دا ساتھی — دیکھو یارو پونچھل پھس گئی لنگھ گیا سارا ہاتھی
اس تھیں سکھیا اکثر ایہ تاویلاں تے تسویلاں — موت تے سولی عیسیٰ دی ہور عمل الترب دلیلاں
تیز مصالحہ لگا اس نوں بن بیٹھا الہامی — پیر الہاموں منکر چیلا کردا نمک حرامی
جے چاہیں تشریح اشاعت سنت دیوچہ ویکھیں — اللہ پاک ہدایت کرے تے رحمت تیرے لیکھیں
ارحمہم نوں لکھے جوارحم نال علیہم لاکے — وقت دعا دے لفظ لقوی نوں فی قوی آکھے
اپنے حق وچ لعنت لفظ علیٰ لیا کے پائی — جاہل اس پر کھلن آکھن عربی رب سکھائی
درج اشاعت سنت وچ ہن اسدیاں بی تفصیلاں — جے تحقیق دا شوق ہے تینوں اوتھے دیکھ دلیلاں
مرزے دی اک دیکھ کرامت گدھیاں پیر بنایا — ہے مشہور کرامت بلی موتی مینہ[٣٨] برسایا
حجت ڈنگر لائی رکھیا کاؤں داناؤں حمامہ — گنڈر مور بنے ناں ہرگز دیکھو گیدڑ[٣٩] نامہ
سر خلافتہ وچ بی اپنا شر خلاف مچایا — ہر گلے دجال نوں عیسیٰ مہدی بننا آیا
مرزے دا لورا ایہو ہیں حبشی جیوں کافور سداوے — بچ بکوڑے تل کے ہنجہ کھنڈاں[٤٠] شرماوے
اندر وڑ کے وچ رسالیاں عربی لکھ لکھ چھاپی — کوئی کی جانے آپ لکھی یا کسی دی کیتی کاپی
جے الہامی دعویٰ ہے اک مجلس اندر آوے — جو مضمون اردو وچہ دیچے عربی لکھ دکھاوے
شاہد عدل کرامت دے سلطان تے آتھم ہوئے — ڈھائی برساں رویا پٹیا پر ایہ دوناں موئے
دجالا در پھٹے منہ ہن چھڈ کرامت دعوے — تینوں کیوں الہامی زوجہ دلوں شرم نہ آوے
جدوں اشاعت اندر شائع ہوئے سوال بچھا سی — پے گئی اس رلی دجال دے گل لعنت دی پھاسی
اونہاں سوالاں دا جداس نوں کوئی جواب نہ آیا — جھوٹھا ہو کے لعنت دا خود گل وچہ رسا پایا
ہے دجال یہودیاں وچوں آیا وچ حدیثاں — عیسیٰ اسیں چڑھایا سولی آکھیا جہاں خبیثاں
مرزا آکھے بے شک عیسیٰ سولی پر لٹکایا — منکر اتھیں ما صلبوہ جو وچ قرآن دے آیا
اوس کانے دجال دا ہویا ایہ مثیل اس گلے — چیلے اسدے ہوئے یہودی جو اس پچھے چلے
ہور تعجب دیکھو ایہ نصرانیاں ول بی مائل — اپنی نالے عیسیٰ دی ابنیت دا ہے قائل
وچ ستمبر تے اکتوبر اسلامی تحریراں — مرزائیاں دے گلوچ پیاں لعنت دیاں زنجیراں

پادریاں نوں بی تنہیاں قدر مناسب ہویاں
ناحق جنہاں کیتیاں دین اسلام اوتے بدگوئیاں

ایہ مرزائی ٹولی لعنت ماری اکھاں پھٹی
اہل اسلام نوں کہے یہودی احمق عقل نکھٹی

کدے کہیا یسوع عیسائی مرزے ظنوں تاں مندے
آتھم کہن نہ مریا حامی عیسایاں دے بندے

جائز پیدائش دے آہے جیکر ایہ مرزائی
اوہ حمایت عیسائیاں دی کیوں ناں کڈھ دکھائی

کوئی عبارت کوئی فقرہ کر کے نقل دکھاون
وجہ حمایت دی وچ اوسدے کوئی کہہ سمجھاون

مرزے دی تکذیبوں جیکر کہن حمایت ہوئی
ایہ تکذیب حمایت ہے اسلامی تے حق گوئی

اللہ پاک دی رحمت دا ہے ایہ سب کجھ شکرانا
منہہ دجال دا کالا کیتا خاطر اہل ایماناں

کردے ہن سب شکر زباناں دلوں رسالیاں اندر
پنڈی تے لاہور بٹالا کوٹ سیال جلندر

پٹی تے ہوشیارپورہ دلی گنگوہ انبالہ
غزنی لکھنو کے لودیانہ امبرسر پٹیالہ

کدھر رب رسول دے عہدے وچ قرآن حدیثاں
اکدھر کانیاں لنگڑیاں دا دجالی ٹول خبیثاں

کیونکر خوار نہ ہووے مرزا غضب ربی جد آوے
ترکی ہوئی تمام کوئی دجالی پیش نہ جاوے

قسمت مارے ہن بی آکھن مہدی عیسیٰ آیا
نور خدا دا ظاہر ہویا رحمت جھنڈا لایا

آکھن اہل اسلام نوں جے ایہ عیسیٰ نہیں تاں یارو
کر دعا آسمانوں عیسیٰ اپنا تسیں اتارو

جد تک جھوٹھے کئی مسیح نہ دنیا وچ آجاون
حضرت عیسیٰ نبی نزول آسمانوں کد فرماون

آکر کانا اوہ مسیح فریبی جس دن اٹھے
پیارا نبی اس کانے نوں آلدوے تیڑے کٹھے

سچیاں خبراں دتیاں مخبر صادق نے فرمایا
ویکھو کھول صحیح حدیثاں دیو وچ اینویں آیا

حضرت عیسیٰ تھیں بی وچ انجیل دے آیاں نقلاں
سنے بنایا اک مسیح نوں عیسیٰ بعض بے عقلاں

قادیاں دے وچ جمیا جایا نسل ولوں چنگیزی
وچ اسلام اس تیغوں کیتی اس قلموں خونریزی

عیسیٰ دی اس عمر بڑی وچ دجل کیتا مکاراں
ثابت ہوئی کہن فضیلت اوپر شاہ ابراراں

نوح نبی دی عمر نہ پچھے جاہل چیلا کوئی
نبی دی عمر ترسٹھ تیری اسی کیونکر ہوئی

وڈی عمر نشان فضیلت دھوکھا ہے دجالی
رہبر ہڑ مسن جاہل چیلے دین ایمانوں خالی

ویل ہلاکت انھیاں نوں تاں کھوہ سجھے نا کھاتا
اسن مبارک اونہاں جنہاں ایہ دجال پچھاتا

اوّل آخر حمد اللہ نوں دن تے رات ہزاراں
پھیر سلام درود نبی دی خاطر نذر گزاراں

یارب تیریاں انعاماں دا شکر ادا تاں ہووے
عاجز سعدی کیتھے تائیں موتی نظم پروے

پیدا کیتا پھر انسان بنایا بخشیا ایماں
عزت نعمت دتا سب کجھ فضلوں رب رحیماں

ثابت قدم ایمان اسلام دے اوپر سینوں رکھیں ۔۔۔ ذریت وچ کریں درستی ویکھیں ٹھنڈک اکھیں
قبر عذابوں دوزخ بھاہوں کر کے فضل بچائیں ۔۔۔ مرن جیون دے فتنیاں دلوں امن امان لنگھائیں
فتنے شر مسیح دجالوں بخشیں آپ پناہاں ۔۔۔ اندر دنیا دین دے ہر دم تیری رحمت چاہاں
امت پاک نبی دے سر پر فضل دا سایہ پائیں ۔۔۔ اگلیاں پچھلیاں ساریاں اوپر رحمت جھڑیاں لائیں
اس امت مرحومہ نوں جو انھی کیہے ستاوے ۔۔۔ تائب ہو کے جے ناں مرے تاں مرداوزخ جاوے
جیہڑا کہے یہودیاں عیسیٰ سولی چک چڑھایا ۔۔۔ اوسنوں مر گیا کہے بنے خود مریم پاک دا جایا
نیچریاں دے نال دکھاوے ظاہر سبے اتفاقی ۔۔۔ انہاں دے دلوچ عظمت دین خدا دی رہی نہ باقی
یعنی وانگ کتابیاں گدھے کتابیں لدے آئے ۔۔۔ قصے عیسیٰ دے وچ مرشد اوہو گدھے بنائے
مرزے عیسیٰ بنن لگے نے سچ کر اوہو دکھایا ۔۔۔ اپنی غرض کیے احمق نے گدھے نوں باپ بنایا
ختم نبیاں نوں جو آکے بجھن تھیں ناقابل ۔۔۔ اوس دجال تے بن مریم دی کشف حقیقت کامل
خر دجال اتے یاجوج دی کیفیت ناں بجھی ۔۔۔ ناں اوس دابے دی ماہیت صاف کما ہی بجھی
جتھے تائیں سمجھ انسانی قوت دے وچ آیا ۔۔۔ وحی الہٰی نے اجمالی طور اوپر سمجھایا
ڈونگی تہ اس غیب دی سبے ناں سمجھ سکے پیغمبر ۔۔۔ کجھ تعجب نہیں تے ناں کجھ نقص نبوت اندر
میرے اوپر واضح ہویاں بن اوہ سب تاویلاں ۔۔۔ دلوں گھڑے الہام بناوے دعویٰ سنے دلیلاں
آکھے معجزے عیسیٰ دے نوں سامری والا بچھا ۔۔۔ عیسیٰ نالوں اپنے تائیں سمجھے افضل اچھا
سوراں قتل تے سولی بھنن سکے ہڑ ہڑ ہسے ۔۔۔ خلق طیور باذن خدا نوں شرک کمینہ دسے
اپنے کن نوں آکھے تیرا کن جو خطا نہ جاوے ۔۔۔ یا رب ایسا ظالم ہر دم ذلت خواری پاوے
نبیاں وانگوں بنے الہام تے وحی دے اندر کامل ۔۔۔ مؤتہم کل محرق وچ کراسنوں شامل
انا انزلناہ قریباً قادیان ول اتارے ۔۔۔ صح کرسے قرآن دے کھے خواب اندر جھکھ مارے
قادیان عزت وچ مدینے مکے نال رلائیاں ۔۔۔ امی بن بن بیٹھے آپ دہائی تیری سائیاں
آکھے عیسیٰ نبی سبے آیا وحی بی اوسنوں آسی ۔۔۔ اس قرآن دے نال کتاب الہامی ہور بناسی
اس دجال نوں شرم نہ آوے وحی دا مینہ برساوے ۔۔۔ لیکن حضرت عیسیٰ نبی دی وحی نہ اسنوں بھاوے
اس دی سب الہامی نظم تے نثر بے کرے کشی ۔۔۔ ہولی ہولی جھوکے اسنوں تتی ہو ڈبے بھٹھی
مرتضیٰ اتے رسول سبے خود غیبی خبراں دسے ۔۔۔ مکروں جھوٹھا نکلے گلوچ لعنت خواری رسے
معجزیاں تھیں کرے کراہت عمل الترب بناوے ۔۔۔ لومڑی آکھے داکھ نوں کھٹی اوڑ پاناں جاوے

ایسا جھوٹھا ایسی خواری دیوچ جم جم جیوے | جد تک جیوے منہ کالا تے نیلے پیر سدیوے
جیکر تائب ہووے چھڈے مکراتے دجالی | رباتوں تواب ہیں سب تھیں تیری شان نرالی
اہل العلم نوں اس دجال داتوں سرکوب بنائیں | اہل ایماناں دیکھیں تسلی کریں قبول دعائیں
اردو دے وچہ مرزے دی گت بہتیاں خوب بنائی | خاص اشاعت سنت نے کل کیتی حق ادائی
اردو دیوچ گندرنامہ ہور شہاب ثاقب | کادیانی کی ہار پنجابی وچ مسیح کاذب
چھیے ستمبر اٹھ اکتوبر سال چورانوے والے | اس مرزے دی ذلت کارن پرچے چھپے رسالے
اسلامی تاریخ صفر پنج اٹھ ربیع الثانی | تیراں سو باراں وچ جھوٹھا اپنی ہویا زبانی
ایہ پنجابی نظم لکھی ہے میں پنجابیاں کارن | تاں مرزائی عاماں ول اگاہاں ہتھ نہ مارن
مرزے دی تحریراں بھلے اگے نوں جے پڑھن | اس دے روپی انشاء اللہ نظراں دیوچہ چڑھن
ربا کریں قبول تے بخشیں بھلیاں تائیں ہدایت | تیرے فضل کرم دی نہیوں کوئی حد نہایت
ساڈے دل بی رکھیں سدھے جد تیں راہ دکھایا | رحمت بخشیں خاص الخاص اساتوں بارخدایا
سعدی تیرا عاجز بندہ ہردم رہے سوالی | عفو تے عافیہ اسنوں بخشیں دینی جانی مالی
دوہاں جہاناں دے وچ عزت دنیا دین سہاوے | تیری یاد رہے ہر ویلے ہور دھیان نہ آوے
تینوں حمد درود نبی نوں آغازیں انجامیں | آمیں آمیں کہن فرشتے میں بی آکھاں آمین

مناجات

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم!

فرش زمیں بچھایا تیں بن تھماں چھت آسماں ربا | قدرت نال اوپائے سارے جن ملک انسان ربا
تری قدرت دے قربان ربا تیری رحمت دے قربان ربا
رنگ برنگا فرش زمیں چھیا دسترخوان ربا | سورج چندا آسمانی چھت وچ رکھے روشندان ربا
سب داخالق نال اندازے سب دارزق رسان ربا | ہکناں تائیں دوزخ روزی ہکناں خلد جنان ربا
کوئی شریک نہ تیرا اوچی اسھیں تیری شان ربا | ناں کوئی تیرا کم صلاحتوں صاحب سلطان ربا
ایسا شاہنشاہ نہ رکھیں ڈیوڑھی ناں دربان ربا | عرضاں ہردم سنیں قبولیں سائل کل جہان ربا
فضل کرم بے اوڑک تیرے کی کی گناں احسان ربا | نیکی بدی سمجھائی بخشیاں اکھاں کن زبان ربا
میں اک بندہ عیبیں بھریا عاجز تے نادان ربا | مولا پاک توں بخشش قدرت والا جانی جان ربا

تینوں مینوں پیدا کیتا بخشیا پھیر ایمان ربا ۔ فضلوں اپنے ذمے لایا میرا چین تے کھان ربا
چنگا کریں بیماریوں مینوں توں داتا رحمٰن ربا ۔ موتوں پچھے زندہ کرسیں محشر دے میدان ربا
دن انصاف دے تیتھوں چاہاں بخش خطا نسیان ربا ۔ نیکاں وچ رلائیں مینوں دیکھیں پچھلے سامان ربا
پچھلیاں وسے وچ جاری رکھیں میری صدق لسان ربا ۔ فضلوں کریں توں مینوں وارث نعمت باغ مکان ربا
آخر ویلے دلوچ میرے ہووے تیرا دھیان ربا ۔ طمتم طمتم مناں چو فقیریوں جد میں لگاں جان ربا
آ تسلی والی جندڑی ہووے تیرا فرمان ربا ۔ توں ہوویں خوش اس جندڑی تھیں تیتھوں خوش ایہہ جان ربا
تیرے بندیاں نال بہشتیں لاواں ڈیرا آن ربا ۔ زن فرزنداں چھوٹیاں وڈیاں سنے تیرے مہمان ربا
جتھے اعلیٰ نعمت ہے دیدار تیرا سبحان ربا ۔ ٹھنڈیاں چھاواں نہراں میوے حوراں تے غلمان ربا
خوار قیامت وچ نہ مینوں کریں تے ناں حیران ربا ۔ مال اولاد نہ رل کے جتھے کوئی پوریاں پان ربا
اتھے اوتھے پاک نبی دا چھڈاں ناں دامان ربا ۔ حسرت دے دن کرے شفاعت میری لئی قرآن ربا
رکھیں پرے عذاب جہنم ایہہ بڑا تاوان ربا ۔ شر دجالوں قبر عذابوں لنگھاں وچ امان ربا
قلب سلیم اوہ بخش جو تیرے پاس پوے پروان ربا ۔ مینوں مان ہے فضل تیرے دا رکھیں میرا مان ربا
تیری رحمت نال ہمیشہ سعدی نیک گمان ربا ۔ توں بندیاں دے ظن پو جاویں مشکل کریں آسان ربا
بھیج صلوٰۃ سلام محمدؐ پاک اوتے ہر آن ربا ۔ آل اصحاباںؓ تابعاںؒ سب پر رحمت تے رضوان ربا

تیری قدرت دے قربان ربا تیری رحمت دے قربان ربا

تمت

حاشیہ جات

۱ دیکھو ازالہ کادیانی ص ۶۷۳ خزائن ج ۳ ص ۳۶۳۔

۔ مرزا امام الدین اس دجال دا بھائی چوڑھیاں دا لال بیگ بنیا۔ جس نے بہت چوڑھے مرید کیتے تے اک بھائی انجوا ابن کے کھسریاندا پیر بن گیا۔ آوے دا آوا ہی اوت گیا۔

۲ مرزا سلطان محمد بیگ سلمہ ربہ دجال کادیانی دی فرضی الہامی زوجہ دا اصلی شوہر۔

۳ جد کوئی ملیا پانڈا اگیاں وچ جاہلاں نوں ٹھگن آ وندا ہے تاں منڈے کہا کردے ہن۔ ارڑ پوپو جبر جنگ ناراں سوتا بھنا ٹنگ۔ انہاں رملیاں دی ٹھگی دیکھ کے ایہہ کہاوت مشہور ہوگئی ہے۔ سرکار نے ایہے جیہے ٹھگاں دی روک خبر نہیں کس مصلحت کر کے نہیں کیتی۔ مرزے نوں دلیری ودھ گئی۔ اس نے گھر بیٹھ کے اوہو جیہے اشتہار چھاپنے شروع کر دتے۔ فلانا مر جاؤ فلانے نے دی دی رنڈی ہو جاؤ۔ میں اوس دا مالک بنوں۔ میرا پتر جہاں نوں روشن کرن والا ہے۔ وغیرہ ذالک!

اللہ دے غضب دا سوٹا اہدی تنگ پر ہمیشہ لگدا ہے۔ تے ایہ دجال ہور سخت دل ہوندا ہے۔ فقست قلوبہم دا مصداق بندا ہے۔ تے شرماؤندا نہیں۔

۴ کادیانی اپنے (ازالہ اوہام ص ۵۰۲، خزائن ج ۳ ص ۳۶۰،۳۵۹) وچ کہندا ہے۔ دابتہ الارض ایہ مولوی لوگ ہین۔ جیہڑے اسلام دے منکراں نوں لاجواب کردے ہن تے جان ودل نال شریعت دی خدمت وچ لگے ہوئے ہن۔ تے حدیث وچ آیا ہے۔ اس دابتہ الارض دے ہتھ وچ موسیٰ علیہ السلام دا عصا ہوئ مومناں دے منہ پر نورانی نشانی لاوے تے حضرت سلیمان دی انگوٹھی نال بے ایماناں دا منہ کالا کرو۔ سو بقول مرزے دے جد اس دابتہ الارض نے مرزے نوں بے ایمان ٹھہرا کے فتوے پر مہر لا دتی۔ مرزا ضرور بے ایمان ہے۔ تاں جن اس سلیمانی مہر تے ٹھدا ہے۔

۵ انجیل متی باب ۲۴ تا درس ۲۶۔ رسالہ درہ اسلام ج ا نمبر ۵۔

۶ کادیانی نے دعویٰ نبوت دا کیتا پھیر اوس نوں جزئی نبوت بنا کے چیلیاں نوں فریب دتا۔ کسے گل وچ نبیاں نالوں اپنے آپ نوں گھٹ نہیں دسدا۔ بلکہ عیسیٰ علیہ السلام نالوں افضل بندا ہے۔ (ازالہ اوہام ص ۶۴۸، ۷۰۱، خزائن ج ۳ ص ۴۵۱ تا ۴۷۸ ملخص) تے اس دا رد دیکھو۔

(اشاعۃ السنہ ج ۱۳ نمبر ۶ ص ۱۸۱)

۷ (ازالہ اوہام ص ۶۷۳، خزائن ج ۳ ص ۴۶۳)

۸ (ازالہ اوہام ص ۱۸۶، خزائن ج ۳ ص ۱۹۰) اپنا ناں غلام احمد قادیانی لکھ کے ۱۳۰۰ سال اپنی اس شیطنت دا کڈھیا ہے اور فخر کیتا اے کہ ایس ناں دا آدمی دنیا وچ کوئی نہیں۔ پھیر آپے اوہ احمد بن بیٹھا۔ خدا اس کادیانی دا ہور منہ کالا کرے۔

۹ دیکھو پہلا صفحہ سطر ۸،۹۔

۱۰ دیکھو اخبار وزیر ہند سیالکوٹ ج ۱۱ نمبر ۲۸ ص ۵ کالم ۳۔

۱۱ جویں جنگلاں تے سمندراں وچ اکثر مصیبتاں آؤندیاں ہن اتے کال بیماریاں چیندیاں ہن۔

۱۲ واللہ سریع الحساب

۱۳ ان ربك سریع العقاب وانه لغفور رحیم اللہ پاک دے وعدے نہیں ٹلدے۔

۱۴ آتھم موتوں بچیا۔ مرزے اوپر لعنت بری۔ لعنت ودھ سی مرزا جیوں جیوں عذر بہانے کرسی اوہ سلطان محمد پٹی والا شالا جیوے۔ مرزے نوں دیوث بنا دے وصل پیالے پیوے۔

۱۵ جیویں منافقاں دا قول ہے۔ "ما وعدنا الله ورسوله الا غرورا" کیونکہ اوہ سمجھدے ہن کیہا کجھ تے ہویا کجھ۔ اتے ایمان والے کہندے ہن صدق اللہ ورسولہ۔ کیونکہ اوہ اوصاف دیکھدے ہن۔ جو کجھ اللہ نے کیہا اوہو ہویا۔ مرزا ایہا جیہا منافق ہے۔ کہندا ہے ابدی عادت ہی ایہو ہے۔ یار کافراں نال ہلاکت دا وعدہ کر کے پھر گیا تے نبیاں نال شرمندے کرایا۔ ہن میرے نال ایہو ویں خواری نہیں ہوئی۔

۱۶ سورۃ المومن دی آخر آیتاں۔

۱۷ کادیانی نے بائبل دا حوالہ دتا ہے کہ اللہ یونس دی قوم نوں ہلاک دا وعدہ کر کے پچھتایا۔

۱۸ حدیث وچ آیا ہے رب اشعث اغبر لواقسم علی اللہ لابرہ۔

۱۹ لاتکن کصاحب الحوت الآیۃ۔

۲۰ واصبر کما صبر اولوالعزم من الرسل۔

۲۱ لیس لک من الامر شیٔ۔

۲۲ مرزے دے حمایتی (حای دا شعر ہے)

۲۳ امرتسر دی عربی بنائی ہے۔

۲۴ مرزے نے احمد بیگ دے پتر دے ناؤں کجھ زمین ہبہ کراون والالچ دے کے اس دی دھی دا ساک منگیا۔ آہا پر اوہ ایس لالچ وچ ناں آیا۔

۲۵ مکار اک جگہ کہندا اے من نیستم رسول ونیاوردہ ام کتاب

(ازالہ ص ۱۸۵، خزائن ج ۳ ص ۱۸۵)

۲۶ دیکھو کادیانی دا اشتہار نصرت دین۔ رن تے پتراں نوں کہندا ہے تسیں میری منگی ہوئی دا نکاح ہور جگہ کراون لگے ہو۔ میں صبر نہیں کر سکدا۔ میں کیتے دیوث ہاں؟ ہن اوہ منگی ہوئی اس دی زوجہ بن چکی۔ کیونکہ اس نوں زوجتکہا دا الہام بی فیصلہ آسمانی وچ ہو چکا ہے۔ یعنی اسیں آپس تیویں نال تینوں دیاہ تا ئیں اوہ ملہم دی ویاہی ہوئی سلطان محمد دے گھر اولاد والی بی ہوگئی۔ مرزے نوں اپنی دیوثی تے شرم نہیں آؤندی۔ کہندا ہے سلطان محمد اللہ تھیں ڈر گیا ہے تا ئیں نہیں مریا۔ اس کر کے میری الہامی زوجہ نوں سانبیں بیٹھا ہے۔ خیر اک نہ اک دن تاں ٹھنڈے گا۔ پھر مینوں اوہ زوجہ ملے گی۔ (مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۲۱)

۲۷ انجیل والیاں نوں اس پر فیصلہ کرنا چاہیدا ہے۔ جو انجیل وچ اللہ نے اتاریا ہے۔

۲۸ دیکھو انجیل متی باب ۵ آیت ۳۷۔

۲۹ یہ مصرع مرزے دے حمایتی دا ہے۔

۳۰ ایہ مصرع مرزے دے حمایتی دا ہے۔

۳۱ تفہیم مرید کادیانی ص ۲۲، سطر ۶، ص ۲۱، سطر ۱۷، ص ۲۳، سطر ۶۔

۳۲ (ازالہ ص ۸۷، خزائن ج ۳ ص ۱۴۱ حاشیہ) تے نالے دیکھو سیالکوٹی خادم دا قول فصیح۔

۳۳ براہین ص ۱۸۸، خزائن ج ۱ ص ۲۰۴ مصرع ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو۔ نصیحت ہے غریبانہ۔ بھائیو! ایہ اردو دی مٹی خراب ہے۔ ص ۵۴۰، خزائن ج ۱ ص ۶۴۸۔ تیرے پر اس غرض سے نازل کیا ہے کہ تو لوگوں کو کہ جو ظلمت میں پڑے ہوئے ہیں۔ تجھ پر دی جگہ تیرے پر مولانا گوازی بولی ہے۔ تاتے کہ داد موٹھو کے ہوئے ہن۔

۳۴ (ازالہ ص ۱۵۹، خزائن ج ۳ ص ۱۸۰، ۱۸۱) غیوری خدا بسرش کرد ہمسرم از کلمہ منارہ شرقی عجب مدار۔

۳۵ دیکھو کادیانی دے کمالات دا آئینہ ص ۵۶، خزائن ج ۵ ص ۵۶۔ دلیری باید آمد پرستاران میت را۔ پچھے اگے قافیہ بات را نصرت را موجود ہے جاہل اتنا نہیں جاندا۔ میت دی لیے مکسور ہے ہور مصرع دیکھو۔ مگر مدفون یثرب راندادند ایں فضیلت را۔ جاہل اس طرح دے را۔ اس قصیدے وچ بہت لیایا ہے۔ اسے کہندا بہ مدفون مدینہ گی نہ بخشد ایں فضیلت را۔ را دا تکرار نکل جاندا تے یثرب دا تاؤں مدینہ چنگا ہوندا۔

۳۶ ص ۵۵، خزائن ج ۵ ص ۵۵ وچ اک الہامی مصرع لکھیا ہے۔ مصفا قطرہ باید کہ تا گوہر شود پیدا۔ ایتھے مدنال تا رلا کے بیہودگوئی کیتی ہے۔ البتہ انہاں فائدہ ضرور ہویا جو کتاب بن گیا۔ نویں تحقیقات حل ثابت ہو گیا کہ موتی قطرہ تھیں نہیں بندا۔ مرزے دا ملہم اوہو پرانی لکیر پٹیں جاندا ہے۔ یا مرزا نویں تحقیقات نوں غلط ثابت کرے۔

۳۷ ایس رباعی دے آخر دو مصرعہ ہن۔ از بسکہ یہ مغفرت کا دکھلاتی ہے۔ راہ تاریخ بھی یا غفور نکلی۔ دہ واہ وزن اس دا۔ مفعول مفاعلن مفاعلین فاع اس پہلے مصرعے وچ دو حرف زیادہ ہن۔

۳۸ شعر مشہور ہے۔ از کرامات شیخ ما چہ عجب گربہ شاشید گفت باران ست۔

۳۹ اردو نظم اک رسالہ ہے۔ جس وچ مرزے دا گدڑ والا سانگ دکھایا ہے۔ جو مرزا گدڑ دی طرح نیل دے مٹ وچ ڈگ کے مور بن بن بیٹھا ہے۔

۴۰ کرامات حجت حامہ سر الخلافہ نور مرزا کہندا ہے ایہ پنج کتابوں میرے نال مہدی والا پنجا ہے۔ کسے شیعے تے سنی ہوتا ہے۔ امام مہدی نال علی مرتضیٰ دا پنجہ ہووگا۔

۴۱ مباحثے تھیں پہلوں پادریاں نے خود لکھیا۔ آہا مرزا تاں مسلمان ہی نہیں۔ ایں اس نال بحث نہیں کردے۔ اس نوں تاں سب مسلماناں نے دین تھیں خارج من لیا ہے۔ تے جد مرزے دی گپ اوت گئی تاں بعضے نادان پادریاں نے اسلام اوپر طعن کیتا۔ دیکھو مسلماناں دا الہامی بزرگ جھوٹھا نکلیا۔ اس واسطے انہاں پادریاں نوں بی مسلماناں نے تنبیہ کیتی۔

۴۲ (ازالہ کادیانی ص ۶۹۱، خزائن ج ۳ ص ۴۷۳)

۴۳ (ازالہ کادیانی ص ۳۴۲، خزائن ج ۳ ص ۲۶۳)

۴۴ (ازالہ کادیانی ص ۶۲۸، خزائن ج ۳ ص ۴۵۰)

۴۵ (ازالہ اوہام ص ۴۱، خزائن ج ۳ ص ۱۲۳)

۴۶ (ازالہ اوہام ص ۷۵۷، خزائن ج ۳ ص ۱۳۹، ۱۴۰)

۴۷ (آئینہ کمالات اسلام ص ۶۹، خزائن ج ۵ ص ۶۹)

۴۸ (ازالہ اوہام ص ۷۷، خزائن ج ۳ ص ۱۴۰)

۴۹ (ازالہ ص ۵۸۳، خزائن ج ۳ ص ۴۱۴)

۵۰ اس منحوس دیاں کتاباں پھوکن دی لائق ہیں۔

۵۱ دیکھو صفحہ ہذا۔ ایہ سب اوپر لے رسالے سنے ایس حقوق رسالے دے جس دی قیمت ۹ پائی ہے۔ محمد سعد اللہ مدرس ہائی سکول لودیانہ مؤلف کولوں یا اللہ بخش ومولا بخش کتب فروشاں بساطی بازار لدیانہ کولوں مل سکدے ہن۔

۵۲ اردو نظم ہے مثنوی روم وچوں اک حکایت مرزے دے مناسب حال لکھ کے ہور کئی مثالاں الواں تے چٹکدڑاں تے اک شوخ ہشیاری دیاں مرزے دے حسب حال درج کیتیاں ہن۔

۵۳ کادیانی دے چیلے خادم سیالکوٹی دے اک قصیدہ دا جواب ہے۔

۵۴ انہدام کادیانی اور دو نظم مرزے دی شکست پنجاب دے کئی مقاماں وچ مفصل لکھی ہے۔

۵۵ مرزے دے اک چیلے دی پنجابی سی حرفی دا جواب ہے۔ دوسی حرفیاں وچ جس دا ناؤں چودھویں صدی دا جھوٹھا مسیح ہے۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

الالہام الصحیح

فی

اثبات حیات المسیح

حضرت مولانا غلام رسول نقشبندی حنفی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي هدى لمن الى هداه مال وهادو ارشد الى فهم الحقائق لمن في تحقيق الحق اشتد واد واشاد بذكر من جاد بالوصول الى الدقائق القرآنيه وفي رضاه دجا ومن خاض في آياته خوض من لم ينب اليه فهو ممن اناب اليه صادوعن سبيله صاذ وفي بواد الحيرة كالحمار الحيدي حاد ونيد عن خطيرة قدسه اشد الذياد ومن تنحى بسواده عن سواد عباده الصالحين فهو احرى بان يسود وجهه بالسواد لا بان يسود اوساد ومن عاد لعصيانه من اى عاد كان كما اعتاد عاد فقد عاد الى شر معاد والصلوٰة والسلام الاتمانِ الاكملان على حبيبه وصفيه محمد ﷺ سيد الانبياء والاولياء من الاقطاب والاوتاد الذي تخضع دون سرادقات دولته القياصرة والاكاسرة وكل منهم في جنابه تادو انقادو من تكبر واعرض عنه وفادو عن استماع مواعظه اضفاد فقد اباده الله فبادو كاد ان يكاد دار البوار يوم التناد وعلى آله وصحبه الذين هم خزنة اسرار الدين المتين وباتباعهم ساد من سادو بشقاقهم وخلافهم زاغ عن الصراط السوى من زاغ ووقع في الالحاد وفسد قلبه اشد الفساد كفساد طعام داد وبعد فيقول الراجي للترقي الى اوج القبول محمد غلام رسول الحنفي المجددي النوري القاسمي حفظه الله عن شركل لئيم غبي وغوى انه لما كثر الضلال والطغيان والبغي والعدوان في هذا الزمان من اجل الذى خرج من قاديان وادعى انه المسيح الموعود به الآتي آخر الزمان وانه مات نبي الله عيسىٰ بن مريم على نبينا عليه السلام مادام الملوان وتعاقب القمران وانه لم يرفع بجسده الى الخضراء فلا ينزل الى الغبراء واظهر عقائد الزنادقة ومكائد الملاحدة كل مطّالبه ومطالب من يحذوه حذو النعل بالنعل الافساد في البلاد وجل ماربهمّ افشاء التزندق واشاعة العقائد الخبيثة الكفرية بين العباد واذاعة الارتداد يدعون انهم هم المهتدون والحال انهم عن الصراط

لناكبون وانهم الذين أمنوا ثم كفروا فطبع على قلوبهم فهم لا يفقهون فان ماتوا علىٰ ذلك فهم في جهنم خٰلدون تلفح وجوههم النار وهم فيها كالحون ويقال لهم الم تكن أياتي تتلىٰ عليكم فكنتم بها تكذبون يخنعون بالسلف الصلحين خنعا ويحسبون انهم يحسنون صنعاً ونحن بين اظهر قوم يسبون العلماء ويبغضون الفضلاء صناعتهم السب والشتم والطغيان وفي تفضيح الأمرين الناهين اطالة اللسان ليس لهم من العقل سهم ولا بالدين فهم لا يميزون بين القشر وبين اللباب ولا بين الدر وبين التراب ولا يفرقون بين الشمال واليمين ولا بين الشيخ والجنين فهم حائرون في اودية الظلم وضلال مبين الايعلمون ان لعنة الله على الظالمين ولما بلغ الامر الىٰ مارايت وانتهي الفساد الىٰ ماتلوت ودريت التمس من بعض الاحباب وخلص الاحباب ان اظهر فساد دلائل القاديانى على دعواه من موت عيسى عليه السلام حين مارفعه الله اليه واثبت حيوٰته بالآيات القرآنية واكتفي بها من غير تعرض لذاكر الاحاديث النبوية على صاحبها الف الف تحيه لان القاديانى واتباعه لا يعتقدونها ولا يدينون بها ومن غير تعرض لسائر عقائدهم الفاسدة الكاسدة والمزخرفات الواهية لعدم اشتهارها كاشتهار المسئلة الاولىٰ ولعدم الفراغ لكثرة الاشتغال بمطالعة الكتب السالفة المتداولة والافتاء للمستفتين وتعليم الطلبة ولتنفر الطبيعة عن التوجه الىٰ امثال هٰذه الخرافات ولكرهتها الالتفات عن اشباه هٰذه المزخرفات التي هي كفريات صرفة وارتدادات محضة أعاذنا الله تعالىٰ واعاذ سائر المسلمين من شرور هذه الطائفة الباغية الملاحدة خذلهم الله عليحده فاعتذرت منهم تارة بانصراف البال الىٰ كثرة الاشغال وتارة بالتنفر عن صرف الاوقات في الالتفات الىٰ الزور الصريح من هذا المقال فقد مت رجلاً واخرت اخرىٰ ومع ذلك لم يتركوا لي عذراً وحكموا به علي جبراً فاجبت مسئولهم حسب ما التمسوا وانجحت مامولهم على ما اقترحوا فكتبت هذه الوريقة المختصرة وسميتها بالالهام الصحيح في اثبات حيوٰة المسيح وذكرت فيها دلائل

القاديانى مهذبة ومنقحة اولاً ثم ازحتها ثانياً فوضح الحق الصريح وبطل ملكان يعمل الكائد والمكيدون فكبكبوا ونكسوا على رؤسهم هم والغاون وجنود ابليس اجمعون فها انا اشرع فى المقصود متمسكا بحبل الله الودود واقول ان الكائد استدل على موت عيسىٰ عليه السلام بقوله تعالىٰ وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات اوقتل انقلبتم على اعقابكم تقرير استدلاله وتهذيبه ان خلت بمعنى ماتت والرسل جمع معرف بلام الاستغراق فلذا فرع عليه افائن مات الخ اذلو لم يكن الخلوا بمعنى الموت اولم تكن الرسل جمعا مستغرقا لما صح التفريع اذ صحته موقوفة على اندراج نبيناﷺ فى لفظ الرسل المذكور قطعاً وذلك بالاستغراق وكذا صحته موقوفة على كون الخلوا بمعنى الموت اذ على تقدير التغائر وعموم الخلوا من الموت يلزم تفريع الاخص على الاعم مع ان التفريع يتعقب استلزام ما يتفرع عليه للمتفرع ومن المعلوم عدم استلزام الاعم للاخص فالتفريع الواقع فى قوله تعالىٰ يستدعى تحقق كلا الا مرين من كون الخلوا بمعنى الموت ومن كون الجمع مستغرقا وبعد كلتا المقدمتين يقال ان المسيح رسول وكل رسول مات وينتج هذا القياس المؤلف من المقدمتين القطعيتين ان المسيح مات وهو المطلوب والدليل على الصغرى قوله تعالىٰ ورسولاً الىٰ بنى اسرائيل وقوله تعالىٰ ما المسيح بن مريم الا رسول وامثالهما من الأيات وتسليم جميع الفرق الاسلامية برسالته عليه السلام والدليل على الكبرىٰ المقدمتان الممهدتان المذكورتان لانه متى كان الخلوا بمعنى الموت وقد اسند الىٰ الرسل وثبت كونه جمعاً فيندرج فيه المسيح عليه السلام قطعاً فيلزم ثبوت الموت له فى ضمن الكبرىٰ فثبت ما بصدده الكيديون ويزاح بمنع كلتا المقدمتين وبمنع لزوم استحالة عدم صحة التفريع على تقدير ارتفاع كليتهما او احدهما حقيقة كما فهموا وزعموا وبكونها مشترك الورود مطلقاً بحسب الظاهر سلمت المقدمتان كلتاهما اومنعتا وسند المنع الاوّل ان الخلوا هو المضى كما فسره ارباب اللغة

واطالة الكلام بالنقل من كتب اللغة لا يليق بهذا المختصر ولتيسر الاستغناء بمطالعتها ولم يفسر احد من ارباب اللغة لفظ الخلو بالموت فعلم ان حقيقة اللغوية انماهي المضي لاغير كيف لا وقدتايد باسناد الخلوا الى المنافقين في قوله عزوجل واذا خلوا الى شياطنهم وفي قوله تعالى واذا خلا بعضهم الى بعض وعدم ارادة موتهم بهذا اللفظ ظاهر واسند الخلوا الى السنن وقيل وقد خلت من قبلكم سنن والى الايام كما في سورة الحاقة في قوله عزوجل كلوا واشربوا هنيئا بما اسلفتم في الايام الخالية ولا يتصوران يراد بخلوا السنن والايام موتها بل مضيها وهذا ظاهر لا يخفى على احد فتفسير الخلوا بالموت تعريف له بالاخص والاخفى فان الموت نوع منه والخلوا يشمل على الانتقال المكاني بجميع اصنافه سواء كان ذلك الانتقال من الاعلى الى الاسفل ويسمى ذلك خفضا اومن الاسفل الى الاعلى ويسمى ذلك رفعاً اومن القدام الى الخلف اوبالعكس ويشمل على الموت بالجرح الذي هو القتل وعلى الموت بلاجرح فلايلزم موت المسيح عليه السلام وان سلم الاستغراق فان ثبوت العم كالخلوا مثلاً وان كان لكل فرد فرد من نوع ما كنوع الرسل مثلاً لا يستلزم ثبوت كل مايندرج فيه من انواع ذلك الاعم لكل فرد فرد من ذلك النوع كما لا يخفى على من له ادنى دراية والتمسك على تفسيره بالموت دون المضي بلزوم استحالة تفرع الاخص على الاعم مزيف بان المتفرع في الحقيقة انما هو استبعاد الانقلاب وانكار جواز الارتداد على تقدير فقدان وجود الرسل ﷺ من بين اظهر القوم بعداداء الرسالة وتبليغ الاحكام الالهية وكان تقدير الكلام وما محمد الا رسول قد خلت اى مضت من قبله الرسل فهل يجوزلكم الارتداد بعد ما اقام لكم الدين المتين واظهر بينكم الشرع المبين ان نقل بالرفع كما رفع عيسى (هذا بالاجماع) او ادريس او بالموت كما حكمنا به في سابق علمنا او بالقتل كما صاح به الشيطان واستقرفي قلوبكم والتصريح بالثاني موافقة للواقع ومطابقة لتقدير الله تعالى وذكر الثالث وان لم يطابق الواقع والتقدير

مراعاة لزعمهم وتوسيعا لنفي جواز الارتداد على كلا الشقين وان كان هذا الثالث مزعوما محضاً وجهلا مركبا الا انه لما كان قوى الاحتمال وكثروقوعه بين الانبياء السابقين كما دل عليه قوله عزوجل يقتلون النبيين بغير الحق فكان ذكره ضروريا وعدم التصريح بالاول وان كان مقدراً مراداً لانتفاء مايوجب ذكره من الموجبات المذكورة لظهور عدم توافقه القضاء والواقع ولعدم استقراره في قلوبهم وشذوذ تقدمه فظهر ان المتفرع في الحقية هو نفي جواز الارتداد على تقدير احد الشقوق الثلثة المصدرة وذلك الامر الدائر بين الثلاثة مساو للخلوا بمعنى المضي فلايلزم تفريع الاخص على الاعم على تقدير كون المعنى الحقيقي مراداً من لفظ الخلو بل يلزم تفريع احد المساويين على الآخر واذا جائز كما يقال رايت زيداً انه جسم نام حساس متحرك بالارادة مدرك للكلي والجزئي فيفرع على هذا المفصل انه انسان ولا ارتياب في تساوى هذا المجمل وذلك المفصل وفي صحة تفريع احدهما على الآخر والامران الذان حكمنا بمسا واتهما وكون احدهما متفرعاً والآخر متفرعا عليه هو ثبوت خلو كل رسول ونفي جواز الارتداد على تقدير تحقق واحد من الشقوق فان النسب انما تقتضي المفهومين مطلقاً اعم من ان يكونا وجوديين اوسلبين اويكون احدهما وجوديا والاخر سلبياً ولايلزم توافقهما في الثبوت اوالعدم والدليل على لزوم ذلك النفي للخلوا ان المقصود من البعثة وارسال للرسل التشريع مطلقاً وتعيين الطريقة الموصلة الى الله تعالى لا التشريع الى زمان وجود الرسول بين اظهر قومه ولم يخل زمان من الرسل وذا باطل باتفاق من اهل الملل فوضح بطلان زعم لزوم استحالة تفريع الاخص على الاعم على فرض ارادة المضي من الخلوا واما استدلال الصديق اكبر على موت سيدنا محمدﷺ بهذا الآية فليس موضع استشهاده في هذه الآية كلمة خلت بل قوله تعالى افائن مات لما انكر الفاروق العادلؓ موتهﷺ وقال ما مات رسول اللهﷺ ولا يموت وكان ذلك جزما منه بامتناع موتهﷺ فرد الصديقؓ ذلك

الامتنـاع بـقـولـه تـعالىٰ افائن مات فان مدخول ان بحسب اصل الوضع لا يكـون الامـن الامـور التي يجوز تقررها ويمكن وجودها لا من الامور التي تـابى عـن التكون والتقرر وهذه واضح على من طالع بحث معاني الحروف فـاذاثبت جواز تقرر الموت عليهﷺ ارتفع الامتناع الذي هو نقيضه ويدل عـلى كـون مـوضـع استشهاد سيدنا الصديق اكبرؓ قوله تعالىٰ افائن مات لا كـلـمة خلت قرأتهٗ حين الاستدلال قول الله عزوجل انك ميت وانهم ميتون. وتـقـريـر ازاحة استدلالهم بمنع المقدمة القائلة ان كل جمع عرف باللام فهو مستـغـرق لـلافراد كلها بان يقال ان هذه المقدمة ممنوعة كيف لا وقد صرح الـمـحققون بذلك في اسفارهم الا ترى الىٰ قوله عزوجل واذ قالت الملٰئكة يا مريم ان الله يبشرك الآية والىٰ قوله تبارك وتعالىٰ واذ قالت الملائكة يا مريم ان الله اصطـفـك الآية فقد ذكرت صيغة الملائكة وهي جمع معرف باللام ولم يـرد الاسـتـغـراق وقال تعالىٰ فسجد الملائكة كلهم اجمعون فلو كان كل جمع مـحـلـى بـاللام مستغرقاً لكان ذكر كلهم مستدركا ولو اردنا ان نجمع الامثلة الـمثبتة لـنـقيض المقدمة الممنوعة لجمعنا دفاتر كبيرة ولكن العاقل الحازم يـكـفـيـه ماذكرنا من البيان والجاهل الهائم النائم لا يستيقظ بضرب السنان ومـنـع تلك المقدمة يودى الىٰ منع الكبرى الكلية من مقدمتى القياس الفاسد الكاسد للقادياني فلانتفاء شرط الانتاج لاينتج ذلك القياس قوله ان المسيح مـات وامـا قـولـنـا ان استـحـالة عدم صحة التفريع على منع الاستغراق غير وارد فـي الـحـقيقة لان المراد من قوله تعالىٰ وما محمد الا رسول قد خلت من قبـلـه الرسل ان محمدﷺ ليس الابشرا رسولا وجنس الرسل قد خلا ومن الـمعلوم ان ماوقع وثبت لبعض افراد الجنس بالنظر الىٰ ذاته وماهيته يمكن ان يثبت لسائر افراده فالثابت للبعض بالنظر الىٰ ماهيته كما يستلزم امكان الثبـوت لـذلك الـبـعـض يستـلـزم امـكانه لباقى الافراد فهذه المهملة اعنى قد خـلـت من قبـلـه الرسل وانكانت بالنظر الىٰ الفعل والاطلاق بمنزلة الجزية غيـر صـالـحة لـكبـروية الشـكـل الاوّل الاانها بما تستلزم من الممكنة الكلية

صالحة لها فغاية ماينتجه القياس على هذا ان المسيح ميت بالامكان بان يقال المسيح رسول وجنس الرسل قد خلا بالفعل والاطلاق وقد عرفت انه يلزمه قولنا كل رسول خال وميت بالامكان فهذا القول اللازم يعجل كبرى منضمة الى الصغرى فينتج النتيجة المذكورة فصح التفريع ولم يلزم الاستحالة العقلية ولا المحذور الشرعي من ثبوت موته عليه السلام في الزمان الماضي لكونه مخالفاً لظاهر القرآن والاحاديث واجماع الامة وهذا مع منع كون لفظ الرسل جمعاً مستغرقاً فاذا لم يثبت مطلوب الكيديين على تقدير منع احدى المقدمتين فقط فعدم ثبوت مطلوبهم على تقدير منعهما معاً اجلى واولى وهذه ظاهر لمن له ادنى دراية وما قلنا من اشتراك ورود عدم صحة التفريع ظاهراً على تقدير تسليم المقدمتين ايضاً كما على منعهما فلان صيغة الرسل وان سلمت انها مستغرقة وسلم ان الخلوا بمعنى الموت لا تستغرق نبينا محمداًﷺ لان الكلام وقع في خلو الرسل قبله عليه وعليهم السلام ومن الضروريات ان خلوهم قبله معناه انهم سابقون عليه في وصف الخلو وهو لا حق بهم في ذلك الوصف وهذا السبق واللحوق زمانيان اللذان لا يجتمع فيهما القبل البعد والا البعد القبل فحين كون الرسل واجدين لوصف الخلو كان نبيناﷺ فاقدا له اذلو كان مثلهم في ذلك الحين للزم في قوله تعالى قد خلت من قبله الرسل الاخبار بقبلية الشيء على نفسه ومع فقد انه عليه السلام ذلك الوصف وتحلي سائر الرسل به كان مستعداً له يمكن له ان يخلو كما خلوا فاذا ثبت كونه عليه السلام فاقداً لوصف الخلو حين خلت الرسل فلم يندرج في تلك الرسل الخالية حين فقدان ذلك الوصف ويلزم على عدم اندارجهﷺ بالنظر الى ذلك الوصف فيهم عدم صحة التفريع بحسب الظاهر لانه اذالم يكن مندرجاً في جملتهم فكيف يتمدى الحكم منهم اليه فان التعدى فرع الاندراج وعدم المتفرع عليه يوجب عدم المتفرع فلم يجدهم تخصيص الخلوا بالموت ولا ادعاء الاستغراق كيف والتمسك بالحشيش لاينفع الغريق فما يجيبون به

عما ورد عليهم نجيب بمثله مع فضلنا عليهم بما اجبنا ولايمكن لهم التشبث بجوابنا لدلالته على مايعم مدعاهم نقيض مناهم فان امكان شئ كما يقارن ثبوته يقارن عدمه وثبوت الاعم من المطلوب غير نافع للمعلل وان نفع المانع السائل واختفاء هذه القاعدة عليهم من كمال جهلهم ونهاية حمقهم مع كونها في غاية الانكشاف وغاية الظهور من لم يجعل الله له نوراً فماله من نور على انه لودل قوله تعالىٰ وما محمد الارسول قد خلت من قبله الرسل على موت ما عدانبيناﷺ من الرسل جميعهم لدل قوله تعالىٰ ما المسيح بن مريم الارسول قد خلت من قبله الرسل على موت ما عدا نبى الله عيسىٰ عليه السلام من الرسل جميعهم يندرج في ذلك العام المحكوم عليهم بالموت نبيناﷺ وهذا محال فان نزوله لم يكن الافى حياته وهذا المحال لم ينشاء الا من تسليم استغراق الرسل فى الآية الاولى فيكون محالاً لان ما يلزم منه المحال محال البتة فاذا لم يثبت اندراج المسيح عليه السلام تحت الاكبر الموقوف على تسليم الاستغراق المستلزم للمحذور والمحال الشرعى لم تصدق النتيجة فى استدلالهم العاطل اللاطائل والاية الثانية تدل دلالة صريحة على حيوٰة المسيح بن مريم حين نزولها اذلوكان من الميتين فى ذلك الحين لقال تعالىٰ ما السميح بن مريم الارسول قد خلا مع الرسل اوقال تعالىٰ قد خلا وقد خلت الرسل اوقال عزوجل قد خلا كما خلت الرسل اوا كتفي بقوله قد خلت الرسل ولم يقل وقد خلت من قبله الرسل وهذا بناء على انحصار الجمع المعرف باللام فى الاحاطة والشمول كما زعم الكائد ومقلدوه المكيدون فالتقييد بقوله من قبله صريح فيما قلنا ودلالة هذه الآية على حيوٰة المسيح لا تتوقف على استغراق الرسل ليلزم ذلك المحذور من ثبوت الموت للنبيﷺ حين نزول تلك الآية بل يكفى فيها كون الرسل جنساً فيقال فى توجيهها ان جنس الرسل وانكان تحققه فى الموارد الخاصة قد خلا من قبل المسيح والمسيح وان لم يخل الى الآن فسيخلو كما خلت الرسل جنسهم فيكون مفادها ان الموت له على نبينا عليه السلام ولم

يوجد الى الآن ولكنه سيموت كما ان مفاد الآية. الا ولى نفى موت نبيناﷺ فيما مضى وترقيبه له فيما ياتى ومتى دلت هذه على حيوٰة المسيح عليه السلام فلو دلت تلك على موته كما تخيل وتخيلو اللزم الاختلاف بين هذين القولين جل قائلهما والقول بوقوع الاختلاف فى القرآن حكم بوقوع ماحكم الله بامتناعه وهذا كفر قال الله عزوجل ومن لم يحكم بما انزل الله فاؤلئك هم الكفرون والدال على امتناع الاختلاف فى القرآن قوله تعالىٰ ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافاً كثيراً فبطلت ارادة استغراق الرسل وعمومه والدليل على ان الحيوٰة والموت مختلفان ان الموت ان فسر بعدم الحس والحركة عما من شانه كلا هما فيقابل الحيوٰة بتقابل العدم والملكة وان بانحياز الروح عن البدن وهو الحق الثابت بالنصوص الشرعيه والقصوص العقلية فبينهما تضاد وكل منهما اختلاف فاستقر على عرش التحقيق ماقلنا من حيوٰة المسيح عليه السلام فى الازمنة الماضية وموته فيما ياتى وهذا ماذهب اليه الاسلاميون باجمعهم بخلاف النصارىٰ القائلين بوقوع موته ثم احيائه ورفعه بجسده وبخلاف من هم اسؤ حالاً واشرما لاً وهم الكائد القاديانى والمكيدون القائلون بوقوع موته وبعدم رفعه الجسدى

ثم استدل الكائد القاديانى على مطلوبه بقوله تعالىٰ وما جعلناهم جسداً لا ياكلون الطعام وما كانوا خالدين وتهذيب استدلاله انه لوكان المسيح عليه السلام حياً فى السماء لزم كونه جسداً لا ياكل الطعام وكونه خالداً وقد نفى الله تعالىٰ ذلك فان مفاد الآية سلب كلى اى لاشئ من الرسل بجسد لا ياكل ولا احد منهم بخالد ومن المقرران تحقق الحكم الشخصى مناقض للسلب الكلى والدليل على كون المفاد سلبا كليا قوله تبارك وتعالىٰ وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد افائن مت فهم الخلدون فانه صريح فى السلب الكلى فاذا ثبت الرفع والسلب كليا بالنص ارتفع الحكم الشخصى المستلزم للايجاب الجزئى المناقض لذلك السلب المدلول بالنص فان

احـد المتناقضين لايجامع النقيض الأخر كما لا يرتفع معه وهذا بديهي اقول بتـوفيق الله وحسن توفيقه ان في قوله تعالىٰ وما جعلناهم جسداً الخ! انما ورد الـنـفي عـلـى الـجـعل المولف المتخلل بين المفعولين ومفعوله الثانى المجعول اليه هو قوله جسداً لا ياكلون الخ! فمدخول النفى هو الجعل المقيد بهذه القيود وظاهر ان المقيد ولو بالف قيد لا يتصور تحققه الا بتحقق كل من تلك الـقيود والـقيـود التي ههنا هي تاليف الجعل وكون المجعول اليه جسداً مـع تـقييده بعدم اكل الطعام فلا بد لتحقق هذا المقيد من تحقق تلك الـقيـود الـثـلثة بـخـلاف الانـتـفـاء فـانـه يتصور بانتفاء جزأى جزء كان ولا يتـوقف عـلـى انتـفاء جميع الاجزاء فينتفي ذلك المدخول للنفي بوقوع غير الـجـعـل موقعه وبانتفاء تاليفه بان يتعلق الجعل المفرد باحد المفعولين اما بـالاوّل فـقط واما بالثاني فحسب وبرفع خصوص المجعول اليه ووضع امر أخـر فـي محله وبانتفاء قيد عدم الاكل ولوسلم تحقق كل قيد ماعد مافرض انتـفـائـه وبـانتفاء مجموع القيود بمعنى انتفاء كل قيد وبانتفاء المقيد اعنى ذاتـا مـامـع تسليم القيود باسرها فهذه المواد والمواقع ليست الابالامكان لا بـالـفـعل والاطلاق الارفع القيد الاخير فانه واقع بالفعل ومراد بقوله تعالىٰ ومـا جـعـلـنـاهـم جسـداً وتـحقق ماعدا ذلك القيد مسلم بل مثبت بالبراهين الـنـقـلية والـعـقـلية الـقـطـعيتيـن وعـدم الاكـل الذي هو امر عدمي يتصور بوجهين بعدم اكل شئ ما اعم من ان يكون طعاماً اوغيره وبعدم اكل الطعام خـاصة وان وجـدمـعـه اكـل غير الطعام وعدم ذلك الانتفاء الذى اضيف الى الامر الـعـدمـي انـمـا يـتحقق بتحقق نقيض ما اضيف اليه الانتفاء فيستلزم انتـفـاء ذلك الـعـدم الـذى هـو فـي قـوة السالبة ثبوت الاكل الذى هو في قوة الـمـوجبة الـمـحصلة اذ عموم الاولى من الثانية انما هو بامكان تحققها بعدم الـمـوضـوع وعـدم امكـان تـحـقـقها حين عدمه لضرورة استدعائها وجود الـمـوضـوع ومن البديهيات ان الموضوع فيما نحن فيه موجود وقد تقرر في مـدارك الـعـقـلاء التـلازم بين السالبة السالبة وبين الموجبة المحصلة عند

وجود الموضوع فلزم من قوله تعالىٰ وما جعلناهم جسداً لا يأكلون الطعام الذى هو بمنزلة السالبة السالبة تحقق قضية موجبة محصلة اعنى كل رسول يا كل الطعام فيقال لمن يدعى به على اثبات موت المسيح بن مريم ان نسبة الاكل الىٰ كل رسول فى هذه القضية هل هى بالضرورة بحسب الذات او بحسب الوصف اوفى وقت ما اوفى وقت معين اوبحسب الدوام ذاتا او وصفا او بالاطلاق اوبالامكان مع قيدا اللادوام فى ماعدا الاوّل والخامس اومع قيد اللاضرورة في ماعدا الاوّل فقط على رأى اوفى ماعدا الخامس ايضاً كما على رأى أخروان لم يكن بعض التراكيب منها متعارفاً اولا يعتبر قيد الاضرورة ولا قيد اللادوام الاوّل والخامس بديهى البطلان لوجود نقيض كل منها وهو امكان عدم الاكل للاوّل واطلاقة للخامس وكذا الثانى والسادس لعدم مدخلية وصف الرسالة فى ضرورة الاكل او دوامه كما لامدخل فيهما ملعنون ذلك الوصف وكذالاتكون ضرورية بحسب الوقت مطلقاً لا بحسب وقت ماولا بحسب وقت معين لان غاية الامر ان يكون الا كل ضرورياً بشرط الجوع والجوع لما لم يكن واجباً فى وقت مالم يكن المشروط به ضرورياً فى وقت ما كما صرح به فى كتب المنطق من ان الكتابة ليست بضرورية فى حين من الاحيان فما ظنك بالمشروط بها والضرورة بشرط الشئ غير الضرورة فى وقت ذلك الشئ والاوّل لا يستلزم الثانى كما فى تحرك الاصابع بشرط الكتابة فان التحرك بشرطها ضرورى وليس فى وقتها بضرورى فكذلك ضرورة الاكل بشرط الجوع امروضرورته فى وقت الجوع امر أخر لاتلازم بينهما فضلاً عن الاتحاد فاذا لم يكن الاكل ضرورياً فى وقت مالم تكن القضية وقتية مطلقة ولا منتشرة مطلقة فلم يكن وقتية ولامنتشرة لاستيجاب انتفاء الاعم انتفاء الاخص وكون الاكل ضرورياً بشرط الجوع لا يقتضى ان تكون القضية مشروطة ايضاً اذا لمشروطة ما يوجد فيه الضرورة بشرط الوصف العنوانى لا بشرط اى وصف كان ومن الظاهر ان الوصف العنوانى فى القضية انما هو وصف

الرسالة دون وصف الجوع فلم يبق الا ان يكون بالاطلاق اوالا مكان مع قيدا للادوام اواللاضرورة اوبدونه والاوّل من كل منهما متعين بدليل قوله تعالىٰ وما ارسلنا قبلك من المرسلين الاانهم لياكلون الطعام ويمشون فى الاسواق فيكون وجودية احد جزئيها ثابت بهذه الآية وثانيهما بما مرمن البيان وهى وانكانت مستلزمة لما عداها لكنها لكونها اخص احق بالاعتبار وينحل الىٰ قولنا كل رسول ياكل الطعام بالفعل ولا شئ من الرسول ياكل الطعام بالفعل وهذه القضية لاتناقض ماذهب اليه الاسلاميون لانه يصدق قولنا المسيح بن مريم أكل للطعام بالفعل وليس بأكل بالفعل وماقررنا قبل من أن الجوع ليس بضرورى لان الجوع خلوا الباطن واقتضاء الطبيعة يدل مايتحلل منه وذلك فرع التحلل ولاارتياب فى تنوع مراتب التحلل باختلاف الاسباب الداخلية والخارجية ولا تحديد لمراتبه فالتحلل الذى فى مرتبة ناقصة غير التحلل الذى فوقه يجوز سلب كل منهما عن الآخرو كذلك يقال فى جميع مراتبه ان كل مرتبة عيناها فهى مسلوبة عما تحتها وعما فوقها من المراتب وهما مسلوبان عنها فهذا حكم اجمالى على كل مرتبة بامكان سلبها عن جميع المراتب الآخر كامكان سلب المراتب الاخر عن تلك المرتبة وهذا فرع امكان السلب فى نفس الامر انسلب مرتبة معينة فى مرتبة اخرىٰ سلب مقيد والسلب فى نفس الامراعم من ان يكون ذلك السلب مقيداً بكونه فى مرتبة اخرىٰ اوّلاً سلب مطلق ولاريب فى ان امكان المقيد فرع امكان المطلق ومتاخر عنه واذا كان الامر كذلك امكن سلب التحلل راساً فامكن انتفاء الجوع اصلامع بقاء الشخص بل حكم الله تعالىٰ بتحقق انتفاء الجوع فى القرآن ولم يكتف بمحض امكانه وقال وعنمن قائل مخاطباً لآدم ان لك الاتجوع فيها ولا تعرى وانك لاتظمئوفيها ولا تضحىٰ وليس ذلك الالعدم التحلل كما ان عدم الضحى لعدم الشمس وحمله على عدم دوام الجوع اوعلىٰ عدم اشتداده غير صحيح والالصح حمل جميع الافعال المدخولة بحرف النفى على نفى دوامها اوعدم اشتدادها وامثال هذالاتصح

ولا تستقيم الالوجود ضرورة داعية واى ضرورة احوجنا الى صرف اللفظ عن الظاهر وحمله على غير الظاهر بحيث لا ينتقل اليه الذهن اصلا والتمسك على وجود تلك الضرورة بقوله وقلنا يادم اسكن انت وزوجك الجنة وكلا منها رغداحيث شئتما ولا تقربا هذه الشجرة فتكونا من الظلمين غير مستقيم فان اطلاق الاكل واباحته لهما لا يقتضي الجوع انكما ان الفواكه في الدنيا لا توكل الالحصول اللذة لالدفع الجوع كذا طعام الجنة ولا افتقار اليه لحصول بدل التحلل ودفع الجوع بل لاجوع ولا تحلل وانما يكون اكله لحصول اللذة فقط فان لم تقنع بما قلنا فطالع التيسير والوجيز وكيف لامع انه قدتاكدو تايد بما صح ان في الجنة باباً يقال له الريان من دخل شرب ومن شرب لا يظما ابداً ولا فرق بين الجوع والظمأ فكمالا امتناع في عدم التعطش لا امتناع في عدم الجوع ولا يرد على ماقلنا من انه اذا امكن سلب التحلل امكن انتفاء الجوع انه احتجاج بلادليل اذانتفاء العلة لا يستلزم انتفاء المعلول بدليل ماتقرر عند الاصوليين من جواز تعدد العلل على معلول واحد فلايلزم انتفاء المعلول بانتفاء واحدمنها لجواز تحققه بتحقق علة اخرى منها كعدم صحة الاحتجاج على الحكم بان زيدا لم يمت بانتفاء واحد من علل الموت كما يقال لا نه لم يسقط من اعلى الجبل فهذا الاستدلال غير صحيح اذالموت كما يتحقق بالسقوط من اعلى الجبل كذلك به من اعلى سطح البيت ومن فوق الشجرة الطويلة وبضرب من السيف والحجر وامثاله وبنحوا مراض يستصعب احصائها فبانتفاء واحد منها كيف يجزم بانتفاء الموت اصلا لا مكان تحققه بتحقق واحد أخر من تلك الانواع وعدم وروده لان التحقيق ان المعلول اذا انحصر في العلة وتكون العلة لا زمة له وهي مفسرة في كتب القوم بما لولاه لا متنع الحكم المعلوم فانتفائها يستلزم انتفاء المعلول اذلا يتصور تعدد العلل بهذا المعنى حتى يمكن عند انتفاء احدهما ثبوته باخرى منها فاذا لم يجز تعدد العلة وانحصر المعلول الواحد في العلة الواحدة اللازمة له فلو تحقق المعلول مع

ارتفاع العلة بهذا المعنى لزم تحقق الملزوم بدون اللازم فالاستدلال على عدم المعلول بانتفاء العلة بهذا المعنى استدلال بانتفاء اللازم على انتفاء الملزوم ولا ريب فى صحته والتحلل بالنسبة الىٰ الجوع كذلك لا نه المتوقف عليه الجوع بمعنى لولاه لامتنع لا بمعنى الامر المصحح لدخول الفاء فيصح الاستدلال على امكان انتفاء الجوع بامكان انتفاء التحلل نعم الجوع علة للاكل بالمعنى الاخير ولذالايلزم من انتفاء الجوع انتفاء الاكل لجواز تحققه بدونه بعلة غير الجوع كاستحصال اللذة وقصد علاج ونحوه وهذا واضح على من له ادنىٰ تامل

واستدل ايضاً ببعض هذه الأية وهو قوله تعالىٰ وما كانوا خٰلدين وبقوله تعالىٰ وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد افائن مت فهم الخٰلدون وتحريز استدلاله هذا انه لوكان المسيح عليه السلاٰم حياً لزم ان يكون خالداً وقد نفى الله الخلود عن كل افراد البشر فى هاتين الأيتين وجوابه أن الخلود المنفى فى كلتا الأيتين هو الخلود بمعنى دوام الحيوٰة فى الدنيا لا بمعنى طول العمر بل لا حقيقه للخلود الا دوام الحيوٰة كما لايخفى على من هو ماهر فى معانى اللغة ومفاهيم نظم القرأن قال تعالىٰ فى حق اهل الجنة اولٰئك اصحاب الجنة هم فيها خٰلدون وفى حق الكفار اولٰئك اصحاب النار هم فيها خٰلدون وعلىٰ هذا فمعنى الأيتين نفى دوام الحيوٰة فى الدنيا لفرد من افراد البشر وهو نقيض الدائمة المطلقة الموجبة الجزئية اعنىٰ قولنا بعض البشر حى دائما وهذه قضية كاذبة قطعا ويلازم ذلك النقيض الصريح قولنا لاشئ من البشر بحى بالفعل وهى قضية صادقة لصدق ملزومها الثابت بقول الله عزوجل المذكور لاستلزام تحقق الملزوم تحقق الازم فهذه المطلقة العامة السالبة لاتستوجب موت المسيح فى الزمان الماضى خاصة اذ لا اختصاص للاطلاق العام بزمان دون زمان بل تقتضى موته فى الجملة والمسلمون باجمعهم قائلون بوقوع موته فى مبادى الساعة فمالزم وثبت بالأيتين غير مناقض ولا مناف لاعتقاد كون المسيح حياً الأن

ومـايـنافى لذلك الاعتقاد الصحيح الحق الصريح من دوام الحيوة فى الدنيا وعـدم الـموت عـدماً مؤبداً غير ثابت بالآيتين فالثابت غير محال والمحال غيـر ثابت وحمل الخلود فى الآيتين علىٰ معنى طول العمر مجازاً لا يصح اذ حـمل اللفظ على المعنى المجازى بغير قرينة صارفة عن معناه الموضوع له غيـر جـائز اذ ليس للعمر حد معين حتىٰ يصح حمله عليه والقول بان العمر الـطبـعـى مـائة وعشـرون قول مشهورى لايوجد عليه دليل لانقلى ولاعقلى والمشاهدة شاهدة عادلة والنقول متعاضدة بوجود الذين تجاوزوا من مائة وعشـريـن فى السلف والخلف ولولا خوف الاطالة لادريت بعد ما استقريت الاتـرى انـه قـد صـرح مـحـقـقوا الا طباء بعدم وجود الدليل على هذا القول الـمشهـور وكـذالـم يـوجد دليل شرعى عليه بل ورد الدليل على خلافه قال تـعـالىٰ فى حق نوح فلبث فيهم الف سنة الا خمسين عاماً فحمله على ماحمله الـكـائد يفضى الىٰ التناقض بين الآيتين وبين قوله تعالىٰ المار آنفاً فى حق نـوح عـليـه السـلام فهـل هـذا الاسفاهة وجهالة اوزندقة وضلالة اعاذنا الله تـعـالـىٰ من سفاهة السفهاء وجهالة الجهلاء وادخلنا فى زمرة العلماء العاملين وجـعلنا من الائمة المتقين الهادين المهدين بجاه خير النبيين وآله وصحبه اجمعين

واستـدل ايـضـاً بـقـوله تعالىٰ ومنكم من يتوفى ومنكم من يرد الىٰ ارذل العمر لكيلا يعلم بعد علم شيئًا وتهذيبيه ان هذا التقسيم حاصر لجميع افـراد البشـر كحصر الزوج والفرد لجميع افراد العدد بحيث لا يجتمع وصفا التـوفـى والـرد الىٰ ارذل العمر فى فرد من البشر ولا يخلو فرد من كليهما كما لا يـجتـمع الزوج والفرد فى عدد ولا يخلو العدد من كليهما فالقضية منفصلة حـقيـقية فـاذا لـم يمت المسيح ولم يعرضه ارذل العمر لزم ارتفاع كلا جزئى الـحـقيـقة وذا غيـر مـمكن فهذا المحال انما لزم من فرض عدم موته فيكون بـاطلاً فيثبـت نـقيـضـه وهـو مـوت المسيح فذلك هو المطلوب والجواب انه يـمـكـن التـقسيـم بين ظاهر مفهومى من يتوفى ومن يردلان من يرد بحسب

مفهومه يندرج في من يتوفى لانه اخص منه فان من يرد الىٰ ارذل العمر لا محالة يدركه التوفى والتوفى متحقق بدون الرد ايضاً كما هو معه فالمتوفى اعم ممن يرد وتقسيم الشئ الىٰ نفسه والى ماهو اخص منه غير صحيح بل غير متصور الانه عبارة عن جعل الشئ الواحد بالوحدة المبهمة متعدداً بضم قيود متعددة مختلفة فان كانت القسمة اعتبارية كتقسيم كل ماهية الىٰ حصصها وافرادها الاعتبارية يكون التقييد بها داخلاً فى عنواناتها دون الحقائق والمعنونات والقيود غير داخلة اصلاً لا فى هذه ولا فى تلك وان كانت حقيقة فاما بالمقومات المحصلة والفصول المنوعة فيكون القيود داخلة فى المعنونات وان بالعوارض المخصصة فالقيود داخلة فى العنوانات دون المعنونات وظاهر ان الانسان لوكان منقسماً الىٰ المتوفى والى من يرد لكان انقسامه بهذين الوصفين انقسام الشئ بالعوارض المخصصة المميزة لبداهة خروج وصفى التوفى والردعن الانسان والتميز لقسم انما يحصل بوصف يختص بذلك القسم ولايوجد فى قسميه والتوفى ليس كذلك لتحققه فيما زعمه المستدل قسيماً للمتوفى ايضاً فاذا انتفى الاختصاص والتمييز انتفى التقسيم وان تاملت حق التامل تيقنت بالتقسيم بين من يتوفى من غير ان تعرضه حالة الرد وبين من يتوفى من عروضها ويدور حينئذ المتوفى مطلقاً المتلازم للانسان بين قسميه كما يدور الحيوان المنقسم الىٰ قسميه من الناطق وغير الناطق فمحل التقسيم ومورد القسمة هو المتوفى مطلقاً والقسمان اللذان ينقسم اليهما هما المتوفى المعروض للرد والمتوفى الذى ليس كذلك فهذا التقسيم صحيح وحاصر وبحصر المتوفى المطلق اللازم ينحصر الانسان الملزوم ولا يلزم التنافى بين القول بعدم مضى موت المسيح عليه السلام وبين ذلك الحصر لكفاية القول بوقوع موته فى الآتى لصحة ذلك الحصر وهو عليه السلام داخل فى الشق الاوّل من الحصر وليس من لوازم دخوله فيه مضى موته البتة فان الشق الاوّل مذكور بصيغة المضارع دون صيغة الماضى ولعل المستدل

الكائد اشتبه عليه لفظ يتوفى المضارع المجهول بصيغة توفى الماضى المجهول فتفوه بما تفوه ولم يات بشئ معقول نعم انما يلزم ابطال الحصر لوقيل بتابيد حيوته وخلوده فى الدنيا فحينئذ لا رتفع كلا الشقين ولو جد قسم أخر من الانسان لم يوجد فيه التوفى مطلقاً فكان محلاً لان يورد عليه بانه اما ان يوجد فى ذلك القسم الخارج من القسمين الذى فرض مؤبداً ومخلداً مطلق التوفى وهذا مع كونه بديهى الاستحالة لتنافى ابدية الحيوة والتوفى يقتضى ابطال الحصر لوجود المقسم بدون ماانقسم اليه من القسمين واما ان لا يوجد فيه بسبب انتفاء جميع موارده وارتفاع ما انحصر فيه وهذا يفضى الىٰ القول بعدم لزوم التوفى للانسان وذلك باطل بدليل قوله تعالىٰ كل نفس ذائقة الموت واما الىٰ القول بجواز حصر اللازم فى شئ بدون حصر الملزوم فى ذلك الشئ وهو ايضاً باطل للزوم انفكاك اللازم عن الملزوم وهذه المحالات انما هى لا زمة على القول بتابيد حيوته عليه السلام فيكون باطلاً ولاتلزم للقول بطول حياته مع وقوع موته فى المستقبل وبينهما بون بعيد

وعد ذلك الكائد هذه الاستدلات من الاستدلال بالعمومات ثم استدل علىٰ زعمه بالخصوصات منها حديث المعراج الدال على ملاقات نبيناﷺ مع ابنى الخالة يحيىٰ وعيسىٰ عليهما السلام فى السماء الثانية وتنقيحه انه لم لم يكن ميتا لما اجتمع عيسىٰ مع الاموات من النبيين فى مقار ارواحهم اقول ان هذا الاستدلال مما يضحك عليه البله والصبيان فانه لوكان الاجتماع معهم يستلزم موت من يجتمع معهم لزم كون نبيناﷺ ميتا حين اجتماعه معهم وهل هذا الاخبط اوجنون ولوادعى طول اجتماعهما وكون الاجتماع الكذائى دايماً للاتحاد بينهما فى وصف الموت وان هذا النوع من الاجتماع لم يوجد لنبيناﷺ مع ارواح النبيين فلا يلزم كونه مثلهم بخلاف عيسىٰ ويحيىٰ عليهما السلام فانهما معاً مستقران فى تلك السماء فيلزم ان تكون حال احدهما كحال الأخرقال منعنا المقدمتين من

كـون السمـاء الثـانية مـقـر الـكليها ومن كون هذا النوع من الاجتماع علة لا تـحـاد حـالتى الـمجتمعين ومسند المنع الاوّل انه لا يلزم من ملاقات رسول اللهﷺ مع نبى الله يـحيىٰ كـون يحيىٰ عليه السلام مستقر امقيما فى تلك السمـاء بل يجوز ان تكون ملاقاتهما كملاقاته مع جميع الانبياء في الاقصىٰ بـان يـكـون مـقـرهـم الـعليـين وامروا بالذهاب الىٰ المسجد الاقصىٰ اوالى السموٰت المختلفة من مقرهم الاصلى باجسادهم بعينها اوبارواحهم بالتمثل بامثال اجسادهم وكل ذلك ممكن اويكون مقرهم القبور كما رئى موسىٰ عليه السلا م يصلي فى قبره فامروا بالذهاب الىٰ الاقصىٰ اوالى السموٰت كذلك فان قيل ان هـذا الـقول قول بعروجهﷺ بالعروج المثالى قلت كلا فان عروجه عـليه السلام عروج عيني واقعي بجسده الطاهر الاشرف ولايلزم من رويته الـمثـل رويتـه بـالـمثال فان رويته الاشياء فى ليلة المعراج تنوعت فقد راى بـعـض الاشيـاء انـفسها وبعضها بامثالها كما يظهر لمن طالع ماورد فى بيان مـعـاملة الاسراء ذهاباً اياباً وفرق بين كون المثال مرئيا وبين كونه رايا فلم يـلـزم المحذور وبهذا وضح انه لا يلزم من اجتماع المسيح ويحيىٰ فى السماء كـون كـليهـمـا مقيمين فيها فضلا عن كونهما مشاركين في وصف النوت كما زعـمه وسـنـد المنع الثانى ظاهر فان اتحاد المكان ولو على سبيل القرار لا يستلزم اتحاد المتمكنين فى الاوصاف كلها فتامل يظهرلك حقيقة ماقلنا

ومـن دلائـلـه الـخـاصة عـلـىٰ حسب زعمه قوله تعالىٰ انى متوفيك وقـولـه عـزوجـل فـلما توفيتنى وما هذا فى الحقيقة لا تمويه للباطل وايهام جهـلة الـنـاس وايـقـاعهم فـى الـضلالة والـحيرة وازاحته ان هذين القولين الكريمين لايدلان على مزعومه اذالتوفى عبارة عن اخذ الشئ وافياء ومادته الـوفـاء ومـن الاصـول الـمـقـررة والقواعد المسلمة ان اصل الماخذ بمفهومه مـعتبـر فـى جـميـع تـصـاريـفـه وان اختلف الصيغ والابواب واعتباره فيها اعتبـار الـجزء فى الكل الاترىٰ الىٰ لفظ العلم فان معناه حصول صورة الشئ عـنـد الـعـقـل والاضـافة بيـن الـعـالـم والمعلوم او نسبة ذات اضافة كذاتية

اوالصورة الهاصلة او الحالة الا دراكية اوتحصل صورة الشئ على حسب تنوع أرائهم وهذا المعنى يكون داخلاً فى معانى جميع ما اخذ من لفظ العلم سواء كان ذلك الماخوذ من تصريفات المجرد او المزيد فان علم مثلاً بصيغة الماضى المعلوم معناه انه حصل للفاعل صورة الشئ المعلوم فى الزمان الماضى وهذا على الاصطلاح الاوّل او حصلت له الاضافة بينه وبين ماعلمه وهذا على التفسير الثانى وقس على ما مثلناك به باقى الاصطلاحات فباشتمال مفهوم علم الماضى على مفهوم المصدر ونسبة الىٰ الفاعل والزمان يكون مفهومه كلاً ومفهوم المصدر جزأ ففيه التركيب من ثلثة اجزاء وكون النسبة الىٰ الفاعل والزمان جزئين عام فى جميع ماشتق من المصدر المجرد اواشتق من الماخوذ من ذلك المجرد من الافعال ولا يلزم ان يكون كل ماشتق من ذلك المجرد او مااخذ منه اواشتق من الماخوذ منه سواء كان فعلا اوغيره كذٰلك فان من مشتقات العلم العالم والنسبة الىٰ الزمان لاتوجد فيه ومن الماخوذ منه الاعلام وكلتا النسبتين لاتوجدان فيه لانسبة الفاعل ولا نسبة الزمان بل فيه مفهوم الاصل المجرد وما اقتضاه خصوص هذا الباب الذى بذاك تعدى الان الىٰ مالم يتعد اليه فى صورته الاصلية لمادته ففيهما التركيب من جزئين ومن المشتقات من الماخوذ منه اعلم بصيغة الماضى ايضاً مثلاً ففيه التركيب من اربعة اجزاء اثنان منهما الجزء ان اللذان تضمنهما الاعلام من مفهوم المصدر المجرد ومن خصوص مقتضى الباب ولاخران هما النسبتان المذكورتان ففى التوفى لكونه ماخوذاً من الوفاء احتواء على معنى الوفاء باعتبار كونه ماخذاً له وعلىٰ الاخذ باعتبار خصوص الباب وفى ماشتق من التوفى من الصيغ الدالة على الزمان كتوفيت مثلاً احتواء على اربعة اجزاء ومن الصيغ الغير الدالة على الزمان كصيغة المتوفى الظواه علىٰ ثلثة اجزاء لعدم اشتمالها على الزمان فاحاطة كل صيغة من هذه الصيغ المشتقة على مفهوم اصل الماخذ سواء كان تركيب معناها من تلك الاجزاء تركيباً حقيقيا كما هو المشهور او تركيباً تحليليا كما

هو الحق الحقيق بالتامل الدقيق احاطة الكل على الجزء وانكانت هذه الاحاطة على الاحتمال الثانى الراجح يؤل الىٰ الاحاطة بمعنى صحة انتزاع الجزء التحليلي من الكل كذلك فاذن المعنى الذى يراد من التوفى اومما اشتق منه فهو على تقدير كونه مجردا عن معنى الوفاء لايكون معنى حقيقتا للفظ التوفى اوالمشتق منه لان التجريد عن بعض اجراء الموضوع له تجريد عن كله والا يلزم تحقق الكل مع انتفاء الجزء او تحقق ماهو فى حكم الكل مع انتفاء ما هو فى حكم جزئه وذاباطل بالبداهة فاذالم يكن ذلك المعنى المراد معنى حقيقيا لذلك اللفظ لابدان يكون معنى مجازياً اذا للفظ المستعمل فى المعنى لا يخلو عن الحقيقة والمجاز ولا يختص ذلك الحكم بارتفاع مفهوم الماخذ فحسب بل يحكم بالمجازية فى كل صيغة بانتفاء كل جزء اى جزءكان من الاجزاء المعتبرة فى تلك الصيغة سواءكان دخول ذلك الجزء فيها بالوضع الشخصى او بالوضع النوعى يمثل الاوّل باللبنات فى الجدران والثانى بدخول جزء المشتق فى المشتق فان وضع المشتقات وضع نوعى كما يقال كل لفظ على وزن مفعول فهو يدل على من وقع عليه الفعل فاذاً لم يكن بدل كون المعنى حقيقياً حال كونه مركبا من تحقق كل جزء من اجزائه ويكفى فى ارتفاعه وتحقق المعنى المجازى انتفاء واحد من تلك الاجزاء لا نه كما ينتفى الكل بانتفاء جميع الاجزاء ينتفى بواحد منها وذلك ظاهر وهذا التحقيق يدل دلالة واضحة بينة على ان المتوفى هو الأخذ بالوفاء والتمام وذلك معناه الحقيقى لتحقق جميع ما لا بدمنه للمعنى الحقيقى بهذا اللفظ من مدلول الوفاء والاخذ ونسبة الىٰ الفاعل ففى قوله تعالىٰ خطابا لعيسى بن مريم عليه السلام يعيسىٰ انى متوفيك ورافعك يكون معناه على الحقيقة ان يا عيسىٰ انى أخذك بالكلية وبالتمام وكذا المراد فى قوله تعالىٰ حكاية عنه فلما توفيتنى كنت انت الرقيب عليهم هو الاخذ بالتمام وذا لايوجد الافى الرفع الجسدى لانحصار الاخذ بتمامه فى هذا الرفع دون الرفع الروحى لانه اخذه ببعضه دون كله فاطلاق التوفى مع

كونه محمولاً على الحقيقة على الرفع الروحي غير جائز نعم لواريد بالتوفى اخذ الشئ مجرداً عن معنى الوفاء والتمام بان يكون عدم الوفاء ماخوذا فيه اوبان لايكون الوفاء معتبراً فيه سواء قارنه اولم يقارنه واعتبار عدم الوفاء يغائر عدم اعتبار الوفاء فحينئذ يصح اطلاقه على الرفع الروحي لكن على الاوّل يكون اطلاقه عليه من قبيل اطلاق الكل على الجزء وعلى الثاني من قبيل عموم المجاز والفرق بين اعتبار عدم الشئ وبين عدم اعتبار ذلك الشئ انما هو بالخصوص والعموم وكل من هذين الا طلاقين اطلاق مجازى لايصار اليه الابقرينة صارفة عن ارادة معناه الحقيقي الاصلى والقرينة غير موجودة فلا بدمن ان يحمل على الحقيقة دون المجاز ومن المعلوم ان مدار كون اللفظ حقيقة ومجازاً انما هو الوضع مطلقاً اعم من ان يكون الوضع وضعاً شخصياً اووضعاً نوعياً فان استعمل اللفظ فى المعنى الموضوع له الشخصى او النوعي كان حقيقة والا كان مجازاً والمشتقات لتركبها من مادة وهيئة موضوعتين اولهما بالوضع الشخصي وثانيتهما بالوضع النوعي تكون دلالتها على معنى اصل المبدء بمادتها بالوضع الشخصى وعلىٰ مفهومها التركيبى بوضعها النوعي ولكونها مركبة بهذه الصفة لابدلكونها حقيقة من تحقق كلا الوضعين ولا يكفيها فى كونها حقيقة تحقق احدهما فقط بخلاف مجازيتها فانها تتصور بانحاء ثلثة بانتفاء الوضع الشخصى فقط كمجازية الناطق فىٰ معنى الدال بصرف لفظ النطق الموضوع بالوضع الشخصى عن معناه الحقيقى الىٰ معنى الدلالة وبانتفاء الوضع النوعي فقط كاطلاق لفظ القائلة على المقولة مع بقاء اصل المعنىٰ المصدرى وبانتفاء كليهما كمالوا طلق الناطق واريد به المدلول فلفظ متوفيك او لفظ توفيتنى ان حمل علىٰ معنى الاخذ بالتمام الذى لا يكون الابرفع الروح والجسد يكون حقيقة لتحقق مدار الحقيقة من كلا الوضعين وان حمل علىٰ معنى لم يندرج فيه معنى الاخذ بالتمام سواء جرد عنه بان يكون عدمه قيدا للاخذ اوبان يرسل الاخذ ولم يعتبر معه قيد التمام وجد

فيه التمام اولم يوجد يكون مجازاً لصرفه عن معناه الموضوع له بالوضع الشخصي ومن المقررات والمسلمات ان المصير الى المجاز بلاقرينة صارفة غيرجائز فتعين المصير الى الحمل على الحقيقة ودعوى تبادر التوفى في معنى الاماتة وجعل التبادر قرينة لكونه حقيقة في الاماتة غير مسلم لانه لواريد بتبادره في هذا المعنى التبادر مع عدم القرينة فذلك اوّل النزاع ولم يوجد في القرآن في موضع من موارد هذا اللفظ استعماله في هذا المعنى بغير قرينة وان اريد به التبادر مع القرينة فذاك مسلم ولكن علامة الحقيقة هي تبادره مع العراء عن القرينة لا مع انضمامها والايكون كل مجاز مستعمل حقيقة فلم يصح تقسيم اللفظ الى الحقيقة والمجاز لعدم امكان وجود المجاز على هذا التقدير وانما ادعينا ان لفظ التوفى حيث وقع في القرآن بمعنى الاماتة فانما وقع مع القرينة لا بدونها فان حمل التوفى على الموت في قوله تعالى ثم يتوفهن الموت بقرينة اسناده الى الموت وفي قوله عزوجل قل يتوفكم ملك الموت الذى وكل بكم وفى ان الذين توفهم الملئكة ظالمى انفسهم وفى تتوفهم الملائكة ظالمى انفسهم وفى تتوفهم الملئكة طيبين وفى توفته رسلنا وفى رسلنا يتوفنهم وفى يتوفى الذين كفروا الملئكة وفى قوله تعالى فكيف اذاتوفتهم الملئكة يضربون وجوههم اسناده الى الملك الموكل في الاول وفي الباقية من اقواله الشريفة اسناده الى الملئكة القابضة للارواح قرينة صارفة وفى قوله عزوجل وتوفنا مع الابرار سوال المعية بالابرار وفى قوله عزوجل توفنا مسلمين سوال حسن الخاتمة قرينة كذلك وفى فامانرينك بعض الذى نعدهم اونتوفينك فالينا يرجعون قرينة التقابل اذما يعتبر في احدالمتقابلين يعتبر عدماً في المتقابل الآخر كم اعتبر الانتقال التدريجي في الحركة وجوداً وعدمه في ضدها اعنى السكون ولاريب ان الحيوة معتبرة في نرينك اذالارائة بدون حيوة الرائي غير متصور فيعتبر عدمها في مقابله وهو نتوفينك وفي قولى تعالى والذين يتوفون منكم ويذرون ازواجاً يتربصن بانفسهن اربعة اشهر وعشراً

قرينتان احدهما ويزرون ازواجاً والاخرى يتربصن وكذافى قوله تعالىٰ والذين يتوفون منكم يذرون ازواجاً وصية لازواجهم الآية قرينتان اولهما هى اولهما فى الآية السابقة وثانيتهما لزوم الوصية وكذا التقابل فى ومنكم من يتوفى وقيد حين موتها فى قوله تعالىٰ الله يتوفى الانفس حين موتها والتى لم تمت فى منامها قرينة على المعنى المجازى وفى هذه الآية الاماتة والانامة كلتا هما مراد تان لا بطريق الجمع بين الحقيقة والمجاز لما تقرر من امتناعه فى الاصول ولانه ليس شئ من الاماتة والانامة معنى حقيقيا للفظ التوفى حتى يلزم ذلك من اجتماعه مع الآخر ولا بطريق عموم المجاز كما فى قول القائل لايضع قدمه فى دار فلان فانه يحنث سواء دخل من غير وضع القدم كما اذا دخل راكبا اومع الوضع كما اذا دخل ما شيا حافيا وسواء دخل فى الدار المملوكة لفلان او الدار المستعارة والمستاجرة لفلان ولا يخصص هذا القول بمعناه الحقيقى حتىٰ ينحصر حنثه فى الدخول حافياً وفى الدخول فى الدار المملوكة لفلان ولا بالمعنى المجازى حتىٰ ينحصر حنثه فى الدخول فى غير الدار المملوكة لفلان وفى الدخول غير حاف بل يعم بالدخول مطلقا فى دار فلان بان كانت مسكونة له سواء كانت تلك السكونة بالملك اوبالعارية اوالاجارة وليس ذلك الاعلى سبيل ارادة معنى اعم يشتمل على المعنى الحقيقى والمجازى كليهما وهذاهو عموم المجاز وارادة كلتيهما لا بهذا الطريق لعدم اعتبار معنى عام يشتمل على المعنى الحقيقى من الاخذ بالكلية والاخذ بالبعضية فاذن كونهما مراد تين ليس الامن حيث ارادة الاخذ بالبعضية بان يراد بالتوفى سلب تعلق الروح بالبدن تعلقا يوجب الادراك الاحساسى اوتعلقا يوجب الحيوٰة فانكان الاوّل مسلوبا بدون الثانى فهذا هو الانامة وانكان الثانى ومن لوازمه كونه متضمنا لسلب الاوّل فهذا هو الاماتة ودوران ذلك التعلق بين الاحساس وبين الحيوٰة ليس كدوران الشئ بين النقيضين بل كدورانه بين امرين يكون احدهما اخص والآخر اعم ولذا امتنع وجود التعلق الاوّل بدون الثانى

ويقال وجوباً كل حساس حي بدون عكس كلي فلا تنافي في اجتماع الاحساس والحيوة في الحيوان بل في ارتفاعهما عنه وتضمن رفع التعلق الثاني لرفع التعلق الاوّل لا يقتضي نفي سماع الموات انسما عهم الذي نحن مثبتوه هو بمعنى ادراك ارواحهم وذلك ثابت بالادلة القطعية لامجال لا حدفي انكاره وهذا لا يرتفع في ضمن ارتفاع الحيوة وما يرتفع في ضمن ارتفاعها وهو السماع العادي الذي لا يمكن الابقوة جسمانية عصبانية ولا يقول احد بتحققه مع انتفاء الحيوة فالسماع الثابت بالادلة الشريعة والعقلية غير مرتفع وماهو مرتفع غير ثابت وبهذا يظهران التقابل الذي بين الموت والحيوة هو التقابل بالتضاد لكون كليهما وجوديين فان كون الحيوة امراً وجودياً ظاهر واما الموت فلانه اثر للاماتة والا ماتة لما كانت عبارة عن قطع تعلق الروح بالبدن وايقاع الفصل بينهما وتخريب البدن كان الموت الذي هو مطاوعها عبارة عن انقطاع ذلك التعلق والانفصال والتخريب وكل ذلك وجودي ويدل على كونه وجودياً قوله تعالىٰ خلق الموت والحيوة لان الموت لوكان عدمياً لما تعلق به الخلق اذلا يقال للعدمي انه مخلوق فان الخلق هو الجعل والايجادو عدمية عدم الحيوة عدما ثابتاً اللازم للموت لا تصير الموت عدمياً لظهور عدم استلزم عدمية اللازم عدمية الملزوم الاترى الى الفلك فانه ملزوم لعدم السكون عند الفلاسفة ولايلزم يكون لازمه هذا عدميا كون الفلك عدميا ونظائره اكثر من ان تحصر وهذا ماقلنا من ان التوفي ليس حقيقة في الاماتة لان الاماتة لايوجد فيها الاخذ بالتمام بل الاخذ في الحملة بخلع صورة نوعية عن الجسم الحيواني وليس اخرىٰ منها وبفصل الروح عن البدن فباعتبار وجوب حمل اللفظ على الحقيقة يكون قوله عزوجل يعيسیٰ اني متوفيك دليلالنا لا له ويؤيه العطف بقوله ورافعك الي اذا المراد به الرفع الجسماني والافما وجه تخصيصه بعيسى عليه السلام لعموم الرفع الروحاني كل مؤمن وحمله على هذا الرفع العام مستدلاً بقوله عزوجل يرفع الله الذين آمنوا منكم والذين اوتوا العلم درجات غير صحيح لان المذكور في تلك الآية هو رفع المسيح

نفسه وفى هذه الآية رفع الدرجات ولايخفى الفرق بين رفع الشئ نفسه بين رفع درجاته كما هو بين قولك رفعت زيداً وبين رفعت زيداً ثوبه اوبيته اوشيئاً آخر مما يتعلق به ومع ثبوت التغائر بين الرفعين لا يتم التقريب فعلى هذا يقال ان من نودى وخوطب بالضمائر هو عيسىٰ عليه السلام فيكون المنادى والمتوفى والمرفوع والمطهر من الكفرة وفائق الابتاع اياه عليه السلام فيتركب القياس من الشكل الاوّل من انّ عيسىٰ هو المصداق للمتوفى المفهوم من الآية والمصداق له هو المصداق لصيغة من وقع عليه فعل الرفع فينتج ان عيسىٰ هو المصداق للمرفوع وهذا عين ما ادعيناه من أن المرفوع هو شخصه لاروحه فقط وايضالوكان روح عيسىٰ مرفوعاً دون جسده الاطهر لوقع جسده فى ايدى الكفرة ولحصل مرادهم ولاهانوه فلم يصح قوله تعالىٰ ومطهرك من الذين كفروا فان الاماتة ليس تخليصاً وتطهير من الاعداء بل تحصيلاً لمرادهم وايضاالهم الىٰ مناهم وغاية متمناهم فهل يصح لمن له فهم مستقيم وعقل سليم ان يفهم من الرفع فى هذه الآية الرفع الروحانى فى وهل لا يعد ذلك المستنبط من ارباب الجهالة ولعمرى ان هذا الشئ عجيب يتعجب منه كل لبيب

واستدل ايضاً بقوله تعالىٰ قولهم انا قتلنا المسيح بن مريم رسول الله وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم وان الذين اختلفوا فيه لفى شك منه مالهم به من علم الاتباع الظن وما قتلوه يقيناً بل رفعه الله اليه وكان الله عزيزاً حكيما ۰ وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهيداً حيث حمل الرفع على الرفع الروحانى وقال برجوع الضمير المجرور المتصل بالباء فى قوله تعالىٰ ليؤمنن به الىٰ كونهم شاكين غير متيقنين بكون عيسىٰ مقتولاً مصلوباً وبرجوع الضمير المتصل بقوله موته الىٰ الكتابى ثم وجهه بتوجهين آخرين وحكم علىٰ كليهما بالصحة والصواب الاوّل ان لفظ الايمان مقدر فى قوله تعالىٰ قبل موته اى قبل الايمان بموته فيكون معنى الآية ان كل كتابى يؤمن بان قتل عيسىٰ مشكوك فيه قبل ان يؤمن بموته الطبعى الذى وقع فى الزمان الماضى والتوجيه

الثانـي ان كـل كتـابـي كـان يـؤمـن يعلم قطعاً بانهم شاكون في قتل عيسىٰ وليس قتله الاعلىٰ سبيل الشك والظن وذلك اى ايمانهم بكونهم شاكين كان قبـل ان مـات عـليـه السلام والحاصل انهم والحال ان عيسىٰ حي اى قبل ان مـات كـانـوا شـاكين في قتله ولم يكن حصل لهم قطع لقتله بل كانوا قبل ان مـات يـوقـنـون بمشـكـوكية قتـله وفي هذا الاستدلال انظار شتى اماالنظر الاوّل عـلـى التـوجيـه الاوّل فلان حمل الرفع في الآية على الرفع الروحاني غيـر صـحيـح اذالـكـلام وقـع بطريق قصر الموصوف على الصفة على نحو قـصـر الـقـلـب وهذا مشروط تنبا في الوصفين كما اذا خاطب المتكلم رجلا بـعـكس مـايـعـتـقـد مثل ماقام زيد بل قعد لمن يظن بقيامه وظاهر ان القيام والـقـعـود متـنـافيـان واشتـراط التـنـافـي اعـم من ان يكون شرطا لحسنه اولاصـلـه ومن ان يكون التنافي تنافيافي نفس الامر اوفي اعتقاد المخاطب عـلـى حسـب تـعدد الاراء وانما كان قوله تعالىٰ وما قتلوه يقينا بل رفعه الله اليه عـلـى نـحـو قصر القلب لانهم كانوا يدعون ان عيسىٰ مقتول فخاطبهم اللهتـعـالىٰ بعكس مازعموا من انه مرفوع لامقتول كما زعمتم فيجب التنافي بيـن وصـفي القتل والرفع وذلك لايتصور الا اذاكان مرفوعاً حال كونه حياً اذمنا فاة الرفع حال الحيوة اى الرفع الجسماني للقتل ظاهر بديهى لايحتاج الىٰ تنبيه فضلا عن دليل واما اذا كان الرفع رفعا روحانيا فلوجوب اجتماع الـرفـع مـع القتل لا يتحقق التنافي بين الرفع والقتل لان كل احد يعلم قطعا ان مـن قتـل فـي سبيـل الله فهـو مـرفوع بالرفع الروحاني باجماع المذاهب فـحينئذ يجب اجتماعهما ومع ثبوت الاجتماع النفس الامرى بل والاعتقادى ايـضاً ارتفع التنافي راساً فلم يصح القصر اولم يحسن فاما ان يقربكون هذا الـكلام نزل رداً لزعم اهل الكتاب فيلزمه الاقرار بكونه قصر القلب ووجوب تـنافي وصفي القتل والرفع باحدالوجهين وبكون الرفع رفعاً جسمانياً واما ان يـقـر بـعـدم وجـوب التـنـافي بيـن الـوصفين في قصر القلب وهذا هدم لـلـقواعد العربية وبالجملة لابدله اما من القول برفعه عليه السلام حياً واما من الخروج عن العربية فايهما شاء فليختر والنظر الثاني ان ارجاع الضمير

الاوّل الىٰ مشكوكية قتل عيسىٰ دون عيسىٰ ليس باولى من ارجاعه اليه فاختياره عليه مع لزوم مخالفة السلف والخلف ترجيح بلامرجح بل ترجيح للمرجوح وهذا فحش من ذلك مع انه يكون المعنى على هذا ان كل كتابي يؤمن بان المسيح مشكوك القتل وان قتله ليس بقطعي كما اوضحه بنفسه وهذا المعنى لا يستقيم لان اتيانهم بمضمون قتل عيسىٰ في عنوان الجملة الاسمية وتاكيده بان صريح في كونهم مذعنين بقتله ولذارد الله عزوجل ادعائهم هذا بقوله عزوجل وماقتلوه يقيناً اذلولم يكن لهم الاذعان لكفى في ردهم وماقتلوه ولم يزد عليه قيد يقيناً فالقول بانهم لم يكونوا مذعنين بل كانوا شاكين في قتله قول بالغاء قيد يقيناً في قوله تعالىٰ وما قتلوه يقينا لخلوه عن الفائدة على هذا التقدير وادعاء ان قيد يقينا قيد للقتل المنفي في وما قتلوه فيكون النفي وارداً على القتل المقيد بهذا القيد والنفي على هذه الوتيرة كما يتحقق ويصح بانتفاء القيد كذلك يصح بانتفاء المقيد والقيد كليهما وههنا كذلك فان القتل مع التيقن منتف لا ينفعه ولا ينجيه من لزوم الغاء القيد لكفاية نفي اصل القتل في ردهم مع انه يخالف القاعدة الاكثرية من ان النفي الوارد على المقيد يتوجه الىٰ القيد فحسب على انه لم يوجد دليل على انهم قالوا بهذه الجملة من غير صميم القلب كما وجد على كون قول المنافقين لرسول اللهﷺ نشهد انك لرسول الله من غير صميم القلب فكيف يصح ان هذا القول منهم مع كونهم شاكين من قبيل اظهار خلاف ماكانوا عليه لئلا يتوجه ايراد لزوم الالغاء على الكائد المستدل بل وجد الدليل على انهم كانوا بقتله مذعنين كما يدل عليه صريح عبارة القرآن•لين النصارىٰ قديماً وحديثاً يدعون بذلك ويدعون الناس الىٰ الايمان بذلك ويزعمون ان وقوعه له عليه السلام كان كفارة لذنوب امته مع انه كان ذلك مكتوباً في انجيلهم وان كان بطريق التحريف لكنهم لا يمانهم بالانجيل وزعمهم عدم التحريف فيه كيف يجوز ويمكن منهم الشك في قتل عيسىٰ عليه السلام ومع وجود هذا الدليل لايتصور ان ينسب الىٰ جميعهم الشك في قتله وقول الله عزوجل وان الذين اختلفوا لفي شك منه مالهم بذلك من علم

الاتباع الظن مؤول بان المراد بالشك ليس مايتساوى طرفاه كما اصطلح عليه المنطقيون بل المراد من الشك المذكور ما يقابل العلم ومن العلم الحكم الجازم الثابت المطابق لنفس الامر وعلىٰ هذا لاتنا في بين شكهم واذعانهم في قتل عيسىٰ عليه السلام فيكون معناه وان الذين اختلفوا لفي شك منه اى لفي حكم غير مطابق للواقع وانكان حكمهم بذلك حكماً جازماً ولكن لعدم مطابقته لنفس الامر لا يعد علماً بل شكا وليس لهم بذلك علم اذلا بد فيه من المطابقة في نفس الامر فهم انما يتبعون الظن اى الحكم الغير المطابق لنفس الامر فيكون مال الشك والظن واحداً ولو اريدا بالمعنى المصطلح لاهل المعقول لم يتحد مصداقهما المتبائن بينهما لوجوب رجحان احد طرفي الظن اى الطرف الموافق وعدمه مطلقا في الشك وهذا ظاهر واطلاق الشك والريب على غير المعنى المصطلح لهم مما يقابل العلم اليقيني شائع وفي القرآن واقع قال عزوجل وان كنتم في ريب مما نزلنا علىٰ عبدنا اطلق الريب على انكارهم وقولهم الجازم بانه كلام البشر وبانه شعر او كهانة يدل على ذلك قوله تعالىٰ فلا اقسم بما تبصرون وما لاتبصرون انه لقول رسول كريم وما هو بقول شاعر قليلاً ماتؤمنون ولا بقول كاهن قليلاً ماتذكرون تنزيل من رب العلمين فلو كانوا شاكين في كونه كلام الله تعالىٰ بالشك المصطلح لما وقعت هذه التاكيدات من كون الجملة اسمية وتاكيدها بان وبالقسم فهذه دلالة بينة علىٰ شدة انكارهم لكونه كلام اللّٰه تعالىٰ البالغ الىٰ حدالجزم بانه كلام غير الله وكذا اطلاق الظن عليه قال تعالىٰ ان يتبعون الا الظن وان هم الا يخرصون وخلاصة الاشكال الذى ورد عليه على تقدير ارجاع الضمير الاوّل الىٰ الشك اما لزوم الغاء القيد في الآلة واما حمل قولهم انا قتلنا المسيح بن مريم على خلاف الظاهر مع وجود مايوجب حمله على الظاهر فمن التزم الاوّل فقد تكافر وان الثاني فقد تحامر فايهما شاء فليختر وثالث الانظار ان في هذا التوجيه تكلفا بحيث لايتبادر الذهن الىٰ رجوع الضمير الىٰ ما ادعى رجوعه اليه مع انتشار الضمير وذلك مخل لكمال فصاحة القرآن والرابع ان المعنى علىٰ هذا التقدير يؤل الىٰ انهم يصدقون

بمشكوكية قتله ولما كان الشك والمشكوكية متحلين لزم كون التصديق متعلقا بالشك الذى هو تصور سواء اريد بالشك مفهومه العنوانى او مصداقه لان كلا منهما تصور لا محالة وسواء اريد بالتصديق الادراك الاذعانى الذى هو من جنس الادراك او الحالة الادراكية الاذعانية التى هى من لواحق الادراك وتعلقه بالتصور مطلقاً باطل كما تقرر فى مقره ولكن تعلقه بالشك خال كون التصديق من جنس الادراك افحش من تعلقه به على تقدير كونه من لواحقه لانه على هذا يكون الشك معلوماً والتصديق ادراكاً وعلماً به وقد ثبت بالبرهان عندهم اتحاد العلم بمعنى الصورة العلمية بالمعلوم فلزم اتحاد التصديق والشك مع انهما متباثنان والنظر الخامس ان الشك المصطلح عبارة عن التردد بين طرفى النسبة من الوجود والعدم على التساوى اي ادراك النسبة مع تجويز طرفها من غير اذعان باحد جانبيها فالمعنى الذى اراد الكائد من ان اهل الكتاب يؤمنون بشكهم فى قتل عيسىٰ قبل الايمان بموته الطبعي يرجع الىٰ ان شكهم فى قتله حاصل من غير اذعان بموته الطبعي لان من لوازم القبلية ان لايوجد البعد حين حدوث القبل ولان الشك فى قبل الشخص مع الايمان بموته الطبعي مما يستحيل ولاخفاء ايضاً فى ان لقتله عليه السلام طرفين وجوده وعدمه فاذا كان مشكوكا يجب ان لايذعن باحد جانبيه مطلقاً ولاسيما يندرج فى ذلك الجانب وظاهر ان الموت الطبعي يندرج فى عدم القتل اندراج الاخص تحت الاعم لشموله الحيوٰة والموت الطبعي كليهما فتجريد الشك فى قتله من الاذعان بموته الطبعي من اجلى البديهيات لان تساوى طرفى الشك مع رجحان احدهما غير ممكن وهذا مما يعلم كل من له ادنىٰ فهم فلوكان مراد هذه الآية ما قاله فاى علم حصل بنزولها واى فائدة من فوائد الخبر ترتبت عليها فتدبر على ان حملك هذه الآية علىٰ ماحملت قول بان هذه الآية مبنية لبعض اجزاء الماهى للشك وهذا كانه ادعاء ان القرآن يبين المعانى المصطلحة للقوم كما ان الكافية والشافية والتهذيب وامثالها كذلك فهل يتفوه به عاقل واما على التوجيه الثانى فيرد عليه ماعدا الخامس من

الانظار المذكورة كلها ويرد عليه خاصة ايضاً ان سلب الاوصاف بتمامها عن فرد فرد من افراد شئ ثم اثبات صفة معينة لها كما يقتضى انحصار ذلك الشئ فى تلك الصفة وهذا انحصار حقيقى كذلك سلب وصف معين عنها سواء كان مقدراً او ملفوظاً ثم اثبات منافى ذلك الوصف يقتضى انحصار الشئ في المنافي للوصف المسلوب وهذا انحصار اضافى وكلا هذين الحصرين نوعا حصر الموصوف في الصفة واما انحصار الصفة فى الموصوف بالانحصار الحقيقي فبوجودها في الموصوف وانتفائها عن جميع ماعداه وبالانحصار الاضافى فبوجودها فيه وانتفائها عن بعض ماعداه فقط ومن المعلوم بالبداهة صدق المحصور فيه على المحصور الكلي كليا وفي الأية انحصار اضافي لانحصار اهل الكتاب فى الايمان بالنسبة الىٰ وصف الكفر دون سائر الاوصاف فلكون المراد من الأية سلب الكفر عن جميعهم واثبات نقيضه من الايمان لجميعهم كذلك وحصرهم فى ذلك النقيض يجب صدق الايمان على الكتابي صدقاً كليا بان يقال كل كتابي يؤمن به فهذه قضية موجبة محصورة كلية فاذا حمل قوله عزوجل وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته على ما حمله فىٰ هذا التوجيه يكون معناه كل كتابي يؤمن بمشكوكية قتله عليه السلام قبل ان مات ومع قطع النظر عن لزوم حمل المضارع على الماضى والاغماض عن مفاد النون الثقيلة من معنى الاستقبال اما أن يخص هذا الحكم ببعض اهل الكتاب الموجودين فى زمانه قبل رفعه وهذا مناف للقاعدة المارة أنفا واما ان يعم للموجودين منهم قبل رفعه وبعده الىٰ يوم القيامة وهذا يؤدى الىٰ تجويز وجود من لم يوجد حال عدم وجوده لامتناع تقرر الصفة بدون موصوفها وفيه تجويز لمعية النقيضين وكذا يرد عليه ان حمل موته الذي هو مصدر على الماضى من غير داع مخصص تكلف لا يرتضيه ارباب الفهوم ويرد على تصويبه كلا المعنيين ونسبة كلا منهما الىٰ الكشف والالهام ان احد المعنيين باطل لا محالة اذ التوجيه الثانى قوى الاحتمال فى الخصوص لاهونية خلاف القاعدة من اجتماع النقيضين والاوّل لايتمشى فيه سوى العموم

والعموم والخصوص مما يتغائران فان سلم التوجيه الاوّل انتفى التوجيه الثاني وان الثاني ارتفع الاوّل فاحد الكشفين لوفرض بالهام من الرحمن يكون الآخر بالهام من الشيطان اذ لوكان كلاهما بالهام الله تعالىٰ لما وقت التخالف بينهما فالحق ان كلا الكشفين من الكشوف الكاذبة الشياطنية لامن الكشوف الصادقة الرحمانية والالم يرد على كل منهما نقوض شرعية قاطعة وايرادات عقلية ساطعة فالذى من شانه امثال هذه الدعاوى ومن خصائله انه اذا اخذ بالقرآن تمسك بالانجيل واذا الزم بالانجيل رجع الىٰ القرآن واذا بهما تشبث بالعقل وان بكل منها تذيل بالكشف والالهام فان طولب بدليل يدل علىٰ صدق كشفه تبهت وتحير وتنكس او هو مثيل للمريض مرض الموت ليس بحى فيرجى ولا ميت فيلقى اونظير للنعامة اذا استطير تباعر واذا استحمل نظائر فاقول بفضل الله تعالىٰ ان المعنى الصحيح للاية المذكورة الذى لا يرد عليه شئ من تلك الانظار هو انهم قالوا انا متيقنون بقتل المسيح بن مريم فردهم الله عزوجل بانهم ماقتلوه وماصلبوه فكيف يتصور تيقنهم بقتله لانه لا بدللعلم اليقينى من مطابقة لنفس الامر واذا لم توجد المطابقة لم يتحقق التيقن بقتله فحكمهم بهذا النحو من القطع وادعاء اليقين مع انتفاء العلم اليقينى به شبهة صرفة وجهل مركب يفسر بالحكم الغير المطابق الثابت فى نفس الامر فهم فى شك منه اى فى حكم لم يطابق الواقع وليسوا على اليقين بل هم يتبعون الظن والجهل المركب لانهم ماقتلوه اى انتفى قتله انتفاء يقيناً بان يكون قوله يقينيا قيداً للنفى لا للمنفى بل رفعه الله اليه بالرفع الذى ينافى القتل وهو الرفع الجسمانى دون الرفع الروحانى لاينافى القتل بل يجامعه فى نفس الامرو فى اعتقاد المخاطب وكان الله عزيزاً لا يعجزه شئ عن رفعه مع جسده حكيما فى صنع رفع وليس احد من اهل الكتاب الاليؤمنن به اى بعيسىٰ قبل موته اى قبل موت عيسىٰ سواء كان ايمانه نافعه له كالايمان فى حالة غير الباس اولم يكن نافعا له كايمانه فى حالة الباس والايمان فى غير حالة الباس اعم من ان يكون قبل نزول عيسىٰ اوحين نزوله فهذا المعنى قد

روعيت فيه صيغة المضارع والنون الثقيلة التي تدل على استقبالية مدخولها بالاجماع من اهل اللغة ولم يرد عليه شئ من النقوض فالذى ذكرناه من المعنى هو المحكوم عليه بالصحة الصافي عن شوائب الايرادات كاف لدفع الاشكالات يؤمن به المنصف المناظرو ان اعرض عنه الجاهل المجادل المكابر

واستدل ايضا بطريق الالزام على اهل السلام القائلين بحيوة المسيح عليه السلام بان كل من يؤمن بوجود السموت يؤمن بتحركها على الاستدارة فلو كان عليه السلام على السماء للزم بتحركها تحركه فلم تتعين له جهة الفوق بل على هذا قد يصير تحتا وقد يصير فوقا فلا يتعين له النزول ايضاً اذا النزول لايكون الامن الفوق وايضاً يلزم كونه في الاضطراب وعدم القرار دائما مادام هو في السماء وهذا نوع من العذاب وجوابه ان جهة الفوق تطلق حقيقة على منتهى الخط الطولانى من جانب رأس الانسان بالطبع من محدب فلك الافلاك وجهة التحت على منتهى ذلك الخط مما يلى رجليه من مركز العالم وهاتان الجهتان لاتتبدلان عوض ويطلق الفوق والتحت على الحدود التى بين المركز وبين المحدب ايضا لكن اطلاقا اضافيا لا حقيقيا وكل من هذه الحدود المتوسطة يمكن اتصافه بكلا الوصفين من الفوقية والتحتية مثلاً محدب فلك القمر متصف بالفوقية بالاضافة الى مقعره وما عداه من الحدود المتقاربة الى المركز ومتصف بالتحية بالنسبة الى سائر الافلاك فهذا الحد المعين فوق وتحت لكن بوجهين والحاصل ان كل حدين فرضا بين المركز وبين محدب الفلك الاعلى فما كان منهما اقرب الى المركز وابعد من المحدب فهو تحت وما بالعكس فهو فوق بخلاف الحقيقيتين فان مايتصف منهما بالفوقية لايمكن ان يتصف بالتحتية وما يتصف بالتحتية لا يمكن اتصافه بالفوقية لان محدب الفلك الاعلى محدب دائما ومركز العالم مركز دائما لاتغير ولاتبدل فيهما وعلى هذا يقال ان المسيح عليه السلام لما كان في السماء الثانية فلاريب في انه ابعد من المركز واقرب الى المحدب بالنسبة الى من هو على

وجه الارض فيكون فوق من هم على الارض وان سلمنا تحركه بتحرك السمٰوٰت فلا يلزم عدم تعين جهة الفوق له عليه السلام بل مادام هو فى السماء متصف بالفوقية بالنسبة الىٰ سكان الارض جميعاً فاذا اراد الله تعالىٰ نزوله انتقل من مقره السماوى من محدب السماء الثانية بحيث يتزائد البعد فيما بينه وبين محدب فلك الافلاك انا فانا من البعد الذى كان بينهما ويتناقص كذالك البعد فيما بينه وبين مركز العالم من البعد الذى كان حيث هو فى مقره الىٰ ان يصل الىٰ سطح الارض وانت تعلم ان الحركة من المحدب الاعلىٰ اومما يقربه الىٰ جانب مركز العوالم هو النزول كما ان الحركة من جانب ذلك المركز الىٰ جانب ذلك المحدب هو العروج فلم يلزم من تحركه بتحرك السمٰوٰت على الاستدارة عدم تعين النزول له وايضاً لا يلزم من تحركه بتحرك السمٰوٰت كونه مضطرباً وفى نوع من العذاب الاترى الىٰ الذى ذهب اليه اهل الهيئة اليوم من الافرنج ان الشمس فى وسط الكواكب التى تدور حولها وقالوا انها ليس لها حركة حول الارض بل للارض حركة حولها وان الارض احدى السيارات عندهم وهى عطارد والزهرة والارض والمريخ وسنة وقال بعضهم ان الارض هى التى تتحرك هذه الحركة السريعة اليومية من المغرب الىٰ المشرق وبسببها ترى الكواكب طالعة وغارية لانها اذا تحركت كذلك وكانت الكواكب ساكنة اومتحركة الىٰ تلك الجهة ايضاً لكن بحركة ابطاء من حركتها ظهرلنا فى كل ساعة من الكواكب ماكانت محتجبة بحدبة الارض فى جانب المشرق واحتجبت عنا بحدبتها فى جانب المغرب ماكانت ظاهرة لنا فيتخيلُ ان الارض ساكنة وان الكواكب هى متحركة بتلك الحركة السريعة الىٰ خلاف الجهة التى تتحرك الارض اليها كما يتخيل ان السفينة الجارية فى الماء ساكنة مع كون الماء متحركاً الىٰ خلاف جهة السفينة وهذا القول وان كان مردوداً بان الارض ذات مبدء ميل مستقيم طبعا كما يظهر من اجزائها المنفصلة فيمتنع ان تتحرك علىٰ الاستدارة وبانها لوكانت كذلك لما وصلت الطيور الىٰ ماتوجهت اليه من جهة المشرق عند طيرانها من المغرب الىٰ المشرق وان

كانت المسافة التي بين مبدء مسير الطيور وبين منتها مسافة قليلة الابعد
مضى اكثر من يوم وليلة وبانه على هذا كان يجب ان يتخيل جميع ما في
الجو من الطيور متحركاً الى جانب المغرب سواء كان ذلك الطائر متحركاً
بحركة نفسه الارادية الى المشرق اوالمغرب وذلك لبطوء سير الطيور
وسرعة حركة الارض وبوجوه اخرى تركنا ذكرها وبقوله تعالى شانه
والقى فى الارض رواسي ان تميدبكم وبقوله الكريم ام من جعل الارض
قراراً وجعل خلالها انهارا وجعل لها رواسي الآية فمع بطلان هذا القول
نقول انهم مع كونهم عقلا لم يجزموا ببطلان مذهبه هذا بظهور استلزامه
عذاب من هو على الارض ولم يورد عليهم احد ممن يخالفهم من المسلمين
وسائر اهل المعقول هذا الايراد نعم اوهام العامة الجهلة الذين لاحظ لهم من
العلوم العقلية تتزلزل بامثال هذا وكل هذا على تقدير تسليم حركة فلك
الافلاك على الاستدارة ثم بتسليم حركة سائر الافلاك بتحريكه اياها ولنا
ان نمنع حركة فلك الافلاك المعبر بالعرش فى لسان الشرع على الاستدارة
لانه لم يوجد في الشرع دليل قطعي يوجب الظن بذلك فضلاً عن ان يوجب
العلم القطعي كيف ولم يثبت ذلك في خبر قوى بل ولاضعيف ان العرش
يتحرك على الاستدارة ويحرك ماتحته من الافلاك بل قد ثبت في اخبار
صحيحة ان له قوائم وهذا بظاهره يابى ان يكون الفلك الذي يصفونه على
مايصفونه ولا يابى ماصح من انه مقبب كالخيمة وقدورد انه يحمل اليوم
العرش اربعة من الملئكة وثمانية منهم يوم القيامة قال عزوجل ويحمل
عرش ربك فوقهم يومئذ ثمانية اى يوم القيامة على هذا كيف يستقيم كون
الفلك متحركا بالحركة المستديرة وما ورد في القرآن انما هو سير الكواكب
كما قال تعالى لا الشمس ينبغي لها ان تدرك القمر ولا الليل سابق النهار
وكل في فلك يسبحون وقال كل يجرى الى اجل مسمى وقال ماعظم شانه
فلا اقسم بالخنس الجوار الكنس وفسر بالنجوم الخمسة زحل والمشترى
والمريخ والزهرة وعطارد ولئن سلم كون ذلك الفلك متحركا فلانسلم انه
يلزم بتحركه تحرك سائر الافلاك لان الشرع لم يرد باتصال الافلاك فيما

بينها بل ورد على انفصالها كما يظهر لمن تتبع الاحاديث ولم يثبت كونها كروية بل ورد ان الأرض بالنسبة الى السماء الدنيا كحلقة فى فلاة وهكذا سماء الدنيا بالنسبة الى السماء الثانية والثانية بالنسبة الى الثالثة وهكذا والكل من الكرسى وماتحته بالنسبة الى العرش كحلقه في فلاة وظاهر انها لوكانت كروية لما صح هذا التمثيل واذا لم يثبت كروية الافلاك لم يثبت حركتها على الاستدارة ولما لم يثبت الاتصال فيما بين الافلاك فمع تسليم تحرك فلك الافلاك لايلزم تحرك ماتحته من الافلاك بل عرفت أن نفس حركة الفلك الاعلىٰ ايضاً لم تثبت فلم يرد مازعمه المستدل بطريق الالزام تقليداً للاوهام العامة وحاصل كلامنا هذا كله ورد منوع متعاقبة مترتبة على استدلاله باْنا لانسلم كون الفلك الاعلىٰ متحركا ولئن سلم فلانسلم انه متحرك على الاستدارة ولئن سلمناه فلانسلم ان بتحركه يلزم تحرك باقى الافلاك لتوقفه على اتصالها والاتصال فلا يلزم تحركها حتىٰ يتحقق مزعومه ولئن سلم كل ذلك فلزوم المحذورات الثلث من عدم تعين جهة الفوق له وعدم تعين النزول له وكونه في العذاب الدائمى ممنوع مطلوب دليله وانى له ذلك وقد عرفته مفصلاً وتأمل فيه بالنظر الصائب يظهرلك مبلغ انكشافه فى علم الهيئة ودركه فى القواعد الهند سية لينكشف لك حقيقة دعواه من المجددية والمحدثية وتقوله المفترى فى ادعاء المسيحية واعترض على العلماء الاسلامية على قولهم بان الفلسفة القديمة تشهد بان الجسم العنصرى للانسان لا يمكن ان يبلغ الى الطبقة الزمهريرة وبان اهل فلسفة اليوم قد حققوا بتوسط الصعود على بعض الجبال ان اهوية رؤس تلك الجبال مضرة منافية لصحة البدن بحيث لايمكن ان يبقى حيا حين وصوله فى تلك الاهوية فاتفاق سوابق الفلاسفة ولواحقهم على ذلك يحيل ارتفاع المسيح عليه السلام الى السماء اذلا بد لا رتفاعه اليها من الوصول الى الطبقة الزمهريرة ونفوذه فيها فى اثناء الصعود الى السماء والوصول الى تلك الطبقة لما كان غير ممكن امتنع صعوده الى السماء لا ستلزام عدم امكان المعد لعدم المكان المعدله ولايخفى عليك ان كل ذلك سفسطة

وتـزئيـن لـلبـاطل وتمويه للفاسد العاطل لا يستتر وهنه على اللبيب العاقل فـان ماترتب عليه امتناع صعوده عليه السلام من عدم امكان وصول البدن الانسـانـي الـىٰ الـطبقة الزمهريرة معللا بمنا فاتها لحيوة الانسان غير مسلم لان عـدم امـكانه اليها يتوقف على عدة امورمنها استواء جميع اجزاء الطبقة فـي هـذه الـكيفية المضرة وهذا ممنوع لابد له من دليل بل بـاعتبار اختلاف نسبة اوضـاع الشـمس الـىٰ الـعوالم العنصرية يشهد الوجدان بـخلافه ومنها كـونهـا ثـابتة لتـلك الـطبـقة فـي مـرتبة ذاتهـا ثبـوت الذاتيات للذات بحيث يستـحيـل انسـلاخ تـلك الـكيـفية عن هذه الطبقة في مرتبة ذاتها وهو ايضاً مـمنـوع فـان نسبة الكيفية الىٰ الطبقة لوكانت بهذه المثابة لكانت ذاتية لها وقـد ثبـت فـي مقرها ان لا تشكيك في الماهية ولا في ذاتياتها والتشكيك في المتكيفات انما يكون بالشدة والضعف ومن المعلوم بالبداهة العقلية ان تلك الـكيفية تشتد وتضعف حسب مسامتة الشمس كما في النهار وعدم مسامتتها كـمـا فـي الـليـل ولاخـتـلاف اجزاء الطبقة فيها صيفا وشتاء وشمالا وجنوباً فـاختـلافهـا كـذلك ادل دليـل يـنـفـي كونها ذاتية لها واما كونها لا زمة لتلك الـطبـقة فـذلك امـاباعتبـار ذاتهـا واصلهـا وهـي نفس البرودة وظاهر انها لاتـنـافي لحيـة الانسان واما باعتبار مرتبة معينة من مراتبها المنافية لها فهي غير متعينة بعد وبعد تسليم تعينها فدوامه غير مسلم فاين اللزوم ولئن سلم الـلـزوم فـذلك الـلـزوم عـادى لا عـقلي يمتنع انفكاكه عن ملزومه كما يمتنع انـفـكـاك الزوجية عـن الاثـنـيـن والـلازم العادي يجوز انفكاكه عن ملزومه كـلـزوم السـكـر لـلـخـمـر فانه لازم عادي للخمر ولذا ينفك عن الخمر بالملح وبـالـخـل والـحـرارة للنار كذلك لازم عادي ولذا خاطبها الله تعالىٰ في حق ابـراهيـم عـليـه السـلام بـقـولـه عـزوجل قلنا يانـاركوني برداً وسلاماً على ابـراهيـم فـانقـادت وتبردت كما اخبر به عزوجل فما كان جواب قومه الا ان قالوا اقتلوه او حرقوه فانجه الله من النار كيف ولو كانت الحرارة لازمة لها بـالـلـزوم الـذاتـي لانتـفـت الـنـار بزوال الحرارة وذكر المؤرخون ان النار تبـردت عـلى ابي مسلم الخولاني حين امر الاسود العنسي بنار عظيمة حتى

اشتعلت وتوقدت فامر بالقاء ابي مسلم فيها فالقى فلم تضره النار فاذا كان حال الحرارة بالنسبة الى النار كذالك مع ان حرارتها بذاتها فمابال البرودة بالنسبة الى الطبقة الزمهريرة من الهواء مع كون برودتها بالتبع وبالعرض لان عنصر الهواء بحسب ذاتها حار رطب كما هو محرر في كتب الطب ولما لم تكن الكيفية ذاتية لها ولا لازماً عقلياً يمتنع انفكاكها عنها مجاز انفكاكها عنها حين صعود المسيح عليه السلام الى السماء لامكان وجود مايقتضى كسر سورة البرودة عن مسيره من تلك الطبقة من مجاورة الادخنة الغليظة المشتعلة التي ترى منها صور مختلفة كالينازك والرماح والحيوانات ذي القرون وغيرها سواء كانت الادخنة المشتعلة ممتدة متصلة بالارض التي تسمى بالحريق اوغير متصلة بها فلم يمتنع صعوده عليه السلام الى السماء من اجل البرودة المفرطة التي في تلك الطبقة الكائنة في مسافة ذهابه اليها ومنع حرارة كرة النار لمسيره اليها كذلك لما عرفت من ان الحرارة للنار لازم عادي يجوز انفكاكها عنها ولوأينا ومن الامور المتعددة التي قلنا بتوقف عدم إمكان وصول البدن الانساني الى الطبقة الزمهريرية عليها استقرار البدن واقامته فيها مدة يتلاشى فيها ببرودتها ومن الضروريات ان استقرار البدن فيها غير لازم للذهاب الى السماء المتضمن للوصول اليها لان الذهاب الى السماء انما يكون اما بالانتقال الدفعي او التدريجي وكل منهما لا يستلزم الاستقرار في مسافة الانتقال حتى يتاثر البدن في مسيره بكيفية متضادة لصحته وظاهر ان احد المتضادين بالذات مع كونه اشد انفعالا واسرع تاثراً من الضد الاخر يشترط لتاثره منه الاجتماع بينهما مدة يتحقق فيها تاثير احدهما في الأخر وتاثر الأخربه فالامران اللذان ليس بينهما التضاد بالذات بل بالتبع اولى بان يشترط لتاثر احدهما بالأخر الاجتماع فيما بينهما في زمان معتدبه وعلى هذا يقال ان مزاج بدن المسيح عليه السلام وان كان ينافيه هواء الطبقة الزمهريرية لكن لما يلزم لذهابه وصعوده الى السماء الاستقرار في تلك الطبقة سواء كان في الواقع انتقاله وذهابه بطريق الدفع اوبطريق الحركة يلزم تضرره المشروط بالاستقرار

لعدم لزوم شرطه فلم يمتنع صعوده الىٰ السماء ولم يلزم عدم امكان المعد حتى يتفرع عليه عدم امكان المعدله كما زعمه الاترى انك اذا نفذت يدك فى الشعلة واسرعت فى تنفيذ واخراجها منها لاتتاثر يدك بحرارتها وكذا ان اوقدت نارا عظيمة بحيث يشتدو يرتفع شعلتها ورميت السهم من القوس الىٰ هدف تحول تلك النار بينك وبين الهدف فهو حين نفوذه فى الشعلة مع كونه من الخشب لايتاثر من حرارتها وذلك لسرعة خروج اليد والسهم وذهابهما منها وعدم الاستقرار وهذا على تقدير منع محض الاستقرار مع تسليم الامرين الاولين من كون كيفية البرودة ذاتية اولازماً عقليا ومن كون جميع اجزاء الطبقة متساوى الكيفية البردية فكيف اذا انتفى كل من هذه الامور الموقوف عليها اعتراضه واستلزم انتفاء الموقوف عليه لانتفاء الموقوف من المعلومات بالضرورة

واستدل ايضاً بقوله تعالىٰ فيها تحيون وفيها تموتون ومنها تخرجون وتهذيبه ان فى الآية تقديم الجار والمجرور المتعلق بالفعل اعنى تحيون وذلك لافادة الحصر فيؤل معناه الىٰ انه لاحيوة لاحد من بنى آدم الافى الارض فلوكان المسيح عليه السلام حياً فى السماء للزم بطلان هذا الحصر المستفاد من قول الله عزوجل فالاذعان بقوله تعالىٰ وفيها تحيون لايجتمع مع القول بكونه حياً فى السماء فلابد من القول بكونه ميتا كسائر الانبياء عليهم السلام وكونه مرفوعاً بالرفع الروحانى دون الجسدى اقول بتوفيق الله عزوجل حصر التقديم فى افادة الانحصار مخدوش بل التقديم قد يكون لاغراض أخر كرعاية القوافى والفواصل واهتمام البيان وامثالهما فيتحمل التقديم فى الآية توافق الفواصل فلم تتعين افادة الحصر ولئن سلمنا ذلك فباعتبار الاكثر لاباعتبار الكل ولو باعتبار الكل ايضاً فبخصوص الحيوة فى عالم الناسوت الذى هو محل الكون والفساد دون الحيوة المطلقة التى من جملتها الحيوة السماوية اذلو تعلق الانحصار بالحيوة مطلقا انتقض بحيوة اصحاب الجنة فى الجنة وبحيوة اهل النار فى النار ولابد لاعتبار الحيوة الناسوتية ايضاً من التقييد بغالب الاحوال

والانتقض بمن سار في الهواء بواسطة الطيران علىٰ طريق خرق العادة كما وقع لبعض الكبراء او بواسطة الركوب على البابور الدخاني الهوائي كما شاهده كثير من ابناء الزمان فلا منافاة حينئذبين التصديق بقوله تعالىٰ المذكور وبين التصديق بكون المسيح بن مريم حياً فى السماء كما لايخفى علىٰ من له ادنىٰ تأمل

ومن استدلالاته المزخرفة الواهية ان لوكان عيسىٰ حياً فى السماء ونازلاً قبيل قيام الساعة فلايخلوا ما ان يكون حين نزوله معزولاً عن وصف الرسالة وفى مثل هذا النزول تنزيل لشانه وتحقير لمكانه ولايليق ذلك بشان الرسل اوينزل وهو رسول متصف بوصف الرسالة كما كان قبل رفعه الىٰ السماء وهذا يخالف قول الله عزوجل في حق نبيناً المطهر المكرمﷺ وشرف وعظم ماكان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين الآية وخاتمهم من لا يكون بعده نبى كما قال عليه الصلوٰة والسلام لا نبى بعدى فاذا لم يكن بعده نبي فكيف ينزل عيسىٰ وهو رسول نبي وجوابه بالنقض بان ماعدا النبيﷺ من الانبياء كلهم حال كونهم فى البرزخ بعد بعث نبيناﷺ اوحال مايكونون في عالم المعاد هل هم معزولون عن وصف الرسالة اوالنبوة وفي هذا تحقير لهم ولايناسب ذلك لعلو حالهم وقد تقرر فى كتب العقائد ان الانبياء بعد انتقالهم من دار الدنيا لا يعزلون عن مناصب النبوة بل صرح فى بعضها بتكفير من قال هذه الجملة اوهل هم متصفون بوصف النبوة وهذا يخالف قول الله ولكن رسول الله وخاتم النبيين لان خاتميته تقتضي ان لايكون بعده نبى فكيف يصح ان يكونوا موصوفين بالنبوة بعد كون نبيناﷺ مبعوثاً وكيف لايعزلون عن منصب النبوة فى المعاد فما هو جوابك عن هذا النقض الوارد فهو جوابنا عن اعتراضك المزخرف والحل ان المسيح عليه السلام حين تمكنه فى السماء وحين نزوله وكذاهو وسائر الانبياء فى البرزخ وفي المعاد متصفون بوصف النبوة والرسالة غير معزولين عن مناصبهم وقول الناقص ان هذا يخالف قول الله عزوجل ماكان محمد الآية غير متوجه اذا

النبيﷺ أخر الانبياء بعثاً بمعنى انه اوتي النبوة بعد ما اوتيها سائر النبيين عليهم من الصلوٰة اتمها ومن التسليمات اكملها وليس بأخرهم بقاء ابمعنى ان كلهم مما عداهﷺ وعليهم بعد ارساله صاروا معزولين عن مناصب نبواتهم ورسالاتهم ولامنافاة بين كونهﷺ خاتم النبيين وأخرهم وبين بقاء نبواتهم ورسالاتهم لان المعية بين الشيئين بقاء الاينافي بعدية احدهما واولية الأخر حدوثا كماترى في البناء والبناء وفي الابن والاب فان حدوث البناء بعد حدوث البناء وحدوث الابن بعد حدوث الاب مع تحقق المعية بينهما بقاء وامثلته كثيرة لاتحصىٰ

ثم اكدذلك المعترض هذا الاعتراض المزخرف في موضع أخر من كتابه بان المسيح لوكان حياً في السماء منتظرا نزوله الىٰ الارض فاذا نزل والحال انه لايعرف العربية فيحتاج الىٰ علم القرآن ولايتيسرله ذلك لعدم معرفته العربية ويتعسرله التعلم في تلك الحالة لشيخوخته فيحتاج الىٰ ان ينزل عليه كتاب جديد بلسانه فيقرء الناس كتابه ويقرء في صلوته من ذلك الكتاب ويعلم الناس الكلمة بلسانه وفي هذا استيصال لدين الاسلام اقول متمسكا بلا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم ومستعيذا بالله من الشيطن الضال المضل الرجيم ان كل ذلك سفسطة من سفسطاته ولاادري انه كيف حصل له العلم اليقيني بان المسيح لم يكن يعرف العربية مع كون العبرية كثير التوافق كالفنجابية والاردوية فهل يتعسر لمن يعرف احدى اللغتين معرفة اللغة الاخرىٰ منهما واما شاهد الذين يعرفون السنة مختلفة يقدرون على اداء مضامينهم بلغات متنوعة اليس في نفسه أية انه مع كونه من خمسة ماء يعرف لغتها ويعرف اللغة الفارسية فاى شئ اعجز المسيح من تعلمه العربية اما بتعليم الله تعالىٰ اوبتعليم معلم من البشر لسبق التقدير الازلى على كونه مجددا لهذا الدين ولم يعجز الكائد عن معرفة اكثر من لغة واحدة فباى شئ يتيسر ذلك لغير النبي ولم يتيسر للنبي الذي تكلم حال كونه صبيا وقال اني عبدالله أتاني الكتاب وجعلني نبياً مباركاً ولو سلم عدم علمه العربية قبل رفعه الىٰ السماء فمن اين جزم بانه له يتعلم في الملكوت

ولـئـن سلم عدم تعلمه هناك فمن ابنائه انه لايمكن له اولًا يتيسر له العلم بها حين نزولها فمن علم الاسماء كلها لأدم وعلم نبينا المكرم علم مالم يعلم يعلم المسيح بن مريم وليس ذلك على الله بعزيز اماقرع صماخ اذنه ان صاحب القوة القدسية تصير النظريات كلها بديهية عنده وهذا مجمع عليه عند اهل المعقول فكيف يستبعد ذلك ولم يستبعد هذا ولئن سلمنا استبعاده اواستحالته فلانسلم ان تبليغ احكام الشريعة وتفهيم معانى القرآن وتاديته مفاهيم كلمات التوحيد بلغة غير العرب تبديل للاسلام ونسخ للاحكام واستيصال للدين المتين لانه لوكان كذلك للزم كون المسلمين كلهم من غير العرب مبدلا للاسلام وللزم كون الكائد لما انه يؤدى العقائد ومعاني القرآن وكلمات التوحيد حسب مايرتضيه بالهندية مبدلا للاسلام ومعرضا عنه وتوجب ان من ايقن بان الله عزوجل متصف بصفاته الكمالية التى دلت عليها النصوص وواحد لا يماثله شئ ولا لشبهه احد لا فى ذاته ولا فى صفاته وان اكرم الموجودات واشرف المخلوقات سيدنا محمدا النبيﷺ العربى الهاشمى صادق فى دعواه النبوة حق ماجاء به من عندالله تعالى وتلفظ بهذه المعتقدات الحقة الثابتة بلغة يعرفها من غير العربية ودام على هذا التيقن ولاقرار ومات على ذلك لايكون مؤمناً فهل هذا الانفى لعموم دعوة القرآن واثبات لخصوص رسالة رسول الانس والجان وقد قال تعالى وتبارك تبارك الذى نزل الفرقان على عبده ليكون للعلمين نذيراً وقال عزوجل وما ارسلناك الارحمة للعالمين وقال وعزمن قائل وما ارسلناك الا كافة للناس وامره الله تعالى بقوله ياايها الناس انى رسول الله اليكم جميعاً افلم يعلم انه كما ان انكار اصل نبوة نبينا محمدﷺ كفر كذلك انكار عموم نبوتهﷺ كفر لكون كل منهما متساوى الاقدام فى ردالنصوص القطعية

وايضاً استدل على عدم كونه فى السماء بقوله تعالى واوصانى بالصلوة والزكوة مادمت حياً وبراً بوالدتى وتحريره بانه لوكان حياً للزم كونه ماموراً فى السماء باداء الزكوة وباحسان والدته وظاهر ان امتثاله بهذين الامرين وهو فى السماء غير متصور والجواب ان المراد بالزكوة ههنا

معناها الحقيقى وهى الطهارة دون معناها المنقول الفقهى المعرف فى كتب الفقه كما اريد بقوله تعالىٰ ومن تزكى فانما يتزكىٰ لنفسه وبقوله تعالىٰ فاردنا ان يبدلهما ربهما خيراً منه زكوٰة واقرب رحماً وبقوله تعالىٰ عبس وتولى ان جاء ه الاعمىٰ وما يدريك لعله يزكى اويذكر فتنفعه الذكرىٰ اما من استغنىٰ فانت له تصدىٰ وما عليك الايزكىٰ وبقوله عزوجل قد افلح من زكٰها وبقوله تبارك وسيجنبها الاتقى الذى يؤتى ماله يتزكى وبغير ذلك من الايات وعلىٰ هذا فعدم تصور امتثاله بهذا الامر خفى غاية الخفاء وتصوره ظاهر كمال الظهور وان خفى على من عمى عمى المبتدع الفجور واما لزومه ايتمار المسيح عليه السلام ببراوالدته حال كونه فى السماء بهذه الاية فغير ظاهر لان قوله تعالىٰ براً بوالدتى ليس معطوفاً على مدخول الجار المتعلق بقوله اوصانى حتىٰ يلزم ذلك اذلو كان كذلك لكان مجروراً مثل معطوفه ولم يكن منصوباً ولقرء قوله براً بكسرا لباء لا بفتحها لئلا يلزم كون من يقوم به البر ماموارا به كما ان الصلوٰة والزكوٰة مامور بهما مع كونه بديهى البطلان لضرورة ان ما يؤمربه اوينهى عنه انما هوالافعال دون الذوات فاجماع القراء على فتحها يابى كل الاباء عن كونه معطوفا علىٰ ذلك المدخول والا لا حتيج لتصحيح للكلام والاحتراز عن المحذور المذكور الىٰ تكلف حمل الصفة المشبهة علىٰ المصدر مع ان الضرورة غير داعية الىٰ هذا التكلف لامكان تصحيح ذلك الكلام من غير تكلف بعطف براً على قوله نبياً فيكونان مفعولين بقوله تعالىٰ وجعلنى من قبيل عطف المفرد على المفرد وبعطف جعلنى المقدر قبل قوله براً علىٰ قوله وجعلنى الملفوظ صريحاً فيكون من قبيل عطف الجملة على الجملة وتمام الاية قال انى عبدالله اٰتٰنى الكتاب وجعلنى نبياً مباركاً اين ما كنت اواوصانى بالصلوٰة والزكوٰة مادمت حياً وبراً بوالدتى وعلىٰ هذا التوجيه الصحيح الخالى عن المحذور والتكلف لم يلزم توجه هذا الامر اليه عليه السلام وجوب امتثاله به حال كونه فى السماء ايضاً على انا وان سلمنا التوجيه الذى ذكره ذلك وقطع النظر عن لزوم المحذور والتكلف فلانسلم ان ايتماره بهذا الامر فى تلك

الحال غير متصور اذ البر كما هو متصور في زمان حياة البار والمبرور اليه كليهما كذلك يتصور في زمان ممات المبرور اليه بالاستغفار له واهداء ثواب الطاعات اليه فجزم المستدل بعدم امكان برالمسيح عليه السلام بوالدته في تلك الحالة جزم في غير محله وجملة المرام وخلاصة الكلام ان المسيح رسول الله حي الى الآن ومرفوع الى السماء بجسده وهذه المسئلة ثابتة بالدلائل من الآيات القرآنية والاحاديث النبوية واجماع الامة المحمدية على صاحبها الوف صلوة وتسليمات والآيات الدالة عليها قول الله تبارك وتعالى ما المسيح بن مريم الارسول قد خلت من قبله الرسل وقوله جل وعلا واذ قال الله يا عيسى اني متوفيك ورافعك الىّ قوله تعالىٰ وما قتلوه يقينا بل رفعه الله اليه وقوله الكريم وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته وتقرير دلالة هذه الايات على حيوة مر باكمل وجهه واحسن تفصيل ومنها قول الله عزبرهانه لقد كفر الذين قالوا ان الله هو المسيح بن مريم قل فمن يملك من الله شيئا ان اراد ان يهلك المسيح بن مريم وامه ومن في الارض جميعاً وتقرير الدلالة ان كلمة ان الداخلة على كلمة اراد من ادوات الشرط التي وضعت لوقوع الجزء بوقوع الشرط في المستقبل والشرط ههنا ارادة اهلاك المسيح والجزاء انتفاء قدرة النفع لغير الله المدلول عليه التزاماً بقوله تعالى فمن يملك من الله شيئا فان الاستفهام قائم مقام النفي ونفي الملك من الله شيئا على تقدير ارادة الله تعالىٰ اهلاكه يوجب ويستلزم انتفاء القدرة لاحد غير الله عن دفع اهلاكه على ذلك التقدير فيجب كون كليهما اي الاهلاك وانتفاء القدرة متوقعي الوجود في المستقبل والالزم خلاف وضع كلمة ان وتوقع وجودهما في الآتي لايمكن الا اذا كان المسيح عليه السلام حياً حين نزول هذه الآية لانه لولم يكن حياً في ذلك الحين وكان وقوع موته في الزمان الماضي بالنسبة الى ذلك الحين لادت الآية معنى توقع ارادة اهلاك الهالك وازالة الزائل وامتناعه غير خفي كامتناع ايجاد الموجود وتحصيل الحاصل وحمل الكلام لضرورة تصحيح المعنى على حكاية حال حيوته في الدنيا مع كونه حقيقة في الاستقبال اواستعمال

كـلـمة ان فـى مـعـنـى لـوالـدتـه علىٰ انتفاء الجزاء بانتفاء الشرط فى الماضى رجـوع الـىٰ المجاز من غير قرينة وقوله عزوجل وامه ومن فى الارض ليس نـصاً في المعطوفية على قوله المسيح بن مريم ليصلح قرينة علىٰ ذلك الحمل اوالاستـعـمـال لانـه يـحـتـمـل ان يـكون مفعولاً لفعل مقدر وهو لفظ يساوى ويـكـون جملة حالية فيؤل حاصل معنى الآية الى ان الله قادر على ان يهلك الـمسيح بـن مـريم والحال انه يساوى امه ومن فى الارض فى عدم الالوهية فكما ان الله قادر على مريم ومن عداهم فكذلك هو قادر على المسيح لاستواء كلهم فى نفى الالوهية بل ان حكم بتعين هذا الاحتمال بالارادة لكان اجدرو احـرى لان الـمـقـصـود بهـذه الآية ردقـولهم ان الله هو المسيح بن مريم وذا لايـكـون الا بـايـقـاع المساوات بين المسيح وبين امه ومن الارض فى انتفاء وصف الالـوهية وثـبـوت وصـف الـعـبـودية ومـعـهـذا كيف يـصح كـونـه عطفا وقـريـنـة لـصـرف الـكـلام عن حقيقته على ان فى اختيار استعمال كلمة ان بـمـعـنـى لزومع قطع النظر عن لزوم المحذور ثبوت المدعى من حيات عيسىٰ عـليـه السلام اظهر واجلي لانه على هذا يؤل الىٰ ان الله تعالىٰ لم يرد اهلاكه عـليه السلام في الزمان الماضى وهذا هو المطلوب الذى نحن بصدده فيقال ان حـمـلـت كـلـمة انْ علـى معناها الحقيقى الوضعى فالدليل ثابت ومدلولنا متحقق وان على معنى لوالذى هو معناها المجازى فالمدعى على هذا التقدير ايـضـاً ثـابت وعلىٰ كل تقدير فالآية دليل لنا وشاهد على حيوة عيسىٰ عليه السـلام كما لايخفى علىٰ من له ادنىٰ دراية واما الاجماع علىٰ حياته الىٰ الآن فـلـعـدم وجـود الـنقل في كتاب من كتب الشريعة على خلافها من لدن زمان الـصحابة الىٰ يومنا هذا اذلو لم يكن الاجماع منعقداً علىٰ حيوة وكان القول بـمـمـاته مذهباً لاحد من المسلمين لنقله الناقلون ولم يطبقوا علىٰ عدم نقله وتـفـسـيـر حـبـر الامة ابـن عباسؓ قوله عزوجل انى متوفيك بقوله انى مميتك لـيـس نـصـافـى مـضـى امـاتتـه لان اسم الفاعل لكونه اسماً لا اختصاص له بـزمـان دون زمـان كـمـا يدل عليه ماحدوا الاسم به وما رواه النسائى وابن ابى حاتم عن ابن عباسؓ لما اراد الله ان يرفع عيسىٰ خرج علىٰ اصحابه وفى

البيت اثنا عشر رجلاً فقال انّ منكم من يكفر بي من بعد ان أمن ثم قال ايكم يلقى شبهي فيقتل مكاني فيكون له الجنة فقال شاب احدهم سنا فقال انا فقال اجلس ثم اعاد فعاد فقال اجلس ثم اعاد فعاد الثالثة قال فصلب بعد ان رفع عيسىٰ الىٰ السماء وجاء الطلب من اليهود فاخذوا الشاب ١ه كما لين ومانقل عن وهب فغير مستند ولئن سلمنا استناده فلا يضر اجماع المسلمين لاحتمال انه نقل ذلك من اهل الكتاب ويؤيد هذا الاحتمال نسبة محمد بن اسحاق وصاحب الوجيز والبيضاوى القول بوقوع موته الىٰ النصارىٰ وانه قال فى الوجيز حيوٰة المسيح مما اجمع عليه المسلمون واخبر الحافظ ابن القيم والفاضل الكهنوى نقلا عنه بتحقق اجماع المسلمين كلهم علىٰ حياته عليه السلام فلم يبق للمنقول عن وهب محمل سوىٰ ذلك الاحتمال ولئن تاملت فى رسائل الكائد الكاديانى ماوجدت دليلاً لا شرعياً ولا عقلياً بيده على مادعاه ووجدت اقوىٰ دلائله مالا يعده اولوالعقول دلائل بل استبعادات عادية واستيحاشات بعدم موانسة كما هو داب ارباب الجهالات من عدالاستبعاد استدلالاً كاستدلال بعض كفرة ايام الجاهلية باستبعاد احياء العظام وهى رميم وقد اخبر منه الله الحميد فى كتابه المجيد حيث قال عزوجل اولم يرالانسان انا خلقناه من نطفة فاذا هو خصيم مبين وضرب لنا مثلاً ونسى خلقه قال من يحى العظام وهى رميم وكاستدلال بعضهم كما حكى الله تعالىٰ اجعل الألهة الها واحداً ان هذا لشئ عجاب وكثيرٌ من هذه الامثال مذكور فى كتابه المستطاب وقد حصل الفراغ من تحرير هذه الرسالة النافعة سنة الف وثلثماته واحدى عشر ١٣١١ه من الهجرة النبوية على صاحبها الوف الوف صلوٰة وتحية والمرجو من المطالعين لها ان لا ينسونى من ادعيتهم فى خلص اوقاتهم بالعافية والانسلاك بمسلك اهل السنة والاختتام بحسن الخاتمة وليكن اختتام الرسالة بهذا الكلام وعلىٰ الله التوكل وبه الاعتصام وأخر دعونا ان الحمد لله رب العالمين وصلى الله علىٰ خليفته وخير خليقته محمد وأله وصحبه وعشيرته ومن تبعهم الىٰ يوم الدين اجمعين.

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

آفتاب صداقت

حضرت مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی امرتسری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(نوٹ: "الھام الصحیح فی حیات المسیح" کے اردو ترجمہ کا نام "آفتاب صداقت" ہے جو یہ ہے)

سب تعریفیں ثابت ہیں خاص پروردگار کو، کہ جس نے راستہ دکھایا اس کو، کہ جس نے اس کی راہنمائی کی جانب میلان کیا اور وہ رہنمائی کی اس نے حقائق کی سمجھنے کی طرف اس شخص کو جو حق کی تحقیق میں مضبوط اور قوی ہوا اور دقائق قرآنیہ میں کامل الوصول اور اس کی رضامندی میں جان نثار کرنے والے کا مرتبہ بلند کیا۔ جس نے اس کی آیات میں خوض کیا مانند ان کے خوض کہ جنہوں نے خدا کی طرف رجوع نہیں کیا پس وہ شخص ان لوگوں میں سے ہے کہ جنہوں نے خدا کی جانب رجوع کیا ہے، سرکش اور متکبر ہے خدا کی راہ سے مانع ہے حیرت گمراہی کی میدانوں میں وحشی گدھے کی طرح دوڑ پڑا ہوا ہے۔ خداوند تعالیٰ کی پاک بارگاہ سے مردود ہوا۔ جس شخص نے اپنے آپ کو خدا کے نیک بندوں کے جم غفیر سے الگ کیا اور وہ روسیاہی کا مستحق ہے سرداری کے قابل نہیں۔ جو شخص گناہوں پر خوگر ہوا گو کسی قوم سے ہو جیسا کہ خوگر ہوئی تھی قوم عاد۔ پس بلاشبہ برے انجام کی طرف لوٹا۔ اکمل اتم درود و سلام ہو جو خداوند تعالیٰ کے برگزیدہ پیارے پر جن کا اسم شریف محمدؐ ہے جو سردار ہیں انبیاء اولیاء کے اقطاب۔ اوتاد میں سے وہ نبی کہ جن کی سلطنت کے پردوں کے نیچے شہنشاہ عاجزی کرتے ہیں۔ ہر ایک نے ان میں سے ان کی جناب میں نرمی کی جس نے ان سے منہ پھرا اور متکبرانہ ناز کیا۔ جو ان کی نصائح کے سننے، غصہ سے پھولا، بلاشک اس کو اللہ نے ہلاک کر ڈالا، پس ہلاک ہوا۔ قریب ہے کہ جہنم میں قیامت کے دن گریگا۔ درود و سلام ہو آپ کی قوم اور یاروں پر جو محکم دین کے اسرار کے خزانچی ہیں۔ انہی کی تابعداری سے سرداروں نے سرداری پائی۔ ان کے خلاف کرنے سے جو کجرو راہ مستقیم سے پھرا انہی کے خلاف سے ہے۔ باہمیں سبب الحاد میں گرفتار ہوا کرم خوردہ طعام کی طرح اس کا دل فاسد ہوا۔ بعد حمد و صلوۃ کے فرماتے ہیں جو اُمیدوار ہیں قبولیت کی بلندی پر چڑھنے کے جن کا نام نامی محمد غلام رسول ہے۔ مذہبا حنفی طریقۃً نقشبندی، مجددی، نوری عرفاً اور نسبتاً قاسمی ہیں۔

بچاوے ان کو پاک پروردگار ہر لئیم کند فہم کج عقل اور بہکے ہوئے کے شر سے، کہ جب کہ گمراہی، حق سے تجاوز، گردن کشی، ظلم اس زمانہ میں بسبب اس کے جو قادیان سے ظاہر ہوا ہے۔

زیادہ ہوا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ جس مسیح علیہ السلام کی آمد کا آخری زمانہ میں وعدہ دیا گیا ہے وہ میں ہوں۔ دعویٰ کیا اس نے کہ مسیح علیہ السلام مر چکے ہیں۔ نہ وہ بجسدہ آسمان پر چڑھائے گئے ہیں۔ اس لئے وہ زمین پر کبھی نہیں اتریں گے۔ اس نے برے عقائد ظاہر کئے۔ نہیں ہے اس کا ان لوگوں کے جو اس کے مطابق ہیں۔ مانند مطابقت فعل کے فعل کے ساتھ مقصود۔ مگر آبادیوں میں بگاڑ، فساد ڈالنا، تزندق پھیلانا، پلید کفریہ عقائد کا درمیان بندگان خدا شائع کرنا ان کے اعلیٰ مطالب ہیں۔ مع ہذا دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ہدایت یاب ہیں۔ حالانکہ وہ سیدھی راہ سے برگشتہ ہیں۔ وہ ایسے لوگ ہیں کہ ایمان لایا، انہوں نے پھر کفر کیا۔ انہوں نے پس خداوند تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر کردی ہے۔ جس لئے سمجھتے نہیں ہیں۔ اس عقیدہ پر اگر وہ مر گئے تو وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان کے مونہوں کو آگ جلاوے گی۔ اس میں ترش رو رہیں گے۔ کہا جائے گا ان سے کیا تم پر نہیں پڑھی گئی تھیں۔ ہماری آیتیں پس تھے تم ان کو جھٹلاتے۔ بدگمانی سلف صالحین کی نسبت کرتے ہیں۔ پھر گمان کرتے ہیں کہ ہم یہ کام اچھا کرتے ہیں۔ ہم ایسی قوم کے درمیان ہیں کہ سب علماء اور بعض فضلاء جن کا پیشہ ہے سب دشتم، طغیان ان کا حرفہ ہے۔ ان لوگوں کے حق میں جو نیکی کا امر، برائی سے منع کرتے ہیں۔ فصیحت کرنے کے لئے زبان درازی کرنا ان کا کام ہے نہ تو ان کو عقل سے حصہ، نہ دین کی سمجھ ہے۔ پوست، مغز، موتی، مٹی میں امتیاز نہیں کرتے۔ شیخ جنین واہنی باہنی میں فرق نہیں کر سکتے۔ ظلم، ظاہر گمراہی کے میدانوں میں وہ حیران ہیں۔ کیا نہیں جانتے کہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہے۔ جب کہ اس درجہ پر فساد پہنچا تو ہم سے بعض محبوں، دوستوں نے التماس کی کہ ہم کادیانی کے دلائل کا جو اس نے اپنے دعوے (کہ مسیح علیہ السلام مر گئے ہیں اور صرف ان کی روح مرفوع ہوئی ہے) پر پیش کئے ہیں۔ فاسد ہونا ظاہر کریں۔ ہم ان کی حیات آیات قرآنیہ کے ساتھ ہی صرف استدلال کر کے ثابت کریں اور احادیث نبوی ﷺ کو اس کے ثابت کرنے کے لئے نقل نہ کریں گے۔ اس لئے کہ دراصل کادیانی اور اس کے متبعین حدیث کو مانتے نہیں ہیں۔ بغیر اس کے کہ ہم بجز اس عقیدہ کے اس کے اور عقائد فاسدہ اور ملمعات واہیہ کی جانب التفات کریں۔ کیونکہ وہ عقائد اس قدر مشہور نہیں ہوئے۔ جیسا کہ پہلا مسئلہ شہرت پا گیا ہے۔ چونکہ ہم کو بسبب اس کی کہ ہم کو کتب متداولہ قدیمہ کا مطالعہ، افتاء و تعلیم کا بہت شغل ہے۔ فراغت نہیں ہے۔ نیز ہماری طبیعت کادیانی وامثال کے خرافات کے جانب توجہ کرنے سے متنفر ہے ایسے جھوٹ کلمات کی طرف (جو کفریات اور ارتدادات صرفہ ہیں) ملتفت ہونے کو مکروہ سمجھتی

ہے۔ ہم کو اور باقی مسلمانوں کو سرکش ملحد طائفہ کے ضرر سے خداوند تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔ اس واسطے ہم نے ملتمسین سے عذر بیان کئے۔ اوّلاً کہ ہم بہت اشغال میں مصروف ہیں۔ ثانیاً کہ ہم ایسے کلمات کی طرف جو صریح جھوٹ ہیں۔ التفات نہیں چاہتے ہیں۔

پس ہم ایک پاؤں کو آگے بڑھاتے دوسرے کو پیچھے ہٹاتے تھے باوجود اس کے ملتمسین نے کوئی عذر مسموع نہیں کیا۔ انہوں نے ہم کو حیات مسیح علیہ السلام کی ثابت کرنے پر مجبور کیا۔ لہٰذا ہم نے ان کے سوال کو قبول کیا۔ جس طرز پر کہ انہوں نے التماس کیا تھا۔ ہم نے ان کی امید براری کی جس طریق پر انہوں نے چاہا تھا۔ یہ چند ورقہ مختصر طور پر ہم نے لکھے۔ اس کتاب کا نام ''الالهام الصحیح فی اثبات حیات المسیح'' رکھا۔

اوّل…… ہم نے کادیانی کے دلائل کی حتی الوسع اصلاح اور تہذیب اور اچھی تنقیح کی بعد از اں اس کے دلائل کی تردید، تکذیب عمدہ طور پر لکھی۔ پس صریح طور پر حق واضح ہوا۔ مکاروں، فریب زدوں کا کام باطل ہوا۔ لہٰذا وہ لوگ اور ان کے گروہ جو مجرد ہے۔ شیطان کے لشکر ہیں۔ تمام سرنگوں ہوئے۔ خبردار ہو کہ ہم پروردگار کی مہربانی پر بھروسہ کر کے مطلب شروع کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ کادیانی حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات پر اس آیت مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں۔

''وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علیٰ اعقابکم (آل عمران:۱۴۴)'' ﴿نہیں کہ ہیں حضرت محمد ﷺ مگر اللہ کے فرستادہ بلاشبہ آپ سے پہلے پیغمبر گزرے ہیں۔ کیا اگر آنحضرت ﷺ مرجائیں یا مارے جائیں تو تم دین اسلام سے پھر جاؤ گے۔﴾

کادیانی کی استدلال کی تقریر اور اصلاح یوں ہے کہ تحقیق خلت کا معنی ''مرگئے'' ہیں۔ الرسل کا لفظ الف لام استغراقی کے ساتھ معرف ہے۔ اسی واسطے اس پر افائن مات متفرع ہوا۔ کیونکہ اگر خلو کا معنی موت نہ لیا جائے یا الرسل جمع مستغرق نہ ہو تو افائن مات کا اس پر متفرع ہونا صحیح نہیں ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ اس تفریع کی صحت آنحضرت ﷺ کے الرسل میں داخل ہونے پر موقوف ہے۔ اس میں شبہ نہیں اور ظاہر ہے کہ نبی ﷺ کا لفظ الرسل میں داخل ہونا تب ہی درست ہوگا جب کہ الرسل کا الف لام استغراقی ہوگا۔ ایسا ہی اس تفریع کی صحت اس پر موقوف ہے کہ خلو بمعنی موت ہو۔ اس لئے کہ اگر موت اور خلو کے درمیان غیریت سمجھیں۔ خلو کو موت سے عام لے لیں تو خاص کی تفریع عام پر لازم آوے گی۔ حالانکہ یہ غلط ہے کیا معلوم نہیں کہ تفریع تب ہی

درست ہوتی ہے کہ جب متفرع علیہ کو متفرع لازم ہو۔ "لاغیر" پر ظاہر ہے کہ خاص عام کو لازم نہیں ہے۔ پس ثابت ہوا کہ جو تفریع کلام الٰہی میں واقع ہے۔ اس کے لئے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ ایک خلو بمعنی موت ہو۔

دوم...... الرسل کا جمع مستغرق ہونا۔ ان ہر دو مقدمتین سے ایک کو شکل اوّل کا صغریٰ دوسرے کو کبریٰ بنائیں گے۔ شکل یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام بے شک رسول ہیں۔ ہر رسول مر گئے ہیں۔ اب اس شکل سے جو وہ دو یقینی مقدمتین سے مؤلف ہے۔ یہ نتیجہ نکلے گا کہ بے شک مسیح علیہ السلام مر گئے۔ یہی مطلوب تھا۔ صغریٰ پر دلیل یہ کلام الٰہی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف فرستادہ ہیں۔ نیز یہ کلام ربانی جس کا معنی یہ ہے کہ نہیں ہیں مسیح بن مریم علیہما السلام۔ مگر خداوند تعالیٰ کے فرستادہ ان کی مانند اور آیات بھی ہیں۔ جن سے مسیح علیہ السلام کا رسول ہونا ثابت ہوتا ہے اور آپ کا رسول ہونا کل اہل اسلام کے اجماع سے ثابت ہے۔ کبریٰ کے لئے دلیل وہ دو مقدمہ ہیں۔ جن کی تمہید اور اصلاح ہو چکی ہے۔ کیونکہ جب خلو بمعنی موت ہوا اور اس کی نسبت الرسل کی جانب کی گئی اور الرسل کا جمع ہونا ثابت ہوا۔ تو مسیح علیہ السلام کا الرسل میں داخل ہونا یقیناً سمجھنا پڑے گا۔ جب ہی مسیح علیہ السلام کی موت کا کبریٰ کے ضمن میں ثابت ہونا لازم آوے گا۔ پس کادیانی کا مطلب پایۂ ثبوت تک پہنچا۔ اس استدلال کی تردید وازالہ یوں ہے کہ یہ دونوں مقدمہ جو کبریٰ کے لئے تھے۔ دلیل بنائے گئے ہیں۔ مسلم نہیں ہیں۔ عدم صحت تفریع کا استحالہ اس صورت میں کہ دونوں مقدمہ یا ایک نہ پایا جائے۔ نیز مسلم نہیں ہم اس استدلال کو اس طرح پر بھی توڑیں گے کہ یہ استحالہ بہرحال لازم آوے گا۔ خواہ وہ دونوں مقدمہ مان لئے جائیں یا نہ۔ اب پہلے منع کی سند سنتے جائیں کہ خلو کا معنی گزرنا ہے۔ چنانچہ کتب لغات میں خلو کی بھی تفسیر موجود ہے۔ ہم ان کی نقلیں اس واسطے پیش نہیں کرتے کہ وہ باعث طول ہے اور یہ کتاب مختصر ہے۔ نیز جس کو علم سے کچھ تھوڑا بھی مس ہو وہ یہی کتب لغات کا ملاحظہ کر سکتا ہے۔ لیکن یہ تو ضرور کہہ دیں گے کہ خلو کا معنی کسی اہل لغت نے موت نہیں لکھا ہے۔ پس اس سے معلوم ہو گیا کہ اصلی اور حقیقی معنی خلو کا بجز گزرنے کے اور کچھ نہیں ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو۔ حالانکہ یہ مرجح ہے۔ اس سے کہ قرآن شریف میں خلو کو منافقین کی طرف اس آیت میں نسبت کی گئی ہے۔

اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ جب منافقین اپنے شیاطین کے پاس گزرتے اور جاتے ہیں۔ اس طرح پر خلو کو قرآن شریف میں سنین کی طرف نسبت کی گئی ہے۔ دیکھو اس آیت کا

مضمون یہ ہے کہ تم سے پہلے سنن گزرے ہیں اور دوسری آیت میں دونوں کی طرف ان کو نسبت ہے۔ دیکھو سورۃ الحاقہ میں ارشاد ہے کہ کھاؤ، پیو، بسبب اس کے کہ تم نے گزرے ہوئے دنوں میں آخرت کے لئے آگے ہی نیک اعمال کئے ہوئے تھے۔ پس قرآن سے بھی ثابت ہوا ہے کہ خلو کا معنی موت نہیں ہے۔ بلکہ اس کا معنی گزرنا اور جانا ہے۔ لہٰذا اب متصور نہیں ہے کہ خلو کا معنی موت لیا جائے۔ بلکہ بالضرور اس کے معنی گزرنا ہے اور جانا ہے۔ جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ پس خلو کو موت کے ساتھ تفسیر کرنا یہ بعینہ اخص کے ساتھ تعریف کرنا ہے۔ اس لئے کہ موت خلو کا ایک قسم ہے۔ گزرنا ہر ایک قسم کے انتقال مکانی پر صادق آتا ہے۔ اگر بلندی سے پستی کی جانب انتقال ہو تو اس گزرنے کا نام خفض۔ اگر پستی سے بلندی کی طرف انتقال ہو تو اس گزرنے کا نام رفع ہے۔ یا قدام سے خلف کی جانب یا برعکس اس کے ہو، سب کو شامل ہے۔ موت کی ہر قسم کو خواہ جرح سے یا بلا جرح ہو۔ پس گو ہم الرسل کے جمع مستغرق ہونے کو مان بھی لیں تو بھی مسیح علیہ السلام کا مرجانا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ خلو اور گزرنا جو ایک عام چیز ہے گو نوع رسول کے ہر ہر فرد کو ثابت ہے۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس امر عام کا ہر ہر قسم بھی نوع رسول کے ہر ہر فرد کو ثابت ہو۔ رہی یہ بات کہ اگر خلو کی تفسیر موت سے نہ کی جائے تو اخص کی تفریع اعم پر لازم آوے گی۔ نیز مردود ہے۔ اس واسطہ کہ انقلاب کا بعید سمجھنا اور ارتداد کے جواز کا انکار دراصل متفرع ہے۔ مگر آنحضرت ﷺ کی قوم کے درمیان بعد اداء رسالت موجود نہ ہونے کی تقدیر پر۔

پس ماحصل اس آیت کا یہ ہوا کہ نہیں ہیں آنحضرت ﷺ مگر اللہ کے رسول بلاشبہ آپ سے پہلے رسول گزرے ہیں۔ پھر کیا جائز ہے تمہارے لئے دین سے پھر جانا۔ اگر وہ منتقل کئے جاویں اس طرح پر کہ آسمان پر اٹھا لئے جائیں جیسا کہ مسیح علیہ السلام (یہ بات بالاجماع ثابت ہے) یا جس طرح ادریس علیہ السلام آسمان پر چڑھائے گئے یا اگر آپ کا انتقال موت سے ہو چنانچہ یہی ان کی نسبت علم ازلی میں مقرر تھا یا آپ کا انتقال شہادت سے ہو۔ چنانچہ اس قسم کی آواز شیطان نے دی تھی اور تم نے اس پر یقین کر لیا تھا۔ ہاں یہ بات ضرور البیان ہے کہ آیت میں موت اور قتل کا صریح ذکر کیا گیا ہے یہ رفع کا سوا واضح رہے کہ موت کی تصریح کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہی آپ کے حق میں تقدیر اللہ اور واقع کے مطابق تھی۔ قتل کی تصریح صرف ان کے زعم فاسد کی رعایت سے ہے۔ نیز تاکہ وہ دونوں تقدیر پر (موت اور قتل) سمجھ جائیں کہ دین سے پھر جانا ناجائز ہے آپ کا مقتول ہونا۔ گو ان کا زعم ہی زعم تھا لیکن چونکہ انبیاء سابقین بہت سے مقتول ہو چکے تھے (دیکھو

خداوند فرماتا ہے کہ انہوں نے پیغمبروں کو ناحق قتل کر دیا ہے) تو رسول کے حق میں بھی یہ گمان قوت پکڑ گیا تھا۔ اس لئے آیت مذکورہ میں قتل کا ذکر کرنا ضروری تھا۔ رہا یہ کہ رفع کا ذکر نہیں ہوا باجود یہ کہ عبارت میں مقصود ہے۔ سو واضح ہو کہ اس کی تصریح بچند وجہ ضروری نہیں تھی۔

اولاً...... آپ کا مرفوع ہونا تقدیر اور واقع کے مطابق نہیں تھا۔

دوم...... یہ کہ اس قسم کا خیال مخالفین کو نہیں تھا۔

سوم...... آپ سے پہلے رفع نادرالوقوع تھا۔ بناء علیہ ثابت ہوا کہ ہر تینوں تقدیروں پر" موت، قتل، رفع" جواز الارتداد کا انکار ہی متفرع ہے۔ لاغیر! اس میں شک نہیں ہے کہ انتقال جو تینوں میں دائر ہے خلو کے ساتھ (جب اس کا حقیقی معنی گزرنا ہو) مساوی ہے اس لئے اب استحالہ لازم نہیں آیا۔ وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں ایک مساوی کی دوسرے مساوی پر تفریع ہوگی اور یہ جائز ہے نہ اخص کی تفریع عام پر جو ناجائز ہے۔ دیکھو کہتے ہیں کہ ہم نے زید کو نشوونما پانے والا بالا رادہ حرکت کرنے والا کلیات وجزئیات کا ادراک کرنے والا جسم پایا ہے۔ پس اس پر تفریعاً کہہ سکتے ہیں کہ وہ انسان ہے کیونکہ وہ مفصل اور یہ مجمل (انسان) آپس میں مساوی ہیں۔ جن میں سے ہم نے ایک کو متفرع اور دوسرے کو متفرع علیہ کہا ہے وہ یہ دو ہیں" ہر رسول کا گزرنا ہر ایک تقدیر پر جواز الارتداد کی نفی" سبب یہ ہے کہ نسبتوں کے لئے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے خواہ وہ دونوں وجودی یا دونوں عدمی یا ایک وجودی اور دوسری عدمی ہو۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ دونوں عدمی یا دونوں وجودی ہوں۔ باقی ماندہ کہ ارتداد کی نفی خلو بمعنی گزرنے کو کس طرح پر لازم ہے تو اس پر یہ دلیل ہے کہ اللہ جل شانہ نے پیغمبروں کو صرف اس واسطے مبعوث فرمایا ہے کہ تا مطلقاً شریعت کو بیان کریں اور طریقہ کو جو اللہ تک پہنچانے والا ہے، متعین کر دیں۔ اس واسطے مبعوث نہیں فرمایا کہ وہ اسی زمانہ تک شریعت کو ظاہر کریں کہ جب تک کہ وہ قوم کے درمیان موجود رہیں ورنہ لازم آوے گا کہ کوئی زمانہ بھی رسول سے خالی نہ ہو۔ حالانکہ یہ صریحاً اور بالاتفاق باطل ہے۔

اس سے واضح ہو گیا ہے کہ اخص کی تفریع عام پر (گو خلو سے گزرنا ہی مراد ہو) لازم نہیں آتی۔ ہاں یہ جو حضرت صدیق اکبرؓ نے جناب آنحضرت محمد ﷺ کی موت پر آیت مذکورہ دلیل کے طور پر پیش فرمائی ہے انہوں نے تو لفظ خلت (گزرے اور گئے) سے مدعا ثابت نہیں کیا۔ بلکہ" افائن مات" (کیا پس اگر رسول کریم ﷺ مر جائیں) سے استدلال فرمایا ہے۔ سبب یہی ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے بعد موت رسول اکرم ﷺ کے فرمایا تھا کہ آپ نہیں مرے اور نہ

مریں گے اور یہ اس خیال سے فرمایا تھا کہ رسول کریم ﷺ کی موت جائز نہیں اور غیر ممکن ہے اس لئے حضرت صدیقؓ نے آپ کے اس خیال کو اٹھانے کے لئے اس آیت کو پڑھ کر افلائن مات سے استدلال فرمایا۔ وہ اس طرح ہے کہ دراصل مدخول ''ان'' کا وہ ہوتا ہے کہ جس کا پایا جانا واقع میں ممکن اور جائز ہولا غیر۔ چنانچہ یہ بات ان لوگوں پر واضح ہے جو بحث معانی حروف پر آگاہ ہیں پس جبکہ رسول کریم ﷺ کے واسطے موت کا ہونا ممکن اور جائز ہوا تو حضرت فاروق اعظمؓ کا خیال جو اس کے ناممکن ہونے پر جما ہوا تھا بالکل اٹھ گیا۔ یہ بات کہ صدیق اکبرؓ نے ''افان مات'' سے استدلال فرمایا ہے۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس موقع پر حضرت صدیق اکبرؓ نے یہ آیت بھی پڑھی تھی۔ جس کا مضمون یہ ہے کہ: ''اے رسول اکرم ﷺ تم اور وہ موت کا مزہ چکھنے والے ہیں۔'' ان کا یہ قول ہر جمع جو معرف باللام ہو وہ تمام افراد کو شامل ہوتا ہے۔ مسلم نہیں ہے۔ چنانچہ یہی محققین کی کتابوں میں مصرح ہے۔ اس کی تائید قرآن حمید میں ہے۔ ان آیات کا ماحصل یہ ہے کہ کہا فرشتوں نے مریم علیہا السلام سے کہ اے مریم خداوند تعالیٰ بلاشبہ تم کو خوشخبری دیتا ہے۔ مریم (علیہا السلام) سے فرشتوں نے کہا کہ اے مریم خداوند تعالیٰ نے تجھ کو برگزیدہ کیا ہے۔

اب دیکھو کہ ان آیات میں ملائکہ کا لفظ جمع اور معرف ہے۔ مع ہذا تمام فرشتے مراد نہیں ہیں۔ ہمارے مدعا کو یوں بھی تائید ملتی ہے کہ حق سبحانہ فرماتا ہے کہ آدم علیہ السلام کو تمام فرشتوں نے سجدہ کیا۔ اس میں بھی لفظ ''الملئکۃ'' سے تمام فرشتے مراد نہیں لئے گئے۔ بلکہ یہ فائدہ لفظ ''کل'' اور ''اجمعون'' نے دیا ہے۔ ورنہ یہ لفظ بے فائدہ ٹھہریں گے۔ العیاذ باللہ!

ایسے ہی بہت قرآنی مثالیں ہیں کہ جن سے مخالف کے برخلاف جمع معرف باللام استعمال کیا گیا ہے۔ لیکن چونکہ ان سب کا ذکر کرنا طول کا باعث ہے۔ اسی پر اکتفاء کیا۔ نیز عاقل کو اتنا ہی کافی ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے۔ جب یہ مقدمہ غیر مسلم ہوا تو شکل مذکور کے کبریٰ کی کلیت بھی غیر مسلم ٹھہری۔ پس یہ نتیجہ کہ ''مسیح علیہ السلام مر گئے'' اس سے حاصل نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ شکل اوّل میں کبریٰ کی کلیت شرط ہے۔ اور کلیت تو جاتی رہی۔ لہٰذا نتیجہ جو مشروط ہے وہ بھی جاتا رہا۔ اس پر یہ جو ہم نے کہا ہے کہ اگر الف لام استغراقی نہ لیا جاوے تو دراصل تفریع کا جائز ہونا لازم نہیں آوے گا۔ سو اس کی وجہ یہ ہے کہ جس آیت کا یہ مضمون ہے کہ نہیں ہیں آنحضرت ﷺ مگر خداوند تعالیٰ کے رسول بلاشبہ آپ سے پہلے گزرے اور گئے۔ اس سے یہ مراد ہے کہ آنحضرت ﷺ صرف خدا کے مقرب بندے اور سچے رسول ﷺ ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ پیغمبروں کی جنس گزری اور گئی ہے۔ ظاہر ہے جو چیز (مثلاً موت) جنس کے بعض افراد کو باعتبار ذات کے ثابت ہو اس کا باقی افراد کو بھی ثابت ہونا جائز ہے۔ پس جیسا کہ اس چیز کا ثبوت بعض افراد کے لئے ملزوم الامکان ہے۔ ویسے ہی باقی افراد کے لئے واقع میں یہ مہملہ اگرچہ بمنزلہ جزیہ ہے۔اس لئے شکل اوّل کا کبریٰ نہیں بن سکتا۔ (کیونکہ اس میں کبریٰ کی کلیت شرط ہے) لیکن اس مہملہ کو ممکنہ کلیہ لازم ہے۔ اس واسطے وہ کبریٰ بن سکتا ہے۔ جیسا کہ کہہ دیں کہ مسیح علیہ السلام رسول ہیں اور بلاشبہ جنس رسول بالفعل گزرا اور گیا۔ پھر ممکنہ کلیہ کو جو اس مہملہ کو لازم ہے۔ کبریٰ بنائیں گے۔ پس شکل اوّل حاصل ہوگی۔ دیکھو مسیح علیہ السلام رسول ہیں۔ ہر رسول بالامکان میت ہے۔ اس لئے یہ شکل یہ نتیجہ دے گی کہ مسیح علیہ السلام بالامکان میت ہے۔ پس اس صورت میں ایک تو تفریع درست ہوئی اور نہ کوئی محال عقلی اور شرعی عائد ہوا۔ (یعنی مسیح علیہ السلام کا مرنا جو قرآن واحادیث واجماع سے مخالف ہے)

اب دیکھئے کہ صرف ایک ہی مقدمہ کے تسلیم نہ کرنے کی حالت میں یہ کیفیت ہوئی تو پھر جس حالت میں دونوں مقدموں کو تسلیم نہ رکھیں گے تو کادیانی کے مدعا کا کہاں ٹھکانا ہے۔ چنانچہ جن لوگوں کو کچھ بھی سمجھ ہے وہ بھی اس بات کو جانتے ہیں۔ ہاں یہ بھی یاد رہے کہ ہم پہلے یہ بھی بیان کر آئے ہیں کہ اگر دونوں مقدموں کو (الف لام کا استغراقی ہونا اور خلو کا بمعنی موت ہونا) مان بھی لیں تو پس ظاہراً تفریع کی عدم صحت کا الزام نہیں جاتا۔ جیسا کہ دونوں مقدموں کے تسلیم نہ کرنے کی تقدیر پر نہیں جاتا۔ سو اس لئے کہا جاتا ہے کہ الرسل کا لفظ گو ہم اس کو جمع مستغرق اور خلو کو بمعنی موت ہی لیں۔ ہمارے سردار حضرت محمد ﷺ کو شامل نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس کلام ربانی ’’قد خلت من قبلہ‘‘ میں آپ سے پہلے رسولوں کو خلو بیان کیا گیا ہے اور یہ بھی ہے کہ ان کا خلو آپ سے پہلے ہمیں معنی ہے کہ وہ آپ پر وصف خلو میں سبقت لے گئے ہیں۔ آپ ان سے اس وصف میں متاخر ہیں۔ ظاہر تر ہے کہ ان کی پیش دستی اور آپ کا تاخر یہ دونوں زمانی ہیں۔ اس میں متقدم متاخر کے ساتھ موصوف ہوتے تھے۔ اس وقت میں رسول اکرم ﷺ اس وصف کے ساتھ موصوف نہیں تھے۔ وجہ یہ ہے کہ اگر ہم مان لیں کہ رسول کریم ﷺ بھی ان پیغمبروں کے ساتھ خلو سے موصوف ہو چکے تھے تو بریں تقدیر لازم آوے گا کہ آیت میں ایک چیز کے اپنے آپ پر مقدم ہونے کی خبر دی گئی ہو۔ حالانکہ نادان تک اس کے بطلان کو جانتے ہیں۔ البتہ جب یہ اعتقاد کر لیں کہ جس زمانہ میں اور پیغمبروں کو خلو عارض ہو گیا تھا تو تب جناب رسالت مآب ﷺ کو یہ وصف

لاحق نہیں تھا تو بلاشبہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے لئے خلو اور گزرنا ممکن تھا۔ جیسا کہ اور انبیاء گزرے اور گئے بنابراں کہہ سکتے ہیں کہ جب یہ ثابت ہوا کہ رسول کریم ﷺ اس زمانہ میں دوسرے انبیاء اس میں وصف خلو سے موصوف ہو گئے تھے۔ خلو کے ساتھ موصوف نہیں ہوئے تھے تو پھر یہ ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ رسل ماضیہ میں (اس سبب سے کہ وہ اس وصف سے خالی تھے) داخل نہیں ہوئے۔ پس جس حالت میں یہ ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ انبیاء سابقین میں داخل نہیں تو ظاہراً تفریع کی عدم صحت کا پھر بھی اقرار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ رسول کریم ﷺ تو ان میں داخل ہی نہیں ہوئے ہیں۔ پھر کیونکر خلو کا حکم جوان پر لگایا گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی طرف منتقل ہوگا۔ آخر یہ تو صریح الفہم بات ہے کہ انتقال موقوف اور داخل ہونا موقوف علیہ ہے۔ پس جہاں پر موقوف علیہ ہی نہیں پایا گیا ہو موقوف کیسے پایا جاوے گا۔ لہٰذا قادیانیوں کو خلو کا صرف موت ہی میں مستعمل سمجھنا الرسل کو جمع مستغرق ٹھہرا لینا بالکل نافع نہیں ہے۔ کیا غریق کو گھاس کو چنگل مارنا کچھ فائدہ دیتا ہی نہیں۔

اب ہم کہتے ہیں کہ جو قادیانی اس الزام کے دفعیہ میں پیش کریں گے۔ وہی ہماری طرف سے بھی حاضر ہے۔ مگر مع ہذا ہمارا ہی پلہ بھاری ہے۔ کیونکہ ہم تو ماسوا اس کے بھی جواب دے چکے ہیں۔ چنانچہ ماسبق سے ظاہر ہے۔ شاید قادیانی ہمارے ہی جواب کو اپنی طرف سے بھی جواب سمجھ لیں۔ لیکن یہ تو ان کے لئے نافع نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ہمارا جواب ایسی چیز پر دلالت کرتا ہے جو قادیانیوں کے مدعا اور نقیض کو شامل ہے۔ کیا دیکھتے نہیں کہ کسی چیز کا امکان جیسا کہ اس چیز کے وجود کو مقارن ہے۔ ویسے ہی اس کے عدم کو مقارن ہے۔ پر بدیہی ہے کہ مدعا اور غیر مدعا کو جو ثابت ہوا اس کا پایا جانا گو مانع اور تسلیم نہ کرنے والے سائل کو نافع ہو۔ مگر دلیل پیش کرنے والے کو ہرگز نافع نہیں ہے۔ یہ قاعدہ بالکل مسلمات سے ہے اور ظاہر ہے گو قادیانیوں پر ان کی کم علمی سے پوشیدہ ہو۔ اس سے علاوہ اور لیجئے کہ اگر مان لیں کہ وہ آیت جس کا مفاد یہ ہے کہ:

''نہیں ہے حضرت ﷺ مگر خداوند تعالیٰ کا رسول بلاشبہ آپ ﷺ سے پہلے پیغمبر گزرے اور گئے۔''

اس پر دلالت کرتی ہے کہ آپ ﷺ کے ماسوا جتنے بھی رسول تھے وہ سب مر گئے ہیں تو اس صورت میں وہ آیت جس کا معنی یہ ہے کہ: ''نہیں مسیح بن مریم علیہما السلام مگر خداوند تعالیٰ کا رسول بلاشبہ ان سے پہلے پیغمبر گزرے۔'' چاہے کہ اس پر دلالت کرے کہ مسیح علیہ السلام کے سوا جتنے رسول ہیں سب مر گئے ہیں۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ اس لئے کہ مسیح علیہ السلام کے ماسواء رسولوں میں ہمارے

سردار مفخر موجودات ﷺ بھی داخل ہیں تو اس سے لازم آوے گا کہ آنحضرت ﷺ بھی اس آیت کے اترنے سے پہلے مر گئے ہوں اور یہ صریح جھوٹ ہے۔ اس لئے کہ یہ آیت آپ کی حیات میں نازل ہوئی ہے۔ لہٰذا الف لام کا استغراق لے لینا بھی محال ہوا۔ وجہ یہ ہے کہ جس کے مان لینے سے کوئی محال لازم آوے۔ اس کا ماننا بھی محال ہوتا ہے۔ اس لئے یہ نتیجہ کہ: ''مسیح علیہ السلام مر گئے ہیں۔'' صادق نہیں ہے۔ لوجی! اس کا صدق اس صورت میں تھا کہ اگر مسیح علیہ السلام اکبر میں مندرج ہوتے۔ لیکن وہ تو مندرج نہیں ہیں۔ سبب یہ ہے کہ ان کا اندراج الف لام کے استغراقی ہونے پر موقوف ہے اور وہ خود ہی باطل ہے۔ پس نتیجہ مذکور بھی کاذب ہوا۔

نیز دوسری آیت (جس کا معنی ابھی بیان کیا گیا ہے) صراحتاً مسیح علیہ السلام کے (آیت کے نازل ہونے کے وقت) زندہ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ دیکھو اگر مسیح علیہ السلام اس آیت کے نازل ہونے کے وقت اموات میں داخل ہوتے تو خداوند تعالیٰ کو یوں فرمانا چاہئے تھا کہ نہیں ہیں مسیح علیہ السلام مگر خدا کے رسول۔

بلاشبہ رسولوں کے ساتھ ہی مر گئے ہیں۔ یا بلاشبہ مسیح علیہ السلام مر گیا۔ درحالیکہ اور رسول مر گئے۔ یا بلاشبہ مسیح علیہ السلام مر گئے۔ جیسے کہ اور رسول مر گئے۔ یا بلاشبہ رسول مر گئے اور نہ فرماتا بلاشبہ مسیح علیہ السلام سے پہلے رسول مر گئے۔ مگر یہ سب کچھ اس تقدیر پر ہے کہ جب الرسل کا جمع مستغرق مراد رکھ لیں گے۔ جیسا کہ کادیانی اور اس کے مقتدی کا گمان فاسد ہے۔ پس خلو کو من قبلہ (آپ سے پہلے) سے مقید کر دیتا۔ اسی لئے ہے جو ہم بیان کر آئے ہیں۔ رہی یہ بات کہ یہ آیت مسیح علیہ السلام کی حیات پر تب ہی دلالت کرے گی جب کہ الف لام استغراق لیں۔ اس سے مسیح علیہ السلام کی موت آیت کے نازل ہونے کے وقت پر لازم آوے گی۔ سو یہ غلط ہے۔ کیونکہ لفظ الرسل سے جنس رسول مراد ہے۔ اس لئے اس کی توجیہ یوں ہوگی کہ: ''جنس رسول کسی زمانہ میں اس کا وجود ہو۔'' گو مسیح علیہ السلام اب تک نہیں مرے۔ مسیح علیہ السلام سے پیشتر مر گیا۔ لیکن مسیح علیہ السلام بھی اس جنس کی طرح مریں گے۔ بناء علیہ اس آیت کا ماحصل یہ ہوگا کہ مسیح علیہ السلام اگرچہ اب تک نہیں مرے ہیں۔ مگر آخر مریں گے یہ ایسا ہوا جیسا کہ پہلی آیت سے ہمارے سید ﷺ کے انتقال کے زمانہ ماضی میں نفی اور آئندہ انتظار ثابت ہوا تھا۔ اب اگر باوجود اس کے کہ اس آیت نے مسیح علیہ السلام کی حیات پر دلالت کی ہے۔ اس آیت سے ان کی موت سمجھ لیں گے تو بھی بداہتہً قرآن میں تخالف اور تعارض پایا جاوے گا۔ حالانکہ ایسے امر کا قائل کافر ہے۔

اس لئے ماننا پڑے گا کہ الرسل کا الف لام استغراقی نہیں ہے۔ شاید اس موقعہ پر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ چونکہ موت اور حیات آپس میں مخالفت نہیں رکھتی ہیں تو اگر ایک آیت سے زندگی دوسری آیت سے موت مراد رکھ لیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ سو واضح رہے کہ یہ بات مضحکہ خیز ہے۔ سبب یہ ہے کہ اگر موت کے معنی اس چیز کا حساس ہونا کہ اس کی شان سے حساس ہوتا ہے۔ مقصود ہے تو موت وحیات میں بطور تقابل عدم وملکہ کے تخالف ہوگا۔ اگر موت کے معنی بدن سے روح کا جدا ہونا ہے۔ چنانچہ یہی نصوص شرعیہ عقلیہ سے ثابت ہے۔ پس موت وحیات میں تضاد ہوگا اور بہرصورت دونوں میں مخالفت پائی جائے گی۔

لہٰذا مسیح علیہ السلام کا زمانہ ماضی میں نہ مرنا اور آئندہ میں ان کی موت کا واقع ہونا ثابت ہوا اور یہ بھی تمام معتبر اہل اسلام کا عقیدہ ہے۔ البتہ نصاریٰ اور کادیانی اس رائے میں متخالف ہیں۔ نصاریٰ تو کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام مر کر زندہ ہوا اور آسمان پر چڑھا۔ کادیانی کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام مر گئے اور آسمان پر جسد نہیں چڑھائے گئے۔

پھر کادیانی مسیح علیہ السلام کے مرجانے پر اور آیت کو پیش کرتے ہیں۔ اس کا مضمون یہ ہے کہ: ”نہیں بنایا ہم نے پیغمبروں کے بدنوں کو کہ وہ کھانے پینے کی طرف محتاج نہ ہوں اور نہ ہمیشہ رہنے والے۔“ لیکن ہم نے پہلے اس کے استدلال کی اصلاح کریں گے اور پھر جواب دیں گے۔ کادیانی کا استدلال کہ اگر مسیح علیہ السلام آسمان پر زندہ بھی مان لئے جائیں تو بالضرور کہنا پڑے گا کہ وہ ایسے بنائے گئے ہیں کہ وہ طعام کی طرف محتاج نہیں ہیں۔ ہمیشہ زندہ رہنے والے ہیں۔ حالانکہ خداوند تعالیٰ نے آیت میں ان دونوں باتوں کے برخلاف ارشاد فرمایا ہے۔ کیونکہ ماحصل آیت کا یہ ہے کہ نہیں کوئی ایک جسد رسولوں کے اجساد میں سے کہ وہ طعام کی طرف محتاج نہ ہو۔ نہیں کوئی ایک بھی ان میں سے کہ ہمیشہ زندہ رہے۔ ظاہر ہے کہ مسیح علیہ السلام کا اب تک زندہ ہونا جو گویا خلود سے عبارت ہے۔ ان کے حق میں کہنا کہ وہ وہاں پر کھانے پینے سے فارغ ہیں۔ یہ ایک ایسا حکم ہے کہ صراحۃً اس سالبہ کلیہ (نہیں کوئی جسد۔ الخ!) سے مخالف ہے۔

اس سبب کلی پر یہ دلیل ہے کہ خداوند تعالیٰ ایک آیت میں فرماتا ہے کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم نے آپ سے پہلے کسی آدمی کو ہمیشگی نہیں دی ہے۔ کیا اگر آپ مرجائیں گے تو وہ (کافر) ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ پس اس آیت سے صاف سلب کلی ثابت ہوا۔ اس سے یہ بھی لازم آیا ہے کہ یہ موجبہ جزئیہ (کہ بعض آدمی جیسے کہ مسیح علیہ السلام فلانے وقت سے اب تک یا فلاں

وقت زندہ ہے) باطل ہو سبب یہ ہے کہ یہ اس سالبہ کلیہ کی نقیض ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ جب ایک شئے متحقق ہو تو اس کی نقیض کاذب اور غیر متحقق ہو۔ ورنہ اجتماع النقیض لازم آئے گا۔ حالانکہ یہ باطل ہے۔ جیسا کہ دونوں نقیضوں کا متحقق نہ ہونا باطل ہے۔ الجواب کہ آیت مذکورہ میں حرف نفی (ما) کا وارد ہوا ہے۔ وہ تو جعل بسیط پر وارد نہیں ہوا ہے۔ بلکہ جعل مؤلف پر جس کے لوازم سے ہے کہ وہ دو مفعولوں کے درمیان پایا جائے۔ ایک کا نام مجعول (بنایا گیا) دوسرے کا نام مجعول الیہ (جو کچھ بنایا گیا ہو) ہے۔ دیکھو اس آیت میں انبیاء مجعول اور جسد جو بغیر طعام کے فاسد ہوتا ہے مجعول الیہ ہے۔

پس یہاں پر نفی ایسے جعل اور بنانے پر وارد ہوئی ہے جو مقید ہے۔ پر بدیہی ہے کہ مقید گو اس کے ساتھ ہزار قیدیں لگی ہوئی ہوں۔ تب تک نہیں پایا جاتا جب تک کہ ہر ایک قید نہ پائی جائے۔ اب یہاں تو تین قیدیں ہیں۔ ایک جعل کا مرکب ہونا، دوم جسد کا مجعول الیہ ہونا۔ سوم عدم الاکل کی قید۔ لہٰذا یہ جعل جو ان قیود سے مقید ہے۔ جب ہی متحقق ہوگا کہ یہ سب قیود پائے جائیں۔ البتہ کسی مرکب چیز کا معدوم ہو جانا اس کے تمام اجزاء کے نابود ہو جانے پر موقوف نہیں۔ بلکہ اس میں اگر ایک چیز بھی نابود ہو جاوے تو اس چیز کا عدم پایا گیا۔ اس سے یہ بھی سمجھا ہوگا کہ اگر بجائے جعل مؤلف کے جو مقید ہے اور ہی چیز فرض کی جائے یا اس کا مرکب ہونا اڑا دیویں۔ بایں طور کہ صرف پہلے مفعول کے ساتھ یا دوسرے کے ساتھ فقط متعلق ہونا مان لیں۔ یا جسد کے مقام پر اور ہی کوئی مفعول قرار دیں یا تمام قیود کا تحقق مان لیں۔ مگر عدم الاکل یا تمام قیود یا مطلق شئے کا (باوجود مان لینے تمام قیود کے) نابود ہونا۔ فرض کر لیں تو بہر حال مقید بھی معدوم ہوگا۔ لیکن یہ سب مفہومات صرف ممکن ہی ممکن ہیں۔ واقع میں ان میں سے کوئی بھی متحقق نہیں ہے۔ البتہ ان میں سے عدم الاکل کا منتفی ہونا گو ممکن ہے۔ واقعی بھی ہے۔ ماسوا اس کے جتنے ہیں ان کا واقع میں پایا جانا دلائل عقلیہ ونقلیہ سے ثابت ہے۔ اس لئے ان کے عدمات واقعی نہیں ہیں۔ جب یہ سن لیا تو اس کا علم بھی ضروری ہے کہ قید عدم الاکل کا پایا جانا دو طرح پر ہے کہ یا کوئی چیز (خواہ طعام ہو یا اور کچھ ہو) نہ کھائی جائے یا خاص کر طعام ہی نہ کھایا جائے۔ اس میں شبہ نہیں ہے کہ عدم الاکل کا نہ پایا جانا تب ہی متحقق ہوگا۔ جب کہ کھانا متحقق ہوگا۔ پس عدم الاکل کے نہ پائے جانے کو جو سالبہ ہے۔ موجبہ محصلہ لازم ہوا۔ اگرچہ یہ ملازمت موضوع کے موجود ہوتے ہی ہوتی ہے۔ لیکن یہاں تو موضوع (انبیاء علیہم السلام) امر واقعی ہے۔ پھر کیا دونوں متحقق نہیں ہوں گے ضرور ہوں

گے۔ اس لئے ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ آیت مذکورہ "وما جعلناهم " سے جو سالبہ سالبہ ہے۔ قضیہ موجبہ محصلہ لازم آتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہر رسول طعام کھاتا ہے۔

اب کادیانی سے مستفسر ہے کہ اس قضیہ موجبہ میں اکل اور کھانا جو ہر رسول کو ثابت ہے تو یہ ان کے لئے ان کی ذات کی طرف نظر کر کے ضروری الثبوت ہے۔ یا باعتبار کسی وصف کے لئے یا ضروری الثبوت غیر معین یا معین وقت میں ہے یا یہ کہ وہ ذات کے اعتبار سے یا وصف کی جہت سے دائمی الثبوت ہے۔ یا تین زمانوں میں سے کسی زمانہ میں ثابت ہے۔ یا یوں کہو کہ اس کا ثبوت ان کے لئے ممکن ہے۔ خواہ مع قید الادوام جیسا کہ اوّل اور پانچویں کے ماسوا میں خواہ مع قید اللاضرورۃ جیسا کہ اوّل کے ماسواء میں بنا بر ایک رائے کے یا پانچویں کے ماسوا میں بھی" عند البعض یا لاضرورۃ ولادوام " کی قید کہیں بھی تسلیم نہ کریں۔ بہرحال پر ظاہر ہے کہ ضروریہ (یعنی ہر رسول کی ذات کو طعام کا کھانا بالضرور ثابت ہے) اور دائمہ (یعنی ہر رسول کے لئے اکل الطعام دائما ثابت ہے) باطل ہے۔ کیونکہ ضروریہ مطلقہ کی نقیض جو ممکنہ عامہ ہے۔ محقق ہے۔ پس لازم ہوا کہ ضروریہ باطل ہو ورنہ اجتماع النقیضین پایا جائے گا۔ اسی طرح پر دائمہ کی نقیض مطلقہ عامہ محقق ہے۔ چنانچہ کہہ دیں کہ بعض اوقات میں رسول طعام نہیں کھاتے ہیں۔ اب اس مطلقہ عامہ کو کون باطل کہہ سکتا ہے۔ یہ تو صریح صادق ہے۔ اس لئے دائمہ کاذب ہوا نہیں تو ویسے بھی اجتماع النقیضین لازم آئے گا۔ جیسا کہ گزرا۔ ایسا ہی دوسرا اور چھٹا باطل ہے۔ اس لئے کہ وصف رسالت ہرگز ضرورت یا دوام اکل کو نہیں چاہتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اکل الطعام رسول کے واسطے مطلق وقت میں کوئی وقت ہوا اور خاص ایک وقت میں ضروری الثبوت نہیں ہے۔ آخر یہی تو کہو گے کہ اکل الطعام بشرطیکہ بھوک محقق ہو ضروری ہے۔ لیکن یہ تو ظاہر ہے کہ بھوکا خود ضروری الوجود نہیں ہے۔ پھر طعام کا کھانا جو اس کا مشروط ہے وہ کیسے ضروری ہوگا۔ کیا دیکھتے نہیں کہ جب کہہ دیں کہ زید کی انگلیاں لکھنے کی حالت میں متحرک ہیں۔ اس میں لکھنا چونکہ خود کسی وقت میں ضروری الثبوت نہیں ہے تو جس کے لئے یہ شرط ہے وہ بھی کتابت کے وقت میں ضروری ہے۔ وجہ یہ ہے کہ کتابت چونکہ کسی وقت ضروری نہیں ہے اور منجملہ اوقات وہ وقت بھی ہے جس میں کتابت محقق ہے۔ پس وہ جب آپ ہی اس وقت میں ضروری نہیں ہے تو انگلیوں کا ہلنا کتابت کے وقت میں کب ضروری ہوگا۔ ویسے کھانا گو بشرط الجوع (بھوکا) ضروری ہے۔ مگر بھوک کے وقت میں ضروری نہیں۔ چنانچہ ابھی ہم بیان کر آئے ہیں۔ شاید کہو گے کہ جب یہ مانا گیا کہ طعام کا کھانا بشرطیکہ بھوک لگی

ہو۔ضروری ہے تو یہ قول جسے قضیہ مشروطہ کہتے ہیں صادق آئے گا کہ ہر رسول کے لئے بشرط الجوع طعام کا کھانا ضروری ہے۔ حالانکہ تمہارے لئے مضر ہے۔ سو واضح رہے کہ مشروطہ ہر گز صادق نہیں آئے گا۔ سبب یہ ہے کہ یہ مشروطہ نہیں بن سکتا۔

کیا معلوم نہیں ہے کہ مشروطہ میں یہ بات لازی ہے کہ ضرورت بشرط اسی عنوان اور وصف کے ہو کہ جس کے ذریعے سے موصوف پر حکم لگایا گیا ہو پر ظاہر ہے کہ قضیہ مذکورہ میں وصف اور عنوان رسول کا لفظ ہے۔ نہ بھوکا کا، پھر کہو کہ صورت مذکورہ میں وہ کیسا مشروطہ بن سکتا ہے۔ بنابریں ماننا پڑے گا کہ قضیہ مذکورۃ[1] مطلقہ یا ممکنہ عامہ ہے۔ خواہ لا دوام ولاضرورۃ کی قید لگادیں یا نہ۔

ہاں مطلقہ اور ممکنہ عامہ اس آیت سے مستفاد ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ یا رسول اکرم ﷺ آپ سے پہلے جتنے رسول تھے وہ طعام کھاتے، بازاروں میں چلتے پھرتے بھی تھے۔ کیونکہ اس آیت کا ماحصل یہی ہے کہ وہ رسول کسی نہ کسی زمانہ میں کھاتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے نہ یہ کہ ہر ہر وقت میں جیسا کہ ہر ہر وقت میں چلتے پھرتے نہیں تھے اور یہی مطلقہ عامہ ہے۔ ایسا ہی طعام کے کھانے کا ان کے لئے امکان ثابت ہوا۔ پس جب کہ اس مطلقہ اور ممکنہ کو لا دوام کی قید لگادیں گے تو یہ قضیہ وجودیہ[12] ایسا ہوا کہ اس کی پہلی جز آیت مذکورہ سے ثابت ہوئی اور دوسری یعنی لادوام کا مفہوم ہماری سابق تقریر سے پایہ ثبوت تک پہنچی۔

البتہ اس وجودیہ کو بسبب اس کے کہ یہ ایک مقید اور خاص چیز ہے۔ ضروریہ وغیرہ لازم ہے۔ لیکن چونکہ یہ خاص ہے اور خاص زیادہ تر قابل اعتبار ہوتا ہے تو وجودیہ ہی معتبر ٹھہرے گا۔ اس لئے اس کی دو جز ولے کر قضیہ بنائیں گے۔ پھر دیکھیں کہ وہ اسلامیوں کے عقیدہ سے مخالف ہے یا نہ۔ دیکھو ہر رسول بعض اوقات میں طعام کھاتے ہیں اور کوئی رسول بعض اوقات میں طعام نہیں کھاتا۔ اب غور سے دیکھو کہ یہ قضیہ ہرگز عقیدہ اسلامی کی مخالفت نہیں رکھتا۔ کیونکہ یہ قضیہ کہ مسیح علیہ السلام بعض اوقات میں طعام کھاتے تھے اور بعض اوقات میں نہیں کھاتے تھے۔ یہی صادق ہے۔ اچھا صاحب یہ جو ہم بیان کر آئے ہیں کہ بھوک ضروری الثبوت نہیں ہے۔ سو اس کی دلیل یہ ہے کہ درونی اور برونی اسباب کے سبب اجزاء گھستے ہیں۔ ان کے مقام اجزاء کے چاہنے کو بھوک کہتے ہیں۔ پس جب یہ گھسنا متحقق ہوگا تو بھوک بھی متحقق ہوگی۔ پھر بدیہی ہے کہ جب تحلل یعنی گھسنے کے اسباب مختلف ہوں گے تو بالضرور تحلل کے درجہ بھی مختلف ہو جائیں گے۔ مگر یہ بھی ظاہر

ہے کہ تحلل کے درجہ بے شمار ہیں۔ پس بنابراں کہ کہیں ادنیٰ اور کہیں اعلیٰ ہے۔ ہر ایک دوسرے سے سلب کیا جا سکتا ہے اور کہہ سکتے ہیں کہ ادنیٰ تحلل نہیں ہے اور اعلیٰ ادنیٰ نہیں ہے۔ غرض کہ جس مرتبہ اور درجہ کو مدنظر رکھیں اس سے جو ادنیٰ ہے یا اعلیٰ اسے اس درجہ معینہ سے مسلوب کرنا جائز ہے۔ ویسے ہی ان دونوں کو اس معین درجہ سے رفع کر سکتے ہیں تو گویہ اجمالاً حکم لگایا گیا ہے کہ ہر ہر درجہ کا اپنے ماسواسب درجات سے مسلوب ہونا ممکن ہے۔ جیسا کہ باقی درجات کا سلب اس درجہ سے ممکن ہے۔

اب واضح ہو گیا کہ یہ سلب مقید ہے۔ جب یہ ممکن ہوا تو صاف ثابت ہوا کہ واقع میں بھی سلب ممکن میں ہے۔ وہ کیوں مطلق ہو سو اس کی وجہ یہ ہے کہ سلب واقعی میں کسی درجہ میں متحقق ہونے کا لحاظ نہیں ہے۔ لیکن سب کے ممکن ہونے سے یہ لازم آیا کہ تحلل کا سرے سے ہی مسلوب ہونا ممکن ہوا۔ پس بھوک کا سلب بھی سرے سے ممکن ٹھہرا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ بھوک خود ضروری الثبوت نہیں ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے تھے۔ ہاں یہ گمان نہ کرنا چاہئے کہ تحلل کا سلب ممکن ہی ممکن ہے۔ نہیں بلکہ خداوند تعالیٰ کے کلام سے اس کا وقوع بھی ثابت ہے۔ آیت میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے آدم تجھ کو بہشت میں نہ بھوک لگے گی اور نہ تم اس میں برہنہ ہو گے اور نہ تجھ کو پیاس لگے گی اور نہ تم اس میں چاشت کا وقت دیکھو گے۔ بھوک کا ان کو بہشت میں عارض نہ ہونا اس لئے تھا کہ وہاں تحلل نہیں تھا۔ جیسا کہ چاشت کا وقت آفتاب کے نہ ہونے کے سبب نہیں تھا۔ اگر اس کے جواب میں کہیں گے کہ اس سے مقصود یہ ہے کہ ہر ہر وقت میں بھوک نہیں لگے گی یا سخت بھوک نہیں عارض ہوگی۔

سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ غلط ہے۔ ورنہ چاہئے جہاں کہیں حرف نفی داخل ہوا ہو۔ وہاں پر ایسا ہی مراد ہو۔ حالانکہ اس قسم کی تجویز تب تک صحیح نہیں ہے جب تک کہ کوئی ضرورت نہ ہو۔ پھر یہاں پر کہیئے کہ کون سی ضرورت درپیش ہے کہ ظاہر معنی چھوڑ کر ایک ایسے معنی مراد رکھ لیں کہ اس کی طرف ذہن کا انتقال بھی نہیں ہوتا۔ اگر ضرورت یوں ثابت کریں کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے آدم تم اور تمہاری بی بی بہشت میں رہو اور اس میں فلانے درخت کے سوا جس درخت کا پھل کھانا چاہو گے کھاؤ تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ بہشت میں بھی بھوک عارض ہوتی ہے۔ لہٰذا جہاں پر بھوک کی نفی کی گئی ہے۔ وہاں سخت بھوک یا دائمی بھوک مراد رکھ لینا چاہئے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں صرف آدم وحوا کے لئے بہشت میں کھانا مباح اور جائز کر دیا گیا

ہے اور اس سے بھوک کا اس میں تحقق ہونا لازم نہیں آیا ہے۔ اس واسطے کہ یہ ایسا ہے جیسا کہ دنیا میں میوہ جات استلذاذ کے لئے کھائے جاتے ہیں نہ بھوک کے لئے ویسے بھی بہشت میں جو طعام کھانے کی اجازت دی گئی ہے اور دی جائے گی۔ وہ تو صرف تلذذ کے واسطے ہے۔ اس پر بھی اگر اسے مخالف قانع نہیں تو تفسیر تیسیر اور وجیز کا مطالعہ کرا ایسا کیوں نہ ہو کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ بہشت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کا نام ریان ہے۔ اس میں سے جو داخل ہوگا پیئے گا اور جو پیئے گا پھر کبھی اس کو پیاس نہیں لگے گی۔ ظاہر ہے کہ پیاس اور بھوک میں کچھ فرق نہیں ہے۔ پس جیسا کہ پیاس کا نہ ہونا ممکن ہوا۔ اسی طرح پر بھوک کا نہ ہونا بھی جائز ٹھہرا۔

سوال یہ جو تم نے کہا ہے کہ جب تحلل کا سلب ممکن ہوا تو بھوک کا عدم بھی ممکن ٹھہرا۔ یہ تو ایسی ایک بات ہے کہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ علت کے نہ پائے جانے سے معلول کا نہ پایا جانا لازم نہیں ہوتا۔ پھر کیسے آپ کہتے ہیں کہ تحلل کے غیر متحقق ہونے سے بھوک کا غیر متحقق ہونا جائز ہے۔ کیوں درست نہیں کہ بھوک کے لئے اور ہی کوئی علت ہو۔ جس کے تحقق سے اس کا بھی تحقق لازم ہو۔ کیا زید کا نہ مرنا اگر یوں ثابت کرنا چاہیں کہ وہ پہاڑ پر سے گر کر نہیں مرا، صحیح ہوگا۔ کیونکہ زید کا مرنا چھت یا درخت پر سے گرنے سے بھی متحقق ہو سکتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس! مرنے کے لئے اور اسباب بھی ہیں۔ جن کے عارض ہونے سے زید مر سکتا ہے۔ پھر اگر ان اسباب میں سے ایک سبب نہ پایا جاوے گا تو کیا زید کا مرنا جائز نہیں ہوگا۔ بلکہ ہوگا ویسے ہی وہ حکم جو آپ لگا چکے ہیں صحیح نہیں ہے۔ الجواب علت دو طرح پر ہے۔ ایک یہ کہ اگر علت متحقق نہ ہو تو معلول ہرگز متحقق نہیں ہوگا۔ سو اس صورت میں معلول کا اس علت کے بدون پایا جانا ہرگز جائز نہیں۔ کیونکہ بایں معنی علتیں دو تین نہیں ہو سکتیں۔[۱]

پس جب کہ اس علت کا تعدد اور تکثر جائز نہیں ہے تو معلول اس میں منحصر ہوگا اور علت اس کو لازم ہوگی۔ اس لئے کہ اگر معلول اس علت کے بغیر پایا جائے گا تو ملزوم کا لازم کے بغیر پایا جانا متحقق ہوگا۔ حالانکہ یہ باطل ہے۔ لہٰذا ہمارا یہ قول کہ: ’’بھوک نہیں ہے۔ کیونکہ تحلل نہیں ہے۔‘‘ صحیح ہوا۔ کیونکہ تحلل بایں معنی کہ: ’’وہ اگر نہ متحقق ہو تو بھوک بھی متحقق نہیں ہوگی۔‘‘ بھوک کے لئے علت ہے۔ تحلل بھوک کے واسطے علت بایں معنی نہیں ہے کہ وہ جس وقت پایا جاوے گا تو بھوک بھی متحقق ہوگی۔[۲] (یعنی بمعنی اذا وجد فوجد) اس لئے یہ استدلال کہ: ’’بھوک کا غیر متحقق ہونا ممکن ہے۔ کیونکہ تحلل کا عدم جائز ہے۔‘‘ درست ہوگا۔ البتہ بھوکا کھانے کے واسطے بمعنی مصحح لدخول الفاء

(اس کا معنی وہی ہے جو ابھی گزرا) علت اور سبب ہے۔ کیونکہ کھانا بھوک کے بغیر بھی متحقق ہوسکتا ہے۔ کیا دیکھتے نہیں کہ لذت یا کسی علاج کے واسطے بھی کھاتے پیتے ہیں۔ کادیانی اس استدلال کو بھی پیش کرتے ہیں کہ خداوند عزاسمہ فرماتا ہے کہ وہ ہمیشہ زندہ رہنے والے نہیں تھے۔ نیز کہ ہم نے یا رسول اللہ ﷺ آپ سے پہلے کسی آدمی کو ہیشگی نہیں دی ہے۔ کیا اگر آپ مرجائیں تو آپ کے مخالف ہمیشہ رہیں گے۔

اس استدلال کی توضیح، تنقیح اس طرح پر ہے کہ مسیح علیہ السلام اگر اب تک زندہ ہوتے تو ان کا ہمیشہ زندہ ہونا لازم آئے گا۔ حالانکہ خداوند تعالیٰ نے صاف ظاہر فرمایا ہے کہ کسی کو ہیشگی نہیں ہے۔ الجواب دونوں آیتوں میں جو ہیشگی کی نفی کی گئی ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ طویل العمر بھی نہیں بنایا گیا۔ بلکہ دراصل اس کا معنی تو یہ ہے کہ کوئی ابدالآباد خدا کی طرح زندہ نہ رہے گا۔ اگر اے مخالف اس پر آگاہی نہیں ہے تو کتب لغات مفاہیم قرآن کو غور سے دیکھو۔ دیکھتے نہیں کہ قرآن شریف میں بہشتیوں کے حق میں فرمایا ہے کہ وہ بہشت میں خالدین اور ہمیشہ رہیں گے۔ دوزخیوں کے حق میں ارشاد ہے کہ وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ لہٰذا دونوں آیتوں میں جو خلود ہیشگی مذکور ہے اس کے معنی دوام ہیں۔ پس اگر نفی ہے تو دوام کی ہے لاغیر یہ!

(یعنی نہیں کوئی ایک بھی آدمیوں میں سے کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے) دائمہ موجبہ جزیہ مطلقہ کی نقیض ہے۔ (وہ یہ ہے کہ بعض آدمی دائماً زندہ ہیں) لیکن یہ قضیہ کاذب ہے۔ اس لئے کہ اس کی نقیض کہ: ”نہیں ہے کوئی بشر بالفعل زندہ“ صادق ہے۔ کیونکہ اس کا ملزوم (یعنی نہیں ہے کوئی ایک بھی آدمیوں میں سے۔ الخ) جو قرآن سے ثابت ہوچکا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ملزوم کے متحقق ہونے کو لازم کا تحقق ضروری ہے۔

پس یہ مطلقہ عامہ سالبہ کہ نہیں ہے کوئی بشر بالفعل (تین زمانوں میں کسی زمانہ میں) زندہ مسیح علیہ السلام کی موت کو زمانہ گذشتہ میں مستلزم نہیں ہے۔ کیونکہ جس چیز کا پایا جانا تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں معتبر ہو تو اس کا خاص ماضی یا خاص مضارع میں متحقق ہونا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ یوں ضروری ہے کہ وہ (جیسے موت المسیح کا) کسی نہ کسی زمانہ میں وجود ضروری ہے۔ خواہ استقبال میں ہی ہو۔ ماضی میں تو ضروری نہیں ہے۔ پر ظاہر ہے کہ اہل اسلام سلفاً وخلفاً اس کے قائل ہیں کہ مسیح علیہ السلام بعد نزول قرب قیامت کے مریں گے۔ اب یہ قرآن سے بالکل مخالف نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن سے تو دوام الحیٰوۃ کی نفی ثابت ہے۔ جو ہمارا اعتقاد اور باقی اسلامیوں کا

عقیدہ ہے۔ اس کے منافی نہیں ہے۔ بناء علیہ ہم کہتے ہیں جو ثابت ہوا وہ محال نہیں۔ جو محال ہے وہ ثابت نہیں۔ سوال دونوں آیتوں میں خلود کا معنی طول بقاء بطور مجاز کے ہے۔ جواب یہ بھی غلط ہے[۱۵]۔ کیونکہ اس لفظ کا وضعی اور حقیقی معنی سے چھوڑ کر غیر حقیقی میں مستعمل کرنا تب ہی جائز ہوگا کہ کوئی قرینہ جو حقیقی میں استعمال کرنے سے روکتا ہو، پایا جاوے۔ لیکن قرینہ تو موجود نہیں ہے۔

البتہ اگر عمر کے واسطے کوئی معین حد ہوتی تو بیشک یہ قرینہ تھا۔ مگر وہ بھی معین نہیں ہے۔ پہلے ماسواء اس باپ پر کہ عمر طبعی ایک سو بیس برس ہے۔ غرہ نہ ہو جاؤ یہ تو ایک مشہوری بات تحقیق سے مخالف ہے۔ اس پر نہ تو نقلی نہ عقلی دلیل ہے۔ نیز مشاہدہ کے برخلاف ہے۔ کئی لوگ ایسے پائے گئے ہیں اور پائے جاتے ہیں جو اس عمر سے متجاوز ہو کر مرتے ہیں۔ خود اطباء نے بھی تصریح کی ہے۔ اس مشہور بات پر کوئی بھی دلیل نہیں ہے۔ خاص کر شرع شریف[۱۶] نے صاف صاف ثابت ہے کہ یہ عمر طبعی نہیں ہے۔ دیکھو قرآن شریف میں نوح علیہ السلام کی نسبت ارشاد ہوا ہے کہ نوح قوم کے درمیان ساڑھے نو سو برس تک رہے ہیں۔ مع ہذا اگر کادیانی وہ معنی لیں گے تو قرآن شریف میں تناقض ثابت ہوگا۔ حالانکہ یہ باطل ہے۔ خداوند تعالیٰ ہم کو گمراہوں کی گمراہی، زندیقوں کی زندیقی سے اپنی پناہ میں رکھے۔ صالحین کے زمرہ میں داخل کرے۔ پروردگار ہم کو ہادی، ہدایت یاب مقتداؤں سے بطفیل اپنے حبیب محمد رسول اللہ ﷺ کی آل واصحاب کے بنادے۔ کادیانی اپنے مدعا کے ثابت کرنے کے لئے یوں بھی دلیل پیش کرتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ بعض تم میں سے اے بنی آدم ایسے نہیں کہ وہ ارذل عمر تک پہنچنے سے پہلے ہی مارے جاتے ہیں۔ بعض ایسے بھی ہیں کہ ان کو ہم ارذل العمر تک پہنچاتے ہیں۔ پھر پیر فرتوت بناتے ہیں۔ ایسا کہ وہ سیکھے سکھائے کو بھول جاتا ہے۔ اس استدلال کی اصلاح اس طرح پر ہے کہ جس طرح جفت اور طاق عدد کے افراد کو حاصر ہے۔ ویسے ہی مرجانا۔ ارذل العمر تک پہنچنا تمام افراد انسان کو حاصر ہے۔ پس جیسے کہ عدم کے افراد میں جفت وطاق جمع نہیں ہوتا نہ دونوں سے خالی ہوتے ہیں۔ ویسے ہی افراد انسان ان دونوں سے نہ تو خالی ہو سکتے ہیں اور نہ یہ دونوں ان میں اکٹھے پائے جاسکتے ہیں۔ پس یہ ایک قضیہ منفصلہ حقیقیہ ہوا[۱۷]۔ اب بھی اگر تم کہو گے کہ مسیح علیہ السلام نہ تو مر گئے ہیں اور نہ ارذل العمر ان کو عارض ہوگئی ہے تو بداہۃً ان دونوں کا افراد انسان کی بعض سے ارتفاع لازم آوے گا۔ حالانکہ دونوں کا مرتفع ہونا باطل ہے۔ چونکہ یہ امر محال مسیح علیہ السلام کی زندگی کے فرض کرنے سے لازم آیا تو مفروض بھی محال ہوا۔ جب زندگی محال ہوئی تو اس کی نقیض (یعنی ان کا مرنا) ثابت ہوئی۔ یہی مقصود تھا۔

الجواب! من یتوفی (بمعنی جو شخص مارا جاتا ہے) اور من یرد (یعنی جو شخص ارذل العمر تک پہنچایا جاتا ہے) کے ظاہر معنی کے طرف لحاظ کر کے یہ تقسیم درست نہیں ہے۔ سبب یہ ہے کہ: "جو ارذل العمر کی طرف مردود ہوتا ہے وہ باعتبار اپنے معنی کے من یتوفی میں داخل ہے۔ کیونکہ وہ خاص اور یہ عام ہے۔ کیا یہ معلوم نہیں ہے کہ جو ارذل العمر تک پہنچتا ہے اس کو بھی موت لاحق ہوتی ہے اور ہر موت اس کے بغیر بھی پائی جاتی ہے۔ چنانچہ یہ بات اسی آیت سے ثابت ہے۔ پس متوفی جب کہ من یرد سے عام ہوا تو یہ تقسیم اس لئے درست نہیں ہے کہ یہ ایک چیز کو اپنے آپ اور اخص پر بانٹنا ہے۔" حالانکہ تقسیم جب ہی درست ہوتی ہے کہ اقسام مقسم سے مغائرت رکھتی ہو۔ نہ کہ ایک قسم عین مقسم ہو اور دوسرا غیر۔ بلکہ ایسی تقسیم متصور بھی نہیں ہے۔ اس لئے کہ تقسیم کے یہ معنی ہیں کہ ایک چیز کو بلا اس کے کہ اس میں خصوصیۃ اور عموم کا لحاظ کریں۔ لے کر اس کو مختلف قیدیں لگائی جائیں۔ پھر اگر یہ تقسیم اعتباری ہے تو مضاف الیہ یا صفت وغیرہ کے ساتھ عبارت میں تقیید داخل ہوگی۔ معنوی سے خارج جیسے مطلق سیاہی کو جب پتھر کی یا گھوڑے کی یا حبشی کی سیاہی کی طرف تقسم کریں یا تقسیم واقع ہوگی۔ لیکن یہ تب ہوگی کہ ماہیت کو فصول کے ساتھ تقسیم کریں گے۔ مگر اس صورت میں فصل کی قید معنوی میں داخل ہوگی۔ جیسے کہ حیوان کو ناطق یا ناہق سے مقید کریں۔ قید مع مقید پر انسانیہ یا حماریہ کا حکم لگاویں لے۔ یا اگر ماہیت کو عوارض سے مقید کر کے تقسیم کریں۔ قید کو معنوں میں داخل سمجھیں۔

چنانچہ لکھنے والا انسان۔ غیر کاتب انسان پس صورت اولیٰ میں حیوان انسان۔ حمار کہلائے گا۔ دوسری صورت میں زید اور عمرو وغیرہ کہلائے گا۔ یہی تقسیم ہے۔ جب یہ سمجھ گئے تو یہ بھی سمجھ لیں کہ انسان کو اگر متوفی، من یرد کی طرف تقسیم کریں گے تو یہ تقسیم ایسے عوارض کے ساتھ ہو گی۔ جو الگ قسم اور خاص بنانے والے ہیں۔ کیونکہ جو چیز کہ حقیقت سے خارج ہو وہ عرض ہے۔ پس چونکہ توفی اور ردیہ دونوں انسان کی حقیقت سے خارج ہیں عوارض ہیں۔ لیکن تقسیم میں جو یہ بات ضروری ہے کہ اقسام آپس میں غیریت رکھتے ہوں اور ہر ایک جب ہی ممتاز ہوگا کہ ایک کا وصف دوسرے میں متحقق نہ ہو۔ حالانکہ توفی ایسا نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ وصف من یرد میں بھی متحقق ہوتا ہے۔ پس اس وصف کی ایک چیز کے ساتھ کیا خصوصیت رہی۔ کیا تمیز دے سکتا ہے۔ لہٰذا کادیانی نے جس کو تقسیم سمجھا تھا وہ تقسیم ہی نہیں ہے۔ ہاں بلاشبہ اگر مطلق من یتوفی کو لے کر یہ دو قسم کر ڈالیں تو صحیح ہے۔ چنانچہ کہیں ایک من یتوفی وہ ہے کہ جس کو رد کی حالت عارض نہیں ہوتی۔

دوسرا وہ ہے کہ جس کو یہ حالت عارض ہوتی ہے۔ البتہ اس طریق پر متوفی دونوں میں مشترک ہوگا۔ اب جس طرح کہ حیوان محل قسمت ہے۔ حیوان ناطق ہے۔ حیوان ناہق ہے۔ اس کے دو قسم ہیں۔ ویسے ہی مطلق متوفی محل تقسیم ہے اور متوفی جس میں ردی حالت کا عارض نہ ہونا معتبر ہے اور متوفی کہ جس میں اس حالت کا عارض ہونا ملحوظ ہے۔ اس کے دو قسم ہوں گے۔ مطلق متوفی کے جو لازم ہے۔ محصور ہونے سے انسان کا جو ملزوم ہے۔ محصور ہونا متحقق ہوا۔ رہی یہ بات کہ مسیح علیہ السلام کا اگر زمانہ ماضی میں نہ مرنا ہی مانا جائے تو یہ اس حصر سے منافی ہے۔ سو یہ غلط ہے۔ کیونکہ مسیح علیہ السلام پہلی شق (یعنی متوفی سوا اس کے کہ اس کو ردی حالت عارض نہ ہو) میں داخل ہے۔ پس مسیح علیہ السلام کا زمانہ ماضی میں نہ مرنا منافی حصہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ حصر صحت کے واسطے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ زمانہ مستقبل میں مر جائیں۔ حصر کے لوازم سے یہ تو نہیں ہے کہ وہ زمانہ ماضی میں مر گئے ہوں۔ کیا دیکھتے نہیں کہ شق اوّل بصیغہ مضارع مجہول آیت میں بیان کی گئی ہے۔ نہ بصیغہ ماضی مجہول۔ شاید کادیانی مضارع و ماضی میں فرق نہیں کرتے ہیں۔ اس واسطے جو کچھ خیال میں آیا لکھ مارا۔ بیشک اگر مسیح علیہ السلام کا دنیا میں ہمیشہ زندہ رہنا مانا جاتا تو یہ حصر سے منافی تھا۔ وجہ یہ ہے کہ پھر تیسری قسم کا انسان جس میں مطلقاً توفی نہیں تھا ماننا پڑتا۔

پس بریں تقدیر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اس قسم کے انسان میں مطلق توفی پایا جاتا ہے یا نہ۔ اگر پایا جاتا ہے تو یہ باطل ہے۔ کیونکہ ابدیت ایک تو منافی موت ہے۔ دوم اس صورت میں حصر باطل ہوتا ہے۔ اس واسطے اس صورت میں مقسم کا ان دونوں قسموں کے بغیر جن کی طرف اس کو تقسیم کی گئی تھی موجود ہونا لازم آئے گا۔ اگر انسان میں مطلق توفی متحقق نہیں ہے۔ اس سبب کہ وہاں پر اس کا محل جن میں منحصر تھا پائے نہیں جاتے تو اس سے دو محالوں میں سے ایک محال لازم ہوگا۔ یا یہ کہ توفی انسان کو لازم نہیں۔ حالانکہ یہ باطل ہے۔ اس لئے کہ خداوند فرماتا ہے کہ ہر ایک نفس موت کا مزہ چکھے گا یا لازم آئے گا کہ ایک لازمی امر کسی چیز میں منحصر ہو اور ملزوم اس میں منحصر نہ ہو۔ یہ بھی محال ہے۔ کیونکہ اس صورت میں لازم کا ملزوم سے جدا ہونا ظاہر ہے۔ حالانکہ یہ بھی باطل ہے۔ اب چونکہ یہ سب محالات اس صورت پر عائد ہوتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام کا ہمیشہ زندہ رہنا مان لیا جائے تو یہ بھی باطل ہوا۔ لیکن یہ محالات جس تقدیر پر کہ مسیح علیہ السلام کے لئے طول بقا۔ مستقبل میں مر جانا مراد لیں گے عائد نہیں ہوتے۔ اب تک کادیانی عبارات کے عموم سے استدلال کرتے تھے۔ اب اپنے مدعا کے لئے حدیث معراج پیش کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس

حدیث میں مذکور ہے کہ رسول کریم ﷺ نے دوسرے آسمان پر مسیح، یحییٰ علیہم السلام سے ملاقات کی تنقیح الاستدلال اگر مسیح علیہ السلام مرے نہ ہوتے تو یحییٰ علیہ السلام کے ساتھ جو اموات میں داخل ہیں کیوں مجتمع ہوتے۔

الجواب! کہ یہ قول بالکل لچر ہے۔ کیا اگر اموات کے ساتھ مجتمع ہونا مصاحب کے میت ہونے کو بھی چاہتا تو رسول کریم ﷺ جو معراج کی رات میں اموات کے ساتھ مجتمع ہوئے تھے تو وہ بھی اس حالت میں میت ہی تھی۔ آپ کو کیا مر کر معراج ہوا تھا۔ زہے دانش!

شاید کادیانی یوں بھی کہہ دیں کہ مدت دراز تک میت کے ساتھ مجتمع ہونا یہ اس کو چاہتا ہے کہ ہم صحبت بھی میت ہو۔ سو یہ بھی غلط ہے۔ اوّلاً کہ جائز ہے کہ یحییٰ علیہ السلام کا دوسرا آسمان مقر نہ ہو۔ بلکہ اس خاص وقت میں ان کو دوسرے آسمان پر مستقر ہونے کا حکم دیا گیا تھا۔ جیسا کہ رسول کریم ﷺ کو حضرات انبیاء علیہم السلام سے مسجد اقصیٰ میں یا آسمانوں پر خواہ ارواح متمثل تھے یا بعد اجساد ہیتہا! ملاقات ہوئی تھی۔ حالانکہ ان کے ارواح اعلیٰ علیین تھے۔ یہ سب ممکنات سے ہے۔ یا یہ کہ ان کا دراصل مقر قبور ہی ہیں۔ (چنانچہ حدیث میں آچکا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا گیا ہے) لیکن ان کو اس وقت آسمان پر یا مسجد اقصیٰ میں جانے کا حکم دیا گیا تھا۔

سوال یہ تو ہمارا عین مدعا ہے کہ معراج مثالی ہے۔[۱۹]

الجواب! آپ کے معراج کو مثالی جان لینا ہی غلط ہے۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ کا یہ معراج جسد عنصری لطیف کے ساتھ تھا نہ مثالی اور کشفی طور پر کیونکہ صحیح احادیث میں جو حالات آمد و رفت کی حالت میں مذکور ہیں ان سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ یہ جسمانی معراج تھا۔ ہاں مثال کو دیکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ انہوں نے مثال کے ساتھ ہی دیکھا ہو۔ مثال کا مرئی ہونا اور ہے اور رائی ہونا اور ہے۔ کیا دیکھتے نہیں کہ آپ نے معراج کی حالت میں کئی چیزوں کی مثال کو اور کئی چیزوں کے عین کو ملاحظہ فرمایا ہے۔ چنانچہ احادیث صحیحہ کے پڑھنے سے معلوم ہوگا۔ لہٰذا کوئی محال عائد نہیں ہوسکتا۔ اس سے بخوبی واضح ہوگیا ہے کہ مسیح علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام کے دوسرے آسمان پر مجتمع ہونے سے دونوں صاحبوں کا آسمان دوم پر مقیم ہونا ضروری نہیں ہے۔ پھر یہ کب لازم آسکتا ہے کہ جیسے یحییٰ علیہ السلام میت تھے۔ ویسے ہی مسیح علیہ السلام بھی ہونے چاہئے۔ ثانیاً گو دو شخص ایک ہی مکان میں دائمی طور پر مقیم بھی ہوں تو کیا اس سے ان دونوں کا ہر ہر وصف میں یکساں ہونا لازم ہے۔ ہرگز نہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔ کادیانی اپنے گمان فاسد سے اس آیت کو بھی

اپنے مدعا کے لئے دلیل سمجھتے ہیں کہ اس آیت ''انی متوفیک ''اور دوسری آیت'' فلما توفیتنی ''میں خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مسیح (علیہ السلام) میں تیرا متوفی ہوں۔ جب تو نے مجھ کو توفی دی۔ لیکن دراصل یہ استدلال محض طمع بے علموں کو ورطہ ضلالت میں ڈالنے کے لئے کافی ہے۔ خیر بہرحال ہم اس کی تردید کریں گے وہ یوں ہے کہ توفی کا معنی لغۃً کسی چیز پر پورے طور پر قبضہ کرنا ہے۔ اس کا مادہ (یعنی جس سے یہ لفظ لیا گیا ہے اور اسی کو ماخذ بھی کہتے ہیں) وفا ہے۔ پر قاعدہ مقررہ مسلمہ ہے کہ ماخذ کا معنی ماخوذ کے تمام گردانوں میں معتبر ہوتا ہے۔ گو ان کی صورتیں اور صیغہ مختلف ہوں۔ ماخذ کا معنی ماخوذ میں اس طرز پر داخل ہوتا ہے۔ جیسے کہ جز کل میں داخل ہوتی ہے۔ دیکھو علم کا لفظ (خواہ اس کا معنی عندالعقل شے کی صورت کا حاصل ہونا ہو۔ یا عالم و معلوم کے درمیان نسبت ہونا خواہ کہ ایک اضافت والی چیز ہے یا خود صورت حاصلہ یا دانش ہے۔ یا شی کی صورت کا حاصل کرنا وغیرہ) گو کسی معنی سے اس کو لو۔ وہ ضرور اس کے ماخوذ میں پایا جائے گا۔ وہ ماخوذ ابواب مجردہ سے ہو یا مزیدہ سے۔ مثلاً علم (جان لیا اس نے) ماضی معلوم کے ساتھ اس کا معنی پہلی اصطلاح کے موافق یہ ہے کہ فلانے نے فلانی چیز کی صورت زمانہ گزشتہ میں اپنی عقل میں حاضر کی دوسری اصطلاح کے مطابق فلانے کو اپنے آپ کے اور معلوم کے درمیان ایک نسبت (عالمیہ معلومیہ) حاصل ہوگئی ہے۔ اسی طرح پر اوروں میں جاری کرو۔ تاہر ایک میں وہی پائیں گے جو ہم بیان کر آئے ہیں۔ پس جب کہ علم کا لفظ جو صیغہ ماضی معلوم ہے۔ اپنے مصدر اور ماخذ پر بھی شامل ہوا تو اس میں تین جزوں کی ترکیب ہوگی۔ ایک مصدر، دوم زمانہ، سوم فاعل کی طرف نسبت۔ لیکن یہ بھی خیال رکھنا چاہئے کہ یہ دو جز ہیں۔ ایک نسبت دوم زمانہ ہر ایک میں خواہ مصدر مجرد سے لیا گیا ہو یا اس سے جو اس مجرد سے لیا گیا ہے۔ ماخوذ ہو متحقق ہوں گے۔ البتہ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر ایک ماخوذ میں پایا جاوے۔ نہیں بلکہ افعال میں نہ غیر میں۔ دیکھو علم سے عالم ماخوذ ہے۔ مگر اس میں فاعل کی طرف نسبت ہے اور نہ زمانے کے جانب۔ ہاں اتنا تو ہے کہ اس کا ماخذ یعنی علم اس میں موجود ہے۔ ایسا ہی اعلام (سکھانا) جو اسی علم سے ماخوذ ہے۔ اس میں نہ تو فاعل کی طرف نسبت ہے اور نہ زمانہ کی جانب۔ ہاں اس کا ماخذ اس میں موجود ہے۔ نیز اس میں باب افعال کا مقتضا جس لئے یہ متعدی ہوا۔ (حالانکہ اس کے مآخذ میں یہ نہیں ہے) پایا جاتا ہے۔ لہٰذا اس میں دو جزو متحقق ہیں۔ اعلام سے جو علم سے لیا گیا ہے۔ اعلم بصیغہ ماضی معلوم مشتق ہے۔ اس لئے اس میں چار جز ہیں۔ ایک علم جو مصدر ہے۔ دوم باب افعال کا مقتضا۔ سوم فاعل کی طرف

نسبت۔ چہارم زمان۔ جب یہ ثابت ہوا تو پھر ضرور ماننا پڑے گا کہ توفی کے معنی میں وفا داخل ہے۔ کیونکہ وہ وفا سے ماخوذ ہے۔ نیز اقرار کرنا پڑے گا کہ باب تفعل کا مقتضاء جو اخذ (بمعنی لے لینا) ہے۔ اس میں معتبر ہے۔ پس جو الفاظ توفی سے ماخوذ ہیں۔ بشرطیکہ وہ زمانہ پر دلالت کرتے ہیں۔ چار چیزوں پر شامل ہوں گے۔ جیسا کہ توفیت (پورا لے لیا میں نے) اور جو زمانہ پر دلالت نہیں کرتے ہیں ان کی تین جزئیں ہوں گی۔ دیکھو متوفی اس لئے کہ اس میں زمانہ معتبر نہیں ہے۔ مختصراً کہ جو جو صیغہ کسی مصدر سے لیا گیا ہو۔ اس میں یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے ماخذ و مصدر پر شامل ہو۔ گو اس ترکیب کو حقیقی کہیں یا اعتباری۔ ہاں یہ تو ماننا ہی پڑتا ہے کہ اگر اس ترکیب کو تحلیلی کہیں گے۔ حق بھی یہی ہے تو شمول کا معنی یہی ہوگا کہ اس جزو اعتباری کا اس اعتباری کل سے اعتبار کر لینا جائز ہے۔

پس اگر توفی کا معنی وفا کو چھوڑ کر لئے جائیں گے تو یہ حقیقی نہیں ہوگا۔ اس واسطے کہ موضوع لہ بعض اجزاء کو الگ کر دینے سے کل ہی سے تخلیہ لازم آتا ہی نہیں تو باوجود انتفاء جزء کے کل کا تحقق چاہئے۔ (یہ اس صورت میں ہے کہ ترکیب حقیقی ہو) یا لازم آوے گا کہ جو حکماً کل ہے وہ حکمی جز کے بغیر متحقق ہو۔ حالانکہ یہ باطل ہے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ وہ مجازی معنی ہوگا۔ آخر یہ تو ظاہر ہے کہ لفظ کا استعمال یا حقیقتاً یا مجازاً ہوتا ہے۔ لیکن یہ خیال نہ کرنا کہ ماخذ ہی صرف معتبر نہ ہوگا۔ تب ہی مجازی ہوگا۔ نہیں بلکہ کوئی جزء ہو۔ جب کہ اس کا انتفا مان لیں گے۔ وہ مجازی ہی ہوگا۔ خواہ اس جز کا دخول وضع شخصی یا وضع نوعی کے ذریعہ سے ہو۔ پہلے کی مثال اینٹ کا دیوار میں داخل ہونا۔ دوسرے کی مثال ''مشتق کی جزو کا اس میں داخل ہونا۔ کیونکہ یہ دخول بوضع نوعی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ہر لفظ جو مفعول کے وزن پر ہو وہ اس پر دلالت کرے گا کہ جس پر فعل واقع ہوا ہو۔ لہٰذا حقیقی معنی جب کہ مرکب ہو وہ تاوقتیکہ آپس میں تمام اجزاء متحقق نہ ہو لیں۔ حقیقی نہیں کہلائے گا۔ اس کے مرتفع ہو جانے مجازی بننے کے لئے ایک جزو کا بھی انتفاء کافی ہے۔ کیونکہ کل کا انتفاء جیسے کہ تمام اجزاء کے منتفی اور معدوم ہو جانے سے ہو جاتا ہے۔ ویسے ہی اس کا انتفاء کسی ایک جزو کے نابود ہو جانے سے ہوتا ہے۔''

اب دیکھو کہ یہ تحقیق سابق واضح طور پر اس پر دلالت کرتی ہے کہ متوفی کا معنی پورے طور پر لینے والا ہے۔ لا غیر! یہی متوفی کا حقیقی معنی ہے۔ کیوں نہ ہو کہ جس کے حقیقی ہونے کو ضرورت ہے وہ پایا گیا ہے۔ وہ یہ ہیں۔ ایک وفا۔ دوم لے لینا۔ سوم فاعل کی طرف نسبت۔ پس

آیت "یعیسیٰ انی متوفیک" جس کا مضمون یہ ہے کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں تیرا متوفی اور اپنی طرف تیرا اٹھالے جانے والا ہوں کہ اے مسیح میں تجھ کو پورے طور پر لینے والا ہوں۔ ایسا ہی آیت "فلما توفیتنی الآیة" سے بھی پورا اور تمام کا لے لینا مراد ہے۔ لیکن مسیح علیہ السلام پر جو پورا اور تمام مقبوض ہونا۔ صادق آئے گا۔ تب ہی ہے کہ وہ بجسدہ اٹھائے گئے ہوں۔ نہ اگر ان کی روح ہی صرف اٹھائی گئی ہو۔ اس لئے کہ خالی روح کا اٹھایا جانا تو تمام پر قبضہ نہیں۔ بلکہ ایک حصہ پر قبضہ ہوا۔ پھر با ایں ہمہ اگر کہو گے کہ توفی کا اطلاق رفع روحی پر حقیقی ہے تو یہ نا جائز ہے۔ ہاں اگر یوں کہہ دیں کہ توفی کا معنی لے لینا ہے۔ مگر اس طرح پر کہ وفا سے مجرد ہے۔ خواہ یوں کہ وفا کا عدم اس میں اعتبار کیا گیا ہے۔ یا وفا اس میں معتبر نہیں۔ پھر وفا اس کو کبھی مقارن ہو یا کبھی مقارن نہ ہوتا ہو۔ وفا کے عدم کا اعتبار ایک چیز ہے۔ وفا کے اعتبار کا عدم اور چیز ہے۔ بناء براں توفی کا اطلاق رفع روحی پر صحیح ہوگا۔ مگر اس پہلی صورت میں کل کا اطلاق جزء پر ہوا۔ دوسری صورت میں عموم مجاز ہوگا۔ رہی یہ بات کہ کسی چیز کے عدم کے اعتبار اور اس چیز کے اعتبار کے عدم میں کیا فرق ہے۔ سو یہ فرق ہے کہ پہلا خاص دوسرا عام ہے۔ جزء جو کچھ ہے سو ہے۔ مگر اس میں شبہ نہیں کہ دونوں تقدیر پر یہ معنی مجازی ہے۔ نہ حقیقی لیکن مجازی لے لینا تو تب ہی جائز ہوتا ہے کہ جب کوئی ایسا قرینہ موجود ہو کہ اس کے ہوتے حقیقی لینا جائز نہ ہو۔ ہاں یہاں اس قسم کا کوئی قرینہ نہیں ہے۔ پھر کہو کہ یہ مجازی لے لینا کیونکر درست ہوگا۔ لہٰذا حقیقی ہی مراد لینا لازم ہوا نہ مجازی۔ یہ ظاہر ہے کہ حقیقی ومجازی کا مدار وضع ہے۔ خواہ وہ نوعی ہوگا۔ یا شخصی بہرحال لفظ کو جب ان دونوں میں کسی وضعی معنی میں استعمال کریں گے تو وہ حقیقی استعمال ہوگا۔ ورنہ مجازا ہوگا۔ پس مشتقات جو ایسے مادہ اور ہیئت ترکیبی سے کہ ان میں سے پہلا بوضع شخصی موضوع ہے۔

دوسرا بوضع نوعی مرکب ہیں۔ بہ سبب اس ترکیب کے مبداء پر باعتبار مادہ بوضع شخصی اور معنی ترکیبی پر بوضع نوعی دال ہیں۔ نیز جب اس طرز پر ہوں گے تو استعمال حقیقی اسی صورت میں ہوگا کہ دونوں وضع متحقق ہوں۔ نہ صرف ایک ہی متحقق ہو تو پھر بھی حقیقی ہی ہوگا۔ البتہ مجاز تین صورتوں میں پایا جا سکتا ہے۔ ایک جب کہ وضع شخصی نہ رہے۔ دیکھو ناطق اس کے مبداء کا موضوع لہ دراصل بوضع شخصی ادراک کلیات وجزئیات ہے۔ جب اس سے دال مراد لیں گے تو یہ استعمال مجازی ہوگا۔ ایسا ہی جب وضع نوعی کو اٹھا دیں۔ دیکھو قائلہ جب کہ اس سے مقولہ مقصود ہو۔ گو اس میں قول جو اس کا مصدر ہے۔ اپنے اصل معنی پر دال ہے۔ مگر باعتبار اس کے کہ اس میں وضع نوعی

منتقی ہوا ہے مجازی ہوگا۔ اگر دونوں کو اٹھادیں نیز مجازی ہوگا۔ دیکھو ناطق ہے جس حالت میں مدلول مراد رکھ لیں گے۔ کیونکہ ناطق ''مدلول'' کے لئے نہ تو بوضع نوعی اور نہ بوضع شخصی موضوع ہے۔ اس لئے مستفسر ہے کہ لفظ متوفیک توفیتنی ان کو کسی معنی پر محمول کریں گے تو کون سا معنی ان سے مراد لیں گے۔ اگر پوری طور پر لے لینا مراد ہے تو یہ روح وجسد دونوں کے اٹھائے جانے کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ لیکن یہ استعمال حقیقی ہوگا۔ کیونکہ حقیقت کا مدار وضع شخصی اور نوعی پر ہے۔ سو وہ پایا گیا ہے۔ اگر اس میں اخذ کو مراد رکھیں گے اور تمامیت کی قید مجرد سمجھیں گے۔ خواہ یوں کہ اخذ کے لئے تمامیت کا عدم قید ہے۔ یا مہمل طور پر لیں گے۔ یعنی اس کے ساتھ تمامیت کی قید لگی ہو یا نہ تو ان صورتوں میں یہ استعمال مجازی ہوگا۔ اس لئے کہ ان تقدیروں پر لفظ کا موضوع لہ بوضع شخصی سے ہٹانا متحقق ہوگا۔ لیکن یہ بات مسلمات سے ہے کہ حقیقی معنی کو قرینہ صارفہ کے بغیر چھوڑ کر مجازی کو اختیار کرنا ناجائز ہے اور قرینہ یہاں پر موجود نہیں ہے۔

پس لامحالہ حقیقی معنی ہی لینا پڑے گا۔ ہاں یہ جو تم کہتے ہو۔ متوفی سے مارنا ہی سریع الفہم ہے۔ سریع الفہم ہونا ہی قرینہ ہے۔ نیز مسلم نہیں ہے اس لئے کہ یا تو کہو گے کہ توفی سے بلاقرینہ مارنا۔ مرنا متبادر ہے۔ سو یہ تو پہلا ہی جھگڑا ہے۔ قرآن شریف میں تو کہیں بھی توفی اور متوفی کا لفظ مرنے مارنے میں بلاقرینہ مستعمل نہیں ہوا ہے۔ یا کہو گے کہ نہیں توفی اور متوفی سے مرنا۔ مارنا بمعہ قرینہ متبادر ہے۔ البتہ یہ مانا۔ لیکن حقیقی کی نشانی تو یہ ہے کہ وہ بلاقرینہ ہی متبادر ہو نہ بمعہ قرینہ۔ ورنہ سب مجازات حقیقی ہی بن جائیں گے۔ لہٰذا لفظ کی تقسیم حقیقت ومجاز کی طرف صحیح نہ ہوگی۔ کیونکہ بنا بر اس مذہب کے تو مجاز ممکن بھی نہیں ہے۔ بیشک یہ ہمارا دعویٰ کہ قرآن شریف میں کہیں بھی توفی کا لفظ بلاقرینہ موت میں مستعمل نہیں کیا گیا ہے۔ ثبوت طلب ہے۔ لیکن ثبوت تو موجود ہے۔ دیکھو یہ آیت ''یتوفھن الموت'' یعنی وہ مرتے ہیں لیکن یہاں موت کا قرینہ موجود ہے وہ یہ ہے کہ توفی کو موت کی طرف اسناد کی گئی ہے۔ نیز اور بھی بہت سی آیتیں ہیں کہ جن میں توفی سے موت ہی مراد ہے۔ مگر ہر ایک میں موت کا قرینہ موجود ہے۔ دیکھو ''یتوفکم الموت ان الذین توفھم الملائکة تتوفھم الملائکة یتوفھم الملائکة طیبین توفته رسلنا رسلنا یتوفونهم یتوفی الذین کفر والملائکة فکیف اذاتوفتهم الملائکة'' یعنی تم کو ملک الموت موت کا مزہ چکھادے گا۔ وہ لوگ کہ ''ملائکة الموت'' نے ان کو موت کا مزہ چکھایا۔ موت کا ذائقہ ان کو ''ملائکة الموت'' چکھائیں گے۔ ان کو ملائکة

السموت پاکیزگی کی حالت میں موت کا مزہ دکھائیں گے۔ ہمارے فرستادوں نے ان کو مارا۔ ہمارے فرستادہ یعنی ملک الموت ان کو ماریں گے۔ کافروں کو ملائکۃ الموت ماریں گے۔ کیا ہوگا۔ جس وقت کہ ان کو ملائکۃ الموت ماریں گے۔ اب دیکھو ان سب آیتوں میں بلا قرینہ توفی سے موت نہیں لی گئی۔ دیکھئے قرائن پہلی آیت میں ملک الموت کی طرف توفی مسند ہے اور یہی قرینہ ہے اور باقیوں میں قابض ارواح فرشتوں کی طرف توفی کو اسناد ہے اور یہی قرینہ موت ہے۔ ایسا ہی اس آیت میں ''وتوفنا مع الابرار'' جس کا معنی یہ ہے کہ ہم کو مار کر نیکوں کے زمرہ میں داخل کر اس میں ابرار کے ساتھ کی التجاء قرینہ موت ہے۔ آیت ''توفنا مسلمین'' کہ اے خداوند تعالیٰ ہم کو اسلام پر مارنا۔ میں حسن خاتمہ کا سوال قرینہ موت ہے۔ آیت ''فاما نرینك بعض الذی نعدهم او نتوفینك فالینا یرجعون (مؤمن:۷۷)'' یعنی یا رسول اکرم ﷺ یا تو ہم آپ کو وہ بعض امور کہ جن کا ہم کافروں کو وعدہ دیتے ہیں دکھا دیں گے یا موت کا ذائقہ آپ کو چکھائیں گے۔ پھر ہماری طرف لوٹیں گے۔ اس میں مقابلہ قرینہ ہے۔ کیونکہ اگر ایک میں متقابلین میں سے کسی چیز کا وجود معتبر ہو تو دوسرے میں اس چیز کا عدم معتبر ہوتا ہے۔ کیا جانتے نہیں کہ حرکت میں جو سکون کی ضد ہے۔ بتدریج منتقل ہونا معتبر ہے اور اس کی ضد میں یعنی سکون میں اس انتقال کا عدم معتبر ہے۔ پس چونکہ آیت مذکورہ میں دکھانے (ارایت) کا مقابل نتوفینک (ہم تجھ کو ماریں گے) مقرر کیا گیا ہے۔ ارایت میں زندگی کا وجود معتبر ہے تو بالضرور اس کے مقابل یعنی نتوفینک میں اس زندگی کا عدم معتبر ہو ورنہ تقابل کیسا ہوگا۔ یہی قرینہ موت ہے۔ اسی طرح پر آیات ذیل میں قرائن موجود ہیں۔ دیکھو ''والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجاً وصیة لازواجهم البقرہ:۲۴۰''

''والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجاً یتربصن بانفسهن اربعة اشهر وعشراً (بقرہ:۲۳۴)'' یعنی جو لوگ تم میں سے بیبیاں چھوڑ مریں تو وہ بیبیاں چار مہینہ اور دس دن عدت الموت کاٹیں۔ جو لوگ تم میں سے بیبیاں چھوڑ مریں تو ان پر ازواج کے لئے وصیت کرنا لازم ہے۔ اب دیکھئے دوسری میں موت کے دو قرینہ ہیں۔ ایک بیویوں کو چھوڑنا دوم عدت الموت کا کاٹنا۔ پہلی میں بھی دو قرینہ ہیں۔ ایک بیبیوں کو چھوڑ مرنا دوسرا وصیت کا لازم ہونا۔ آیت ''ومنکم من یتوفی'' میں بھی تقابل قرینہ ہے۔ رہی آیت ''الله یتوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها (الزمر:۴۲)'' یعنی خداوند ارواحوں کو موت کے

وقت میں لے لیتا ہے۔ ملخصاً اس میں جیسن موتہا قرینہ ہے۔ یاد رکھو کہ اس آیت میں مارنا، سلانا، دونوں مراد ہیں۔ مگر نہ اس طرح پر کہ اس سے حقیقی ومجازی دونوں اکٹھے مراد لئے جائیں۔ کیونکہ حقیقت ومجاز کا اجتماع ناجائز ہے۔ دیکھو کتب اصول وغیرہ۔ دوم اس لئے بھی یہاں پر جمع نہیں ہے کہ مارنا یا سلانا اس میں سے کوئی ایک بھی توفی کا حقیقی معنی نہیں ہے۔ اس واسطے یہ جمع لازم نہیں آتا اور نہ توفی سے مارنا اور سلانا عموم مجاز کے طور پر مراد ہے۔ جیسا کہ کوئی شخص قسم کھاوے کہ میں فلاں مکان میں اپنا قدم نہیں رکھوں گا۔ اب یہ شخص خواہ گھوڑے پر چڑھ کر اس میں داخل ہو یا اس طرح پر جیسا کہ کہا تھا یا وہ مکان اسی کا ملک ہو۔ یا کرایہ پر یا استعارہ کے طور پر ہو۔ بہر حال حانث ہوگا۔ یہ قول حقیقی معنی کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتا ہے۔

پس اس کا حانث ہونا اسی پر موقوف نہیں ہوگا کہ وہ گھر فلاں کا مملوک ہی ہو اور اس میں ننگے پاؤں ہی داخل ہو۔ بلکہ بہر حال حانث ہی ہوگا۔ ایسا ہی اس کا قول مجازی معنی کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتا ہے۔ تا کہ کہا جاتا کہ وہ جب فلانے کے غیر مملوک مکان میں یا جوتا پہن کے ہی یا سواری پر ہی چڑھ کر داخل ہوگا۔ تو حانث ہوگا۔ نہیں تو نہیں۔ بلکہ بہر حال حانث ہوگا۔ خواہ حقیقی معنی پایا جائے یا مجازی۔ چنانچہ گزرا آیت مذکور میں توفی سے سلانا۔ مارنا جب کہ بطریق عموم مجاز بھی نہیں تو لامحالہ اس سے کچھ لے لینا مراد ہوگا۔ مثلاً جب توفی سے سلانا مقصود ہو تو اس صورت میں کہیں گے کہ روح کے تعلق سے جو بدن حساس تھا وہ تعلق مسلوب کیا گیا تو بلاشبہ یہی سلانا ہے اور اگر توفی سے مارنا مراد ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہے تو یوں کہیں گے کہ روح کے تعلق سے جو بدن زندہ تھا وہ تعلق سے سلب کیا گیا ہے۔ اس صورت میں بلاشک اس کو مارنا کہا جائے گا۔ ہاں دوسرے میں حسن کا سلب بھی معتبر ہے۔ جیسا کہ زندگی کا کما مرلیکن یہ خیال رکھنا کہ یہ تعلق حس اور زندگی کے درمیان بطور ترد ید دائر ہے۔ جس طرح کہ کوئی امر خاص وعام کے درمیان مردد ہوتا ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ یہ تردد اس طرز پر ہے کہ جس طرح پر شے نقیضین کے درمیان مردد ہے۔ اس لئے وہ تعلق جس سے احساس کا وجود ہوتا ہے۔ دوسرے تعلق کے بغیر (یعنی وہ تعلق کہ جس سے زندگی ہوتی ہے) موجود نہیں ہوتا۔ پس یوں کہنا کہ ہر حساس زندہ ہے۔ صادق ہے اور یہ کہنا کہ ہر زندہ حساس ہے غلط ہے۔ کیونکہ بعض زندہ (جیسے سوئے ہوئے) حساس نہیں ہیں۔

سوال...... آپ کی تقریر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مردہ میں حس باقی نہیں رہتی ہے۔ اس لئے لازم آیا کہ وہ سنتے بھی نہیں؟

جواب..... ہماری تقریر سے مردوں کا نہ سننا ثابت نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کا سننا بمعنی ادراک روحانی ہے۔ چنانچہ ادلہ قاطعہ شرعیہ سے ثابت ہوا ہے۔ اس قسم کا سماع مرنے سے مرتفع نہیں ہوتا ہے۔ البتہ مرنے کے ضمن میں وہ سماع جو قوت جسمانیہ کے ذریعہ سے ہے۔ مرتفع ہو جاتا ہے۔ لیکن اس طرز پر کہ مردہ بقوۃ جسمانی سنتے ہیں۔ کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ لہٰذا جو مرتفع ہے وہ ثابت نہیں۔ جو ثابت ہے وہ ناپید نہیں۔

اس تقریر سے یہ بھی ظاہر ہوا ہے کہ موت وحیات کے درمیان ضدیت کے طور پر مقابلہ ہے۔ اس لئے کہ یہ دونوں وجودی ہیں۔ حیات کا وجودی ہونا تو بالکل ظاہر ہے۔ رہی موت سو وہ بھی وجودی ہے۔ دلیل یہ کہ مارنا اسی کو کہتے ہیں کہ بدن سے روح کا تعلق جس سے بدن کی زندگی ہوتی ہے۔ اٹھا دیا جائے۔ اس کا اثر لازم مرنا ہے۔ چونکہ مرنا اس تعلق کا منقطع ہونا ہے۔ تو یہ بلاشبہ وجودی ہے۔ نیز اس کے وجودی ہونے پر یہ دلیل ہے کہ باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ہم نے موت کو پیدا کیا ہے۔ یہ صریح طور پر دلالت کرتی ہے کہ یہ وجودی ہے۔ اس لئے کہ موت اگر عدمی ہوتی تو خداوند تعالیٰ کا فعل اس کے ساتھ کیونکر متعلق ہوتا۔ کیا کبھی کہا جاتا ہے کہ فلاں امر عدمی پیدا کیا گیا ہے؟ نہیں۔ کیونکہ پیدا کرنے کا معنی موجود کر دینا ہے۔

سوال..... کیوں جائز نہیں کہ باعتبار لازم کے عدمی ہو۔ کیا دیکھتے نہیں کہ عدم الحیاۃ اس کو لازم ہے۔ پس اس کا عدمی ہونا موت کے عدمی ہونے کو مستلزم ہے۔

جواب..... کہ یہ استلزام غلط ہے۔ دیکھو عدم السکون آسمان کو عند الفلاسفہ لازم ہے۔ آسمان معدوم نہیں ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اور بھی بہت مواقع ہیں کہ لازم کی عدمیت ملزوم کی عدمیت کو نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ آیت مذکورہ میں جو توفی ہے وہ مارنے میں حقیقی طور پر مستعمل نہیں ہے۔ اس لئے کہ مار دینے میں پورے طور پر لے لینا نہیں پایا جاتا ہے۔ بلکہ مار دینے میں صرف بدن سے روح الگ کر کے اٹھائی جاتی ہے اور یہ گویا ایک حصے کا لے لینا ہے۔ نہ پوری شے کا لے لینا۔ لیکن لفظ کا بصورت عدم قرینہ حقیقی معنی پر محمول کرنا۔ جب کہ واجب ہوا تو آیت ''یا عیسیٰ انی متوفیک الآیۃ (آل عمران:۵۵)'' ہمارے لئے دلیل ہوئی نہ کادیانیوں کے لئے۔ اس کا ہمارے لئے دلیل ہونے کو ''رافعک الیّ'' کا اس پر معطوف ہونا قوت بخشتا ہے۔ اس لئے کہ اس رفع سے رفع جسمانی مراد ہے۔ ورنہ خاص کر مسیح علیہ السلام سے کیا اس رفع روحی کو خصوصیت تھی جو اس آیت میں ان کی روح کا مرفوع ہونا بیان کیا جاتا ہے۔

سوال..... چونکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا ایمانداروں، اہل علم کے درجات کو (مرفوع) بلند کرتا ہے تو اس سے سمجھا جاتا ہے کہ خود ایماندار اور اہل علم مرفوع نہیں ہوتے ہیں۔ بلکہ ان کے درجات مرفوع اور بلند کئے جاتے ہیں۔ پس رفع مسیح علیہ السلام سے بھی خود مسیح علیہ السلام کا رفع مراد نہیں ہے۔ بلکہ رفع روحی۔

جواب..... دلیل مفید مطلب نہیں ہے۔ کیونکہ آیت سابقہ میں خود مسیح علیہ السلام کا رفع مذکور ہے اور اس آیت میں رفع درجات کا ذکر کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ رفع درجات اور خود شے کے مرفوع ہونے میں غیریت ہے۔ اس لئے رفع درجات سے رفع غیر جسمانی ثابت نہیں ہوگا۔ دیکھو کہا جاتا ہے کہ میں نے زید کو اٹھالیا ہے۔ یا میں نے زید کا کپڑا یا اور کچھ جس کا زید کے ساتھ تعلق ہو اٹھالیا ہے۔ اب اس صورت میں زید کے کپڑے کے اٹھائے جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہاں پر بھی خود زید کا رفع مردانہ ہو۔ بلکہ کپڑے کا مثلاً اس لئے کہ خود شے کا رفع اور ہے۔ اس کے متعلق کا اور ہے۔ بناء علیہ ثابت ہوا کہ آیت: ”یا عیسیٰ انی متوفیك (آل عمران:۵۵) “میں منادیٰ اور ضمائر کا مرجع خود مسیح علیہ السلام ہے۔ نہ خالی روح جب مسیح علیہ السلام ہی منادیٰ اور مرجع ہوئے تو متوفی، مرفوع، مطہر، فائق الاتباع بھی آپ ہی ٹھہرے۔ نہ صرف روح۔ اب ہم اس سے پہلی شکل بنائیں گے۔ مسیح علیہ السلام پر بھی متوفی کا مفہوم صادق آتا ہے۔ جس پر یہ صادق ہے اور یہ بعینہ وہی ہے جو ہم دعویٰ کرتے ہیں۔

دوسری دلیل اگر مسیح علیہ السلام کی صرف روح ہی مرفوع ہوئی ہوتی تو آپ کافروں کے ہاتھوں سے کیسے بری اور مطہر ٹھہرتے۔ بلکہ جسد لطیف تو کافروں کے ہی اختیار میں رہتا اور کافروں کا مقصود بھی تھا۔ حالانکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مسیح علیہ السلام ہم تجھ کو کافروں کے اختیار سے الگ اور پاک کر دیں گے۔ پس اگر خالی روح مرفوع ہوئی ہو تو باری تعالیٰ کا یہ ارشاد کیسا درست ہوگا۔ لہٰذا رفع روحی غلط ٹھہرا اور مسیح علیہ السلام بجسدہ مرفوع ہونا ثابت ہوا۔ کیونکہ جب بجسدہ رفع مراد لیں گے تو مسیح علیہ السلام بلاشبہ بالکل کافروں کے اختیار سے نکل گئے اور پاک ہوگئے۔ اس لئے آیت مذکورہ سے رفع روحی مراد رکھ لینا بے علمی اور عجیب تر ہے۔

قادیانی اس آیت سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے مسیح ابن مریم علیہما السلام کے فرزند کو قتل کر دیا ہے۔ حالانکہ انہوں نے نہ تو ان کو قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا۔ ہاں شبہ میں ڈالے گئے ہیں۔ جن لوگوں نے اختلاف کیا

وہ البتہ ان کے قتل کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان کو اس پر یقین حاصل نہیں ہے۔ صرف خلاف واقع کی تابعداری کرتے ہیں۔ مسیح علیہ السلام کو انہوں نے قتل نہیں کیا۔ بلکہ خداوند تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔ نہیں ہے کوئی بھی اہل کتاب میں سے۔ مگر کہ اس پر ایمان لائے گا۔ اس کے مرنے سے پہلے وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوگا۔ طریقہ استدلال کادیانی پہلی آیت میں رفع روحی مراد رکھتا ہے۔ اس کا بیان ہے کہ اہل کتاب کا مسیح علیہ السلام کے مقتول مصلوب ہونے میں شاک ہونا ہی ضمیر بہ کا مرجع ہے۔ موتہ کی ضمیر اہل کتاب کی طرف راجع ہے۔ اس کے بعد دو توجیہیں کرتا ہے۔ پہلی کہ قبل موتہ میں ایمان کا لفظ مقدر ہے۔ اس تقدیر پر آیت کا معنی یہ ہوا کہ ہر ایک کتابی مسیح علیہ السلام کی طبعی موت پر جو ماضی میں واقع ہو چکی ہے۔ ایمان لانے سے پہلے آپ کے مشکوک القتل ہونے پر ایمان رکھتا ہے۔

دوسری توجیہ کہ ہر ایک کتابی یقیناً جانتا ہے کہ ہم مسیح علیہ السلام کے مقتول ہونے کے بارے میں شک میں ہیں۔ اس شک پر ان کا ایمان مسیح علیہ السلام کے مرنے سے پہلے تھا۔ گویا مسیح علیہ السلام ابھی زندہ ہی تھے کہ ان کو آپ کے مقتول ہونے میں شک تھا اور وہ آپ کے مرنے سے پہلے ہی اپنے اس شک پر یقین رکھتے تھے۔ اب دیکھئے کہ استدلال پر کتنے اعتراض وارد ہوتے ہیں۔

اوّلاً کہ رفع سے روحانی مراد لینا غلط ہے۔ اس لئے کہ اس آیت میں مسیح علیہ السلام وصف مرفوعیت میں بطور قلب اور عکس کے محصور کر دیئے گئے ہیں۔ لیکن اس حصر اور قصر کے لئے اوصاف کی منافات شرط ہے۔ مثلاً ایک شخص اعتقاد رکھتا ہے کہ زید قائم ہے۔ دوسرے نے اس سے مخاطب ہو کر کہہ دیا کہ زید قائم نہیں بلکہ بیٹھا ہے۔ پس دیکھئے یہاں پر متکلم نے ایسا بیان کیا ہے کہ وہ مخاطب کے عقیدہ کا قلب اور الٹ ہے۔ ظاہر ہے کہ کھڑا ہونا، بیٹھنا یہ دو صفتیں آپس میں منافات، غیریت رکھتی ہیں۔ بے شک یہ منافات عام طور پر پائی جاتی ہیں۔ خواہ قصر و حصر کی بہتری کے لئے یا نفس حصر کے لئے شرط ہو۔ نیز واقع میں منافات ہو یا اعتقاد میں۔ رہی یہ بات کہ وہ آیت کہ جس کا مضمون یہ ہے کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا۔ بلکہ خداوند تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا ہے۔ بطور قصر قلب کے فرمائی گئی ہے۔ سو اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل کتاب دعویٰ کرتے تھے کہ مسیح علیہ السلام قتل کئے گئے ہیں تو خداوند تعالیٰ نے ان سے ان کے گمان کے

برعکس فرمایا کہ مسیح علیہ السلام تو صرف مرفوع ہوئے ہیں۔ قتل نہیں ہوئے۔ اب ظاہر ہے کہ مسیح علیہ السلام کو وصف مرفوعیت میں قصر حصر کیا گیا ہے۔ مگر قلب اور عکس کے طور پر۔ پس ضرور ہوا کہ قتل اور رفع میں منافات ہو۔ لیکن یہ منافات جب ہی متصور ہے کہ مسیح علیہ السلام بجسدہ مرفوع ہوئے ہوں۔ کیونکہ رفع بجسدہ بداہۃ منافی قتل ہے۔ مگر جب رفع سے روحانی رفع مراد لیں گے۔ جیسا کہ کادیانی کا بیان ہے تو وہ قتل سے منافی نہیں ہے۔ کیا دیکھتے نہیں کہ جو شخص خدا کی راہ میں قتل کیا جاتا ہے تو اس کی روح مرفوع ہوتی ہے۔ پس جب کہ قتل کی حالت میں رفع روحانی پایا گیا ہے تو منافات کہاں رہی۔ جس حالت میں یہ دونوں واقع میں بلکہ عقیدہ میں بھی مجتمع ہوئے تو منافات سرے سے ہی اڑ گئی۔ بنابراں آیت میں جو قصر کے طور پر فرمایا گیا ہے۔ خود قصر ہی غلط ہوگا یا بجتر نہیں ٹھہرے گا۔ نعوذ باللہ منہ!

لہٰذا کادیانی پر دو باتوں میں سے ایک کا اقرار کرنا لازم ہے۔ یا تو کہے گا کہ آیت اہل کتاب کی تردید کرتی ہے۔ لیکن اس صورت میں قصر القلب قتل، رفع میں منافات کا اقرار کرنا ہوگا۔ پس مسیح علیہ السلام کا بجسدہ مرفوع ہونا بھی ماننا پڑے گا۔ یا کہہ دے گا کہ قصر القلب میں دو شقین کے درمیان منافات کا ہونا ضروری نہیں۔ مگر اس صورت میں کلام عربی کے قواعد کا ہدم اور ان کے برخلاف پر ہونا لازم آوے گا۔

مختصراً کادیانی کو اس سے گریز نہیں ہوسکتا۔ یا تو مسیح علیہ السلام کے بجسدہ مرفوع ہونے پر ایمان لانا پڑے گا۔ یا قواعد عربیت سے منحرف ہوگا۔ پس دو میں سے جسے چاہے اختیار کرے۔ دوسرا اعتراض معہ پہلی ضمیر کا مشکوکیۃ القتل کی راجع کرنے سے اس ضمیر کا خود مسیح علیہ السلام کی جانب پھرنے سے اولیٰ نہیں ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ پھر مشکوکیہ کو مرجع بنانا باوجود اس کے کہ سلف خلف کے برخلاف ترجیح بلا مرجح بلکہ ضعیف کو ترجیح دینا ہے۔ یہ ترجیح پہلی ترجیح سے بدتر ہے۔ مع ہذا آیت کا معنی اس تقدیر پر یوں ہوگا کہ ہر ایک کتابی ایمان رکھتا ہے کہ مسیح علیہ السلام کا مقتول ہونا شکیہ ہے۔ ان کا مقتول ہونا یقینی نہیں ہے۔ چنانچہ کادیانی اس بات کو خود واضح کر رہا ہے۔ حالانکہ یہ معنی درست نہیں ہیں۔ کیونکہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کا مقتول ہونا جملہ اسمیہ کے لباس میں بیان کیا ہے اور پھر اس کو موکد بھی کر دیا ہے۔ پس یہ صراحۃً اس پر دال ہے کہ وہ مسیح علیہ السلام کے مقتول ہو جانے پر اذعان کر بیٹھے ہیں۔ آخر اس لئے تو خداوند تعالیٰ نے ان کی تردید کی کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا۔ اجی اگر ان کو مسیح علیہ السلام کے قتل ہو جانے پر

اذعان نہ ہوتا تو خداوند تعالیٰ اتنا ہی فرما دیتے کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کو قتل نہیں کیا اور یقیناً کی قید نہ بڑھاتے۔ پس یہ کہنا کہ ان کو یقین واذعان نہیں ہے۔ یہ صاف طور پر اس بات کا اقرار ہے کہ قرآن شریف میں یقیناً کی قید لغو ہے۔ نعوذ باللہ منہ!

اچھا صاحب اگر یہ دعویٰ کریں گے کہ اس آیت میں جو یقیناً مذکور ہے وہ تو منفی قتل کی قید ہے تو گویا یہ نفی قتل مقید پر وارد ہوئی ہے۔ پس یہ نفی جیسے کہ قید کے اٹھ جانے سے منتفی ہوتی ہے۔ ویسے ہی قید ومقید دونوں کے اٹھ جانے سے منتفی ہو جاتی ہے۔ یہاں ایسا ہی ہے۔ کیونکہ یقینی قتل منتفی ہے۔ اس لئے آیت کا معنی یوں ہوگا کہ ان کا متیقن قتل نہیں پایا گیا ہے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ باوجود ان لن ترانیوں کے یقیناً کی قید کا فائدہ مند ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ پھر بھی کادیانی کو اس قید کے لغو ہونے کا مقر بننا پڑے گا۔

اوّلاً...... ان کی تردید کے لئے نفس قتل اور بلا قید ہی کی نفی کافی تھی۔

دوم...... یہ بات اکثری قاعدہ سے مخالف ہے۔ وہ قاعدہ یہ ہے کہ نفی جب مقید پر وارد ہوتی ہے تو وہ نفی صرف قید کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔

علاوہ بر اں یہ کسی دلیل سے ثابت نہیں ہوتا کہ انہوں نے یہ جملہ ''انا قتلنا المسیح (النساء:۱۵۷)'' بلا اذعان ہی کہہ دیا ہے۔ جیسا کہ دوسری آیت میں بلا اذعان کہہ دینے پر دلیل موجود ہے۔ اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ منافقین کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں یا محمد ﷺ کہ آپ بلاشبہ خداوند تعالیٰ کے رسول ہیں۔ پس یہ دعویٰ کرنا کہ اہل کتاب نے باوجود یہ کہ شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ اپنے عقیدہ سے مخالفانہ کہہ دیا ہے۔ مسیح علیہ السلام کو قتل کیا ہے۔ کیسے بلادلیل قبولیت کے قابل ہے۔ البتہ اگر اس پر کوئی دلیل ہوتی تو یقیناً کی قید کا لغو ہونا لازم نہ آتا۔ مگر دلیل تو ندارد ہے۔ اس لئے کادیانی لغو ہونے کے الزام سے نہیں بچتے۔ ہاں اس پر تو دلیل موجود ہے کہ وہ لوگ مسیح علیہ السلام کے مقتول ہو جانے پر اذعان کر بیٹھے ہیں۔ دیکھو قرآن کی عبارت ہی پہلے شاہد عدل ہے۔

دوم...... نصاریٰ اور فرقوں کو اسی بات کی طرف بلاتے ہیں کہ آؤ مسیح علیہ السلام کے مقتول ہونے پر ایمان لاؤ اور یہ اس گمان سے کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام امت کے گناہوں کے بدلہ قتل کیا گیا ہے۔

حال یہ ہے کہ یہ بات ان کی انجیل میں بھی لکھی ہوئی ہے۔ گو تحریف کے طور پر ہی

ہو۔لیکن وہ اس پر اس لئے اذعان کر بیٹھے ہیں کہ وہ انجیل کو بلا تحریف مانتے ہیں۔مع ہذا یہ کہنا کہ مسیح علیہ السلام کے قتل ہو جانے پر اذعان نہیں رکھتے ہیں کہ صریح بہتان ہے۔باوجود اس روشن دلیل کے سب کی طرف شک کو منسوخ کرنا کیونکر متصور ہے۔شاید ایسے لوگوں کو اس آیت سے (جس کا مضمون یہ ہے کہ وہ لوگ کہ مختلف ہوئے۔البتہ قتل کے بارے میں شک میں ہیں۔نہیں ان کو اس پر اذعان مگر ظن کی تابعداری کرتے ہیں) وہم پیدا ہو گیا ہوگا۔سو واضح رہے کہ شک جو اس آیت میں مذکور ہے وہ منطقیوں کے طور پر نہیں ہے۔منطقی تو شک اس کو کہتے ہیں کہ جس کے دونوں جانب برابر ہوں۔ بلکہ شک سے آیت میں ضد علم مراد ہے۔جس کے حکم جازم مطابق واقع کہتے ہیں۔

مختصراً کہ شک سے ضد یقینی مطلوب ہے۔پس اس لحاظ سے مسیح علیہ السلام کے مقتول ہو جانے کے بارہ میں ان کے شک کنندہ اور متیقن ہونے میں منافات نہیں ہے۔بریں تقدیر آیت کا معنی یوں ہوگا کہ وہ لوگ جو مختلف ہوئے۔البتہ قتل کے بارے میں شک میں ہیں۔یعنی البتہ وہ ایسے خیال میں گرفتار ہیں کہ جو خلاف واقع ہے۔گو وہ لوگ یہ حکم بزعم خود قطعاً و جزماً لگاتے ہیں۔لیکن چونکہ وہ دراصل مطابق واقع نہیں۔علم و یقین نہیں ہے۔بلکہ شک ہے۔کیونکہ یقین کے لئے یہ ضروری ہے کہ مطابق واقع ہو۔

پس بلاشبہ وہ ظن کے تابعدار ہیں۔یعنی اس خیال اور حکم کے تابعدار ہیں جو واقع کے مطابق نہیں۔اس لئے شک اور ظن کا مآل اور مرجع ایک ہی ہوا۔اگر شک و ظن کو منطقیوں کی اصطلاح کے موافق لیں گے تو ان دونوں کا مصداق ایک نہیں ہو سکتا۔کیونکہ ان کے نزدیک ظن وہ خیال ہے کہ طرف موافق قوی ہے اور شک میں ان کے نزدیک مطلقاً رجحان نہ چاہئے۔چنانچہ ظاہر ہے۔رہی بات کہ قرآن شریف میں کہیں بھی شک کا معنی برخلاف منطقین کے لیا گیا ہے۔سو واضح ہو کہ قرآن مجید میں یہ بات موجود ہے۔دیکھو خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم لوگ قرآن کے بارے میں ریب یعنی انکار میں پڑ گئے ہو۔الخ!

اب دیکھو کہ اس آیت میں جو ریب بمعنی شک ہے۔ان کے انکار ان کے حکم بالجزم پر کہ یہ خدا کا کلام نہیں ہے۔بلکہ کسی بشر کا ہے۔شعر، کہانت ہے۔اطلاق کیا گیا ہے۔اس پر خداوند تعالیٰ کا کلام دلالت کرتا ہے کہ ہم ان چیزوں کی قسم کھاتے ہیں۔جنہیں تم دیکھتے ہو اور جنہیں تم نہیں دیکھتے ہو کہ قرآن فرشتہ جبرئیل کے منہ سے نکلا ہے۔کسی بشر کا کلام، شاعر کا کلام

نہیں ہے۔ تھوڑے ہی لوگ ایمان لاتے ہیں اور نہ یہ کاہن کا کلام ہے۔ تھوڑے ہی لوگ ہیں جو نصیحت قبول کرتے ہیں۔ یہ قرآن منزل من اللہ ہے۔ اس آیت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اگر قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں شک کنندہ بایں معنی ہوتے کہ جو شک کا معنی منطقی کرتے ہیں تو خداوند یہ تاکیدیں یاد نہ فرماتا۔

پہلی کہ جملہ اسمیہ بیان فرمایا۔ دوم ان کو ذکر کیا۔ سوم قسم۔ پس بلاشبہ یہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ ان کا انکار قرآن شریف کے کلام الٰہی ہونے سے اس حد تک پہنچا ہے کہ انہوں نے یقین کرلیا ہے کہ یہ غیر اللہ کا کلام ہے۔ اسی طرح پر ظن کا بھی اسی خیال پر جو خلاف واقع ہو اطلاق کیا ہوا ہے۔ دیکھئے وہ آیت جس کا ماحصل یہ ہے کہ وہ صرف ظن کی تابعداری کرتے ہیں اور وہ صرف جھوٹے ہیں۔ غرضیکہ اعتراض مذکور کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر پہلی ضمیر کو شک کی طرف پھیریں گے تو یا قید کا لغو ہونا لازم آئے گا۔ یا یوں کہنا پڑے گا کہ یہ آیت جس کا معنی یہ ہے کہ وہ اعتقاد کر بیٹھے ہیں کہ ہم نے مسیح علیہ السلام کو قتل کر ڈالا ہے۔ اپنے ظاہر معنی پر محمول نہیں۔ حالانکہ ظاہر پر محمول ہونے کا بھی موجب موجود ہے۔ پس جو لوگ پہلی کا التزام کریں گے تو یہ کفر ہے۔ اگر دوسرے کو اختیار کریں گے تو یہ نادانی ہے۔ اب ان دونوں میں سے جس کو چاہیں اختیار کرلیں۔ تیسرا اعتراض کہ یہ توجیہ تکلف محض ہے۔ کیونکہ جس کی طرف تم ضمیر کو راجع کرتے ہو یہ رجوع ہرگز متبادر نہیں ہے۔ نیز اس قسم کے ارجاع سے انتشار ضمائر لازم آتا ہے۔ قرآن شریف میں انتشار ضمائر کا قائل ہونا یہ تو عیب پر از فصاحت قرآن کو بٹہ لگاتا۔ چنانچہ ظاہر ہے اور جب یہ سب کچھ باطل ہوا تو ہمارا ثابت ہوا۔ چوتھی بحث کہ جب اس طرح پر ضمیر کا مرجع مانا جائے تو آیت کا معنی یہ ہوگا کہ اہل کتاب مسیح علیہ السلام کی مقتولیت کے مشکوک ہونے پر تصدیق رکھتے ہیں اور شک و مشکوکیت چونکہ ایک ہی بات ہے تو تصدیق کا شک سے تعلق پکڑنا لازم آتا ہے۔ یہ شک جو ایک قسم کا تصور ہی ہے۔ اس کے لفظ کا مفہوم ہی شک سے مراد رکھ لیں۔ یا جس پر وہ شک صادق آتا ہے وہی مقصود رکھیں۔ اس لئے کہ شک کا معنی اور اس کا مصداق دونوں تصور ہی ہیں۔ عام اس سے کہ تصدیق علم یقینی جو مطلق ادراک و تصور کا قسم ہے۔ مقصود ہو یا وہ حالت کہ بعد ادراک کے پیدا ہوتی ہے جسے دانش کہتے ہیں۔ مطلوب ہو لیکن تصدیق کا بہرحال تصور یعنی شک سے متعلق ہونا باطل ہے۔ چنانچہ یہ بات ثابت ہے۔ ہاں تصدیق کا شک سے اس صورت میں متعلق ہونا کہ تصدیق جنس تصور سے مان لیں بہت فحش ہے۔ اس صورت سے کہ تصدیق کو بمعنی دانش لیں۔ وجہ یہ ہے

کہ جب تصدیق کو تصور کی ہی قسم سمجھ کر شک سے متعلق جان لیں تو شک معلوم بن جائے گا اور پھر تصدیق کو بہ نسبت شک کے علم قرار دینا پڑے گا۔ حالانکہ دلیل سے ثابت ہے کہ علم تصور وصورت[۴۸] علمیہ کے معنی سے معلوم کے ساتھ متحد ہوتا ہے۔

لہٰذا لازم آیا کہ تصدیق اور شک ایک ہی بات ہو۔ حالانکہ یہ صریح غلط ہے۔ کیوں غلط نہ ہو کہ تصدیق وشک آپس میں غیریت رکھتے ہیں۔ پانچویں بحث کہ شک اصطلاحی جب ہی متحقق ہوگا کہ نسبت کے طرفین میں تردد ہو۔ یعنی یہ ایسا ہے یا ایسا لیکن دونوں میں سے کسی جانب کو ترجیح نہ ہو۔ بلکہ طرفین کی تجویز برابر ہو۔ پس کادیانی کی یہ تفسیر کہ اہل کتاب مشکوکیت قتل پر مسیح علیہ السلام کے طبعی مرنے سے پہلے ایمان رکھتے ہیں۔ اس طرف کو راجع ہوگی کہ اہل کتاب کا اس قسم کا شک بغیر اس کے کہ ان کو مسیح علیہ السلام کی طبعی موت پر یقین ہونا موجود تھا۔ کیونکہ تقدم کے لوازم سے ہے کہ مابعد مقدم پیدا ہونے کے زمانہ میں موجود نہ ہو۔ نیز جب ایک شخص کی طبعی موت پر یقین ہو تو اس کے مقتول ہو جانے میں شک کا ہونا محالات میں سے ہے۔ ظاہر تر ہے کہ مسیح علیہ السلام کے مقتول ہو جانے کے دو جانب ہیں۔ ایک کہ قتل نہیں ہوئے۔ دوم کہ قتل ہوگئے ہیں۔ پس جب کہ آپ کا قتل ہو جانا مشکوک ہے تو واجب ہوگا کہ نہ اس پر کہ وہ قتل ہوگئے ہیں اور نہ اس پر کہ وہ قتل نہیں ہوئے۔ یقین ہو اور نیز اس پر جو عدم القتل میں مندرج ہے۔ یقین نہ ہو۔ لیکن یہ بات واضح ہے کہ طبعی موت عدم القتل میں مندرج ہے۔ ہاں یہ اندراج ایسا ہے کہ خاص عام میں مندرج ہوتا ہے۔ اس لئے کہ عدم القتل جیسے کہ زندگی کو شامل ہے۔ ایسے ہی طبعی موت کو شامل ہے۔ لہٰذا لازم ہوا کہ جس صورت میں کہ مسیح علیہ السلام کے مقتول ہو جانے میں شک ہو تو آپ کی طبعی موت پر یقین نہ ہو اور یہ بالکل بدیہی ہے۔ کیونکہ شک کے لئے جانبین کی تجویز کا برابر ہونا ضروری ہے اور مع ہذا ایک جانب پر یعنی عدم القتل پر یقین کرنا محال ہے۔ چنانچہ کم درایت پر بھی مخفی نہیں ہے۔

بنابراں اگر آیت سے ہی وہی مراد ہے جو کادیانی کہتے ہیں تو کہے کہ اس آیت کے نازل ہونے سے کیا فائدہ ہوا۔ اس جز پر کون سے فوائد مرتب ہوئے۔ علاوہ براں اگر اس آیت کو کادیانی کی ہی مراد پر محمول کریں تو اس سے لازم آئے گا کہ اس آیت نے شک کی ماہیت کے بعض اجزاء بیان کئے ہیں۔ لیکن یہ اس بات کا دعویٰ ہے کہ قرآن نے وہ معانی بیان کئے ہیں جو قوم کے مصطلح ہیں۔

پس اس صورت میں لازم آئے گا کہ قرآن بھی کافیہ، شافیہ تہذیب کی مانند ایک کتاب ہے۔ حالانکہ اس امر کا کوئی عقلمند قائل نہیں ہے۔ اسی پر کادیانی کی دوسری توجیہ سوا اس پر بھی پانچویں بحث کے سوا سب ابحاث وخدشہ وارد ہوتے ہیں۔ البتہ اس دوسری توجیہ پر خاصۂ یہ بحث وارد ہے۔ وہ یوں ہے کہ تمام اوصاف کا سلب کسی شے کے ہر ہر فرد سے کر دینا۔ پھر خاص صفت ان کے واسطے ثابت کرنا۔ جیسا کہ اس سے لازم آتا ہے کہ وہ افراد موصوفہ اسی صفت میں منحصر ہو جائیں۔

اسی طرح پر ان افراد سے خاص صفت کا سلب کر دینا خواہ وہ صفت ملفوظ نہ ہو مقدر ہی ہو۔ بعد ازاں کوئی ایسی صفت جو مسلوب سے منافی ہو۔ ان افراد کو ثابت کرنا اس کو چاہتا ہے کہ وہ موصوف اس مسلوب کے منافی میں منحصر ہو پہلے کا نام حصر حقیقی، دوسرے کا نام حصر اضافی ہے۔ لیکن یہ دونوں موصوف کے صفت میں منحصر ہونے کے لئے دو قسم ہیں۔ اسی پر صفت کا موصوف میں بطور انحصار حقیقی کے سوا اس واسطے کے وہ صفت صرف اسی موصوف میں متحقق ہے نہ غیر میں۔ صفت کا موصوف میں بطور انحصار اضافی کی منحصر ہونا سوا اس لئے ہے کہ وہ صفت تو اس موصوف میں پائی جاتی ہے۔ لیکن اس کے کل اغیار سے منفک نہیں ہوتی۔ بلکہ بعض میں پائی جاتی ہے اور بعض میں نہیں۔ پس چونکہ بعض ہی کی طرف نسبت کر کے منحصر ہے تو یہ حصر اضافی اور نسبتی ہوا۔ پر ظاہر ہے کہ جس میں کوئی چیز منحصر ہو وہ اس پر جو اس میں کلیتہ منحصر ہے۔ کلی طور پر صادق آتا ہے۔

اب دیکھئے کہ آیت (جس کا مضمون یہ ہے کہ نہیں ہے کوئی ایک بھی اہل کتاب میں سے مگر وہ ایمان لائے گا) میں اہل کتاب صفت ایمان میں منحصر کر دیئے گئے ہیں۔ لیکن یہ انحصار صفت کفر کی طرف نسبت کر کے ہے نہ اور اوصاف کے لحاظ سے۔ پس مراد لازماً یہ صفت الکفر کا تمام اہل کتاب سے مسلوب ہونا۔ سب کے لئے صفت الایمان کا ثابت ہونا ہے۔ لاغیر!

اس سے صاف طور پر واضح ہو گیا ہے کہ یہ انحصار اضافی ہے۔ کیونکہ اہل کتاب جو صفت ایمان میں منحصر کر دیئے گئے ہیں۔ تو صرف ایک صفت کفر کی طرف نسبت کر کے اوصاف کے لحاظ سے۔ لہٰذا مفاد لازماً آیۃ یوں ہوا کہ سب اہل کتاب ایمان میں نہ کفر میں منحصر ہوں گے اور صفات ان میں پائی جائیں یا نہ۔ پس سب اہل کتاب سے وصف کفر جو مقدر ہے مسلوب کر دیا گیا۔ اس کا منافی یعنی ایمان سب کو ثابت کر دیا گیا ہے۔ جب یہ سمجھ گئے کہ تمام اہل کتاب صفت ایمان میں منحصر ہوں گے تو لازم آئے گا کہ صفت ایمان تمام کتابیوں پر صادق آنا چاہئے۔ جیسا کہ

کہہ دیں کہ ہر ایک کتابی اس پر ایمان لائے گا۔ اس لئے یہ قضیہ موجبہ محصورہ کلیہ ہوا۔ جب کہ ہم آیت مذکورہ سے وہ مراد رکھیں جو کادیانی بیان کرتے ہیں تو اس تقدیر پر یہ معنی ہوگا کہ سب اہل کتاب مسیح علیہ السلام کے قتل کی مشکوکیت پر ان کے مرنے سے پہلے ایمان لے آئیں گے۔ حالانکہ یہ معنی مردود ہے۔ گو ہم اس سے قطع نظر کریں کہ اس طرز پر صیغہ مضارع کا ماضی پر محمول کرنا لازم آتا ہے۔ اس سے بھی اغماض کریں کہ نون تاکید ثقیلہ معنی استقبال کو چاہتا ہے۔ مگر اور طرز پر جو اعتراض وارد ہوتا ہے وہ بالتصریح بیان کریں گے۔ وہ یہ ہے کہ یہ حکم خاص ان ہی بعض اہل کتاب کے لئے ہے جو مسیح علیہ السلام کے زمانہ اور آپ کی مرفوعیت سے پہلے موجود تھے۔ لیکن یہ تو قاعدہ مذکورہ مسلمہ سے مخالف ہے۔ کیونکہ قاعدہ سے لازم آیا تھا کہ یہ حکم کل کتابیوں کے واسطے ہے۔ نہ بعض کے واسطے۔ یا یہ کہو گے کہ یہ عام اہل کتاب کے لئے ہے۔ یعنی جو آپ کے زمانہ میں آپ کی مرفوعیت سے پہلے موجود تھے اور وہ جو اس کے بعد قیامت تک موجود ہوتے جائیں گے۔ مگر اس سے تو پھر اور ہی محال لازم آئے گا۔ اس لئے کہ اب یہ تجویز کرنا پڑے گا کہ ایک چیز جو موجود نہیں وہ موجود ہونے کی حالت میں موجود ہو۔

اجی! جب تم مسیح علیہ السلام کے مرجانے کے قائل ہو اور ادھر آیت کے معنی یہ ہوئے کہ مسیح علیہ السلام کے مرنے سے پہلے ہی تمام کتابی ایمان لا چکے ہیں تو صاف لازم آیا کہ جو اس زمانہ میں موجود نہیں تھے موجود ہوں۔ آخر جب سب کے لئے موت المسیح علیہ السلام سے پہلے ہی صفت الایمان ثابت کیا گیا تو اس صفت کا موصوف بھی تب ہی موجود ہونا چاہئے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ صفت بغیر موصوف کے متحصل ہو۔ یہ تجویز گویا اجتماع النقیضین کو جائز کردینا ہے۔ نیز اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہاں مصدر کو بلا موجب ماضی پر محمول کرنا پڑتا ہے۔ حالانکہ یہ بناوٹ ہے۔ صاحبان فہم کے ناپسند ہے۔ رہی یہ بات کہ مستدل دو معنوں کو اپنی منہ سے اچھا کہتا ہے اور دونوں کو اپنے کشوف سے مؤید کرتا ہے۔

سو واضح رہے کہ بالضرور دو معنوں میں سے ایک تو بالکل باطل ہے۔ سبب یہ ہے کہ دوسری توجیہ اور معنی میں زیادہ تر خصوص کا ہی احتمال ہے۔ کیونکہ اگر عموم لیا جائے تو اجتماع النقیضین لازم آتا ہے۔ چنانچہ گزرا پہلی توجیہ میں خالی عموم ہی ہے اور ظاہر ہے کہ عموم وخصوص یہ دونوں آپس میں متغائر ہیں۔ پس اگر پہلی توجیہ کو تسلیم کریں گے تو بالضرور دوسری ندارد ہے۔ اگر دوسری کو مان لیں گے تو لامحالہ پہلی مردود ہے۔ اب کہئے کہ اگر کشف کو الہام رحمانی سے ہی فرض کرلیں

گے تو دوسرا بداہتہً شیطانی ہوگا۔ اس لئے کہ اگر دونوں الہام اللہ سے ہوتے تو ان میں تخالف نہ ہونا چاہئے تھا۔ لہٰذا حق یہی ہے کہ یہ دونوں ہی رحمانی نہیں ہیں۔ ورنہ کیوں ان دونوں پر شرعیہ اور عقلیہ اعتراضات ساطعہ قاطعہ وارد ہوتے۔ لامحالہ ایسے مدعیوں کے خصائل سے یہ بات سامنے ہے کہ اگر ان کے مقابلہ پر قرآن پیش کرتے ہیں تو انجیل طلب کرتے ہیں۔ جب انجیل سامنے رکھتے ہیں تو قرآن طلب کرتے ہیں۔ جب یہ دونوں پیش کئے جاویں تو عقل کے طالب ہوتے ہیں۔ پھر عقل بھی اگر پیش کی جاوے تو کشف لے بیٹھتے ہیں۔ تو پھر جب اس کشف پر دلیل طلب کی جاتی ہے تو سرنگوں متحیر ہو جاتے ہیں۔ غرضیکہ وہ لوگ نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے۔ ہر ایک دربار سے ان کو دھکے ملتے ہیں۔ یا یوں کہئے کہ یہ لوگ شترمرغ کے مثیل ہیں۔ اس پر جب بوجھ ڈالنا چاہیں تو اڑنے والا پرندہ بن بیٹھتا ہے۔ اگر اسے اڑانا چاہیں تو اونٹ کہلاتا ہے۔ یا یوں کہ ایسے لوگ بس مریض کے مثیل ہیں۔ جسے مرض الموت نے گرفتار کیا ہو نہ وہ زندہ ہو اور نہ وہ مردہ ہے اور کسی نبی کے مثیل نہیں ہیں۔ خیر جو ہیں سو ہیں۔ ہم کو اس سے کیا غرض ہے۔ ہاں ہم اب یہ بیان کریں گے کہ جس طرح پر کہ ہم اور سلف وخلف آیت ''انا قتلنا المسیح (النساء:۱۵۷) '' سے سمجھتے ہیں۔ اس طرز پر اعتراضات مذکورہ میں سے ایک اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا۔ وہ یوں ہے کہ اہل کتاب نے کہا ہے کہ ہم مسیح علیہ السلام کے مقتول ہو جانے پر یقین رکھتے ہیں۔ سو اللہ عزوجل نے ان کی تردید فرمائی کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کو نہ تو قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا۔ پس کیونکر مسیح علیہ السلام کے قتل ہو جانے پر ان کو یقین کر بیٹھنا متصور ہے۔ اس لئے کہ علم یقینی کے لئے تو یہ ضروری ہے کہ واقع سے مطابق ہو کیا ہوسکتا ہے کہ واقع سے مخالف ہو اور پھر بھی یقینی ہو۔ ہرگز نہیں۔ لہٰذا ان کا یہ دعویٰ کہ ہم قتل کے بارے میں متیقن ہیں۔ باوجودیکہ دراصل ان کو یقین حاصل نہیں ہے۔ بلاشبہ جہل مرکب ہے۔ کیونکہ جہل مرکب کا معنی یہی ہے کہ خلاف واقع ایک حکم لگایا جائے۔ پس وہ اس کے بارے میں شک میں مبتلا ہیں۔ یعنی ایسے حکم میں کہ وہ خلاف واقع ہے۔ نہیں ان کو یقین حاصل۔ بلکہ ظن اور جہل مرکب کے تابعدار ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کو قتل نہیں کیا۔ یعنی قتل کا نہ پایا جانا یقینی ہے۔ ایسا اس لئے ہے کہ یقیناً نفی ''ما'' کی قید ہے نہ منفی ''قتلوہ'' کی۔ ''بل رفعہ اللہ'' بلکہ خداوند عزاسمہ نے مسیح علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھالیا ہے۔ لیکن وہ اٹھالینا کہ وہ ''بجسدہ'' منافی قتل ہے نہ وہ کہ اس کا منافی نہیں۔ یعنی رفع روحی۔ کیونکہ رفع روحانی واقع اور اعتقاد مخاطب میں قتل کے ساتھ مجتمع ہوتا ہے۔؟

"وکان اللہ عزیزاً حکیما" خداوند تعالیٰ کو مسیح علیہ السلام کے بجسدہ مرفوع کرنے سے کوئی چیز عاجز کرنے والی نہیں۔"حکیما" خدا حکمت والا ہے رفع کے کام میں۔نہیں کوئی ایک بھی "من اھل الکتاب الالیؤمنن بہ" اہل کتاب میں سے اگر مسیح علیہ السلام پر ایمان لائیں گے۔ان کے مرجانے سے پہلے ہی خواہ وہ ایمان ان کے لئے نافع ہی ہو۔جیسا کہ حالت حیات میں یا نافع نہ ہو۔جیسا کہ حالت مرگ میں اور یہ ایمان کہ جو مرگ کی حالت میں نہیں وہ اس سے عام ہے کہ مسیح علیہ السلام کے اترنے سے پہلے ہو یا ان کے اترنے کے بعد ہو۔پس اس معنی میں غور کرو کہ اس میں بہرحال ایمان کی حفاظت ہے۔دیکھو ایک تو صیغہ مضارع اپنے ہی معنی پر رہا۔نون ثقیلہ جو مدخول کے استقبال پر بالاجماع دلالت کرتا ہے اپنے ہی طور پر رہا۔اس معنی پر اعتراضات سابقہ میں سے کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔"کما ھو الظاھر بالتامل الصادق" لہٰذا جو معنی ہم نے بیان کئے ہیں اسی کو صحیح کہنا زیبا ہے اور اس کے برخلاف الہامات وکشوف کو کھنڈروں پر ویسے مارنا لازم ہے۔یہی معنی تمام اشکالات کے دور کرنے کے لئے کافی ہے۔اس پر بالضرور منصف مزاج ایمان لائے گا۔گو کوئی بے انصاف اور بے عمل جھگڑالو اس سے انحراف کرے۔کادیانی کا اور بھی استدلال الزام کے طور پر ہے کہ ہر ایک جو آسمان کے موجود ہونے پر ایمان رکھتا ہے اس کا یہ عقیدہ ہے کہ آسمان کی حرکت استدارت پر ہے۔پس مسیح علیہ السلام کو اگر آسمان پر زندہ مان لیں گے تو واضح طور پر لازم آئے گا کہ مسیح علیہ السلام بھی آسمان کی حرکت سے متحرک ہوں۔پس ان کا فوق اور اوپر ہونا متعین نہیں ہوگا۔یا یوں کہئے کہ ان کے لئے جہت فوق معین نہیں ٹھہرے گا۔بلکہ اس تقدیر پر مسیح علیہ السلام کا کبھی نیچے اور کبھی اوپر ہونا ثابت ہوگا۔لہٰذا نزول بھی معین نہیں ہوگا۔کیونکہ نزول فوق سے ہوتا ہے اور فوق ہی جب معین نہیں تو نزول کا کہاں ٹھکانا ہے۔نیز اس صورت میں مسیح علیہ السلام کا جب تک کہ آسمان پر ہیں عذاب میں اور اضطراب میں گرفتار رہنا لازم آئے گا۔

جواب..... واضح رہے کہ یہ استدلال موٹی اور سرسری نظر والوں کو جلدی جھپ لے گی۔چنانچہ ایسے لوگوں کے قابو زیادہ تر اسی قسم کے لوگ آئے ہیں۔لیکن جو نیک بخت باریک بین ہیں وہ ایسے استدلالات کو کوڑے سے بھی نہیں خریدتے۔

تقریر الجواب کہ دراصل فوق کا اطلاق اس لمبے خط کے جو انسان کے سر کی طرف جس وقت کہ طبعی طور پر کھڑا ہو یا بیٹھا ہو کھینچا جائے۔منتہے پر کیا جاتا ہے۔وہ فلک الافلاک یعنی عرش کا

طرف بالا ہے رہا جہت (نیچے کی طرف) اس کا اطلاق اس خط کے منتہے پر ہوتا ہے کہ انسان کے پاؤں کے تلے سے کھینچا جائے اور وہی مرکز عالم ہے۔ یہ دو جہتیں کبھی متبدل نہیں ہوتی ہیں۔ لہٰذا حقیقی کہلاتی ہیں۔ فوق وتحت کا اطلاق ان اطراف پر جو کہ مرکز عالم اور فلک الافلاک کی طرف بالا کے مابین ہیں کیا جاتا ہے۔ مگر یہ اطلاق اضافی کہلاتا ہے۔ ہر ایک ان متوسط اطراف میں سے فوقیہ وتحتیہ سے موصوف ہوتے ہیں۔ مثلاً کہہ دیں کہ آسمان دنیا کا سطح بالا فوق ہے اور اسی آسمان کا وہ طرف جو نیچے کو ہے بہ نسبت مذکور کے تحت ہے۔ ماسوا اس کے جتنے نزدیک نزدیک اطراف ہیں وہ باقی افلاک کی نسبت تحت ہیں۔ اس لئے یہ معین طرف ایک اعتبار (نیچے طرف کی نسبت) سے فوق اور دوسرے اعتبار (باقی افلاک کی نسبت) سے تحت ہوا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جو دو طرف مرکز عالم اور فلک الافلاک کے مابین فرض کئے جاویں ان میں سے جو مرکز سے زیادہ تر قریب اور فلک الافلاک کی طرف بالا سے زیادہ تر بعید ہوگا وہ تحت ہے اور اس کے برعکس فوق ہے۔ حقیقی دو جہتیں ان کے برخلاف ہیں۔ کیونکہ جو ان میں سے فوق کہلاتا ہے وہ ہرگز تحت نہیں بن سکتا اور جو تحت ہے وہ ہرگز فوق نہیں ہوسکتا۔ وجہ یہ ہے کہ فلک الافلاک کا طرف اعلیٰ ہمیشہ اعلیٰ ہے اور مرکز عالم دائما مرکز ہی ہے۔ نہ ان میں تغیر اور نہ تبدل ہوتا ہے۔ پس بنابریں کہا جاسکتا ہے کہ مسیح علیہ السلام چونکہ دوسرے آسمان پر ہیں تو وہ بہ نسبت مرکز کے زیادہ تر بعید ہیں۔ زمین کے باشندوں کی نسبت فلک الافلاک سے طرف بالا سے زیادہ تر قریب ہیں۔ لہٰذا مسیح علیہ السلام زمین کے باشندوں سے فوق ہوں گے۔ گو ان کا متحرک ہونا آسمانوں کے متحرک ہونے سے تسلیم کرلیا جائے۔ اب دیکھئے کہ جہت فوق معین ہوا۔ بلکہ جب تک کہ مسیح علیہ السلام آسمان پر ہیں تب تک باشندگان زمین سے فوق ہی کہلائیں گے۔ پھر جب کہ خداوند تعالیٰ ان کے نزول کا ارادہ فرمائے گا تو یوں ہوگا کہ مسیح علیہ السلام دوسرے آسمان کی طرف بالا پر سے حرکت کریں گے۔ یہاں تک آنا فانًا ان کا فلک الافلاک کے طرف بالا سے بہ نسبت سابق بعد بڑھتا جائے گا اور وہ بعد جو ان کو مرکز سے تھا کم ہوتا جائے گا۔ یہاں تک کہ زمین کی سطح پر آٹھہریں گے اور اسی کو نزول کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ بات معلومات سے ہے کہ فلک الافلاک کی طرف بالا یا اس طرف پر سے جو مرکز سے نزدیک ہے حرکت کرنے کو نزول کہتے ہیں۔ جیسا کہ مرکز عالم سے فلک الافلاک کی طرف بالا کی طرف حرکت کرنے کا نام عروج ہے۔

پس آسمانوں کے استدارت پر متحرک ہونے سے نزول کا غیر معین ہونا لازم نہیں آتا۔

نہ ان کا آسمانوں کے متحرک ہونے کی وجہ سے اضطراب وعذاب میں ہونا ضروری ہوا۔ کیا دیکھتے نہیں کہ زمانہ حال کے ہیئت والے اور انگریزی ڈاکٹروں کا یہ مذہب ہے کہ آفتاب جو ستاروں کے درمیان ہے اور وہ اس کے گرداگرد پھرتے ہیں۔ ان کی حرکت کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ وہ زمین کے گرداگرد نہیں پھرتے ہیں۔ بلکہ زمین ہی ان کے گرداگرد پھرتی ہے۔ کہتے ہیں کہ زمین بھی ان سیارات میں سے ایک سیارہ ہے۔ وہ سیارے یہ ہیں: عطارد، زہرہ، زمین، مریخ، وسنہ۔ ان میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ سریعہ حرکت ہے، جو مغرب سے مشرق کی طرف دن بھر میں ہوتی ہے۔ زمین ہی کی حرکت ہے۔ اس لئے ستارہ کبھی طالع کبھی چھپے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ زمین مغرب سے مشرق کی جانب حرکت کرتی ہے اور ستارے ساکن ہوتے ہیں یا وہ بھی مشرق کی طرف حرکت کرتے ہیں۔ لیکن زمین کی حرکت سے ان کی حرکت بہت ہی بطی ہے تو ہم ہر ساعت ان ستاروں کو دیکھتے ہیں جو ہماری نظروں سے مشرق میں نے پہلے غائب ہوتے تھے۔ ہماری نظروں سے وہ ستارے جو ہم کو نظر آرہے تھے۔ مغرب میں ہماری نظروں سے غائب ہو جاتے ہیں۔ اسی سبب ہم کو خیال آتا ہے کہ زمین ساکن ہے اور ستارے بھی حرکت سریعہ مشرق سے مغرب کی طرف کرتے ہیں۔ جیسا کہ کشتی دریا میں چلتی ہے اور پانی جس طرف کو متحرک ہوتا۔ کشتی اس کے مخالف طرف کو جاتی ہے تو خیال کیا جاتا ہے کہ کشتی معہذا ساکن ہے۔ یہ مذہب (یعنی زمین کا متحرک ہونا) گومردود ہے۔ مگر بات تو یہ ہے کہ جو لوگ اس مذہب کے پابند ہیں یا ان کی باتوں کو پسند کرتے ہیں۔ انہوں نے کیا یہ نہیں سوچا تھا کہ اس طرح پر تمام باشندگان زمین مبتلائے عذاب ٹھہریں گے پھر اگر باشندگان زمین کو اس سے معذب ہونا لازم آتا ہے تو وہ کیوں اسی دلیل سے اس مذہب کو باطل نہیں سمجھتے۔ معہذا کسی ایک مسلمان نے اور کسی نہ کسی دوسرے فلسفی نے ان کے اس مذہب کو یہ ہمیں دلیل باطل کیا۔ البتہ عوام الناس کو بگاڑتے کے لئے یہ آسان ہے۔ عقلمند تو اس عذاب کی دلیل کو پسند نہیں کرتے۔ رہی یہ بات کہ زمین کا متحرک ہونا یہ ایک مردود بات ہے۔ سو اس کی وجوہ اور ہیں نہ وجہ عذاب۔

وجہ اوّل کہ زمین میں طبعاً حرکت مستقیمہ کے میلان کا مبداء موجود ہے۔ ظاہر ہے کہ مستقیمہ اور مستدیرہ آپس میں مغائر ہیں۔ کیونکہ مستدیرہ تو وہ حرکت ہے جو کہ گولائی پر ہو۔ مستقیمہ وہ حرکت ہے کہ ایک سیدھے خط پر ہو اور یہ بات کہ اس میں میلان مستقیمہ ہو۔ اسی سے ثابت ہے کہ جب ہم زمین کے اجزاء لیں اور ان کو پھینکیں تو وہ خط مستقیم پر ہی حرکت کرتے ہیں۔ لہٰذا

زمین کا استدارت پر متحرک ہونا مسلم نہیں ہے۔

دوسری وجہ کہ اگر اس طرح پر وہ متحرک ہوتی تو چاہئے تھا کہ جب جانور مغرب کی طرف دوڑتا ہو تو وہ مشرق کی طرف جاتا وہ منزل مقصود پر نہ پہنچتا۔ مگر بعد گزرنے دن اور رات کے اکثر حصہ کے کو جس جگہ سے اس نے سیر شروع کی تھی اس سے مقصود تک تھوڑی ہی مسافت ہو۔ حالانکہ واقع میں اس کے برخلاف معاملہ ہے۔

تیسری وجہ کہ اس صورت میں چاہئے تھا کہ جتنے جانور زمین و آسمان کے مابین ہیں ان کے بارے میں بھی خیال کیا جاتا کہ وہ مغرب کی طرف حرکت کر رہے ہیں۔ خواہ وہ بالا رادہ آپ ہی مشرق یا مغرب کی طرف متحرک ہوں۔ اس لئے کہ زمین کی حرکت سریعہ مانی گئی۔ جانوروں کی حرکت بطی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اور وجوہ بھی ہیں۔ جن سے کہ یہ مذہب باطل ہوتا ہے۔ مگر خوف طول اور خلاف مقصود ہونے کی وجہ سے وہ مذکور نہیں ہوئے اور یہ بھی وجہ ہے کہ قرآن شریف میں بھی زمین کا ساکن ہونا بیان کیا گیا ہے۔ دیکھو خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے زمین کو میخیں ٹھوک دیں۔ تم کو متحرک نہ کرے۔ کس نے خدا کے سوا زمین کو ساکن اور فرش بنایا اور اس میں نہریں جاری کیں۔ اس کے پہاڑوں کو میخوں کو قائم مقام بنایا۔ ان سب آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین ساکن ہے۔ لیکن اب تک جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے فلک الافلاک کے استدارت پر متحرک ہونا اور اس کی تحریک سے باقی آسمانوں کا متحرک ہونا مان کر بیان کیا ہے۔ اب ہم اس کے مطابق جواب دیتے ہیں کہ جو شرعاً ثابت ہے وہ یوں ہے کہ شرعاً فلک الافلاک وغیرہ ہرگز متحرک نہیں ہیں۔ اس لئے کہ نہ قرآن سے ثابت ہے کہ عرش متحرک ہے اور نہ کسی صحیح یا ضعیف حدیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ بلکہ صحیح احادیث میں آیا ہے کہ عرش کے لئے پائے ہیں۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ متحرک نہیں ہے اور اس سے وہ حدیث کہ جس میں آیا ہے کہ عرش خیمہ کی طرح قبہ دار ہے۔ انکاری نہیں ہے۔ آ چکا ہے کہ خداوند کا عرش بالفعل چار فرشتوں نے اٹھائے رکھا ہے۔ دیکھو کہ قرآن شریف میں ہے کہ قیامت کے دن کو آٹھ فرشتہ اٹھائیں گے۔ پس اب فلک الافلاک کا متحرک ہونا باوجود ان اخبار اور آیات کے کب ہوسکتا ہے۔ ہرگز نہیں ہاں قرآن میں ستاروں کی حرکت کا بے شک ذکر ہے۔ دیکھو خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ آفتاب چاند کو نہیں پکڑ سکتا اور نہ رات دن سے آگے بڑھ سکتی ہے۔ ہر ایک کیا آفتاب اور کیا چاند اور دوسرے ستارے آسمان میں سیر کرتے ہیں۔ فرمایا کہ ہر ایک ان میں سے ایک وقت معین تک سیر کرتا رہے گا۔ فرمایا ہے کہ قسم کھاتا ہوں ان پانچ ستاروں کی جو پیچھے ہٹ جاتے۔ سیدھے چلتے اور غائب ہو جانے والے ہیں

اور وہ ستارے یہ ہیں۔ زحل، مشتری، مریخ، زہرہ، عطارد۔ اگر مان بھی لیں کہ فلک الافلاک متحرک ہے۔لیکن یہ ہم تسلیم نہیں کریں گے کہ باقی آسمان اس کی تحریک سے متحرک ہیں۔اس لئے کہ یہ اس صورت میں لازم تھا کہ اگر شرعاً آسمانوں کا ملاپ آپس میں ثابت ہوتا ہے۔لیکن ملاپ تو ثابت نہیں ہے۔ بلکہ شرعاً ثابت ہے کہ آسمان آپس میں دوردراز فاصلہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ احادیث وغیرہ کے دیکھنے سے ظاہر ہوگا۔ نیز آسمانوں کی کرویت بھی شرع سے ثابت نہیں ہے۔ بلکہ شرع سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین آسمان دنیا کے مقابلہ پر ایسی ہے کہ جیسے کسی میدان میں حلقہ پڑا ہو۔اسی طرح آسمان دنیا دوسرے آسمان اور دوسرا تیسرے آسمان کی نسبت ہے۔ باقی علے ہذا القیاس!

سب آسمان کرسی کے اور کرسی معہ ماتحت کے فلک الافلاک کے سامنے اس حلقہ کی مانند ہے جو میدان میں پڑا ہو۔اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اگر آسمان کروی ہوتے تو یہ تمثیل صحیح نہ ہوتی۔اس لئے ماننا پڑے گا کہ وہ کروی نہیں ہیں۔پس جب کہ کرویت نہ رہی۔تو خود حرکت مستدیرہ بھی جاتی رہی۔ کیونکہ مستدیرہ حرکت سے تو وہی متحرک ہوتا ہے کہ جو کروی ہو۔لاغیر!

جب کہ آسمانوں کے مابین اتصال ثابت نہ ہوتو اگر ہم فلک الافلاک کا متحرک ہونا مان بھی لیں گے تو اس کے متحرک ہونے سے اس کے ماتحت آسمانوں کو متحرک ہونا لازم نہیں آئے گا۔ بلکہ تم جان چکے ہو کہ فلک الافلاک متحرک بھی نہیں۔ بنابراں جو کچھ کادیانی نے الزام کے طور پر استدلال عام خیالات کی تقلید سے پیش کیا تھا۔ ہرگز پیش ہونے کے قابل نہیں ہے اور سربسر مردود ہے۔ ہماری ساری تقریر کا ماحصل یہ ہے کہ ہم ان کے استدلال پر گوناگوں پے درپے ترتیب دار اعتراضات وارد کرتے ہیں۔ بایں طور کہ اوّلاً فلک الافلاک کا متحرک ہونا نہیں مانتے ہیں۔اگر یہ مان لیں گے تو پھر اس کا استدارت پر متحرک ہونا نہیں مسلم ہے۔اس کو بھی اگر مان لیں تو پھر یہ تسلیم نہیں کرتے کہ اس کی تحریک سے باقی آسمان بھی متحرک ہیں۔ کیونکہ یہ بات آسمانوں کے آپس میں متصل ہونے پر موقوف ہے۔لیکن وہ تو متصل ہی نہیں۔پس اس کی تحریک سے ان کا متحرک ہونا بھی لازم نہیں آتا۔اگر ہم یہ سب کچھ تسلیم کریں تو ہمارا یہ کہنا کہ نہ جہت الفوق اور نہ نزول متعین ہوتا ہے اور اس صورت میں مسیح علیہ السلام کا عذاب دائمی میں مبتلا ہونا لازم آیا ہے، غلط ہے۔ان تینوں محذورات کو ممنوع سمجھتے ہیں۔ان کے لئے دلیل طلب کرتے ہیں۔مگر دلیل کہاں یہ تو یوں ہی قلقل ہے۔ہم نے جو کچھ مفصل طور پر بیان کیا ہے۔وہ معلوم ہو ہی گیا ہے۔ اس میں ناظرین خوب تامل کریں۔ تاکہ کادیانی کی ہیئت دانی اور ہندسہ فہمی وغیرہ علوم کے

حالات معلوم ہوں۔ ان کے مہدویہ و محمدیہ و مسیحیت کے دعویٰ کی بناوٹ روشن ہو۔ کادیانی علماء اسلام پر اس طور پر بھی اعتراضات کرتا ہے کہ پرانے فلسفہ سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانی جسم کو طبقہ زمہریریہ تک ہرگز رسائی نہیں۔ زمانہ حال کے فلسفہ نے بھی تحقیق یوں کر لیا ہے کہ وہ بعض پہاڑوں پر چڑھے وہاں پر جا کر معلوم کیا کہ ان کی چوٹیوں پر اس درجہ کی ہوا ہے کہ وہ انسانی جسم کو سلامت رہنے نہیں دیتی۔ بلکہ اتنی بلندی پر پہنچ کر ہرگز زندہ نہیں رہ سکتا۔ پس متقدمین اور متاخرین کے اتفاق سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح علیہ السلام ہرگز آسمان پر نہ چڑھے ہوں۔ کیونکہ راستہ پر اس قدر سردی ہے کہ آدمی وہاں پر پہنچتے ہی مر جائے گا۔ لہٰذا آسمان تک مسیح علیہ السلام کی رسائی ہرگز متصور نہیں۔ پس جب کہ طبقہ زمہریریہ تک پہنچنا ہی غیر ممکن ہے تو آسمان پر پہنچنا بھی غیر ممکن ٹھہرا۔ اس لئے کہ جب معد ہی ممکن نہیں تو معدلہ کیسے ممکن ہوگا۔ (معد اس کو کہتے ہیں کہ جس کا عدم بعد الوجود متاخر کے لئے سبب ہو۔ جیسے پہلا قدم دوسرے قدم کے لئے)

جواب…… یہ ساری تقریر ہی معترض کی گویا باطل کو زینت دیتا ہے۔ تانبے کو سونے کا پانی چڑھا کر سونے کے بھاؤ بیچتا ہے۔ لیکن ایسی بناوٹ دانشمندوں سے کب پوشیدہ رہتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ طبقہ زمہریریہ تک بدن انسانوں کا وصول ممکن ہے اور اس کا ممکن نہ ہونا ہرگز مسلم نہیں۔ پس مسیح علیہ السلام کا آسمان پر چڑھنا بھی ممتنع نہیں ہوا۔ رہی یہ بات کہ انسان کا وصول کیوں ناممکن نہیں۔ سو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا ناممکن ہونا چند امور پر موقوف ہے۔ ایک یہ کہ طبقہ زمہریریہ کے تمام اجزاء اس ضرر رسانی کی کیفیت میں برابر ہوں۔ لیکن ہم اس برابری کو تسلیم نہیں کرتے۔ اس کے لئے تو کوئی دلیل چاہئے۔ بلکہ اگر اس بات کا لحاظ کریں کہ آفتاب کی محاذات کو عنصریات و عناصر کی طرف گوناگوں نسبتیں ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ طبقہ زمہریریہ کے اجزاء کی سردی برابر نہیں۔

دوم یہ کہ وہ سردی طبقہ زمہریریہ کی ذات میں داخل ہو۔ جیسے کہ ذاتیات ذات میں داخل ہوتے ہیں۔ اس طرز پر کہ وہ سردی اس کے مرتبہ ذات سے ہرگز جدا نہیں ہو سکتی۔ مگر یہ بھی مسلم نہیں۔ کیونکہ اگر یہ سردی اس کے ذاتیات سے ہوتی تو چاہئے تھا کہ وہ کبھی شدت اور کبھی ضعف کے ساتھ موصوف نہ ہو۔ حالانکہ وہ اس طرز پر موصوف ہوتی ہے۔ جب ایسی ہوتی تو ذاتی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ذات وذاتیات میں تشکیک نہیں۔ لیکن طبقہ زمہریریہ تو مشکک ہے۔ کیونکہ مشکک ہونا یہی ہے۔ کبھی شدت اور کبھی ضعف سے موصوف ہو پر ظاہر ہے کہ وہ طبقہ کبھی ضعیف ہوتا ہے۔ چنانچہ جب آفتاب طبقہ کی سمت پر ہو۔ جیسا کہ دن میں اور کبھی وہ شدید البرد ہوتا ہے۔ یا اس صورت میں کہ آفتاب اس کے ساتھ مسامتت نہ رکھتا ہو۔

جیسا کہ رات میں نیز اس میں تشکیک اس وجہ سے بھی ہے کہ گرمیوں اور جاڑے میں بلکہ جنوب اور شمال میں اس کے اجزاء سردی میں برابر نہیں ہوتے۔ کیا جیسے کہ گرمیوں میں اس میں سردی ہوتی ہے۔ ویسے ہی جاڑے میں ہوتی ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ جاڑے میں شدید اور گرمیوں میں ضعیف ہوتی ہے۔ پس اس قسم کا اختلاف صریح طور پر اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ کیفیت اس طبقہ کے ذاتیات میں سے نہیں ہے۔ اسی پر اس کیفیت کا طبقہ مذکورہ کے لوازم سے ہونا سو یہ اس طرح پر ہوگا کہ اس کیفیت کا اصل اور نفس (یعنی بلا شدت وبلا ضعف) اس کو لازم ہو۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ اصل برودت انسانی بدن سے منافات نہیں رکھتی اور نہ انسان کو جان سے ماردیتی ہے۔ یا کہو گے کہ نہیں ہم تو اصل برودت کو لازم نہیں کہتے۔ بلکہ اس کے ایک خاص درجہ کو لازم سمجھتے ہیں۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مرتبہ اور درجہ ابھی تک معین نہیں ہوا اور اگر ہم اس خاص درجہ کا ہونا بھی تسلیم کر لیں۔ لیکن یہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ وہ کبھی اس طبقہ سے جدا نہیں ہوتا۔ پھر لزوم کہاں رہا۔ اچھا بھئی لزوم بھی مانا۔ لیکن مستفسر ہے کہ وہ لزوم عادی ہے یا عقلی۔ عقلی تو نہیں ہے۔ اجی! عقلی کے تو یہی معنی ہیں کہ اپنے ملزوم کو کبھی جدا نہ ہو۔ جیسا کہ دو کے واسطے جفت ہونا لازم ہے اور یہ زوجیۃ کا وصف اس سے کبھی جدا نہیں ہوتا۔ عادی لازم کا اپنے معروض سے جدا ہونا جائز ہے۔ دیکھو سکر شراب کے لئے عادی لازم ہے۔ اسی لئے اگر اس میں نمک یا سرکہ ڈال دیا جائے تو سکر زائل ہوگا۔ حرارت آگ کے واسطے عادتاً لازم ہے۔ اس لئے خداوند تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں آگ سے خطاب فرمایا کہ اے آگ! تو ٹھنڈی سرد ہو۔ ابراہیم علیہ السلام کے لئے پس وہ آگ سرد ہوگئی۔ چنانچہ اس کی خود حق سبحانہ خبر دیتے ہیں کہ پھر بھی ابراہیم علیہ السلام کو قوم نے بجز اس کے اور کچھ نہیں کہا کہ ابراہیم علیہ السلام کو قتل کر ڈالو یا ان کو جلادو۔

پس خداوند تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے بچالیا۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حرارت جو ایک عادی لازم تھی وہ آگ سے جدا ہوگئی تھی۔ کیوں نہ ہو۔ اگر یہ لازم ہوتی تو چاہئے تھا کہ حرارت معدوم ہوتے ہی آگ بھی معدوم ہو جاتی۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوا۔ معتبر مورخین نے بیان کیا ہے کہ مسیلمۃ الکذاب نے ابی مسلم خولانیؒ کے جلادینے کا حکم دیا تھا۔ اس لئے قوم نے ان کو آتش سوزاں میں ڈال دیا۔ مگر وہ نہ جلے۔ آگ سرد ہوگئی تھی۔

اب دیکھئے یہاں بھی حرارت آگ سے جدا ہوگئی تھی۔ پس جب کہ آگ سے حرارت کو باوجودیکہ وہ آگ کی ذات کو عارض ہے۔ یہ نسبت ہے تو سردی کا بہ نسبت طبقہ زمہریر یہ کے جو ہوا کا ایک مرتبہ ہی باوجود اس کے کہ وہ بالعرض سرد ہے۔ کیا حال ہونا چاہئے کیا معلوم نہیں کہ

عنصر ہوا بذاتہا گرم تر ہے۔ دیکھو کتب طب۔ چونکہ سردی نہ اس کی ذاتی ہے نہ لازم عقلی تو اس کا اس سے جدا ہونا کیسے ناروا ٹھہرے گا۔ لہٰذا بر وقت صعود مسیح علیہ السلام کے سردی کا نابود ہونا جائز ہوا۔ اس لئے کہ ممکن ہے کہ صعود کے وقت میں وہ چیزیں موجود ہوگئی ہوں جو سردی کی تیزی کو دور کرنے والی ہیں۔ جیسے کہ غلیظ دھویں اور اس کے پاس ہی جل کر روشن ہوئے ہوں۔ چنانچہ بسا اوقات وہی دھویں جل کر نیزوں کی شکل اور سینگ والے حیوان وغیرہ کی ہیئت میں دکھلائی دیتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ اتنے لمبے ہوں کہ وہ زمین سے متصل ہو جائیں۔ بلکہ کبھی متصل بھی ہو ہی جاتے ہیں۔ لیکن اس صورت میں اس کا نام حریق ہے اور کبھی زمین سے متصل نہیں ہوتے۔ پس چونکہ ایسے اسباب کا جو سردی کی تیزی کو دور کر دیتے ہیں۔ مہیا ہونا ممکن ہوا تو مسیح علیہ السلام کا آسمان پر چڑھنا بھی ممکن ہوا۔ شاید اب کہو گے کہ طبقہ زمہریریہ سے اوپر ایک اور طبقہ ہے جو جلانے والا ہے تو مسیح علیہ السلام اس سے بچ کر کس طرح آسمان پر چڑھ گئے۔ تو واضح ہو کہ یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ حرارت آگ کے لئے ایک عادی لازم ہے۔ اس لئے اس کا کرہ نار سے جدا ہونا جائز ہے۔ گو یہ جدائی آنی ہو۔ برودت کے لازم عقلی یا ذاتی ہونے کو ہم تسلیم کر کے اور طرز پر بھی جواب دیتے ہیں۔ وہ یوں ہے کہ طبقہ زمہریریہ کے اثر کرنے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ انسان اسی طبقہ میں اتنا زمانہ قرار پذیر ہو کہ وہ آپس میں اثر کر سکے۔ لیکن ظاہر ہے کہ آسمان پر انسان کے پہنچنے کے لئے اس طبقہ میں استقرار لازم نہیں۔ کیونکہ آسمان پر جانا بطور انتقال دفعی ہے یا حرکت سے اور یہ دونوں اس مسافت میں استقرار کو مستلزم نہیں ہیں۔

پس بدن انسانی بھی اس مسافت میں صحت کی مزاحم کیفیت سے متاثر نہیں ہوگا۔ چونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ دو امر جو بلا واسطہ آپس میں ضدیت رکھتے ہوں۔ باوجود اس کے کہ متضادین زیادہ اور جلدی ایک دوسرے سے اثر کو قبول کرتے ہیں۔ تاثر تب ہی ہو سکتا ہے کہ وہ دونوں ضدیں کسی ایسے زمانہ میں مجتمع ہوں کہ اتنے زیادہ میں وہ ایک دوسرے میں تاثیر کر سکیں۔ تو بلاشبہ یہ بات منکشف ہوگئی کہ جن دو چیزوں میں تضاد بالذات نہیں۔ بلکہ بالتبع ہو تو ان کی تاثیر و تاثر کے لئے بھی ان کا آپس میں اتنے زمانہ میں مجتمع ہونا کہ اس میں اثر کر سکیں شرط ہے۔ اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ بدن مسیح علیہ السلام کی مزاج کو گو طبقہ کی ہوا مخالف تھی۔ لیکن ان کے صعود کو چونکہ طبقہ میں استقرار ضروری نہیں تھا تو ان کا ضرر پذیر ہونا (جس کے لئے استقرار شرط ہے) لازم نہیں آتا۔ کیونکہ ضرر پذیر ہونے کی شرط لازمی نہیں ہے۔ لہٰذا آپ کا آسمان پر چڑھنا ناممکن نہیں ٹھہرا۔ خواہ فی الواقع آپ کا صعود دفعی طور پر ہو یا حرکت کے طور پر۔ نیز معد کا غیر ممکن ہونا لازم نہیں آیا۔

پس اب معدلہ، (صعود) کا غیر ممکن ہونا اس پر متفرع نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ کادیانی کا زعم ہے۔ کیا دیکھتے نہیں کہ جب تم آگ کے شعلہ کے بیچ میں سے سرعت اور جلدی سے اپنے ہاتھ کو پار کریں اور نکالیں تو تمہارا ہاتھ متضرر نہیں ہوگا۔ اس کو آگ کی حرارت اثر نہیں کرے گی۔ ایسا ہی اگر تم بہت سی آگ روشن کرو۔ یہاں تک کہ وہ بخوبی مستعمل ہو تو اس کے بیچ میں سے اگر تیر کسی نشان پر ماریں گے اور چلائیں گے تو وہ تیر باوجود اس کے کہ لکڑی کا ہے نہیں جلے گا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ہاتھ اس میں سے جلدی سے نکل گیا ہے اور اس میں قرار پذیر نہیں ہوا۔ متنبہ ہو جاؤ۔ سن لو کہ محض استقرار کی ممنوعیت کی تقدیر پر باوجود آنکہ برودت کا طبقہ زمہریر یہ کے لئے ذاتی اور لازمی عقلی ہونا سرد کا اس کے تمام اجزاء میں برابر ہونا مان لیا گیا۔ تو جواب دیا گیا ہے۔ پس خود ہی سمجھ لو کہ کادیانی کا اعتراض جن تمام امور پر موقوف ہے وہی سب کے سب جب مرتفع ہوں تو کہاں ٹھکانا ہوگا۔ آخر یہ تو معلومات سے ہے کہ جب موقوف علیہ ہی نابود ہو تو موقوف بھی بالضرور معدوم ہونا چاہئے۔ کادیانی اپنے دعویٰ کے لئے اس آیت سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ اس آیت کا ماحصل یہ ہے کہ زمین پر ہی زندہ رہو گے اور وہیں مر جاؤ گے اور وہیں سے زندہ ہو کر محشور کئے جاؤ گے۔ اس کے استدلال کا طریقہ اور تہذیب یوں ہے کہ آیت میں جار و مجرور ”فیہا، منہا“ جو فعل ”تحیون، تموتون، تخرجون“ کے ساتھ متعلق ہے۔ مقدم کیا گیا ہے اور یہ تقدیم حصر کا فائدہ دیتی ہے۔ اس لئے آیت کا معنی یہ ہوا کہ زندگی نہیں کسی ایک انسان کے لئے مگر زمین ہی پر نہ اور کہیں۔ پس اگر مسیح علیہ السلام آسمان پر زندہ ہوں گے تو اس حصر کا باطل ہونا ضروری ٹھہرے گا۔ لہٰذا ہم مسیح علیہ السلام کے آسمان پر زندہ ہونے پر اور پھر اس آیت کے مضمون پر کیسے ادعا کر سکتے ہیں۔ لہٰذا ماننا پڑتا ہے کہ مسیح علیہ السلام زندہ نہیں ہیں۔ بلکہ مسیح علیہ السلام بھی ویسے ہی مر گئے ہیں۔ جیسے کہ اور حضرات انبیاء علیہم السلام مر چکے ہیں۔ ویسے ہی وہ بھی اور ان کی روح مرفوع ہوئی ہے۔ نہ بجسدہ!

جواب..... تقدیم کا افادہ حصر ہی میں منحصر نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا مقدم کر لینا دوسرے اعتراض کے لئے بھی ہوتا ہے۔ جیسے کہ قافیوں اور فاصلوں کی رعایت سے اور کبھی بیان کے اہتمام کے لئے بھی جار و مجرور کا تقدیم ہوتا ہے۔ وغیرہ!

پس آیت مذکورہ میں جو جار و مجرور کا تقدم ہے فاصلوں کی موافقت کے لئے بھی ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اس تقدیم کا صرف حصر کے واسطے ہی ہونا متعین نہیں ہوا۔ اگر مان بھی لیں کہ یہ تقدیم صرف حصر کے ہی واسطے ہے تو بریں تقدیر ہو سکتا ہے کہ یہ خطاب اکثر بنی آدم کے لئے ہو نہ کل

کے لئے اگر اسے باعتبار کل کے بھی لیں گے تو ہم اس کے قائل ہیں کہ یہ اسی حیات سے خاص ہے جو عالم کون وفساد میں ہے۔ نہ یہ کہ اس سے مطلق حیات مراد ہے۔ جس کے افراد سے ساوی زندگی بھی ہے۔ اس لئے کہ اگر یہ انحصار مطلق حیات سے متعلق ہوتا تو چاہئے تھا کہ اس آیت کا مفہوم بہشتیوں اور دوزخیوں کی ابدالآباد زندگی کے ساتھ منقوض ہو۔ آخر یہ تو ظاہر ہے کہ وہ زندگی بھی مطلق زندگی میں مندرج ہے۔ نیز جب کہ ہم آیت سے عالم کون وفساد کی زندگی مراد رکھ لیں گے تو اس میں اکثر احوال کی بھی قید لگانی چاہئے۔ ورنہ یہ بھی منقوض ہوگا۔ وہ یوں ہے کہ اسی عالم میں بعض احوال میں بعضے انسان صرف زمین ہی کے اوپر تمام زندگی بسر نہیں کرتے۔ بلکہ بعض کاملین نے خرق عادت کے طور پر بھی کچھ حصہ زندگی کا اسی عالم میں طیران کی حالت میں بسر کیا ہے۔ حالانکہ اس حالت میں وہ زمین پر نہیں تھے۔ لیکن ایسے لوگ چونکہ خرق عادات وکرامت کو نہیں مانتے ہیں تو ان کے لئے ان کی رائیوں کے موافق تمثیل دیں گے۔ وہ یہ ہے کہ بعض لوگ غبارہ پر بیٹھ کر جو کی سیر کرتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے ہم زمانوں نے اس تماشا کو دیکھ لیا ہے۔

اب دیکھئے کہ ایسے ہُو میں حصہ عمر کا بسر کرتے ہیں۔ نہ زمین پر۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ آیت مذکورہ پر یقین کر لینے اور مسیح علیہ السلام کے آسمان پر زندہ ہونے کے تسلیم کرنے میں کوئی منافات نہیں آتی۔ چنانچہ تامل سے ظاہر ہے۔ کادیانی کی استدلال یہ بھی ہے کہ اگر مسیح علیہ السلام آسمان پر زندہ ہوں اور وہی پھر اتریں گے تو یا تو نزول کے وقت وصف رسالت سے منزل ہوں گے۔ حالانکہ یہ ان کی تحقیر اور ہتک ہے یا تو اس وصف کے ساتھ موصوف ہوتے ہی اتریں گے۔ جیسے کہ رفع سے پیشتر رسول تھے۔ لیکن قرآن میں ہمارے سید مولا حضرت رسول اکرم ﷺ کی شان میں فرمایا گیا ہے کہ: ”نہیں ہیں آنحضرت (ﷺ) ہمارے مردوں میں سے کسی ایک باپ۔ لیکن وہ خدا تعالیٰ کے رسول ہیں۔ پیغمبروں کے خاتم ہیں۔“

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی از سر نو مبعوث نہیں ہوگا۔ چنانچہ حدیث میں بھی آیا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی سر نو مبعوث نہیں ہوگا۔ پس جب کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں تو مسیح علیہ السلام نبوت کی حالت کیسے نازل ہو سکتے ہیں۔ پس یہ عقیدہ کہ مسیح نبی ہوتے اتریں گے۔ صاف طور پر اس آیت سے مخالف ہے۔

جواب..... پہلے ہم اجمالاً نقض کریں گے بایں طور کہ ہمارے آنحضرت ﷺ کے بعد جتنے پیغمبر تھے۔ وہ تمام عالم برزخ رسول کریم ﷺ کے مبعوث ہونے کے بعد وصف نبوت سے موصوف تھے یا عالم آخرت میں موصوف ہوں گے یا نہ اگر کہہ دیں گے کہ معزول ہیں یا معزول ہوں گے تو

یہ صاف سب پیغمبروں کی ہتک ہے اور نہ یہ ان کی عالی شان سے مناسب ہے۔ پہلا ایسا کیونکر ہو۔ کتب عقائد میں یہ ثابت ہو چکی ہے کہ انبیاء علیہم السلام بعد الانتقال ہرگز اپنے مناصب سے معزول نہیں ہوتے۔ بلکہ بعض نے صراحۃً لکھا ہے کہ جو شخص اس عزل کا قائل ہوگا وہ کافر ہے۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ وہ دونوں عالموں میں وصف رسالت ونبوت کے ساتھ موصوف ہوتے ہیں۔ مگر یہ بات کادیانی کی طرز پر آیت سے مخالف ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک آیت سے ثابت ہے کہ رسول کریم ﷺ کے مبعوث ہونے کے بعد کسی نبی کو نبوت ورسالت کی صفت ثابت نہیں ہونی چاہئے کہ رسول کریم ﷺ کے مبعوث ہونے کے بعد کسی نبی کو نبوت ورسالت کی صفت ثابت نہیں ہونی چاہئے۔ پس وہ پیغمبر عالم برزخ میں رسالت ونبوت سے کیسے موصوف ہو سکتے ہیں اور کیوں نہیں عالم آخرت میں ان سے عہدہ رسالت ونبوت کا چھینا گیا ہوگا۔ آخر وہ وقت بھی تو رسول کریم ﷺ کے مبعوث ہونے کے بعد ہی ہے۔ پس جو کچھ کادیانی جواب دے گا وہی ہماری طرف سے بھی جواب ہے۔

ثانیاً ہم تفصیلی نقض پیش کریں گے۔ وہ یوں ؒ ہے کہ مسیح علیہ السلام جس وقت کہ وہ آسمان پر مستقر ہیں اور جس زمانہ میں اتریں گے اسی طرح پر باقی انبیاء اللہ عالم برزخ میں اور آخرت میں بالضرور رسالت ونبوت کے ساتھ موصوف ہیں اور ہوں گے۔ رہی یہ بات کہ یہ عقیدہ آیت (جس کا مضمون مختصر یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ خاتم الانبیاء ہیں) سے مخالف ہے سو ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ بحثً آخرالانبیاء ہیں۔ بایں معنی کہ وہ بعد ازآں کہ باقی انبیاء علیہم السلام نبوت دیئے گئے ہیں۔ نبوت عنایت کئے گئے اور آپ بقاء نبوت میں ان سے متاخر نہیں ہیں۔ یعنی آپ کے خاتم النبیین ہونے کے یہ معنی نہیں کہ اور پیغمبروں سے پیغمبری چھینی گئی۔ آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ان سے متاخر ہونے۔ ان پیغمبروں کی رسالت ونبوت باقی رہنے میں کچھ منافات نہیں ہے۔ کیونکہ دو چیزوں کے بقاء میں معیت ایک کی بعدیۃً۔ دوسرے کی حدوثاً اولیت کی مغائر نہیں ہے۔

دیکھو عمارت اور معمار۔ بیٹا، باپ اس لئے کہ عمارت معمار کے موجود ہونے کے بعد موجود ہوتی ہے۔ بیٹا، باپ کے موجود ہونے کے بعد موجود ہوتا ہے۔ معہذا عمارت، معمار، بیٹا، باپ بقا میں معیت رکھتے ہیں۔ دوسری مثالیں بھی ہیں۔ لیکن اتنی ہی مثالوں پر کفایت کی گئی۔ پھر اس کادیانی نے اپنے اس اعتراض کو دوسرے مقام پر اپنی کتاب میں تائید کی ہے کہ اگر مسیح علیہ السلام آسمان پر نزول کے لئے منتظر ہیں تو جس وقت اتریں گے تو اس وقت تو وہ عربی نہیں جانتے

ہوں گے۔لہذا علم القرآن کی طرف محتاج ہوں گے اور یہ تو ان کے لئے آسان نہیں ہے۔کیونکہ وہ عربی جانتے ہی نہیں اور کسی سے تعلیم پانا بھی ان کے واسطے مشکل ہے۔اس وقت وہ سن شیوخت میں ہوں گے۔لہذا لازم ہوا کہ ان پر کوئی نئی کتاب انہی کی زبان میں نازل ہوتا کہ لوگوں کو تعلیم دیں اور نماز میں پڑھیں۔لوگوں کو اپنی زبان میں ہی کلمہ توحید کی تعلیم دیں۔حالانکہ یہ دین اسلام کو گویا جڑ سے اکھاڑتا ہے۔ہم ''لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم'' سے تمسک کر کے ''اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم الضال والمضل'' پڑھ کر اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ سب کچھ باطل ہے۔معلوم نہیں ہوتا کہ قادیانی کو یہ علم یقینی کہاں سے حاصل ہوا کہ مسیح علیہ السلام عربی نہیں جانتے۔حالانکہ عربی اور عبرانی زبان آپس میں بہت موافق ہے۔جیسے کہ پنجابی، اردو زبان ایک دوسرے سے بہت کچھ موافق ہے۔اب کہئے کہ پنجابی دان پر اردو کا جان لینا دشوار ہے۔ہرگز نہیں۔پس قادیانی کا یہ کہنا کہ مسیح علیہ السلام پر عربی کا علم دشوار ہے مردود ہے۔کیا دیکھا نہیں ہوا ہے کہ جو لوگ مختلف زبانیں جانتے ہیں وہ ان کے مضامین کو مختلف زبانوں میں ادا کر سکتے ہیں۔ابجی! اپنے ہی آپ کی طرف خیال کیجئے کہ جو خود پنجابی ہے اور فارسی کو جانتا ہے۔پس یہ کس منہ سے کہہ دیا کہ مسیح علیہ السلام تعلیم عربی سے (خواہ تعلیم اللہ ہو یا تعلیم البشر سے۔اس لئے کہ خداوند تعالیٰ نے ان کو ازل میں ہی دین محمدی ﷺ کا مجدد بنا رکھا ہے) عاجز ہوں گے کیا وہ نبی عاجز ہوں گے۔کیا وہ نبی عاجز ہوا اور قادیانی عاجز نہ ہوا۔سبحان اللہ!

مسیح علیہ السلام پر یہ دشوار اور قادیانی کے لئے آسان۔حالانکہ مسیح علیہ السلام وہ پیغمبر ہیں کہ جن کے حق میں قرآن شریف میں آیا ہے کہ مسیح علیہ السلام نے سن صبا میں یہ گفتگو کی کہ میں خدا کا بندہ ہوں۔خداوند تعالیٰ نے مجھ کو کتاب دی۔اس نے مجھ کو نبی مبارک بنایا۔اب دیکھئے کہ مسیح علیہ السلام کی یہ گفتگو سن صبا میں تھی اور قادیانی کہتے ہیں کہ جب اتریں گے (اور باتیں تو درکنار رہنے دو) تعلیم سے بھی عاجز ہوں گے۔نعوذ باللہ منہ!

اچھا مان لیا کہ مرفوع ہونے سے پہلے آپ عربی نہیں جانتے تھے۔لیکن قادیانی کو یہ یقین کہاں سے حاصل ہوا کہ مسیح علیہ السلام کو عالم ملکوت میں یہ علم نہیں دیا گیا۔یہ بھی مانا کہ ملکوت میں بھی ان کو یہ علم نہیں دیا گیا ہے۔لیکن یہ خبر اس کو کہاں سے ملی ہے کہ علم عربی مسیح علیہ السلام کے لئے ممکن یا آسان نہیں۔بھلے مانس آدم علیہ السلام کو کس نے تمام چیزوں کے نام سکھلائے تھے۔ہمارے سردار محمد ﷺ کو کس نے باوجود امی ہونے کے بے کنار دریائی علوم عنایت کیا تھا۔جس نے ان کو عنایت کیا وہی مسیح علیہ السلام کو عنایت کرے گا۔

اجی! کادیانی کے کانوں کو اس خبر کی ہوا کی چوٹ نے نہیں کھڑکایا ہے کہ صاحب قوت قدسیہ کے سامنے نظریات بھی بدیہی ہو جاتے ہیں۔ یہ بات اہل معقول کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ پس کیسے مسیح علیہ السلام کا عربی کو جان لینا بعید سمجھا جائے اور وہ بعید نہیں سمجھا گیا۔ اگر اس کے بعید ہونے کو ہم تسلیم بھی کر لیں۔ لیکن اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ معانی قرآن کا سمجھنا۔ کلمات توحیدیہ کے معانی کو ادا کرنا عربی کے بغیر دوسری زبان میں اسلام کو بدل ڈالنا ہے۔ احکام کو منسوخ کر دینا ہے۔ دین اسلام کو جڑ سے اکھاڑنا ہے۔ جیسا کہ کادیانی کہتے ہیں کہ اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو لازم آتا کہ مسلمان اہل عرب کے سوا سب کے سب اسلام کو بدل ڈالنے والے ہوں۔ بلکہ خود کادیانی جو عقائد اور معانی قرآن، معانی کلمات توحیدیہ کو اردو میں جیسے کہ اس کو پسند آتے ہیں ادا کرتے ہیں۔ نیز محرف اسلام ہوں۔

اجی! کادیانی کی تقریر سے تو لازم آتا ہے کہ اگر کوئی شخص خدا کی توحید ذاتی وصفاتی، جناب سید ومولا حضرت رسول کریم ﷺ کی رسالت اور اس پر جو آپ خدا سے احکام لائے ہیں ایمان رکھتا ہے۔ اس کو فارسی، کشمیری، اردو، پنجابی میں بیان کرتا ہو، باوجود اس کے کہ اسی عقیدہ اور بیان پر مر بھی گیا ہو مسلمان نہ ہوا۔ العیاذ باللہ!

پس کیا یہ رسول اکرم ﷺ کی رسالت کے عموم اور قرآن کی دعوت عامہ سے انکار نہیں ہوا۔ بلکہ انکار ہے۔ حالانکہ وہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ پاک پروردگار وہ قادر مطلق ہے کہ اس نے اپنے خاص بندہ پر قرآن کو نازل فرمایا تاکہ وہ تمام عالموں کے لئے ڈرانے والا ہو۔ نیز فرماتا ہے کہ ہم نے تجھ کو یارسول اللہ ﷺ نہیں مبعوث فرمایا۔ مگر تمام عالموں کے واسطے رحمت۔ نہیں بھیجا ہم نے تجھ کو مگر تمام لوگوں کی طرف (خواہ عربی ہوں یا ترکی یا فارسی وغیرہ) نیز فرمایا کہ یا محمد ﷺ تم کہہ دو کہ میں تمہارے سب لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ کیا یہ معلوم نہیں جیسے کہ آپ کی خود پیغمبری سے انکار کرنا کفر ہے۔ ویسے ہی آپ کی عموم نبوت سے منکر ہو جانا کفر ہے۔ کیونکہ جس طرح کہ اصل نبوت سے انکاری ہونا نصوص قطعیہ کو رد کرتا ہے۔ اسی طرح عموم نبوت سے انکاری ہونا نصوص قطعیہ سے لڑائی اور مقابلہ ہے۔ کادیانی مسیح علیہ السلام کے آسمان پر زندہ نہ ہونے کے لئے یوں بھی استدلال کرتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ مسیح علیہ السلام نے بیان کیا کہ خداوند عزاسمہ نے مجھ کو نماز، زکوٰۃ کا جب تک کہ میں زندہ ہوں حکم دیا ہے۔ خداوند تعالیٰ نے مجھ کو اپنی والدہ سے نیکی کنندہ بنایا ہے۔ استدلال اس طرح پر کرتے ہیں کہ اگر مسیح علیہ السلام آسمان پر زندہ ہوتے تو بلاشبہ ادائے صلوٰۃ، زکوٰۃ والدہ سے احسان کرنے کے ساتھ مامور ہونے چاہئے۔

حالانکہ آسمان پر ہوتے نہ تو زکوٰۃ ادا ہوسکتی ہے اور نہ والدہ سے نیکی کر سکتے ہیں۔ پس حکم الٰہی کا خلاف لازم آئے گا۔

جواب...... یہاں پر زکوٰۃ مالی کی زکوٰۃ مراد نہیں ہے۔ بلکہ طہارت جو اس کا حقیقی معنی مراد ہے نہ اور کچھ جیسا کہ اس آیت میں جس کا مضمون یہ ہے کہ جو پاک ہوا وہ اپنے آپ کے لئے پاک ہوتا ہے۔ ان کے خدا نے اس بات کا ارادہ کیا کہ اس کے بدلے ایسا دلوادے کہ پاکیزگی میں، صلہ رحمی میں بہتر ہو۔ نیز رسول کریم ﷺ نے ترش روئی کی جس وقت آپ کی خدمت میں نابینا حاضر ہوا۔ کس چیز نے آپ کو یارسول اللہ ﷺ جتلایا۔ شاید کہ وہ پاک ہو جاتا، یا نصیحت قبول کرتا۔ پس اس کو نصیحت نفع دیتی۔ اس پر جو دولت مند ہوتا ہے۔ آپ اس کی طرف ہی التفات کرتے ہیں۔ آپ اس کے ذمہ دار نہیں کہ اگر وہ پاک نہ ہو۔ بلاشبہ اس شخص نے خلاصی پائی کہ جس نے اپنے آپ کو پاک کیا ہے۔ قریب ہے کہ اس سے ہٹایا جائے گا۔ وہ شخص جو مالدار ہے۔ مال کو خدا کی راہ میں اس لئے خرچ کرتا ہے کہ وہ پاک ہو جائے۔ وغیرہ!

اب دیکھو ان آیات میں زکوٰۃ کا معنی بجز تزکیہ نفس کے اور کچھ نہیں ہے۔ ویسے ہی مسیح علیہ السلام کو بھی تزکیہ نفس کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ ہر جگہ ہو سکتا ہے۔ زمین پر ہو یا آسمان پر۔ پھر کہئے کہ ان کے آسمان پر ہونے سے خلاف حکم الٰہی کیسا لازم آیا۔ چنانچہ ظاہر ہے گو ان لوگوں پر جو مبتدعین اور فاجرین کی طرح بصارت نہیں رکھتے ہیں۔ پوشیدہ ہو رہی ہے یہ بات کہ مسیح علیہ السلام کو گو آسمان پر ہی مستقر مان لئے جائیں۔ والدہ سے احسان نہیں کر سکتے اور اس میں خلاف حکم الٰہی لازم آتا ہے۔ سو واضح ہو کہ یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ یہ اس صورت میں لازم آتا کہ اگر برّا صلوٰۃ پر جو اوصانی سے متعلق ہے معطوف ہوتا ہے۔ کیونکہ اس تقدیر پر یہ معنی ہوتا کہ مجھ کو خداوند تعالیٰ نے نماز کا اور والدہ سے نیکی کرنے کا حکم دیا ہے۔ جب تک کہ میں زندہ رہوں۔ لیکن برّا تو اس مجرور پر معطوف ہی نہیں ہے۔ اس لئے کہ اگر اس پر معطوف ہوتا تو برّا منصوب نہ ہوتا۔ بلکہ مجرور ہوتا اور برّ پڑھا جاتا۔ نیز برّا کی 'با' کو زیر دی جاتی نہ زبر اگر بِرّ ہوتا تو اس کا معنی خالی نیکی ہوگا۔ نہ نیکی کنندہ کیونکہ نیکی کنندہ تو برّا کا معنی ہے۔ پس چاہئے تھا کہ بِرّ پڑھا جاتا نہ برّا۔ ورنہ لازم آئے گا۔ مامور بہ مسیح علیہ السلام ہوں کہ جن کے ساتھ "بر" قائم ہے۔ جیسا کہ نماز، زکوٰۃ مامور بہما ہیں۔ حالانکہ مامور بہ فعل ہوتا ہے نہ ذات۔ اس لئے کہ ذات کا مامور بہا ہونا صریح باطل ہے۔ پھر کہئے کہ قرآن شریف میں برّا (بفصب باورا) قدیم الایام سے کیوں لکھا چلا آیا ہے۔ کیوں ہمیشہ بَرّا پڑھا جاتا ہے۔ پس قراء کا اجماع بَرّا ہی اس کے صلوٰۃ پر معطوف ہونے سے انکاری ہے۔

ہاں اگر بَرّاً کو باوجودیکہ منصوب الراوالباء ہے۔ مجرور پر معطوف سمجھیں گے تو اس میں یہ قباحت ہے کہ اعتراض سابق کے دور کرنے کے لئے صفت مشبہ بمعنی مصدر لینا پڑے گا۔ بایں طور کہ برّا جو بمعنی نیکی کنندہ اور صفت مشبہ ہے۔ (جیسا حسن) اس کا معنی بِرّ ہے۔ یعنی نیکی۔ حالانکہ یہ ایسی بناوٹ ہے کہ اس کا داعی بھی موجود نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ بِرّاً کو نبیا پر معطوف کر کے اصلی معنی (نیکی کرنے والا) میں مستعمل کرنا جائز ہے۔ اب کون سی ضرورت درپیش ہے۔ جس کے لئے وہ چھوڑا جائے۔ جاننا چاہئے کہ جب ہم بَـرّاً کو ''نبیا'' پر عطف کریں۔ چنانچہ قرآن میں بھی ایسا ہی ہے تو جعلنی کے دو مفعول ٹھہرے۔ ایک ''نبیا'' دوسرا برّاً اور یہ عطف مفرد کے مفرد پر عطف کرنے کے طرز پر ہوگا اور اگر بِـرّاً سے پہلے بھی ''جعلنی'' مقدر مانا جائے اور یہ ''جعلنی'' پہلے صریح ''جعلنی'' پر معطوف کر دیں۔ تو یہ عطف جملہ کے جملہ پر عطف کر دینے کے طریق پر ہوا۔ پوری آیت کا مطلب یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام نے فرمایا کہ میں خدا کا خاص بندہ ہوں۔ اس نے مجھ کو انجیل عنایت فرمائی ہے۔ مجھ کو نبی مبارک کہیں پر رہوں بنایا۔ اس نے مجھ کو نماز، زکوٰۃ کا جب تک کہ زندہ رہوں حکم دیا ہے اور اس نے مجھ کو اپنی والدہ پر نیکی کنندہ بنایا ہے۔ پس وہ توجیہ جو ہم بیان کر آئے ہیں تکلف اعتراض سے بری ہے اور اس توجیہ پر بنا کر کے مسیح علیہ السلام کا آسمان پر ہوتے ہوئے بھی اپنی والدہ سے نیکی کرنے کے ساتھ مامور ہونا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ بریں تقدیر مادمت حیا (جب تک کہ زندہ ہوں) کی قید اگر ہے تو صلوٰۃ، زکوٰۃ کی فرضیت کے واسطے ہے نہ براً کے لئے۔ اگر ہم قادیانی کی توجیہ کو ہی مان لیں گے اعتراض تکلف مذکورین سے قطع نظر کر لیں تو پھر اس بات کو کہ مسیح علیہ السلام کا آسمان پر ہوتے ہوئے والدہ سے بار ہونا متصور تسلیم نہیں کریں گے۔ کیونکہ احسان جیسا کہ نیکی کنندہ اور نیکی کردہ شدہ کی حیات میں متصور ہے۔ ویسے ہی جس زمانہ میں نیکی کا مستحق مر گیا ہو۔ اس پر احسان کرنا متصور ہے۔ کیا اس کے لئے استغفار اور دعائے ترقی درجات اور ثواب پہنچانا احسان نہیں۔ بے شک احسان ہے۔ لیکن یہ تو آسمان پر ہوتے بھی خواہ مستحق زندہ ہو یا مردہ متصور ہے۔ لہٰذا قادیانیوں کا یہ حکم بالجزم کہ آسمان پر ہوتے ہوئے احسان متصور نہیں۔ کیسا ہی محل ہے۔

خلاصہ کلام کہ مسیح علیہ السلام خدا کے رسول اب تک زندہ ہیں اور آسمان پر بجسدہ موجود ہیں۔ سبب یہ ہے کہ یہی بات قرآن شریف (جیسا کہ بیان ہو چکا ہے) اور احادیث میں اور اتفاق امت سے ثابت بھی ہے۔ آیات تو یہ ہیں: ''ما المسیح بن مریم الا رسول قد خلت من قبله الرسل (المائدہ:۷۵)''

''اذ قال اللّٰہ یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ (آل عمران:۵۵)''
''ماقتلوہ یقیناً بل رفعہ اللّٰہ الیہ (النساء:۱۵۷)''
''وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ (النساء:۱۵۹)''

اب رہا ان کا ترجمہ سو وہ مذکور ہو چکا ہے۔ نیز استدلال کا طریقہ ہم بیان کر آئے ہیں۔ مگر اب اور ہی ایک استدلال پیش کریں گے کہ جس سے مسیح علیہ السلام کا زندہ ہونا ثابت ہوگا۔ وہ یوں ہے کہ خداوند عزاسمہ فرماتا ہے کہ بلاشبہ ان لوگوں نے کفر کیا ہے کہ جنہوں نے کہہ دیا ہے کہ خدا وہی مسیح علیہ السلام ہے۔ کیا اگر خداوند تعالیٰ مسیح علیہ السلام کے مار ڈالنے، ہلاک کر دینے کا ارادہ کرے گا۔ بی بی مریمؑ تمام باشندگان زمین کا تو کون اپنے آپ پر مختار ہے۔ کون اپنے آپ کو بچا سکتا ہے۔ پس جب کہ مسیح علیہ السلام وغیرہ میں ہلاکت کی دفعیہ کی قدرت نہیں اور نہ خود مختار ہیں تو وہ خدا کیسے بن سکتے ہیں۔ یہ آیت مسیح علیہ السلام کی حیات پر یوں دلالت کرتی ہے کہ ان کا لفظ جو ارادہ پر داخل ہوا ہے۔ حروف شرط سے ہے اور وہ جزا کے مستقبل میں وقوع کے لئے موضوع ہے۔ اس سبب سے کہ شرط مستقبل میں واقع ہے۔ ظاہر ہے کہ شرط اہلاک المسیح علیہ السلام کا ارادہ ہے۔ جزا ہلاکت کے دفعیہ پر غیراللہ کا قادر نہ ہونا۔ گویا جزا ''فمن یملک'' کا مدلول التزامی ہے۔ مدلول التزاماً اس لئے ہے کہ یہ استفہام انکاری ہے اور وہ قائم نفی کے ہوتا ہے۔ برتقدیر اس کے کہ خداوند تعالیٰ کسی کے اہلاک کا ارادہ کرے۔ غیراللہ سے ملک کا منتفی اور نابود ہونا بالضرور اس کو چاہتا ہے کہ کوئی ایک بھی ماسوی اللہ اہلاک کے دفعیہ پر قادر نہ ہو اور یہی جزا ہے۔ لہٰذا واجب ہوا کہ شرط۔ جزا (یعنی اہلاک کا ارادہ غیراللہ سے قدرت کا منتفی ہونے) کا مستقبل میں موجود ہو جانا متوقع اور مامول ہو۔ ورنہ لفظ ان کے وضع سے مخالفت ہوگی۔ حالانکہ یہ باطل ہے۔ لیکن ان دونوں کے زمانہ مستقبل میں متوقع الوجود ہونے سے لازم آتا ہے کہ یہ آیت جب کہ رسول کریم ﷺ پر نازل ہوئی تھی۔ تو مسیح علیہ السلام بھی اس وقت زندہ ہوں۔ کیونکہ اگر فرض کر لیں کہ مسیح علیہ السلام اس زمانہ میں زندہ نہیں تھے۔ بلکہ رسول کریم ﷺ کی پیدائش سے پہلے ہی مر گئے ہوئے تھے تو اس تقدیر پر ہلاک شدہ کے اہلاک کا ارادہ متوقع ٹھہرے گا اور یہ باطل ہے۔

اجی! یہ تو ایسا ہوا کہ کہا جائے کہ خداوند تعالیٰ موجود کو موجود کرے گا یا نابود کو نابود کرے گا۔ حالانکہ یہ تحصیل حاصل ہے اور وہ محال ہے۔

سوال...... اس آیت میں اس حالت سے کہ مسیح علیہ السلام اپنی قوم کے درمیان زمین پر زندہ تھے۔ حکایت ہے۔ لہٰذا اس آیت سے مسیح علیہ السلام کا زندہ ہونا ثابت نہیں ہوگا۔

جواب..... اوّلاً کہ اِن دراصل مفید استقبال ہے تو یہ تمہارا قول مخالف اصل اور وضع ہوا جو باطل ہے۔ دوم اصلی کے معنی چھوڑ دینا تب ہی جائز ہوتا ہے کہ کوئی قرینہ صارفہ موجود ہو اور وہ بھی موجود نہیں ہے۔ پس یہ مجاز کو سوائے ضرورت مراد رکھ لینا ہے۔ حالانکہ یہ بھی باطل ہے۔

سوال..... جائز ہے ''اِن'' بمعنی ''لَــو'' ہو۔ جس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ شرط چونکہ ماضی میں نابود ہے تو جزا بھی نابود ہے۔

جواب..... اس میں بھی خلاف وضع، مجاز کا اختیار کرنا، بلاقرینہ لازم آتا ہے۔ لہٰذا یہ بھی باطل ہے۔ شاید اب یہ کہو گے کہ چونکہ اس آیت میں بی بی مریمؑ کے مارنے کا بھی ذکر ہے اور وہ بازمانہ ماضی مرچکی ہیں تو یہی اس بات کا قرینہ ہے کہ آیت حالت حیات سے حکایت ہے۔ مگر یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ صریحاً اس کا مسیح بن مریم علیہما السلام پر معطوف ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے۔ ہاں اگر ایسا ہوتا تو حالت مذکور سے حکایت ہوسکتی تھی یا بمعنی ''لَــو'' لینے کا قرینہ بن سکتا تھا۔ لیکن ایسا تو نہیں ہے۔ اس لئے یہ حمل یا استعمال صحیح نہیں ٹھہرا۔ وجہ یہ ہے کہ جائز ہے کہ ''امـہ'' (مسیح علیہ السلام کی والدہ) فعل مقدر کا مفعول ہو۔ یہ وہ فعل مساوی (برابر ہے) اور اسے جملہ حالیہ کہتے ہیں۔ پس آیت کا ماحصل یہ ہوگا کہ خداوند تعالیٰ مسیح علیہ السلام کے مارنے، ہلاک کر دینے پر قادر حالیکہ مسیح علیہ السلام اپنی والدہ اور تمام باشندگان زمین کے ساتھ خدا نہ ہونے میں مساوی اور برابر ہے۔ قادر ہے پس جیسے کہ خداوند تعالیٰ مریم وغیرہ کے اہلاک پر قادر ہے۔ ویسے ہی مسیح علیہ السلام کے اہلاک پر قدرت رکھتا ہے مساوات اس واسطے ہے کہ نہ مسیح علیہ السلام اور نہ مریم علیہا السلام وغیرہ خدا ہیں۔ بلکہ قابل تر یہی ہے کہ ''امہ'' کو یساوی کا مفعول سمجھیں اور آیت کا معنی وہی ہے جو ہم بیان کرتے ہیں۔ سبب یہ ہے کہ اس آیت کا مقصود یہ ہے کہ جو لوگ مسیح علیہ السلام کو خدا بتلاتے ہیں ان کی تردید ہو اور تو کچھ مقصود نہیں۔ لیکن یہ مطلب جب ہی اس آیت سے حاصل ہوگا کہ مسیح علیہ السلام کو مریم علیہا السلام وغیرہ سے خدا نہ ہونے میں مساوات ہو۔ اب چونکہ یہ مطلب ایسی تقریر پر موقوف ہے جو کہ ہم بیان کرتے ہیں تو اسی تفسیر کو قبول کرنا واجب ہوا۔ پھر معہذا کیسا ''امـہ'' کا معطوف و قرینہ ہونا صحیح ہوگا۔ بنابرآں اس آیت سے مسیح علیہ السلام کا زندہ ہونا ثابت ہوا۔ نیز اگر ''اِن'' کو بمعنی ''لَــو'' لیں گے تو ہمارے مفید مطلب ہے۔ وجہ یہ ہے کہ گو ہم اعتراض سابق سے قطع نظر بھی کر کے ''اِن'' کو بمعنی ''لو'' لیں گے تو آیت کا یہ معنی ہوگا کہ خدا نے زمانہ ماضی میں مسیح علیہ السلام کے اہلاک کا ارادہ نہیں کیا۔ پس اس سے صاف لازم آتا ہے کہ مسیح علیہ السلام مرے

بھی نہیں ہیں۔ آخر جب خداوند تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کو ہلاک کر دینے کا زمانہ گزشتہ میں ارادہ ہی نہیں کیا تو مسیح علیہ السلام کیسے مرے۔ لہٰذا اس توجیہہ سے بھی ہمارا ہی مطلب ثابت ہوا۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ اگر ان حقیقی اور وضعی معنی مراد لیں گے تو دلیل محقق ہے۔ مگر پھر ہمارا مقصود حاصل ہے۔ قادیانیوں کا نہیں۔ اگر ''ان'' سے ''لو'' کا معنی لیں گے تو اس تقدیر پر بھی ہمارا ہی دعویٰ ثابت ہے نہ کادیانیوں کا۔

غرض کہ بہر تقدیر آیت ہمارے لئے حجت ہے ان کے لئے نہیں۔ چنانچہ یہ بات ادنیٰ عقلمند پر بھی روشن ہے۔ اب امت محمد ﷺ کا اجماع لو۔ اجماع سے بھی ثابت ہے کہ مسیح علیہ السلام اب تک زندہ ہیں۔ اگر یہ بات اجماعی نہیں ہے تو پھر کیوں زمانہ صحابہؓ سے اب تک مسیح علیہ السلام کی وفات شرعی کتابوں میں منقول نہیں ہے۔

اجی! اگر کسی صحابی یا کسی تابعین یا تبع تابعین یا دوسرے اکابر امت کا یہ اعتقاد کہ مسیح علیہ السلام مر چکا اور زندہ نہیں ہے۔ ہوتا تو ناقلین اس عقیدہ کو کتابوں میں کیوں نہ نقل کرتے اور اگر یہ کسی کا مذہب ہوتا تو ناقلین بیک زبان اجماعاً کیوں لکھتے کہ مسیح علیہ السلام کا اب تک زندہ ہونا متفق علیہ اور اجماعی ہے۔ ہاں یوں بھی کہنا کہ حضرت ابن عباسؓ ''انی متوفیك'' کا ''انی ممیتك'' (میں تیرا مارنے والا ہوں) معنی کرتے ہیں۔ کادیانیوں کے لئے مفید مطلب نہیں۔ کیونکہ یہ تفسیر بالتصریح مسیح علیہ السلام کے زمانہ گزشتہ میں مرجانے پر دلالت نہیں کرتی۔ کیونکہ ''ممیتك'' اسم فاعل ہے نہ کہ فعل اور اسم کو ماضی یا غیر ماضی زمانہ سے خصوصیت نہیں ہے۔ جیسا کہ اسم کی تعریف سے ظاہر ہے۔ نیز یہ اس حدیث سے ثابت ہے کہ جس کو امام نسائی اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کا مضمون یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے جب مسیح علیہ السلام کے مرفوع کرنے کا ارادہ فرمایا تو مسیح علیہ السلام ایک مکان میں تشریف لائے۔ اس موقع پر اس مکان میں اور بھی بارہ شخص تھے۔ اس وقت مسیح علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میں سے بعض لوگ ایمان کے بعد کافر ہو جائیں گے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ تم میں سے اگر کوئی اس بات کو قبول کرے کہ اس کی شکل گویا میری شکل کی مانند ہو جائے اور میرے بدلہ صلیب پر چڑھا دیا جائے تو وہ بہشت میں داخل ہوگا۔ ان میں سے ایک شخص نے جو جوان تھا اس بات کو قبول کیا۔ غرضیکہ مسیح علیہ السلام نے اسے تین بار بٹھایا اور تین ہی بار دریافت فرمایا اور اس نے ہر دفعہ قبول کیا۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام کے بعد آسمان پر چڑھایا گیا اور اس شخص کو یہودیوں نے اس گمان سے کہ مسیح علیہ السلام یہی ہے۔ صلیب پر چڑھا کر مار دیا۔ اب دیکھئے کہ اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ابن عباسؓ مسیح علیہ السلام کے بجسدہ مرفوع ہونے کے قائل ہیں۔ اب رہی یہ بکواس سو جس کی خواہش ہو کرتا جائے منع کون کرتا ہے۔

سوال..... حضرت وہبؒ فرماتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام کچھ عرصہ مر گئے تھے۔ پس اجماع کہاں ثابت ہوا۔

جواب..... اوّلاً کہ یہ قول سنداً بیان نہیں کیا گیا۔ دوم اگر مان بھی لیں کہ یہ قول مستند ہے تو جائز ہے کہ یہ اہل کتاب سے لیا گیا ہو۔ چنانچہ یہی مؤید ہوتا ہے۔ اس سے کہ محمد بن اسحاق اور بیضاوی اور صاحب وجیز نے اس قول کو نصاریٰ کی طرف منسوب کیا ہے۔ بھلا ایسا کیوں نہ ہو وجیز میں لکھا ہے کہ مسیح علیہ السلام کے اب تک زندہ ہونے کے بارے میں اجماع ہے۔ حافظ ابن قیم اور فاضل لکھنوی نقلاً بیان کرتے ہیں کہ کل مسلمانوں کا مسیح علیہ السلام کے زندہ ہونے پر اتفاق ہے۔ لہٰذا وہبؒ کی نقل کے واسطے اور کوئی محمل ماسوا اس کے جو ہم بیان کر آئے ہیں نہیں ہے۔

اے ناظرین! اگر آپ کادیانی کے رسائل کو غور سے دیکھیں گے تو واضح ہو جائے گا کہ کادیانی کے پاس نہ تو شرعی اور نہ عقلی دلیل ہے۔ صرف یہی دیکھیں گے کہ اس کی دلیل بجز اس کے کہ یہ خلاف عادت ہے یا بعید ہے اور کچھ نہیں۔ یہی اس کا بھاری تمسک ہے۔ لیکن یہ داب ان لوگوں کا ہے کہ جن کو علم نہیں ہے۔ یہ ایسا ہے کہ جس طرح زمانہ جاہلیت میں کفار بوسیدہ ہڈیوں کے زندہ ہونے کو (قیامت کو) بعید اور محال جانتے تھے۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ اس کی قرآن میں خبر دیتے ہیں کہ انسان نہیں سوچتا ہے کہ ہم نے اس کو نطفہ سے پیدا کیا ہے۔ اب وہ ظاہر جھگڑالو بن گیا ہے اور وہ مثال بیان کرتا ہے اور اپنی پیدائش کو بھول گیا ہے۔ یہ انسان کہتا ہے کہ خدا عزاسمہ قیامت کو بوسیدہ ہڈیوں کو کیسے پیدا کرے گا۔ یعنی کافروں کا اس کو بعید سمجھنا بالکل باطل ہے۔ کیونکہ جس حالت میں کہ انسان کو منی سے پیدا کرتا ہے تو وہ ہڈیوں کو زندہ کیوں نہیں کر سکتا۔ ہڈی تو از کردہ منی انسانیہ کی طرف اقرب ہے۔ اسی طرح پر کافروں کے استبعاد سے قرآن شریف میں یوں خبر دی گئی ہے کہ کافروں نے کہا ہے کہ معبود کا ایک ہی ہونا عجیب ہے۔ غرض کہ اسی طرح پر قرآن شریف میں کافروں کے استبعادات بیان فرمائے گئے ہیں۔ مگر خوف طول سے تھوڑے پر بس کی گئی۔

فائدہ

کادیانیوں اور نیچر پسندوں نے دراصل محال اس کو بھی سمجھ لیا ہے جو نادر الوقوع ہو۔ نیز اس کو جوان کی عقل سے بعید ہو۔ مگر بڑا تعجب ہوتا ہے کہ ڈھیل ڈھال تو پنجاب سے فرانس تک عریض وطویل رکھتے ہیں۔ اپنی عالی فہمی پر تو اتنے نازاں ہیں کہ علماء وفضلاء اسلام کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ لیکن یہ معلوم نہیں کہ محال کس چڑیا کا نام ہے۔ بھلے مانس یہ امتیاز نہیں رکھتے کہ محال اور ہے اور نادر الوقوع اور ہے۔ رہی عقل سوا گران کی عقل سے بعید ہے تو اہل اسلام کی عقل کے نزدیک ایسے امورات کا خداوند تعالیٰ سے ظہور بالکل آسان ہے اور وہ قادر مطلق ہرگز ایسے امورات کے پیدا کرنے میں عاجز نہیں ہے۔ گوان کی عقل اسے عاجز سمجھ رکھے۔ نیز انسان کی عقل کیا غلطی سے مبرا ہے تو پھر وہ کیوں اپنی عقلوں پر بھروسہ کر کے نقول قطعیہ کو تاویلات رکیکہ سے مطابق عقل بنانا چاہتے ہیں۔ کیا ایک امر یقینی کو غیر یقینی پر محمول کرنا داب دانشمندی ہے۔ انتہاء!

حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ بلاشبہ اس کتاب کے لکھنے سے جو لوگوں کے لئے نافع ہے۔ ۱۳۱۱ھ میں ہم فارغ ہوئے۔ اب ناظرین سے التماس ہے اپنے خاص وقتوں میں ہم کو دعائے حسن خاتمہ وامثالہ سے یاد کرتے رہیں۔ اسی کلام سے اس کتاب کا اختتام بھی ہوا۔ خداوند تعالیٰ ہی پر بھروسہ ہے۔ آخری ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ تمام حمد خاص خداوند تعالیٰ کو ثابت ہیں۔ خداوندا اپنے حبیب ﷺ بہترین خلق اور ان کی قوم، اولاد، یار وغیرہ پر رحمت نازل فرمائے۔

حاشیہ جات

۱؎ کیونکہ اگر احادیث رسول اکرم ﷺ کا بھی ذکر فرماتے تو زیادہ ہی طول ہو جاتا۔ اس واسطے صرف قرآن کی آیات کے ساتھ مسیح علیہ السلام کا زندہ ہونا ثابت فرمایا۔

۲؎ واضح رہے کہ دراصل ایسے مسائل کے بانی اور مجتہد سرسید صاحب ہیں۔ مگر کادیانی صاحب نے انہیں کچھ تبدل وتغیر دے کر ظاہر کیا اور اپنا ہی اختراع جتلا کر ان کی شہرت سے حصہ لیا۔ ہاں انا مسیح کا دعویٰ بھی اس پر زیادہ کیا۔

۳؎ عرب کا محاورہ ہے کہ جب کسی کام کا کرنا کبھی چاہتے ہیں اور کبھی نہیں چاہتے۔ تو یہ جملہ کہہ دیتے ہیں۔

۴؎ جہاں کہیں حضرت مصنف علام مدظلہم نے تہذیب کا ذکر کادیانی کے استدلال میں فرمایا ہے۔ اس سے اس کی طرف اشارت ہے۔ کادیانی کو گو دلیل پیش کرنے کا ڈھب نہیں آیا ہے۔ مگر ہم اس کے بدلہ اس کی دلیل کو سوار دیں گے۔

۵ صغریٰ یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام رسول ہیں۔ کبریٰ یہ ہے کہ ہر رسول مر گیا۔ الرسل کا جمع مستغرق ہونا یہ معنی ہے کہ اس سے تمام پیغمبر آدم علیہ السلام سے جناب رسول اکرم ﷺ تک مراد رکھ لئے جائیں۔

۶ ایک جنگ میں شیطان نے آواز دی تھی کہ "ان محمدؐ افقد قتل" حضرت مصنف علامؒ نے اس طرف اشارہ فرمادیا۔

۷ حضرت مصنف علام مدظلہم کی تقریر ہی حق ہے اس لئے بھی کہ اگر خلت سے صدیق اکبر استدلال فرماتے ہیں تو لازم آتا ہے کہ دعویٰ خاص اور دلیل عام ہو۔ حالانکہ یہ باطل ہے عام اس لئے کہ خلو کا معنی لغۃ وہ ہے جو موت اور غیر موت کو شامل ہے۔

۸ مہملہ وہی ہے۔ جس میں افراد کی مقدار بیان کی گئی ہو۔ یعنی اس قضیہ میں نہ یہ ہوگا کہ یہ حکم تمام افراد پر ہے اور نہ یوں ہوگا کہ یہ حکم بعض افراد پر ہے۔ چونکہ قد خلت من قبلہ میں بھی نہ تو تمام افراد رسول اور نہ بعض افراد رسول کو حکم لگایا گیا ہے تو حضرت استاد مصنف علام مدظلہم نے اس کو قضیہ مہملہ فرمایا۔

۹ جعل کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ بسیط ہے۔ ان کا مذہب ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اشیاء کی ماہیتوں کو دراصل بنایا ہے اور وجود تبعیت کے طور پر خود بخود ہی عارض ہوا ہے۔ مثال لوہار تلوار کو بناتا ہے اور تیزی خود بخود موجود ہو جاتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ بنانے کے یہ معنی ہیں کہ خداوند تعالیٰ ماہیات کو موجود کر دیتا ہے۔ پس بریں تقدیر جعل اور بنانے کے لئے دو مفعولوں کا ہونا ضروری ہے۔ لیکن یہ بھی یاد رہے کہ جہاں پر یہ حضرت مصنف علام مدظلہم نے جعل مؤلف فرمادیا ہے۔ وہ ہرگز جعل بسیط نہیں ہے۔

۱۰ کہتے ہیں زید نے طعام نہیں کھایا، یہ سالبہ ہے۔ جب اس پر اور نفی داخل کریں گے تو یوں کہیں گے کہ ایسا نہیں ہے تو صریح لازم آئے گا کہ زید نے طعام کھایا ہے۔ غرضیکہ جہاں نفی پر نفی داخل ہو وہ سالبہ سالبہ ہے۔ جہاں زید کے لئے کھانا ثابت کیا گیا ہو وہ موجبہ محصلہ کہلائے گا۔

۱۱ مطلقہ عامہ اس قضیہ کو کہتے ہیں کہ جس میں محکوم علیہ پر محکوم بہ کے ساتھ تین زمانوں میں کسی زمانے میں حکم لگایا گیا ہو۔ جیسا کہ کہہ دیں زید کسی زمانہ میں کاتب ہے۔ ممکنہ عامہ وہ ہے جہاں پر جانب مخالف کی ضرورت سلب کر دی گئی ہو۔ چنانچہ کہیں زید بالامکان عالم ہے۔ یعنی زید کا عالم ہونا ضروری نہیں ہے۔ پس قضیہ مذکورہ یوں ہوگا کہ ہر رسول کے لئے طعام کا کھانا

جائز ہے۔ نہ کھانا ضروری نہیں ہے۔ پس یہ ممکنہ ہوا ہر رسول کسی زمانہ میں طعام کھاتا ہے۔ یہ مطلقہ عامہ ہوا۔

۱۲ جیسے کہ کہیں زید کھاتا ہے کبھی، نہ ہمیشہ اس کو وجودیہ کہتے ہیں۔

۱۳ کیونکہ پھر ہر ایک پر یہ عبارت کہ: "اگر وہ نہ ہو تو معلول بھی نہیں ہوگا۔" ہرگز صادق نہیں آوے گی۔ بلکہ پھر تو یوں کہنا پڑے گا کہ اس علت کے غیر متحقق ہونے کی حالت میں معلول متحقق ہو سکتا ہے۔

۱۴ اس قسم کی علت کو مصحح لدخول الفاء کہتے ہیں۔ جیسا کہ خاص رکن اور تھم چھت کے لئے علت ہے۔ کیا معنی کہ اگر یہ خاص رکن ہوں گے تو چھت قائم رہے گی۔ اگر ان کے قائم مقام اور تھم بھی نہ رکھے جائیں تو بھی قائم رہے گی۔

۱۵ بعض احادیث میں آیا ہے کہ اب سے سو برس سے زیادہ عمر نہیں ہوگی۔ سو یہ باعتبار اکثر کے ہے۔ ورنہ یہ حدیث واقع اور مشاہدات برخلاف ہوگی۔ نیز اس حدیث کا یہی مطلب اور حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ ہم اس کی تحقیق بعض ابواب انوار محمدی میں کر چکے ہیں۔

۱۶ منفصلہ حقیقیہ جیسے کہیں کہ زید یا پہلے ہی مرے گا۔ یا ارذل العمر تک پہنچ کر مرے گا۔ اب اس میں یہ ضروری ہے کہ نہ تو یہ کہ زید پہلے ہی مرے اور ارذل العمر تک بھی پہنچے اور نہ یہ کہ نہ وہ ہو نہ یہ۔ ہذا ابناء علٰے قول الکادیانی۔

۱۷ مثلاً کلمہ اور لفظ کو ہم بلا لحاظ خصوص اور عموم کے جسے "مرتبہ لابشرط شئے" کہتے ہیں لیکر ایک یہ قید لگا دیں کہ اپنے معنی پر بالاستقلال دلالت کرے اور کوئی زمانہ اس سے مفہوم نہ ہوئے تو یہ کلمہ اسم کہلاتا ہے۔ اگر اپنے معنی پر بالاستقلال دلالت کرے۔ مگر اس سے کوئی زمانہ بھی مفہوم ہو تو یہ فعل کہلاتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اور ایک قید لگانے سے وہ حرف کہلاتا ہے۔ اب دیکھو کہ کلمہ مقسم ہے اور یہ تینوں اس کی قسم ہیں۔ مگر یہ قسم مختلف قیود لگانے سے حاصل ہووے۔

۱۸ معنوں میں داخل ہونے کے یہی معنی ہیں۔

۱۹ کادیانی کا بیان ہے کہ رسول کریم ﷺ کے معراج کی حقیقت یہ ہے کہ آپ بذات خود زمین پر ہی تھے۔ مگر کشف کے طور پر آپ پر مسجد اقصیٰ آسمانوں کے حالات ظاہر کر دیئے گئے۔ چنانچہ ان کے بڑے خلیفہ نے ایک اشتہار میں جس کا نام مولوی احسن امروہی ہے لکھا ہے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بھی اس کے مطابق لکھتے ہیں۔ لیکن جب حجۃ اللہ البالغہ کا یہ مقام

دیکھا گیا تو فی الحقیقت شاہ صاحب کا اور ہی مطلب ہے۔ جو ہرگز خلاف عقیدہ قدیمہ نہیں۔ گو اس خلیفہ نے اپنے زعم میں اور ہی کچھ اپنے مطلب کے موافق سمجھا ہوا تھا۔ سبحان اللہ! اگر ایسے منصف ہوں تو سب متقدمین ومتاخرین کو بدنام کرڈالیں گے۔ پھر غضب یہ ہے کہ کادیانی لکھتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کو جسم کثیف کے ساتھ معراج نہیں ہوا۔ نعوذ باللہ منہ دیکھئے کہ یہ ادب ہے اور دعویٰ مجددیت کا۔

۲۰۔ شاید کوئی کہہ دے گا کہ اسم فاعل میں تو زمانہ ضروری ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ ضروری اس موقعہ پر ہے کہ جب عامل ہو نہ مطلقاً یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ آیت ''انی متوفیك '' میں جو متوفی ہے اس میں زمانہ معتبر ہے۔ کیونکہ یہ یہاں پر عامل ہے۔ اس لئے کہ متوفی کاف خطاب کی مضاف ہے اور کاف محلاً مجرور ہے نہ یہ کہ متوفی کا مفعول ہے۔

۲۱۔ وضع کا معنی یہ ہے کہ ایک لفظ یا شئے کو کسی مفہوم کے واسطے معین کر دینا۔ رہا یہ کہ شخصی کیا ہوا اور نوعی کیا۔ سو واضح ہو کہ شخصی میں وضع اور موضوع لہ دونوں خاص ہوتے ہیں۔ جیسا کہ زید کا لفظ ذات زید کے لئے موضوع بھی ہے۔ اب اس میں وضع اور موضوع بھی خاص ہیں۔ پس یہ وضع شخصی ہو یا لفظ دیوار کا خاص ایک دیوار کے لئے موضوع ہے۔ یہ بھی شخصی ہوگا اور اینٹ کا دیوار میں داخل ہونا بھی اسی شخصی وضع کے ذریعہ سے ہو۔ کیونکہ وہ دیوار میں جزء کی طرح داخل ہے اور وہ دیوار موضوع لہ بوضع شخصی ہے۔ وضع نوعی وہ ہے جو حضرت مصنف علام مدظلہم نے خود بالتصریح فرمادیا ہے۔ غرضیکہ جس طرز پر جناب فرماتے ہیں۔ اس طریق پر جب وضع ہو تو وہ نوعی کہلاتا ہے۔

۲۲۔ عموم مجاز اس کو کہتے ہیں کہ لفظ سے ایک ایسا معنی مراد لیا جائے کہ وہ حقیقی اور مجازی کو شامل ہو۔ جیسا کہ حضرت مصنف تقدس مآب مدظلہم نے فرمایا ہے کہ اس کو وفا مقارن ہو یا نہ ہو۔ اب جہاں پر مقارن ہوگا وہ حقیقی اور جہاں پر مقارن نہیں ہوگا۔ وہ مجازی کہلائے گا۔ تو یہی عموم کا معنی ہے۔

۲۳۔ دیکھو متوفی مشتق ہے اس کا اصل ماخذ وفا ہے اور یہ لفظ تو اپنے معنی پر بوضع شخصی دال ہے۔ رہی ہیئت جو حروف کے آپس میں مل جانے سے پیدا ہوگئی ہے۔ وہ اپنے معنی مرکب پر بوضع نوعی دال ہے۔ جیسا کہ کہیں کہ ہر لفظ جو متفعل کے وزن پر ہو وہ تین چیزوں کے مجموعہ پر دال ہوگا۔ ایک ماخذ دوم باب کا اقتضاء سوم نسبت الفاعل ظاہر ہے کہ متوفی کا یہی مجموعہ ہے۔ متفعل کے وزن پر بھی ہے۔

۲۴ بعض لوگ حنفیوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت صاحب فتح القدیر وغیرہ محققین حنفیہ میں سے فرماتے ہیں کہ مردہ نہیں سنتے ہیں تو اے حنفیو اتم کیوں سماع موتی کے قائل ہو۔ حضرت مصنف فضیلت مآب نے اس کو بھی رد کیا کہ صاحب فتح وغیرہ مطلقاً سماع موتی کے منکر نہیں ہیں۔ بلکہ قوت جسمانیہ سے سننے کے منکر ہیں نہ کہ ادراک روحانی سے بھی انکاری ہیں۔

۲۵ کادیانی صاحب یہ عجیب ہے کہ کوئی اگر مقدر کا نام لے تو اس کو محرف کہتے ہیں۔

۲۶ جیسے کہ زید کے قائم ہونے کا خیال ہو۔ ویسے ہی اس کے قائم نہ ہونے کا بھی خیال ہو اور کسی جانب کو ترجیح نہ ہو۔ اسے منطقی شک کہا کرتے ہیں۔

۲۷ چنانچہ ایک شخص زید کے قائم ہونے پر غالب گمان رکھتا ہے۔ گو اس کے قائم نہ ہونے کا بھی اس کو ضعیف سا گمان ہے۔ اس کو منطقیین ظن کہتے ہیں۔

۲۸ جب انسان کا مثلاً علم حاصل ہوتا ہے۔ تو یوں ہوتا ہے کہ اس کی ماہیت اور صورت ذہن نشین ہوتی ہے۔ پس اس صورت کو صورت علمیہ کہتے ہیں۔

۲۹ کون وفساد کا معنی یہ ہے کہ ایک صورت نوعیہ کو قبول کرنا اور پہلی کو چھوڑ دینا۔ چنانچہ پانی جب کہ ہوا بن جاتا ہے تو وہ صورت مائیہ کو چھوڑ کر صورت ہوائیہ کو قبول کر لیتا ہے۔

۳۰ شاید بعض لوگ یہ کہہ دیں کہ عالم برزخ اور آخرت مستثنیٰ ہے۔ ہم ان کے جواب میں کہہ دیں گے کہ مسیح علیہ السلام بھی مستثنیٰ ہے۔ اس سے حضرت مولانا صاحب مدظلہم کا یہ فرمودہ "فماھو جوابکم فھو جوابنا" خوب ذہن نشین ہوگا۔

۳۱ کادیانی کو اس حدیث نے بھی جس کا یہ مضمون ہے کہ میرے بعد وحی نہیں اترے گی۔ دعویٰ مسیحیت پر چست وچالاک کر دیا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ ان کو اتنے عریض وطویل دعوے کو ہوتے یہ معلوم نہیں ہوا کہ یہ حدیث ہی صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ ہم انوار محمدی کے بعض ابواب میں بیان کر چکے ہیں۔

۳۲ حدیث میں آیا ہے کہ مسیح علیہ السلام جزیہ کو موقوف کر دے گا۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ناسخ دین محمدی ﷺ ہوں گے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ حکم بھی دراصل احکام محمد ﷺ سے ہے۔ ہاں یہ تو ضرور ہے کہ یہ حکم اس زمانہ کے واسطے ہے کہ جب مسیح علیہ السلام اتریں گے۔ چنانچہ ہم انوار محمدی کی بعض ابواب میں بخوبی اس بات کا فیصلہ دے چکے ہیں۔

۳۳ حضرت مصنف علام ادام اللہ فیوضھم کی تقریر سے مفہوم ہوتا ہے کہ اس بیہودہ اعتراض کا اور بھی جواب ہے۔ وہ یہ ہے کہ زکوٰۃ مالی جب ہی فرض ہوتی ہے کہ مالک

نصاب بھی ہو۔ پس چونکہ اہل اسلام اس کے کہ مسیح علیہ السلام تجارت یا خوراک کے لئے مال آسمان پر لیں گے۔ قائل نہیں ہیں اور نہ یہ ثابت ہے۔ لہٰذا مسیح علیہ السلام پر آسمان پر زکوٰۃ بھی فرض نہیں ہے۔

۳۴ حضرت مصنف مرشد الکل کی تقریر سے مترشح ہوتا ہے کہ ''مادمت حیاً نبیاً مبارکاً'' کے لئے بھی قید نہیں ہو سکتا۔ ورنہ لازم آئے گا کہ مسیح علیہ السلام بعد الموت نہ نبی ہوں اور نہ مبارک العیاذ باللہ! یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اگر مادمت حیاً براً کی قید بھی مان لیں تو حاضر ہونا خاص خدمت کے لئے شرط ہے۔ دیکھو مسیح علیہ السلام یا اور کوئی خدمت خاصہ کے ساتھ تب ہی مامور ہے کہ جب کہ حاضر خدمت ہو۔ اس لئے اگر بیٹا سفر میں اور والدین یا ایک ان میں سے مقیم ہو تو خاص خدمت اسی ضروری سفر میں فرض نہیں ہو سکتی۔ ورنہ چاہئے تھا کہ مسیح علیہ السلام جس حالت میں تبلیغ کے لئے مسافر اور والدہ سے جدا ہوتے تھے اس خاص خدمت کی ترک سے گنہگار ہوتے۔ نعوذ باللہ منہ! یا تو ثابت کردیں کہ مسیح علیہ السلام والدہ سے کہیں بھی زمین پر ہوتے جدا نہیں ہوئے تو تاہم کچھ بن پڑے گا۔ لیکن اس کا ثبوت کہاں ہے۔

۳۵ کادیانی جی اس کو کورانہ اجماع کہتے ہیں۔ اس کی سند پیش کرتے ہیں کہ وہب کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام مر گئے۔ سو واضح ہو کہ یہ محض دھوکا ہے۔ کیونکہ وہب یہ کہہ کر کہ مسیح علیہ السلام اتنی مدت اموات میں داخل ہوئے ساتھ ہی کہتے کہ وہ پھر زندہ ہو کر آسمان پر چڑھ گئے۔ اب کہئے کہ وہب کس طرح اجماع سے مخالف ہونے۔ بلکہ وہ بھی اس بات کے قائل ہوئے کہ مسیح علیہ السلام اب تک زندہ ہے۔ پس اجماع کورانہ نہیں بلکہ فہم ہی کورانہ ہے۔

۳۶ حضرت مصنف علام دام فیوضہ کی تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ جائز ہے کہ ابن عباسؓ کی مراد یہ ہو کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تجھ کو اے مسیح علیہ السلام بعد از رفع قریب قیامت بعد النزول ماروں گا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہی حق ہے۔ کیا دیکھتے نہیں کہ ابن عباسؓ مسیح علیہ السلام کے اب تک زندہ ہونے کے قائل ہیں۔ دیکھو ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ ابن جریر نے سعید بن جبیرؓ کی طریق سے ابن عباسؓ سے صحیح السند روایت کی ہے کہ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ابن عباسؓ مسیح علیہ السلام کے تا قریب قیامت زندہ ہونے کے قائل ہیں۔ جس کو تفصیل کا شوق ہو وہ تحقیق کرے۔ اب اگر مجیک سے وہی نہ سمجھا جاوے کہ جس کی طرف حضرت مصنف نے ارشاد فرمائی ہو تو سچ کہو کہ ابن عباسؓ کے اقوال میں تناقض نہیں ہوگا۔ ہاں ضرور ہوگا۔